مصر کا قدیم ادب

ابنِ حنیف

بیکن بکس — گلگشت ملتان

چار ہزار برس پہلے تنقیدی شعور سے بہرہ ور مصری ادیب کی تحریر

"متجسس ذہن کے ساتھ جملوں کی تلاش !...... کاش
میرے پاس نئے جملے ہوتے...... ان جانے الفاظ....
.... انوکھی باتیں...... تکرار سے پاک نئی زبان......
فرسودہ بات نہیں...... اپنے تمام الفاظ باہر نکالنے
کے لئے بدن کو اذیت دیتا ہوں...... بزرگوں کی
تصانیف پر اترانے کی کوئی بات نہیں.... جو کچھ میں
کہتا ہوں (وہ) پہلے نہیں کہا گیا...... (میرے اسلوب)
کی تقلید کی کوشش لاحاصل اور پر تصنع ہوگی، ایسا کرنے
والے کا نام (کوئی شخص عزت سے) لوگوں کے سامنے
نہیں لے گا...... میں ان خیالات کا اظہار کروں جو
مجھے دکھ پہنچاتے ہیں...... وہ ظاہر کروں جو میں
جھیلتا ہوں اور سکھ کا سانس لوں...... دل حقیقت کو
قبول نہیں کرتا، سچی بات کوئی برداشت نہیں کرتا.....
راست گوئی ختم ہوتی جا رہی ہے —"

مصر کا قدیم ادب

تیسری جلد

ابنِ حنیف

○○○

بیکن بکس * گل گشت۔ ملتان

مصر کا قدیم ادب — تیسری جلد

بار اوّل — ۱۹۹۲ء

ناشر — بیکن بکس گل گشت ملتان

طابع — شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

تعداد — پانچ سو

خوشنویس — حاجی مظفر محمود

قیمت — مکمل سیٹ (چار جلدیں) ۱۵۰۰ روپے

انتساب

اُستاذ محترم

پروفیسر مُنوّر علی خاں

کے نام

ترتیب

حکیمانہ ادب

تخلیقی قدامت ۳۶۸۰ تا ۲۰۰۰ برس

تحریری قدامت ۳۱۰۰ تا ۲۰۰۰ برس

قنوطی ادب

درد آشوب۔ شہر آشوب

تخلیقی قدامت: ۴۱۵۰۰ تا ۳۰۰۰ برس

تحریری قدامت: ۳۰۰۰ تا ۳۳۰۰۱ برس

پیش لفظ

اس کتاب ـــــ "مصر کا قدیم ادب" ـــــ کی تیسری جلد میں "حکیمانہ ادب" (WISDOM LITERATURE) اور مصریوں کا انتہائی اہم اور خیال آفرین "قنوطی ادب" شامل ہے۔

مصر میں تقریباً ۳۰۰۰ قبل مسیح سے لے کر ۲۰۰۰ قبل مسیح بلکہ اس کے بعد تک "حکیمانہ ادب" تخلیق ہوتا رہا۔ بہت سا لکھا بھی گیا۔ کوئی تین ہزار برسوں کے دوران تخلیق ہونے "حکیمانہ ادب" کے جتنے بھی اہم اور بڑے نوشتے دستیاب ہو چکے ہیں۔ وہ سب یہاں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ اور زیر نظر جلد میں یہ ادب تحریری طور پر اب سے ۴۱۰۰ برس اور تخلیقی طور پر ۴۶۲۵ برس قبل سے لے کر ۲۰۰۰ برس قبل تک کی حکیمانہ تصانیف پر مشتمل ہے۔

"حکیمانہ ادب" سے مصریوں کی ذہنی سوچ، اخلاقی اقدار اور آدابِ زندگی، رویوں، طریقِ جہانبانی، جانکیہ (کوٹلیہ) اور میکیاولی کی سی ابتدائی سوچ، باہمی رشتوں اور ان سے وابستہ فرائض، بادشاہ و سرکاری ملازمین اور عام آدمی کے درمیان روابط و فرائض، تقدیر سمیت مختلف مذہبی افکار و عقائد غرض زندگی کے مختلف معاشرتی و معاشی پہلوؤں کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے مصریوں کے "حکیمانہ ادب" کا مطالعہ بہت ہی دلچسپی اور اہمیت کا حامل ہے ـــــ یہ ادب اس لئے خاص طور پر قابلِ ذکر اور اہم ہے کہ

باقاعدہ قلم و شناسائی سے "قرطاس" (پیپرس PAPYRUS) پر لکھی ہوئی تاریخ انسانی کی سب سے پہلی جو کتاب جو مصر سے ملی ہے وہ "اخلاقی تعلیمات" پر ہی مبنی ہے۔ میں نے جہاں عام دانشوروں اور مصلحین کی تعلیمات بھی جمع کی ہیں اور فرعون اختوتی (حسینتی۔ ے ق۔ ۲۱۰۰ برس قبل) اور قتل ہو جانیوالے فرعون آمن ام حت اول (۲۰۰۰ برس قبل) کے سیاسی افکار اور تعلیمات بھی

فکر انگیز ادب

ذاتی طور پر مجھے اس جلد میں شامل "قنوطی ادب" بہت پسند ہے کہا جا سکتا ہے کہ میں اس باب کو چار جلدوں پر مبنی اس پوری کتاب کے دو میں سب سے اہم، پسندیدہ اور منتخب الواب میں شمار کرتا ہوں، ویسے تو خیر پوری کتاب مگر اس باب کی تکمیل خاطر تو میں نے متعلقہ کتابوں، جرائد و صاحتوں، دیگر معلومات کی تلاش و یافت، نتائج اخذ کرنے اور خود کسی نتیجے پر پہنچنے کے ضمن میں مہینوں تو کیا برسوں بڑے صبر اور سکون سے خاص طور پر انتظار کیا۔

اس باب کا عنوان یعنی "قنوطی ادب" وسیع تر معنوں میں رکھا گیا ہے۔ اس میں ایسے ادب پارے ہیں جو "درد آشوب" اور "شہر آشوب" کے زمرے میں بھی آتے ہیں۔ ("یہ" درد آشوب" کی ترکیب مجھے جناب عرش صدیقی نے دی اور مجھے یقیناً بہت اچھی لگی)۔ اس ادب میں ایسی تخلیقات بھی ہیں جن میں فلسفیانہ افکار کا پرتو ہے۔ ان ادب پاروں میں یاسیت، تباہی و بربادی کے نوحے معاشرے کے حالات سے خودکشی کا ارادہ یا نہ ھ لینے کی حد تک بیزاری، موت کے بعد انجام سے متعلق مستمر مروجہ عقائد کے بارے میں تشکیک بھی ہے اور نظریہ کلبیت و لذتیت کا پرچار بھی، یاسیت سے نور جائی پہلو بھی ہے۔ معاشرے اور اخلاقی اقدار کی تباہی و بربادی، خونریزیوں، لوٹ مار کے ذکر کے ساتھ ساتھ "نجات دہندہ" (مسیحا) کی آمد کا تصور اور امید بھی نظر آتی ہے

"قنوطی ادب" میں وہ انتہائی اعلیٰ اور خوبصورت ادبی تخلیق ——— "خودکشی" ——— شامل ہے جسے اس کی مختلف خصوصیات کی بنا پر عالمی ادب میں بہت اہم اور اونچا مقام دیا گیا ہے۔ موت کی شان میں اٹھارہ مصرعوں پر وہ نظم بھی اسی ادب پارے "خودکشی" کا حصہ

ہے۔ جسے پروفیسر ایرک پیٹ (ERIK PEET) جیسے عالم اور ادبیات قدیم کے زیرک نقاد اور سر لیونارڈ وولی (L. WOOLLEY) وغیرہ نے موت کے موضوع پر دنیا بھر کی ادبی تاریخ میں سادگی کے لحاظ سے سب سے خوبصورت اہم نظم قرار دیا ہے لیکن ایک بات واضح کر دوں کہ ایرک پیٹ نے اس کے سادہ حسن و خوبی کے بارے میں شیلے سے موازنہ کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار آج سے کوئی ساٹھ برس پہلے کیا تھا۔ ویسے اس کی انتہائی اہمیت و دلکشی اور عالمی ادب میں اس کے منفرد مقام کے سب علما متفقہ طور پر قائل ہیں۔

اسی باب میں اپنی نوعیت کے لحاظ سے عالمی لٹریچر کا وہ اولین ادب پارہ بھی شامل ہے جو دنیا بھر کے ادب میں تنقیدی شعور اور اس کے اظہار کی پہلی مثال ہے۔ ارسطو (۳۸۴/۳۲۲ ق م) سے بھی کوئی پونے دو ہزار برس قبل تنقیدی شعور کی تحریری مثال۔ یعنی آج سے کوئی چار ہزار برس قبل مصری ادیب خاخیپ ارراسونب کی اس گرانقدر ادبی تخلیق سے معلوم ہوتا ہے کہ فرزانۂ یونان ارسطو سے بھی کوئی پونے دو ہزار برس پیشتر مصر کے ادیبوں میں تنقیدی شعور موجود تھا۔ اس نے اپنی تصنیف میں لکھا ___ "متجسس ذہن کے ساتھ جملوں کی تلاش ... کاش میرے پاس نئے جملے ہوتے، ان سنے الفاظ، انوکھی باتیں تکرار سے آزاد نئی زبان، فرسودہ بات نہیں، جو کچھ میں کہتا ہوں (وہ) پہلے نہیں کہا گیا (میرے اسلوب) کی تقلید کی کوشش لاحاصل اور پر تصنع ہوگی" بہرحال خاخیپ ارراسونب نے اپنی اس تخلیق میں فرسودہ و پامال الفاظ، تراکیب، جملوں، اسلوب اور خیالات سے تحریری طور پر ناگواری و بیزاری کا اظہار کیا ہے، نئے انداز سے اپنی بات کہنے کی تمنا کی ہے۔ ___ کم از کم میرے نزدیک مصریوں کا "قنوطی ادب" بحیثیت مجموعی بہت ہی فکر انگیز ہے اور ادبی چاشنی کے لحاظ سے دلآویز بھی۔ اسے پڑھ کر خوشگوار حیرانی بھی ہوتی ہے کہ مصری ادیبوں نے آج سے چار اور سوا چار ہزار برس پہلے بھی کس قدر دلنشیں اور فکری لحاظ سے کس قدر

انوکھے اور تصوّر انگیز ادب پارے تخلیق کئے۔ قنوطی ادب میں کتنی ادب پارے ایسے ہیں۔ جو اپنے موضوع، نوعیت اور افکار کے لحاظ سے دنیا بھر کے لٹریچر میں سب سے قدیم و اولین ہیں۔ ——

ابنِ حنیف
۱۹۳۔ بی۔ گل گشت کالونی۔ ملتان

۴ر اپریل ۱۹۸۷ء

باب ۱

حکیمانہ ادب

تخلیقی قدامت ۴۶۸۰ تا ۲۰۰۰ برس
تحریری قدامت ۴۱۰۰ تا ۲۰۰۰ برس

پورے قدیم مصری لٹریچر میں "حکیمانہ ادب" (WISDOM LITERATURE) کو بہت ہی نمایاں حیثیت حاصل رہی اتنی اہمیت اور مقبولیت کہ یہ کوئی تین ہزار برس تک تخلیقی اور تحریری ثبوت کی روشنی میں کم از کم دو ہزار برس تحریر ہوتا رہا۔ اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیئے کہ دنیا بھر کے قدیم لٹریچر میں مصریوں کا "حکیمانہ ادب" ایک خاص مقام کا حامل ہے۔ تاحال معلومات کے مطابق عراق کے سومیریوں سمیت دنیا کی کوئی بھی ہم عصر قوم ایسی نہیں جس نے مصریوں کی طرح اس قدر تواتر کے ساتھ اتنی حکیمانہ تخلیقات و تصانیف سپردِ قلم کی ہوں، اور تصانیف بھی ایسی جو باقاعدہ قلم اور روشنائی سے کئی کئی صفحوں پر لکھی گئی ہوں ——

اصل میں بہت قدیم زمانوں سے ہی اخلاقی تلقین اور ناصحانہ گفتگو مصریوں کو بہت ہی پسند تھی، عقل و دانش کی باتیں کرنے سے انہیں بہت پیار تھا۔ کامیاب زندگی بسر کرنے کے سلسلے میں وہ حکیمانہ تعلیمات اور اقوال دانش کی نہ صرف تخلیق بلکہ تصنیف و تالیف کے بڑے ہی شوقین تھے۔ ان کے نزدیک اقوال کی حیثیت بجائے خود "عقل و دانش" کی تھی۔ قدیم مصری معاشرہ مذہبی تھا۔ اور وہ معاشرہ مذہبی رہنماؤں یا یوں کہا جائے کہ "پاپائیت" کے شکنجے میں پوری طرح جکڑا ہوا تھا ——— "قدیم بادشاہت" (۲۶۸۶ ق م ۲۱۸۱ ق م) یعنی کوئی پونے پانچ ہزار برس قبل مصر میں بہت سارے دانشور، مفکر، معلمین اور مبلغین اخلاق پیدا ہوئے۔ اسی معاشرے میں رہتے ہوئے ان مصری مفکروں کا خیال تھا کہ انسانی معاشرہ دراصل اسی نظم و ضبط کا عکس ہے جس (نظم و ضبط) کے ذریعے دیوتا کائنات کو کنٹرول کرتے تھے۔ مصریوں کے نزدیک چونکہ سورج دیوتا "را" کبھی ختم نہ ہونے والے اپنے روزانہ کے معمول یعنی آسمانی سفر کے ذریعے کائنات پر حکمرانی کرتا تھا۔ چنانچہ مقدس اور آسمانی بادشاہ یعنی سورج انسانی زندگی کے نظم و ضبط کا ضامن اور ذمہ دار تھا۔ اس صورت حال میں تجربے اور مشاہدات کی بنیاد پر جو افکار، مذہبی محسوسات، قیاسات اور نظریات وغیرہ ابھرے وہ مختصر تعلیمات اور اقوال و دانش کی صورت بھی اختیار کر گئے۔ اور اس قسم کے اقوال وغیرہ جب یکجا کئے گئے تو یہ تعلیمات کا مجموعہ بنے۔

مصر قدیم میں بہت سارے عاقل، دانشور، مبلغین اخلاق اور معلمین پیدا ہوئے ان میں سے متعدد فرزانوں کے نام معلوم بھی ہو چکے ہیں۔ قدیم ترین معلوم نام اِم حُوتَپ کا ہے جو آج سے کوئی پونے پانچ ہزار برس قبل (تقریباً ۲۶۰۰ ق م) پیدا ہوا تھا۔ ذیل کے اس سب سے پہلے معلوم دانشور کے بارے میں مفصل گفتگو آگے کروں گا۔ اِم حُوتَپ کے بعد کاگیمنی (۲۶۲۵ ق م)، بادشاہزادہ حُردُدَف (۲۵۰۰ ق م) اور پتاح حُوتَپ (۲۳۶۰ ق م) جیسے مفکر اور مبلغ اخلاق سامنے آئے۔ "مَری کارا کے لئے تعلیمات"

کا خالق فرعون اختوئی؛ فرعون آمن ام حت اول؛ خیتی (دُوا خیتی) ؛ تحتپ اب را سعوبک
آمن تحتی؛ انی آمن اوپی؛ آنخ ششونقی اور انسنگر پیپرس پر رقم اقوال
دانش کا ــــ خالق بھی اسی صف میں شامل ہیں اور ان کی تعلیمات وتصنیفات بھی مل چکی
ہیں ــــ کوئی آٹھ مجموعے ایسے مل چکے ہیں جو نسبتاً اہم ہیں۔ پیپرسوں (PAPYRI) پر
قلم روشنائی سے مرقوم "مجموعے" یا "نوشتے"، الواح، پتھروں اور سفالی ٹھیکروں وغیرہ پر لکھے
ہوئے باقی تمام دستیاب شدہ تعلیمات واقوال پر تحریروں کی نسبت زیادہ مکمل اور مفصل
ہیں۔ کئی دانشوروں کی تعلیمات ایسی بھی ہیں جو ان کی موت کے بعد بھی مدتوں نقل کی جاتی
رہیں یا تعلیمی نصاب میں داخل رہیں؛ طلبا انہیں پڑھتے رہے؛ ازبر کرتے رہے۔ اور بطور
مشق تختیوں پر لکھتے بھی رہے۔ ان میں زیادہ مفصل، مکمل اور اہم تخلیقات وتصانیف
تپاح حوتپ؛ فرعون اُختوئی، فرعون آمن حت اول، خیتی (دُوا خیتی)، انی آمن او
پی، آنخ ششونقی اور "انسنگر پیپرس" (INSINGER PAPYRUS) پر رقم کسی
نامعلوم دانشور کی تعلیمات ہیں۔

تخلیقی وتحریری قدامت

مصر میں حکیمانہ اور ناصحانہ ادب کی تخلیق کب شروع ہوئی اور یہ پہلی مرتبہ سپرد قلم کب کیا گیا۔ اس کے بارے
میں فیصلہ کن طریقے پر کوئی بات نہیں کی جا سکتی۔ اگر میں یہ کہوں کہ مصریوں کا مذہبی ادب
اور حکیمانہ ادب تخلیقی قدامت کے لحاظ سے تقریباً ہم عصر رہا ہوگا۔ تو شاید غلط نہ ہو۔
بہرحال اس میں تو کوئی کلام ہی نہیں کہ قدیم مصری حکیمانہ ادب کی تخلیقی اور تحریری تاریخ
بہت طویل ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ادب پانچ ہزار برس سے بھی زیادہ پہلے تخلیق
ہونا شروع ہوا، اور کوئی پونے پانچ ہزار برس پیشتر لکھا بھی جانے لگا تھا۔ یہ بات یوں
بھی کہی جا سکتی ہے کہ مصر میں حکیمانہ ادب کم از کم اس وقت سے تخلیق ہونے لگا تھا جب
ابھی مصریوں کا رسم الخط اس منزل پر نہیں پہنچا تھا کہ وہ اظہار افکار کے لئے پوری طرح موزوں
ہو اور طویل عبارتیں لکھی جا سکتی ہوں؛ اور یہ وہ زمانہ تھا جو تاریخ کی علمی اصطلاح میں

"تنی دور" (THINITE PERIOD) یا پھر "دورِ قدیم" (ARCHAIC PERIOD) ۳۱۰۰/۲۶۸۶ ق م)
کہلاتا ہے یعنی فراعنہ کے دو پہلے خاندانوں کا زمانہ۔ مختصر یہ کہ میرے نزدیک مختلف قرائن
و شواہد کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ "حکیمانہ ادب" کی تخلیق اگر زیادہ پہلے نہیں تو فرعونوں
کے پہلے دو خانوانوں کے دورِ حکومت یعنی "تنی عہد یا دورِ قدیم" (۳۱۰۰/۲۶۸۶ ق م) کے ابتدائی
حصے گویا اب سے پانچ ہزار برس پہلے شروع ہو چکی تھی ——— اور اگر میرا یہ اصرار کسی طرح
بھی تسلیم نہ کیا جائے کہ مصر میں حکیمانہ ادب کی تخلیق پانچ ہزار برس سے بھی زیادہ پہلے یا
کم از کم فراعنہ کے پہلے دو خاندانوں کے ادوار میں ہونے لگی تھی تب بھی یہ بات تو یقینی
ہے کہ فرعونوں کے تیسرے خاندان (۲۶۸۶/۲۶۱۳ ق م) کے ساتھ ہی حکیمانہ ادب کی تخلیق کا آغاز
بھی ہو چکا تھا: نہ صرف تخلیق بلکہ تحریر میں بھی لایا جانے لگا تھا، کیونکہ تاریخ عالم کا پہلا
معلوم اور ممتاز ترین دانشور، مفکر، طبیب اور ماہر تعمیرات (انجنیئر) امحوتپ اسی تیسرے
خاندان کے دوسرے فرعون "زوسر" (دُجوسر) کے عہد میں ہو گذرا ہے۔

پھر میں ایک بات اور بھی کہتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ مصر میں مذہبی ادب کی تخلیق بھی
بہت ہی قدیم زمانوں سے ہوتی آ رہی ہے، مگر یہ وسیع پیمانے پر ضبط تحریر میں بہت
بعد میں لایا گیا، مثلاً فراعنہ کے پانچویں خاندان (۲۴۹۴/۲۳۴۵ ق م) کے آخری فرعون "اُناس"
(اناس) اور چھٹے خاندان (۲۳۴۵/۲۱۸۱ ق م) کے فراعنہ اور ان کی بیگمات کے مقبروں کی دیواروں
پر ایسی بڑی تعداد میں تصویری رسم الخط میں کندہ کیا گیا کہ اب تک کی معلومات کے مطابق
اتنے قدیم زمانے اور اتنی قلیل سی مدت میں اس قدر وسیع پیمانے پر مذہبی ادب دنیا میں
اور کہیں بھی نہیں لکھا گیا جواب مل بھی چکا ہو۔ مصری فراعنہ اور بیگمات کے مقبروں میں
کندہ کئے جانے والا یہ ادب ——— "ہرمی ادب" ——— کہلاتا ہے۔ چنانچہ میرے
نزدیک تو یہ یقینی ہے کہ جب سوا چار، ساڑھے چار ہزار برس قبل مذہبی ادب اتنے
وسیع پیمانے پر لکھا گیا تو حکیمانہ ادب بھی پیپرس پر قلم روشنائی سے ... گا

جو تحریری لحاظ سے مصری ادب کا اہم عنصر تھا ــــــ اور ٹھوس ثبوت نہ ہونے کے باوجود میں تو یہاں تک سمجھوں گا کہ "حکیمانہ ادب" تو نذ کورہ ہرمی ادب سے پہلے بھی باقاعدہ لکھا جانے لگا تھا اور وہ اِم حوتپ (۲۶۰۰ ق م)، کاگی رِس (۲۶۲۵ ق م)، حُردِدِف (۲۵۰۰ ق م) جیسے معلوم اور نامعلوم دانشوروں کی حکیمانہ تعلیمات پر مشتمل تھا۔ گو ضائع ہو جانے کے سبب ان دانشوروں کا لکھا ہوا اہم عصرِ ادب یا نوشتے تا حال مِل نہیں سکے ہیں۔

معقول قیاسات اور شواہد کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصری تاریخ کے "قدیم بادشاہی دور" (۲۶۸۶–۲۱۸۱ ق م) میں حکیمانہ ادب وسیع پیمانے پر تخلیق کیا گیا گو اس دور کی لکھی ہوئی حکیمانہ تخلیق پر مبنی کوئی ایک تحریر بھی اب تک ملی ہے نہیں تاہم بعد کی ادبی نقول اور روایات سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ "قدیم بادشاہت" کے عہد میں حکیمانہ ادب خوب پھل پھول رہا تھا ــــــ اس دور میں فراعنہ کے تیسرے خاندان (۲۶۸۶–۲۶۱۳ ق م) کے فرعون زُوسر (دُجوسر) کے وزیر، مشیر اور چیف انجینئر اِم حوتپ (تقریباً ۲۶۰۰ ق م)، اور تیسرے ہی خاندان کے آخری فرعون حُونی کے وزیر کاگی رِس (۲۶۲۵ ق م)، چوتھے خاندان (۲۶۱۳–۲۴۹۴ ق م) کے ممتاز ترین آج بھی مشہور اور ہرمِ کبیر کے بانی فرعون خُوفُو (خُوفت وی۔ یونانی نام چیوپس) کے دانشور بیٹے حُردِدِف (تقریباً ۲۵۰۰ ق م) اور پانچویں خاندان (۲۴۹۴–۲۳۴۵ ق م) کے فرعون اِزیزی (اِیسیسی، اِسّا) کے دانا و بینا وزیر پتاح حُوتپ (تقریباً ۲۳۶۰) نے حکیمانہ تعلیمات تخلیق کیں۔ گو ان تعلیمات کے ایسے نوشتے تو ابھی تک نہیں مل سکے ہیں جو انہی کے زمانے میں رقم بھی کئے گئے ہوں۔ مگر مجھے یقین ہے کہ انہوں نے اپنی تعلیمات کو سپردِ قلم ضرور کیا تھا۔ اِم حوتپ کو چھوڑ کر بعد کے زمانوں میں نقل کی ہوئی باقی سب کی تعلیمات مل چکی ہیں جن کا مفصل ذکر آگے چل کر اپنی جگہ پر آئے گا۔ میں تو یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اِم حوتپ، کاگی رِس، حُردِدِف اور پتاح حُوتپ کے

علاوہ اور بھی نہ جانے "قدیم بادشاہت" ہی کے دور میں کتنے دانشور ایسے ہوں گے جنہوں نے حکیمانہ تعلیمات دی ہوں گی اور لکھی ہوں گی۔ مگر فی الحال وہ گمنام اس لئے ہیں کہ ان کی تعلیمات تحریری شکل میں ابھی مل نہیں سکی ہیں! یہ بات صرف "قدیم بادشاہی دور" نہیں بلکہ مصر کی قدیم تاریخ کے مختلف ادوار کے بارے میں کہی جا سکتی ہے اور ہر صنفِ ادب کے سلسلے میں کہی جا سکتی ہے۔

جہاں تک اس ادب کو تحریری جامہ پہنانے کا سوال ہے اس سلسلے میں مجھے پہلے تو یہ کہنا ہے کہ قدیم مصریوں نے قلم اور روشنائی سے جس نوع کا ادب سب سے پہلے رقم کیا وہ غالباً حکیمانہ ادب ہی تھا جو سارے کا سارا منظوم تھا ——— بہر حال میرے نزدیک زیادہ امکانی صورت یہ ہے کہ فراعنہ کے پہلے دو خاندانوں کے عہد حکومت (ثنی عہد یا دور قدیم ۳۱۰۰/۲۶۸۶ ق م) میں ہی کسی وقت ——— شاید اس عہد کے اواخر میں حکیمانہ ادب کسی نہ کسی حد تک لکھنے کا آغاز ہو گیا تھا۔ اور وہ بھی قلم روشنائی سے۔ اور اگر اس کی تحریری قدامت اور بھی کم کر دیں تو پھر میں اس بات پر اصرار کروں گا کہ "قدیم بادشاہت" کے دور یعنی اب سے پونے پانچ ہزار برس پیشتر سے لے کر ساڑھے چار ہزار پیشتر کی درمیانی مدت میں تو اسے ضبطِ تحریر میں لانے کا عمل یقیناً شروع ہو چکا تھا ——— میں اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے گریز نہیں کروں گا کہ اب تک کوئی ایک بھی پیپرس یا لوح وغیرہ ایسی نہیں ملی ہے جس پر فرعونوں کے اولین دو خاندانوں کے عہد حکومت میں تخلیق ہونے والا کوئی ادب پارہ لکھا ہو۔ چنانچہ اس بات کا کوئی بھی تحریری ثبوت موجود نہیں ہے جس کی بنا پر یہ کہا جا سکے کہ "حکیمانہ ادب" فراعنۂ مصر کے پہلے خاندان (۳۱۰۰/۲۸۹۰ ق م) اور دوسرے خاندان (۲۸۹۰/۲۶۸۶ ق م) کے ادوار یعنی "ثنی عہد" میں ہی نہ صرف تخلیق ہو چکا تھا بلکہ تحریری بھی۔ اس کے باوجود قدیم مصری دانشور امحوتپ (۲۶۸۶ ق م) کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں یہ بات دوہراؤں گا کہ امحوتپ سے بھی پہلے

یعنی پونے پانچ ہزار برس پہلے حکیمانہ ادب لکھا جانے لگا تھا۔ اس سلسلے میں ایک بات کی طرف توجہ ضرور دلانا چاہوں گا اور وہ یہ کہ اِم ہُوتپ کے متعدد مجسمے ایسے ملے ہیں جن میں اس کے گھٹنوں پر رکھا ہوا پیپرس دکھایا گیا ہے اور خود گویا اس پر کچھ لکھنے کے لیے تیار بیٹھا ہے اس سے پونے پانچ ہزار برس پیشتر رسم الخط کا خوب ترقی یافتہ ہونا ثابت ہے اتنا ترقی یافتہ کہ اب قلم روشنائی سے پیپرسوں پر عبارتیں کی عبارتیں لکھی جانے لگی تھیں ـــــ اس بات کا بھی کوئی ٹھوس ثبوت تو موجود نہیں ہے تاہم مختلف تحریری قرائن و شواہد اور موزوں اور مناسب قیاس کی بنا پر یہ بات حتمی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ مصر قدیم میں سب سے پہلے جس دانشور نے اپنی اخلاقی یا حکیمانہ تعلیمات باقاعدہ قلم روشنائی سے تحریر کیں وہ ـــ اگر اس سے پہلے کوئی اور نہیں تو کم از کم ـــــ اِم ہُوتپ ضرور تھا۔ یہ بات خود مصریوں کی قدیم تحریروں، روایتوں حتیٰ کہ یونانی ذرائع تک سے ثابت ہے کہ اِم ہُوتپ ایک دانشور شخص تھا اور تحریری شواہد کی بنا پر ہی یہ بات اعتماد کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اِم ہُوتپ تاریخ عالم کا سب سے پہلا دانشور ہے جس کا نام تحریری طور پر مل چکا ہے ویسے میں یہ دعوے ہرگز نہیں کر رہا کہ اِم ہُوتپ سے پہلے مصر میں حکیمانہ ادب کا تحریری آغاز ہوا ہی نہیں تھا، کہنا یہ چاہ رہا ہوں کہ فی الحال ایسے اطمینان بخش شواہد موجود نہیں ہیں جن کی بنا پر کہا جا سکے کہ اِم ہُوتپ سے پہلے بھی یہ ادب لکھ دیا گیا تھا جب کہ اِم ہُوتپ کے بارے میں یقین کی حد تک کہہ سکتا ہوں کہ اس نے اپنی حکیمانہ تخلیق کو تحریری جامہ پہنا دیا تھا ـــ بہر حال بات اگر صرف اِم ہُوتپ تک ہی رکھی جائے اور یہ قبول کر لیا جائے کہ اس نے حکیمانہ تحریریں رقم کیں تو پھر کہا جا سکتا ہے کہ مصر میں حکیمانہ ادب کا تحریری آغاز ۲۷۰۰ ق م کے لگ بھگ یعنی اب سے کوئی پونے پانچ ہزار برس قبل ہوا۔

مصریوں کے پورے حکیمانہ ادب میں تخلیق کے ساتھ ساتھ تحریری طور پر بھی جو

سب سے قدیم اقوال یا تعلیمات ملی ہیں، وہ کائی رس نامی دانشور کی ہیں۔ ان تعلیمات کو "کاگم نی کے لئے تعلیمات" کا عنوان دیا گیا ہے کائی رس کی تعلیمات یا کاگم نی کے لئے تعلیمات کے ساتھ ساتھ اسی پیپرس پر پتاح حوتپ کی تعلیمات بھی لکھی ہوئی ہیں، اس کی ان تعلیمات کا ہم عصر نوشتہ تو ابھی تک نہیں ملا ہے تاہم چند صفحات پر مشتمل اس کی تعلیمات کا جو سب سے قدیم "نسخہ" ملا ہے وہ بھی اب سے کوئی چار ہزار ایک سو برس قبل کا لکھا ہوا ہے ___ کائی رس (۲۶۲۵ ق م) اور شاہزادہ حُرددف (۲۵۰۰ ق م) کے اقوال و تعلیمات دنیا میں اس لحاظ سے سب سے قدیم ہیں جن کے بارے میں یہ معلوم ہے کہ یہ کب تخلیق ہوئیں اور ان کے خالق کون تھے۔ عراق کے سومیریوں کے اقوال کی تخلیقی قدامت حتمی طور پر اس لئے متعین نہیں کی جا سکتی کہ ان کا تحریری زمانہ تو اندازاً معلوم ہے مگر تخلیقی نہیں اور نہ ہی ان سومیری اخلاقی تعلیمات کے خالقوں کے ناموں وغیرہ کے بارے میں فی الحال کچھ علم ہو سکا ہے، جبکہ مصری دانشوروں کائی رس اور حُرددف کے اقوال یا تعلیمات کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ان کے بارے میں یہ پتہ ہے کہ یہ کس دانشور کے ہیں، یعنی ان کے خالق کون ہیں اور وہ کب ہو گذرے ہیں۔ ___ اور پتاح حوتپ اس لحاظ سے دنیا کا سب سے پہلا معلم اخلاق ہے جس تعلیمات شروع سے آخر تک مکمل طور پر مل چکی ہیں، گویا پتاح حوتپ سے پہلے کے مصری دانشوروں اور مبلغین اخلاق مثلاً کائی رس اور حُرددف کی قلم رفتنائی سے رقم شدہ تعلیمات دستیاب تو ہو چکی ہیں، مگر وہ مکمل نہیں ہیں اور وہ ہیں بھی ان کے بعد کی لکھی ہوئی، ہم عصر نہیں۔

بہر حال مصریوں کے حکیمانہ ادب کی نہ صرف تخلیقی بلکہ تحریری تاریخ بھی بہت طویل ہے اور جیسا کہ کہہ چکا ہوں کہ میرے نزدیک تو اس کی تخلیق کوئی پانچ ہزار برس پیشتر شروع ہو چکی تھی، تاہم ایسا نہ بھی ہو تب بھی فراعنہ کے تیسرے خاندان (۲۶۸۶ — ۲۶۱۳ ق م) کے عہد میں تو اس کا تخلیقی آغاز تو میرے نزدیک یقیناً ہو ہی گیا تھا اور اس ادب کا

یہ تخلیقی بلکہ تحریری سلسلہ بھی پہلی صدی تک جاری رہا مصر میں یونانی نژاد بطلیموسی خاندان (PTOLEMAIC DYNASTY) کے دورِ حکومت ۳۰۴۱ ق م تا ۳۰ سنہ ء کے دوران دیماطیقی رسم الخط میں اونخ شیشونقی نامی مصری دانشور کی تعلیمات تحریر کی گئیں علاوہ ازیں پہلی صدی عیسوی کے لگ بھگ حکیمانہ تعلیمات پر مبنی وہ پیپرس لکھا گیا جسے انسنگر پیپرس (INSINGER PAPYRUS) کا نام دیا گیا ہے۔ اب اگر یہ مان لیا جائے ــــ اور یہ مان لینا میرے نزدیک بالکل صحیح ہوگا ــــ کہ ۲۶۰۰ ق م کے لگ بھگ یعنی اب سے کوئی پونے پانچ ہزار برس پہلے ام حوتپ نے بھی تعلیمات تخلیق کی تھیں تو ۲۶۰۰ ق م سے لے کر پہلی صدی عیسوی تک مصریوں کی حکیمانہ تعلیمات کی تخلیقی مدت دو ہزار آٹھ سو برس یعنی کوئی پونے تین ہزار برس تو بن ہی جاتی ہے۔ اور اگر تخلیقی آغاز کاگی رس سے ہی مانا جائے تب بھی تقریباً اتنی ہی مدت بنتی ہے۔ اور اگر حکیمانہ ادب کی تخلیق ۳۰۰۰ قبل مسیح میں شروع ہوگئی تھی تو تخلیقی قدامت یا مدت تین ہزار ایک سو برس بنتی ہے

جہاں تک مصری حکیمانہ ادب کی تحریری مدت کا سوال ہے تو یہ تحریری شواہد کی روشنی میں کوئی سوا دو ہزار برس بنتی ہے، کیونکہ حکیمانہ اور اخلاقی تعلیمات پر مبنی اولین تحریر ۲۱۰۰ قبل مسیح میں لکھی گئی تھی جو پرس پیپرس (PRISSE PAPYRUS) پر لکھی ہوئی کاگی رس اور تپاح حوتپ کی کتابوں پر مبنی ہے۔ ان پر مفصل گفتگو اپنی جگہ پر کی جائے گی۔ اور اگر یہ مان لیا جائے کہ حکیمانہ تعلیمات فراعنہ کے پہلے دو خاندانوں کے دورِ حکومت میں ہی لکھی بھی جانے لگی تھیں تو پھر اس ادب کی تحریری مدت کوئی تین ہزار برس بنتی ہے۔ اور یہ تسلیم کر لیا جائے ــــ جس کا کم از کم مجھے پختہ یقین ہے ــــ کہ ام حوتپ نے اپنی تعلیمات لکھی بھی تھیں یا کسی منشی سے ہی لکھائی تھیں تو پھر یہ تحریری مدت کوئی پونے تین ہزار سال قرار پاتی ہے ــــ اس طرح مصریوں کے حکیمانہ ادب کی تخلیقی مدت تین ہزار یا پھر پونے تین ہزار برس ہے اور تحریری مدت

مدت تین ہزار یا پھر کم از کم سوا دو ہزار برس تو ضرور ہے۔

سومیریوں سے قدیم تر حکیمانہ تصانیف

مصری تاریخ کے قدیم "بادشاہی دور" (۲۶۸۶ – ۲۱۸۱ ق م) یعنی پونے پانچ ہزار برس قبل سے لے کر تقریباً سوا چار ہزار برس قبل کے بین بین اس دور کی دو اہم اور سب سے نمایاں ادبی اصناف وسیع پیمانے پر تخلیق ہوئیں، یعنی خود نوشت سوانح عمریاں اور حکیمانہ ادب۔ تاحال ٹھوس معلومات کے مطابق سوانح عمریاں حکیمانہ ادب سے پہلے ضبط تحریر میں لائی گئیں اور امراء و وزراء نے اپنے مقبروں کی دیواروں پر کندہ کرائیں۔ ویسے مذہبی ادب، دہرمی ادب، ابھی شاہی مقبروں کی دیواروں پر اسی عہد میں وسیع پیمانے پر کندہ کیا گیا۔

اسی دور کے کم از کم تین مصری دانشور ایسے ہیں جن کے اقوال اور تعلیمات کا تخلیقی اور تحریری زمانہ متعین کیا جا سکتا ہے اور جن کی یہ تصانیف مل بھی چکی ہیں، وہ تین دانشور ہیں کائی رس، حرددف اور پتاح حوتپ۔ ویسے تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان تینوں سے پہلے تیسرے خاندان (۲۶۸۶ – ۲۶۱۳ ق م) کے دوسرے فرعون زوسر کا دانشور وزیر امحوتپ اپنی تعلیمات تخلیق اور تحریر کر چکا تھا مگر وہ ابھی تک تحریری شکل میں مل نہیں ہیں۔ کائی رس کی تعلیمات تخلیقی لحاظ سے کوئی ۴۶۲۵ برس پہلے کی ہیں۔ اور تحریری لحاظ سے چار ہزار ایک سو برس قدیم ہیں، حرددف کی تعلیمات کائی رس کی تعلیمات سے کچھ ہی بعد کی ہیں یعنی یہ تخلیقی لحاظ سے تقریباً ۴۵۰۰ برس مگر تحریری طور پر تین ہزار ایک سو تہتر برس سے زیادہ پہلے کی نہیں ہیں۔ پتاح حوتپ نے اپنی تعلیمات ۲۳۶۰ قبل مسیح کے لگ بھگ یعنی اب سے کوئی سوا چار ہزار برس پہلے تخلیق کیں اور ان تعلیمات پر مبنی نوشتہ چار ہزار ایک سو برس پہلے کا ہے۔

اگر سومیری حکیمانہ ادب کا یا اقوال پر مبنی کوئی نئی قدیم تر لوح دریافت نہیں ہو گئی اور اسے پڑھ نہیں لیا گیا، تو پھر کم از کم میری معلومات کے مطابق سومیریوں کا حکیمانہ

ادب تحریری لحاظ سے تاحال زیادہ سے زیادہ پونے چار ہزار برس قدیم ہے چنانچہ مصری حکیمانہ ادب کے بعض نوشتوں کی قدامت کے بارے میں مندرجہ بالا جائزے سے واضح ہو گا کہ کم از کم کائی رس کی تعلیمات دکاگم نی کے لئے تعلیمات، اور پتاح حوتپ کی تعلیمات تحریری تحریری لحاظ سے سومیریوں کے تحریری حکیمانہ ادب سے یقیناً قدیم تر ہیں، اور اگر پانچ سو برس نہیں تو تین سو برس تو یقیناً زیادہ قدیم ہیں۔ اور تقریباً پورے مصری حکیمانہ ادب کو پورے سومیری حکیمانہ ادب پر ایک اور لحاظ سے بھی فوقیت حاصل ہے کہ ان مصری حکیمانہ نوشتوں کی تخلیقی قدامت کا بھی علم ہے جبکہ سومیری حکیمانہ ادب کے بارے میں یہ بات وثوق سے نہیں کہی جا سکتی ہے کہ وہ یقینی طور پر کب تخلیق ہوا تھا، ویسے میرے نزدیک یہ قطعی ممکن ہے کہ کچھ سومیری حکیمانہ اقوال و تخلیقات تخلیقی لحاظ سے مصریوں کے تمام زمعلوم حکیمانہ ادب سے زیادہ قدیم ہوں —— ام حوتپ، کائی رس، حردوف اور پتاح حوتپ کی تخلیقات سے بھی زیادہ قدیم، لیکن کم از کم موجودہ صورت حال کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ کچھ مصری حکیمانہ نوشتے اب تک دستیاب شدہ تحریری سومیری ادب سے زیادہ پرانے ہیں، اور سومیریوں سے اس قدیم تر مصری ادب کی تخلیقی قدامت بھی متعین ہے۔

کس کی تخلیقات

قدیم مصری ادبی تخلیقات کے خالقوں یا مصنفوں کے ناموں کا عام طور پر پتہ نہیں چلتا کیونکہ ان کے ہاں مصنفوں کے نام لکھنے کا رواج برائے نام تھا، تاہم کچھ حکیمانہ تخلیقات اور چند ایک نظموں کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ ان کے خالق کون تھے۔ مثلاً مصری مذہبی شاعری کی سب سے اہم اور نیچرل شاعری کی سب سے خوبصورت حمد فرعون اخناتون (۱۳۶۰/۱۳۵۰ ق م) کی تخلیق مانی گئی ہے۔ فرعون رعمسیس دوم (۱۲۹۲/۱۲۲۵ ق م) نے کدیشہ کے مقام پر ایشیائے کوچک ذرکی کے حتی فرمانروا کے خلاف جو مشہور جنگ لڑی تھی اسے رعمسیس کے ممتاز درباری شاعر پنطورتے نظم کیا تھا۔ دریائے نیل کی شان میں عظیم حمد کے بارے میں خیال

ہے کہ اس کا خالق حقیقتی تھا یہی مشہور مصنف اور دانشور تعلیمات کے ایک مجموعے کا بھی خالق تھا جسے علم کی فضیلت کا عنوان دیا جا سکتا ہے بلکہ ایک نظریئے کے مطابق فرعون آمن اُم حَت کی تعلیمات یا نصائح بھی اسی کی قوتِ فکر کا نتیجہ تھے۔ اس کے علاوہ سُوتی اور ہُور نامی دو جڑواں بھائیوں نے سورج دیوتا کی شان میں ایک حمد لکھی تھی ——— بہر حال تقریباً تمام مصری ادبی تخلیقات کے خالق نامعلوم ہیں لیکن حکیمانہ ادب کے سلسلے میں صورتحال خاصی برعکس ہے۔ اس سلسلے کے ان کے جتنے بھی مجموعے اب تک دریافت ہو چکے ہیں ایک آدھ کو چھوڑ کر وہ سب کے سب کسی نہ کسی قدیم مصری دانشور سے منسوب ہیں اور ان پر ان کے نام لکھے ہیں ———

حکیمانہ تعلیمات پر مبنی نوشتوں کے خالقوں کے سلسلے میں ایک دلچسپ صورتحال بھی ہے اور وہ یہ کہ ماہرین مصریات میں تعلیمات کے ان مجموعوں کے بارے میں اتفاقِ رائے نہیں ہے کہ تخلیقی لحاظ سے ان تصانیف کو جن جن عظیم مصری دانشوروں سے منسوب کیا گیا ہے وہ واقعی ان کے مصنف تھے بھی یا ان تعلیمات کی بعد میں نقول تیار کرانے والے یا تیار کرنے والوں نے ویسے ہی ان سے منسوب کر دیا؟ بعض ماہرین کا کہنا ہے کہ بیشتر تخلیقات ان دانشوروں کی ہیں نہیں بلکہ ان سے منسوب کر دی گئی ہیں ———

جہاں تک حُرددَف اور تپاح حوتپ کی تعلیمات کا سوال ہے بہت سے محقق اس خیال کے حامل ہیں کہ یہ تعلیمات فی الواقع حُرددَف اور تپاح حوتپ ہی کی ہیں ان دونوں اولین تصانیف کے علاوہ اب رہی ایک اور حکیمانہ تصنیف "کاگم نی کے لئے تعلیمات" کے مصنف کی بات۔ پیپرس پر ان تعلیمات کا صرف آخری تحریری حصہ بچ رہا ہے۔ اس آخری حصے کی رُو سے یہ تعلیمات "کاگم نی" نامی وزیر کے لئے تھیں۔ وہ فراعنہ کے تیسرے خاندان (۲۶۸۶-۲۶۱۳ ق۔م) کے آخری فرعون ہُونی اور چوتھے خاندان (۲۶۱۳-۲۴۹۴ ق۔م) کے پہلے فرعون سنفرو (سنوفرو) کا وزیر رہ چکا تھا۔ متعدد ماہرین یہ سمجھتے ہیں کہ ان تعلیمات

کا خالق کاگی رس نامی دانشور تھا اور میں اس سلسلے میں ان ماہرین سے پوری طرح متفق ہوں کہ "کاگم نی کے لئے تعلیمات" اور "تپاح حوتپ کی تعلیمات" کے مصنف بالترتیب کاگی رس اور تپاح حوتپ ہی کو قرار دینے کے لئے ماہرین نے یہ نظریہ بھی پیش کیا ہے کہ ان دونوں تصانیف کو مصریوں نے از سر نو لکھا اس کے بعد جا کر ان کی وہ شکل بنی جس صورت میں وسطی بادشاہت کے دور میں پیپرس پر انہیں لکھا گیا، کیونکہ ان دونوں تعلیمات یعنی "کاگم نی کیلئے تعلیمات" اور "تپاح حوتپ کی تعلیمات" کی زبان وسطی بادشاہت کے دور کی زبان ہے صرف حردِدف کی تعلیمات ایسی ہیں جن کی زبان قدیم ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قدیم بادشاہی دور کی تصنیف ہے اور اس میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں آئی ہے

گو یہ درست ہے کہ "کاگم نی کے لئے تعلیمات" ("کاگی رس کی تعلیمات") کے آخر میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ یہ تعلیمات کاگم نی کے لئے ہیں، مگر مس لخت ہائیم کے نزدیک ان تعلیمات کو کاگم نی سے متعلق قرار دینا درست نہیں کیونکہ ان کے نزدیک "کاگم نی کے لیے تعلیمات" ("کاگی رس کی تعلیمات") کی نوعیت حردِدف کی تعلیمات کی نسبت اس قدر ترقی یافتہ ہے کہ یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ یہ تعلیمات حردِدف سے صرف دو نسلوں قبل تخلیق کی گئی تھیں، مختلف دلائل دیتے ہوئے مس لخت ہائیم نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ کاگی رس، حردِدف اور تپاح حوتپ کی تعلیمات ــــ تینوں ہی ــــ تیسرے خاندان (۲۶۸۳/۲۶۱۳ ق۔م)، چوتھے خاندان (۲۶۱۳/۲۴۹۴ ق۔م) اور پانچویں خاندان (۲۴۹۴/۲۳۴۵ ق۔م) کے ادوار کی تخلیق نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے خالق کاگی رس، حردِدف اور تپاح حوتپ تھے۔ مس ہائیم کے نزدیک ان تینوں میں سب سے قدیم تصنیف کاگی رس کے اپنے بیٹے "کاگم نی کے لئے تعلیمات" نہیں بلکہ "حردِدف کی تعلیمات" ہیں، مس ہائیم نے ان تینوں نوشتوں کے مختلف پہلوؤں مثلاً زبان، اسلوب اور انداز فکر وغیرہ کا جائزہ دے کر اس یقین کا اظہار کیا ہے کہ ان تینوں میں سب سے قدیم تصنیف یعنی حردِدف کی تعلیمات فراعنہ کے چوتھے

خاندان کے زمانے کی نہیں بلکہ پانچویں خاندان کے زمانے کی تصنیف ہے کیونکہ ان کے خیال میں چوتھے خاندان کے دورِ حکومت میں کندہ کئے جانے والے بہت سے مختصر یادگاری کتبوں کی نسبت حردوف کی تعلیمات' زیادہ ارتقاء یافتہ ہیں' کائی رس کی تعلیمات' 'کاگم نی کے لئے تعلیمات' اور تپاح حوتپ کی تعلیمات' —— جو اسلوب کے لحاظ سے ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں —— کے بارے میں مس لختہائیم کا خیال ہے کہ یہ فراعنہ کے چھٹے خاندان (۲۳۴۵/۲۱۸۱ ق م) کے زمانے میں تخلیق ہوئی تھیں مس ہائیم کی رائے میں دونوں تعلیمات چھٹے خاندان کے دور میں کندہ کی جانے والی تحریروں کی طرح پرگوئی پر مبنی ہیں اور ہر لحاظ سے اور مناسب طور پر قدیم بادشاہت (۲۶۸۶/۲۱۸۱ ق م) کے اواخر یعنی چھٹے خاندان کے زمانے کی ہی تخلیقات قرار پاتی ہیں ان سے ایک ایسا معاشرہ جھلکتا ہے جو نظم و ضبط کا پابند اور رجائیت پسند تھا، علاوہ ازیں ان تعلیمات میں جن اخلاقی اقدار کی تعلیم دی گئی ہے وہ وہی ہیں جو چھٹے خاندان کے زمانے میں بھی ملتی ہیں —— مس ہائیم کے ان نظریات اور ان کے مذکورہ بالا دلائل کے سلسلے میں آگے چل کر 'کائی رس کی تعلیمات' 'کاگم نی کے لئے تعلیمات'، 'حردوف کی تعلیمات' اور 'تپاح حوتپ کی تعلیمات' کے آغاز میں کچھ کہوں گا۔

مصریوں کے قدیم اخلاقی و حکیمانہ ادب کو "اقوال دانش" اور "تعلیمات دانش" **سبوئیت** کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔ وہ ان اخلاقی اور حکیمانہ تعلیمات کو سبوئیت (سبا اُیوت، سب اُئیت، سب یت) اور حکیمانہ تعلیمات دینے والے دانشور کو "خاموش" (چپ رہنے والا، کم سخن، کم گو) کہتے تھے۔ سبوئیت یا سبا اُیوت کے لفظی معنی ہیں "تعلیمات"، ہدایات، نصیحت" —— گویا وہ حکیمانہ تعلیمات' نہیں بلکہ صرف "تعلیمات" کہتے تھے۔ لفظ سبوئیت کو وہ عقل و دانش کے معنی میں بھی استعمال کرتے تھے اور وہ اس لئے کہ حکیمانہ ادب پر مبنی ماضی کے نمونوں کو قابلِ تقلید اور مثالی خیال کیا جاتا تھا۔

مصری حکیمانہ ادب یا تخلیقات کو بہت ہی مفید سمجھتے تھے اور یہ وہاں بے حد مقبول رہیں۔ یہ حکیمانہ تعلیمات تو تھیں ہی، ذہن کو روشنی بخشنے والی بھی تھیں اور قدیم مصری جی بھر کر ان میں دلچسپی لیتے تھے۔ ہر آنے والے دور میں وہ انہیں پڑھتے رہے، ان میں مزید اقوال و تعلیمات کی تخلیق کے لئے تحریک پیدا ہوتی رہی اور ان نئے اقوال اور تعلیمات میں تنوع بھی رونما ہوتا رہا۔ اس طرح مصری تاریخ کے ہر نئے دور میں حکیمانہ ادب اپنے دامن میں نئے نئے موضوعات و مندرجات لے کر آیا، اس میں برابر اور بھرپور اضافہ ہوتا رہا اور یہ ادب وہاں تین ہزار برس تک تخلیق ہوتا چلا گیا اور دو ہزار برس تک تصنیف اور اتنی بڑی مقدار میں تخلیق و تصنیف ہوا کہ اس مثال دنیا کی کسی اور اہم عصر قدیم قوم کے ہاں اب تک تو ملتی نہیں ——— دراصل مصریوں کے حکیمانہ ادب کی نوعیت کچھ ایسی رہی اور اس صنف میں کچھ اتنی لچک تھی کہ انتہائی متنوع موضوعات بھی اس صنف میں سما جاتے تھے بس کرنا یہ ہوتا تھا کہ ان گوناگوں اور متنوع تحریروں میں اخلاقی تعلیم کا رنگ دے دیا جاتا، چنانچہ قدیم مصری ادب کی اہم تخلیقات مثلاً علم کی فضیلت، سیاسی وصیتوں، فراعنہ کی حمایت میں پروپیگنڈے پر مبنی تحریریں اور خود نوشت سوانح حیات وغیرہ جیسی تصانیف کو بھی حکیمانہ ادب میں جگہ ملی۔ یہ صنف یعنی حکیمانہ ادب صرف "تعلیمات" پر ہی مبنی نہیں تھی بلکہ مصریوں نے خاخیپر راسونب کے افکار اور نفرتی کی پیش گوئی جیسی تحریریں بھی حکیمانہ تخلیقات کے زمرے میں شامل کر لی تھیں ——— جیسا کہ کہہ چکا ہوں کہ "سبویت" (تعلیمات) کی تعریف میں مختلف موضوعات و مندرجات پر مبنی تصانیف بھی آ جاتی ہیں، ایسی تعلیمات جو عام طالب علموں کی فہم سے بالاتر تھیں مثلاً بارہویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کے بانی فرعون آمن امم حت اوّل (۱۹۹۱/۱۹۶۲ ق م) نے اپنے بیٹے فرعون سن اسرت (۱۹۷۱/۱۹۲۸ ق م) کو جو تعلیم دی، جو نصیحتیں کیں وہ طالب علموں کی ذہنی استعداد اور سوچ و فکر سے

یقیناً کہیں آگے کی باتیں ہیں اور بعض محققین کے نزدیک تو فرعون آمن اُم ہَت کی اس نوعیت کی نصیحت کا بھی درس گاہوں میں دی جانے والی تعلیم سے کوئی تعلق بنتا نظر نہیں آتا کہ وہ (بچے) فرعونِ وقت کے فرمانبردار بن کر رہا کریں حالانکہ مقصد تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تعلیمات (پڑھنے والے بچے بڑے ہو کر فرعون کے وفادار رہیں ــــــ حکیمانہ ادب پر مبنی کتابوں زیادہ سالوں میں ایسا مواد بھی ہے جو دنیاوی مصلحت اندیشی، دانائی اور عقل و دانش کی باتوں پر مبنی ہے۔ "اس قسم کی کتابیں اور رسالے" محض درس گاہوں میں پڑھانے کے لیے لکھی جاتی تھیں مثلاً "علم کی فضیلت" یہ تصنیف محض تعلیمی نصاب کے لئے مخصوص تھی۔

ابتدا میں وہاں یہ معمول رہا کہ ان کی تحریری تعلیمات کا ابتدائی یا افتتاحی حصہ صرف ایک فقرے پر مشتمل ہوتا تھا مثلاً دانشور شاہزادے حَردَدَف (۲۵۰۰ ق م) کی تعلیمات کا ابتدائی فقرہ یوں ہے۔

"شہزادے حَردَدَف کی اپنے بیٹے اَوْاِب را کے لئے تعلیمات"

مگر وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ تحریری تعلیمات کا ڈھانچہ پھیلتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ پتاح حوتپ (۲۴۰۰ ق م) کے زمانے تک آتے آتے تعلیمات کا ابتدائی اور اختتامی حصہ خاصا طویل ہو گیا۔ چنانچہ پتاح حوتپ کی تعلیمات کا اصل متن ۳۷ اقوال یا تعلیمات پر مشتمل ہے اور اس کے ابتدائی اور اختتامی حصے بہت طویل ہیں ــــــ یہ بات بھی ہے کہ بعد میں آنے والے دانشوروں کی تعلیمات اپنے پیشروؤں کی نسبت بتدریج زیادہ اخلاقی اور معیاری ہوتی گئیں۔

یہ ادب منظوم ہے اور ناقدین نے بندوں (STANZAS) اور الفاظ کی ترتیب کے لحاظ سے بحیثیت مجموعی اسے بہت شاعرانہ ادب بھی قرار دیا ہے۔ اکثر مجموعے (نوشتے) چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں یا پیراگرافس میں بٹے ہوئے ہیں اور ہر ٹکڑے یا

پیرے کا آغاز سرخ روشنائی سے لکھے ہوئے ابتدائی جملے سے ہوتا ہے ــــــ حکیمانہ ادب پر مشتمل متعدد قدیم مصری مجموعے یا نوشتے بہت اہم اور عظیم ہیں اور ایسے اقوال پر مبنی مجموعے یا تحریریں بھی ہیں جو اقوال، تحریری شکل میں آنے سے بہت پہلے مصریوں کے ہاں مقبول و معروف تھے اور سینہ بسینہ منتقل ہوتے چلے آ رہے تھے۔ پھر یوں ہوا کہ اپنے وقت کے عظیم علماء اور دانشوروں نے انہیں مربوط شکل میں نظم کر ڈالا اور ضبط تحریر میں لے آیا گیا اس قسم کے تمام تر مصری نوشتے یا مواد مخصوص دانشوروں کی اپنی تخلیق نہیں بلکہ بعض صورتوں میں یوں ہوا کہ زبانی منتقل ہوتے رہنے والے اقوال اور تعلیمات کو مختلف ادوار میں مختلف علماء نے باقاعدہ تحریری مجموعوں کی شکل دے دی ــــــ عام طور پر قدیم مصری ادبی تخلیقات کے خالقوں اور مصنفوں کا نام نہیں ملتا مگر حکیمانہ ادب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اکثر ادب پاروں کے خالق دانشوروں کے نام مل گئے ہیں۔ اس حقیقت سے صاف ظاہر ہے کہ اہل مصر اپنے دانشوروں کو اتنی تعظیم دیتے تھے، ان کو اتنا عظیم اور واجب الاحترام خیال کرتے تھے کہ ان کے نام جاننا اور یاد رکھنا ضروری خیال کرتے تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حکیمانہ تخلیقات کی ان کے ہاں کس قدر اہمیت تھی۔

حکیمانہ ادب پر مشتمل بعض کتابیں اور تحریریں ایسی بھی تھیں جن کے خالقوں کا وجود دوسرے قدیم مصری مصنفین کی تحریروں اور مختلف روایتوں سے تو ثابت ہے مگر یہ کتابیں اور تحریریں تا حال دستیاب نہیں ہوئیں اور بعض نسخے یا نوشتے ایسے ملے ہیں جو ان کے اصل خالقوں کے بہت بعد میں نقل کئے گئے تھے۔ مثلاً اِم حُوتِپ کی حکیمانہ تصنیف اب تک نہیں ملی ہے بلکہ اس کا تو بعد کے زمانے میں بھی نقل کیا جانے والا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہوا ہے۔ اسی طرح رکائی رَس دکاگم نی کے لئے تعلیمات، حَر دُدَف اور پتاح حُوتِپ جیسے عظیم و قدیم مصری مفکروں اور دانشوروں کی اصل اور اولین حکیمانہ تحریریں دستیاب نہیں ہوئی ہیں بلکہ ان کی نقول ملی ہیں۔ کاگی رَس اور پتاح حُوتِپ کی تعلیمات پر مشتمل جو نسخہ درِس پیپرس ملا ہے۔ وہ ۲۰۰۰ ق م یا ۲۱۰۰ ق م میں لکھا گیا تھا اور حَر دُدَف کے جو چند ایک اقوال ملے ہیں۔ وہ

۱۱۹۴ ق م سے لے کر ۱۰۰۴ ق م تک یعنی فراعنہ کے بیسویں خاندان (۱۱۹۴/۱۰۸۷ ق م) کے زمانے میں کسی وقت لکھے گئے تھے۔ مذکورہ دانشوروں کی اصل تصانیف یا تو ہمیشہ کے لئے ضائع ہو چکی ہیں یا اب تک بطن زمین میں کہیں دبی پڑی ہیں اور ہوسکتا ہے کہ حسن اتفاق سے یہ کبھی مل ہی جائیں ——— مصری حکیمانہ ادب کا بیشتر حصہ السلب تجا اقوال دنیادی اور پند و نصائح کی صورت میں باپ سے بیٹے کو منتقل ہوتا رہتا تھا۔ دانشور باپ بیٹے کو تحریری صورت میں تعلیم دیتا رہتا تھا مثلاً کائی رس (۲۶۸۵ ق م) نے اپنے بیٹے کاگم نی کے لئے، تپاح حوتپ (۲۴۹۰ ق م) نے اپنے بیٹے، فرعون اختوتی (۲۱۳۳ ق م) نے اپنے ولی عہد بیٹے مری کارا، فرعون آمن حت اول (۱۹۹۱/۱۹۶۲ ق م) نے اپنے ولی عہد بیٹے سن اُسرت اول (۱۹۷۱/۱۹۲۸ ق م)، دانشور خیتی نے اپنے بیٹے پیپی اور آنی نامی دانشور نے خنسوحوتپ نامی اپنے بیٹے کے لئے حکیمانہ تعلیمات تخلیق و تصنیف کیں ——— گو مصری تعلیمات مقبول عام ضرب الامثال اور عقل و دانش پر بھی مبنی تھیں تاہم قدیم تر تعلیمات بنیادی طور پر اشرافی اور شاہی نوعیت کی تھیں یعنی یہ شاہزادوں اور بڑے لوگوں کے بیٹوں کے لئے تھیں۔ خود ان تعلیمات کے تحریری مجموعوں کی ابتدا میں اس قسم کے فقرے درج ملتے ہیں:

"فلاں دانشور کی تعلیمات اپنے بیٹے کے لئے"

اس ابتدائی فقرے میں دانشور باپ کے ساتھ بعض صورتوں میں بیٹے کا نام بھی لکھا جاتا ہے۔ تاہم کئی معلوم شدہ نوشتوں کی بنا پر جدید شہنشاہی دور (۱۵۷۵/۱۰۸۷ ق م) میں آ کر یہ تعلیمات متوسط طبقے کی یا اس سے متعلق قرار دی جاسکتی ہیں۔

نوعیت ——— حکیمانہ ادب سے قدیم مصریوں کے اخلاقی نظریات اور ان کے ارتقا کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے جو آج سے کوئی پانچ ہزار برس قبل سے لے کر تقریباً دو ہزار برس پہلے تک ——— یعنی تین ہزار برس تک رونما ہوتا رہا۔ حکیمانہ ادب تاصحائف تحریر کے آئینے میں ہم مصریوں کے قلب و روح کی تصویر صاف اور واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔

اخلاقی اقدار کے بارے میں ان کے بہت سارے نظریات قریب قریب وہی تھے جو آج ہمارے ہیں
یا یوں کہہ لیجیئے کہ نظریاتی اخلاقیات کے معاملے میں وہ آج کے انسان کے بالکل قریب تھے ___
مصری مفکرین اپنی نصیحتوں اور تعلیمات کے ذریعے زندگی بسر کرنے کا راستہ بتایا کرتے تھے
اور اپنے اس یقین پر پوری طرح قائم تھے کہ ہر شخص کو ان کی بتائی ہوئی راہ اختیار کرنی چاہیئے تاکہ
وہ ہمیشہ شادکام رہے اور پُر مسرت زندگی گذارے ______ حکیمانہ ادب سے معلوم ہوتا ہے
کہ ان کے ہاں ایک "مثالی ہستی" کا تصور موجود تھا، ایسا مثالی کردار جو تمام صفات حسنہ کا مجموعہ ہوتا ہے
وہ مثبت خصوصیات کا مالک ہوتا ہے اور "منفی اقدار" سے یکسر پاک۔ مصری مُبلغین کی تعلیمات
سے پتہ چلتا ہے کہ اہلِ مصر کے نزدیک ایک اچھے بیٹے، بلکہ یوں کہا جائے کہ اچھے انسان کے فرائض،
خصوصیات اور خوبیاں کیا ہونی چاہیئے تھیں ______ لوگ ان تعلیمات پر عمل بھی کرتے
اور دل سے قدر بھی۔ ان کے مقبروں میں جا بجا کندہ ملتا ہے کہ ان میں مدفون لوگ دانشوروں کی
تمام اچھی باتوں اور نیکیوں پر زندگی بھر عمل پیرا رہے تھے۔ ان تحریری بیانات اور دعووں میں
مبالغہ تو ہو سکتا ہے مگر ان کی ایک حد تک صداقت سے سرے سے ہی انکار تو بہر حال نہیں کیا جا
سکتا، کیونکہ ان اعلیٰ اقدار پر عمل کرنا ہی مصریوں کے نزدیک صحیح طرزِ زندگی اپنانے کے مترادف
تھا۔ اگر یہ درست ہے کہ مصری دانشوروں کی تعلیمات ذاتی تجربات پر بھی مبنی ہوتی تھیں تو
پھر یہ ماننا پڑے گا کہ اب سے کوئی ساڑھے چار ہزار برس قبل نامور مبلغ اخلاق تپاح حوتپ اور
اس کے بعد کے بعض دوسرے قدیم مصری مفکروں نے اخلاقی تعلیم دیتے وقت خود اپنی جوانی
کی رنگینیوں اور عیش کوشیوں کا اظہار بڑی جرأت اور صفائی سے کیا ہے۔ حکیمانہ ادب پر مشتمل
بعض مصری تحریریں ایسی بھی ہیں جن سے ان کے خالق و مصنف دانشوروں کے عہد کے
مخصوص سیاسی اور تاریخی حالات اور واقعات پر خاصی تفصیل سے روشنی پڑتی ہے اور
دو تین مجموعے تو تاریخی معلومات کی فراہمی کے پیشِ نظر بہت ہی اہم ہیں۔ اس سلسلے میں بعض
محققین نے اس خیال کا بھی اظہار کیا ہے کہ اصل میں تو مصری مفکرین و مبلغین اخلاق کا مقصد

صرف اور صرف یہی تھا کہ وہ پند و نصائح بیان کریں، اچھی باتیں بتائیں اور اپنے حکیمانہ خیالات و افکار کا اظہار کریں۔ تاریخی اور سیاسی معلومات تو وہ اپنی باتیں کہتے کہتے غیر ارادی طور پر فراہم کر گئے۔ لیکن میں ان محققین کے اس خیال سے متفق نہیں ہوں۔ "مری کارا کے لئے تعلیمات" اور "فرعون آمن ام حت کی تعلیمات" کا بنیادی مقصد مجھے تو یہ نظر آتا ہے کہ ولی عہد مری کارا اور ولی عہد سن اُسرت کو رموزِ مملکت اور جہانبانی کی تعلیم دی جائے اور اسی ضمن میں سیاسی اور تاریخی حوالے بھی آئے۔ حکیمانہ ادب میں عام طور پر ضرب الامثال، اقوال، پند و نصائح، اخلاقی ضابطے، آدابِ گفتگو، نظم و نسق کے اصول اور دوسری دنیاوی نصیحتیں شامل ہیں۔ بہت سی تعلیمات باپ براہِ راست اپنے بیٹے کو دیتا تھا اور اس کے لئے لکھتا بھی تھا تاکہ بیٹا آگے چل کر زندگی کے مسائل اور اپنے متوقع عہدے و مرتبے سے متعلقہ فرائض اور ضروریات سے بخوبی عہدہ برآ ہو سکے اور دنیا میں کامیاب زندگی گذار جائے۔ ایسی تعلیمات دراصل سب ہی نوجوانوں کے لئے تھیں چنانچہ حکیمانہ ادب پر مبنی متعدد تصانیف یا پند و نصائح نوجوانوں کے لئے گویا مشعلِ راہ کے طور پر پیش کئے گئے۔ ان تعلیمات و تصانیف کا ایک مقصد سرکاری ملازموں اور اعلیٰ عہدے داروں کی اخلاقی، سماجی اور انتظامی تعلیم و تربیت تھا، ان کی اصلاح کرنا تھا۔ انہیں یہ تعلیم سرکاری ملازمت اختیار کرنے کیلئے بھی دی جاتی تھی۔

مصریوں کے پورے قدیم حکیمانہ ادب کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت نکھر آتی ہے کہ اس میں اعلیٰ اخلاقی اقدار اپنانے کی تلقین ملتی ہے مثلاً جذباتی پختگی، حق و انصاف، راست روی، زندگی اور اس کی فراہم کردہ آسائشوں کا مناسب اور دانشمندانہ استعمال، دوسروں کے ساتھ منکسرانہ اور ہمدردانہ رویہ، ہر طرح کے ذاتی تعلقات میں لوگوں کے ساتھ صحیح برتاؤ، بدکردار عورتوں سے گریز، غریبوں کے لئے سخاوت اور ان کے ساتھ مشفقانہ رویہ، ماں کی خدمت ______ دانشوروں اور مبلغین اخلاق نے گوناگوں انداز میں اخلاقی اور اچھے سبھاؤ کی تعلیم دی اور انسان دوستی، فرمانبرداری، تسلیم و رضا، ہوشمندی اور کم آمیزی جیسی خوبیوں اور خصوصیات پر توان کی تعلیمات میں سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اقتدار کے جائز استعمال

اور شیریں گفتاری کی قدر و قیمت وغیرہ جیسے موضوعات پر بار بار بات کی گئی۔ حرص، جھوٹی گواہی بدقماشوں کی دوستی اور رفاقت، رشوت ستانی اور مکر و فریب سے منع کیا گیا ہے۔ تعلیم دی گئی کہ ٹیکس وصول کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ غریبوں کے ساتھ رعایت کریں کہ یہ خدا ترسی ہے انسان کو خود کفیل ہونا چاہیئے، دوسروں کا زیر بار نہ ہو۔ لوگوں کے تحائف قبول کر کے اپنی عزت و وقار اور غیر جانبداری کو ٹھیس نہ لگنے دی جائے۔ کوئی سوا تین ہزار برس قبل آمن اوپی (آمن ام اوپت) نامی ایک مصری مبلغ اخلاق نے لکھا ____

"باا ثر سے رشوت قبول نہ کر، اور اس کو فائدہ پہنچانے کے لئے
غریب پر ظلم نہ کر ____"

حکیمانہ ادب سے یہ بات پوری طرح آشکارا ہے کہ مصری مصلحین اور مفکروں کے نزدیک ایک انسان پر دوسرے انسانوں کے کیا حقوق اور فرائض عائد ہوتے تھے اس سلسلے میں گیارہویں صدی قبل مسیح کے مصری دانشور آمن ام اوپی نے اپنی حکیمانہ تصنیف میں باقی تمام مصری دانشوروں کی نسبت زیادہ روشنی ڈالی ہے۔ آمن اوپی کا خیال تھا کہ انسان کے لئے ضروری ہے کہ دوسروں کے متعلق نیک خیالات اور اچھی رائے رکھے بلکہ اس نے تو اپنی تصنیف کے مقدمے میں لکھا ہے کہ یہ کتاب لکھنے سے اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ لوگ اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں تاکہ دوسرے ان کی مدح سرائی کریں۔ اس سلسلے میں آمن اوپی راست گوئی، شیریں کلامی، اچھے اور ستھرے برتاؤ، حسن سلوک، ضبط نفس، بڑوں کی عزت کرنے اور اسی قسم کی دوسری اعلیٰ اقدار اپنانے کی تلقین کرتا ہے اس کے علاوہ بد کلامی، بدگوئی اور بدمزاجی سے باز رہنے، بری باتوں کو سن کر انہیں بھول جانے، جھگڑوں سے دور رہنے، غیض آلود شخص کی باتوں کا نرمی سے جواب دینے، خود سے بہتر آدمیوں کی موجودگی میں زبان پر قابو رکھنے، اپنے سے برتر کی عزت کرتے، غریبوں کو نہ لوٹنے، کمزوروں پر ظلم نہ ڈھانے، دوسروں کی روٹی پر نیت نہ رکھنے، اندھوں، بونوں اور

دوسرے معذوروں کا مضحکہ نہ اڑانے، بیوہ کی زمین نہ ہتھیانے، بدکرداروں سے بچنے، دشمن کو طرح دے جانے، انتقام نہ لینے، دشمن یا مخالف کو نقصان نہ پہنچانے اور بڑے سے بڑے آدمی اچھے سبھاؤ کا درس دیتا ہے۔

حکیمانہ ادب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عمل صالح ہی سچی اور حقیقی مسرت کے ضامن ہیں پتاح حوتپ کا اپنی تعلیمات میں کہنا ہے کہ اگر انسان بیٹے کی حیثیت سے اطاعت اشعار، آقا کی حیثیت سے شریف النفس اور فیاض، ملازم کی حیثیت سے مودب اور آداب محفل کا پابند اور دوست کی حیثیت سے خلیق اور متواضع ہو تو وہ تمام نعمتوں سے بہرہ ور رہیگا، بڑی عمر پائے گا، بادشاہ اسے نوازے گا اور دنیا میں دیر تک اس کا نام زندہ رہے گا۔

معاشرتی زندگی اور تعلیمات

معاشرتی خصوصاً اہلی زندگی کے بارے میں مصری مبلغین اخلاق کے نظریات بڑے پاکیزہ اور اعلیٰ تھے ان کی تعلیمات میں گھریلو معاملات کو بہت نمایاں جگہ دی گئی ہے مثلاً والدین کی تعظیم اور ان کی خدمت، بیوی کے ساتھ حسن سلوک، اولاد کے فرائض، بچوں کی مناسب اور صحیح تربیت اور پرورش، فاحشہ عورتوں سے اجتناب، شراب سے پرہیز وغیرہ —— مصریوں کا عمومی نظریہ یہ تھا کہ جو شخص بیوی کا بوجھ برداشت کر سکے اسے شادی لازمی طور پر کرنی چاہیئے اور ہر بیاہتا عورت اپنے شوہر کے لئے بچے ضرور پیدا کرے۔ گو قدیم مصری تاریخ کے ہر دور میں کثیر الازدواجی کا رواج رہا پھر بھی مصر کا باسی اس حقیقت سے بخوبی واقف تھا۔ کہ بیوی سے محبت کرنے، اس کا وفادار رہنے اور اس کی عزت و توقیر کرنے والا مرد کن کن اخلاقی اور مادی آسائشوں اور فوائد سے بہرہ مند رہتا ہے۔ ازدواجی زندگی کے سلسلے میں حردذت (۲۵۰۰ق م) پتاح حوتپ (۲۳۰۰ق م) اور اس کے کوئی ڈیڑھ ہزار برس بعد آنی اور آنخ ششونقی (۵۰۰ ق م) جیسے قدیم مصری دانشوروں اور مصلحین کے افکار سے ملے جلے اقتباس کے مطابق:۔

"اگر تو ممتاز ہے (تو) ایک گھر بنا اور اپنے لئے ایک صحت مند بیوی حاصل کر۔ تیرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ اپنی نوجوانی میں نوجوان خاتون سے شادی کر۔ اسے بھرپور اور سچا پیار دے۔ اس کا پیٹ بھر اور اس کی کمر (کپڑے سے) ڈھانپ جبتک تو زندہ ہے اس کا دل خوش رکھ...... وہ ایک ایسی کھیتی ہے جو اپنے مالک کے لئے سود مند ہوتی ہے۔ اس سے لڑائی جھگڑا مت کر۔ وہ تیرے لئے بیٹا جنے گی۔ جوانی میں اگر تو باپ بن جائے تو اس (بیٹے) کی تربیت کر سکے گا کہ وہ صحیح انسان ثابت ہو۔ کثیر الاولاد ہونا انسان کے لئے اچھا ہے۔ اگر تو کامیاب اور خوش بخت ہے تو اپنے لئے گھر بنا۔ مگر بیوی کے گھریلو کاموں میں دخل مت دے۔ اسے کسی قسم کی ہدایت نہ کر —— بیس برس کی عمر میں شادی کر تاکہ نوجوانی میں تیرے ہاں بیٹا پیدا ہو جائے۔"

والدین اپنے بیٹے سے پوری پوری اطاعت شعاری اور خدمت گذاری کے خواہاں رہتے تھے۔ اور مصر کے دانشوروں نے ماں باپ خصوصاً ماں کی خدمت اور دیکھ بھال پر بہت زور دیا تھا۔ ماں کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ بیٹا باپ کی نسبت ماں پر زیادہ توجہ صرف کرے، ماں کا فرمانبردار ہو، اس سے محبت کرے اور اپنی اس محبت خدمت، محبت اور فرمانبرداری کا اظہار عملی طور پر مسلسل کرتا ہے۔ مصریوں کا عقیدہ تھا کہ ماں اگر ناہنجار بیٹے کے خلاف خدا سے شکوہ سنج ہوگی تو وہ اس کی ضرور سنے گا اور ناخلف بیٹے کو سزا دے گا ——

اُنی نامی دانشور نے اپنے بیٹے خن سو حوتپ کو ماں کی خدمت کے بارے میں جو نصیحت کی اس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ قدیم مصری باشندے بیٹے کے ذمے ماں کے عائد شدہ فرائض کے متعلق کن خطوط پر سوچتے تھے۔ اُنی نے بیٹے کو نصیحت کی۔

"اپنی ماں کو جو روٹی دیتا ہے وہ دوگنی کر دے۔

---

(۱) شادی سے مراد ہے۔

اور اس کا سہارا اسی طرح بن جیسے وہ (کبھی)
تیرا سہارا بنی تھی ......"

مصری دانشور شادی شدہ اور کنوارے مردوں کو ہمیشہ یہ تعلیم دیا کرتے کہ اجنبی عورتوں، فاحشاؤں، ہمسایوں اور ملنے جلنے والوں کی بہو بیٹیوں سے جنسی تعلقات پیدا کرنے، ان کے پیچھے بھاگنے اور ان کے جال میں پھنسنے کے نتائج کبھی اچھے نہیں ہوا کرتے اور ایسے معاملات میں ہمیشہ خطرات مضمر ہوا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں پتاح حوتپ کا کہنا ہے:۔

"بے حیا اور ڈھیٹ لوگ ان (عورتوں) کا پیچھا کرتے ہیں۔ انہوں نے ہزاروں مرد تباہ کر ڈالے ہیں۔ ...... عیش تو لمحہ بھر میں ختم ہو جاتا ہے۔ عیش ایک خواب ہے اور اس کے بعد موت ......"

اور 'انی' کا قول ہے:۔

"باہر کی عورت (اجنبی عورت) سے خبردار رہ جسے اس کے محلے میں کوئی نہیں جانتا۔ وہ بے کنار اور اتھاہ پانی کی مانند ہے، کوئی اس کی حدود سے آگاہ نہیں۔ جب کسی عورت کا خاوند باہر گیا ہو اور وہ ہر روز تجھ سے یہ کہے کہ ___ میں خوبصورت ہوں، تو اس کی بات سننا ایسا گناہ ہے، جس کی سزا موت ہے ___"

اہل مصر ___ جوان، نوجوان اور بوڑھے سب ہی بیئر نوش تھے اور شراب کے دلدادہ۔ ایسی عورتیں بھی تھیں جو یہ شغل کرتی تھیں۔ بیئر کو 'ہقت' کہتے تھے۔ فراعنہ اور امراء کے اپنے بوزہ خانے یعنی شراب کشید کرنے کے کارخانے یا بھٹیاں ہوتی تھیں لیکن غریب غرباء شراب خانوں سے بیئر خرید کر پیتے تھے۔ تقریباً ہر قسم کے اناج سے بیئر بنائی جاتی تھی۔ تازہ بیئر ذرا تلخ اور ذائقے میں تیزابی سی ہوتی تھی۔ یہ مصری بیئر غالباً ویسی ہی ہوتی تھی جیسی آج کل سوڈان میں بنائی جاتی ہے۔ اگر مصری اپنی بیئر کو دو ایک دن کے لئے

کھلا چھوڑ دیتے ہیں تو یہ کھٹی اور پینے کے ناقابل ہو جاتی تھی۔ اس قسم کی بیئر بہت ہی نشہ آور ہوتی تھی ——— مصری مبلغین اخلاق بیئر اور بسیار نوشی کے خلاف لوگوں کو نصیحتیں کرتے رہتے تھے۔ اُن کی نصیحت کے مطابق:۔

"بیئر کی دکان (شراب خانے) میں شراب پی کر بے بسی کا شکار مت بن، کیونکہ کیا لوگ تیرے منہ سے نکلی ہوئی (وہ) باتیں دوہرائیں گے نہیں؛ جن کے بارے میں تجھے پتہ بھی نہیں چلے گا کہ تو نے کہیں تھیں؟ گرنے سے تیرے ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائیں گے اور کوئی تجھے اٹھانے کے لئے ہاتھ کا سہارا نہیں دے گا۔ جہاں تک تیرے ہم پیالہ دوستوں کا سوال ہے وہ اٹھ کھڑے ہوں گے اور کہیں گے، اس شرابی کو باہر نکال دو ———"

مصری حکیمانہ ادب کے کئی پہلو خاصے گراں بھی ہیں مثلاً ایک بات تو یہ کہ ان تعلیمات کی رُو سے روایات کا احترام اور ان پر عمل ہر حال میں کرنا چاہیئے۔ دوسری ناگوار سی بات یہ ہے کہ ان کی تعلیمات کے مطابق ہر معاملے میں میانہ روی ہونی چاہیئے مثلاً یہ تعلیم دی گئی کہ اگر کسی شخص کا واسطہ کسی جھگڑالو سے پڑ جائے تو تین باتوں کا امکان رہتا ہے۔ مخالف یا تو زیادہ لمبا ہوگا، یا پھر کوتاہ قد یا پھر دونوں کا قد یکساں ہوگا۔ ان تینوں میں جو بھی صورت ہو مخالف کا مقابلہ کسی طرح بھی نہیں کرنا چاہیئے کہ لمبا آدمی اپنی مخالفت برداشت نہیں کر پائے گا، اور کوتاہ قد شکست خوردگی محسوس کرے گا اور برابر کے آدمی کے سامنے خاموشی اختیار کرنا بہترین طرزِ عمل ہوگا۔

مقبولیّت و اہمیّت دنیائے قدیم کی شاید ہی کوئی مہذب و متمدن قوم یا ملک ہو۔ جس نے حکیمانہ ادب تخلیق اور تحریر نہ کیا ہو اس حکیمانہ ادب کا بیشتر حصہ مقبولِ عام "اقوالِ زریں" پر مشتمل ہوتا ہے۔ مختلف مشرقی ملکوں میں ایسے تخلیقی و تحریری مجموعوں اور نوشتوں کی کمی نہیں تھی جن کا موضوع اخلاقیات اور مسلمہ حقائق تھے

تاہم میرے نزدیک کوئی اور قدیم اور ہم عصر قوم ایسی نہیں جس نے اپنی حکیمانہ تعلیمات اور تخلیقات کو مصریوں سے زیادہ یا ان کے برابر ہی اتنی نمایاں حیثیت اور اہمیت دی ہو۔ مصریوں کے خیال میں اقوال دانش اور حکیمانہ تعلیمات کو سننے اور حاصل کرنے والا عقل و دانش سے متصف ہو جاتا اور پھر ایک وقت ایسا بھی آتا تھا کہ پہلے سننے والا دوسرے کو سنانے لگتا کیونکہ ان کے نزدیک ایک اچھا سامع اچھا مقرر بھی ہوتا تھا ـــــــ ان کا حکیمانہ ادب جتنی بڑی مقدار میں ملا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اخلاقیات اور اخلاقی و حکیمانہ لٹریچر کی بہت قدر و منزلت تھی۔ وہ اقوال دانش اور نصیحت آمیز باتوں کو انتہائی عزیز جانتے تھے ان کا خیال تھا کہ ان پر ثابت قدمی سے عمل کرنیوالوں

کے لئے یہ اقوال اور تعلیمات انتہائی بیش قیمت سرمایہ تھیں اور ان کی خلاف ورزی کرنے والے گھاٹے اور نقصان میں رہتے تھے۔ وہ اپنے دانشوروں کے اقوال کو زمرد اور دوسرے قیمتی سے پتھروں سے زیادہ قیمتی سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک دانشوروں اور فلسفیوں کی بیان کردہ صد اقتیں فکر و دانش کا جوہر تھیں ـــــــ

ان کے ہاں حکیمانہ تعلیمات و تخلیقات کس قدر مقبول تھیں اس کا اندازہ کئی باتوں سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے مثلاً یہ کہ وہ اپنے مختلف حکیمانہ ادب پارے مختلف ادوار میں بار بار نقل کرتے رہے۔ صدیوں تک نقل در نقل کرتے رہنے کا یہ عمل مصر میں اتنے تواتر کے ساتھ اور اتنی بار دہرایا گیا کہ کسی بھی اور قدیم قوم کے ہاں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اولین اور قدیم ترین حکیمانہ نوشتوں کی نقول جدید شہنشاہی دور (۱۵۷۵–۱۰۸۰ ق م) میں بھی برابر تیار کی جاتی رہیں حتےٰ کہ مصری تاریخ کے رومی دور (۳۰ ق م تا ۶۴۰ء) کے کم از کم ابتدائی حصے میں بھی یہ ادب پھل پھول رہا تھا۔ ـــــــ اس ادب کی مصریوں کے ہاں انتہائی مقبولیت اور اہمیت کا پتہ اس حقیقت سے بھی چلتا ہے کہ متعدد مصری

دانشوروں کی تخلیقات و تعلیمات درس گاہوں کے نصاب میں شامل کر لی گئی تھیں اور صدیوں تک شامل رہیں اخلاقیات اور عقل و دانش پر مبنی یہ تخلیقات اسکولوں میں طلباء کو پڑھائی جاتیں اور اُن سے انہیں پڑھنے اور لکھنے کی تعلیم دی جاتی۔ جدید شہنشاہیت (۱۵۷۵–۱۰۸۴ ق م) کے زمانے میں مدرسوں میں خطوط کے ذریعے بھی حکیمانہ و اخلاقی تعلیم دینے کا رواج تھا مگر یہ ثبوت فی الحال نہیں ملا ہے کہ اس سے قبل کے ادوار میں بھی خطوط کی شکل میں حکیمانہ تعلیمات دی جاتی تھیں۔ بہر حال ایک خیال ہے کہ طالب علم ان تعلیمات پر مبنی عبارتیں روزانہ تین صفحوں پر لکھ کر لکھائی کی مشق کیا کرتے۔ اس مشق کا مقصد نہ صرف اسلوب تحریر کے نمونے کے طور پر ان سے استفادہ کرنا تھا بلکہ اصلاح اخلاق یا تعمیر کردار بھی تھا۔ ان "تعلیمات" کی مدد سے طلبا کو آداب محفل سکھلائے جاتے' اخلاقی ضابطہ سکھایا جاتا اور صحیح گفتگو کرنے کی عادات راسخ کی جاتیں ___ اخلاقی اور حکیمانہ ادب کے تعلیمی نصاب میں شامل ہونے کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ کثیر تعداد میں لوگ حکیمانہ "تعلیمات" "ادب" اور اس ادب پر مشتمل کتابوں' رسالوں سے روشناس اور آگاہ ہو گئے۔ عام لوگ بات چیت کے دوران اپنے دانشوروں کے اقوال کا حوالہ دیا کرتے اور اس حقیقت کے پیش نظر بھی یہ بات یقینی ہے کہ یہ تعلیمات زبانی یاد کی جاتی تھیں ___ حکیمانہ تعلیمات و تخلیقات کی مقبولیت کا ثبوت یوں بھی ملتا ہے کہ یہ صنف قلم اور روشنائی سے محض کتابوں' اور رسالوں کی صورت میں ہی نہیں لکھی جا رہی تھی بلکہ قدیم مصری ادیب و شاعر اور دوسرے اہل قلم اپنی تخلیقات میں قدماء کے اقوال و دانش کے حوالے دیا کرتے اور ان حکیمانہ نوشتوں کے متعدد فقرے اور اقوال مصریوں کی دوسری ادبی تخلیقات، تواریخی یا واقعاتی تحریروں میں بھی جا بجا ملتے ہیں: "بربط نواز کا گیت" جیسی انتہائی اہم عظیم اور آج بھی علمی حلقوں میں مشہور و مقبول شعری تخلیق میں ایک جگہ ماضی کے دانشوروں اور ان کے اقوال کا ذکر یوں آیا ہے ___

"میں نے امِ ہوتپ اور حر دو دف کے اقوال سُنے ہیں اُنکی باتیں ہر ایک کے ہونٹوں پر ہیں ———"

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مذکورہ گیت کم از کم فراعنہ کے گیارہویں خاندان (۱۲۳۲ - ۱۹۹۱ ق م) کے زمانے میں تخلیق ہوا تھا اس وقت امِ ہوتپ اور حر دو دف کو مرے کئی سو برس گذر چکے تھے۔

اسی مقبولیت اور اہمیت کے سبب ایک وقت آیا کہ مصریوں کے اخلاقی نظریات بہت سے مشرقی ملکوں اور یونان و روم وغیرہ میں پھیل گئے۔ مسیح سے کوئی گیارہ سو برس قبل یعنی اب سے تین ہزار برس پہلے فیونیقیہ (PHOENICIA) موجودہ لبنان کے ایک شہر بائیبلس کے ذکر بعل (تجگر بعل) نامی ایک حکمران نے ون آمون نام کے ایک سرکردہ مصری کے سامنے اعتراف کیا ———

"میں جس ملک میں رہتا ہوں عقل و دانش وہاں مصر سے آئی ہے۔"

مصری اہلِ دانش کے یہ اقوال، پند و نصائح اور حکیمانہ تعلیمات قدیم مصریوں کی نظروں میں کتنے ہی بے بہا سہی ہوں، ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ آج بھی اس حقیقت کو حیرت انگیز بھی قرار دیں اور طفلانہ بھی کہ اہلِ مصر اپنے حکمار کی بیان کردہ صداقتوں کو عقل و دانش کا نچوڑ یا جوہر خیال کرتے تھے، پھر یہ بھی ممکن ہے کہ مصریوں کی نظروں میں کسی قدر بھی انمول بہنے والے ان اقوال اور تعلیمات دانش کو نقد و نظر کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد آج ہم اس نتیجے پر پہنچیں کہ مصری تو ان کی مبالغے کی حد تک توصیف و ستائش کرتے تھے ورنہ ان کا مقام، اہمیت اور معیار اتنا اونچا نہیں ہے اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آج کچھ لوگ قدیم مصری مبلغین اور مصلحین کی پیش کردہ ان سچی اور "زمرد سے بھی گراں بہا" تعلیمات و اقوال پر فرسودگی اور دقیانوسیت کا لیبل لگا دیں ——— لیکن ان خطوط پر سوچنے

؎ بائیبلس: ازمنۂ قدیم میں بائیبلس کو اہلِ مصر "کوبنی" اور بابل (عراق) والے "گوبلو" کہتے تھے۔

والے اصحاب یہ حقیقت بہرصورت پیشِ نظر رکھیں کہ آج سے تین، ساڑھے تین، چار اور ساڑھے
چار، پونے پانچ اور پانچ ہزار برس پہلے اچھے کردار کی تعمیر میں اینٹ گارے کا بنیادی کام
دینے والے اصولوں کو بآسانی ازبر ہو جانے والے "اقوالِ زرّیں" کی صورت میں پیش کرنا یقیناً
ایک قابلِ فخر کارنامہ تھا۔

اِم حوتپ اور اُس کی تصنیف

۴۶۸۰ برس قدیم

گمشدہ کتاب: ٹھوس ثبوت کے ساتھ یقینی اور حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ مصر میں حکیمانہ ادب کی تخلیق اور تحریک شروع ہوئی۔ تاہم اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ زیادہ پہلے نہیں تو حکیمانہ ادب کی تحریر کا آغاز ۲۶۸۰ ق م قبل مسیح یعنی اب سے پونے پانچ ہزار برس قبل کے لگ بھگ ہو چکا تھا اور کم از کم موجودہ شواہد، قدیم مصری تحریری روایات اور معقول قیاس کی بنا پر اس ادب کے تحریری آغاز کا سہرا دنیا کے اولین معلوم و معروف دانشور، مفکر، عالم، معالج، منجم اور ماہر تعمیرات (انجنیئر) اِم حوتپ (ای ام حوتپ) کے سر باندھا جا سکتا ہے۔

دنیا کا پہلا دانشور: یہ بالکل صحیح ہے کہ اس مصری دانشور کی ناصحانہ یا حکیمانہ تصنیف یا تصانیف اور تخلیقات کا تحریری ثبوت ابھی تک نہیں مل پایا ہے بلکہ اس کا تو نام تک معاصر تحریروں سے نہیں بلکہ بعد کے نوشتوں سے معلوم ہوا ہے۔ اس کے باوجود جیسا کہ کہہ چکا ہوں، مختلف قرائن و شواہد، قدیم مصری تحریری روایتوں اور بڑے ہی

معقول قیاسات کو بنیاد بنا کر یہ دعویٰ یقیناً کیا جا سکتا ہے کہ مصر بلکہ دنیا بھر میں حکیمانہ ادب کی تحریر کا کارنامہ جس دانشور نے سب سے پہلے انجام دیا۔ وہ مصر کا فرزانہ امُ حوتپ تھا اور وہی پوری تاریخ عالم کا تا حال ایسا سب سے پہلا دانشور، فرزانہ، معالج، منجم، مُفکر، عالم اور ماہر تعمیرات ہے جس کا نام تحریری طور پر مل چکا ہے۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ پرس پیپرس، پر جو ساڑھے چار فٹ خالی جگہ موجود ہے اس پر یا تو امُ حوتپ کی کتاب لکھی گئی تھی یا پھر ایک اور مصری دانشور حرُدوُدف کی کتاب رقم کی گئی تھی جو بعد میں مٹا دی گئی۔ پرس پیپرس کا تفصیلی ذکر میں نے آگے ہ کائی بس کی تعلیمات، کاگم نی کے لئے تعلیمات، اور پتاح حوتپ کی تعلیمات" میں کیا ہے۔

اوّلین حکیمانہ تصنیف یہ ممکن ہے کہ امُ حوتپ کے کچھ اقوال سے بعد کے قدیم مصری مصنفین آگاہ رہے ہوں اور انہوں نے اس کے وہ اقوال اپنی تحریروں میں کہیں لکھے ہوں، ان کا حوالہ دیا ہو اور ان پر اظہارِ رائے بھی کیا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امُ حوتپ کے کچھ قول بعد کے ادوار میں مصریوں نے اپنی سوانح عمریوں میں بھی نقل کئے ہوں۔ اگر واقعی ایسا ہوا تھا تو آج صورت کچھ یوں ہے کہ اس کے ان اقوال کی نشان دہی ممکن نہیں ہے۔ وجہ اس کی یہ کہ قدیم مصری اہلِ قلم اپنی تحریروں میں اپنے ماخذ کا ذکر کرنے کے عادی کبھی نہیں رہے کہ کوئی خیال کوئی فقرہ یا کوئی قول ہی انہوں نے کہاں سے لیا ہے۔ خواہ اس ماخذ سے وہ خود آگاہ بھی کیوں نہ رہے ہوں۔ پھر یہ کہ اگر وہ کوئی حوالہ اپنی تحریروں میں نقل یا شامل کرتے بھی، تو بھی وہ ایسا کوئی نشان نہیں لگاتے تھے جس سے یہ پتہ چل سکے کہ یہ کسی اور مصنف یا ادیب کا حوالہ ہے جیسے کہ آجکل ــــ "انورٹڈ کوماز (INVERTED COMMAS)، لگا دیئے جاتے ہیں۔ بہرحال امُ حوتپ اور اگر اس کے بعد آنے والوں نے کہیں بطور حوالہ لکھے بھی تو ان کی نشان دہی نہیں ہو سکتی؛ حالانکہ بعض محققین کا خیال ہے کہ امُ حوتپ کی موت کے بعد کم از کم پانچ سو برس بعد تک بھی اس کے اقوال مصریوں کے ہاں معروف، مقبول اور منقول چلے آ رہے تھے۔ بہرحال موجودہ معلومات

کی روشنی میں یہ یقینی ہے کہ حکیمانہ ادب پر مبنی مصر میں جو سب سے پہلی کتاب لکھی گئی وہ اِم ہوتپ کی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ کبھی کسی کھدائی کے دوران ایسا کوئی پیپرس یا لوح وغیرہ مل جائے جس پر اس کی تعلیمات یا اقوال لکھے ہوں؛ اس انداز سے لکھے ہوں کہ واضح طور پر یہ پتہ چل سکے کہ ــــــ یہ تعلیمات اِم ہوتپ ہی کی ہیں۔ تاحال تو بظاہر یوں لگتا ہے کہ اس کی تمام تحقیقات و تصنیفات غالباً ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے غائب ہو چکی ہیں۔

اِم ہوتپ مصر کے قدیم دارالحکومت من نوفر (یونانی تلفظ ممفس) کا رہنے والا تھا اور فراعنۂ مصر کے تیسرے خاندان ($\frac{2686}{2613}$ ق م) کے دوسرے فرعون زوسر (ذوجوسر۔ نت جری خے ذوجوسر) کا وزیر اعظم، مشیر اور ماہر تعمیرات (انجینیر) تھا۔ وہ دانشور، مفکر، عالم اور مبلغ اخلاق بھی تھا اور مصنف، طبیب (فزیشن)، منجم اور مذہبی رہنما بھی ــــــ اِم ہوتپ ہی دُنیا کی وہ شخصیت ــــــ وہ ماہر تعمیرات ــــــ وہ انجینیر تھا جس نے دنیا میں سب سے پہلے پتھر کی عظیم عمارت تعمیر کی۔ ایسی عمارت جو ساری کی ساری پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ یہ عمارت تھی فرعون زوسر کا ہرم یا مقبرہ۔ اِم ہوتپ کا یہ تعمیراتی شاہکار سرزمین مصر پر آج بھی موجود ہے؛ اور مخصوص طرز تعمیر کی وجہ سے "زینے دار ہرم" کہا جاتا ہے اس نے پتھر کے چھوٹے چھوٹے بلاکوں سے یہ زینے دار مقبرہ موجودہ قاہرہ کے نزدیک سقارہ کے قدیم قبرستان میں تعمیر کرایا۔ اس جگہ فراعنہ کے پانچویں خاندان (۲۴۹۴ ق م تا ۲۳۴۵ ق م) تک کے حکمرانوں، بیگمات اور دوسرے سرکردہ اشخاص کے مقبرے تعمیر ہوتے رہے۔ قدیم مصر کا دارالحکومت من نوفر (ممفس) یہاں سے قریب ہی تھا۔ زوسر کا مذکورہ سرتاسر سنگین مقبرہ چار سو تیرہ فٹ لمبا، تین سو چوالیس فٹ چوڑا اور کوئی دو سو فٹ اونچا تھا۔

فنی ترقی کا نیا عالمی دور

اِم ہوتپ نے اپنی زندگی میں جو کارنامے انجام دیئے ان میں ہرم کی تعمیر ایک لحاظ سے اس کا سب سے اہم اور عالمی سطح پر بھی اپنی نوعیت کا سب سے بڑا اوّلین کارنامہ ہے، کہ اِم ہوتپ کے اسی کارنامے سے مصر

میں گیزہ کے اہرام اور عمارتوں کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ اسی سے دنیا میں طرزِ تعمیر اور تہذیبِ انسانی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ یعنی ہیم حوتپ تھا جس نے تقریباً پونے پانچ ہزار برس قبل نہ صرف مصر بلکہ پوری دنیا کو ایک عظیم اور فنی ترقی کے ایک نئے تعمیراتی دور میں داخل کر دیا۔ ام حوتپ سے پہلے عمارت گری میں جو تعمیراتی سامان استعمال ہو رہا تھا وہ دھوپ میں سکھائی ہوئی اینٹوں اور لکڑی پر مشتمل تھا۔ مگر اب مصر بلکہ دنیا میں ام حوتپ نے عظیم الشان عمارتوں کی تعمیر پر مبنی جس تہذیب کا آغاز کیا وہ اسی کے اپنے ایجاد کردہ فنی اصولوں کی بنیادوں پر استوار ہوئی تھی۔ اس نے دھوپ میں سکھائی ہوئی اینٹوں کی جگہ پتھر کے چھوٹے چھوٹے بلاکوں سے فرعون زوسر کے لئے زینے دار ہرم (مقبرہ) بنایا۔ آخری رسوم کی ادائیگی کے لئے سنگین مندر تعمیر کیا۔ ایسی عمارتیں اس سے پہلے دنیا میں کہیں بھی نہیں بنی تھیں ——— گو ام حوتپ کے کچھ عرصہ بعد اس کی بنائی ہوئی سنگین عمارتوں سے کہیں بڑی بڑی عمارتیں بنیں: قاہرہ کے نزدیک فراعنہ کے چوتھے خاندان (۲۶۱۳ ق م تا ۲۴۹۴ ق م) کے حکمرانوں خوفو (خوفو دی۔ یونانی تلفظ چیوپس) خفرا اور منکورا کے مشہور عالم تین سب سے بڑے اہرام بنے اس کے باوجود اپنی فنی مہارت اور جدت کے سبب ام حوتپ ایک 'لجنڈ' (Legend) کی حیثیت اختیار کر گیا۔

وہ بلاشبہ تاریخ عالم کا پہلا معلوم جینئیس تھا ——— ایسا جینئیس جو اپنے افکار، تخلیقی صلاحیت، پروازِ فکر اور قوتِ اختراع کے لحاظ سے اپنے دور سے بے حد آگے تھا ——— اور ایسا جینئیس جس نے تمدنِ انسانی کا دھارا نئی راہوں کی طرف موڑ کر رکھ دیا ——— وہ دنیائے قدیم کی عظیم ترین شخصیتوں میں سے ہے اور یہی وہ نام اور شخصیت ہے جسے نہ صرف مصریوں نے اپنی ہزارہا سالہ تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا بلکہ یونانی اور رومی بھی اسے نہیں بھولے اور وہ ہزاروں برس تک آنے والی نسلوں کے ذہن پر اپنی انمٹ یاد، لازوال نقوش چھوڑ گیا۔ تحریروں میں اس کا نام لیا جاتا، گیتوں میں اس کا نام گایا جاتا۔ بربط نواز کے مشہور قدیم مصری گیت میں اس کا نام سب سے پہلے لیا گیا ہے۔ لوگ اس کا ذکر عزت احترام

سے کرتے۔ مصریوں کے ہاں ام ہوتپ سے عقیدت و احترام کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ نو آموز منشی جب کچھ لکھنے بیٹھتے تو آغاز کرنے سے پہلے اس کے نام پر اپنی دوات سے چند قطرے زمین پر ٹپکا دیتے ــــــ

ایرانی (۵۲۵ ق م تا ۳۳۲ ق م) اور بطلیموسی (۳۰۴ ق م تا ۳۰ ق م) ادوار کی ایک روایت کے مطابق ام ہوتپ تعمیراتی کاموں کے نگرانوں کا سرپرست اور مربی تھا۔ اسے عقل و دانش اور علم و فضل کے لحاظ سے بھی مثالی مرتبہ دیا گیا۔ برانز (کانسی) کی بنی ہوئی ام ہوتپ کی چھوٹی چھوٹی مورتیاں مختلف عجائب گھروں میں موجود ہیں۔ ان مورتیوں میں اسے اس عالم میں بیٹھا دکھایا گیا ہے کہ وہ اپنے گھٹنوں پر رکھا ہوا پیپرس کھول رہا ہے، گویا علم و فضل اور عقل و دانش کی علامت۔

متعدد تحریروں میں اس کی معجز نما شفا بخشیوں کا ذکر ملتا ہے۔ مصریوں کی پوری تاریخ میں اپنی اور خصوصیات کی نسبت سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت اسے بطور فزیشن یا معالج حاصل رہی۔ حتیٰ کہ پانچ سو قبل مسیح میں اس کی موت کے کوئی دو سو دو ہزار برس بعد اسے شفا یابی کا دیوتا قرار دے دیا گیا۔ گویا وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں پسندیدگی کے جذبات کم تو کیا ہوتے الٹا ان میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آنے والے ادوار میں اسے اتنی عزت ملی کہ غیر ملکی یونانیوں نے بطور مصنف اور فزیشن اس کی شہرت کی بنا پر اسے اپنے دیوتا اسکلیپیئس (AESCLEPIOS) سے مشابہ قرار دے دیا۔ موجودہ سقارہ کے نزدیک اس کے مقبرے کے ارد گرد وسیع و عریض زیارت گاہ بن گئی تھی۔ یونانی اسے اسکلیپیون (ASKLEPIEON) کہتے تھے۔ یونانی اپنے تلفظ میں ام ہوتپ کو امُوتھس (IMUTHES) کہتے تھے۔

دس لاکھ تعلق

پورے مصر میں اس کی یاد میں قربان گاہیں بنائی گئیں؛ نہ صرف مصر بلکہ بعد کے ادوار میں تو روم (اٹلی) تک سے معذور اور بیمار لوگ صحت

پلنے کی خاطر اس کے مقبرے پر آیا کرتے تھے۔ یوں اس کا مقبرہ طبی اور مذہبی مرکزی عقیدت گاہ کی حیثیت اختیار کر گیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں علاج بھی کیا جاتا ہو۔ مریضوں کو یہاں لایا جاتا۔ اور کم از کم ایک رات تو ضرور ہی اس اُمید میں انہیں وہاں رکھا جاتا کہ شاید اِم ہُوتپ دیوتا نیند یا خواب میں مریضوں سے باتیں کرے۔ لقلق اور بن مانس (میمون) اِم ہُوتپ کا مقدس پرندہ اور چوپایہ تھا چنانچہ مریض جب اِم ہُوتپ کے مقبرے کی زیارت کے لئے آتے تو اس کی نذر کرنے کی خاطر کتان کے کپڑے کی پٹیوں میں لپٹا اور مٹی کے مرتبان میں سربمہر حنوط شدہ لقلق بھی ساتھ لاتے۔ ممتاز انگریز ماہر مصریات ڈاکٹر والٹر امیری (W. Emery) نے ایک ایسا مقبرہ دریافت کیا جس کے بارے میں انہیں یقین تھا کہ یہ اِم ہُوتپ کا ہی مقبرہ ہے۔ اس مقبرے کی غلام گردشوں (گیلریوں) میں میمون وغیرہ کے علاوہ اَن گنت حنوط شدہ لقلق بھی پائے گئے۔ محتاط اندازے کے مطابق ان غلام گردشوں وغیرہ میں کم از کم دس لاکھ حنوط شدہ لقلق مٹی کے مرتبانوں میں سربمہر رکھے گئے تھے۔ یہ لقلق عقیدت مند لوگ وہاں چڑھاتے رہے تھے۔

برٹش میوزیم میں ایک مجسمے کی کرسی رکھی ہے جس پر اِم ہُوتپ کے بارے میں یہ عبارت بھی کندہ ہے۔

"اسے اپنے ایک پسندیدہ بڑے غار میں دفنایا گیا"

اِم ہُوتپ کے مقبرے کی تلاش میں پروفیسر والٹر امیری آنجہانی کو چھبیس برس گذر چکے تھے کہ بالآخر ۱۹۶۵ء میں وہ قاہرہ کے نزدیک سقارہ کے وسیع و عریض قدیم قبرستان میں ایک ایسا مقبرہ دریافت کرنے میں کامیاب ہو گئے جو فراعنہ مصر کے تیسرے خاندان (۲۶۸۶/۲۶۱۳ ق م) نے زمانے میں بنایا گیا تھا۔ وہ ۱۹۷۱ء تک اس کی کھدائی میں مصروف رہے اور پھر مارچ ۱۹۷۱ء میں ہی اکہتر برس کی عمر میں وہ انتقال کر گئے۔ ان کی وصیت کے مطابق انہیں مصر ہی میں دفنایا گیا۔ اس مقبرے کی کھدائی کے دوران امیری کو یقین رہا کہ یہ اِم ہُوتپ کا ہی ہے ۱۹۶۹ء میں کھدائی کرتے ہوئے انہوں نے ایک انٹرویو میں کہا تھا۔

"جس چیز (ام حوتپ کے مقبرے) کی ہمیں جستجو تھی مجھے
پختہ یقین ہے کہ اب ہم اس تک پہنچ گئے ہیں، ہو سکتا
ہے اس مقبرے کی تلاش مکمل کرنے میں ہمیں دو برس
اور لگ جائیں، زیادہ بھی لگ سکتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا
ہے کہ یہ میری زندگی میں (پوری طرح) دریافت ہی نہ
ہو سکے۔"

۱۹۷۱ء یعنی ام حوتپ کے مقبرے کی تلاش میں ایمری کو تیئیس برس ہو گئے تھے ۱۹۷۱ء کے بعد مجھے علم نہیں کہ اس مقبرے کی آثار کاوی کا کام کس حد تک ہوا۔ ابھی تک مکمل ہوا ہے یا نہیں، مقبرہ پوری طرح برآمد کر لیا گیا ہے یا نہیں؟ اور آنجہانی ایمری کے یقین کے مطابق یہ واقعی ام حوتپ کا ہی مقبرہ ثابت ہوا ہے یا نہیں؟ تاہم ایمری کے یقین کو ـــــ کہ یہ ام حوتپ کا ہی مقبرہ ہے۔ ـــــ یہاں سے برآمد ہونے والے پتھر کے اس آٹھ انچ لمبے کتبے سے تقویت پہنچی جس پر یہ عبارت کندہ ہے:

"عظیم دیوتا ـــ عظیم حور (دیوتا) کا بیٹا ـــ اور دوسرے
دیوتاؤں کا بیٹا ام حوتپ یہاں آرام کر رہا ہے۔"

مذکورہ پتھر ایک طاقچے میں ملا تھا۔ اگر یہ واقعی ام حوتپ کا مقبرہ ثابت ہوا ہے تو کوئی شبہ نہیں کہ یہ اس صدی کی اہم اثری دریافتوں میں سے ہے۔

کائی رس کی تعلیمات

کاگم نی کے لئے تعلیمات

تخلیقی قدامت ـــ ۲۶۲۵ ق م

تحریری قدامت ـــ ۲۱۰۰ ق م

جس نباتاتی قرطاس (پیپرس) پر کائی رس کی تعلیمات (کاگم نی کے لئے تعلیمات) لکھی ہوئی ملی ہیں۔ اسے پرس پیپرس (PRISSE PAPYRUS) کا نام دیا گیا ہے۔ اس پیپرس پر حکیمانہ تعلیمات پر مبنی دو کتابیں ـــــ یعنی کائی رس کی تعلیمات (کاگم نی کے لئے تعلیمات) اور تپاح حوتپ کی

کی تعلیمات ـــ لکھی ہوئی ہیں۔ ابتدائی حصہ ضائع ہو جانے کے باعث پہلی تصنیف یعنی کاگی رِس کی کتاب کے اب صرف دو صفحے باقی رہ گئے ہیں۔ البتہ پتاح حوتپ کی کتاب مکمل ہے اور اس کے سولہ صفحے ہیں۔ پہلی کتاب کا مصنف کاگی رِس نامی دانش ور فراعنہ کے تیسرے خاندان (۲۶۸۶/۲۶۱۳ ق م) کے آخری فرعون حونی کا وزیر تھا۔ اس نے جو کتاب لکھی تھی اس کا اصل اور اولین نسخہ تو اب تک نہیں ملا ہے۔ موجودہ دو صفحوں کی کتاب بعد کے زمانے کی ہے دوسری کتاب کا خالق دانشور پتاح حوتپ فراعنہ کے پانچویں خاندان (۲۴۹۲/۲۳۴۵ ق م) کے فرعون اِزیزی، کا وزیر تھا۔ پتاح حوتپ نے بھی اپنے ہی زمانے میں کتاب لکھی تھی۔ مگر اس کی بھی یہ اصل اور اولین تصنیف تاحال نہیں مل سکی ہے۔ 'پرِس پیپرس' مختلف ادوار سے تعلق رکھنے والے ان دونوں قدیم مصری دانشوروں کاگی رِس اور پتاح حوتپ کی مختلف ہی زمانوں میں لکھی جانے والی کتابوں کی نقول کا مجموعہ ہے۔ یہ پیپرس ان تعلیمات پر مبنی اصل اور اولین کتابوں سے کئی صدیاں بعد کا ہے۔ یعنی کاگی رِس کی کتاب پہلی بار اب سے چار ہزار چھ سو برس اور پتاح حوتپ کی کتاب چار ہزار ساڑھے تین سو برس پہلے لکھی گئی۔ مگر "پرِس پیپرس" اب سے چار ہزار یا چار ہزار ایک سو برس قبل رقم کیا گیا تھا۔ اس وقت اس پر یکے بعد دیگرے دو کتابیں یکجا کر کے لکھ دی گئیں یعنی "کاگی رِس کی تعلیمات" پر مبنی کتاب اور "پتاح حوتپ کی تعلیمات" پر مبنی کتاب۔ "پرِس پیپرس" یا تو وسطی بادشاہت (۲۱۳۲/۱۷۸۶) کے آغاز یعنی ۲۱۰۰ ق م یا پھر بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کے اوائل میں کوئی ۲۰۰۰ ق م کے لگ بھگ لکھا گیا تھا۔

پرِس پیپرس

دو کتابیں

پرِس نے یہ پیپرس ۱۸۴۷ء میں شائع کیا۔ یہ پیپرس ۲۳ فٹ، ۷ انچ لمبا اور اوسطاً ۵½ انچ چوڑا ہے۔ فراعنہ کے گیارھویں اور بارھویں خاندان کے پیپرس عام طور پر اتنے چوڑے ہی چوڑے ہوا کرتے تھے۔ اس پیپرس کا ابتدائی حصہ ضائع ہو چکا ہے اور اب اس کے کل اٹھارہ صفحے باقی رہ گئے ہیں۔ رسم الخط ہیراطیقی ہے۔ عبارت سرخ اور سیاہ روشنائی سے موٹے موٹے حروف میں لکھی ہوئی ہے۔

ظاہری حالت اس کی اتنی عمدہ ہے کہ بظاہر یہ بالکل مکمل لگتی ہے مگر جیسا کہ کہا جا چکا ہے کہ اس کا ابتدائی حصہ ضائع ہو چکا ہے۔

اصل میں پرس پیپرس کم از کم دو کتابوں کا مجموعہ تھا۔ ان میں سے کائی رس کی تعلیمات پر مبنی پہلی کتاب کا تو کچھ حصہ ہی بچ سکا ہے جو محض دو صفحوں پر مشتمل ہے اور پتاح حوتپ کی تعلیمات پر مشتمل دوسری کتاب مکمل حالت میں موجود ہے اس کے سولہ صفحے ہیں ان دونوں کے درمیان پیپرس پر کوئی ۳ ۵ انچ جگہ خالی ہے۔ اس خالی جگہ پر بھی کوئی تصنیف لکھی ہوئی تھی۔ جو نامعلوم وجہ کی بنا پر بعد میں مٹا ڈالی گئی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ حَرُدُدف کی تصنیف ——— ہوگی۔

گو پرس پیپرس پر عبارت بڑی احتیاط سے صاف صاف لکھی گئی تھی مگر زبان اور املا کی غلطیاں کئی جگہ موجود ہیں اس سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ جس کاتب نے اس پیپرس کی نقل کسی دوسرے قدیم پیپرس سے تیار کی تھی اس (دوسرے قدیم پیپرس) کی لکھائی بہت ہی شکستہ یا بھدی تھی اتنی کہ پرس پیپرس کا منشی خود بھی ان الفاظ کے ہجوں کے بارے میں مشکوک تھا۔ اور یہ الفاظ صحیح نہیں پڑھ سکتا تھا۔

کائی رس کی تعلیمات کو ماہرین نے "کاگم نی کے لئے تعلیمات" کا عنوان دیا ہے مگر میں نے محققین کی عام روش سے ہٹ کر اس کتاب کے لئے "کائی رس کی تعلیمات" کا عنوان منتخب کیا ہے "پرس پیپرس" کا ابتدائی حصہ ضائع ہو جانے کے سبب معلوم نہیں ہو سکا کہ باقی ماندہ دو صفحوں پر مبنی پہلی کتاب کا خالق اور محرر کون تھا۔ کیوں کہ جس وزیر نے اولاد کے لیے یہ تعلیمات رقم کی تھیں اس کا نام کتاب کے موجودہ باقی حصے میں کہیں بھی لکھا ہوا نہیں ہے۔ اس ضائع شدہ حصے میں غالباً یہ تحریر کیا گیا ہو گا کہ فرعون حوُنی نے اپنے وزیر ——— جس کا نام باقی دو صفحات میں درج نہیں ہے ——— کو حکم دیا کہ وہ اپنے بچوں کی بہتری کے لئے اپنی زندگی کے تجربات پر مبنی حکیمانہ تعلیمات تحریر کرے۔ انہی بچوں میں آئندہ بننے والا

وزیر کاگمؔ نی بھی تھا اور کاگم نی کا باپ ہی یقیناً ان تعلیمات کا مصنف تھا۔ بہرحال مختلف وجوہ کی بناء پر بڑے وثوق سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ پرس پیپرس میں شامل اس پہلی کتاب کے دانشور خالق کا نام کائی رُس تھا۔ کائی رُس نے ہی یہ تعلیمات اپنی اولاد کے لئے تخلیق اور تحریر کیں اور وہ تیسرے خاندان (۲۶۸۶/۲۶۱۳ ق م) کے آخری فرعون حُونی کا وزیر بھی تھا۔

"چیسٹر بیٹی پیپرس (CHESTER BEATTY PAPYRUS IV) پر کتاب اور علم و دانش کی فضیلت کے بارے میں ایک اہم قدیم مصری تحریر ملی ہے۔ اس اہم تحریر کا مکمل ترجمہ میں نے اس کتاب میں کسی مناسب جگہ شامل کیا ہے۔ مذکورہ تحریر میں متعدد قدیم مصری دانشوروں کے نام بھی آئے ہیں۔ بطور دانشور اور مصنف کائی رس کا ذکر اس تحریر میں تپاح حوتپ نامی دانشور کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور ان دونوں کی کتابیں پرس پیپرس میں شامل ہیں علاوہ ازیں فراعنہ کے اٹھارھویں خاندان (۱۵۷۵/۱۳۰۰ ق م) کے زمانے کے ایک مقبرے کی دیوار پر محفوظ شدہ حالت میں مصری دانشوروں کی تصویریں ایک قطار میں بنی ملی ہیں ان تصویروں میں کائی رس موجود ہے۔ ویسے ایک خیال یہ بھی پیش کیا گیا ہے کہ پرس پیپرس پر لکھی ہوئی کائی رس اور تپاح حوتپ کی ان تعلیمات کے خالق دراصل وسطی بادشاہت (۲۱۳۳/۱۷۸۶ ق م) کے عہد کے معزز حکام یا وزیر تھے۔

زیرِ نظر تعلیمات اور کتاب کا مصنف اور خالق دانشور کائی رس گو اِم حوتپ اور حرِ دُوف (دجدف حور، ژدوف حور، دُوف را) کے پائے کا تو شاید مقبول اور مشہور دانشور نہیں تھا مگر اس لحاظ سے اِن دونوں سے زیادہ خوش نصیب تھا۔ کہ اس (کائی رس) کی تعلیمات پر مبنی کتاب کے آخری دو صفحے بہت اچھی طرح اور محفوظ حالت میں مل گئے ہیں (گویہ ہیں صرف دو ہی صفحے) جب کہ اِم حوتپ کا تصنیف و تحریر کردہ کوئی بھی مجموعہ اب تک دستیاب نہیں ہوا ہے اور حرِ دُوف کے جو اقوال ملے ہیں وہ چند ایک ہی ہیں ——

"کائی رس کی تعلیمات" "کاگم نی کے لئے تعلیمات" کا تا حال صرف یہی ایک نسخہ دستیاب

ہوا ہے جو پرس پیپرس میں شامل ہے دو صفحوں کی اس کتاب میں بس ایک شخص کا نام آیا ہے۔ اور وہ نام ہے "کاگم نی"۔ کاگم نی کے معنی ہیں "مجھے ایک روح مل گئی ہے" یا "میرے لئے ایک روح پا لی گئی ہے"۔

ماہرین کا متفقہ خیال ہے کہ "کاگم نی اس کتاب کے مصنف یعنی کائی رس کے اس بیٹے کا نام تھا جس کے لئے یہ تعلیمات لکھی گئیں اور جسے آئندہ وزیر بنانا مقصود تھا۔ کچھ محققین کا کہنا یہ بھی ہے کہ کتاب کے خالق کائی رس کا بیٹا کاگم نی فراعنہ کے تیسرے خاندان (۲۶۸۶/۲۶۱۳ ق م) کے آخری فرعون حُونی اور چوتھے خاندان (۲۶۱۳/۲۴۹۴ ق م) کے بانی فرعون سَنفرُو (سَنوفرُو) کا وزیر اعظم تھا لیکن پرس پیپرس پر لکھی ہوئی کائی رس کی اس کتاب میں اسے صرف سَنفرُو کے زمانے میں وزیر بنائے جانے کا ذکر ہے۔ ادھر کچھ ماہرین کے نزدیک اس بات کا کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہیں ہے کہ کائی رس کا بیٹا کاگم نی کبھی وزیر بھی بنا تھا۔ اور فرعون حُونی کا کاگم نی نامی واقعی کوئی وزیر تھا۔ یہ ماہرین اس حقیقت کو بھی ٹھوس ثبوت نہیں مانتے کہ کائی رس کی خود اس کتاب کے بالکل آخر میں واضح طور پر لکھا ہے کہ "کاگم نی کو دارالحکومت کا نگران (یا منتظم) اور وزیر بنایا گیا"۔ تاہم حُونی کے کئی سو سال بعد کاگم نی نام کا ایک شخص وزیر، گورنر اور ہائی کورٹ کا جج ضرور ہو گذرا ہے اور اس کا مقبرہ بھی مل چکا ہے لیکن یہ کاگم نی بھی پانچویں خاندان (۲۴۹۴/۲۳۴۵ ق م) سے پہلے کا ہرگز ہرگز نہیں تھا جب کہ جس کاگم نی کے لئے زیر تذکرہ کتاب لکھی گئی وہ تیسرے خاندان کے زمانے میں ہو گذرا ہے۔

ذاتی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ زیر نظر کتاب میں مذکورہ کاگم نی اگر فرعون حُونی نہیں تو کم از کم اس کے بعد فرعون سَنفرُو کے زمانے میں وزارت عظمیٰ کے عہدے پر ضرور فائز تھا اور یہ نتیجہ میں نے دو صفحوں کی اس کتاب سے ہی نکالا ہے۔ کتاب میں صرف کاگم نی کا نام ملتا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ مصنف نے یہ تعلیمات (کتابی شکل) میں لکھ لینے کے بعد اپنے بچوں کو بلا کر انہیں اپنی تعلیمات کو پڑھنے اور ان پر عمل کرنے کی ہدایت کی۔ کاگم نی بھی انہی میں سے ایک تھا۔ اب

اگر کاگم نی کسی اہم عہدے مثلاً وزارت وغیرہ پر فائز نہ ہوتا تو صرف اس کا نام کتاب لکھنے کی کیا خاص ضرورت پیش آ گئی تھی؟ پھر کتاب کے آخر میں صاف صاف لکھا ہے کہ کاگم نی کو وزارت کا عہدہ دیا گیا تھا۔

دنیا کی اولین کتابیں

اہمیت

جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں کہ کائی رس کی تعلیمات (کاگم نی کے لئے تعلیمات، اور تیاح حوتپ کی تعلیمات پر مبنی کتابیں جس پیپرس پر لکھی ملی ہیں اُسے پرس پیپرس کا نام دیا گیا ہے۔ یہ پیپرس کے ماہر آثاریات ایم۔ پرس۔ ڈی اونس (M. PRISSE D'AVENNES) نے ایک مصری فلاح کسان سے خریدا تھا اور انہی کے نام پر اس کا نام پرس پیپرس رکھ دیا گیا۔ پرس نے ۱۸۴۷ء میں اسے شائع کر دیا۔ اس بات پر کم و بیش اتفاق ہے کہ مذکورہ پیپرس فراعنہ کے بارھویں خاندان (۱۹۹۱ / ۱۷۸۶ ق۔ م) کے اوائل عہد میں لکھا گیا تھا اور یہ حقیقت تو خود اس پیپرس سے ظاہر ہے۔ کہ اس کی موجودہ نقل کسی قدیم تر پیپرس سے تیار کی گئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ نقل تیار کرنے میں ایک سے زیادہ پیپرسوں (PAPYRI) سے مدد لی گئی ہو ــــ تیاح حوتپ کی کتاب اور اس کی تعلیمات کا تفصیلی ذکر اور مکمل ترجمہ زیرِ نظر کتاب میں حرددف کی تعلیمات کے بعد شامل کر رہا ہوں۔

پرس پیپرس پر تعلیمات کے دراصل دو مجموعے یا کتابیں لکھی گئی تھیں۔ اور یہ پیپرس انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ ایک اہمیت تو یہ کہ اس پر کائی رس اور تیاح حوتپ نامی دو قدیم دانشوروں کی دو کتابیں رقم ملی ہیں۔ پہلی کتاب آخری دو صفحوں پر مشتمل ہے۔ کیوں کہ اس کے شروع کے نامعلوم کتنے صفحے ضائع ہو چکے ہیں اور دوسری یعنی تیاح حوتپ کی تعلیمات پر مبنی کتاب کے سولہ صفحے ہیں اور یہ مکمل ہے۔ دوسری بے مثال اہمیت اس پیپرس کی یہ ہے کہ اس پر دنیا کی دو سب سے قدیم کتابیں لکھی ہوئی ہیں ان کی عبارت مسلسل ہے اور موضوع میں تسلسل ہے۔ موضوع ہے حکیمانہ تعلیمات۔ کائی رس اور تیاح حوتپ کی یہ دونوں کتابیں نباتاتی کاغذ (پیپرس) پر قلم اور روشنائی سے لکھی ہوئی ہیں۔ تحقیق کی درمیانی راہ اپناتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ دونوں

بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کے اوائل میں لکھی گئی تھیں۔ گویا ان کی قدامت چار ہزار برس متقرر کی جا سکتی ہے —— ویسے پہلی یعنی کائی رس کی تعلیمات پر مبنی کتاب سب سے پہلی بار تیسرے خاندان (۲۶۸۶/۲۶۱۳ ق م) کے بالکل اواخر یا چوتھے خاندان (۲۶۱۳/۲۴۹۴ ق م) کے بالکل شروع میں لکھی گئی تھی یعنی آج سے چار ہزار چھ سو برس پہلے۔ اور تیاح حوتپ کی تعلیمات پر مبنی دوسری کتاب فراعنہ کے پانچویں خاندان (۲۴۹۴/۲۳۴۵ ق م) کے آخر میں یعنی آج سے چار ہزار تین سو پچاس برس پہلے پہلی مرتبہ لکھی گئی تھی لیکن ان دونوں کتابوں کے یہ الگ الگ اوّلین نسخے تاحال مل نہیں سکے ہیں —— بہت سے ماہرین کی تقلید کرتے ہوئے موجودہ پرس پیپرس کا تحریری زمانہ گیارھویں خاندان (۲۱۳۳/۱۹۹۱ ق م) کے اوائل کا مان لیا جائے تو پھر ان کتابوں کی قدامت چار ہزار ایک سو برس قبل قرار پاتی ہے۔ اور اگر ہم ان علمائے تحقیق سے متفق ہو جائیں جو اس پیپرس کو فراعنہ کے پانچویں خاندان (۲۴۹۴/۲۳۴۵ ق م) کے عہد سے متعلق بتاتے ہیں تو پھر ان کتابوں کی عمر ساڑھے چار ہزار برس سے لے کر چار ہزار تین سو برس قبل کے بین بین قرار پاتی ہے۔ بہر کیف قلم اور روشنائی سے یہ کتابیں ساڑھے چار ہزار برس پہلے لکھی گئی ہوں یا چار ہزار برس پہلے، ان سے زیادہ پرانی تو کیا باقاعدہ قلم روشنائی سے لکھی ہوئی ان کی کوئی ہم عصر کتاب بھی دنیا بھر میں آج تک کہیں اور نہیں مل سکی ہے۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ یہ دونوں کتابیں "یعنی کائی رس کی تعلیمات" اور تیاح حوتپ کی تعلیمات" پہلی مرتبہ بالترتیب تیسرے خاندان (۲۶۸۶/۲۶۱۳ ق م) کے بالکل اواخر یا پھر چوتھے خاندان (۲۶۱۳/۲۴۹۴ ق م) کے بالکل اوائل یعنی اب سے چار ہزار چھ سو برس قبل —— اور پانچویں خاندان (۲۴۹۴/۲۳۴۵ ق م) کے اواخر یعنی اب سے کوئی چار ہزار تین سو برس قبل لکھی گئی تھی۔ دوسری کتاب کا مصنف تیاح حوتپ پانچویں خاندان کے فرعون اُزیزی کا وزیر تھا —— بہت سے لوگ غلط فہمی کی بنا پر رگ وید کو سب سے پرانی کتاب خیال کرتے ہیں۔ جہاں تخلیقی لحاظ سے یہ تک سوال ہے کہا جا سکتا ہے کہ رگ وید کے کچھ گیت ساڑھے تین ہزار برس قبل سے لے کر چار ہزار برس قبل کی درمیانی مدت میں بھی تخلیق ہوئے مگر تحریری لحاظ سے رگ وید کو اتنی

قدامت ہرگز ہرگز نہیں دی جاسکتی۔ کیوں کہ یہ پہلی مرتبہ بیشتر ماہرین کے نزدیک سنہ ۱۳۰ ہ یعنی آج سے صرف چھ سو برس پہلے یا پھر زیادہ سے زیادہ پانچ چھ سو برس قبل مسیح یعنی اب سے صرف اڑھائی ہزار سال قبل پہلے پہل ضبط تحریر میں لایا گیا تھا۔ جب کہ کائی رس اور تپاح حوتپ کی زیربحث کتابیں موجودہ صورت میں بھی کم از کم چار ہزار برس پہلے رقم کی گئی تھیں۔ اس طرح یہ رگ وید سے تحریری لحاظ سے کم از کم ڈیڑھ ہزار اور زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین ہزار برس سے بھی زیادہ قدیم ہیں۔

کائی رس کی ان تعلیمات کو مصر کے حکیمانہ ادب میں ایک منفرد اور ممتاز اہمیت حاصل ہے۔ یہ اس لحاظ سے انتہائی اہم ہیں کہ مصری حکیمانہ ادب کی یہ وہ اولین تخلیق ہے، جس کا ثبوت اور وجود تحریری طور پر مل چکا ہے گو اس کا موجودہ نسخہ اس کی تخلیق کے پانچ چھ سو برس بعد کا ہے۔ بہر حال کائی رس کی تعلیمات تخلیقی لحاظ سے مصر کے قدیم حکیمانہ ادب کی سب سے پہلی تخلیق ہے جس کا تحریری ثبوت مل چکا ہے۔ حرددت کی تعلیمات کو بھی کم و بیش یہی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ یہ کائی رس کی تعلیمات (کاگم نی کے لئے تعلیمات) سے بس کچھ ہی برس بعد تخلیق کی گئی تھیں

قدامت

یہ بات یقینی ہے کہ کائی رس کی تعلیمات فراعنہ کے تیسرے خاندان ($\frac{۲۶۸۶}{۲۶۱۳}$ ق م) کے اواخر یعنی فرعون حُونی کے دور میں نہ صرف تخلیق بلکہ تحریر بھی ہو چکی تھیں اور کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ تپاح حوتپ کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ کائی رس کی تعلیمات بھی پانچویں خاندان ($\frac{۲۴۹۴}{۲۳۴۵}$ ق م) کے اواخر میں پہلی مرتبہ ضبط تحریر میں لائی گئیں۔

جہاں تک پرس پیپرس کی قدامت کا سوال ہے۔ اس کے بارے میں محققین کی آرا مختلف ہیں۔ بیشتر کا اس پر اتفاق ہے کہ فراعنہ کے بارھویں خاندان ($\frac{۱۹۹۱}{۱۷۸۶}$ ق م) کے عہد حکومت کے اوائل میں گویا اب سے کوئی چار ہزار برس پہلے لکھا گیا تھا۔ کچھ ماہرین کا خیال یہ ہے کہ جس طرح مصری دہقان سے گذشتہ صدی یہ پرس پیپرس خریدا گیا تھا اس دہقان اسے گیارھویں خاندان ($\frac{۲۱۳۳}{۱۹۹۱}$ ق م) کے کسی حکمران کے مقبرے سے نکالا تھا۔ اگر یہ قیاس

درست ہے تو اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مذکورہ پیپرس چار ہزار ایک سو برس قبل سے لے کر چار ہزار برس قبل تک کی درمیانی مدت میں کسی وقت لکھا گیا تھا۔ کچھ محققین 'پرس پیپرس' کو فراعنہ کے پانچویں خاندان (۲۴۹۴/۲۳۴۵ ق م) کے اواخر یعنی سوا چار ہزار برس قبل سے بھی کچھ پہلے کا بتلاتے ہیں۔

پرس پیپرس کی قدامت کے سلسلے میں بٹیس کومبے گن (BATTISCOMBE GUNN) نے دلچسپ بات کی ہے ان کی رائے میں تپاح حوتپ پرس پیپرس پر لکھی ہوئی پہلی کتاب کے خالق کائی رس اور اس کے بیٹے کاگم نی کے بعد نہیں بلکہ اس سے پہلے ۴۰۰۰ ق م یعنی اب سے چھ ہزار برس پہلے اور کائی رس اور کاگم نی تپاح حوتپ کے بعد ۳۵۰۰ ق م یعنی اب سے ساڑھے پانچ ہزار برس پہلے گذرے ہیں۔ بٹیس کی اس تحقیق پر زیادہ کھل کر اور تفصیل سے رائے زنی کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ تو کائی رس، اس کے بیٹے کاگم نی اور تپاح حوتپ کا زمانہ اتنا قدیم قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کی تعلیمات اور 'پرس پیپرس' کو اس قدر پرانا سمجھا جا سکتا ہے۔ بہت سوچ بچار اور چھان پھٹک کے بعد متفقہ طور پر یہ طے کر دیا گیا ہے کہ مصر میں متحدہ بادشاہت یعنی فراعنہ کے دور کا آغاز (۳۱۰۰ ق م) یا زیادہ سے زیادہ (۳۲۰۰ ق م) یعنی اب سے پانچ ہزار ایک سو برس قبل سے لے کر پانچ ہزار دو سو برس قبل کے لگ بھگ ہوا تھا۔ لگ بھگ میں نے اس لئے کہا ہے کہ ماہرین نے اس دور کی تاریخوں میں سو ڈیڑھ سو برس آگے پیچھے کر لینے کی گنجائش رکھی ہے۔

بہر کیف میں ماہرین کے عمومی طور پر اس متفقہ خیال سے متفق ہوں کہ کائی رس اور تپاح حوتپ کی کتابوں پر مشتمل 'پرس پیپرس' چار ہزار برس قبل یا زیادہ سے زیادہ چار ہزار ایک سو برس قبل یعنی فراعنہ کے بارہویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کے اوائل یا پھر گیارھویں خاندان (۲۱۳۳/۱۹۹۱ ق م) کے زمانے میں لکھا گیا تھا۔ اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ کائی رس کی تعلیمات پہلی مرتبہ اب سے کوئی پونے پانچ ہزار سال پہلے لکھی گئی تھیں۔ اور اسی وقت انہیں تخلیق بھی کیا گیا تھا۔ اسی طرح تپاح حوتپ کی تعلیمات ان کی تخلیق کے وقت یعنی کوئی ساڑھے چار ہزار سال قبل پہلی بار ضبط تحریر میں لائی گئی تھیں۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ اس دور کے ان کتابوں کے اولین تحریری نسخے تا حال دستیاب

نہیں ہو سکتے ہیں۔

بعض ماہرین "کائی رس کی تعلیمات" (گاگم نی کے لیے تعلیمات) کو فراعنہ کے تیسرے خاندان (۲۶۸۶/۲۶۱۳ ق م) نہیں بلکہ چھٹے خاندان (۲۳۴۵/۲۱۸۱ ق م) کے عہد کا قرار دیتے ہیں اور اس سلسلے میں ان کے پاس مختلف دلائل بھی ہیں مثلاً ایک تو یہ کہ "کائی رس کی تعلیمات" کی نوعیت یا خصوصیت "حرددف کی تعلیمات" کی نسبت اس قدر ترقی یافتہ ہے کہ یہ حرددف کی تعلیمات سے بعد کی تخلیق تو ہو سکتی ہیں پہلے کی نہیں اور وہ بھی صرف دو نسلیں پہلے کی۔ حرددف کی تعلیمات چوتھے خاندان (۲۶۱۳/۲۴۹۴ ق م) کے عہد کی مانی جاتی ہیں۔ اور اگر اس سے برعکس نظریہ رکھنے والوں کی بات مان لی جائے تو پھر حرددف کی تعلیمات پانچویں خاندان (۲۴۹۴/۲۳۴۵ ق م) کے زمانے میں تخلیق ہوئی تھیں چنانچہ برعکس نظریہ رکھنے والے ان ماہرین کے مطابق، جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے، "کائی رس کی تعلیمات (گاگم نی کے لیے تعلیمات) چھٹے خاندان (۲۳۴۵/۲۱۸۱ ق م) کے دور میں تخلیق ہوئی تھیں۔ یہ ماہرین جن میں مس ہیریم لخت ہائم پیش پیش ہیں "کائی رس کی تعلیمات" کے چھٹے خاندان کے عہد حکومت کی تخلیق ہونے کے حق میں ایک دلیل یہ بھی دیتے ہیں کہ یہ چھٹے خاندان کے زمانے میں کندہ کی جانے والی دوسری تحریروں کی مانند پرگوئی کی آئینہ دار ہیں۔ اور کائی رس کی ان تعلیمات میں وہی اخلاقی اقدار اپنانے پر زور دیا گیا ہے جو چھٹے خاندان کے عہد میں امراء کے مقبروں میں کندہ کی جانے والی سوانح عمریوں میں نظر آتی ہیں۔

مگر میں یہاں ایک دو سوال اٹھانا یقیناً پسند کروں گا جیسا کہ میں نے اوپر کہا ہے کہ برعکس نظریہ رکھنے والے ماہرین کی ایک دلیل یہ ہے "قدامت کے سلسلے میں کہ" کائی رس کی تعلیمات" کی نوعیت یا خصوصیت اتنی ترقی یافتہ ہے کہ یہ "حرددف کی تعلیمات" سے پہلے کی تخلیق نہیں ہو سکتی۔ ہیں، یعنی یہ کہ کائی رس کی تعلیمات" تیسرے خاندان (۲۶۸۶/۲۶۱۳ ق م) کے عہد کی تخلیق نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ چھٹے خاندان (۲۳۴۵/۲۱۸۱ ق م) کے زمانے کی ہیں۔ ——— سو اس ضمن میں یہ کہنا اور پوچھنا چاہوں گا کہ کیا یہ ضروری ہے کہ صرف پینتالیس برس بعد ہونے والے

کسی خالق یا مصنف کی تخلیق کی نوعیت اور خصوصیت بالکل وہی ہو اور ویسی ہی ترقی یافتہ ہو جو اس سے محض پینتالیس پچاس برس قبل کے مصنف کی تخلیق کی تھی؟ اور یہ بھی کہ نصف صدی بعد میں آنے والا مصنف ویسا ہی یا اسی طرح کا ترقی یافتہ اسٹائل یا اسلوب اپنی تصنیف میں برتے جو اس کا پیشرو پچاس برس قبل اپنا چکا تھا؟ کائی رس حُرَودُف سے پینتالیس برس پہلے ہو گذرا ہے۔ یعنی آج سے کوئی چار ہزار چھ سو پچیس (۴۶۲۵) سال قبل اور حُرَودُف تقریباً چار ہزار پانچ سو اسّی (۴۵۸۰) برس پہلے تھا۔ دونوں کی تخلیقات کی نوعیت اور خصوصیت بھی مختلف ہو سکتی ہے اور اسٹائل بھی۔ اس میں تعجب ہی کیا کہ پچاس سال پیشتر کا مصنف اپنے نصف صدی بعد کے مصنف کی نسبت اپنی تصنیف میں نسبتاً زیادہ ترقی یافتہ نوعیت اور خصوصیت بھرے اور پچیس برس بعد آنے والا مصنف اس کے برعکس نسبتاً "قدامت پرستی" کا ثبوت دے۔ کائی رس نے اپنی تخلیق میں جو نوعیت، —————— خصوصیت اور موضوع اپنایا جو اسلوب برتا ضروری نہیں تھا کہ اس کے پچاس برس بعد حُرَودُف بھی اور ویسا ہی کچھ اپنا تا حُرَودُف کو جو کچھ جس انداز میں پسند تھا، یا جو کچھ اس نے مناسب جانا، اسی انداز میں وہی کچھ پیش کر دیا۔ اب اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ چونکہ حُرَودُف نے وہ خصوصیت، نوعیت اور انداز پیش نظر رکھا جو آج ہمیں کائی رس کی اپنائی ہوئی خصوصیت و نوعیت اور انداز سے قدیم تر نظر آتا ہے۔ چنانچہ حُرَودُف ہی کی تعلیمات کائی رس کی تصنیف سے پہلے کی تخلیق شدہ ہیں۔ کائی رس کی "تعلیمات" (کاگم نی کے لئے تعلیمات) کی "حُرَودُف کی تعلیمات" کے بعد تخلیق ہونے کے ضمن میں نخت ہاٹم وغیرہ کی جو دوسری دلیل اوپر میں نے نقل کی ہے اس سلسلے میں میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر تیسرے خاندان کے پوتے دور اور چوتھے خاندان کے بالکل ابتدائی عہد کے بنے ہوئے امراء وغیرہ کے ایسے مقابر اب تک نہیں مل سکے ہیں۔ اس قسم کے مقبروں میں کندہ تحریریں اس نوعیت کی تاحال دستیاب نہیں ہو سکی ہیں۔ جو چھٹے خاندان کے نجی یا غیر شاہی مقبروں میں کندہ تحریروں کی مانند پرگوئی پر مبنی ہوں اور جن سے چھٹے خاندان کی مذکورہ سوانح عمریوں کی طرح عصری اخلاقی اقدار کا پتہ چلتا ہو تو اس سے

یقینی اور حرفِ آخر کے طور پر یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ پوٹے تیسرے خاندان (۲۶۸۶/۲۶۱۲ ق م) اور چوتھے خاندان (۲۶۱۳/۲۴۹۴ ق م) کے اوائل کے لوگ پُرگوئی سے عاری تھے اور چھٹے خاندان (۲۳۴۵/۲۱۸۱ ق م) کے دورِ حکومت کی سی اخلاقی اقدار کے حامل اور قائل نہیں تھے (کاگی مُنی تیسرے خاندان کا آخری اور چوتھے خاندان کا ابتدائی زمانہ دیکھا تھا)۔ اس بات کا امکان تو بہر حال ہے کہ تیسرے اور چوتھے خاندان کے ادوار میں کندہ یا رقم شدہ ایسی تحریریں سامنے آ ہی جائیں جو کاگی مُنی کی تعلیمات" (کاگم نی کے لئے تعلیمات) کی قدامت کے حق میں جائیں۔ یعنی یہ کہ یہ تعلیمات واقعی فراعنہ کے تیسرے خاندان ہی کے دور میں تخلیق ہوئی تھیں، چھٹے خاندان کے زمانے میں نہیں۔

موضوع

کاگم نی کے لئے کاگی مُنی کی تعلیمات کم از کم اس لحاظ سے تو قابلِ تعریف ہیں کہ یہ عقل و دانش کی اچھی باتوں کا مجموعہ تھیں۔ البتہ ان کی ادبی حیثیت کو کسی صورت میں بھی اعلیٰ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور یہی کچھ اس پیپرس پر مرقوم تپاح کی تعلیمات پر مبنی دوسری کتاب کے بارے میں بھی کہا جا سکتا ہے۔

کاگی مُنی کی ان تعلیمات کا جو حصّہ بچ رہا ہے ان میں کھانے پینے، خصوصاً دوسرے آدمیوں کی موجودگی میں، ضیافتوں وغیرہ کے موقعہ پر کھانے پینے کے آداب پر خصوصی زور دیا گیا ہے یعنی یہ کہ کھانا کھاتے وقت انسان کا رویہ کیسا ہونا چاہیئے۔ کاگی مُنی نے احتیاط و دوسرے لفظوں میں ضبطِ نفس کی تعلیم دی ہے اس کے نزدیک انسان کو منکسر مزاج، اعتدال پسند، کم سخن اور تمیز دار ہونا چاہیئے۔ غرض زیرِ نظر تعلیمات سے قدیم مصری مبلغین کا واضح طور پر یہ نظریہ اور معیار آشکار ہوتا ہے کہ انسان کو کیسا ہونا چاہیئے۔

کائی رس کی تعلیمات

(کاگم نی کے لئے تعلیمات)

تخلیقی قدامت - ۴۶۲۵ برس

تحریری قدامت - ۳۱۰۰ برس

۱۔ اطاعت شعار آدمی پھلتا پھولتا ہے۔ اعتدال پسند آدمی کی تعریف کی جاتی ہے۔ خاموش[۱] آدمی کے لئے خیمہ کھلا ہوتا ہے اور قناعت پسند کے لئے جگہ فراخ ہوتی ہے[۲]۔

ح۱۔ خاموش:۔ قدیم مصر کے لوگ "دانشور" کو "خاموش" یا "کم سخن" کہا کرتے تھے۔ چنانچہ خاموش اور کم سخن سے دانشور مراد ہے۔ "اطاعت شعار" کی جگہ لنخت ہائیم نے "عزت کرنے والا" ترجمہ کیا ہے۔ ح۲ فرڈرن (FEDRERN) کے خیال میں جگہ فراخ ہونے سے مراد یہ ہے کہ قناعت پسند کا حلقۂ اثر وسیع ہوتا ہے۔ لیکن گارڈنر (GARDINER) کے نزدیک جگہ فراخ ہونے کا مطلب یہاں انسان کی اپنی نقل و حرکت میں آزادی ہے جو دوسرے لوگوں پر کسی کا اثر نہیں۔ بس پہلی تعلیم کا ترجمہ ارمن (ERMAN) نے یوں کیا ہے:"... منکسر مزاج پوری طرح برقرار رہتا ہے اور راست رو (صحیح برتاؤ کرنے والے) کی مدح سرائی کی جاتی ہے۔ منکسر مزاج کے لئے خیمہ کھلا ہوتا ہے اور محتاط گفتگو کرنے والے کے لئے جگہ وسیع ہوتی ہے۔" اسی تعلیم کا ایک اور ترجمہ یوں ہے "عاقبت اندیش انسان کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے اور نیک چلن کی لوگ تعریف کرتے ہیں۔ کم سخن (دانشور) کی قدر کی جاتی ہے اور خوش گفتار دلوں میں جگہ بنا لیتا ہے۔"

۲۔ بے روک ٹوک گفتگو نہ کر کیونکہ جو سٹرک سے بھٹک جاتا ہے[۳] اس کے لئے چقماق کے چاقو تیز ہوتے ہیں (بے شک انسان کی غلط کاریوں کے علاوہ اور کوئی ناعاقبت اندیشی نہیں ہے)

۳۔ اگر تو زیادہ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہو تو، کھانا مت کھا؛ جس کی تجھے خواہش ہو کیونکہ اپنی خواہش مارنا تھوڑی دیر کے لئے ہوتا ہے[۴]۔ بسیار خوری[۵] قابلِ نفرت ہوتی ہے اور اس پر (بیٹو) ہر کوئی انگلی اٹھاتا ہے۔ پانی کے ایک پیالے سے پیاس بجھ جاتی ہے اور منہ بھر سینٹھے سے دل کو تقویت پہنچتی ہے۔ لذیذ غذاؤں کی بجائے (صرف ایک) اچھی چیز اور زیادہ کی بجائے تھوڑی (چیز) لے۔ کھانے کا وقت گذر جانے کے بعد لالچی پیٹ والا خود غرض ہوتا ہے۔ اسے ان لوگوں کا خیال نہیں کرنا چاہیئے جو گھر پر ندیدے پن سے کھاتے ہیں[۶]:

---

(۳) مطلب یہ کہ بغیر محتاط طریقے پر باتیں کرنے والے کو دشواریوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ فقرہ ن نے اس دوسری تعلیم کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "غلط مت بول، سرکش کے لئے، اس کی غلطی کی پاداش میں چاقو تیز رہتے ہیں (وہ چاقو) آگے نہیں بڑھتے مگر اس کی غلطی پر آگے بڑھتے ہیں" مطلب یہ کہ انسان کو غلط روش کی بناء پر اسے سزا دینے کے لئے چاقو تیز رکھے جاتے ہیں۔ ان چاقوؤں کو تیز تو رکھا جاتا ہے لیکن مار صرف اسی وقت جاتا ہے جب کوئی شخص غلطی کا مرتکب ہوتا ہے۔ (۴)۔ ضیافت کے موقعہ پر حریص نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اپنی خواہش کو مارنا چاہیئے خواہش (ضبط نفس) کو تھوڑی دیر کے لئے ہی مارنا پڑتا ہے۔ (۵) بسیار خوری۔ (۶) ندیدہ پن۔ پیٹو پن۔ (۶) تیسری تعلیم یا نصیحت کا ترجمہ ارمن نے یوں کیا ہے: "اگر تو متعدد لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہو کھانے سے باز رہ خواہ تجھے اس کی خواہش ہی کیوں نہ ہو۔ اپنے آپ پر قابو پانے میں ذرا سی دیر لگتی ہے۔ لالچی ہونا باعثِ ذلت ہوتا ہے۔۔۔۔ اچھی چیز اس کی جگہ لیتی ہے جو اچھی ہے، جس طرح تھوڑی چیز زیادہ کی جگہ لیتی ہے۔ جو شخص اپنے بدن کے لئے لالچ کرتا ہے وہ قابلِ نفرت ہے۔۔۔۔"

"اچھی چیز اس کی جگہ لیتی ہے جو اچھی ہے" سے مراد یہ ہے کہ سادہ مگر اچھی ڈش عمدہ ڈش کی بجائے کافی ہے۔ اس نصیحت (نمبر۳) ایک اور ترجمہ: "جب تو لوگوں کے ساتھ (دسترخوان پر) بیٹھا ہو تو پسندیدہ کھانے کی حرص مت کر۔ ندیدہ پن قابلِ نفرت ہوتا ہے یہ (تو) جانوروں کی خصوصیت ہوتی ہے۔ چلو بھر پانی سے پیاس کی تسکین ہو جاتی ہے اور منہ بھر برگ دل کو تقویت پہنچاتا ہے۔ پیٹ کا کتا خود غرض ہوتا ہے۔ لوگوں کے گھروں میں وہ کھانے سے اسی وقت ہاتھ کھینچتا ہے۔ جب اس کے پیٹ میں اور زیادہ ٹھونسنے کی گنجائش نہیں رہتی۔

۴:۔ اگر تو پیٹو کے ساتھ بیٹھا ہو تو اس وقت کھا جب وہ سیر ہو جائے۔ اگر تو بلانوش کے ساتھ شراب پیئے تو (صرف) اس وقت (شراب) قبول کر جب اس کی خواہش کی تسکین ہو جائے[ص۷] حریص کی صحبت میں گوشت کے لئے مت جھگڑ جو کچھ وہ تجھے دے قبول کر لے۔ اس سے انکار مت کر اس طرح صورتحال خوشگوار رہے گی۔ جو شخص کھانے پر (قابل) ملامت (روش) سے گریز کرے، فروتنی کی حد تک منکسر مزاج ہو۔ الفاظ اس ...... سخت مزاج شخص اس پر اس کی اپنی ماں سے بھی زیادہ مہربان ہوتا ہے۔ سب لوگ اس کے خادم ہوتے ہیں[ص۸]۔

۵:۔ اپنی نیک نامی آگے بڑھا۔ تو گفتگو کے دوران خاموش رہے گا۔ تو تجھے طلب کیا جائے گا[ص۹] (اپنی) طاقت کی بنا پر ہم عمروں کے ساتھ غرور سے مت پیش آ۔ خیال رکھ کہ (کوئی) تجھے ملامت نہ کرے۔ کوئی نہیں جانتا کہ کیا پیش آئے گا؛ نہ یہ کہ خدا جب سزا دیتا ہے تو کیا کرتا ہے۔

جب وزیر نے نسل انسانی کے طور طریقوں اور اپنے تجربے میں آنے والے ان کے کردار پر (اپنا رسالہ) لکھ لیا تو اس نے اپنے بچوں کو بلایا اور اس نے ان سے کہا: "جو کچھ اس پیپرس پر لکھا ہے اس پر اسی طرح عمل کرو جیسے کہ میں نے تم سے کہا ہے[ص۱۰]۔ جو کچھ مقرر کر دیا گیا ہے اس کی حدود مت پھلانگو" اور ان (بچوں) نے یہ تعلیمات اپنے پیٹ پر رکھیں اور جس طرح یہ لکھی ہوئی تھیں انہوں نے یہ پڑھیں۔ اور یہ اس پورے ملک کی ہر چیز سے بڑھ کر ان کے دلوں کے لئے پرکشش تھیں۔ اس طرح وہ ان (تعلیمات) کے مطابق اپنی زندگی گذارنے لگے[ص۱۱]۔

ص۷:۔ فرشمان اور بعض دوسرے مترجمین نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے: اگر تو پیٹو کے ساتھ بیٹھے؛ کھا اور وہ سیر ہو جائے گا۔ اگر تو شرابی کے ساتھ شراب پیئے تو قبول کر اور وہ اطمینان محسوس کرے گا۔ ص۸ منکسر مزاج شخص پر سخت مزاج شخص اتنا مہربان ہوتا ہے کہ اس کی اپنی ماں بھی نہیں ہوتی اور سب لوگ اس کی خدمت کرتے ہیں۔ ص۹ مطلب یہ کہ کم گو دانشور سنجیدہ آدمی کو ترقی یا اعزاز دینے کے لئے طلب کر لیا جائے گا۔ ص۱۰ ارمن کا ترجمہ:۔ اور اس نے ان سے کہا، جو کچھ اس کتاب میں ہے اسے سنو گویا یہ میں نے کہا ہے ...... " ص۱۱:۔ ارمن کا ترجمہ۔ "اور وہ اس کے مطابق اٹھے بیٹھے"؛ یعنی بچوں نے باپ کی تعلیم پر عمل کیا۔

تب بالائی اور زیریں مصر کا بادشاہ خونی انتقال کر گیا اور بالائی اور زیریں مصر کے حکمران سنفرو کو پورے ملک کا مہربان بادشاہ بنا دیا گیا۔ تب کا گم نی کو دارالحکومت کا منتظم اور وزیر مقرر کیا گیا۔

یہ کتاب جس طرح لکھی ہوئی پائی گئی اُسی طرح شروع سے آخر تک اپنے اختتام کو پہنچی۔ [ص۱۲]

ایک اور ترجمہ

باعزت آدمی پھولتا پھیلتا ہے۔

منکسر مزاج آدمی کی تعریف کی جاتی ہے۔

[ص۱] خاموش کے لیے خیمہ کھلا ہوتا ہے۔

خاموش کی نشست فراخ ہوتی ہے [ص۲]

بے موقع گفتگو نہ کر!

غلطی کرنے والے کے لئے چاقو تیز ہوتے ہیں [ص۳]

جب تو لوگوں کے ساتھ بیٹھے [ص۴]

جو کھانا تجھے پسند ہو وہ مت کھا۔

ص۱۲ چونکہ پرس پیپرس پر کائی رس کی یہ تعلیمات کسی اور پرانے پیپرس سے نقل کی گئی تھیں اسی لئے کاتب نے آخر میں یہ فقرہ لکھا ہے کہ ان کی ہوبہو نقل کر لی گئی۔ ص۱ خاموش دانشور سے مُراد ہے۔ ص۱-۲ ان ابتدائی فقروں میں ایک ہی خیال پیش کیا گیا ہے یعنی یہ کہ "خاموش" یا "کم سخن" یعنی دانشور کو لوگ بہت پسند کرتے ہیں چنانچہ وہ زندگی میں کامیاب رہتا ہے فراخ نشست رکھنے سے مُراد یہ ہے کہ اس کا خوب استقبال کیا جاتا ہے اور اسے آسائش بہم پہنچائی جاتی ہے ص۳ اس فقرے کے ماہرین نے مختلف ترجمے کیے ہیں گارڈنر کا ترجمہ یوں ہے "مناسب وقت کے سوا کوئی تیزی سے آگے نہیں بڑھتا" یعنی عجلت نہیں کرتا۔ ص۴ لوگوں کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے بیٹھے۔

ضبط نفس کا وقت مختصر ہوتا ہے[۵]،

بسیار خوری گھٹیا پن ہے اور اس کی ملامت کی جاتی ہے،

پانی کا ایک پیالہ پیاس بجھا دیتا ہے۔

منہ بھر جڑی بوٹیوں سے دل کو تقویت پہنچتی ہے؛

اچھی چیز اچھائی کے مترادف ہوتی ہے۔

ذرا سی چیز زیادہ کے مترادف ہوتی ہے۔

وہ شخص کمینہ ہوتا ہے جس کا پیٹ کھانے کا وقت گذر

جانے کے بعد لالچ کرتا ہے۔

وہ ان لوگوں کو بھول جاتا ہے جن کے گھروں میں

اس کا پیٹ گھومتا پھرتا ہے[۶]۔

جب تو بسیار خور کے ساتھ بیٹھے،

اس وقت کھا جب اس کی طمع ختم ہو جائے۔

جب تو بلا نوش کے ساتھ شراب پیے؛

اس وقت پی جب اس کا دل آسودہ خاطر ہو جائے۔

بسیار خور کے ساتھ (بیٹھ کر) گوشت پر ٹوٹ کر نہ پڑ[۷]۔

اس وقت کھا جب وہ تجھے، اس سے انکار مت کر۔

اس طرح خوشی ملے گی۔

ص۵: یعنی آدمی کو اپنی خواہش مارنے کے لئے لمحہ بھر کی کوشش درکار ہوتی ہے۔ ص۶: لڈن گن (Gunn) نے اس فقرہ کا ترجمہ یوں کیا ہے: بدنصیب ہے وہ جو اپنے پیٹ کی خاطر طمع کرتا ہے..... (اور) جو گھر پہ بیٹھو ہوتا ہے۔ ص۷: مطلب یہ کہ بیٹھے کی موجودگی میں انسان کو گوشت پر حریصوں کی طرح نہیں لپکنا چاہئیے بلکہ اس وقت کا انتظار کرنا چاہیئے جب تک کہ اسے کھانے کی چیز از خود نہ دی جائے۔

جس پر کھانے کے معاملات میں کوئی الزام نہیں،
اس کے خلاف کوئی بات کارگر ثابت نہیں ہو سکتی۔
وہ جو شریف النفس ہے۔ حتیٰ کہ ڈرپوک ہے،
سخت مزاج اس پر اپنی ماں سے بھی زیادہ مہربان ہوتا ہے۔
سارے لوگ اس کے خادم ہوتے ہیں۔

اپنا نام آگے بڑھا،
جب کہ تیرا تو چپ ہو،
جب تجھے طلب کیا جائے، طاقت کی شیخی مت بگھار،
ایسا نہ ہو کہ ان میں تیری عمر کے لوگ تیری مخالفت کریں۔
کوئی نہیں جانتا کہ کیا رونما ہونے والا ہے،
جب اسے دیوتا سزا دیتا ہے (تو دیوتا کیا) کرتا ہے۔

حَرِدُوف کی تعلیمات

تخلیقی قدامت ۔۔ ۲۵۰۰ ق م

تحریری قدامت ۔۔ ۱۹۰۰ ق م

قدیم مصریوں میں حَرِدُوف نامی دانشور اور مبلغ اخلاق کو صدیاں برس تک بہت مقبولیت، عزت و تکریم اور شہرت حاصل رہی اس لحاظ سے وہ اِم حُوتَپ نامی مصری دانشور، عالم، معالج، (فزیشن)، ماہر تعمیرات (انجنیئر)، منجم اور مبلغ اخلاق کے تقریباً ہم پلہ ہی سا ہے۔ اِم حُوتَپ کا تفصیلی ذکر پہلے کر چکا ہوں۔ حَرِدُوف اِم حُوتَپ کے برعکس بادشاہ زادہ تھا۔ حَرِدُوف کو ماہرین نے جدِدف حُور۔ زدوف حُور اور دُوف را بھی پڑھا ہے۔ وہ بھی اپنی عقل و دانش کی بنا پر اِم حُوتَپ کی طرح بعد کے زمانوں میں افسانوی کردار (LEGEND) کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ حتیٰ کہ اس کی پرستش بھی کی گئی۔ مصر کی متعدد قدیم عبارتوں میں

اس کا ذکر ایک دانشور اور عالم کے طور پر کیا گیا ہے۔ ولیسٹ کار پیپرس (WESTCAR PAPYRUS)
پر لکھی ہوئی ایک کہانی بھی شہزادہ حرددف سے متعلق ہے جو زیر نظر کتاب میں شامل ہے۔

بادشاہ زادہ حرددف فراعنۂ مصر کے چوتھے خاندان ($\frac{2613}{2494}$ ق۔م) کے سب سے ممتاز اور نامور فرعون خوفو (خوف وی) کا بیٹا تھا۔ خوفو آج بھی پڑھے لکھے طبقے میں جانا پہچانا نام ہے۔ خوفو ہی تھا جس نے اپنے لئے وہ ہرم بنوایا جو مصر کے مشہور زمانہ تین اہرام میں سب سے بڑا ہے اور جو پتھر کی بنی ہوئی دنیا کی سب سے بڑی عمارت ہے۔

جیسا کہ کہہ چکا ہوں کہ ام ہوتپ اور حرددف مصر قدیم کے سب سے ممتاز، مشہور اور مقبول دانشور تھے۔ دونوں نے اپنی اخلاقی تعلیمات پر مبنی کتابیں لکھی تھی۔ تاہم حرددف کے سلسلے میں ہمیں ام ہوتپ کی سی صورت حال کا سامنا نہیں کرنا پڑتا یعنی یہ کہ ام ہوتپ کی تعلیمات کا کوئی نسخہ یا نقل تو ابھی تک نہیں مل سکی ہے البتہ حرددف کے چند اقوال تحریری طور پر دستیاب ہو چکے ہیں گو یہ ہیں اس کی موت کے کوئی ڈیڑھ ہزار برس بعد کے لکھے ہوئے۔ اس کی تعلیمات کا کوئی ہم عصر نسخہ یا ۱۱۹۰ قبل مسیح سے قبل کی کوئی نقل یا نقول تاحال نہیں مل سکی ہیں۔ البتہ ایک بات کا مجھے یقین ہے۔ گو میرے پاس کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہیں۔ وہ یقین یہ کہ پرس پیپرس پر جو ساڑھے چار فٹ طویل جگہ خالی پڑی ہے وہاں یا تو ام ہوتپ کی حکیمانہ تصنیف تحریر کی گئی تھی۔ یا پھر حرددف کی۔ بعد میں اس پوری جگہ سے عبارت مٹا کر رکھ دی گئی۔

خالق کون؟ بعض محققین و ماہرین مثلاً مس لختہائم وغیرہ نے یہ بھی نظریہ پیش کیا ہے کہ حرددف کی تعلیمات فراعنہ کے چوتھے خاندان ($\frac{2613}{2494}$ ق۔م) کی نہیں بلکہ پانچویں خاندان ($\frac{2494}{2345}$ ق۔م) کے زمانے کی تخلیق ہیں۔ اور یہ اس شہزادے (حرددف) سے غلط طور منسوب ہیں۔ اور اس خیال کے حق میں یہ دلیل بھی دی گئی ہے کہ چوتھے خاندان کے عہد میں جو کتبے لکھے گئے اور جو یادگاری نوعیت کے ہیں۔ وہ بہت ہی مختصر ہیں مگر حرددف کی تعلیمات کی نوعیت نسبتاً زیادہ ارتقا یافتہ ہے۔ اس ضمن میں اختلاف کرتے ہوئے میں

وہی کچھ کہوں گا: جو کاگی رِس کی تعلیمات "اور کاگم نی کے لئے تعلیمات" کی قدامت پر بحث کرتے ہوئے اور خرِدُدِف کی تعلیمات" کے چوتھے خاندان کی تخلیق ہونے سے اختلاف رکھنے والے ماہرین سے متفق نہ ہوتے ہوئے تفصیل سے کہہ چکا ہوں یعنی مختصراً یہ کہ اگر خردِدف کی تعلیمات کی سی نوعیت کی، ارتقاء یافتہ اور نسبتاً زیادہ طویل ایسی تحریریں اب تک نہیں ملی ہیں جو فراعنہ کے چوتھے خاندان کے زمانے کی یعنی خرِدُدِف کی ہم عصر ہوں تو قطعی طور پر یہ کیسے طے ہو گیا کہ آئندہ بھی نہیں ملیں گی۔ اِس لئے مِس لِنتِ ہائیم وغیرہ کی مذکورہ بالا دلیل اس ضمن میں حتمی طور پر اپنا لینا یا اسے تسلیم کر لینا کس حد تک بجا ہے؟۔

جیسا کہ کہہ چکا ہوں اختلاف رکھنے والے ان ماہرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ جو تعلیمات خرِدُدِف سے منسوب ہیں وہ درحقیقت اس کی تخلیق نہیں بلکہ کسی اور نامعلوم دانشور کی ہیں۔ مگر یہ بات پڑھ کر میرے ذہن میں یہ سوال کلبلاتا ہے کہ خرِدُدِف نے اگر نہیں تو جس شخص نے یہ تعلیمات تخلیق یا تصنیف کیں خواہ فراعنہ کے پانچویں دور میں سہی۔ آخر اس کو کیا پڑی تھی کہ وہ اپنی تخلیق کو کسی دوسرے شخص سے منسوب کر دیتا۔ خواہ وہ دوسرا شخص فرعون زادہ خرِدُدِف ہی کیوں نہ ہو۔ چلیے تھوڑی دیر کے لئے مان لیتے ہیں کہ خرِدُدِف سے یہ تعلیمات غلط طور پر منسوب کی گئی تھیں۔ تب بھی اتنا تو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ خرِدُدِف نِرا اور خالی خولی شاہزادہ ہی نہیں تھا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر کچھ اور تھا اور وہ کچھ اور یقیناً دانشور بھی ہو سکتا تھا۔ اور دانشور ہی کی حیثیت سے اس کی شہرت بھی تھی۔ تبھی تو ان تعلیمات کے خالق نے دانستہ یا پھر منشی نے غلط طور پر دانشور خرِدُدِف کے نام نامی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے منسوب کر ڈالی تھیں۔ چنانچہ میں یہ کہتا ہوں کہ جب خرِدُدِف دانشور تھا تو یہ تعلیمات آخر اسی کی کیوں نہ سمجھی جائیں جب کہ مصنّف یا کم از کم منشی کا ان تعلیمات میں تحریری دعوےٰ بھی یہی ہے کہ ان کا خالق خرِدُدِف ہی تھا۔ اور یہاں میں ایک بات یہ بھی واضح کر دوں کہ متعدد قدیم مصری تحریروں سے ثابت ہے کہ خرِدُدِف ایک عظیم اور نامور دانشور و مفکر تھا اور مصنّف بھی تھا۔ قدیم مصری اپنے چند مایہ ناز مفکرین میں اس کا شمار کرتے تھے ـــــ تاہم اگر تھوڑی

دیر کے لئے اختلاف رکھنے والے مذکورہ ماہرین کا خیال صحیح مان بھی لوں تو پھر اس کی صورت کچھ یوں بنی ہوگی کہ یہ حرکت اگر خود خالق کی نہیں تو اس منشی یا نقل نویس کی ہے جس نے ان تعلیمات کی نقل کتابت کرتے وقت انکی تخلیق کا سہرا حرَدُدَف کے سر باندھ دیا۔ بہر حال اکثر و بیشتر ماہرین متفق ہیں۔ کہ ان تعلیمات کا خالق حرَدُدَف ہی تھا کوئی اور نہیں۔ حرَدُدَف سے غلط طور پر منسوب کی جانے والی یہی نقل قدیم مصری طلباء کے پیش نظر رہی جنہوں نے بطور مشق وہ نقول تیار کیں جو آج ان تعلیمات کا ماخذ ہیں۔

اقوال کی دریافت حرَدُدَف کے اقوال یا حکیمانہ تعلیمات صدہا برس تک مصر میں بہت ہی مقبول اور معروف رہیں۔ اتنی اہم اور مقبول کہ حرَدُدَف کے کوئی تین سو برس بعد پتاح حُتُپ جیسے قدیم مصری دانشور نے بھی اس کی تعلیمات کے ایک ٹکڑے کا حوالہ دیا اور حرَدُدَف کے افکار بعد کے مصری ادب میں طویل عرصے تک بیان ہوتے رہے۔ اس کی موت کے ڈیڑھ ہزار برس بعد بھی اس کی تعلیمات اسکولوں کے نصاب میں داخل تھیں اور طلباء انہیں تحریری مشق کے طور پر بھی لکھا کرتے۔ چنانچہ اس کی تعلیمات کے جو ابتدائی چند ایک اقوال دستیاب ہوئے ہیں وہ طلباء کے ہاتھ کے ہی لکھے ہوئے ہیں۔ بہر حال اس کے اقوال پتھر کے ٹکڑوں (OSTRACA) اور ایک چوبی تختی پر لکھے ملے ہیں۔ ان میں سے دو مرقوم پتھر تو مصر کے قدیم دارالحکومت تِبۡسے (یونانی تلفظ تھیبس) کے کھنڈروں سے دستیاب ہوئے اور یہ رعمیسی دَور (RAMESSIDE-PERIOD) یعنی فراعنہ کے انیسویں خاندان (۱۳۲۲-۱۱۹۴ ق م) کے اواخر یا پھر بیسویں خاندان (۱۱۹۴-۱۰۰۰ ق م) کے اوائل میں کسی اسکول کے طالب علم یا طالب علموں نے لکھے تھے۔ جان۔ اے۔ ولسن کے خیال میں حرَدُدَف کے یہ اقوال ۱۲۵۰ ق م سے لے کر ۱۱۵۰ ق م کے بین بین کسی وقت لکھے گئے۔ ان نوشتوں کی یہ تحریری قدامت طرز تحریر کو دیکھ کر متعین کی گئی ہے۔ ویسے ان بچے کھچے اقوال کی زبان سے معلوم ہوتا ہے کہ حرَدُدَف کی تعلیمات پر مبنی جس تخلیق یا کتاب کا یہ دستیاب شدہ اقوال حصہ ہیں وہ بہت پہلے لکھی گئی تھی۔

گو موجودہ صورت میں حُرِدُدف کی تعلیمات محض چند اقوال کی صورت میں ہی دستیاب ہو سکی ہیں تاہم اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ حکیمانہ تعلیم پر مبنی حُرِدُدف کی کتاب خاصی طویل رہی ہوگی اور یہ بات عین ممکن ہے اور کم از کم مجھے یہ پوری پوری امید ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ یا شاید مکمل تعلیم پر مبنی کوئی نوشتہ کبھی نہ کبھی یقیناً مل جائے گا۔

اوّلین حکیمانہ تخلیقات

حُرِدُدف کے اقوال ایسی ادھوری اور اس قدر ناقص صورت میں دستیاب ہوئے ہیں کہ ان بچے کھچے اقوال کا صحیح صحیح ترجمہ کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ چنانچہ ان کا ترجمہ کسی حد تک شاید غیر یقینی سا ہی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ حُرِدُدف کی تعلیمات انتہائی مختصر اور ادھوری صورت میں ملی ہیں۔ تاہم محض چند اقوال پر مبنی اس اختصار اور ناقص صورت کے باوجود اس کی تعلیمات اس لحاظ سے بے حد اہم ہیں کہ یہ وہ تخلیق ہے جو مصر کے قدیم حکیمانہ ادب کی دو ایسی اوّلین یا سب سے پہلی تخلیقات میں شامل ہے جن کا ثبوت تحریری طور پر مل چکا ہے۔ گو ان دونوں کی موجودہ تحریری نقول ان کی تخلیق کے بعد کی ہیں۔ دوسری تخلیق "کائی رس کی تعلیمات" "دو کاگم نی کے لئے تعلیمات" پر مبنی ہے جو تخلیقی اور تحریری دونوں لحاظ سے حُرِدُدف کی تعلیمات سے بھی زیادہ قدیم ہے۔ حُرِدُدف کی تعلیمات کائی رس کی تعلیمات سے بس کچھ برس بعد تخلیق کی گئی تھیں۔ غالباً زیادہ سے زیادہ بھی کوئی چالیس پچاس برس بعد۔ کائی رس کی تعلیمات پر مشتمل موجودہ نسخہ اپنی تخلیق کے پانچ سو سو برس بعد کسی پرانے نسخے سے "پیپرس" پر نقل کر کے لکھا گیا تھا۔ اور حُرِدُدف کی تعلیمات طلباء کے ہاتھوں سنگین و چوبی الواح پر اپنی تخلیق ۱۰۰۰ ۲ ق م سے کوئی ڈیڑھ ہزار برس بعد ۱۱۹۰ ق م کے لگ بھگ نقل ہوئی تھیں۔

حُرِدُدف کے جو چند ایک اقوال ملے ہیں۔ اُن سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا زیادہ تر تعلق موت اور "دوسری زندگی" کی تیاریوں سے ہے اور ایسا ہونا بھی قدرتی تھا کیوں کہ حُرِدُدف نے جس زمانے میں اپنی تعلیمات تصنیف و تخلیق کیں یہ وہ زمانہ تھا جب دوسری زندگی کو زیادہ

سے زیادہ یقینی اور محفوظ بنانے کے لئے ہی عالیشان اور مستحکم مقبرے تعمیر کئے گئے اور یہ وہ زمانہ تھا جب خود حرددف کے فرعون باپ خُوفو نے مصر کا سب سے بڑا اہرم بنایا۔ دوسرا بڑا اہرم فرعون خضرا اور تیسرا فرعون منقورا نے تعمیر کیا۔

حرددف نے تعلیم دی کہ صاحب حیثیت آدمی کو اپنا گھر بسانا چاہیئے، بیٹے کے لئے مکان بنانا چاہیئے، ایسے پروہت کی خدمات حاصل کرنی چاہئیں جو مرنے کے بعد اس کے لئے مذہبی رسوم ادا کرتا ہے وہ پروہت بیٹے سے بھی زیادہ کارآمد ہوتا ہے۔ کیونکہ موت بہرحال تمام انسانوں کا آسمان ہوتی ہے ___

حرددف کا قول ہے۔

"موت تمام انسانوں کا آسمان ہوتی ہے"

شاید اس قول کا مطلب یہ ہے کہ سب لوگوں کو مرنے کے بعد آسمان پر جانا ہوتا ہے۔

حرددف کی تعلیمات کی نشاندہی سب سے پہلے ای۔ برنرٹراٹ (E-BRUNER-TRAUT) نے کی۔ اس سلسلے میں ٹراٹ نے چونے کے پتھر کے اس ٹکڑے کی طرف توجہ دلائی جو میونخ کے عجائب گھر میں رکھا تھا۔ اس کے مندرجات برنرٹراٹ نے ۱۹۴۰ء میں شائع کئے۔ پھر فرانسیسی محقق جارج پوسنر نے ۱۹۵۲ء میں حرددف کی دستیاب شدہ تعلیمات کا مختلف متبادل متونوں میں مطالعہ کیا۔

حرددف کی تعلیمات پر مبنی دریافت شدہ نقول اتنی ادھوری اور ایک دوسرے سے اتنی مختلف ہیں کہ ان کی عبارتوں کے مکمل اور یقینی معانی نہیں کئے جاسکتے۔

حُرَدِدَف کی تعلیمات

تخلیقی قدامت :۔ ۴۵۰۰ برس

تحریری قدامت :۔ ۳۱۰۰ برس

حُرَدُدَف کی تعلیمات کے مختلف ماہرین نے ترجمے کئے ہیں اور بعض صورتوں میں تو یہ خلاصے مختلف بھی ہیں۔ میں یہاں تین مختلف تراجم الگ الگ دے رہا ہوں۔

(۱)

تعلیمات کا آغاز جو موروثی شہزادے اور سردار، بادشاہ کے بیٹے حُرَدُدَف نے اپنے بیٹے اوئی بُرا کو دیں۔ جس نے اسے پرورش کیا۔ وہ کہتا ہے:

خود کو (اپنی) آنکھوں میں ملامت کر اور اس بات کا دھیان رکھ کہ دوسرا آدمی تجھے ملامت نہ کرنے پائے۔

اگر تو صاحب حیثیت ہے (تو) گھر بنا اور اپنے لئے صحت مند بیوی حاصل کر: تیرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔

تو اپنے بیٹے کے لئے ایک گھر بنا[1] — کیوں کہ میں نے تیرے لئے وہ جگہ[1] بنائی ہے جہاں تو رہتا ہے۔ قبرستان[2] میں اپنا گھر آراستہ کر اور مغرب میں اپنے لئے عمدہ جگہ[3] بنا۔ اس قول پر عمل کر کیونکہ موت ہمارے لئے تلخ ہے۔ اس قول پر عمل کر کیونکہ زندگی ہمارے لئے ارفع ہے۔ خانۂ مرگ[4] زندگی کے لئے ہے[5]۔

اپنے لئے ایک کھیت حاصل کر جس میں سیلابی[6] پانی آئے . . . . .

(۲)

خود کو (اپنی) آنکھوں کے سامنے پاک صاف کر: ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا تجھے پاک صاف کرے۔

ص۱:۔ وہ جگہ:۔ گھر یا مکان سے مراد ہے: یعنی حرددف نے اپنے بیٹے ادئی برا کے لئے مکان بنایا ہے

ص۲، ص۳:۔ قبرستان میں گھر اور مغرب میں جگہ سے مراد مقبرہ ہے مصری اپنے مرنے والوں کو مغرب کی سمت میں دفن کیا کرتے تھے ان کا خیال تھا کہ دوسری دنیا مغرب میں واقع ہے۔ صاحب حیثیت مصری اپنی "آئندہ زندگی" کو محفوظ، یقینی اور پرآسائش بنانے کے لئے اپنی زندگی ہی میں عالی شان اور اندر سے بہت ہی خوبصورت مقبرے بناتے تھے۔ دیواروں پر رنگین مصوری اور کندہ کاری کی جاتی۔ بے پناہ مال و دولت اور خوبصورت اشیا مُردے کے ساتھ مقبرے میں رکھی جاتیں: تزک و اختتام سے دفن ہونے کے لئے وہ اپنی زندگی ہی میں زبردست تیاریاں شروع کر دیتے تھے۔ ص۴ خانۂ مرگ:۔ مقبرے سے مراد ہے۔ ص۵:۔ اس فقرے کا مطلب یہ ہے کہ مقبرے میں جا کر انسان پھر زندہ ہو جائے گا۔ مصریوں کا عقیدہ تھا کہ مرنے والے کے لئے اگر ضروری اور شاندار رسوم ادا کی جائیں تو وہ مُردہ نہیں بلکہ زندہ رہتا تھا۔ ص۶ سیلابی پانی:۔ دریائے نیل میں ہر سال آنے والے سیلاب سے مُراد ہے۔ اس سیلاب سے مزروعہ زمینیں سیراب ہو کر سونا اگلتی تھیں۔ اور آج بھی اگلتی ہیں۔

جب تو خوشحال ہو جائے۔ اپنا گھر بنا۔ اپنے لئے محبت کرنے والی بیوی[۶] حاصل کر، تیرے ہاں بیٹا پیدا ہو گا۔

جب تو اپنے لئے مکان بناتا ہے (تو دراصل اپنے بیٹے کے لئے بناتا ہے۔

قبرستان میں اپنے لئے اچھا مسکن بنا۔ مغرب میں اپنے لئے عمدہ جگہ بنا، جان لے کہ موت ہمیں حقیر بنا دیتی ہے۔ مان لے کہ زندگی ہمیں سربلند کرتی ہے: "موت کا گھر[۸]" زندگی کے لئے ہے۔

اپنے لئے ہر سال خوب سیراب ہونے والے کھیت[۹] تلاش کر۔ اس کے[۱۰] لئے اپنے کھیتوں میں ایک قطعہ منتخب کر۔ وہ[۱۱] تجھے اپنے بیٹے سے زیادہ فائدہ پہنچاتا ہے۔ اسے اپنے (وارث) پر بھی ترجیح دے۔

(۳)

(میری ان) آنکھوں کے سامنے شیخی مت بگھار اور شیخی خورے سے گریز ——— کہ اگر تو ممتاز حیثیت کا مالک ہے، اور گھر بنا لینا ہے (تو) جذبات کے آدمی کی حیثیت سے اپنے لئے بیوی حاصل کر۔ اور تیرے ہاں بیٹا پیدا ہو گا۔

تجھے اپنے بیٹے کے لئے اپنا گھر اس جگہ کے اندر بنانا چاہیے جہاں تو رہتا ہے۔

ص۶ "محبت والی بیوی"۔ اصل عبارت میں "محبت والی بیوی" کے لئے مصری لفظ "حمت نبت اب" آیا ہے جس کے لفظی معنی ہیں "(خود) اپنے ہی، (دل کی محبوبہ عورت)"۔ ص۸ "موت کا گھر"۔ (خانۂ زیست) مقبرہ۔ ص۹ ہر سال سیراب ہونے والے کھیت: ایسے کھیت جو دریائے نیل میں ہر سال آنے والے سیلاب سے سیراب ہوتے تھے۔ ص۱۰ اس کے لئے: تجہیز و تکفین اور آخری تدفینی مذہبی رسوم ادا کرنے والے پروہت سے مراد ہے۔ مطلب یہ کہ اس پروہت کو خوب مراعات دینی چاہئیں، جاگیر وقف کرنی چاہیئے تاکہ وہ اس خدمت کے بدلے مرنے والے کے لئے تدفینی رسوم برابر اور باقاعدگی کے ساتھ ادا کرتا رہے۔ ص۱۱ وہ: مذہبی تدفینی رسوم ادا کرنے والا پجاری۔

قبرستان میں اپنے گھر کو مزین کر اور مغرب میں اپنی جگہ کو مالا مال کر۔ جو مر گیا ہے اس کی پذیرائی معمولی ہوتی ہے لیکن جو زندہ ہے اس کا خیر مقدم زیادہ ہوتا ہے[۱۲] اور تیرے خانۂ مرگ کے لئے زندگی مقدر ہو چکی ہے۔

تو کھیتوں کے لئے..... حاصل کر جو ..... سیراب ہونی چاہیئے۔

پتاح حوتپ کی تعلیمات

تخلیقی قدامت ۲۲۶۰ ق م
تحریری قدامت ۲۱۰۰ / ۲۰۰۰ ق م
اور تقریباً ۱۵۰۰ ق م

قدیم مصری دانشور پتاح حوتپ کی حکیمانہ تعلیمات پر مبنی اور قلم رو نشانی سے پرس پیپرس (PRISSE PAPYRUS) پر لکھی ہوئی سولہ صفحوں پر مشتمل دنیا کی یہ سب سے پہلی کتاب (۳۰۰۰ / ۲۱۰۰ برس قدیم) آج کل پیرس (BIBLOTHEEQUE NATIONALE PARIS) میں محفوظ ہے۔ اس انتہائی اہم پیپرس کا مکمل ذکر اور اہمیت میں نے زیر نظر کتاب میں شامل "کاگمنی کی تعلیمات" (کاگمنی کے لئے تعلیمات) کے ابتدائی حصے میں اجاگر کر دی ہے۔

پرس پیپرس (قرطاس پرس) پر در اصل دنیا کی دو سب سے قدیم کتابیں رقم ہیں۔ پہلی کتاب "کاگمنی کی تعلیمات" (کاگمنی کے لئے تعلیمات) اور دوسری کتاب پتاح حوتپ کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ دونوں کتابوں کے درمیان تریپن انچ (۵۳ انچ) یعنی کوئی ساڑھے چار فٹ طویل جگہ خالی ہے۔ اس ساڑھے چار فٹ کی جگہ میں، دونوں مذکورہ کتابوں کے درمیان، شاید ایک اور کتاب لکھی ہوئی تھی، جو بعد میں مٹا ڈالی گئی۔ اس طرح پرس پیپرس پر تین کتابیں لکھی گئی تھیں۔ کم از کم میرا خیال یہ ہے کہ مذکورہ خالی جگہ پر کاگمنی کے بعد اور پتاح حوتپ سے پہلے جو گذرنے

---

[۱۲] مفہوم غالباً یہ ہے مرنے والے مصری کے لئے اگر ضروری تدفینی رسوم ادا کر دی جائیں تو وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہی رہتا ہے۔ جرودت کی تعلیمات پر مبنی دریافت شدہ نقول اتنی ادھوری اور ایک دوسرے سے اتنی مختلف ہیں کہ ان کی عبارتوں کے مکمل اور یقینی معانی نہیں کئے جا سکتے۔

والے عظیم مصری دانشور حَرَدَدَت کی کتاب لکھی گئی تھی یا ہو سکتا ہے کہ دُنیا کے پہلے معلوم دانشور اِم ہُوتپ کی حکیمانہ کتاب لکھی گئی ہو۔ ان میں سے جو بھی رقم کی گئی ہو نامعلوم وجوہ کی بناء پر بعد میں وہ مٹا کر رکھ دی گئی۔

وہ کون تھا؟

پرس پیپرس پر لکھی ہوئی دوسری کتاب کی ابتدائی سطور سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف ممتاز و مشہور دانشور پتاح ہُوتپ تھا اور وہ فراعنۂ مصر کے پانچویں خاندان (۲۴۹۴/۲۳۴۵ ق م) کے فرعون اُزیزیؔ کا وزیر تھا۔ ازیزی کو اِیسیسی، اُستا اور اسوسی بھی لکھا جاتا ہے۔ ابتدائی سطور سے ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پتاح ہُوتپ نے اسی فرعون کی اجازت سے اپنے بیٹے یا پھر اپنے کسی نوجوان شاگرد کو منتخب کر کے اسے حکیمانہ تعلیم دی اور گذرے زمانوں کے دانشوروں کے اقوال اور پند و نصائح سے بھی آگہی بخشی۔

فرعون ازیزی نے کوئی چوالیس برس حکومت کی۔ اس کے بعد پانچویں خاندان کا بس ایک اور فرعون ہوا تھا جس کا نام اُناس تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ فرعون ازیزی کے ایک وزیر کا نام پتاح حوتپ تھا۔ ———— وزیر پتاح ہُوتپ کا مقبرہ قاہرہ کے قریب قدیم قبرستان سقارہ سے مل چکا ہے۔

بعض محققین کا کہنا ہے کہ اس بات کا کوئی حتمی اور ٹھوس ثبوت موجود نہیں کہ یہ تصنیف اسی پتاح ہُوتپ کی ہے جو فرعون اُزیزی کا وزیر تھا۔ ازیزی کے دور کے لگ بھگ پتاح ہُوتپ نام کے کئی وزیر ہو گذرے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ان تعلیمات کا خالق فرعون ازیزی کا وزیر پتاح ہُوتپ ہی تھا۔ میں کہتا ہوں کہ آخر ازیزی کے وزیر پتاح ہُوتپ کا یہ دعویٰ ہم کیوں نہ صحیح مان لیں جو اس نے اپنی اس کتاب کے شروع میں کیا ہے۔ کہ اس نے فرعون کی اجازت سے یہ تعلیمات دیں۔ پھر یہ کہ پتاح ہُوتپ نام کے جتنے بھی وزیر گذرے ہوں ان میں سب سے زیادہ مشہور ازیزی کا وزیر پتاح حوتپ ہی تھا۔ اور جس کا مقبرہ بھی مل چکا ہے۔

پتاح ہُوتپ کا شمار مصرِ قدیم کے ان چار اوّلین دانشوروں میں کیا جا سکتا ہے۔ جن کے

نام تحریری طور پر تا حال معلوم ہو سکے ہیں۔ یعنی بالترتیب ام حوتپ (۲۶۸۰ ق م یعنی ۴۶۸۰ برس قبل) کائی رس (تقریباً ۲۶۲۵ ق م یعنی ۴۶۲۵ برس قبل)، حُرددف (تقریباً ۲۵۰۰ ق م یعنی ۴۵۰۰ برس قبل) اور خود تپاح حوتپ (تقریباً ۲۳۶۰ ق م یعنی ۴۳۶۰ برس قبل)۔ وہ اوّل الذکر تینوں دانشوروں اور مبلغین اخلاق کے بعد پیدا ہوا تھا اور قدیم مصری دار الحکومت مَن نوفر (یونانی تلفظ ممفس) کا باشندہ تھا یا اگر وہاں کا رہنے والا نہیں تھا، تو وہاں یعنی دار الحکومت میں رہتا ضرور تھا۔ وہ اس لحاظ سے دنیا کا سب سے پہلا فرزانہ، دانا و بینا اور مبلغ اخلاق ہے جس کی حکیمانہ اور اخلاقی تعلیمات تحریری طور پر اس قدر تفصیل کے ساتھ مِل چکی ہیں۔ ابتدائیہ اور اختتامیہ کو چھوڑ کر ان کی تعلیمات یا اقوال کی تعداد سینتیس (۳۷) بنتی ہے ان میں مختصر مختصر اقوال بھی ہیں۔ اور نسبتاً طویل بھی۔ یہ تعداد ان اقوال کی ہے جو موجودہ صورت میں "پرس پیپرس" پر لکھے ہوئے ہیں ہو سکتا ہے کہ اصل میں یہ اقوال زیادہ تعداد میں رہے ہوں۔ کیونکہ "پرس پیپرس" تپاح حوتپ کا ہم عصر نسخہ نہیں ہے بلکہ اس کے خاصا بعد کا ہے۔ چنانچہ عین ممکن ہے کہ ۲۰۰۰ ق م یا ۲۱۰۰ ق م یعنی چار ہزار یا چار ہزار ایک سو برس قبل تک آتے آتے اس کے کچھ اقوال حذف یا کم کر دیئے گئے ہوں۔

دنیا کی سب سے پہلی کتاب کی اہمیت

کوئی شبہ نہیں کہ تپاح حوتپ کی یہ کتاب یا تصنیف عالمی لٹریچر میں اہم مقام کی حامل ہے اور گرفتھ (GRIFFITH) نے تو اسے دنیا کے بہترین ادب میں جگہ دی ہے۔ تپاح حوتپ کی یہ تعلیمات مصر کے قدیم حکیمانہ ادب میں اپنی نوعیت کی بہترین تعلیمات سمجھی گئی ہیں۔

تپاح حوتپ کی اس تصنیف کی کئی لحاظ سے بہت اہمیت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تپاح حوتپ کی یہ تخلیق ایک طویل روایت کی پیداوار ہے اس دانشور سے پہلے ام حوتپ، کائی رس، حُرددف اور بہت سے نامعلوم قدیم مصری دانشور خاصی مدت تک حکیمانہ ادب تخلیق کر کے اس سلسلے میں ایک ٹھوس اور صحت مند روایت قائم کر چکے تھے۔ تپاح حوتپ نے اپنی اس تصنیف میں پیشرو دانشوروں

کے اقوال کا ذکر کیا۔ ان پر اس نے اظہارِ خیال کیا اور پھر مصری حکیمانہ ادب کی طویل تخلیقی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے کامیابی سے آگے بڑھایا اور کوئی شبہ نہیں کہ یہ کتاب "تپاح حوتپ" کی عالمانہ، نتائج کن اور طویل تصنیف ہے۔

میرے نزدیک اس تصنیف کی سب سے اہم اور نمایاں اہمیت یہ ہے کہ قلم روشنائی سے لکھی ہوئی یہ دنیا کی سب سے پہلی یا قدیم ترین مکمل کتاب ہے۔ تخلیقی اور تحریری لحاظ سے "کائی رس کی تعلیمات" "کاگم نی کے لئے تعلیمات"، اور "تپاح حوتپ کی تعلیمات" پر مشتمل دو مصری کتابیں تاحال دنیا میں سب سے قدیم ہیں، یعنی یہ چار ہزار ایک سو برس یا پھر چار ہزار برس پرانی ہیں۔ یہ دونوں ایک ہی قرطاس (پیپرس) لکھی ہوئی ہیں، جسے پریس پیپرس کہا جاتا ہے۔ قدامت کے لحاظ سے ان دونوں کتابوں کی اولیت وغیرہ پر میں "کائی رس کی تعلیمات" "کاگم نی کے لئے تعلیمات" کے ابتدائی حصے میں تفصیل سے بات کر چکا ہوں ——— تپاح حوتپ کی اس تصنیف کی ایک اور اہمیت یہ ہے کہ دنیا کی سب سے قدیم مکمل کتاب تو خیر یہ ہے ہی، اس لحاظ سے بھی یہ دنیا کی اوّلین کتاب ہے کہ اس میں اخلاقیات کو پیشِ نظر رکھ کر ضمیر کی بات کی گئی ہے۔ ایک اور اہمیت اس کی یہ کہ حکیمانہ ادب پر مبنی دنیا میں سب سے پہلی ایسی کتاب یا تصنیف ہے جو مکمل صورت میں مل چکی ہے اس کی یہ اہمیت بھی کیا کم ہے کہ مصری تاریخ کے قدیم بادشاہی دور (۲۶۸۶/۲۱۸۱ ق م) کی یہ واحد ادبی تخلیق ہے۔ جو اپنی نوعیت کی سب سے طویل تخلیق ہے اور اپنے دور سے تعلق رکھنے والی صرف یہی ایک ایسی تحریر ہے جو مکمل صورت میں ہم تک پہنچ سکی ہے۔ گو تحریری لحاظ سے یہ اپنی تخلیق کے اڑھائی سو یا پھر ساڑھے تین سو برس بعد کی ہے۔ یعنی اس تصنیف کا موجودہ قدیم ترین نسخہ، آج سے چار ہزار (۲۰۰۰ ق م) یا پھر چار ہزار ایک سو برس (۲۱۰۰ ق م) پہلے کا ہے۔ مگر اس کی تخلیق اب سے کوئی چار ہزار تین سو ساٹھ برس قبل (۲۳۶۰ ق م) ہوئی تھی ——— تپاح حوتپ کی اس تخلیق کی بہت زیادہ اہمیت یوں بھی ہے کہ اس سے کوئی ساڑھے چار ہزار برس قبل کے گھریلو اور معاشرتی حالات پر گہری روشنی پڑتی ہے ——— قدیم مصری لٹریچر میں اخلاقی و اصلاحی ادب

حکیمانہ ادب کو بہت ہی زیادہ اہمیت حاصل رہی۔ مصریوں کی طویل پرانی تاریخ کے تقریباً ہر عہد سے متعلق اس قسم کا ادب دستیاب ہو چکا ہے اور نسبتاً زیادہ قدیم جتنا بھی حکیمانہ ادب ملا ہے اس میں تپاح حوتپ کی کتاب کی سب سے نمایاں اور مخصوص حیثیت ہے اور یہ مصریوں کے دستیاب شدہ تمام تر حکیمانہ ادب میں سب سے مشہور اور اہم اوّلین تصنیف ہے۔ بعض موضوع اور عنوان ایسے ہیں جو تپاح حوتپ کی تعلیمات میں بار بار آئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اقوال کی مصری اقدار میں بہت اہمیت تھی اور اس کتاب کی ایک اور اہمیت یہ ہے کہ مصریوں کے ہاں یہ تعلیمات بہت مقبول رہیں۔ دراصل قدیم مصریوں کے ہاں حکیمانہ باتیں اور حکیمانہ ادب بہت ہی مقبول تھا اور یہ تصنیف قدیم مصری حکیمانہ ادب کی ایک نہایت عمدہ مثال ہے۔ تپاح حوتپ کی ان تعلیمات کی اہمیت اور مصریوں میں مقبولیت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ مصری تحریروں میں اس کے اقوال کا باقاعدہ تحریری حوالہ دیا جاتا تھا۔ مثلاً فراعنہ کے اٹھارھویں خاندان (۱۵۷۵/۱۳۰۸ ق م) کے دورِ حکومت کا آمن ام حت نامی ایک شخص اپنے اور اپنے سے برتر شخص کے بارے میں بات کرتے ہوئے لکھتا ہے: "میں نے اس کی طرف بار بار اپنی نظریں اٹھائیں، جب اس نے مجھ سے بات کی، میں نے اپنا منہ نیچے جھکا لیا ــــــ" آمن ام حت نے یہاں دراصل تپاح حوتپ کے ساتویں قول "یا تعلیم" کے حوالے سے بات کی ہے۔ فراعنہ کے بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کے فرعون سن اُسرت سوم (۱۸۴۳/۱۸۷۸ ق م) کی نوبیا کی فتح کے بارے میں ایک یادگاری پتھر پر قصیدہ کندہ ہے۔ یہ پتھر آج کل برلن میوزیم میں ہے۔ اس عبارت میں یہ بھی لکھا ہے ــــــ "وہ تیرا بیٹا نہیں ہے، تجھ سے پیدا نہیں ہوا" ــــــ یہ حوالہ دراصل تپاح حوتپ کے بارھویں قول یا تعلیم سے اخذ کر کے مذکورہ یادگاری پتھر پر کندہ قصیدے میں شامل کیا گیا ہے۔ بہرحال تپاح حوتپ کے اقوال اور کتاب مصریوں میں کم از کم ایک ہزار برس تک مقبول رہی۔

تپاح حوتپ کی اس تصنیف کی ایک اہمیت یوں بھی بنتی ہے کہ اس کے متوازن د

موزوں خیالات اور جملے پڑھ کر بائبل میں شامل اسرائیلی "عہد نامہ قدیم" کی عبرانی شاعری یاد آ جاتی ہے ———— اور مصری دانشور تپاح حوتپ کا یہ منظوم ادب پارہ عمدہ ترین عبرانی شاعری کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے، حالانکہ یہ مصری تخلیق اسرائیلی تخلیقات سے کم از کم ڈیڑھ ہزار برس پہلے کی ہے۔

تپاح حوتپ کی اس تصنیف میں کئی پیرے ایسے ہیں جو بائبل میں حضرت سلیمانؑ اور بعض دوسروں سے منسوب "امثال" اور بائبل کی کتاب "واعظ" کے مندرجات سے بہت مشابہ ہیں۔

ادبی حیثیت

تپاح حوتپ کی اس تصنیف کی ادبی حیثیت کا جہاں تک سوال ہے، یہ خوبیوں سے عاری نہیں ہے۔ جرمن اسکالر ارمن نے تو اس کے ادبی اسلوب کو دل کش اور خوبصورت قرار دیا ہے۔ محققین نے اس کا اسلوب مختصر، جامع اور چبھتا ہوا قرار دیا ہے۔ الفاظ اور فقرے نیچرل ہیں تصنع سے پاک ———— ہیں۔ بعض محققین کے نزدیک زبان خاصی آسان، رواں اور سہل ہے اور جیسا کہ کہہ چکا ہوں کہ ان تعلیمات کو نہ صرف مصرِ قدیم کے حکیمانہ ادب کے میں اپنی نوعیت کی بہترین تعلیمات قرار دیا گیا ہے بلکہ اس تصنیف کو دنیا کے بہترین ادب میں جگہ دی گئی ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ تپاح حوتپ کی اخلاقی تعلیمات کا معیار بہت اونچا نہیں ہے اور ہم اسے عظیم مفکر اور دانشور کا درجہ نہ دیں تب بھی اس بات میں تو کوئی کلام ہی نہیں ہے کہ وہ اچھا مصنف ضرور تھا۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تپاح حوتپ کی یہ تصنیف قدیم مصر لٹریچر کی سب سے مکمل ادبی تحریروں میں سے ہے۔

نظرِ ثانی

تپاح حوتپ کی اس تصنیف کے مندرجات یا اس کی تعلیمات کا سمجھنا بہت ہی مشکل ہے چنانچہ ان کا ترجمہ کرنا کچھ ایسا آسان کام نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین کے تراجم ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ مس لختہائیم وغیرہ نے بہترین ترجمہ

وہ قرار دیا ہے جو محقق و مترجم "زابا" (ZABA) نے کیا ہے۔ اس کا نیا ایڈیشن ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا تھا جو مستند اور معیاری سمجھا جاتا ہے۔

بہر حال اس تصنیف کو سمجھنا کچھ آج ہمارے لئے ہی مشکل نہیں بلکہ خود قدیم مصری بھی اس مشکل کا شکار تھے اور اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ایک بار تو کوئی چار ہزار اور پھر ساڑھے تین ہزار برس قبل کے لگ بھگ تیاح حوتپ کی اس تخلیق کو نسبتاً قابلِ فہم بنایا گیا اور نظرِ ثانی کی گئی۔ اور ان تعلیمات کی نقول اس کے مرنے کے صدیوں بعد بھی تیار کی جاتی رہیں۔

بہر حال "وسطی بادشاہت" کے دور ۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م تک آتے آتے اس تصنیف کی دوبارہ تدوین کی گئی۔ از سرِ نو مدون کرنے کا مقصد بظاہر یہ تھا کہ اسے زیادہ سے زیادہ قابلِ فہم بنایا جائے تدوینِ نو کی صورت میں اسے اٹھارھویں خاندان ۱۵۷۵/۱۳۰۸ ق م کے زمانے میں بھی درسی کتاب کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا رہا۔ "جدید شہنشاہی" عہد کے مصریوں کے لیے خود بھی تیاح حوتپ کی تعلیمات کو پوری طرح سمجھنا محال تھا چنانچہ جدید شہنشاہی عہد میں اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن تیار کیا گیا۔ اس دوسرے ایڈیشن کی تیاری کے وقت اصل تصنیف میں کافی تصحیح کی گئی۔ یہ بعد کا تصحیح یا نظرِ ثانی شدہ ایڈیشن تیاح حوتپ کی تعلیمات پر مبنی "پرس پیپرس" پر لکھی ہوئی کتاب کو چھوڑ کر باقی سب نسخوں یا نقول کی نسبت زیادہ مکمل ہے اور برٹش میوزیم میں موجود ہے

متعدد نقول

تیاح حوتپ کی تعلیمات پر مبنی متعدد نقول یا نوشتے دریافت ہو چکے ہیں تاہم ان میں سے کوئی بھی "نسخہ" اس دانشور کے اپنے ہاتھ یا اس کے زمانے کے لکھا ہوا اب تک تو دریافت ہوا نہیں ہے۔ اس نوشتوں میں چار زیادہ قابلِ ذکر ہیں چاروں میں سے تین نقول تو پیپرس (PAPYRI) پر باقاعدہ قلم اور روشنائی سے لکھی ہوئی ہیں اور چوتھا نوشتہ چونے کے پتھر کی ایک لوح پر تحریر ہے۔ لیکن اس تختی پر تعلیمات کا صرف ابتدائی حصہ لکھا ہوا ہے۔

مکمل نسخہ تپاح حوتپ کی تعلیمات پر مبنی سب سے قدیم اور مکمل نسخہ یا کتاب وہ ہے جو پریس پیپرس پر لکھی ہوئی ہے۔ دُنیا کی قدیم ترین کتاب پر مبنی یہ اہم پیپرس آج کل پیرس (BIBLIOTHEQUE NATIONALE PARIS) میں محفوظ ہے۔ تاریخ انسانی کی سب سے پہلی سولہ صفحات پر مشتمل یہ موجودہ کتاب تپاح حوتپ کی تعلیمات پر مشتمل ملنے والی تمام نقول میں نہ صرف سب سے قدیم ہے بلکہ سب سے زیادہ قابلِ اعتماد اور مستند بھی ہے۔ اور اس کے مندرجات باقی نوشتوں سے بہت مختلف بھی ہیں۔ بہر حال اس اولین نسخے پر تپاح حوتپ کی تعلیمات مکمل حالت میں لکھی گئی ہیں۔

"قرطاس پرس" (پرس پیپرس) پر تپاح حوتپ کی یہ تصنیف وسطی بادشاہت (۲۱۳۳ ق م) کے آغاز یعنی فراعنہ کے گیارھویں خاندان ($\frac{۲۱۳۳}{۱۹۹۱}$ ق م) کے زمانے میں ۲۱۰۰ ق م یا پھر بارھویں خاندان ($\frac{۱۹۹۱}{۱۷۸۶}$ ق م) کے اوائل یعنی کوئی ۲۰۰۰ قبل مسیح میں رقم کی گئی تھی۔ گویا یہ کتاب اب سے چار ہزار ایک سو یا پھر چار ہزار برس پہلے لکھی گئی تھی۔

"پرس پیپرس" پر لکھی ہوئی تپاح حوتپ کی اس کتاب کے لگ بھگ قدیم الہٰی تعلیمات پر مبنی ایک اور تحریر مل چکی ہے جو برٹش میوزیم لندن میں ہے لیکن یہ پیپرس بہت شکستہ حالت میں ہونے کی وجہ سے متن نامکمل اور ناقص ہے۔

تپاح حوتپ کی تعلیمات پر مبنی بعد کے دور کے کئی ناقص اور ادھورے نوشتے ملے ہیں۔ جو فراعنہ کے اٹھارھویں خاندان ($\frac{۱۵۷۵}{۱۳۰۸}$ ق م) کے زمانے میں لکھے گئے تھے یہ سب برٹش میوزیم میں رکھے ہیں۔ اور ان کے نمبر ۱۰۲۳۷، ۱۰۴۳۵ اور ۱۰۵۰۹ ہیں۔ اس کے علاوہ تپاح حوتپ کی تعلیمات کے کچھ حصے پتھر کی ایک لوح پر لکھے دستیاب ہوئے ہیں۔ اس لوح کو کرنارون لوح نمبر ا (CARNARVON TABLET-I) کا نام دیا گیا ہے۔ یہ آج کل قاہرہ کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ مذکورہ لوح مصر کے قدیم دارالحکومت تھیبے (یونانی تلفظ تھیبیس) سے ملی تھی۔ اور یہ جدید شہنشاہی عہد ($\frac{۱۵۷۵}{۱۰۸۷}$ ق م) میں کسی وقت لکھی گئی تھی۔ بس تختی کے ایک

جانب غیر ملکی حکمرانوں ہائیکسوس کے خلاف مصریوں کی جنگ آزادی پر مبنی تحریر ہے اور دوسری طرف تپاح حوتپ کے اقوال لکھے ہوئے ہیں۔

مصنّف کون؟ کائی رِس اور حرددف کی تعلیمات کی طرح تپاح حوتپ کی تعلیمات کے بارے میں بھی بعض ماہرینِ مصریات کا خیال ہے کہ یہ اس کی تخلیق نہیں ہیں، بلکہ ان کا خالق یا مصنف کوئی اور تھا تپاح حوتپ نہیں، البس منشیوں نے بعد کے زمانوں میں اس کی نئی نقول تیار کرتے وقت تپاح حوتپ سے یونہی منسوب کر دیا۔ ان محققین کے لئے یہ بات بھی قابلِ قبول نہیں ہے کہ تپاح حوتپ کی تعلیمات پانچویں خاندان (۲۴۹۴/۲۳۴۵ ق م) کے زمانے میں تخلیق ہوئی تھیں، ان کا خیال یہ ہے کہ یہ دراصل فراعنہ کے چھٹے خاندان کے دورِ حکومت ۲۳۴۵/۲۱۸۱ ق م کی تخلیق ہیں اور اس خیال کے حق میں ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ یہ تعلیمات چھٹے خاندان کے دور میں کندہ کی جانے والی تحریروں کی طرح ہی پُرگوئی یا تفصیل کی آئینہ دار ہیں۔ ماہرین جن میں مس میریم لحتہ ہائیم پیش پیش ہیں، اپنے خیال کی تقویت میں یہ بھی کہتے ہیں کہ تپاح حوتپ کی تعلیمات میں اُنہی اخلاقی اقدار کی تعلیم دی گئی ہے جو چھٹے خاندان کے زمانے کے نجی مقبروں میں کندہ کی جانے والی سوانح عمریوں میں ملتی ہیں ــــــــ

یہ ٹھیک ہے کہ تا حال فراعنہ کے پانچویں خاندان کے دورِ حکومت کی ایسی قابلِ ذکر تحریریں اب تک مل نہیں سکی ہیں، جن کا دامن چھٹے خاندان کی تحریروں اور تپاح حوتپ کی تعلیمات کی طرح پُرگوئی سے معمور ہو اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ تپاح حوتپ کی تعلیمات میں انہی اخلاقی اقدار کی تلقین ملتی ہے جو چھٹے خاندان کے عہد کے امراء وغیرہ کے مقبروں میں کندہ کی جانے والی سوانح عمریوں کی خصوصیت ہے مگر میرے نزدیک اس سے یہ تو ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ پانچویں خاندان کے زمانے میں پُرگوئی اور تفصیل لئے ہوئے تحریریں سرے لکھی ہی نہیں گئی تھیں اور پانچویں خاندان کے خاندان کے عہد میں وہ اخلاقی اقدار یکسر مفقود تھیں۔ جو چھٹے خاندان کے دور میں رچی بسی تھیں، پھر آخر یہ بھی کیوں فرض کر لیا جائے کہ آئندہ پانچویں خاندان کے ایسے نوشتے دستیاب

ہوں گے ہی نہیں جن میں چھٹے خاندان کی تحریروں کی سی بزرگوئی سمائی ہوئی ہو، اور جو اپنی اخلاقی اقدار کی عکاس ہوں جو چھٹے خاندان کی سوانحی عمریوں سے آشکارا ہیں۔ کم از کم مجھے تو یقین ہے کہ پانچویں خاندان کی اس قسم کی تحریریں یقیناً دستیاب ہو جائیں گی۔

رہی یہ بات کہ ان تعلیمات کا مصنف تیاح حوتپ نہیں بلکہ کوئی اور تھا؟ آخر ان کا خالق تیاح حوتپ ہی کیوں نہ ہو۔ خصوصاً اس صورت میں کہ بعد کے دوسرے مصری نوشتوں میں نہ صرف اس کا نام ہی ملتا ہے بلکہ ان میں تو اسے صاحبِ تصنیف بھی کہا گیا ہے۔

سینتیس اقوال

"پرس پیپرس" پر رقم تیاح حوتپ کی یہ تخلیق سینتیس (۳۷) اقوال یا تعلیمات پر مبنی ہے۔ اس کا ابتدائیہ (Prologue) بھی ہے اور اختتامیہ (Epilogue) بھی۔ اس طرح پرس پیپرس کا نسخہ بالکل مکمل ہے اور یہ اپنے مندرجات کے لحاظ سے بھی باقی تین نوشتوں سے خاصا مختلف بھی ہے۔ ہر قول ایک وحدت یا اکائی کی صورت میں ہے، اور ہر قول میں کئی کئی فقرے ہیں۔ مثلاً یہ اقوال کم از کم چار فقروں پر بھی مشتمل ہیں اور ان سے زیادہ فقروں پر بھی۔ بارہ فقرے بھی ہیں مگر بارہ سے زیادہ فقروں پر مبنی اقوال شاذ ہی ہیں

ان تعلیمات میں قول نمبر ۲ سے لے کر قول نمبر ۴ تک تین مسلسل اقوال کی ایک مثال ایسی بھی ہے جن میں تسلسل کے ساتھ ایک ہی موضوع کو آگے بڑھایا گیا ہے۔ اس طرح تین اقوال پر مبنی یہ موضوعاتی تسلسل ایک وسیع تر اکائی یا وحدت کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

تعلیمات کی نوعیت

یہ تصنیف یا تخلیق اچھے، پسندیدہ، شائستہ اور نستعلیق چال چلن کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ خود تیاح حوتپ نے اس کتاب کی تصنیف کا مقصد یہ بتایا ہے کہ وہ نادانوں کو اچھی باتیں سمجھانا چاہتا ہے۔ تاکہ ان پر عمل کرنے والے کامیاب زندگی بسر کریں، لیکن خلاف ورزی کرنے والے سراسر گھاٹے میں رہیں گے ــــ تیاح حوتپ کی اس تخلیق کو ہم کتاب الاخلاق ، کتاب الآداب، کہہ سکتے ہیں۔

تیاح حوتپ کی تعلیمات کے دو بنیادی مقصد یہ بھی تھے ایک تو یہ کہ طالب علموں کو طور

طریقوں، آداب اور اخلاق حسنہ کے ساتھ ساتھ انتظام و انصرام کے سلسلے میں دانشمندانہ طرز عمل کی تعلیم دیجائے اور دوسرے یہ کہ یہ تعلیمات طلباء کے لئے خیالات کے مناسب اظہار کا نمونہ نہیں تاکہ وہ آگے چل کر آداب گفتگو اگفتار کے فن میں طاق اور ماہر ہوجائیں اور اپنے خیالات کا اظہار ایسی منتخب زبان میں کریں جو کسی بھی سرکاری ملازم یا عہدے دار کے شایان شان ہو۔ وہ اس دتیاج حُوتُپ اکے سکھائے ہوئے طرز عمل اور رویوں پر چل کر کامیاب سرکاری حاکم بن سکیں

تیاج حُوتُپ کی سینتیس تعلیمات یا اقوال پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالی جائے تو انہیں ایک جامع اخلاقی ضابطہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ نہ ہی یہ منطقی لحاظ سے یکجا مربوط ہیں۔ تاہم یہ اقوال انسانی رشتوں یا تعلقات کے اہم پہلوؤں کے متعلق ضرور ہیں اور بنیادی اچھائیوں یا اہم اقدار پر مرکوز ہیں۔ تیاج حُوتُپ کے مطابق ایہ بنیادی اچھائیاں یا اوصاف حسنہ ہیں ضبط نفس، میانہ روی، مہربانی وشفقت، کریم النفسی، سخاوت، شعور آمیز راست گوئی اور عدل و انصاف۔ ان مذکورہ اقدار پر تعلیمات پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔ تعلیمات کی رو سے انسان کو ہر شخص کے ساتھ یکساں طور پر ان اوصاف اور خوبیوں سے پیش آنا چاہیئے۔

تعلیمات کا بنیادی مقصد مملکت یا حکومت کے اعلےٰ عہدیداروں کو مناسب اخلاقی تعلیم و تربیت دے کر انہیں موزوں سانچے میں ڈھالنا تھا، یہی وجہ ہے کہ یہ تعلیمات زیادہ تر درباری اور مجلسی آداب کے معیار اور اصول؛ فرمانبرداری؛ اپنے سے بڑوں کی فرمانبرداری؛ اپنے ہم مرتبہ اور کم تروں کے ساتھ برتاؤ، انصاف کرنے اور احکام دینے کے طریقوں کی حامل ہیں۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ تعلیمات سرکاری ملازمین، سفیروں اور سربرآوردہ لوگوں کے کردار یا طرز عمل، آداب طعام و محفل، والدین، بیوی بچوں، رشتے داروں، دوستوں اور شادی شدہ تعلقات کے بارے میں ہیں۔ تیاج حُوتُپ نے اپنی تعلیمات میں عملی درس دیتے ہوئے بتایا ہے کہ انسان خصوصاً سرکاری ملازم کو کس قسم کا طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے کہ وہ زندگی میں کامیاب ہو اور لوگ اس کی عزت کریں۔ اس نے ان تعلیمات میں رسم و رواج کی توقیر و احترام پر بہت زور دیا ہے

اس نے اپنی ان تعلیمات میں اچھے سمجھاؤ کے ساتھ شیریں بیانی کے فن پر بھی زور دیا ہے۔
——— اور شیریں بیانی ایک ایسی خصوصیت اور خوبی تھی جو قدیم مصریوں کو بہت پسند تھی۔ تپاح حُوتُپ نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ خوش گفتاری انسان کے لئے کتنی سُود مند ہوتی ہے اس نے بتایا ہے کہ کب اور کس موقع پر خاموش رہنا چاہیئے۔ اور اس نے خاموشی یا کم گوئی کی تلقین کی ہے۔ قدیم مصریوں کے نزدیک "فنِ سماعت" اور فنِ گویائی" میں چولی دامن کا ساتھ تھا، جو سنتا جاتا تھا، وہ علم حاصل کر لیتا تھا، وہ اطاعت شعار ہو جاتا تھا اور پند و نصائح یا "تعلیمات" پر بھی عمل کرتا تھا۔

تپاح حُوتُپ کی پوری تعلیمات میں عسکری اہلیت یا خوبی کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس مصری دانشور کے نزدیک ایک مثالی انسان وہ ہے جو امن و سلامتی کا پیامبر ہو۔

تپاح حُوتُپ کی ان تعلیمات کی نوعیت "عملی نصائح" کی ہے اور ان تعلیمات میں مذہب کا کوئی قابلِ ذکر کردار یا عمل دخل نہیں ہے، جبکہ بیشتر مصری دانشوروں کی "تعلیمات" کا لہجہ نسبتاً زیادہ اخلاقی اور مذہبی رہا ——— اس نے جہاں 'خُدا'، دیوتا، کا ذکر کیا ہے وہاں 'خُدا' سے اس کی مُراد عام طور پر فرعون سے ہے اور 'خُدا' کی بات کرتے ہوئے اس کے ذہن میں اکثر و بیشتر فرعون کی ذات رہتی تھی ——— بہرحال لفظ 'خُدا'، نہ صرف تپاح حُوتُپ کی تعلیمات بلکہ تمام قدیم مصری دانشوروں کی تعلیمات میں مختلف معنوں میں آیا ہے مثلاً کہیں تو خدائے برتر و خالق کے لئے، کہیں فرعون کے لئے اور کہیں مقامی دیوتا کے لئے۔

ان تعلیمات کا ایک نکتہ بہت ہی قابلِ غور اور خاص طور پر قابلِ ذکر ہے اور وہ یہ کہ اس تصنیف کی رُو سے یہ تعلیمات تپاح حُوتُپ نامی وزیر نے اپنے بیٹے کو دیتا ہے۔ اس بیٹے کو آگے چل کر وزیر بننا ہے گویا یہ تعلیمات ایک وزیر نے مستقبل کے وزیر کو دیں۔ ان تعلیمات یا اقوال کی تعداد سینتیس ہے۔ مگر حیران کن بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی تعلیم ایسی نہیں ہے، جو وزارت سے متعلق ہو، چنانچہ یہ بات واقعی حیران کن ہے کہ ان پوری تعلیمات میں وزیر

اور منصبِ وزارت کے بارے میں براہِ راست کچھ نہیں بتایا گیا، کچھ نہیں سکھایا گیا، کوئی رہنمائی نہیں کی گئی خصوصاً اس صورت میں کہ یہ تعلیمات ایک ایسے وزیر کی ہیں جو بظاہر ملک (مصر) کے اعلیٰ ترین منصب یعنی وزارت کے بارے میں اپنے بیٹے کو تعلیم دینا چاہتا تھا۔ درحقیقت یہ اقوال دانش یا تعلیمات اس دور کے اعلیٰ طبقے کے "نظریۂ عملیت" پر مبنی عقل و دانش کی آئینہ دار ہیں اور ان سے ایک ایسے اخلاقی ضابطے کی عکاسی ہوتی ہے۔ جو مصری تاریخ کے "قدیم بادشاہی دور" (۲۶۸۶ — ۲۱۸۱ ق م) کے شرفاء کے شایانِ شان، حسبِ حال اور ان کے لئے موزوں و مناسب تھا ـــــــ

ترجمہ تپاح حوتپ کی تعلیمات کا مکمل ترجمہ دیتے وقت میں نے یہاں صرف "پرس پیپرس" کے بہت سے انگریزی تراجم کو پیش نظر رکھا ہے، البتہ حواشی میں دیگر قدیم نوشتوں کے تراجم کے بھی جابجا حوالے دیئے گئے ہیں۔ مختصر یہ کہ میں یہاں تپاح حوتپ کی ان کی مکمل تعلیمات کا ترجمہ دے رہا ہوں جو قدیم ترین نوشتے ـــــــ 'پرس پیپرس' ـــــــ پر مرقوم ملی ہیں۔ البتہ آخر میں کچھ ایسے اقوال کا ترجمہ بھی دے دیا ہے جو 'پرس پیپرس' سے بعد کے 'نسخوں' پر لکھے ملے ہیں ـــــــ

تپاح حوتپ کی تعلیمات

تخلیقی قدامت:۔ ۴۳۶۰ برس

تحریری قدامت:۔ ۴۱۰۰ یا ۴۰۰۰ برس

بادشاہ سلامت: بالائی اور زیریں[1] مصر کے بادشاہ اَزیزی[2] کے! ــــــ وہ ہمیشہ[3] اور ہمیشہ زندہ ہے! ــــــ وزیر اور دار الحکومت کے عامل تپاح حوتپ کی تعلیمات۔

دار الحکومت کے عامل[4] اور وزیر تپاح حوتپ نے کہا:۔

اے شہنشاہ! میرے آقا! نقاہت ظہور پذیر ہو گئی ہے۔ بڑھاپا نازل ہو گیا ہے۔ آلام نے آن گھیرا ہے۔ کمزوری عود کر آئی ہے۔ اور وہ[5] ہر روز بے کلی سے آرام کرتا ہے۔ آنکھیں دھندلا

---

[1]:۔ بالائی اور زیریں مصر:۔ جنوبی (بالائی) اور شمالی (زیریں)۔ ڈیلٹائی مصر۔ [2]:۔ اَزیزی:۔ فراعنہ کے پانچویں خاندان (۲۴۱۴/۲۳۴۵ ق م) کے اس فرعون کا نام ازیزی کے علاوہ اَیسی، اِستی اور اَستا بھی پڑھا گیا ہے۔ [3]:۔ وہ:۔ فرعون ازیزی [4]:۔ عامل:۔ رئیس بلدیہ (میئر) بھی ترجمہ کیا گیا ہے [5]:۔ وہ:۔ خود تپاح حوتپ سے مراد ہے، جو بڑھاپے کا شکار ہے۔

گئی ہیں. کان بہرے ہو گئے ہیں. میری واماندگی کے سبب توانائی ختم ہو رہی ہے. منہ چپ ہے. اور بول نہیں سکتا. یادداشت ختم ہو گئی ہے اور کل[6] کو بھی یاد نہیں کر سکتی. ساری ہڈیاں دکھتی ہیں اچھائی بُرائی بن گئی ہے. سارا ذائقہ[7] جاتا رہا. ناک[8] رک گئی ہے اور سانس نہیں لے سکتی. کھڑا ہونا اور بیٹھنا دوبھر ہو گیا ہے اور بڑھاپا انسانوں کے ساتھ جو کچھ کرتا ہے. ہر لحاظ سے برا ہے[9]. اپنے ادنیٰ خادم[10] کو بڑھاپے کے لئے ایک عصا[11] مقرر کرنے کی اجازت دے. تب میں اُسے منصفوں[12] کے اقوال سناؤں گا، اُن لوگوں کے مشورے (سناؤں گا) جو پچھلے زمانے میں ہو گذرے ہیں، جنہوں نے ماضی میں دیوتاؤں کی اطاعت کی[13]. تب تیرے لئے (بھی)، اسی طرح کیا جائے

ص۶ :- کل :- گذری ہوئی کل کے واقعات اور باتیں. ص۷ :- ذائقہ :- کھانے کا مزہ. ص۸ :- ناک :- قدیم مصری ناک کو زندگی کا اصل مقام خیال کرتے تھے. ص۹ اس آخری فقرے میں دانشور تپاح حُوتپ نے بڑھاپے کی تمام بُرائیاں اور مصائب سمیٹ کر رکھ دیئے ہیں. یعنی بڑھاپا ہر لحاظ سے مصیبت ہی مصیبت ہے. پریس پیپرس (یعنی ان تعلیمات پر مبنی قدیم ترنقل (کتاب) میں نقل نویس یا منشی نے دراصل یہ فقرہ غلطی سے اپنی صحیح جگہ پر نہیں لکھا ہے. منشی نے مذکورہ پیپرس (قرطاس) پہ یہ فقرہ دراصل اس فقرے "سارا ذائقہ جاتا رہا" کے بعد درج کیا ہے مگر بعد کے اٹھارہویں خاندان کے زمانے والے نسخے میں یہ فقرہ اسی جگہ آیا ہے جہاں میں نے لکھا ہے: میں نے فقرے کو اپنی دانست میں مناسب جگہ یعنی بڑھاپے سے متعلقہ پیراگراف کے بالکل آخر میں درج کیا ہے. ص۱۰ ادنیٰ خادم :- تپاح حُوتپ نے خود کو فرعون کا ادنیٰ خادم کہا ہے. ص۱۱ عصا :- شاگرد یا مرید سے مراد ہے جو اس پیرانہ سالی میں تپاح حُوتپ کی خدمت کرے. بیٹے سے بھی مراد ہو سکتی ہے جو اپنے باپ کا سہارا بنے. ص۱۲ منصف :- یہاں جو مصری لفظ آیا ہے اس کے لفظی معنی ہیں "سننے والے" یا "وہ جنہوں نے سنا". سننے والے سے مراد "منصفوں" سے بھی لی جاتی ہے. اس فقرے کا ترجمہ اس طرح بھی کیا گیا ہے "...... تاکہ اسے ان لوگوں کے اقوال سناؤں جنہوں نے سنا" ص۱۳ ان لوگوں کے مشورے ...... اطاعت کی :- مریم لخنت ہائیم نے اس فقرے کا یہ ترجمہ کیا ہے: "آباء و اجداد کے طور طریقوں سے آگاہ کروں گا جنہوں نے دیوتاؤں کی باتیں سنیں" (یعنی دیوتاؤں کی اطاعت کی)

گا۔ لوگوں کے مصائب دور کر دیئے جائیں گے اور دونوں کنارے تیری خدمت کریں گے[۱۴]۔ تب اس پُرشکوہ[۱۵] دیوتا نے کہا ــــ جو کچھ گذرے وقتوں میں کہا گیا ہے[۱۶] اسے سکھا یوں وہ حکام کے بیٹوں کے لئے اچھی مثال قائم کرے گا۔ اور تعلیمات دینے والے کی فہم و بصیرت اور تمام تر راست روی اس کے اندر داخل ہو جائے گی۔ اس سے باتیں کر[۱۷] کیونکہ کوئی بھی پیدائشی عقلمند نہیں ہوتا[۱۸]۔

مـ۱۳: اس ابتدائی حصے کا ایک اور ترجمہ یوں ہے۔

"اپنے شہر کے حاکم ــــ وزیر تپاح حوتپ نے کہا ــــ اے بادشاہ، میرے مالک! زندگی کا انجام قریب ہے۔ بڑھاپا مجھ پر ٹوٹ پڑا ہے۔ نقاہت نے گھیر لیا ہے اور بچپن از سر نو عود کر آیا ہے۔ وہ دبوڑھا ــــ تپاح حوتپ ہر روز تکالیف میں مبتلا پڑا رہتا ہے آنکھیں چھوٹی ہو گئی ہیں اور کان بہرے، قوت جاتی رہی اور دل کو قرار نہیں ...... دل ختم گیا ہے کل کی (کوئی بات) اسے یاد نہیں ...... خوبی برائی میں بدل گئی ہے۔ انہی باتوں کے سبب بڑھاپا انسان کے حق میں سب چیزوں سے بڑھ کر آفت ہوتا ہے۔ ناک رک گئی ہے اور کمزوری کی وجہ سے سانس نہیں لی جاتی۔ اس لئے مجھے ــــ اپنے خادم کو ــــ اجازت دے کہ میں اپنے حاکمانہ اختیارات (اپنے بیٹے) کو منتقل کر دوں۔ میں اسے ان لوگوں کی باتیں بتاؤں جنہوں نے وہ (باتیں ــــ اقوال) پرانے لوگوں (دانشوروں) سے سنے اور انہوں نے دیوتاؤں سے سُنے تھے۔ میں تیری منت کرتا ہوں کہ مجھے ایسا کرنے کی اجازت بخش، تاکہ سوجھ بوجھ والے آدمی گنا دے سکیں ــــ"

مـ۱۵ پُرشکوہ دیوتا: فرعون سے مُراد ہے مـ۱۶ کہا گیا ہے: کہے جانے سے مراد پرانے وقتوں کے دانشوروں کے اقوال اور حکیمانہ تعلیمات ہے، یعنی یہ کہ اسے ماضی کے اقوال کی تعلیم دے مـ۱۷ باتیں کر: حکیمانہ تعلیم دے۔ اقوال سُنا۔

مـ۱۴ فرعون کے جواب پر مبنی ان سطور کا ایک اور ترجمہ یوں ہے۔

"دیوتا بادشاہ نے کہا ــــ اسے پرانے وقتوں کے اقوال ضرور سُنا تاکہ (میرا بیٹا) بادشاہوں کی اولاد کے لئے کامل نمونہ بنے۔ اور وہ اس کی صحبت میں بیٹھ کر اس کی باتیں سُنیں۔ سب کے دل صراط مستقیم پر لگا۔ اس سے باتیں کر، پر اس طرح کہ (یہ) اکتاہٹ محسوس نہ کرے۔"

اچھی گفتگو کے معیار کے مطابق انجان کو تعلیم دینے کے لئے ——— گشتینی امیرزادے اور سردار، دینی باپ[19]، دیوتا کے محبوب[20]، بادشاہ کے سب سے بڑے جسمانی بیٹے[21]، دارالحکومت کے عامل اور وزیر پتاح حوتپ کی خوش بیانی کے اقوال شروع ہوتے ہیں، جو ان پر کان دھرے گا وہ فلاح پائے گا اور جو ان کی نافرمانی کرے گا مصیبت میں پڑ جائے گا۔ وہ[22] اپنے بیٹے سے یوں مخاطب ہوا[23]۔

۱۔ اپنے علم و فضل پر غرور مت کر[24]، بلکہ نادان سے بھی اسی طرح مشورہ کر جیسے عالم سے، کیونکہ مہارت کی انتہا کا حصول نہیں ہوا ہے۔ اور ایسا کوئی ہنرمند نہیں ہے جس نے پوری طرح مہارت حاصل کر لی ہو۔ اچھا قول سنگِ سبز[25] سے زیادہ کم یاب ہے۔ پھر بھی چکیوں[26] پر کام کرنے والی کنیزوں کے

---

[19]، [20]۔ دینی باپ، دیوتا کا محبوب: مذہبی درباری القاب یا خطاب۔ [21] "جسمانی بیٹا" ایک خطابی عہدہ۔ "بادشاہ کے سب سے بڑے جسمانی بیٹے" کی اصطلاح سے یہ نہ سمجھا جائے کہ پتاح حوتپ واقعی فرعون ازیزی کا بیٹا تھا۔ پتاح حوتپ اس قدر ضعیف ہو چکا تھا کہ وہ فرعون ازیزی کا صلبی بیٹا ہو ہی نہیں سکتا تھا، مگر یہ عین ممکن ہے کہ وہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔ [22] وہ: پتاح حوتپ [23] "اچھی گفتگو کے معیار ..... مخاطب ہوا": ان سطور کا ایک اور ترجمہ یوں ہے۔

"اب اقوال زریں شروع ہوتے ہیں، (عقل و دانش کی یہ) باتیں موروثی سردار، مقدس باپ، دیوتا کے محبوب، بادشاہ کے سب سے بڑے بیٹے، اپنے شہر کے عامل، وزیر پتاح حوتپ نے کہیں۔ جو ان پر عمل کرے گا عظمت و شہرت پائے گا۔ اور خلاف ورزی کرنے والا شرمسار ہو گا۔"

[24] غرور مت کر: غرور مت کر کے لئے اصل مصری عبارت میں جو الفاظ آئے ہیں ان کا لفظی ترجمہ یہ ہے "اپنے دل کو برامت ہونے دے"۔ اس تعلیم (قول نمبر ۱) میں "مہارت"، "ہنرمند" اور "پوری طرح مہارت" کے الفاظ دراصل فصاحت اور خوش کلامی کے سلسلے میں استعمال ہوئے ہیں۔ [25] "سنگِ سبز": زمرد اور ملاکیت بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ملاکیت سبز رنگ کی ایک معدنی شے ہوتی ہے جو تانبے اور کاربونیٹ سے مرکب ہوتی ہے۔ [26] چکیاں: آٹا وغیرہ کی پیسنے کی چکیاں اور ان پر کام کرنے والی کنیزیں۔ یعنی معمولی عقل والی اور ناخواندہ لڑکیاں۔

پاس یہ اقوال مل جاتا ہے۔[۲۸]

۲۔ اگر تجھ سے کوئی جھگڑالو ملے جو تجھ سے (زیادہ) مقتدر اور برتر ہو تو اپنے بازو نیچے جھکا دے[۲۹] اور کمر خم کر دے۔ اگر تو اس سے متفق نہیں ہو گا۔ تو وہ تیری طرفداری نہیں کرے گا۔ اس کی دلیل کی مخالفت میں زبان سے کوئی بری بات مت نکال۔ اس سے یہ ہو گا کہ اس کے طول کلام کے جواب میں تیرے ضبط نفس کی وجہ سے لوگ اسی کو جاہل کہیں گے۔[۳۰]

۳۔ اگر تجھ سے کوئی جھگڑالو ملے جو تیرا ہم مرتبہ ہو تیرے برابر ہو۔ جب وہ نازیبا بات کہہ رہا ہو تو خاموشی اختیار کر کے اس کے جواب میں اپنی خوبی ظاہر کر (اس طرح) سننے والے (تیری) خوب بڑائی کریں گے اور سرکاری حکام کی رائے میں تو نیک نام ہو گا۔[۳۱]

---

[۲۸] مطلب یہ کہ اقوال زریں کم یاب اور نادر ہونے کے باوجود بعض اوقات چکیوں پر کام کرنے والی کنیزوں تک کو یاد ہوتے ہیں ـــــ اس تعلیم (نمبر ۱) کا ایک اور ترجمہ یوں ہے ۔

"اپنے علم و فضل پر غرور مت کر بلکہ ناسمجھ اور دانشور دونوں سے ہی مشورہ کیا کر۔ ہنر اور کمال کی کوئی حد مقرر نہیں کی جا سکتی۔ اور ایسا کوئی بھی باکمال شخص نہیں ہے جس میں ساری خوبیاں جمع ہو گئی ہوں۔ اچھا قول اس زمرد سے کہیں زیادہ بیش قیمت ہے جسے کنواری باندیاں سنگریزوں میں ڈھونڈ لیتی ہیں۔"

[۲۹] جھگڑالو۔ جھگڑالو کی جگہ مناظرہ کرنے والا بھی ترجمہ کیا گیا ہے [۲۹] اپنے بازو نیچے جھکا دے۔ ایڈیم لینٹ ہائیم نے "بازو نیچے جھکا دے" کی جگہ "اپنے بازو باندھ لے" ـــــ ترجمہ کیا ہے [۳۰] جھگڑالو یا مناظرہ کرنے والوں سے بخوبی عہدہ برآ ہونے کا حل تپاح حوتپ کے نزدیک یہ ہے کہ انہیں بولنے دیا جائے، خود چپ رہا جائے اس طرح وہ خود ہی نکو بن کر رہ جائیں گے اور خود پر قابو پا کر خاموش رہنے والے شخص کی لوگ بہت تعریف کریں گے۔ [۳۱] اس تعلیم (نمبر ۳) کا ایک اور ترجمہ یوں ہے ۔

"اگر مخاطب تیرا ہم پلہ ہو اور کوئی بری بات کہے تو خاموش نہ رہنا اس طرح تو اس سے زیادہ دانش مند ثابت ہو گا۔ سننے والے (تیری شان میں) خوب تالیاں بجائیں گے اور تو بادشاہوں میں نیک نامی حاصل کرے گا۔"

۴:۔ اگر تجھ سے کوئی جھگڑالو ملے، ایک ادنیٰ آدمی[۳۲]، جو تیرا ہم پلّہ نہ ہو، اس کی کم تر حیثیت کے سبب اس کے خلاف جارحانہ رویہ اختیار مت کر، اُسے اکیلا چھوڑ دے تاکہ وہ خود ہی اپنے آپ کو خطاوار جانے۔ اپنے جذبات کی تسکین کے لئے اس سے سوال مت کر[۳۳]۔ اپنے مخالف کے خلاف اپنا اظہار مت کر[۳۴]، کیونکہ کم فہم کو تباہ کرنے والا شخص بدبخت ہوتا ہے[۳۵]۔ جو کچھ تو چاہے گا لوگ کریں گے، اور تو اسے سرکاری حکام کی ناپسندیدگی کی وجہ سے ترک دے ڈالے گا[۳۶]۔

۵:۔ اگر تو عوام کے معاملات کی نگرانی کرنے والا رہنما ہے[۳۷]، ہر اچھا کام کرنے کی کوشش کر، حتیٰ کہ تیرے انتظام میں کوئی خامی نہ ہو[۳۸]۔ انصاف[۳۹] عظیم ہے اور اس کی اثر پذیری پائیدار ہے۔ اُسر[۴۰] کے زمانے سے اسے نقصان نہیں پہنچا ہے۔ قوانین پامال کرنے والے کو سزا دی جاتی ہے اور لیٹروں

مد۳۲ ادنیٰ آدمی:۔ مس ہائیم نے ادنیٰ آدمی کی جگہ غریب ترجمہ کیا ہے۔ مد۳۳ سوال مت کر:۔ مس ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "اپنے دل کو ہلکا کرنے کے لئے اُسے جواب مت دے۔ مد۳۴ اپنا اظہار مت کر:۔ اس فقرے کا لفظی ترجمہ یوں ہے: "اپنے دل کو مت دھو"۔ دل کو دھونے سے مصریوں کی مراد ہے غصے کے جذبات کا اظہار کر کے دل کو تسکین پہنچانا۔ مد۳۵ مس ہائیم کا ترجمہ یہ ہے: "غریب آدمی کو نقصان پہنچانے والا بدبخت ہوتا ہے۔ مد۳۶ اس تعلیم (نمبر۴) کا ایک اور ترجمہ یوں ہے۔

"اگر مناظرہ کرنے والا غریب ہو، تیرے رتبے کا نہ ہو، تو اس کی غریبی کی وجہ سے اس کے ساتھ ذلت آمیز سلوک نہ کر، اسے تنہا چھوڑ دے، وہ آپ ہی شرمسار ہو گا۔ اپنے دل کی خوشی کی خاطر اس سے کوئی سوال نہ کر اور نہ ہی اپنا غصہ اس پر نکال۔ ادنیٰ درجے کے آدمی کو شرمندہ کرنا شرمناک فعل ہے"

مد۳۷ رہنما:۔ سرکاری عہدیدار سے مراد ہے۔ مد۳۸ خامی نہ ہو:۔ مس ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ یوں کیا ہے "تاکہ تیرے کردار پر کوئی الزام نہ آئے۔ مد۳۹ انصاف:۔ فاکنر نے انصاف کی جگہ حق یا سچائی ترجمہ کیا ہے۔

مد۴۰ اُسر:۔ (اوزیریس) مصریوں کا مقبول ترین دیوتا۔ آخرت کا دیوتا، جس نے انسانوں سے پہلے دیوتاؤں کے زمانے میں حکومت کی تھی۔

حکمت کی نظروں میں یہ جرم[۴۱] ہے. خود غرضی کے سبب دولت جاتی رہتی ہے. غلط کاری کی وجہ سے بندرگاہ پر صحیح سلامت کبھی نہیں پہنچا جا سکتا.[۴۲] وہ کہتا ہے: "میں اپنے لئے حاصل کرتا ہوں"[۴۳] اور کبھی یہ نہیں کہتا کہ "میں اپنے پیشے سے حاصل کرتا ہوں"[۴۳]... مگر جب انجام قریب آتا ہے تو راست روی[۴۴] ہی قائم رہتی ہے.[۴۵] انسان اپنے باپ سے یہی کچھ سیکھتا ہے[۴۶]

---

[۴۱] یہ جرم ہے: ہیڈروں: حکمت کی نظروں میں قانون شکنی جرم ہے. مس ہائیم نے اس فقرے کا یہ ترجمہ کیا ہے. گو لالچی آدمی اسے نظر انداز کر دیتا ہے. [۴۲] خود غرضی کے سبب ..... نہیں پہنچا جا سکتا: خود غرضی دولت ہتھیا سکتی ہے اس کے باوجود جرم کا مال کبھی دھرتی پر نہیں اتر سکتا — یعنی لوٹ کا مال ساحل پر جہاز سے کبھی نہیں اتارا جا سکتا؟. [۴۳] وہ کہتا ہے: یعنی غلط کار کہتا ہے. [۴۳] حاصل کرتا ہوں: مطلب یہ کہ غلط کار یہ کہتا ہے کہ میں دیانتدارانہ محنت کے ساتھ نہیں بلکہ ہر جائز و ناجائز طریقے سے کماتا ہوں. [۴۴] راست روی: راست روی کی جگہ انصاف بھی ترجمہ کیا گیا ہے. [۴۵] مگر جب انجام ...... ہی قائم رہتی ہے: اس فقرے کا ایک اور ترجمہ اس طرح ہے: "آخر میں انصاف ہی رہ جاتا ہے" [۴۶] آخری فقرے کا ایک اور ترجمہ اس طرح ہے: "آدمی کہتا ہے" یہ میرے باپ کی جائیداد ہے. اس تعلیم (نمبر ۵) کا ایک ترجمہ یوں ہے:

"اگر تو مصلح کی حیثیت سے عوام کی راہبری کرے تو ہمیشہ پسندیدہ اطوار کا نمونہ بننے کی کوشش کر تاکہ تیرا اپنا کردار بے داغ ہو. سچائی (انصاف) عظیم ہے اس کی قدر و قیمت پائیدار ہوتی ہے. اسر کے عہد حکومت سے لے کر آج تک حق کا استیصال کبھی نہیں کیا جا سکا. اس کے اصولوں کو پامال کرنے والا سزا پائے گا. حریص حد سے بڑھے گا تو اپنے دولت میں خسارہ ہی اٹھائے گا. کسی بد قماش کو اپنی منزل بخیر و خوبی ہاتھ نہیں آتی، کیونکہ وہ یہ تو نہیں کہتا کہ (قانون) کی اجازت ہے "تو میں (کچھ) حاصل کرتا ہوں، بلکہ کہا یہ کرتا ہے کہ میں خود اپنی ذات کے لئے حاصل کر لیا کرتا ہوں." مگر قانون کی حدود اور قیود تو اٹل اور مستحکم ہوا کرتی ہیں. انہی پر باپ کے بعد بیٹا عمل کرتا ہے."

۶۔ لوگوں میں دہشت مت پیدا کر؛ کیوں یہ خدا کو پسند نہیں؛ کوئی اس کے[۴۸] ذریعے گذر نا چاہتا ہے۔ مگر نتیجے میں، وہ کھانے کے لئے روٹی کو ترستا ہے۔ کوئی (اس کے ذریعے) دولت مند بننے کی توقع رکھتا ہے اور کہتا ہے "میں جو کچھ دیکھوں گا حاصل کر لوں گا"۔ کوئی کہتا ہے "میں کسی دوسرے کو لوٹ لوں گا"۔ اور اسے[۴۹] کسی ایسے آدمی کو دے کر ختم کر ڈالتا ہے، جسے وہ نہیں جانتا۔ آدمی کی دہشت کبھی مؤثر نہیں ہوتی؛ صرف خدا کا قانون مؤثر ہوتا ہے۔ پُر امن رہنے کی نیت کر اور لوگ جو کچھ دیں گے، اپنی مرضی سے دیں گے[۵۰]

۷۔ اگر تو ایسے آدمی کی میز کا مہمان بنے، جو تجھ سے برتر ہو، تو، اس کا دیا ہوا جو کچھ تیرے[۵۱] سامنے رکھا جائے اسے قبول کر۔ جو کچھ تیرے سامنے ہے اسے دیکھ اور اسے[۵۲] (اپنی نظر میں) بار بار مت چبھو، کیونکہ اسے[۵۳] خفا کرنا روح کے لئے قابلِ نفرت ہے۔

ص۴۸، اس کے ذریعے، یعنی لوگوں میں خوف و دہشت پھیلا کر۔ ص۴۹ اسے، لوٹ کے مال کو۔ ص۵۰ اس تعلیم (نمبر ۶) کا مس لخت ہائیم نے ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"لوگوں کے خلاف منصوبہ آرائی (سازش) مت کر خدا اس کی سزا دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص کہتا ہے میں اس کے بل پر زندگی گذاروں گا (تو)، تو وہ اپنے منہ کی روٹی کو ترسے گا۔ اگر کوئی شخص کہتا ہے "میں دولت مند بن جاؤں گا" (تو) اسے یہ کہنا پڑے گا "میری چالاکی نے مجھے پھندے میں پھنسا لیا ہے"۔ اگر کوئی کہتا ہے "میں اپنے لئے چالاکی لوں گا" (تو) وہ یہ نہیں کہہ پائے گا کہ "میں نے اپنے فائدے کے لئے چالاکی ہے"۔ اگر کوئی شخص کہتا ہے "میں کسی کو لوٹ لوں گا" ، وہ اس لوٹ کے مال کو، کسی اجنبی کو دے کر ختم کر ڈالے گا۔ لوگوں کے منصوبے غالب نہیں رہتے؛ خدا کا حکم غالب رہتا ہے۔ چنانچہ امن کے ساتھ رہ، جو کچھ وہ دوں تو، دینے میں از خود دیتا ہے"۔ ——— اسی تعلیم (نمبر ۶) کا ایک اور ترجمہ یوں ہے:۔

"لوگوں میں خوف و ہراس مت پھیلا۔ کیونکہ خدا اس کو سزا دیتا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ وہی کچھ ہو گا۔ لوگ جس کی خواہش کریں، ہوتا وہی کچھ ہے۔ جس کا خدا حکم دیتا ہے۔ نیز اگھر محبت کا گہوارہ ہونا چاہیئے لوگ خود بخود تیرے پاس، آئیں گے اور تحفے لائیں گے"۔

ص۵۱، جو کچھ، یعنی جو کھانا سامنے ہو۔ ص۵۲، ص۵۳، اسے، میزبان کو۔

جب تک[۵۳] وہ نہ بلائے بات مت کر[۵۴] کیونکہ کسی کو معلوم نہیں کیا (بات) غیر پسندیدہ ہو۔ اس وقت بات کر جب وہ تجھ سے مخاطب ہو۔ اور تب، جو کچھ تو کہے گا تیری باتیں دلخوش کن ہونگی۔ جب کوئی رئیس (متقدر) خوراک تقسیم کرتا ہے[۵۶] تو اس کا طرزِ عمل اس کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ جسے پسند کرتا ہے اسے دیگا۔ جب رات ہو جاتی ہے تو اس دستور پر عمل کیا جاتا ہے: کا، ہی اس کے لیے ہاتھ کرتا ہے۔ رئیس (صرف) منتخب[۵۷] آدمی کو دیتا ہے۔ روٹی کھانا دیوتا کی مرضی کے تابع ہوتا ہے۔ جو اس کے بارے میں شکوہ کرتا ہے۔ وہ بیوقوف ہے[۵۸]۔

---

[۵۳] مطلب یہ کہ سامنے چنے ہوئے کھانے کی بجائے میزبان کو بار بار گھور کر دیکھنا قطعی طور پر غیر دانشمندانہ یا غلط حرکت ہے۔ کیونکہ۔۔۔۔ قابلِ نفرت ہے"۔ مریم لختہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "اسے پریشان کرنے سے 'کا' خفا ہوتا ہے"۔ [۵۵] وہ، میزبان۔ [۵۶] "خوراک تقسیم کرتا ہے": یہاں مصری عبارت کا لفظی ترجمہ اس طرح کیا ہے: "رئیس (روٹی کے پیچھے ہے"۔ یعنی رئیس روٹیوں کے ڈھیر کے پیچھے انہیں تقسیم کرنے کے لئے کھڑا ہے۔ اس فقرے کا مس ہائیم نے اس طرح ترجمہ کیا ہے: "جب کوئی معزز آدمی خوراک کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے 'کا' کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے۔ [۵۷] منتخب: "خوش نصیب" بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ [۵۸] تعلیم (نمبر ۲) کا ایک اور ترجمہ یوں ہے:۔

> "اگر تو اپنے سے برتر کا مہمان ہو تو جو کچھ وہ (کھانے کو دے) اپنے ہونٹوں میں رکھ کر قبول کر لے اپنے میزبان کو بار بار مت گھور لے (یوں) گھورنا قابلِ نفرت ہے۔ جب تک وہ تجھ سے نہ بولے خاموش رہ، کسی کو کیا پتہ کہ وہ (میزبان) کس بات کو اچھا نہیں سمجھتا۔ جب وہ تجھ سے (کچھ) پوچھے تب جواب دے، اس طرح وہ تیری بات پسند کرے گا۔ جب کوئی معزز آدمی کھانے پر بیٹھتا ہے، تو اپنے 'کا' کی تحریک پر کھانا تقسیم کر کے اپنے کسی پسندیدہ شخص کو دیتا ہے۔ یہ شام کے کھانے کا دستور ہے: 'کا' ہی (معزز آدمی) کے ہاتھ کی رہنمائی کرتا ہے۔ بخشش تو عالی مرتبہ دیتا ہے: ادنیٰ لوگ نہیں جو بخشش لیتے ہیں"۔

۸:۔ اگر تو قابلِ اعتماد[۵۹] ہے، جسے ایک متقدر دوسرے کے پاس بھیجتا ہے[۶۰]، جب وہ تجھے بھیجے پوری طرح موزوں ثابت ہو۔ اس کا پیغام اسی طرح دے، جیسے کہ اس نے کہا ہے[۶۱]۔ بات کرتے وقت تہمت نہ لگا کہ حقیقت کو توڑ مروڑ کر بیان کرنے سے ایک متقدر کا دوسرے سے بگاڑ پیدا ہو جائے کوئی چھوٹا ہو یا بڑا اس کی تلخ بات دوہرانا نہیں چاہیئے، کیونکہ یہ رُوح کے لئے قابلِ نفرت ہے[۶۲]

۹:۔ اگر تو کاشت کرے اور کھیت میں پیداوار ہو جائے اور خدا اسے[۶۳] تیرے ہاتھ میں بافراط کرے تو، اپنے رشتے داروں کی موجودگی میں اپنا منہ مت بھر[۶۴]، کیونکہ خاموشی پسند انسان کی بہت عزت کی جاتی ہے۔ اگر نیک آدمی جائیداد کا مالک ہوتا ہے (تو) عدالت میں (بھی) وہ مگرمچھ کی طرح لیتا ہے۔[۶۵] لاولد کو مرعوب نہ کر۔

---

[۵۹] قابلِ اعتماد آدمی :۔ قاصد سے مُراد ہے [۶۰] یعنی بطور سفیر پیغام دے کر بھیجتا ہے۔ [۶۱] مطلب یہ کہ پیغام ہو بہو پہنچانا۔ [۶۲] اس تعلیم (نمبر۸) کا مس ہائیم کا ترجمہ یہ ہے جو انہوں نے "پرس پیپرس" سے ہی کیا ہے: "اگر تو قابلِ اعتماد انسان ہے جسے ایک متقدر نے دوسرے (متقدر) کے پاس بھیجا ہو (تو) جس نے تجھے بھیجا ہے اس کے مزاج کا دھیان رکھ۔ اس کا پیغام اسی کے الفاظ میں پہنچا۔ بات کو مسخ مت کر جس سے ایک متقدر دوسرے کے خلاف ہو جائے۔ سچ کہہ اس سے آگے مت بڑھ۔ مگر تلخ بات دوہرانی نہیں چاہیئے کسی چھوٹے یا بڑے پر الزام تراشی نہ کر کہ یہ کا کے نزدیک قابلِ نفرت ہے ——

اسی تعلیم کا ایک اور ترجمہ یوں ہے :۔

"اگر تو کسی سردار کا سفیر بن کر دوسرے سردار کے پاس جائے، تو اپنے بھیجنے والے کے طور طریقے اختیار کر۔ اس کا پیغام رد و بدل کے بغیر پہنچا۔ اپنی باتوں سے دشمنی کا بیج بونے، اتفاق کو توڑ مروڑ کر ایک سردار کو دوسرے کے مخالف بنانے سے گریز کر۔"

[۶۳] اسے :۔ کھیت کی پیداوار سے مُراد ہے۔ [۶۴] منہ مت بھر۔ مطلب یہ کہ افراط سے پیداوار ہو جانے پر شیخی مت بگھار۔ مس لچنت ہائیم کا ترجمہ یہ ہے: "اپنے ہمسایوں کے سامنے شیخی مت مار۔" [۶۵] مس لچنت ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "نیک چلن دولت کا مالک ہوتا ہے اگر وہ لوٹتا ہے تو وہ دریا میں مگرمچھ کی مانند ہوتا ہے۔"

اس کے بارے میں[۹۶] بری بات مت کہہ یا شیخی مت بگھار۔ بہت سے باپ اور بچے جننے والی بہت سی مائیں پریشان ہیں اور کوئی دوسری (ماں) اس سے[۹۷] زیادہ مطمئن ہے۔ اکیلے آدمی کی خدا پرورش کرتا ہے اور قبیلے کا سردار دعا کرتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے[۹۸]۔

۱۰۱۔ اگر تو غریب ہے اور دولت مند کی خدمت کرتا ہے تو دیوتا کی نظر میں تیرا تمام چلن اچھا ہونا چاہئیے جب (اس کی) سابقہ مفلسی کا تجھے پتہ چل جائے: (تو) اس کی سابقہ حیثیت سے آگاہ ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ گستاخی سے مت پیش آ[۹۹]: جو کچھ اسے میسر ہے اس کے مطابق اس کی عزت کر کیوں کہ مال از خود نہیں مل جایا کرتا[۱۰۰]۔ جو کوئی اس کی خواہش کرتا ہے اس کے لئے یہی قانون ہے[۱۰۱]

ف۹۶ اس کے بارے میں: یعنی لاولد اور صاحب اولاد ہونے کے بارے میں نہ تو کوئی بڑی بات کہہ نہ شیخی مار۔ ف۹۷ اس سے: زیادہ بچوں والی ماں سے۔ مطلب یہ کہ کوئی لاولد ماں ایسی بھی ہوتی ہے۔ جو زیادہ بچوں والی کی نسبت زیادہ مطمئن ہوتی ہے۔ ف۹۸ یہ فقرہ مبہم سا ہے غالباً اس کا مطلب یہ ہے کہ بڑے گھرانے کے سربراہ کو اس کی اولاد اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر پریشان کرتی ہے۔ مس ہائیم نے اس آخری فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "جب کہ خاندان والا آدمی پیروکار کے لئے دعا کرتا ہے۔" ف۹۹ مس ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "اگر وہ کبھی مفلس تھا تو اس (کی مفلسی) کا ذکر مت کر۔" ف۱۰۰ اس فقرے کے بعد آخر تک مس لخت ہائیم نے اس طرح ترجمہ کیا ہے۔

"دیوتا جس سے محبت کرتے ہیں اس کے لئے اُن کا قانون ہے۔ اس نے اپنی دولت خود جمع کی۔ دیوتا ہی اسے معزز بناتا ہے۔ اور جب وہ سوتا ہے اس کی حفاظت کرتا ہے۔"

مطلب یہ کہ دیوتا ہی اپنے پسندیدہ لوگوں کو دولت سے نوازتے ہیں۔

ف۱۰۱ مطلب یہ کہ دولت اپنے آپ نہیں مل جاتی۔ بلکہ اس کی خواہش کرنے والے کو محنت ہی کے بل پر دولت نصیب ہوتی ہے۔

اگر (وہ شخص) بہت ہی دولت مند ہو جائے (تو) لوگ اس کی[1] اپنی وجہ سے اس کی عزت کرتے ہیں کیونکہ خدا نے ہی اسے دولت مند بنایا ہے اور جب وہ سوتا ہے وہ[2] اس کی حفاظت کرتا ہے۔[3]

(۱۱) جب تک تو زندہ ہے اپنی خواہش پوری کر اور جتنی کا حکم[4] دیا جائے اس زیادہ کی تکمیل نہ کر خواہش پوری کرنے کے وقت کو مختصر نہ کر کیوں کہ اس کا وقت ضائع کرنا (روح) کے لئے ناپسندیدہ ہے۔ اپنے گھر کی دیکھ بھال میں (دن کا وقت) ضرورت سے زیادہ صرف مت کر جب دولت حاصل ہو جائے تو خواہش پوری کر کیوں کہ اگر کوئی کاہل ہے تو مال و متاع سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔[5]

---

[1] اس کی: دولت مند کی [2] وہ: خدا۔ دیوتا [3] اس تعلیم (نمبر ۱۰) کا ایک اور ترجمہ یوں ہے:۔

"اگر پست حیثیت ہے (تو) کسی دانا کی خدمت کیا کر، جو خدا کا پسندیدہ ہو تاکہ تیرا برتاؤ اعلیٰ خدا کی نظروں میں پسندیدہ ٹھہرے۔ اگر تو کسی ایسے شخص کو جانتا ہے جو (نسبی لحاظ سے) کم تر ہے مگر عہدے میں ترقی کر گیا ہے (تو) اس بنا پر اس کے ساتھ تکبر سے مت پیش آ کہ تجھے اس (کی اصلیت) کے بارے میں کچھ علم ہے بلکہ اس نے جو ترقی کی ہے اس کے شایان شان اس کی عزت کر۔ دولت اپنے آپ نہیں آ جاتی بلکہ اسے ہی ملتا ہے جو اس کی خواہش (اور) کوشش کرے دولت کے حصول (کی خاطر) انسان جدوجہد کرے اور پیسہ جمع کرے تو خدا اسے خوشحالی عطا کرتا ہے۔ کاہل رہے گا تو خدا کے ہاتھوں سزا پائے گا"۔

[4] (حکم دیا جائے): یہاں پر جو اصل مصری لفظ آیا ہے اس کے لفظی معنی ہیں "کہا جائے"۔

[5] اس تعلیم (نمبر ۱۱) کا سر لجنت بلیتم نے ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"جب تک تو زندہ ہے اپنے دل کا کہا مان۔ جتنی ضرورت ہو اس سے زیادہ مت کر۔ دل کا کہا ماننے کا وقت کم نہ کر۔ اس کا وقت کم کرنے سے دکھ ہوتا ہے۔ اپنے گھر کی روزانہ ضرورت سے زیادہ دیکھ بھال میں وقت ضائع مت کر۔ جب دولت مل جائے اپنے دل کا کہا مان۔ اگر کوئی افسردہ ہو تو دولت کا کوئی فائدہ نہیں"۔

۱۲۔ اگر تو صاحب حیثیت ہے تو بیٹا پیدا کر، وہ خدا کو خوب خوش کرے گا۔ اگر وہ سیدھی راہ پر چلے تیرے نقش قدم پر چلے اور تیری جائیداد کی اچھی طرح دیکھ بھال کرے (تو) اس کے لئے ہر اچھی بات کر کیوں کہ وہ تیرا بیٹا ہے۔ تیری روح نے اسے جنم دیا ہے۔ اس سے اپنا دل الگ مت کر لیکن بیٹا پریشانی بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اگر وہ غلطی کرے، تیرے منصوبے پر عمل نہ کرے، جو کچھ اس سے کہا جائے اس سے سرتابی کرے اور اس کا منہ بری باتیں کہے (تو) اس کی تمام باتوں پر اسے سزا دے۔ ان پر ناخوشی کا اظہار کر جو تیرے برعکس ثابت ہوتا ہے وہ اسے نفرت کرتے ہیں۔ اس کا گناہ رحم ہی میں مقدر کر دیا گیا تھا۔ وہ جس کی رہنمائی کرتے ہیں غلط راہ پر نہیں چل سکتا وہ جسے کشتی سے محروم رکھتے ہیں وہ پار نہیں لگ سکتا۔

مس لخنٹ ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "اگر تو صاحب حیثیت اور دیوتا کی مہربانی سے بیٹا پیدا کرتا ہے"۔ بہر حال اس فقرے میں 'خدا' سے مراد غالباً فرعون ہے۔ مس لخنٹ ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ یوں کیا ہے: "۔۔۔۔ تیرے کا نے اسے پیدا کیا ہے"۔ ۔ ۔ وہ۔ تینوں جگہ دیوتاؤں سے مراد ہے۔ یہاں مصریوں کے اس عقیدے کا اظہار کیا گیا ہے کہ انسان کے کردار اور مقدر کا تعین دیوتا کرتے تھے گویا مصریوں کا اس سلسلے میں عقیدہ یا نظریہ ابھی تک اس منزل کو نہیں پہنچا تھا کہ وہ انسان کی آزادی مرضی اور ذاتی ذمہ داریوں کا نظریہ پیش کرتے۔ اس تعلیم (نمبر ۱۲) کا ایک اور ترجمہ یوں ہے:۔

"اگر تو عقلمند ہے تو خدا کی خوشنودی کی خاطر اپنے ہاں بیٹا پیدا کر۔ اگر وہ تیرے نقش قدم پر چلتے ہوئے سیدھی راہ اختیار کرے، اگر وہ تیرے معاملات صحیح طور پر انجام دے (تو) اس کے لئے ہر اچھی بات کر کیونکہ وہ تیرا بیٹا ہے تیری اپنی روح سے اس نے جنم لیا ہے۔ اپنا دل اس سے مت پھیر ورنہ تیرا بیٹا (تجھے) بددعا دے گا۔ اگر وہ لاپرواہی کرے اور تیرے طور طریق کے اصولوں کو پامال کرے، تشدد کرے، اس کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات شرمناک ہو تب اس کی گوشمالی کر تاکہ وہ اچھی گفتگو کرے۔ اسے (ایسے) لوگوں کی صحبت سے دور رکھ جو احکام کی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ ایسے ہی اس (بیٹے) کو باغی بناتے ہیں جن کو سیدھی راہ دکھائی جائے وہ بھٹکا نہیں کرتے مگر جو بدراہ ہو جائیں صراط مستقیم نہیں پا سکتے ۔۔۔۔"

۱۳۔ اگر تو پچاتمک[۳] میں ہے اپنے دستور کے مطابق عمل جاری رکھ[۴] جس کا تجھے پہلے دن حکم دیا گیا تھا
پاس سے مت گذر[۵] ورنہ تجھے روک لیا جائے گا۔ اس کے لئے چوکنا رہ جو اس کے بارے میں حرکات کی
آزادی کے ساتھ اطلاع دیتا ہے جسے طلب کیا گیا تھا۔ پچاتمک کا انتظام عام اصول کے مطابق چلایا جاتا
ہے اور تمام انتظام ضابطے کے مطابق ہوتا ہے اور جو کبھی داخل کرتے[۶] ہیں کامیاب نہیں ہوتے[۷]۔

---

[۳] پچاتمک:۔ انصاف کا دروازہ۔ بابِ انصاف۔ ایوانِ انصاف۔ جہاں معروضات اور گذارشات سنی جاتی تھیں
[۴] عمل جاری رکھ:۔ یہاں جو اصل مصری لفظ آئے ہیں ان کے لفظی معنی ہیں "کھڑا ہو اور بیٹھ"۔ [۵] پاس سے مت
گذر۔ کام چھوڑ کر مت بھاگ [۶] کبھی اندر داخل کرتے ہیں:۔ غالباً مداخلت کرنے سے مراد ہے [۷] اس
تعلیم (نمبر ۱۳) کا میریم لخت ہائیم نے اس طرح ترجمہ کیا ہے:۔

> "اگر تو پیش کمرے میں ہے اپنے مرتبے (عہدے) کے مطابق کھڑا ہو اور بیٹھ جو تجھے پہلے دن
> تفویض کیا گیا تھا۔ آگے مت بڑھ تجھے پیچھے دھکیل دیا جائے گا۔ جو داخل ہو کر اعلان کرتا ہے
> اس کے لئے چہرہ روشن ہے جسے طلب کیا گیا ہے اس کے لئے نشست فراخ ہے۔ پیش
> کمرے کا اصول ہے "تمام چلن معیار کے مطابق ہوتا ہے۔ ترقی دیوتا دیتا ہے جو کبھی استعمال
> کرتا ہے اس کی مدد نہیں کی جاتی:"

یہاں روشن چہرہ فرعون کے چہرے کو کہا گیا ہے "نشست فراخ ہے" سے مراد یہ ہے کہ جسے طلب کیا گیا ہے
استقبال کیا گیا ہے مطلب یہ کہ جو شخص آداب کے مطابق بادشاہ کے حضور آتا ہے اس کا اچھا استقبال کیا جاتا ہے
اسی تعلیم (نمبر ۱۳) کا ایک ترجمہ یوں ہے:۔

> "اگر تو ایوانِ مجلس میں ہو تو ہمیشہ ان احکام کے مطابق عمل کر جو تجھے پہلے آغاز کے وقت دے
> دیئے جا چکے ہیں (ایوان مجلس) سے غیر حاضر مت ہو ورنہ تجھے نکال دیا جائے گا۔ بلکہ اندر جانے اور
> روداد پیش کرنے کے لئے تیار رہ، خطاب کرنیوالے کی نشست آرام دہ ہوتی ہے۔ ایوان
> مجلس میں سخت اصول کے تحت کام ہوتا ہے اور اس کے تمام منصوبے باقاعدہ اور باضابطہ
> ہوتے ہیں خدا کی مہربانی سے ہی کسی شخص کو ایوان مجلس میں نشست نصیب ہوتی ہے۔

۱۴۱۔ اگر تُو لوگوں کے ساتھ ہے (تو) قابلِ اعتماد آدمی کو اپنا ساتھی بنا، کیونکہ قابلِ اعتماد انسان بات کو اپنے ذہن میں[ص۸۸] توڑتا مروڑتا نہیں۔ اپنے طرزِ عمل کی وجہ سے وہ قائد بن جائے گا۔ صاحبِ جائیداد بن جائیگا۔ تیرے بغیر ہی تیرا نام بے عیب ہوگا۔[ص۸۹] تیرے بدن کی ضرورت پوری کی جائے گی۔ تیرا منہ اپنے رشتے داروں کی طرف ہوگا۔[ص۹۰] اور لوگ تجھے وہ کچھ پیش کریں گے جس سے تو آگاہ نہیں۔ جہاں تک اس شخص کی بات ہے جس کا دل اس کے پیٹ کا حکم مانتا ہے، وہ اپنے لئے محبت کی بجائے حقارت پیدا کرتا ہے۔ اس کا دل اداس ہوتا ہے اور اس کے بدن کی مالش نہیں کی جاتی۔ جنہیں خدا عنایت کرتا ہے ان کے دل مسرور رہتے ہیں مگر جو اپنے پیٹ کا حکم مانتا ہے (پیٹ؟) اس کا دشمن ہوتا ہے۔[ص۹۱]

ص۸۸ اپنے ذہن میں: لفظی معنی ہیں "اپنے بدن میں" اس فقرے کا مس لخت ہائیم کا ترجمہ یہ ہے "قابلِ اعتماد آدمی جو اپنے پیٹ کی بات باہر نہیں نکالتا، وہ خود قائد بن جائے گا" ص۸۹ مس مریم لیبرم، لخت ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "تو نیک نام ہے، تو بدنام نہیں ہے" ص۹۰ تیرا منہ اپنے ..... طرف ہوگا، یعنی وہ رشتہ داروں کو مہربان نظروں سے دیکھے گا۔ مس لخت ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "تیرا جسم ملائم ہے، تیرا چہرہ مشفقانہ ہے" "تیرا چہرہ مشفقانہ" کے لئے جو اصل مصری الفاظ ہیں انکا لفظی ترجمہ یہ ہے "تیرا چہرہ اپنے لوگوں (یا رشتے داروں) کی طرف ہے۔ اس فقرے کے بعد مس لخت ہائیم نے یہ فقرہ دیا ہے "تیرے علم کے بغیر تیری تعریف کی جاتی ہے" ص۹۱ اس تعلیم (نمبر ۱۴۱) کا ایک ترجمہ یوں ہے:

"لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کر، جو شخص اپنی (سیدھی) راہ سے آگاہ نہیں وہ تجھے دیکھ کر، خود سے کہے گا: 'سیدھی راہ پر چلنے والا خوش حال ہو جاتا ہے'۔ میں بھی اس (شخص) کی پیروی کروں گا۔ تو نیک نام ہوگا۔ تجھے پیٹ بھرنے کو ملے گا۔ تجھے ہر وہ چیز مہیا کی جائے گی جو تیرے پاس نہیں ہوگی۔ جس شخص کا دل پیٹ کا غلام ہوتا ہے۔ وہ محبت کی بجائے نفرت کو جنم دیتا ہے۔ اس کا دل بدنصیب ہے۔ اس کا بدن مکروہ ہے۔ جو انسان پیٹ کا بندہ ہے (پیٹ) اس کا دشمن ہے"

۱۵۔ اپنی کارروائی چھپائے بغیر بیان کر دے[92]۔ اپنے آقا کی مجلس میں اپنا طرزِ عمل ظاہر کر دے۔ جب وہ[93] اس کے سامنے[94] بولتے وقت کھل کر بولے[95] تو جذبات میں آئے بغیر[96] اطلاع دینے والے پیغامبر کے لئے یہ بُرا نہیں ہوگا۔ مگر وہ کون ہے جو اس پر عمل کرتا ہے۔ اس کے[97] معاملات کا مخالف متقدر شخص کی غلطی پر ہوتا ہے[98]؟ اگر اس بنا پر وہ[99] اُس[100] کا مخالف ہو جانے کی نیت کرتا ہے (تو) وہ[101] یہ کہتے ہوئے چپ رہے گا: "میں (پہلے ہی) بول چکا ہوں[102]۔"

ف۹۲ پیغامبر (ایلچی، قاصد) سے خطاب ہے۔ یعنی قاصد کو اپنی تمام روداد بیان کر دینی چاہیئے کچھ چھپانا نہیں چاہیئے۔ مس مریم بخت ہاشم نے اس فقرے کا ترجمہ یوں کیا ہے: "اپنے کام کی بلا تامل اطلاع دے۔ اپنے آقا کی مجلس میں اپنا مشورہ دے"۔ ف۹۳ وہ: یعنی قاصد، ایلچی ف۹۴ اس کے سامنے: اپنے آقا کے سامنے ف۹۵ کھل کر باتیں کرے: یعنی پیامبر صاف صاف اور پوری اطلاع بہم پہنچائے۔ ف۹۶ یعنی جذبات میں آئے بغیر صحیح صحیح اطلاع دے: "جذبات میں آئے بغیر": یقینی ترجمہ تو نہیں ہے تاہم یہاں مفہوم کچھ اس قسم کا لگتا ہے کہ "پیامبر جو بالکل صحیح اور ٹھنڈے دل سے پیغام پہنچاتا ہے۔ ف۹۷ اس کے: قاصد کے۔ شاید اس فقرے کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے (کیا متقدر شخص اس (قاصد) کے غلط معاملات کے خلاف ہے؟ ف۹۹ وہ: متقدر شخص سے مُراد ہے۔ ف۱۰۰ اس کا: قاصد کا۔ ف۱۰۱ وہ: قاصد۔ ف۱۰۲

اس تعلیم (نمبر ۱۵) کا مس مریم بخت ہاشم نے ترجمہ یوں کیا ہے:

> "اپنے کام کی بلا تامل اطلاع دے۔ اپنے آقا کی مجلس میں اپنا مشورہ دے اگر اس کی گفتار میں روانی (قوتِ گفتار) ہے (تو) قاصد کے لئے اطلاع کرنا مشکل نہیں ہوگا نہ ہی اسے یہ جواب دیا جائے گا "یہ جاننے والا کون ہے؟"۔ جہاں تک آقا کا سوال ہے اگر وہ اس کی پاداش میں اسے سزا دینے کی سوچتا ہے تو اس کے معاملات ناکام ہو جائیں گے (معاملات بگڑ جائیں گے)۔ (جب) آقا (ایلچی سے) یہ سُنے کہ (میں نے گوش گذار کر دیا ہے تو اس (آقا) کو خاموش رہنا چاہیئے"۔

۱۱۶. اگر تو اعلیٰ سرکاری افسر[104] ہے (تو) جو انتظام و انصرام تجھے سونپا گیا ہے اسے دور رس[105] بنا۔ (اس طرح ہی) تو نمایاں کام کرے گا۔ آنے والے دنوں کو یاد رکھ[106] تاکہ لطف و کرم کرتے ہوئے کوئی غیر مناسب بات سرزد نہ ہو جائے ورنہ مگرمچھ درمیان میں آجائے گا اور نفرت حائل ہو جائیگی[107]

ص۱۰۴ اعلیٰ سرکاری افسر:۔ اعلیٰ سرکاری افسر کی جگہ رہنما بھی ترجمہ کیا گیا ہے اور اس رہنما سے بھی مراد سرکاری افسر ہی لی جاتی ہے۔ بہرحال یہاں رہنما کی بجائے اعلیٰ سرکاری افسر ہی ترجمہ زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے ص۱۰۵ دور رس بنا:۔ انتظام و انصرام کرنے میں دور اندیشی سے کام لینا بھی مفہوم لیا جا سکتا ہے۔ ص۱۰۶ لطف و کرم:۔ فرائض منصبی کی ادائیگی کے دوران لطف و کرم یا پاسداری اور جانبداری سے مراد ہے۔ ص۱۰۷ اتیاح حوتپ کا مطلب یہاں یہ ہے کہ فرائض منصبی کی ادائیگی کے دوران کسی کے ساتھ عنایات، پاسداری یا جانبداری کی شکایت پیدا نہیں ہونی چاہئے ورنہ ایسا کرنے والے سرکاری ملازم کے خلاف لوگوں میں معاندانہ جذبات ابھر آئیں گے۔ اس تعلیم (نمبر۱۶) کا مس مریم لچنٹ ہائیم نے اس طرح ترجمہ کیا ہے:۔

"اگر تو اعلیٰ سرکاری افسر ہے جس کے اختیارات بہت وسیع ہیں (تو) تجھے نمایاں کام انجام دینے چاہئیں۔ آئندہ آنے والے دن کو مت بھلا اس طرح (ہی) نیک نامی کے درمیان کوئی نزاع حائل نہیں ہوگا۔ مگر جہاں مگرمچھ آجائے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔"

اسی تعلیم (نمبر۱۶) ایک اور ترجمہ یوں ہے:۔

"اگر تو سرکاری ملازم ہے تو اس بات کا خیال رکھ کہ تیرے جاری کردہ احکام کی پابندی کی جائے اور اس شخص کی طرح عمل پیرا ہو جو آنے والے دنوں کو یاد رکھتا ہے، جب قوت نطق سے کوئی مدد نہیں ملتی۔ لطف و کرم میں حد سے مت بڑھ کر اس کا نتیجہ چاپلوسی اور کاسہ لیسی ہے۔ جس سے غفلت جنم لیتی ہے۔"

کچھ محققین نے تو آنے والے دنوں سے مراد موت کے وقت سے لی ہے مگر ان کے خیال میں آنے والے دنوں کا مفہوم بادشاہ کے غیض و غضب اور ناپسندیدگی سے ہے جس کا ہر وقت خدشہ لاحق رہتا ہے۔

۱۷۔ اگر تو اعلیٰ سرکاری افسر ہے، (تو) فریادی کی بات خندہ پیشانی سے سُن[۱۰۸]۔ جو کچھ اس نے بتانے کا ارادہ کیا تھا اس سے جب تک اس کا پیٹ خالی نہ ہو جائے اسے دھتکار مت۔ مظلوم اپنے جذبات کے اظہار کو اس (مقصد) کی بجا آوری پر ترجیح دیتا ہے جس کی خاطر وہ آیا ہے[۱۰۹]۔ جو افسر اعرضداشتوں کو رد کر دیتا ہے لوگ اس کے بارے میں کہتے ہیں "وہ انہیں مسترد کیوں کرتا ہے"[۱۱۰]۔ اس کی کہی ہوئی ہر بات پوری نہیں کی جا سکتی لیکن شفقت کے ساتھ بات سُن لینے سے دل کو تسکین ملتی ہے[۱۱۱]۔

---

[۱۰۸] مس لخت ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"اگر تو اعلیٰ سرکاری افسر ہے تو ملتجی کی ہر بات سکون سے سُن"

[۱۰۹] یعنی فریادی اپنے مقصد کے حصول سے اپنے جذبات کا اظہار کر کے جی ہلکا کر لینے کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ مس لخت ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"مصیبت زدہ آدمی اپنا مقصد جیتنے پر اس بات کو ترجیح دیتا ہے۔ کہ وہ اپنے دل کو باہر نکال دے"

مطلب بہر حال وہی ہے [۱۱۰] اس کی، فریادی کی۔ [۱۱۱] اس تعلیم (نمبر ۱۷) کا ایک ترجمہ یوں کیا گیا ہے۔

"اگر تو عہدیدار ہے (تو) فریادی کی بات شفقت سے سُن۔ ایسا رویہ اختیار مت کر (کہ) وہ جو کچھ تجھے بتانا چاہتا ہے، بتا نہ سکے، اس کی تکلیف دور کرنے کی نیت رکھ۔ اُسے آزادی سے کہہ لینے دے تاکہ وہ جو مدعا لے کر تیرے پاس آیا ہے پورا ہو جائے۔ اور اگر وہ (تجھ سے) دل کی بات کہتے ہوئے کتراتا ہے تو یہی کہا جائے گا کہ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس (منصف) کا رویہ ٹھیک نہیں کہ متاثرہ لوگ اس کے سامنے فریاد طلب نہیں ہوتے؟ مگر ایک اچھا تربیت یافتہ دل خوش اسلوبی سے شنوائی کرتا ہے۔"

۱۰۴۔ اگر تو اس گھر میں دوستی برقرار رکھنے کا خواہش مند ہے۔ جہاں تو آقا، بھائی یا دوست کی حیثیت سے جاتا ہے؛ (تو) کسی بھی جگہ، جہاں تو جائے؛ عورتوں کے پاس جانے سے گریز کر کیونکہ جہاں ایسا ہوتا ہے؛ نتیجہ اچھا نہیں نکلتا[112]۔ نہ ہی انہیں ظاہر کر دینا[113] دانائی ہے۔ ان کے لئے جو کچھ اچھا ہے اس کی خاطر ہزار آدمی ایک طرف دھتکار دیئے جاتے ہیں۔ ایک ذرا سا لمحہ، خواب کی سی بات؛ اور انہیں[114] جان لینے سے موت تجھے آن لیتی ہے[115]۔ دشمن کو مارنا جرم ہے۔ ایسا کرنے کی وجہ سے لوگ باہر چلے جاتے ہیں[116]۔ اور دل کو اسے دور پھینک دینا چاہیئے[117]۔ جو شخص ان[118] کے ساتھ شہوت رانی کی وجہ سے ناکام رہتا ہے۔ اس کے ہاتھ سے کوئی منصوبہ

---

[112] الخنت ہائیم نے اس فقرے اور آخر تک کچھ فقروں کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"۔۔۔۔ جہاں ایسا ہوتا ہے وہاں خوشی نہیں رہتی۔ جو ان کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس کا خیر مقدم نہیں کیا جاتا؛ (یعنی صاحب خانہ گھر میں داخل ہونے والوں کا خیر مقدم نہیں کرتا)، ایک ہزار آدمی اپنی اچھائی سے دُور ہو جاتے ہیں (عیش کوشی، خواب کی مانند مختصر سا لمحہ) ہوتی ہے، پھر ان (عورتوں کو) جان لینے سے موت نازل ہو جاتی ہے۔ مخالف کو ہلاک کر ڈالنے کا مشورہ اچھا نہیں۔ جب کوئی اس پر عمل کرنے جاتا ہے؛ دل اسے مسترد کر دیتا ہے۔ جو ان (عورتوں) کے ساتھ شہوت رانی کی وجہ سے ناکام رہتا ہے۔ اس کا کوئی کام پھلتا پھولتا نہیں"؛

[113] انہیں ظاہر کر دینا: عورتوں کے بدن کا اصل رنگ (دکھا دینا) عریانی؛ [114] انہیں: عورتوں کو۔ [115] یعنی عورتوں کے ساتھ عیش کوشی کی مدت بہت قلیل ہوتی ہے۔ مگر اس قلیل سی مدت کی برائی کا نتیجہ موت ہے۔ [116] لوگ گھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں؛ [117] مطلب غالباً یہ کہ عقل مند مردوں کو عورتوں کے ساتھ ناجائز مراسم استوار کرنے سے گریز کرنا چاہیئے [118] ان کے ساتھ: عورتوں کے ساتھ۔

قطعی پورا نہیں ہوتا[119]۔

۹۔ اور اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا چال چلن اچھا ہو (تو) خود کو ہر طرح کی بُرائیوں سے[120] بچا۔ لالچ سے دُور رہ۔ یہ بڑی اور ناقابلِ علاج بیماری ہے[121]۔ اس (لالچ) کی وجہ سے قربت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اس باپوں، ماؤں اور ماں کے بھائیوں میں علیحدگی ہو جاتی ہے۔ اس سے بیوی اور شوہر میں جُدائی ہو جاتی ہے۔ یہ لالچ (تمام برائیوں کا مجموعہ ہے اور ہر قابلِ نفرت چیز کا تھیلا ہے۔ راست روی میں کامل اور قاعدے کے مطابق چلنے والا تا دیر باقی رہے گا۔[122] وہ اس

---

[119] اس تعلیم (نمبر ۱) کا ایک اور ترجمہ یوں ہے:۔

"آقا، بھائی یا دوست کی حیثیت سے تو جہاں کہیں بھی آتا جاتا ہے وہاں (عورتوں سے تعلقات پیدا نہ کر۔ اسی طرح تو (اس) گھر سے اپنے دوستانہ تعلقات قائم رکھنے کی خواہش پوری کر سکے گا۔ وہ جگہ (کبھی) نہیں پھلتی پھولتی جہاں (عورتوں سے) اختلاط ہوتا ہے۔ ہزاروں آدمی عارضی عیش میں پڑ کر تباہ ہو چکے ہیں۔ ان عورتوں کے تابناک بدن انسان کو بے وقوف بناتے ہیں۔ یہ بدن سنگِ مُردہ سے بھی زیادہ سخت چیزوں میں بدل جاتے ہیں۔ بے حیا اور ڈھیٹ لوگ ہی عورتوں کا پیچھا کرتے ہیں۔ عیش کوشی کی عمر بہت تھوڑی ہے، جیسے خواب۔ اور اس بد کرداری کا نتیجہ ہوتا ہے موت (اور ایسی موت، کوئی اچھی بات نہیں۔ بدچلن کو لوگ اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس سے اغماض برتا جاتا ہے۔ اگر اس (عیاش) کی خواہشات کی تکمیل نہیں ہوتی وہ قوانین کا احترام نہیں کرتا۔"

[120] مس لخت ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "اگر تو ہر طرح کی بُرائی سے آزاد رہنے کے لئے کامل کردار کا حامل ہونا چاہتا ہے (تو) حرص کی بُرائی سے (اپنی) حفاظت کر۔" [121] لخت ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "(لالچ) ایک سنگین ناقابلِ شفا بیماری ہے اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔" [122] لخت ہائیم کا ترجمہ "جس کا اصول راستی ہے، جو سیدھی راہ پر چلتا ہے وہ باقی رہتا ہے۔"

بات کی بدولت وصیت حاصل کرے گا[۱۲۳] لیکن حریص کے لئے کوئی مقبرہ نہیں بنتا۔[۱۲۴]

۲۰۔ تقسیم کے وقت[۱۲۵] حریص مت بن۔ جس چیز کا تعلق تیری اپنی ملکیت سے نہ ہو اس کا لالچ مت[۱۲۶] کر اپنے رشتہ داروں کے لئے طمع کر کیونکہ طاقتور کی نسبت شریف آدمی کا حق زیادہ ہوتا ہے اس کے رشتے داروں کی طرف سے تنگ دستی سامنے آتی ہے اور جو کچھ گفتگو سے حاصل ہو سکتا ہے وہ اس سے محروم[۱۲۷] رہتا ہے جسکی تمنا ہو اسکا ذرا سا حصول بھی جھگڑالو کو دوست بنا دیتا ہے

---

۱۲۳ اس کا مطلب غالباً یہ ہے کہ جائز طریقے پر کمانے والا یا راست رو کے پاس وصیت کے ذریعے اپنے گھر والوں کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا۔ لخنت ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "وہ اس (راست روی) کی بدولت وصیت کرے گا۔" ۱۲۴ مصریوں کی ایک سب سے بڑی تمنا یہ رہتی ہے کہ مرنے کے بعد ان کے لئے مقبرہ بنے تاکہ انہیں شان و شوکت کیساتھ دفن کیا جائے۔ چنانچہ یہاں کہا گیا ہے کہ حریص کو تو مرنے کے بعد مقبرہ بھی نصیب نہیں ہو گا اس تعلیم (نمبر ۱۹) کا ایک اور ترجمہ یوں ہے۔

"اگر تو نیک چلن بننا چاہتا ہے تو خود کو بدبختی اور بغض و عناد سے دور رکھ۔ حرص کا بندہ نہ بن کہ یہ شدید باطنی روگ ہے۔ اپنی ذات کو اس طمع میں مبتلا نہ ہونے دے۔ اس سے بہو کے سسرالی بزرگوں اور اقربا میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ میاں بیوی میں دوری ہو جاتی ہے۔ یہ (لالچ) ساری برائیوں کی پوٹ ہوتا ہے، مگر خوش اطوار شخص پھلتا پھولتا ہے۔ سچائی اس کے نقش قدم پر چلتی ہے اور وہ اس میں اپنا بسیرا کرتا ہے، حرص و ہوس کی دنیا میں نہیں بستا۔"

۱۲۵ تقسیم کے وقت: وراثت میں ملنے والی جائیداد کی تقسیم کے وقت۔ ۱۲۶ لخنت ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "اپنے حصے سے زیادہ کی حرص مت کر۔" ۱۲۷ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "کمزور کی التجا طاقتور سے زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے۔" لخنت ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "تند خو کی نسبت نرم خو کا حق زیادہ ہوتا ہے۔" ۱۲۸ وہ: طاقتور سے مراد ہے ۱۲۹ اس کے رشتے داروں۔۔۔۔ محروم رہتا ہے: اس فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ اس (طاقتور) کی ضرورت کے وقت رشتے دار اپنی تنگدستی کا بہانہ کر دیتے ہیں اور جب وہ ان سے کوئی چیز مانگتا ہے تو وہ انکار کر دیتے ہیں، لخنت ہائیم کا ترجمہ: "غریب وہ ہے جو اپنے رشتے داروں سے دور رہتا ہے، وہ سماجی تعلقات سے محروم رہتا ہے۔"

۲۱: اگر تو خوشحال ہے اور اپنا گھر چلا سکتا ہے: (اچھے) دستور کے مطابق اپنی بیوی سے اپنے گھر میں محبت کر[ف ۱۳۰]: اس کا پیٹ بھر؛ اس کی کمر کپڑے سے ڈھانپ[ف ۱۳۱]۔ تیل اس کے بدن کے لئے اکسیر ہے[ف ۱۳۲]۔ جب تک تو زندہ ہے اسے خوش رکھ[ف ۱۳۳]، کیونکہ وہ اپنے مالک کے لئے نفع بخش زمین (کی طرح) ہوتی ہے[ف ۱۳۴]۔ نہ تو اسے سزا دے، نہ ہی اسے طاقت کے مرتبے تک پہنچا[ف ۱۳۵]۔ ......[ف ۱۳۶] جب وہ ......[ف ۱۳۷] دیکھتی ہے: اس کی آنکھ طوفانی ہوا کی (مانند) ہوتی ہے[ف ۱۳۸]

ف ۱۳۰ لخت ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "جب تو خوشحال ہو جائے اور اپنا گھر بنالے اپنی بیوی سے پُرجوش محبت کر" ایک اور ترجمہ ــــ "اگر تو ممتاز حیثیت کا مالک ہے تو اپنے لئے گھر بنا اور گھر میں اپنی بیوی سے شایانِ شان طریقے پر محبت کر" ممتاز حیثیت سے مراد یہاں یہ ہے کہ اپنے پیشے میں نمایاں حیثیت حاصل کرلی ہو۔ ف ۱۳۱ کمر کپڑے سے ڈھانپ: یعنی بیوی کے لئے کپڑے فراہم کر۔ ف ۱۳۲ اس کے بدن: بیوی کا بدن۔ اس فقرے کا ترجمہ یہ بھی ہے "اس (بیوی) کے اعضا کے لئے تیل علاج ہے"

ف ۱۳۳ مس ہائیم لخت نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "جب تک تو زندہ ہے اس (بیوی) کا دل خوش رکھ" اور ارمن کا ترجمہ یہ ہے "جب تک وہ (بیوی) زندہ ہے، اس کا دل خوش رکھ"

ف ۱۳۴ "نفع بخش زمین" ــــ نفع بخش کھیتی ــــ نفع بخش زمین، کھیت یا کھیتی اس لئے کہا گیا ہے کہ بیوی بچے جنتی ہے۔ اس فقرے میں بیٹے پیدا ہونے کی مخصوص خواہش کا اظہار کیا گیا ہے۔ پھر کھیت یا کھیتی زرعی پیداوار بھی تو دیتی ہے؛ جو ظاہر ہے کہ فائدہ مند ہوتی ہے۔ مس لخت ہائیم کا ترجمہ اس فقرے کا یہ ہے: "وہ اپنے آقا کے لئے زرخیز کھیتی ہے" ف ۱۳۵ "طاقت کے مرتبے تک پہنچا" با اختیار بنا دینے سے مراد ہے۔ مطلب یہ کہ بیوی کو غلبہ حاصل مت کرنے دے۔ کہ حاوی نہ ہو جائے۔ مس لخت ہائیم کا ترجمہ یہ ہے: "اس کے ساتھ عدالت میں جھگڑا مت کر اسے طاقت حاصل نہ کرنے دے۔ اسے باز رکھ ......" ف ۱۳۶ یہاں اصل مصری عبارت ناقابلِ فہم ہو کر رہ گئی ہے ف ۱۳۷ یہاں اصل مصری عبارت میں مٹنے سے کچھ رہ گیا ہے۔ ف ۱۳۸ لخت ہائیم کا ترجمہ "جب وہ دیکھتی ہے اس کی آنکھ اس کا طوفان ہوتی ہے"

جو کچھ تجھے میسر ہے اس سے اس کا دل خوش رکھ[۱۳۹] اس سے وہ تیرے گھر میں بسی رہے گی۔ اگر تو اسے دھتکارے گا (اس کا مطلب ہے آنسو[۱۴۰]) اپنی حالت کے بدلے وہ جو کچھ دیتی ہے وہ "بدن" ہے۔ وہ جو کچھ کہتی ہے (یہ) ہے (کہ) کون اس کے لئے بہتر بنائے گا[۱۴۱][۱۴۲]

۲۲۔ جو کچھ تجھے میسر ہے ـــــــ جو صرف اسے ہی (میسر) ہو سکتا ہے۔ جس پر خدا مہربان ہو ـــــــ اس سے اپنے دوستوں کو مطمئن کر[۱۴۳] جو اپنے دوستوں کو مطمئن کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ لوگ کہیں گے: "وہ خود غرض انسان ہے"[۱۴۴] "انسان کل کے لئے منصوبہ بناتا

---

۱۳۹ بیوی کا دل خوش کرنے سے متعلق یہ فقرہ "پرس پیپرس" میں بڑی طرح ضائع ہو چکا ہے۔ چنانچہ یہ فقرہ کے وسطی خاندان کے دور ہی کے اس پیپرس سے لیا گیا ہے جو بہت ہی زیادہ مسخ اور ضائع شدہ حالت میں ہے "پرس پیپرس" کے دو کے لگ بھگ کا ہے ۱۴۰ آنسو: یہاں اصل مصری عبارت میں جو لفظ آیا ہے اس کے لفظی معنی ہیں "پانی"۔ اس فقرے کا مطلب غالباً یہ ہے کہ "بیوی سے لڑنے کے بعد اگر شوہر اسے منائے گا نہیں تو وہ رونے لگے گی"۔ ۱۴۱ یعنی یہ کہ بیوی کو گھر فراہم کر دیا جاتا ہے تو اس کے بدلے میں وہ ازدواجی تعلقات قائم کرتی ہے ۱۴۲ مطلب غالباً یہ کہ بیوی کو ایک فکر ہوتی ہے کہ اسے مناسب طریقے پر کھانا، کپڑے ملیں۔ اس تعلیم (نمبر ۲۱) کا ایک اور ترجمہ یوں ہے۔

"اگر تو دانا ہے (تو) اپنے لئے گھر بنا اور گھر میں اپنی بیوی کو بھرپور اور صحیح پیار دے ......

(بدن پر) ملنے کا تیل (ایسی) شے جو اس کے عضار کی دوا کی مانند ہے .... اس (بیوی) پر تشدد نہ کر۔ کیونکہ وہ نرمی اور شفقت سے رام ہو گی (طاقت سے نہیں) سختی (کرنے سے) وہ الگ ہو جائے گی۔ جس چیز کی وہ تمنا کرے (جس چیز کی طرف وہ دیکھے اسے مہیا کر) اس طرح تو اسے اپنے پاس رکھ"

۱۴۳ مطلب یہ کہ اپنے مال و متاع سے دوستوں یا رشتہ داروں کی مدد کر ۱۴۴ ان ابتدائی فقروں کا لخت ہیم نے ترجمہ اس طرح کیا ہے: "جو کچھ تیرے پاس ہے اس سے دوستوں کی مدد کر (یہ مال و دولت) تجھے خدا کی مہربانی سے ملا ہے۔ جو اپنے دوستوں کی مدد میں ناکام رہتا ہے (اس کے بارے میں) کہا جاتا ہے "وہ ایک خود غرض دکان ـــــ"

منصوبہ بناتا ہے مگر نہیں جانتا کہ (کل) کیا ہو گا اور راست رو انسان اس پر قانع ہو وہی (اصل) انسان ہے۔[145] اگر قابلِ تعریف کام کیے جائیں تو دوست ہی ہوتے ہیں جو کہتے ہیں "خوش آمدید"۔ اگر کوئی کسی جگہ امن و سکون قائم نہیں رکھ سکتا (تو) پریشانی کے وقت اسے دوستوں سے مشورہ کرنا پڑتا ہے۔[146]"

۲۲۔ بہتان مت باندھ، تجھے یہ سننا بھی نہیں چاہیئے، کیونکہ یہ گرم مزاجی[147] کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جو دیکھا ہو صرف وہی بتا، وہ نہیں جو سُنا ہو۔ اسے اکیلا چھوڑ دینا چاہیئے۔[148] بالکل مت بول[149] اور تیرے مقابل پر (تیری) اچھائی واضح ہو جائے گی۔[150] اگر مال چھین لینے کا حکم دیا جاتا ہے اور اس پر عمل کر لیا جاتا

---

[145] لحنت ہائیم کا ترجمہ: "(راست رو) کا: یہی وہ کام ہے جو انسان کو سہارا دیتا ہے۔" [146] اس فقرے کا لحنت ہائیم کا ترجمہ: "کوئی شہر میں سامان نہیں لاتا، ضرورت کے وقت دوست لاتا ہے۔" [147]

گرم مزاجی طیش: یہاں گرم مزاجی یا تند خوئی کے لئے جو اصل مصری لفظ آیا ہے اس کے لفظی معنی ہیں۔ "گرم پیٹ" یا "شکم گرم"۔ "قدیم اہلِ مصر دل کو معقولیت، شعور، عقل و فہم اور سوجھ بوجھ کا مسکن خیال کرتے تھے اور پیٹ کو غیر مناسب یا معقول جذبات و محسوسات، خواہشات اور رجحانات کا مسکن سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس تعلیم (۲۲) میں گرم پیٹ کی اصطلاح متذکرہ بالا مفہوم میں استعمال ہوئی ہے۔ تاہم "تپاح حوتپ" کی ان تعلیمات میں "دل" اور "پیٹ" ایک دوسرے کے متبادل معنوں میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً تعلیم ۲۵ میں قلبِ گرم (گرم دل) کی اصطلاح غیر معقول سرکش آدمی کے معنوں میں آئی ہے ـــــ اور تعلیم ۲۱ میں پیٹ کو محبت و شفقت کا مسکن کہا گیا ہے۔ [148] مطلب یہ کہ سُنی سُنائی بات کو نظر انداز کر دینا چاہیئے اور اس کا ذکر آگے نہ کیا جائے۔ لحنت ہائیم کا ترجمہ: "دیکھی ہوئی بات کہو، سُنی ہوئی نہیں۔ اگر یہ نظر انداز کرنے کے قابل ہو تو کچھ مت کہہ تیرا مد مقابل (تیری) قدر و قیمت جان لے گا۔" [149] سُنی سنائی بات پر قطعی نہ کہہ۔ [150] بظاہر یوں لگتا ہے کہ اس فقرے کے بعد کاتب نے کسی نامعلوم وجہ کی بنا پر پیپرس پر کافی عبارت نہیں لکھی، یا وہ لکھنا ہی بھول گیا۔ کیونکہ اس فقرے کے بعد آنے والے فقروں کا سابقہ فقروں سے کوئی تعلق یا ربط نظر نہیں آتا۔ اس ربط کو تلاش کرنے میں تپاح حوتپ کی ان تعلیمات پر مبنی دوسری نقول سے بھی کوئی مدد نہیں ملتی۔

ہے تو چھیننے والے کے خلاف نفرت پیدا ہو جائے گی۔[151] بہتان تراشی خواب کی مانند ہے جس سے کوئی اپنا منہ چھپا لیتا ہے۔[152]

۲۴۔ اگر تو قابلِ اعتماد ہے،[153] جو اپنے آقا کی مجلس میں بیٹھتا ہے (تو)، اپنا دل اچھائی کی طرف لگا۔ اگر تو چپ رہا کرے تو یہ تُف تُف پودوں سے زیادہ فائدہ مند ہوگا۔[154] صرف اس وقت بول جب تجھے علم ہو کہ تو معاملے کو واضح کر سکتا ہے۔[154] ماہر ہی مجلس میں گفتگو کرتا ہے۔ کیوں کہ بات کرنا ہر ہنر سے زیادہ مشکل ہے۔ جو اسے مستند قرار دیتا ہے، وہی اس کی توضیح کر سکتا ہے۔[155]

---

[151] آخری دو تین فقرے بہت ہی مبہم اور غیر واضح ہیں۔ بہر حال اس فقرے: "اگر مال چھین لینے.... پیدا ہو جائے گی" کا فاکنر نے ترجمہ اس طرح کیا ہے: "..... قانون کی نظروں میں قابلِ نفرت ہے۔" [152] فاکنر نے آخری فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "..... دیکھ! یہ ایک خواب کی بربادی ہے....." "اس تعلیم (۲۳) کا ایک ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"غیر محتاط باتیں زبان سے مت نکال اور نہ ہی سُن، کیونکہ ایسی باتیں غصے میں بھنکا ہوا انسان کیا کرتا ہے..... جب اس قسم کی گفتگو تجھ سے کی جائے (تو اس) پر دھیان مت دے زمین کو تکتا رہ۔ اس سلسلے میں کچھ نہ بول تاکہ تیرا مد مقابل عقل سیکھے۔"

زمین تکتا رہ سے مراد یہاں یہ ہے کہ کوئی فضول باتیں کر رہا ہے تو سننے والے کو ان پر توجہ نہیں دینی چاہیئے بلکہ اپنی نظریں نیچی (زمین کی طرف) رکھنی چاہیئں۔ [153] قابلِ اعتماد، "دانا" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [154] "تُف تُف پودے"، "تف تف پھول" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ معلوم نہیں یہ کون سے مفید اور قیمتی پھول تھے۔ مس لخت ہائیم نے تُف تُف پھول یا پودے کی جگہ "بے موقع بولنا (احمقانہ گفتگو کرنا، بک بک کرنا)" ترجمہ کیا ہے اس فقرے کا مس لخت ہائیم نے یہ ترجمہ کیا ہے: "تیری خاموشی بک بک کرنے سے بہتر ہے۔" [154] مس لخت ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "اس وقت بول جب تیرے پاس کوئی حل ہو۔" [155] اس فقرے کا مس لخت ہائیم نے ترجمہ اس طرح کیا ہے: "جو اسے سمجھتا ہے وہی اسے مفید مطلب بناتا ہے۔" "اس تعلیم یا قول (۲۴) کا ایک اور ترجمہ یوں ہے:

"اگر تو دانا ہے اور اپنے بادشاہ کے ساتھ مجلسِ شوریٰ میں بیٹھتا ہے (تو)، تو نہ کاہل بن۔ بہت باتیں کرنے سے خاموش رہنا تیرے لئے زیادہ سود مند ہے۔ ہر طرح کے کام کے بارے میں اظہارِ خیال کرنا حماقت ہے کیونکہ جس شخص کو تجھ سے اختلاف ہے وہ تیری باتیں ثبوت کی کسوٹی پر پرکھے گا۔"

۲۵:۔ اگر تو صاحب اختیار ہے اور اپنے علم و فضل یا خوشگوار باتوں کی بنا پر محترم ہے۔ ایسے احکام جاری مت کر جن کا تعلق آپ کے فرض منصبی سے ہو۔ جھگڑالو آدمی خطا کاری میں پھنس جاتا ہے؛ ترش مزاج آدمی مت بن ایسا نہ ہو کہ اس کی تذلیل ہو جائے[156]۔ چپ مت رہ، مگر دھیان رکھ کہ تو کسی کو، کو ناراض نہ کر دے، یا کسی بات کا غصے سے جواب دے ڈالے۔ اپنا منہ پھیر لے اپنے آپ پر قابو پالے اور اس آتش مزاج شخص کے غصے کے شعلے خوش مزاج شخص کے پاس سے گذر جائیں گے جو خفا ہو اور جس کی راہ متنازعہ ہو۔ جو سارا دن سنجیدہ رہتا ہو۔ اس کا وقت کبھی اچھا نہیں گذرے گا، جب کہ جو شخص تمام دن نکمی حرکتیں کرتا ہے وہ کبھی اپنا گھر نہیں بنا سکے گا[157]۔ جو شخص (تسکار؟) کرتا ہے اسے اس شخص کی مانند پورا معاوضہ دیا جائے گا۔ جو شخص کشتی سے خشکی پر اترتے وقت رخ پھیرنے والا پیچھو چلاتا ہے ــــ اور دوسرا گرفتار کر لیا جاتا ہے[158]۔ حکم ماننے والے

---

[156] اس کی تذلیل: تلخ و ترش باتیں سننے والے کی تذلیل [157] مس لخت ہائیم نے شروع سے یہاں تک کے فقروں کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:۔

"اگر تو صاحب قدرت ہے تو اپنے علم اور نرم گفتاری سے عزت حاصل کر۔ کوئی حکم جاری مت کر سوائے اس کے کہ وہ مناسب ہو۔ جو اشتعال دلاتا ہے وہ مصیبت میں پڑ جاتا ہے۔ متکبر مت بن ایسا نہ ہو کہ ذلیل ہو جائے۔ گونگا مت بن ایسا نہ ہو کہ تجھے جھڑک دیا جائے جب تو کسی غضب ناک آدمی کو جواب دے (تو) اپنا منہ پھیر لے۔ اپنے آپ پر قابو پا۔ آتش دل (آدمی) کا شعلہ گذر جاتا ہے۔ جو آہستگی سے چلتا ہے، اس کا راستہ صاف ہو جاتا ہے۔ جو سارا دن چڑچڑا رہتا ہے۔ اس کا کوئی لمحہ خوشگوار نہیں گذرتا۔ جو سارا دن لاابالی پن (عیاشی؟) میں گذارتا ہے۔ وہ گھر نہیں بسا سکتا۔ . . . ."

[158] یہاں کئی فقرے ایسے آئے ہیں، جن کا مطلب واضح نہیں ہے۔

دل کو ضروریات اچھی طرح مہیا کی جائیں گی۔[159]

۲۰۔ متقدر شخص[160] کی کارروائی کی مخالفت نہ کر۔[161] جو بہت ہی مضمحل ہو اس کے دل کو پریشان مت کر، کیونکہ (اس طرح) وہ اپنے مخالف کا بدخواہ ہو جائے گا۔ مگر جو اس سے محبت کرتا ہے وہ خدا کے ساتھ ہے اور جو خواہش وہ کرتا ہے اس کی خاطر وہ پوری کر دی جاتی ہے۔ طوفان کے بعد (پُر) سکون کر[162] اس کی شفقت آسودہ خاطری کا سبب بنتی ہے۔ لیکن دشمن بدخواہ ہوتا ہے

---

[159] اس قول یا تعلیم (نمبر ۲۵) کا ایک اور ترجمہ یوں ہے۔

"اگر تو صاحب اختیار ہے تو ایسی روش اختیار کر کہ لوگ تیرے علم و فضل اور شرافت کے باعث تیری عزت کریں۔ تحکمانہ انداز میں بات کیا کر، ایسے نہیں گویا تو احکام کی تعمیل کر رہا ہو۔ اعلیٰ منصب والا شخص اگر عاجزی کرنے لگے تو غلطیوں کا شکار ہو جائے گا۔ اپنے دل میں غرور مت آنے دے کہ نیچا نہ دیکھنا پڑے۔ خاموش نہ رہا کر مگر کسی کی بات نہ کاٹ اور غصے سے جواب نہ دے۔ غصہ اپنے پاس مت پھٹکنے دے۔ خود پر قابو حاصل کر۔ غیض آلود دل سے تیز و تند باتیں نکلا کرتی ہیں۔ جو شخص سارا دن (پیسے کے) حساب کتاب میں لگا رہے گا۔ ایک لمحہ بھی خوشی کا نہیں گذار سکتا اور جس کا سارا دن محض اپنے دل کی خوشی حاصل کرنے میں بسر ہوتا ہو۔ وہ اپنے گھر کے لئے کچھ مہیا نہیں کر سکتا۔ جو اپنے دل کا کہا مانے گا۔ حکمرانی کرے گا۔

[160] متقدر شخص: متقدر شخص کی جگہ، بادشاہ بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [161] مطلب یہ کہ جب کوئی سرکاری عہدے دار کارروائی کر رہا ہو تو اس کی مخالفت نہ کر یا اس کے کام میں رکاوٹ مت ڈال۔ [162] مطلب غالباً یہ کہ جب سرکاری عہدے دار غصے میں ہو تو اس کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہیئے یا پھر یہ کہ جب عہدے دار کا غصہ اتر جائے۔ تو اسے پُر سکون بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

مہربانی سے محبت بڑھتی ہے [۱۶۲]

۲۷۔ متقدر شخص کو وہ بات سکھا جو اس کے لئے مفید ہو۔ لوگوں میں اس کی پذیرائی کے جذبات پیدا کرتا کہ ...... [۱۶۳] کیونکہ تیری گذر بسر کا انحصار اس کی خیر [۱۶۴] خواہی پر ہوگا۔ محبت بھرا بدن آسودہ خاطری سے زیادہ بہتر ہوتا ہے اور تیری کمر کو اس سے ڈھانپ دیا جائے [۱۶۵] گا جب اسے قبول کر لیا جائے۔ تب مطلوبہ منصب کے ذریعے اپنی گھریلو زندگی گذار سکتا ہے۔ وہ اس کے ذریعے زندگی بسر کرے گا۔ اور وہ تیری طرف مہربانی کا ہاتھ بڑھائے گا۔ آسودہ خاطری [۱۶۶] برپا ہوگی۔ کیونکہ تیری محبت ان لوگوں

---

[۱۶۲] اس قول یا تعلیم (نمبر ۲۶) کا مس لخت ہائیم نے ترجمہ اس طرح کیا ہے:۔

"متقدر شخص کے اقدام کی مخالفت نہ کر۔ اس کے دل کو مضطرب مت کر جو پریشان ہو۔ اگر وہ اپنے منصوبے کو ناکام بنانے والے سے خفا ہو جائے (تو) جو اس سے محبت کرتا ہے اس کا کا' اس سے الگ ہو جائے گا۔ اس کے باوجود وہ دیوتا کے ساتھ (ہو کر) اشیاء فراہم کرنے والا ہے۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ اس کے لئے پورا کر دیا جانا چاہیئے۔ غصے کے بعد جب وہ اپنا چہرہ پھر تیری طرف کرے اس کے 'کا' سے امن و سلامتی ملے گی چونکہ بدخواہ مخالف ہوتا ہے۔ خیر سگالی سے محبت بھی بڑھتی ہے ___"

سے تعلیم یا قول (نمبر ۲۶) کا ایک اور ترجمہ یوں ہے:۔

"دو بادشاہ مصروف ہو تو اس کی مصروفیت میں حائل مت ہو اگر اس کا دل پریشان ہو تو اس پر ادم بار مت ڈال کیونکہ وہ (بادشاہ) حائل ہونے والے کا دشمن بن جائے گا مگر جو اس (بادشاہ) سے محبت کریگا (بادشاہ) اپنی روح اس کے سامنے بے نقاب کرے گا (؟) (کسی سے) سخت جھگڑا ہو جائے (تو) الگ چلا جا (؟) جو اپنے مخالف سے زیادتی کرے اس کے ساتھ امن و سلوک سے پیش آ۔

اسی طرح کے لوگوں سے انسیت بڑھتی ہے ___"

[۱۶۳] یہاں اصل مصری عبارت میں جو فقرہ آیا ہے اس کا مفہوم واضح نہیں ہے [۱۶۴] اس کی: متقدر شخص کی [۱۶۵] مطلب غالباً یہ کہ انسان کی محبت یا محبت کرنے والا انسان دولت سے بڑھ کر ہوتا ہے اور محبت کرنے والا با اختیار شخص لباس بھی مہیا کرے گا۔ [۱۶۶] وہ:۔ با اختیار یا متقدر شخص۔ [۱۶۷] اس فقرے کا لفظی ترجمہ یہ ہے: "وہ تجھے مدد کا ہاتھ دے گا"۔

کے بدن میں ہے جو تجھے چاہتے ہیں۔ دیکھ خیر سگالی کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے سُنا جائے۔[۱۶۸]

۲۸۔ اگر تو عدالت کے اعلیٰ عہدے پر فائز ہے۔ لوگوں کو مسرت بخشنے والا نائب (تو) انصاف کرتے وقت غیر جانبداری سے کام لے۔[۱۶۹] جب تو بات کرے یک طرفہ مت بن۔ خیال رکھ کہ وہ اپنا معاملہ[۱۷۰] حاکموں کے پاس نہ لے جائے۔[۱۷۱] شاید فیصلہ اس کے حق میں ہو جائے۔ اپنا عمل صحیح فیصلوں پر استوار کر

---

[۱۶۸] اس قول یا تعلیم (نمبر ۲۷) کا ترجمہ جس لچتہ نے اس طرح کیا ہے۔

"متفکر شخص کو ایسی بات بتا جو اس کے لئے سود مند ہو۔ لوگوں کے سامنے اس کا معاون بن۔ اگر تو اس کے علم سے اس کے بادشاہ کو متاثر کرے (تو) اس کے رکاب سے تجھے خوراک ملے گی جس طرح پسندیدہ آدمی کا پیٹ بھر جاتا ہے اسی طرح اس سے تیری کمر کپڑوں سے ڈھانپ دی جائے گی اور تجھے سہارا دینے کے لئے وہ تیری مدد کریگا۔ اپنے جس بزتر سے تو محبت کرتا ہے اور جو اس کے سہارے زندہ رہتا ہے وہ جواب میں تیری خوب مدد کریگا اس طرح تیری محبت ان لوگوں کے پیٹ میں برقرار رہے گی جو تجھے چاہتے ہیں۔۔۔ وہ ایسا کا ہے جو سننے سے محبت کرتا ہے۔"

اسی تعلیم کا ایک ترجمہ یوں ہے:۔

"امیر زادے کو ایسی باتیں بتا جو اس کے لئے فائدہ مند ہوں اور لوگ اس کی عزت کیا کریں۔ اس امیر زادے (کو تجھے تعلیم دینے والے) مطمئن ہونا چاہیے کیونکہ تیری روزی کا دارومدار اس کی خواہش پر ہے۔ اسی سے تیرا پیٹ بھرا رہیگا تیرے بدن پر لباس ہوگا۔ اگر تو اپنی عزت میں اضافہ اور گھر میں خوشحالی چاہتا ہے تو اس (امیر زادے) کو اپنے دل کے قریب کر لے (دیں)، وہ تیری جانب دست شفقت دراز کریگا۔ اس کے علاوہ وہ تیرے لئے محبت پیدا کریگا۔"

[۱۶۹] اصل مصری عبارت میں یہاں کچھ الفاظ ناقابلِ فہم ہو کر رہ گئے ہیں چنانچہ یہ ترجمہ یعنی "انصاف کرتے وقت غیر جانبداری سے کام لے" سیاق و سباق کو مدِنظر رکھ کر کیا گیا ہے [illegible]۔ مدعی کی طرف اشارہ ہے۔ [۱۷۱] اس لچتہ ہائیم نے اس فقرے کا اس طرح ترجمہ کیا ہے "یہ خیال رکھ کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی شکایت کرنے والا منصفوں کے معاملے کو بگاڑ دیتا ہے۔" [۱۷۲] اس تعلیم یا قول نمبر ۲۸ کا ایک ترجمہ یوں ہے:

"اگر تو کسی [illegible] بیٹھتا ہے اور لوگوں میں حسنِ سلوک پیدا کرتا ہے تو پھر کسی ایک ہی فریق کی طرف داری کرنا کہ لوگ یہ سمجھیں اس کا دیہ تو اُدھر جھکا ہے کیونکہ یہ ایک فریق کی حمایت میں ہوتا ہے۔۔۔ انصاف پسندی اپنا شعار بنا۔"

۲۹۔ اگر تو کسی گذشتہ رویّے کے معاملے میں نرمی برتتا ہے اور کسی کے ساتھ اس کی (دیانت دارانہ) روش کی وجہ سے رعایت کرنا چاہتا ہے (تو) اس کے پاس سے گذر جا۔ اس (شخص کو) اس لئے یاد نہ رکھ کہ وہ پہلے دن تجھ سے بولا نہیں تھا۔[۱۴]

۳۰۔ اپنی مفلسی کے بعد اگر تو بڑا آدمی بن گیا ہے۔ اور جیسے کہ تجھے علم ہے شہر میں (اپنی) سابقہ غریبی کے بعد مال و دولت حاصل کر لی ہے، ماضی میں جو کچھ تجھے ملا اس پر شیخی مت بگھار۔[۱۵] (اپنی دولت) پر بھروسہ مت کر، جو (دولت) دیوتاؤں نے تجھے تحفے کے طور پر بخشی ہے۔ تو کسی اور سے کمتر نہیں ہے

---

[۱۴] مطلب یہ کہ ماضی میں غلطیاں کرنے والا اگر کوئی شخص اب راہ راست پر ہے تو اس کی سابقہ ذلت آمیز باتوں کو یاد نہیں رکھنا چاہیئے۔ مسٹر لخت ہائیم نے اس تعلیم (نمبر ۲۹) کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:۔

"اگر تو کسی کی غلط روی سے خفا ہے، (تو) نیکی کی وجہ سے طرف داری کر۔ اس (غلط روی) کو نظرانداز کر دے۔ یہ یاد مت رکھ پہلے دن اس نے تجھ سے بات نہیں کی تھی۔"

دراصل اس تعلیم نمبر ۲۹ کی تفہیم بہت مشکل ہے۔ بہر حال مطلب غالباً یہی ہے۔ کہ اگر کسی نیک آدمی سے غلطی ہو جائے تو اسے یوں نظرانداز کر دینا چاہیئے۔ جیسے یہ کبھی سرزد نہیں ہوئی تھی۔ اسی تعلیم کا ایک ترجمہ یوں ہے:

"اگر تو نے کبھی ازراہ کرم کسی شخص کی تقصیر معاف کر کے اسے راہ راست پر لگایا تھا۔ تو (اس کے بعد، اس (شخص) سے احتراز کیا کر۔ پہلے دن کے بعد ہی یہ نہ بتانا کہ وہ (شخص) اس معاملے میں تیرے سامنے چپ ہو گیا تھا"

[۱۵] ارمن نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے ——— "مت بھول کہ ماضی میں تجھ پر کیا گذری تھی"۔ [۱۶] ...... بھروسہ مت کر:۔ اپنی دولت کی بنا پر کنجوسی مت کر؟ مت خیال کر کہ دولت ہمیشہ تیرے پاس رہے گی؟۔

گا جس کے ساتھ یہی کچھ پیش آیا ہے[۱۶۷]
[۱۶۸]

۲۱۔ اپنے سے برتر، قصرِ شاہی کے اپنے منتظم کے سامنے اپنی کمر خم — اس طرح تیرے گھر میں ضرورت کی چیزیں موجود رہیں گی۔ اور تجھے معاوضہ وقت پر ملے گا۔ اپنے سے برتر کی مخالفت کرنے والا آفت کا شکار ہوتا ہے۔ کیونکہ لوگوں کی گذر بسر کا انحصار صرف اس[۱۶۹] کی شفقت پر ہے۔ جب وہ لیٹرا بن جائے تو بازو کبھی خم نہیں کھاتا[۱۷۰]۔ پڑوسیوں کا گھر مت لوٹ۔ جو تیرے قریب ہو اس کی چیزیں مت چوری کر۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے خلاف شکایت کرے حتیٰ کہ تو اس کے بارے میں سُنے[۱۷۱]۔ یہ ایک "منحرف" دل کی غلطی ہے۔ اگر اسے یہ معلوم ہو جائے تو

---

[۱۶۷] ارمن نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "تو اس، دوسرے آدمی سے بہتر نہیں ہے، جو تیرے ہم پلہ ہے، جس کے ساتھ یہی گذر رہی تھی"۔ یہی کچھ گذرنے سے مراد ماضی کی مفلسی اور مصائب سے ہے۔ اس تعلیم (نمبر ۳) کا ایک ترجمہ یوں ہے۔

"اگر تو پست حیثیت سے عظیم المرتبت بن جائے؛ مفلس سے امیر ہو جائے، حتیٰ کہ تمول اور رتبے کے لحاظ سے کوئی تیرا ہم پلہ نہ ہے۔ مفید امور کے بارے میں تیرا علم (وسیع) ہو، اتنا کہ ترقی تیرا قدم چومے، پھر اپنے دل کو اپنی دولت کا اسیر (بھی)، نہ بنا، کیونکہ خدا نے تجھے اپنی نوازشات اور عطیات کا نگران (ہی) بنایا ہے۔ عروج اور دولت، تجھ پہ ہی ختم ہو کر نہیں رہ گئی ہے کوئی اور بھی تیرا ہم سر ہو جائے گا۔ اور (خدا)، اس پر بھی، اسی طرح مہربان ہوگا"۔

[۱۶۸] منتظم: وادرمنہ بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے [۱۶۹] اس کی شفقت: "برتر یا منتظم کی شفقت

[۱۷۰] بازو خم نہیں کھاتا: یعنی لٹیرا بن جانے والے کی کوئی شخص مزید عزت نہیں کرے گا۔ [۱۷۱] اس لخت ہیم نے اس فقرے اور آخری فقروں کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:۔

"...... ایسا نہ ہو کہ وہ تجھے علم ہونے سے پہلے تجھے ملامت کرے۔ جھگڑالو انسان کم عقل ہوتا ہے۔ اگر وہ جھگڑالو مشہور ہے تو لڑکے آدمی کو پاس پڑوس میں مصیبت کا سامنا کرنا پڑیگا"۔

وہ جھگڑنے لگے گا اور جو شخص اپنے ماحول کی مخالفت کرتا ہے وہ بدنصیب ہے[۱۵۲]

۳۲: زنانہ لڑکے[۱۵۳] سے ہم بستری مت کر، کیونکہ تجھے معلوم ہے کہ جس بات کی (عموماً) مخالفت کی جاتی ہے وہ اس کے دل کی (احتیاج) ہو گی اور جو کچھ اس کے بدن میں ہے اس کی تسکین نہیں ہو گی۔ اپنی خواہش (پوری) کر کے مطمئن ہو جانے کے لئے اسے وہ کچھ کرنے میں رات نہ گذرنے دے جس کی منا ہی ہے۔

---

[۱۵۲] یہ آخری چند فقرے سمجھنا بہت ہی دشوار ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تپاح حوتپ نے یہاں یہ کہا ہے کہ پڑوسی کو لوٹنا احمقانہ کام ہے اور یہ حماقت تو صرف وہی شخص کرتا ہے جو اپنے آس پاس کے لوگوں سے جھگڑتا ہے۔ اس تعلیم (نمبر ۳۱) کا ایک ترجمہ یوں ہے۔

"اپنے افسر قصرِ شاہی کے داروغہ کی اطاعت کیا کر کیونکہ تیرے گھرانے کا انحصار اس (داروغہ) کی دولت پر ہے اور تیرا روزینہ اس کی خوشنودی کا محتاج ہے۔ کتنا بے وقوف ہے وہ شخص جو اپنے حاکم سے جھگڑتا ہے۔ افسر کے لطف و کرم کے بل پر ہی (ماتحت) کی بسر اوقات ہوتی ہے۔ اپنی اسامیوں کے گھر مت لوٹ۔ دوست کی چیزیں نہ چرا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ (دوست) تیرے منہ پر تجھے برا بھلا کہے، جس سے دلوں میں دوری ہوتی ہے اگر (دوست کو چوری کا) پتہ چل گیا تو وہ تجھے نقصان پہنچائے گا۔ دوستوں میں لڑائی احمقانہ بات ہے۔"

[۱۵۳] زنانہ لڑکا: زنخا؟ ہم جنسیت کا عادی لڑکا۔ یہ پرس پیپرس میں موجود نہیں ہے۔ وسطی بادشاہت ہی کے اس دوسرے مسخ شدہ پیپرس سے یہاں مدد لی گئی ہے جو اب لندن میوزیم میں موجود ہے۔ جان۔ اے۔ ولسن نے A.N.E.T. میں تپاح حوتپ کی مکمل تعلیمات کا ترجمہ دیا ہی نہیں۔ اسی طرح بس لخت ہائیم نے اس کا ترجمہ سرے سے ہی نہیں کیا۔ اور BATTIS COMBE GUNN نے بھی اس کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ اس نے صرف یہی لکھنا کافی سمجھا ہے کہ یہ حصہ غیر فطری گناہ سے متعلق ہے۔ بہر حال میں فاکنز اور ایچ۔ گوئیڈک (H. GOEDICKE) کے اس خیال سے متفق ہوں کہ یہ حصہ ہم جنس پرستی کے بارے میں ہے اور "زنانہ لڑکے سے ہم بستری مت کر" در اصل ہم جنسیت ہی کی طرف اشارہ ہے۔

۳۳۔ اگر تو اپنے دوست کی فطرت[۱۰۴] معلوم کرنا چاہتا ہے، اس سے[۱۰۵] مت پوچھ جو اس کے قریب ہے بلکہ (خود) اس سے علیحدگی میں مل، حتیٰ کہ تجھے اس کی حالت کے بارے میں کوئی پریشانی نہ رہے۔ ذرا دیر بعد اس سے تبادلۂ خیال کر۔ بات چیت کے ذریعے اس کے ذہن کو پرکھ، جو کچھ اس نے دیکھا ہو اگر وہ بھول جائے اور اس کے طرزِ عمل سے تجھے غصہ آ جائے (تو) تو خاموش رہ یا پھر[۱۰۶] اس کے ساتھ محبت سے پیش آ۔ اپنا منہ مت پھیر۔ جب وہ کوئی بات بتائے تو محتاط رہ، معاندانہ انداز میں جواب نہ دے۔ اپنے آپ کو اس سے الگ مت کر۔ اس کی تذلیل نہ کر۔ اس کا وقت آنے سے کبھی نہیں ٹلا، کیونکہ کوئی اس سے بچ نہیں سکتا جس نے اس کا مقدر پہلے سے طے کر دیا ہے[۱۰۷]

۱۰۴: فطرت: فطرت کی جگہ کردار بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ۱۰۵: اس سے: کسی اور آدمی سے، جو دوست کے قریب ہو۔ ۱۰۶: (پرس پیپرس) میں یہ عبارت موجود نہیں بہرحال اس سلسلے میں لندن میں رکھے ہوئے فراعنہ کے بارہویں خاندان کے دورِ حکومت کے اس ناقص پیپرس سے مدد لی گئی ہے جس کا ذکر ابتداء میں آ چکا ہے۔ ۱۰۷: اس تعلیم (نمبر ۳۳) کا مسٹر لچتھائیم نے ترجمہ اس طرح کیا ہے ——

"اگر تو اپنے کسی دوست کے کردار کی چھان بین کرنا چاہتا ہے تو کسی اور سے مت پوچھ بلکہ اس کے پاس جا۔ صرف اسی بات کر تاکہ اس کے برتاؤ سے تجھے نقصان نہ پہنچے۔ کچھ وقت بعد اس سے تبادلۂ خیال کر، بات چیت کر کے اس کا دل جانچ...... اگر وہ تجھے خفا کرنے والا کام کرتا ہے اس کے باوجود اس سے دوستانہ رویہ رکھ، حملہ مت کر، ضبط سے کام لے، سخت کلامی نہ کر۔ اسے سختی سے جواب نہ دے۔ نہ اس سے الگ ہو نہ ہی اس پر حملہ کر۔ اس کا وقت آنے سے کبھی نہیں ٹلتا جو کچھ مقدر میں ہے اس سے کوئی نہیں بچ سکتا۔" اسی تعلیم (نمبر ۳۳) کا ایک ترجمہ یوں ہے:۔

"اگر تو اپنے کسی دوست کی فطرت جاننا چاہتا ہے (تو) اس کے کسی بھی ملنے والے سے اس کے متعلق کرید مت کر۔ بلکہ اپنے دوست سے تنہائی میں مل اور بات چیت کے ذریعے اس کو پرکھ۔ اس طرح اسے اپنی گذشتہ زندگی کے متعلق آگاہ کر کے تجھے گویا اس بات کا موقع ملے گا تو اس کی ذات پر ندامت محسوس کرے یا اسے اس کی نسبت برقرار رکھے۔ جب وہ تجھ سے بات کر رہا ہو تو اس سے کھنچا کھنچا مت رہ۔ اسے تحقیر آمیز انداز میں جواب نہ دے۔ اس سے الگ مت ہو اور نہ گفتگو ختم ہونے سے پہلے اس کی بات کاٹ۔"

۲۴:۔ اپنی زندگی میں خوش و خرم رہ[188]، کیونکہ گودام سے جو کچھ باہر نکل جاتا ہے (دوبارہ) اندر نہیں جا سکتا۔ روٹی بانٹ لینے کے لئے ہوتی ہے، جس کی لوگ حرص کرتے ہیں۔ جس کا پیٹ بھی خالی ہوتا ہے وہ شکوہ کناں رہتا ہے۔ اور جو مخالفت میں ہوتا ہے بڑبڑ کرنے لگتا ہے۔[189] جو تیرے قریب ہوا ہے ہوا لیسامت بننے دے۔ عصار کے بعد[190] آنے والے برسوں کے دوران انسان اپنی کریم النفسی کی بنا پر یاد رکھا جاتا ہے۔[191]

۲۵:۔ صاحب املاک ہے (تو) پڑوسیوں سے تناسائی رکھ اور اپنے دوستوں کو بدمزاجی مت دکھا[192] یہ دریائی کنارے کی مانند ہوگی جو اٹ گیا ہو۔ یہ مال و دولت سے بڑھ کر ہے[193]، کیونکہ ایک کی املاک

---

[188] خوش وخرم:۔ لخت ہائیم نے خوش و خرم کی جگہ "مہربان، کریم، شریف النفس" ترجمہ کیا ہے۔ ویسے یہاں جو اصل مصری لفظ آیا ہے اس کے لفظی معنی ہیں: "روشن چہرے والا" مطلب ہے کہ "روشن چہرے والا بن"۔

[189] اس فقرے کا مس لخت ہائیم نے ترجمہ یوں کیا ہے: "جو محروم رہتا ہے مخالف بن جاتا ہے"۔ [190] عصار لفظ عصار دراصل یہاں اقتدار اور منصب اعلےٰ کے لئے آیا ہے: "عصار کے بعد" سے مراد ہے صاحب اقتدار یا اعلےٰ منصب والے آدمی کی موت کے بعد۔ [191] اس تعلیم (نمبر ۲۴) کا ایک ترجمہ یوں ہے۔

"اپنی (پوری) زندگی شگفتہ رو رہ۔ گودام میں جو کچھ ذخیرہ کیا جائے اسے استعمال کے لئے باہر نکالنا چاہیئے اور روٹی بانٹ کر کھانی چاہیئے۔ جو شخص کھانے پینے میں حریص ہوگا۔ اس کا اپنا پیٹ خالی ہی رہے گا۔ جھگڑالو آپ ہی مصیبت میں گرفتار ہوا کرتا ہے۔ اس قسم کے آدمی کو دوست مت بنا۔ محض اچھے کاموں کی وجہ سے ہی انسان کو لوگ اس کی موت کے بعد یاد رکھتے ہیں۔"

[192] یہ:۔ یعنی بدمزاجی، تلخ کلامی اور سختی سے پیش آنا دریائی کنارے کا ریت سے اٹ جانے کے مترادف ہے۔ [193] یہ:۔ پڑوسیوں سے تناسائی اور اچھے تعلقات کی طرف اشارہ ہے؛ مطلب یہ کہ ہمسایوں سے اچھے تعلقات کی اہمیت مال و دولت سے زیادہ ہے۔

دوسرے کی ہو سکتی ہیں مگر اونچے منصب والے کا کردار اس کے لئے فائدہ مند ہو گا اور نیک نامی یاد رہے گی۔ [۱۹۴]

۳۶۔ سخت سزا دے، پوری طرح سبق سکھا۔ کیونکہ بدی کے خاتمے سے ایک اچھے کردار کی تعمیر ہوتی ہے۔ جو معاملہ جرم سے متعلق نہ ہو۔ اس کی شکایت مخالف کے ذریعے کرنی چاہیئے۔ [۱۹۵]

۳۷۔ اگر تو سپنت [۱۹۶] عورت کو بیوی بناتا ہے۔ ——————

---

[۱۹۴] یعنی کوئی انسان مصیبت یا بدبختی میں گرفتار ہو جائے تو اس کا اچھا کردار اور نیک نامی اس کے لئے دولت سے زیادہ مفید اور یادگار رہے گی۔

مس لخت ہائیم نے اس تعلیم (نمبر ۳۵) کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

دولہنے مددگاروں سے واقفیت رکھ اتب تو خوشحال ہو گا۔ اپنے دوستوں کے ساتھ کمینگی سے پیش مت آ۔ وہ کسی کے سیراب کھیتوں کی مانند ہیں اور کسی کے مال و دولت سے بڑھ کر ہیں۔ کیونکہ جو کچھ ایک کا ہے وہ دوسرے کا بھی ہے۔ نامور آدمی کا کردار اس لئے فائدہ مند ہوتا ہے۔ اچھی طبیعت والا یاد رکھا جاتا ہے۔"

اس تعلیم کا ایک یوں ترجمہ ہے:۔

"اپنے لین دین والوں سے تجھے اچھی طرح آگہی ہونی چاہیئے۔ اگر تو بُرے لوگوں سے تعلقات رکھے گا تو تیری نیک نامی تیرے دوستوں میں اس نہر کی مانند ہو گی جو اٹی ہوئی ہے بیٹے کی اچھی شہرت باپ کے لئے باعث فخر ہوا کرتی ہے اور راست روی کو لوگ یاد رکھتے ہیں"

[۱۹۵] اس تعلیم (نمبر ۳۶) کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی نیک نامی کی خاطر جرم کی سزا ضرور دینی چاہیئے مگر سماجی کارروائی یا اقدامات شاکی فریقین کو کرنے چاہیئں۔ مس لخت ہائیم نے اس تعلیم کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"سخت گوشمالی کر۔ سخت سزا دے۔ جرم کا خاتمہ مثال بنتا ہے۔ جرم کے بغیر سزا سے شکوہ کناں دشمن بن جائے گا۔"

[۱۹۶] اسپنت:۔ یہ قدیم مصری لفظ ہے اور اس کے صحیح معنی نامعلوم ہیں۔ ماہرین نے قیاس آرائی سے کام لیتے ہوئے اس لفظ کے مختلف ترجمے کئے ہیں ان متعدد ترجموں میں "موٹی عورت"، اور "رقاصہ" بھی شامل ہیں۔

جو مسرت بخش ہے[۱۹۷] اور جسے اس کے شہر کے لوگ خوب جانتے ہیں، اگر وہ متلون[۱۹۸] امزاج ہے اور قدر و منزلت پسند کرتی ہے۔ اسے دھتکار مت، اسے کھانے دے خوشی دینے سے خوشی ملتی ہے۔

---

۱۹۷ مسرت بخش، مسرت بخش یا شادماں کے لئے اصل مصری لفظ "وَن فت اِب" آیا ہے۔ جس کے مختلف معنے لیے گئے ہیں: اور لیے جا سکتے ہیں، مثلاً مسرت بخش یا مسرور و شادماں، چنچل۔ بد چلن و عیاش خوش طبع وغیرہ: زبا، (ہ ح و ح) نے اس لفظ کا ترجمہ "بک سر بے ہودہ باتیں یا حرکتیں کرنے والا کیا ہے ۱۹۸ متلون، یہاں جو اصل مصری لفظ آیا ہے۔ اس کے ماہرین نے مختلف معنے لئے ہیں۔ لنجت ہائم نے متلون ترجمہ کیا ہے ـــــ فاکنر نے اس تعلیم (نمبر ۳۷) کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"اگر تو ایسی عورت سے شادی کرتا ہے جو .... ہے، جو فضول حرکتیں کرتی ہو اور اپنے شہریوں میں بدنام ہو اور وہ .... ہو۔ کچھ وقت کے لئے اس سے اچھا سلوک کر، اسے دور مت کر بلکہ اسے کھانے دے۔ غلط کار عورت ...."

فاکنر کے مندرجہ بالا ترجمے میں جہاں جہاں نقطے آئے ہیں وہاں ایسے الفاظ آئے ہیں، جن کا فاکنر کے نزدیک ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ اسی تعلیم (نمبر ۳۷) کا ایک ترجمہ یوں ہے۔

"اگر تو کسی بدکار عورت کو راہِ راست پر لانا چاہتا ہے تو ازراہِ عنایت اسے رہنے کے لئے جگہ دے۔ دھتکار مت۔ اسے کھانے کو دے۔ اس کی آوارہ مزاجی تیری ہدایت و رہنمائی کو قبول کرے گی"۔

اختتامیہ

اگر تُو میری اِن باتوں کو سُنے گا[199]۔ جو میں نے تجھے بتائی ہیں تو تیرے سارے منصوبے ویسے ہی عمدہ ہوں گے؛ جیسے گذرے ہوئے لوگوں کے تھے[200]۔ ان کی[201] جو سچی باتیں رہ گئی ہیں۔ وہ ان کا[202] خزینہ ہیں؛ لوگوں کے منہ میں ان کی[203] یاد متحرک رہے گی[204]۔ کیونکہ ان کے اقوال عمدہ ہیں[205]۔ (ان کا) ہر قول برتا جائے گا۔ اور اس سرزمین میں کبھی فنا نہیں ہو گا۔[206]

ف۱۹۹ سنے گا:۔ عمل کرنے سے مراد ہے۔ یہاں سے پتاح حوتپ کی تعلیم کا آخری حصہ (اختتامیہ ۶۴۰ تا ۶۷۴) شروع ہوتا ہے اس حصے میں ان تعلیمات کی افادیت کو سراہا گیا ہے۔ پتاح حوتپ نے اس آخری حصے میں یہ بھی کہا ہے کہ اس کے یہ اقوال نسل در نسل منتقل ہونے چاہئیں ف۲۰۰ مس لخت ہائیم نے اس پورے فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:" اگر تو میرے اقوال سنے گا تو تیرے سارے منصوبے پورے ہوں گے"؛ ف۲۰۱، ف۲۰۲، ف۲۰۳ ان کی؛ ان کا، ان کی:۔ بزرگوں یا آبا و اجداد سے مراد ہے ف۲۰۴ متحرک رہے گی:۔ یعنی لوگ اپنی باتوں میں ان کا ذکر کرتے رہیں گے؛ یاد کرتے رہیں گے۔ ف۲۰۵ اس فقرے کا مس لخت ہائیم نے ترجمہ اس طرح کیا ہے:" ان کے اقوال کی قدر و قیمت کے سبب لوگ اپنی باتوں میں انہیں یاد رکھتے ہیں"؛ ف۲۰۶ اس فقرے کا مس لخت ہائیم کا ترجمہ:" اگر ہر لفظ پر عمل کیا جائے گا تو یہ (اقوال) اس ملک میں کبھی فنا نہیں ہوں گے"؛

یہ مکمل ہوگئی ہے اور خوبی کے ساتھ اظہار کر دیا گیا ہے[۲۰۸] اور حکام اس کے بارے میں گفتگو کیا کریں گے[۲۰۹] اس کا مقصد آدمی کو اپنے بعد آنے والے سے گفتگو کرنے کی تعلیم دینا ہے تاکہ وہ سنے[۲۰۹ الف]۔ اور ماہر وہ بنتا ہے جو یہ سنتا ہے[۲۱۰]۔ اور یہ اچھا ہے کہ وہ اسے سنائے جو اس کے بعد آئے گا، اور وہ اسے سنے گا ـــــــ سردار کے ہاتھ سے کوئی اچھا کام سرانجام پاتا ہے تو وہ ہمیشہ کے لئے نیک نام رہے گا۔[۲۱۱] اس کی تمام تر عقل و دانش لازوال ہوگی۔ اس کی مدد سے جب عالم انسان زمین پر اپنا، نصیبہ اچھا بنا لیتا ہے (تو اس طرح، وہ اپنی روح کی مدد کرتا ہے[۲۱۲]۔ اور عالم نے جو کچھ سیکھا ہے اس سے وہ مطمئن ہوگا۔ کیا افسر کا کام اچھا ہے[۲۱۳]؟ اس کا دل اور اس کی زبان ہم آہنگ

---

[۲۰۸] یہ: یعنی تعلیمات [۲۰۸] یعنی اقوال یا تعلیم مکمل ہوگئی ہے اور ان کا اظہار بیان خوبصورت ہے [۲۰۹] مس لحنت ہائیم کا ترجمہ: "اگر نصیحت بھلائی کے لئے کی جائے تو، بڑے لوگ باتیں کیا کریں گے"۔ [۲۰۹ الف] وہ: بعد میں آنے والا۔ آنے والی نسلیں۔ مقصد یہ کہ یہ تعلیم یا اقوال آنے والی نسلوں کو سنائے جائیں تاکہ وہ ان سے مستفید ہوں [۲۱۰] .... یہ سنتا ہے: یعنی تعلیمات پر عمل کرتا ہے۔

[۲۱۱] اس فقرے کا لحنت ہائیم کا ترجمہ:

"اگر رہنما اچھی مثال قائم کرے (تو) وہ ہمیشہ کے لئے فیض رساں ہوگا۔ [۲۱۲]: لحنت ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ یوں کیا ہے "عقل مند آدمی اپنے با، (روح) کو پائیدار چیزیں فراہم کرتا ہے تاکہ یہ (با) اس آدمی کے ساتھ دھرتی پر خوش رہے"۔ اس کے بعد لحنت ہائیم نے چند فقروں کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "فرزانہ اپنی فرزانگی اور بڑا آدمی اپنے اچھے اعمال سے مشہور ہوتا ہے۔ اس کا دل اس کی زبان سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ وہ جب بولتا ہے اس کے ہونٹ راستی پر ہوتے ہیں۔ اس کی آنکھیں دیکھتی ہیں۔ اس کے کان وہ کچھ سننے کے لئے بنائے گئے ہیں جو اس کے بیٹے کے لئے سودمند ہو۔ سچ پر عمل پیرا ہونے سے وہ جھوٹ سے آزاد رہے گا"۔ ـــــــ

[۲۱۳] یعنی کیا سرکاری حاکم یا افسر اپنے فرائض درست طور پر انجام دے رہا ہے؟

ہیں [۲۱۳] ــــــ اس ہونٹ صحیح باتیں کرتے ہیں، اس کی آنکھیں دیکھتی ہیں۔ اس کے بیٹے کے لئے جو بات مفید ہوتی ہے، اس کے کان وہ سن کر خوش ہوتے ہیں۔ وہ ابنیا راستی پر چلتا ہے۔ اور جھوٹ سے گریز کرتا ہے ــــــ اس بیٹے کے لئے سننا مفید ہوتا ہے۔ جو سنتا ہے [۲۱۵]۔ جب سننا سننے والے اندر داخل ہو جاتا ہے (تو) وہ جو سنتا ہے، منصف [۲۱۶] بن جائے گا۔ سننا اچھا ہوتا ہے اور بولنا اچھا ہوتا ہے [۲۱۷] لیکن فائدے اسے حاصل ہوتے ہیں جو سنتا ہے۔ سننے والے کے لئے سننا مفید ہوتا ہے اور سننا ہر بات سے بہتر ہے۔ کیوں کہ اس طرح دلکش محبت وجود میں آتی ہے [۲۱۸]۔ یہ کتنا اچھا ہے کہ جو کچھ اس کا باپ کہتا ہے [۲۱۹]۔

ــــــ ــــــ ــــــ

[۲۱۴] یہاں اصل مصری الفاظ ضائع ہو چکے ہیں "ہم آہنگ ہیں" کے الفاظ سیاق و سباق کی مناسبت سے قیاس کو بروئے کار لا کر استعمال کئے گئے ہیں۔ ژ آباد (ژ) نے قیاس کو بروئے کار لا کر کہا ہے کہ یہاں مفہوم یہ ہے کہ دل اور زبان ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں۔ [۲۱۵] جو سنتا ہے: اس حصے میں اور آگے چل کر لفظ سننا کی تکرار خوب آئی ہے جسے ادبی تکرار کہا جا سکتا ہے "سننا" سے مراد سننے کا عام عمل نہیں بلکہ یہ نوجوانوں کے لئے توجہ سے سننے یا فرمانبرداری کے معنوں میں استعمال ہوا ہے تاکہ وہ فرمانبردار بھی بنے اور توجہ سے سننے والا سامع بنے یعنی تبدیلیوں کی سماعت کرنے والا فرد بنے۔ ارمن نے سننا کی تکرار پر مبنی اس حصے کو اسلوب کا شاہکار قرار دیا ہے [۲۱۶] منصف: منصف کے لئے اصل مصری زبان کا جو لفظ آیا ہے اس کے معنی ہیں "منصف، جج" اس فقرے کا مطلب ہے کہ اچھی باتیں دھیان سے سننے والے بیٹے کو فائدہ پہنچے گا [۲۱۷] بولنا: اقوال زریں سنانے سے مراد ہے [۲۱۸] یعنی اچھی باتیں (اقوال) سننے اور ان پر عمل کرنے والا لوگوں میں محبوب ہوتا ہے [۲۱۹]، [۲۲۲]، [۲۲۳]، [۲۲۶]: باپ کہتا ہے..... محبت کرتا ہے..... نہیں سکھاتا..... پسند کرتا ہے: حاشیہ نمبر [۲۱۵] میں سننے یا سننا، جو وضاحت کی گئی ہے کہ سننے سے مراد یہاں فرمانبرداری ہے۔ اس وضاحت کی روشنی میں ان چار فقروں کا ترجمہ یوں بھی کیا جا سکتا ہے: "کیا ہی خوب ہے یہ بات کہ بیٹا باپ کی فرمانبرداری (اطاعت پذیری) سیکھے" ــــــ "خدا کو فرمانبرداری پسند ہے، نافرمانی سے خدا نفرت کرتا ہے" ــــــ "دل ہی انسان کو فرمانبرداری یا نافرمانی پر مائل کرتا ہے" ــــــ فرمانبرداری (تابعداری، اطاعت شعار) انسان کا ہی خاصہ ہے" ــــــ

بیٹا وہ مان لے[۲۲۰]۔ اس سے وہ لمبی عمر پاتا ہے[۲۲۱]

ف۲۲۰ "اس کے بیٹے کے لئے سننا مفید ...... وہ مان لے"۔ ان چند فقروں کا ترجمہ لختہائیم نے اس طرح کیا ہے۔

"سننے والے بیٹے کے لئے سننا فائدہ مند ہے۔ اگر سننا سننے والے کے اندر داخل ہو جائے (تو) سننے والا عمل کرنے والا بن جاتا ہے۔ اچھی طرح بولنا اچھی طرح سننا ہے اسکے لئے سننا مفید ہے جو سنتا ہے؛ سننا ہر چیز سے، جو اچھا ہوتا ہے اس سے خیر سگالی پیدا ہوتی ہے بیٹے کے لئے یہ کتنا اچھا ہے کہ وہ باپ کی باتیں سمجھ لے انکے ذریعے وہ لمبی عمر پائے گا۔"

ف۲۲۱ "اگر تو میری ان باتوں کو سنے گا .... وہ لمبی عمر پاتا ہے"۔ اس عبارت کا ترجمہ یوں بھی ہے

"میری بتائی ہوئی باتوں پر عمل پیرا ہونے سے تیرا کردار بہترین اور مثالی ہوگا، کیونکہ میری باتوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ ان میں سچائی ہے۔ لوگوں کو یہ اقوال ذہن نشین کرادے کیونکہ یہ باتیں اچھی ہیں۔ جو قول میں نے یہاں پیش کئے ہیں یہ اس ملک سے کبھی نہیں مٹیں گے بلکہ (میری باتیں، مثالی نمونہ بنیں گی (ان سے) انسان آداب گفتگو، فرمانبرداری اور عمدہ کلامی سیکھے گا تقدیر اس پر مہربان ہوگی کیونکہ وہ ممتاز ترین منصب پر فائز ہوگا۔ وہ اپنی عمر کے آخری دنوں تک کریم النفس اور خوش خلق رہے گا قناعت اور اطمینان اس کا شیوہ ہوگا۔ اس کا علم امن و سلامتی کیجانب اس کی رہبری کریگا چنانچہ وہ جبتک دھرتی پر رہے گا خوشحالی اسکے ہم رکاب ہوگی (ان باتوں کو جاننے والا) عالم اپنے علم سے مطمئن ہوگا۔ بادشاہ کا دل بلاشبہ مسرور و شاداب رہیگا۔ اسکی زبان راست گو ہوگی اور (میرے یہ زریں اقوال ہیں) انسان کے ہونٹوں کو بولنے کیلئے آنکھوں کو دیکھنے کے لئے اور کانوں کو سننے کیلئے وہ باتیں ملیں گی جو اسکے بیٹے کے حق میں سودمند ہونگی تاکہ وہ دھوکے اور فریب سے بچے اور انصاف و راست روی کو اپنالے۔ اطاعت گذار بیٹے کی اطاعت ایک نعمت ہے وہ تابعداری کے ساتھ اقوال سنتا ہے اچھی بات کی فرمانبرداری کرنیوالا اچھی بات کہتا ہے اور اس کی بات سننا اور فرمانبردار شخص کی فرمانبرداری کرنا مستحسن فعل ہے فرمانبرداری تمام نعمتوں سے افضل ہے اس سے محبت و عنایت جنم لیتی ہے کتنی اچھی بات ہے کہ بیٹا باپ سے وہ بات (یعنی اطاعت پذیری) سیکھے جس (اطاعت پذیری) کی بدولت (باپ) نے لمبی عمر پائی ہے۔"

جو سنتا ہے دیوتا اسے محبت کرتا ہے[۲۲۲] مگر جو نہیں سنتا دیوتا اس سے نفرت کرتا ہے[۲۲۳]۔ دل ہی ہے جو اپنے مالک کو سننا سکھاتا ہے یا سننا نہیں سکھاتا[۲۲۴] کیونکہ انسان کی زندگی، خوشحالی اور صحت کا دارومدار دل پر ہوتا ہے[۲۲۵]۔ جو کچھ کہا جاتا ہے سننے والا ہی (اسے) سنتا ہے۔ جو کہنے کے مطابق عمل کرتا ہے وہی سننا پسند کرتا ہے[۲۲۶]۔ یہ کتنا اچھا ہے کہ بیٹا باپ کو سنے[۲۲۷]۔ وہ کتنا خوش نصیب[۲۲۸] ہوتا ہے جسے[۲۲۹] یہ کہا جائے "بیٹا سننے[۲۳۰] کے آقا کے لئے باعث مسرت ہے"۔ جس سننے[۲۳۱] والے کے بارے میں یہ کہا جائے وہ بہت خوبیوں والا ہوتا ہے اور اس کا باپ اس کو عزت بخشتا ہے۔ اور اس (بیٹے) کی یاد لوگوں کے منہ میں رہے گی جو اب زندہ ہیں۔ جو اب دھرتی پر ہیں اور جنہیں ابھی آنا ہے[۲۳۲]

صـ۲۲۳ لخت ہائیم کا ترجمہ: "جو سنتا ہے وہ دیوتا کا محبوب ہے جس سے دیوتا نفرت کرتا ہے وہ نہیں سنتا"۔ صـ۲۲۵ دل: مصریوں کے نزدیک کیفیات اور جذبات کا مسکن دل ہی تھا یہاں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ انسان کا کردار اس کا اپنا دل متعین کرتا ہے صـ۲۲۷ باپ کو سنے: یعنی باپ کا حکم بجا لائے۔ صـ۲۲۸ صـ۲۲۹ وہ جسے: باپ سے مراد ہے۔ مطلب کہ جب باپ سے یہ کہا جائے کہ تمہارا بیٹا فرمانبردار ہے تو باپ سن کر بہت خوش ہوتا ہے صـ۲۳۰ سننے کا آقا: باپ سے مراد ہے جو چاہتا ہے کہ اس کی باتیں سنی جائیں اور ان پر عمل کیا جائے صـ۲۳۱ سننے والے: فرمانبردار سے مراد ہے۔ مطلب یہ کہ جس بیٹے کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ فرمانبردار ہے اور اپنے باپ کے لئے باعث مسرت ہے وہ بیٹا بہت ساری خوبیوں کا مالک ہوتا ہے
صـ۲۳۲ اس پیراگراف کا ایک ترجمہ یوں ہے:

> "دیوتا کو فرمانبرداری پسند ہے، نافرمانی سے دیوتا نفرت کرتا ہے۔ دل ہی انسان کو فرمانبرداری یا نافرمانی پر مائل کرتا ہے اور دل ہی انسانی زندگی کی حفاظت کرتا ہے۔ تابعداری اطاعت شعار انسان کا خاصہ ہے۔ فرمانبرداری پسند کرنے والا ہی احکام بجا لائے گا بلاشبہ بیٹے کے لئے باپ کی فرمانبرداری پسندیدہ فعل ہے اور باپ اس بات سے بہت خوش ہوتا ہے۔ ایسا (فرمانبردار) بیٹا حلیم اور شفیق آقا بنے گا اور ہر کوئی اس کی باتوں پر سر خم کرے گا۔ وہ (بیٹا) خوش اور خوش اطوار ہوگا اور باپ کی نظروں میں اس کی قدر و منزلت ہوگی۔ دھرتی پر رہنے والے لوگ ہمیشہ اس کی تعریف کریں گے۔"

[۲۳۳] اگر کسی عہدے پر فائز بیٹا اپنے باپ کا کہا قبول کرے (تو) اس کا کوئی منصوبہ ناکام نہیں ہوگا۔ تیری تعلیم تیرے سُننے والے بیٹے کے اندر سمائی ہے۔ افسر اس سے بہت خوش ہوں گے[۲۳۴] جو کچھ اسے کہا گیا ہے[۲۳۵] وہ اسی کے مطابق گفتگو کریگا۔ سُننے والا (ہی) دیکھتا ہے۔ ایسا بیٹا دلخوش ہوگا اور اس کے اقدامات نمایاں ہونگے۔ جو نہیں سُنتا اسمیں غلطی جلد ہو جاتی ہے۔[۲۳۶] اگر عقلمند اپنا مقام بنالے گا[۲۳۷] جبکہ بیوقوف پامال کر دیا جاتا ہے۔[۲۳۸]

---

[۲۳۳] سُننے والا بیٹا:۔ فرمانبردار بیٹا۔ یہاں بیٹے کو سُننے والا یعنی فرمانبردار کہا گیا ہے۔ اس فقرے کا مطلب یہ ہے کہ فرمانبردار بیٹا اپنے باپ کی حکیمانہ تعلیم پر عمل کر رہا ہے۔ اس سے:۔ فرمانبردار بیٹے سے۔ مطلب کہ سرکاری ملازمت کرنیوالے فرمانبردار بیٹے کی فرمانبرداری سے اعلیٰ افسر بہت خوش رہیں گے۔ اس فقرے کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے "جسے تو اپنے فرمانبردار بیٹے کی حیثیت سے تعلیم دیتا ہے وہ سرکاری افسروں کے دل میں اپنی جگہ بنالے گا"۔ [۲۳۵] "کہا گیا ہے"۔ یعنی اسے تعلیم دی گئی ہے۔ [۲۳۶] یعنی نافرمان سرکاری افسر غلطیوں کا جلد ہی مرتکب ہونے لگتا ہے [۲۳۷] ... اپنا مقام بنالے گا:۔ مطلب یہ کہ سوجھ بوجھ سے سرکاری ملازم اپنے سرکاری عہدے پر جلد ہی اپنے پاؤں مضبوط کرے گا [۲۳۸] مس میریم لختہائیم نے اس پیراگراف کا ترجمہ اسطرح کیا ہے:

"اگر کسی آدمی کا بیٹا اپنے باپ کے اقوال قبول کرے تو اس کا کوئی منصوبہ غلط نہیں ہوگا۔ اپنے بیٹے کو تعلیم دے کہ وہ سُننے والا بنے۔ ایسا کہ امراء اس کی قدر کریں۔ جو بتائے جائے کے مطابق گفتگو کرے اسے سننے والا تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ بیٹا افضل ہوتا ہے اس کے کام نمایاں ہوتے ہیں۔ جو نہیں سُنتا ناکامی اس کا پیچھا کرتی ہے۔ مستقل فائدہ حاصل کرنے کے لئے عقلمند صبح سویرے اٹھتا ہے جبکہ احمق سخت مصیبت میں مبتلا رہتا ہے۔"

اسی پیراگراف کا ایک ترجمہ یوں ہے:۔

"بیٹے کو چاہیئے کہ باپ کی باتوں پر عمل کرے۔ اس کے کسی حکم سے غفلت نہ برتے۔ اپنے بیٹے کو بھی تعلیم دے کہ بادشاہوں کے نزدیک فرمانبردار شخص انسان کامل ہوتا ہے۔ جو کام اس کے سپرد کیا جائے اگر وہ احتیاط کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہوگا تابعداری کریگا تو وہ عقلمندی کا ثبوت دیگا اور اس کا طرزِ عمل معقول اور موزوں ہوگا۔ بے پرواہی کا نتیجہ نافرمانی کی صورت میں نکلتا ہے لیکن عقل و بصیرت سے انسان کی حیثیت مستحکم ہوتی ہے۔ احمق شخص کو پامال کر دیا جاتا ہے۔"

جہاں تک دانا، بے وقوف کی بات ہے جو نہیں سنتا[۲۳۹]، کوئی ایسا نہیں جو اس کے لئے کچھ کر سکے۔ وہ علم کو جہالت اور مفید کو نقصان دہ سمجھتا ہے۔ وہ ہر قابل نفرت کام کرتا ہے چنانچہ لوگ ہر روز اس سے خفا ہوتے ہیں۔ وہ ایسے کاموں میں زندگی بسر کرتا ہے جن سے لوگ مر جاتے ہیں[۲۴۰]۔ اور غلط بیانی اس کی خوراک ہوتی ہے۔ اس کا یہ کردار افسروں کے علم میں ہوتا ہے۔ وہ ہر روز زندہ مرتا ہے۔ اسے ہر روز درپیش کثیر مصائب کی وجہ سے لوگ اس کے کام نظر انداز کر دیتے ہیں[۲۴۱]۔

ف[۲۳۹] جو نہیں سنتا: نافرمان سے مراد ہے ف[۲۴۰] مطلب غالباً یہ کہ نافرمان بے وقوف کی زندگی ایسے کاموں میں بسر ہوتی ہے کہ دوسرے لوگ مر جانا تو پسند کریں گے مگر وہ کام نہیں کریں گے۔ ف[۲۴۱] اس پیراگراف کا مس لخت ہائیسم نے اس طرح ترجمہ کیا ہے:۔

"وہ احمق جو نہیں سنتا، وہ بالکل کچھ نہیں کر سکتا وہ جہالت میں علم فائدے میں نقصان کو دیکھتا ہے وہ ہر ایسا کام کرتا ہے جس سے انسان نفرت کرتا ہے اور اس کیلئے اسے ہر روز ملامت کی جاتی ہے۔ وہ اس پر زندہ رہتا ہے جس سے انسان مر جاتا ہے، بات کو توڑنا مروڑنا اس کی خوراک ہوتی ہے افسر اس کے کردار سے آگاہ ہوتے ہیں جو افسر کہتے ہیں "ہر روز ایک زندہ موت" اس کے روز کے متعدد مصائب کی وجہ سے لوگ اس کے کام نظر انداز کر دیتے ہیں ——"

اسی پیراگراف کا جارج رالنسن کا ترجمہ:۔

"اطاعت شعاری نہ کرنیوالا نافرمان علم کو جہالت اور نیکی کو گناہ خیال کرتا ہے، وہ بڑی دیدہ دلیری کیساتھ ہر روز ہر قسم کے جرائم کرتا ہے اور ان میں وہ یوں گم ہو جاتا ہے جیسے مردہ ہو، عقلمند جسے موت سمجھتا ہے اسے وہ زندگی قرار دیتا ہے وہ بددعاؤں سے لدا پھندا اپنے رستے پر چلتا ہے"

اور ایک اور ترجمہ یوں ہے:۔

"نافرمان بیوقوف ہوتا ہے وہ کسی کام کا نہیں ہوتا علم کو جہالت اور فائدہ مند باتوں کو مضرت رساں سمجھتا ہے۔ ہر قسم کی غلطیاں اس سے سرزد ہوتی ہیں چنانچہ ہر روز اسے برا بھلا کہا جاتا ہے۔ اسے بدعائیں ملتی ہیں، یہی اسکی خوراک ہوتی ہے۔ بے ہودہ اور احمقانہ گفتگو کا ماہر ہوتا ہے۔ طرح طرح کی مصیبتیں روز اسے گھیرے رہتی ہیں جن کیوجہ سے وہ بدبختیوں میں پھنس جاتا ہے اور لوگ اسکے قریب نہیں پھٹکتے"۔

جو بیٹا سنتا ہے[242] وہ حُر کا[243] پیروکار[244] ہوتا ہے اور سُن لینے[245] کے بعد اقبال مند رہتا ہے۔ جب لمبی عمر پاتا ہے اور اس کی عزت کی جاتی ہے (تو) وہ اپنے باپ کی تعلیم کی تجدید کرتے ہوئے اسی طرح گفتگو کرتا ہے[246]، کیوں کہ ہر شخص کو اپنے پیدا کرنے والے[247] کی مانند تعلیم دی جاتی ہے[248]۔ وہ اپنے بچوں سے باتیں کرتا ہے[249]۔ تاکہ وہ اپنے بچوں (سے) گفتگو کریں[250]۔ اچھا کردار اپنا۔ زیادتی مت

---

[242] جو بیٹا سنتا ہے: یعنی فرمانبردار بیٹا۔ [243] حُر (یونانی تلفظ حورس): حُر (حور) مصریوں کا ایک مقبول ترین دیوتا ہے۔ [244] پیروکار: مصریوں کا عقیدہ تھا کہ اسَر (یونانی تلفظ اوزیرس) دیوتا اور اسّت (یونانی تلفظ آئسس) دیوی کے بیٹے حُر (حور) دیوتا کی حکومت کے بعد ایک ایسا خاندان مصر میں برسر اقتدار آیا جو نیم دیوتاؤں پر مشتمل تھا۔ اس خاندان نے تیرہ ہزار چار سو برس تک حکومت کی۔ یہی نیم دیوتا حکمران حُر دیوتا کے پیروکار یا تابعون کہلاتے تھے۔ اس کے بعد متحدہ مصر کا پہلا فرعون مینا (منا۔ مینز) حکمران بنا۔ یہاں پیروکار کی بجائے پجاری بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ دوسری جگہوں پر تو حُر دیوتا کے پیروکار کی اصطلاح ماضی کے ان مصری بادشاہوں کے لئے استعمال کی گئی ہے جنہیں بعد کے زمانوں میں دیوتا تسلیم کر لیا گیا تھا۔ مگر پتاح حوتپ کی ان تعلیمات میں استعمال ہونے والی اس اصطلاح کے بارے میں یہ خیال بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ شاید اس سے مراد اس وقت موجود بادشاہ (فرعون) کے ملازم سے ہے۔ موجود بادشاہ کو ایک طرح سے حُر دیوتا بھی مانا جاتا تھا۔ [245] سُن لینے کے بعد: فرمانبردار بن جانے کے بعد تعلیمات پر عمل کرنے سے۔ [246] گفتگو کرتا ہے: حکیمانہ تعلیم دیتا ہے۔ لخت ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "وہ اپنے باپ کی تعلیم کی تجدید کرتے ہوئے اپنے بچوں سے باتیں کریگا"۔ [247] اپنے پیدا کرنے والے: باپ سے مراد ہے۔ [248] "تعلیم دی جاتی ہے": یعنی حکمت کی باتیں سکھائی جاتی ہیں۔ مطلب یہ کہ حکمت سکھانے کا سلسلہ باپ سے بیٹے کو برابر منتقل ہوتا رہتا ہے"۔ ...... مانند تعلیم دی جاتی ہے ......، لخت ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "ہر شخص جس طرح عمل کرتا ہے اسی طرح تعلیم دیتا ہے"۔ [249]، [250] "باتیں کرتا ہے" ___ "گفتگو کریں": حکیمانہ تعلیم دینے سے مراد ہے

کر۔ عدل قائم کرنا کہ تیرے بچے وہی روش اپنائیں۔[251] اگر ان میں سب سے بڑا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (تو) لوگوں نے جو کچھ دیکھا ہوگا (اس کے بارے میں) کہیں گے: "بلاشبہ وہ اس کی مانند ہے"۔[252] "ان (لوگوں) سے کچھ جو سنیں گے: "بلاشبہ وہ بھی اس کی مانند ہے"۔[253] سب لوگ انہیں[254] دیکھیں[255] گے اور لوگ مطمئن ہوں گے، کیونکہ ان[256] کے بغیر مال و دولت بے فائدہ ہے[257]۔

---

[251] اس فقرے کا لخت ہائیسم کا ترجمہ یہ ہے: "مثال قائم کر، زیادتی مت کر، اگر انصاف محکم ہوگا (تو) تیرے بچے زندہ رہیں گے"۔ [252]، [253]، [254]، [257]۔ یہ تمام فقرے بحیثیت مجموعی انتہائی مبہم ہیں۔ بعض ماہرین نے تو سمجھے بغیر ہی ان کا لفظی ترجمہ کر دیا ہے اور اس کا خود انہوں نے تحریری اعتراف کیا ہے [255]، [256] "انہیں"، "ان کے"۔ عدل، راست روی، اعلیٰ کردار سے مراد ہے۔

آخری فقروں کا لخت ہائیم نے اس طرح ترجمہ کیا ہے اور ساتھ ہی نہ سمجھ سکنے کا اعتراف بھی کیا ہے۔

"مصیبت میں پھنسنے والے پہلے (آدمی) کی جہاں تک بات ہے، جب لوگ اسے دیکھیں گے کہیں گے: "وہ تو بس اسی طرح ہے"۔ اور جو کچھ انہوں نے سنا ہوگا کہیں گے: "وہ بھی بس اسی کی طرح ہے"۔ ہر ایک کو دیکھنا بہت سوں کو مطمئن کرنے کے مترادف ہے۔ ان کے بغیر مال و دولت بے کار ہے"۔

آخری دو فقروں کا مفہوم واضح نہیں ہے۔

اس پیراگراف کا ایک ترجمہ یوں ہے:۔

"باپ کی باتوں پر عمل کرنے والا اور توجہ دینے والا بیٹا خوش و بیتاہ کے پیڑ کی مانند ہوتا ہے۔ وہ پھلتا پھولتا ہے، بڑی عمر پاتا ہے، لوگ اس کی عزت کرتے ہیں۔ وہ اپنے بیٹوں کو وہی طور طریقے سکھا کر باپ کی تعلیمات کی تجدید کرتا ہے۔ ہر شخص اپنے پیدا کرنے والے کی پیروی کرتے ہوئے اپنی اولاد کو اپنی تعلیمات سے بہرہ مند کرتا ہے اور پھر اولاد کو بھی آگے اپنے بیٹوں کو وہ باتیں سکھانی چاہئیں تاکہ وہ اپنے افعال (ناپسندیدہ) کی وجہ سے بدنام نہ ہوں۔ تیری تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے سبب تیری اولاد پاک صاف زندگی بسر کرے گی، بلند ترین مناصب پر فائز ہوگی اور گناہ دھل جائیں گے"۔

کوئی قول کم مت کر، اسے خارج مت کر۔ ایک بات کی جگہ دوسری شامل نہ کر۔ اپنے اندر ......واکرنے سے باز رہ[258]۔ دانشوروں کی گفتگو کا انتظار کیا کر اور سنا کر[259]۔ کیونکہ تیری خواہش ہے کہ جب تو بات کرے تو سننے والوں کے منہ میں تو جا گزیں ہو جائے۔ ایک ماہر کی طرح بن اور بے عیب گفتگو کیا کر۔ اس طرح تیرا ہر منصوبہ صحیح ہو گا[261]۔

ص۲۵۸ پتاح حوتپ نے یہاں تنبیہہ کی ہے کہ اس تصنیف کا کوئی لفظ یا قول کم زیادہ نہ کیا جائے۔ کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہ کی جائے لیکن اس تنبیہہ کے باوجود بعد کے زمانوں میں اس تصنیف کی تدوین نو کی گئی۔ ص۲۵۹ یہاں اصل عبارت میں کسی ایسے پودے کا نام آیا ہے جو نامعلوم ہے بظاہر یہاں استعارانی انداز میں تنبیہہ کی گئی ہے کہ میرے خیالات کے سامنے سر خم نہ کیا جائے۔ ص۲۶۰ یعنی دانشوروں کے اقوال دانش کی حفاظت کر اور ان پر عمل کر۔ ص۲۶۱ اس پیراگراف کا ایک اور ترجمہ اس طرح ہے:۔

"کوئی قول نکال مت اور پھر اسے دوبارہ شامل مت کر۔ ایک بات کو دوسری جگہ مت رکھ دھیان رکھ کہ تیرے اندر ڈوریاں ڈھیلی نہ پڑ جائیں۔ مبادا کوئی عاقل یہ کہے اگر تو ہمیشہ باقی رہنا چاہتا ہے تو سن کر جب تو باکمال ہنرمند ہو جائے تب بات کیا کر ۔۔۔۔ اگر تو اچھے مقصد کے لئے بولے گا تو تیرے تمام معاملات درست رہیں گے۔"

مذکورہ بالا ترجمے میں اندر ڈوریاں ڈھیلی پڑ جانے کا استعارہ آیا ہے مگر یہ واضح نہیں ہے کہ مصنف نے یہاں کیا استعارہ برتا ہے۔ شاید دل کے متعلق قدیم مصریوں کا خیال تھا کہ ایک سر بمہر پیپرس کی مانند دل بھی ڈوریوں سے محفوظ کیا گیا ہے اور جب دل کی ڈوریاں ڈھیلی کر دی جائیں تو غیر پسندیدہ الفاظ کا آبشار پھوٹ پڑے گا۔ قدیم مصری تحریروں میں "سربمہر دل" کا استعارہ بہت مقبول رہا ہے۔ اسی پیراگراف کا ایک اور ترجمہ یوں ہے:۔

"اس کتاب کا کوئی لفظ خارج مت کر، نہ اس میں کچھ اضافہ کر۔ ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ مت رکھ۔ جب کوئی دانشور تیری بات سن رہا ہو تو محتاط ہو کر بول۔ تیری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ تیری باتیں اتنی مفید اور عمدہ ہوں کہ سننے والے تیری مدح سرائی کیا کریں ۔۔۔۔"

اپنی خواہشات کو کچل ڈال اپنے منہ پر قابو رکھ اس طرح آفیسر تیرا مشورہ سنیں گے۔ پوری طرح اپنے آقا کی مرضی کے مطابق بن اور عمل کر تاکہ وہ کہے "وہ میرا بیٹا ہے" اور یہ سننے والے کہیں "وہ پسندیدہ ہے" جس نے اسے اپنے لئے پیدا کیا۔ جب تو بات کیا کرے تحمل سے کام لیا کر اس طرح تو منفرد باتیں کرے گا تب جو افسر تیری باتیں سنیں گے۔ کہیں گے "اس کی باتیں کتنی اچھی ہیں![۲۶۲] ایسا کام کیا کر کہ تیرے آقا[۲۶۳] تیرے بارے میں کہے "اس کے باپ کی تعلیمات کتنی اچھی تھیں جس سے وہ پیدا ہوا جس کے بدن سے وہ پیدا ہوا، اور جس نے[۲۶۴] اس سے[۲۶۵] اس وقت

ص[۲۶۲] اس پیراگراف کا ایک ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے :

"اپنے دل کو پوشیدہ رکھ۔ اپنے منہ پر قابو رکھ۔ تب سرکاری ملازم تجھے جاننے لگیں گے اپنے آقا کے سامنے بالکل اس کی مرضی کے مطابق کام کر تاکہ کوئی اس آقا سے کہے گا "یہ اس شخص کا بیٹا ہے" اور جو یہ سنیں گے ــــ "جس کے ہاں وہ پیدا ہو وہ پسندیدہ ہے"۔ جب تو بات کرے تو سوچ لیا کر ...... تب جو افسر سنیں گے کہیں گے ــــ "اس کے منہ سے جو کچھ نکلتا ہے وہ کتنا اچھا ہے"۔

اسی پیراگراف کا ایک اور ترجمہ یوں ہے :۔

"تیرا دل (باتیں کرنے کو انتہائی) بے تاب بھی ہو رہا ہو (تب بھی) اپنی زبان قابو میں رکھ۔ معززین کی محفل میں اچھے سبھاؤ سے رہا کر اور اپنے بادشاہ کا حکم بجا لا کر اس کے حضور معقولیت کا ثبوت دے۔ معززین کے سامنے اپنے دل کو ایسی باتیں کرنے پر مائل کر کہ وہ (سننے کے بعد) کہہ اٹھیں "اس کی باتیں کتنی عمدہ اور اعلیٰ ہیں جو اس کے منہ سے نکل رہی ہیں"۔

ص[۲۶۳] تیرا آقا، بادشاہ (فرعون) سے مراد ہے۔ سوائے ایک آدھ جگہ کے ان تعلیمات میں جہاں کہیں "آقا" کا لفظ آیا ہے اس سے مراد فرعون ہے۔ ص[۲۶۴] جس نے :۔ باپ نے ص[۲۶۵] اس سے :۔ بیٹے سے :۔

حکمت کی باتیں کیں جب وہ ابھی مکمل طور پر جسم مادر میں تھا اور جو کچھ اس کے لئے[۲۶۶] کیا گیا وہ اس سے بڑھ کر تھا جو کچھ اسے بتایا گیا[۲۶۷] ——— دیکھ اچھا بیٹا خدا کی نعمت ہوتا ہے، جو اس سے بڑھ کر کرتا ہے جو کچھ آقا اس سے کہتا ہے۔ اس طرح وہ صحیح عمل کرتا ہے اور اس کے ذہن نے اس کے اعمال سے بھی بڑھ کر حاصل کر لیا ہے۔ جب تو مجھ تک پہنچے گا[۲۶۸] تیرا بدن توانا ہوگا اور جو کچھ کیا گیا ہوگا بادشاہ اس سے خوش ہوگا۔ تو میری، زندگی کے برسوں سے بڑھ جائے گا اور جو کچھ میں نے دھرتی پر کیا ہے وہ معمولی نہیں ہے۔ میں نے مبارک مرتبہ ملنے تک بادشاہ کے لئے صحیح کام کئے جس کی وجہ سے بادشاہ نے اسلاف سے بڑھ کر مجھ پر عنایات کیں (اور) اسی سبب میں نے زندگی کے ایک سو دس[۲۶۹] برس گذار دیئے[۲۷۰]

۲۶۶، [۲۶۷] اس کے لئے، اسے، اپنے بیٹے کے لئے، بیٹے کو۔ [۲۶۸] جب تو مجھ تک پہنچے گا، یعنی جب بیٹا باپ کی طرح تجربہ کار اور عقل و دانش کے مرتبے تک پہنچ جائے گا۔ [۲۶۹] زندگی کے ایک سو دس برس، مصریوں کے نزدیک مثالی عمر کی حد ایک سو دس برس تھی۔ [۲۷۰] اس پیراگراف کا ایک ترجمہ اس طرح ہے:۔

"ایسا کام کیا کر تیرا آقا تیرے بارے میں کہے۔ وہ کتنا اچھا ہے جسے اسکے باپ نے تعلیم دی، جب وہ اسکے بدن سے نمودار ہوا، اس دنیا ح خوف، انے اسے وہ سب کچھ بتا دیا جو اسکے دماغ میں تھا اور جو کچھ اسے بتایا گیا تھا اس نے اس سے بھی بڑھکر بتایا جو اسے بتایا گیا تھا..... جب اسکا دل راست رو ہوگا تو وہ صحیح کام کریگا..."

اس پیراگراف کا ایک ترجمہ یوں کیا گیا ہے:۔

"اپنے بادشاہ کا حکم مانا کر، باپ کی تعلیمات بیٹے کیلئے کتنی مفید اور اچھی ہوتی ہیں کہ یہ تعلیمات دینے والا وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے بیٹے کا تذکرہ اسوقت بھی کیا کرتا تھا جب وہ پیدا بھی نہیں ہوا تھا اور یہ کہ باپ بیٹے کیلئے کیا کچھ کر گذرا تھا۔ بلاشبہ نیک بیٹا عطیہ خداوندی ہے۔ فرمانبردار فرمانبرداری کی بدولت خوش و خرم رہیگا۔ اگر تو میری جگہ لے تو پہلے پھولے گا تیرے ہر طرز عمل سے بادشاہ خوش رہیگا اور اسکی نوازشات تیرے شامل حال ہونگی تو اتنی ہی لمبی عمر پائے گا جتنی میری ہے۔ میں اپنی فرمانبرداری، باتوں کے سبب ملک کے سب سے بوڑھے لوگوں میں ہوں میں بادشاہ ہی کی مہربانی سے ایک سو دس برس کا ہو گیا ہوں، بادشاہ نے مجھ پر اتنی عنایات اور نوازشات کی ہیں کہ اتنی تو میرے اسلاف کو بھی نصیب نہیں ہوئی تھیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس بڑھاپے تک بادشاہ کے لئے انصاف اور سچائی سے کام لیتا رہا ہوں۔"

یہ شروع سے آخر تک اِس کے مطابق مکمل کر دی گئی جو کچھ تحریری طور پر ملی تھی۔[۲۱]

تپاح حوتپ کے اقوال
(بعد کی نقول سے)

"پرس پیپرس" (۲۱۰۰ ق م یا ۲۰۰۰) پر لکھی ہوئی ابتدائیہ، ۳۷ اقوال اور اختتامیہ پر مبنی تپاح حوتپ کی تعلیمات کا مکمل ترجمہ گذشتہ صفحات میں دے چکا ہوں۔ اب میں تپاح حوتپ کی تعلیمات کے کچھ حصے دے رہا ہوں۔ جو پرس پیپرس کے بعد کے ادوار سے متعلق نوشتوں پر لکھے دستیاب ہوئے ہیں اور جو مجھے مختلف ماہرین و محققین کی کتابوں میں نظر آئے۔ ان تعلیمات میں ابتدائیہ، اقوال اور اختتامیہ شامل ہے۔

پرس پیپرس کے مندرجات اور ان کے بعد کے مندرجات میں جو فرق ہے وہ ان کے مطالعہ سے بخوبی ظاہر ہو جائے گا ——— اقوال کے نمبروں کے سلسلے میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیئے کہ پرس پیپرس کے جن جن اقوال کو میں نے جو جو نمبر دیئے ہیں، بعد کے نوشتوں پر مبنی انہی اقوال کو بھی میں وہی نمبر دے رہا ہوں۔ مثلاً یہاں میں نے نمبر ۱ سے لے کر نمبر ۳۷ تک جن مختلف نمبروں پر جو قول دیئے ہیں پرس پیپرس کے ترجمے میں بھی انہی اقوال کے یہی نمبر ہیں۔ اسی لئے بعد کے نوشتوں پر رقم، جو اقوال میں نے یہاں دیئے ہیں ان کے نمبروں میں تسلسل نہیں ہے۔

ابتدائیہ .... اس نے بادشاہ سلامت سے یوں کہا۔

بڑھاپا آ گیا ہے اور ضعیفی نازل ہو گیا ہے۔ جوڑ درد کرتے ہیں اور پیرانہ سالی کی حالت جیسے نئی چیز کی طرح نمودار ہو گئی ہے۔ نقاہت کے سبب توانائی زائل ہو گئی ہے۔ منہ چپ ہے اور بولتا نہیں۔ آنکھیں چھوٹی ہو گئی

---

[۲۱] کاتب نے یہ فقرہ اپنی طرف سے بالکل آخر میں لکھا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پرس پیپرس پر لکھی ہوئی تپاح حوتپ کی تعلیمات کا موجودہ نسخہ اب سے چار ہزار برس پیشتر کسی اور قدیم تر نوشتے سے نقل کیا گیا تھا۔

ہیں اور کان بہرے .... دل بھلکڑ ہو گیا ہے اور گذری ہوئی کل[1] اسے یاد نہیں۔ بڑھاپے میں ہڈیاں درد کرتی ہیں، ناک بند ہو گئی ہے اور سانس نہیں لیتی۔ کھڑا ہونا اور بیٹھنا یکساں طور پر مصیبت ہے۔ اچھائی برائی بن گئی ہے۔ ہر ذائقہ ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ آدمی کے ساتھ بڑھاپا جو کچھ کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اسے ہر طریقے پر ستاتا ہے۔

چنانچہ اپنے خادم کو اپنے بڑھاپے کے لئے ایک عصا بنانے کی اجازت دے، میرے بیٹے کو میری جگہ مقرر کرتا کہ میں اسے ان لوگوں کی باتیں سناؤں[2] جنہوں نے سنا اور ان لوگوں کے افکار سناؤں، جو پہلے گذر چکے ہیں اور ان[3] کی جنہوں نے گذرے زمانوں میں اسلاف کی خدمت کی۔ تاکہ وہ اسی طرح تیرے لئے کریں[4] تاکہ لوگوں کے جھگڑے ختم ہو جائیں اور دریا کے دونوں کنارے تیری خدمت کریں ——— "

بادشاہ سلامت نے کہا:-

"پہلے اسے اظہارِ خیال کی تعلیم دے .... وہ بڑے لوگوں کی اولاد کے لئے مثال قائم کرے۔ جو اس سے گفتگو کرے، اس میں فرمانبرداری اور اس کا ہر صحیح تصور حلول کر جائے۔ کوئی ایسا بچہ نہیں جو فہم و عقل کا مالک ہو ——— "

اقوال ۱:- اپنے علم پر مغرور مت ہو، اس بات کا زعم نہ کر کہ تو کوئی عالم فاضل[5] ہے۔ کم عقل

[1] کل یاد نہیں:- گذری ہوئی باتیں یاد نہیں [2]، [3] ..... باتیں سناؤں ..... جنہوں نے سنا:- یعنی ان اسلاف کی باتیں جنہوں نے اقوال اور تعلیمات سنیں اور ان پر عمل کیا۔ [3] ان کی:- سابقہ بادشاہوں کے وزیروں کی باتیں [4] مطلب یہ کہ تپاح حوتپ کی اولاد یا اس کے شاگرد وزیر بن کر فرعون اُزیسری کی اسی طرح خدمت کریں جس طرح سابقہ زمانوں کے شاگرد وزیر بن کر اپنے بادشاہوں کی کرتے تھے۔ [5]:- ان دو پہلے فقروں کا ایک یہ ترجمہ بھی کیا گیا ہے: "اپنے علم کی وجہ سے اپنے دل کو مغرور مت ہونے دے، اس بات کا زعم نہ کر کہ تو دانا ہے۔"

سے اسی طرح مشورہ کر جس طرح عقل مند سے۔ کیونکہ مہارت کی آخری حدود[۹] تک نہیں پہنچا جا سکتا اور کوئی ہنر مند[۸] اپنی کامل مہارت[۹] نہیں رکھتا۔ اچھا قول بیش قیمت سبز پتھر[۱۰] سے زیادہ کم یاب ہے۔ اس کے باوجود یہ چکیاں پیسنے[۱۱] والی کنیزوں کے پاس بھی مل جاتا ہے[۱۲]۔

۲:۔ اگر تجھے اچھی سوجھ بوجھ والا کوئی خطیب ملے، جو تجھ سے بہتر ہو تو، اپنے بازو خم کر دے اور اپنی کمر جھکا دے۔ لیکن اگر وہ بری بات کہے۔ تو اس کی مخالفت کرنے سے گریز نہ کر تا کہ لوگ اسے کہیں: "تو نادان"۔

لیکن اگر وہ تیرے برابر کا ہو اور جب وہ بدکلامی کرے (تو، خاموش رہ کر خود کو اس سے بہتر ثابت کر (گو)، سننے والے اس کی تعریف کریں گے مگر تیرا نام عظیم لوگوں میں شمار کیا جائے گا۔

اگر وہ (خطیب) ایک معمولی آدمی ہے اور تیرا ہم سر نہیں (تو)، اس سے خفا مت ہو کہ تجھے علم ہے کہ وہ حقیر ہے ۔۔۔۔۔۔۔ اس سے التفات نہ برت۔ اس طرح وہ اپنے آپ کو سزا دیتا ہے اگر کوئی حقیر آدمی، کو نقصان پہنچاتا ہے تو یہ برا ہے۔ تو اسے عظیم آدمی کی سزا دیتا ہے[۱۳]۔

۵:۔ اگر تو عہدیدار ہے اور لوگوں پر حکم چلاتا ہے (تو)، ہر فضیلت کے حصول کے لئے کوشاں رہ حتیٰ کہ تجھ میں کوئی نقص (باقی) نہ رہے۔ سچائی[۱۵] خوبی ہے اور اس کی قدرت و قیمت

---

[۷]، [۸]، [۹]: "مہارت کی آخری حدود"، "ہنر مند"، "کامل مہارت"، یہ سب الفاظ فصاحت یا خوش بیانی کے سلسلے میں آئے ہیں [۱۰] سبز پتھر:۔ زمرد بھی ترجمہ کیا گیا ہے [۱۱] چکیاں:۔ اناج پیسنے کی پتھروں کی چکیاں [۱۲] مطلب یہ کہ سب سے مفلس اور کم پایہ لڑکیوں کو بھی کوئی نہ کوئی قول یاد ہو گا [۱۳] سزا دیتا ہے:۔ مطلب غالباً یہ کہ عظیم آدمی نظر انداز کر کے اور خاموش رہ کر گویا کسی کو سزا دیتا ہے۔ [۱۵] سچائی:۔ سچائی کے لئے قدیم مصری لفظ مات تھا۔ اور مات کے معنی ہیں سچائی حق، عدل:۔

دائمی۔ اور اس سچائی میں اس کے خالق[16] کے دن سے کوئی خلل نہیں پڑا ہے۔ جب کہ اس (سچائی) کے ضابطوں کی خلاف ورزی کرنے والا سزا پاتا ہے۔ یہ اس شخص کے سامنے ایک (سیدھی) راہ کی مانند ہے جو کچھ نہیں جانتا۔ غلط کار اپنا بیڑا کبھی ساحل تک نہیں پہنچا سکتا۔ بے شک غلط کار دولت حاصل کر لیتا ہے لیکن سچائی (حق) کی قوت یہ ہے کہ یہ برقرار رہتی ہے اور راست رو آدمی کہتا ہے: "یہ میرے باپ کی ملکیت[17] ہے۔"

۷۔ اگر تو وہ ہے جو اس جگہ بیٹھا ہے۔ جہاں تجھ سے بڑی حیثیت کے شخص کی میز[18] دھری

---

[16] خالق: یعنی سچائی کے خالق۔ خالق یہاں مصریوں کے رب الارباب "سورج دیوتا را" کو کہا گیا ہے۔ مصریوں کے نزدیک "را" دیوتا نے ہی سچائی اور عدل کو دنیا میں اتارا تھا۔ "خالق کے دن" سے مراد ہے۔ وہ دن جب سچائی دنیا میں اتاری گئی تھی [17] مطلب یہ کہ باپ نے حق و راستی کے طریقوں پر بیٹے کی پرورش کی اور سچائی بہترین چیز ہے باپ نے بیٹے کے لئے ورثے میں چھوڑی ہے۔ گویا مصریوں کے نزدیک سچائی اور عدل ورثے میں ملنے والی اقدار تھیں۔ اس تعلیم یا قول (نمبر ۵) کا ایک ترجمہ اس طرح بھی کیا گیا ہے:۔

"اگر تو لوگوں کے معاملات انجام دینے والا عہدیدار ہے (تو) ہر فیض رساں کام کرنے میں کوشاں رہ، حتیٰ کہ تیرے اپنے معاملات درست ہیں۔ انصاف عظیم ہے اور اس کی موزونیت دائمی ہے۔ . . . . . . (ممکن ہے کہ) چالبازی سے مال و دولت حاصل کر لی جائے (مگر) انصاف کی طاقت دائمی ہوتی ہے۔"

[18] میز: مصری شرفاء کے ہاں دستور تھا کہ کھانے کے وقت ہر مہمان اور اہلِ خانہ کے سامنے ایک نیچی سی میز ہوتی تھی جس پر رکھ کر کھانا کھایا جاتا تھا اور عین ممکن ہے کہ معزز مہمان کی میز درمیان میں رکھی جاتی ہو اور مہمانوں کی میزیں اس کے گرد۔ اس قول یا تعلیم کے ابتدائی فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے "اگر تو لوگوں کے ساتھ اپنے سے بلند مرتبہ (شخص) کی (طعام) میز پر بیٹھا ہے" تو وہ (تیری) کے ناک سامنے رکھے ہوئے (کھانے) میں سے جو کچھ تجھے دے وہ کھا لے۔"

ہو، تو اس وقت کھا جب وہ (کھانے کو) دے جو تیرے سامنے رکھا ہو، اس (کھانے) کی طرف مت دیکھ جو اس کے سامنے رکھا ہو،[11] بلکہ اسے دیکھ جو تیرے سامنے رکھا ہوا ہو۔[12] اس (میزبان) کو بار بار مت دیکھ، کیوں کہ اگر کوئی اس کی خلاف ورزی کرتا ہے تو یہ کا[13] کے لئے قابلِ نفرت ہے۔ جب تک وہ تجھ سے گفتگو کرے اپنا چہرہ نیچے کی طرف رکھ، صرف اسی وقت بات کر جب وہ تجھ سے مخاطب ہو۔ اس وقت ہنس جب وہ ہنسے۔ اس سے وہ اپنے دل میں بہت خوش ہوگا اور جو کچھ تو کرے گا قابلِ قبول ہوگا۔[14] کوئی نہیں جانتا کہ دل میں کیا ہے؟[15] جب (کوئی) بڑا آدمی کھانے پینے کی چیزوں کے پیچھے بیٹھتا ہے اس کے ارادے اپنے 'کا' کے حکم پر منحصر ہوتے ہیں، وہ اپنے پسندیدہ شخص کو کھانا دے گا۔ عظیم المرتبت اس شخص کو دیتا ہے جو اس کی رسائی میں ہو، مگر 'کا' ہی ہے جو اس کا ہاتھ (اور بھی) لمبا کر دیتا ہے۔[16] روٹی خدا[17] کے حکم سے کھائی جاتی ہے۔ محض بے وقوف ہی اس کا شاکی ہوگا۔

ص۱۱، ص۱۲ یعنی مختلف کھانے کافی تعداد میں میزبان کے سامنے چُنے ہوں تو کسی مہمان کو ان کی طرف حریصانہ نظروں سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ ص۱۳ 'کا'، مصریوں کے نزدیک 'کا' ایک حیاتی قوت تھی جو ہر انسان کے اندر موجود ہوتی تھی۔ یہاں تپاح حوتپ کی اس تعلیم میں یہ قدیم مصری نظریہ پیش کیا گیا ہے کہ 'کا' پر انسان کے مزاج، خواہش اور رجحان کا بھی انحصار تھا اسطرح انسان کے پورے چلن یا روش کا انحصار 'کا' پر تھا چنانچہ سماجی میل جول میں یہ احتیاط خاص طور پر ضروری تھی کہ کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہونے پائے جو کسی دوسرے شخص کے 'کا' کے لئے ناپسندیدہ ہو۔ ص۱۴ ...... قابلِ قبول ہوگا، اس فقرے کا ایک ترجمہ یوں ہے: "اور جو کچھ تو کریگا اس سے دل کو خوشی حاصل ہوگی"۔ ص۱۵ یعنی بلند مرتبہ شخص کی موجودگی میں ہمیشہ احتیاط رکھنی چاہیئے کیونکہ اسکے مزاج کا کسی کو پتہ نہیں ہوتا۔ ص۱۶ بلند شخصیت کا مالک شخص جب کھانے پر بیٹھتا ہے تو عام طور پر وہ خوش ذائقہ اور اچھے کھانے اپنے قریب بیٹھنے والوں کو دیتا ہے لیکن اسکا مزاج خوشگوار ہو تو وہ کھانا دینے کے لئے اپنا ہاتھ تجھ تک بھی پھیلا دیگا۔ ص۱۷ خدا، خدا یہاں غالباً 'کا' کو کہا گیا ہے۔ قدیم مصری عبارتوں میں ایک ایسے دیوتا کا ذکر ملتا ہے جو انسان کے اندر ہے، اور ظاہر ہے کہ مصری عقیدے کی رو سے 'کا' انسان کے اندر ہوتا تھا یا ساتھ رہتا تھا ـــــ بہر حال تپاح حوتپ کی ان تعلیمات میں خدا کا مطلب فرعون (بادشاہ) ہے۔ انہی تعلیمات میں بعض جگہ برترین یا خالق دیوتا کو بھی خدا کہا گیا ہے اور بعض جگہ اس قوت کو خدا کہا گیا ہے جو مناسب برتاؤ یا اچھے چلن کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ قوت کیا تھی یہ واضح طور پر نہیں بتایا گیا۔ تاہم اس قسم کے خدا سے مراد غالباً مقامی دیوتا ہے یعنی

۸:۔ اگر تو قابلِ اعتماد لوگوں میں سے ہے: جیسے ایک بڑا آدمی دوسرے بڑے آدمی کے پاس بھیجتا ہے، جب وہ تجھے بھیجے اس معاملے میں صحیح طرزِ عمل اختیار کر۔ اسی طرح پیغام پہنچا جیسے اس نے کہا تھا۔ تجھ سے جو کچھ کہا گیا ہو اس بارے میں اخفائے راز سے کام مت لے۔ اور دھیان رکھ کوئی بات بھول نہ جائے۔ سچائی پر سختی سے جما رہ اور اسے پامال مت کر خواہ تو کوئی ایسی بات نہ کہے جو اطمینان بخش ہو۔[۱۸] الفاظ کو بدتر بتانے سے باز رہ کہ عام لوگوں کی گفتگو کے انداز سے ایک ذی مرتبت دوسرے ذی مرتبت کے لئے ذلیل بن کر رہ جائے[۱۹] "ایک اہم آدمی ایک غریب آدمی" ــــــ کا، اس سے نفرت کرتا ہے۔[۲۰]

۱۰:۔ اگر تو ادنٰے آدمی ہے اور ممتاز آدمی کے ساتھ رہتا ہے،[۲۱] جو دیوتا[۲۲] کے بالکل قریب کھڑا ہوتا ہے۔ تو اس کی سابقہ کم مائیگی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ اپنا دل اس کے خلاف اس لئے

ص۱۷، ص۱۸ اگر تو قابلِ اعتماد ...... اطمینان بخش ہو"، اس تعلیم (نمبر ۸) کے شروع سے لے کر ..... "اطمینان بخش ہو" تک کے تمام فقروں کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے۔

"اگر تو بھروسے کا آدمی ہے جسے ایک ذی مرتبت (پیغام دے کر) دوسرے ذی مرتبت کے پاس بھیجتا ہے جب وہ تجھے بھیجے پوری طرح قابلِ اعتماد ثابت ہو۔ جیسے اس نے کہا ہے اسی طرح سفر کو پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ جو کچھ تجھ سے کہا گیا ہے اسے پوشیدہ مت رکھ۔ اور بھول جانے کی روش سے گریز کر۔ سچائی کو مضبوطی سے تھام لے اور اس میں مبالغہ مت کر۔ (محض) اطمینان بخش بات کسی طرح بھی نہیں دہرانی چاہیئے۔"

ص۱۹، ص۲۰ مطلب یہ کہ قاصد پیغام دیتے وقت اپنے آقا کی منتخب، شاندار اور موزوں زبان کی بجائے عام لوگوں کا سا طرزِ تخاطب یا اندازِ گفتگو اپنائے کیونکہ اگر کوئی ذی مرتبت یا بڑا آدمی ایک عام آدمی کی طرح بات کرے تو ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ ان متعلقہ فقروں کا ایک ترجمہ یہ ہے: "الفاظ کو بدتر بتانے کے خلاف جدوجہد کر" (اس طرح) ایک بڑے آدمی کو بازاری زبان کی وجہ سے دوسرے بڑے آدمی سے ناراض ہونے کا موقع فراہم نہیں دینا چاہیئے۔ ص۲۱ جو:۔ ممتاز آدمی ص۲۲ دیوتا:۔ فرعون یا بادشاہ سے مراد ہے۔

مت کر کہ تو اس کے ماضی کے بارے میں کچھ جانتا ہے۔ جو کچھ اسے دیا گیا ہے اس کے مطابق اس کی عزت کر[۲۲] جو شخص اس کی تمنا کرتا ہے اس کے لئے یہی ان کا قانون[۲۳] ہے۔ جو شخص روندتا ہے اس سے لوگ ڈرتے ہیں۔ دیوتا ہی جو انسان کو، کمال پر پہنچاتا ہے اور وہ[۲۴] سوتے میں بھی اس کی حفاظت کرتا ہے۔

۱۲۔ اگر تیری قدر و منزلت کی جاتی ہے، تیرا گھر بار ہے اور تیرے ہاں بیٹا پیدا ہوتا ہے۔ جو دیوتا[۲۵] کو خوش کرتا ہے، اگر وہ راست رو ہے، اور تیرے طور طریقوں کی پیروی کرتا ہے اور تیری نصیحتیں سنتا ہے، اور تیرے گھر میں اس کا چال چلن اچھا ہے، اور اگر وہ تیرے مال کی دیکھ بھال کرتا ہے جیسا کہ ہونا چاہیئے (تو)، اس کے لئے تو ہر اچھی چیز تلاش کر۔ وہی تیرا بیٹا ہے جسے تیرے کا نے تیرے لئے پیدا کیا ہے۔ اپنا دل اس سے الگ مت کر۔ لیکن انسان کا تخم (اکثر) دشمنی پیدا کرتا ہے۔ اگر وہ[۲۶] غلط کام کرتا ہے، اور تیرے منصوبوں کو پامال کرتا ہے، تیری ہدایات پر عمل نہیں کرتا، تیرے گھر میں اس کے اطوار اچھے نہیں اور جو کچھ تو کہتا ہے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے، اس کا منہ اس کے تجربے کے بالکل برعکس (انتہائی) خراب باتیں کرتا ہے، جب کہ اس کے پلے کچھ نہیں ہوتا، تو پھر تجھے اسے الگ کر دینا چاہیئے کیوں کہ وہ بالکل بھی تیرا بیٹا نہیں ہے، درحقیقت وہ تیرے ہاں پیدا نہیں ہوا تھا۔ (اس طرح) تو خود اس کی (اپنی) باتوں کے مطابق اسے پوری طرح غلام بنا لیتا ہے۔ وہ آدمی ہے جس کی دیوتا نے رحم مادر ہی میں مذمت کی تھی۔

۱۳۔ اگر تو ڈیوڑھی[۲۷] میں کھڑا ہوتا ہے یا بیٹھتا ہے (تو) اپنی باری آنے تک انتظار کر، خادم کا

---

[۲۲] یعنی اس کی ترقی اور مال و دولت کی وجہ سے اس کی عزت کر [۲۳] مطلب ہے کہ محنت کرنے والوں کو ہی دیوتا مال کی خواہش، مال و دولت عنایت کرتے ہیں [۲۴] وہ: ۔ دیوتا [۲۵] دیوتا: فرعون سے مراد ہے [۲۶] وہ: بیٹا [۲۷] ڈیوڑھی: عظیم المرتبت آدمی کی ڈیوڑھی۔ یہاں کہا یہ گیا ہے کہ جب کوئی کسی بڑے آدمی سے ملنے جائے تو ڈیوڑھی میں اپنی طلبی کے انتظار میں کھڑا یا بیٹھا رہے اور جب خادم آکر اسے طلب کرے تب وہ ملنے کے لئے اندر جائے۔

اعلان حسن۔ جسے بلایا جاتا ہے اس کے لئے کھلی جگہ ہوتی ہے۔[۲۸] ڈیوڑھی کے اپنے ضابطے ہوتے ہیں اور وہاں ہر انتظام "پیمائش کی ڈوری" کے مطابق ہوتا ہے۔ دیوتا ہی ہے جو اعلےٰ ترین مقام تفویض کرتا ہے مگر کسی کو کہنی کے بل پر کچھ نہیں ملتا۔[۲۹]

۱۵:۔ اپنے معاملات چھپائے بغیر ظاہر کر دے۔ اپنے آقا کی مجلس میں اپنے خیالات کا اظہار کر...... انسان کو صاف کہہ دینا چاہیئے کہ وہ کیا جانتا ہے۔ اور وہ کیا نہیں جانتا۔ وہ چپ رہتا ہے اور کہتا ہے "میں بات کر چکا ہوں"۔

۱۶:۔ اعلےٰ سرکاری عہدیدار کو وہ دن ذہن میں رکھنا چاہیئے جو ابھی آنا باقی ہیں۔[۲۹]

۱۷:۔ اگر تو وہ ہے جس سے فریاد کی جاتی ہے تو درخواست گذار کی بات شفقت سے سن۔[۳۰] اسے سختی سے پیش مت آ تاوقتیکہ وہ[۳۱] اپنے بدن کو خالی نہ کر لے[۳۲] اور تاوقتیکہ وہ سب کچھ نہ کہہ لے جس کی خاطر آیا تھا۔ فریادی اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہے کہ اس کی باتوں پر توجہ دی جائے[۳۳] بہ نسبت اس کے کہ جو مقصد لے کر وہ آیا تھا اسے پورا کیا جائے۔[۳۴] ہمدردانہ طریقے پر سننا دل کو خوش

---

۲۸ یعنی بڑا آدمی جسے طلب کرے اس کیلئے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی ۲۹ یعنی کوئی بھی شخص محض طاقت کے بل پر اعلےٰ مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ دیوتا یا فرعون ہی کسی کو بلند مرتبہ دیتا ہے۔ اور کسی کو کہنی مار کر یا دھکا پیل کر کے آگے نہیں بڑھنا چاہیئے۔ ۲۹ غالباً فرعون کی خفگی کی طرف اشارہ ہے جس کا قدیم مصریوں کو ہر وقت دھڑکا لگا رہتا تھا ۳۰ "شفقت سے سن" کی جگہ "ٹھنڈے دل کے ساتھ سن" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ درخواست گذار سے مراد فریادی ہے ۳۱ وہ، یعنی فریادی ۳۲ "اپنے بدن کو خالی نہ کر لے" یعنی زبانی فریاد کر کے اپنے دل کی بھڑاس نہ نکال لے۔ اس قسم کا جملہ یعنی پیٹ کو خالی کر کے دل کی بھڑاس نکالنا "خوش بیان دہقان" کی کہانی میں بھی آیا۔ یہ پوری کہانی زیر نظر کتاب میں شامل ہے۔ ۳۳ "توجہ دی جائے" "توجہ دی جائے" کی جگہ "اقرار میں اسر ہلائے" بھی ترجمہ کیا گیا ہے ۳۴ فریادی اس بات ...... پورا کیا جائے: اس فقرے کا ترجمہ اس طرح بھی کیا گیا ہے "مصیبتوں کا مارا آدمی اپنے دل کو ہلکا کرنا اس بات سے بہتر سمجھتا ہے کہ وہ کچھ کیا جائے جس کی خاطر وہ آیا تھا ______"

کرتا ہے۔ جو درخواست گذار کو دھتکارتا ہے لوگ (اس کے بارے میں) کہتے ہیں: "اب وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟"

۸۰۱۔ اگر تو اس گھر سے پائیدار دوستی برقرار رکھنا چاہتا ہے جہاں تو آقا[34] یا بھائی یا دوست کی حیثیت سے جاتا ہے، تو جس جگہ بھی داخل ہو، عورتوں کے پاس مت جا۔ وہ جگہ اچھی نہیں جہاں وہ ہیں[35] ......[36] اس کی وجہ سے ایک ہزار آدمی تباہ ہو جاتے ہیں۔ جب وہ وہاں کھڑی ہوتی ہے اس کے درخشاں بدن کی وجہ سے لوگ بے وقوف بن جاتے ہیں (وہ ساری کی ساری) عقیق بن جاتی ہے۔[37] ایک ذرا سا لمحہ، تھوڑا سا، خواب کی مانند ــــ اور انسان اس دعوت سے آشنا ہو کر موت سے ہم کنار ہو جاتا ہے[38] ...... یہ مت کر، یہ یقیناً قابلِ نفرت (کام) ہے[39] ــــ اور تو ہر روز دل کے روگ سے بچا رہے گا۔ جو اس کی بے پناہ شہوت سے بچا رہتا ہے اس کے سارے کام پھلتے پھولتے ہیں۔

---

[34] آقا: بعض نوشتوں میں آقا کی جگہ بیٹا آیا ہے۔ [35] "جہاں وہ ہیں": یعنی جہاں عورتیں ہوتی ہیں اس فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے: "جس جگہ ایسا ہوتا ہے وہاں اچھا نہیں ہوتا ــــ" یعنی جہاں مرد عورتوں سے گھلتے ملتے ہیں وہاں اس کے نتائج اچھے نہیں ہوتے۔ [36] ...... ان لفظوں کی جگہ ایک ایسا مشکل فقرہ آیا ہے جس کا امکانی مفہوم اس طرح لیا گیا ہے ــــ "جس کی آنکھ عورتوں کی خاطر ادھر ادھر بھٹکتی ہے وہ آرزو مند نہیں ہو سکتا ــــ"۔ [37] "عقیق بن جاتی ہے": عورت کے بدن کو عقیق جیسے رنگ سے تشبیہ دی گئی ہے ــــ "جب وہ وہاں ...... عقیق بن جاتی ہے"۔ اس فقرے کا ایک ترجمہ یہ بھی ہے: "لوگ ان (عورتوں) کے دمکتے بدن سے بے وقوف بن جاتے ہیں اور دیکھو وہ پہلے ہی ہرسِت، پتھر بن جاتی ہیں" ــــ مطلب یہ کہ عورتوں کے جگمگاتے جسم کی طرف لوگ کھنچے چلے جاتے ہیں مگر مختصر سے لطف کے بعد وہ مردوں کو ہرسِت پتھر کی طرح بے آب و رنگ لگنے لگتی ہیں: ہرسِت مصری نامعلوم کس پتھر کو کہتے تھے۔ [38] مطلب یہ کہ عورتوں سے لذت یابی کی مدت بہت قلیل ہوتی ہے، خواب کی طرح کی، لیکن اس کے نتیجے میں انسان موت سے آشنا ہو جاتا ہے۔ [39] یہ مت کر: عورتوں کے ساتھ عیش نہ کر۔

۲۲: جو کچھ تجھے دیوتا کے لطف و کرم سے عنایت ہوا ہے۔ اس سے اپنے دوستوں[۲۰] کو مطمئن کر[۲۱]۔ ایسا کرنا دانائی ہے۔ جو اپنے دوستوں کو مطمئن کرنے سے گریز کرتا ہے (اس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں) "وہ لیٹرا کا ہے، صحیح کا، وہ ہے جس سے کوئی مطمئن ہے" ___ اگر کوئی کل کے بارے میں سوچتا ہے تو کوئی ایسا نہیں جو اپنی حالت جانتا ہو[۲۲]۔ اگر ان پر مصیبتیں نازل ہو جائیں جو اب امراعات یافتہ ہیں، تو دوست ہی ہیں جو خوش آمدید کہیں[۲۳] گے۔ کوئی انسان کسی اجنبی سے اطمینان نہیں حاصل کر سکتا۔ مصیبت آن پڑتی ہے تو انسان کو اپنے دوست سے مدد لینا پڑتی ہے۔

۲۶: بڑے آدمی کے پاس اس کی ساعت میں مت جا۔ اور اس کے دل کو ناراض نہ کر جو .... سے کچلا ہوا ہے۔ یہ خطرناک بات ہے جو رکا، کو محبت کرنے والے (شخص)

---

[۲۰] دوستوں، متعلقین یا حاشیہ نشین بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ اصل مصری عبارت میں متعلقین یا دوستوں کے لئے جو استعمال ہوا ہے اس کے لفظی معنی ہیں "جو اندر داخل ہوتے ہیں"۔ یہاں اس لفظ سے مراد کسی اعلیٰ عہدیدار یا امیر کے حاشیہ نشینوں سے بھی لی جا سکتی ہے۔ [۲۱] اس فقرے کا مطلب یہ ہے کہ دیوتا نے جس شخص کو مال و دولت سے نوازا ہے اسے چاہیئے کہ اپنے مال میں سے اپنے اقربا، دوستوں یا حاشیہ نشینوں کو بھی کچھ دے تاکہ ان کی تالیف قلوب ہو سکے۔ [۲۲] یعنی کوئی یہ نہیں جانتا کہ آنے والے کل کو اس کے ساتھ کیا پیش آنے والا ہے [۲۳] "اگر ان پر مصیبتیں .... خوش آمدید کہیں گے"، یعنی یہ دوست ہی ہوں گے جو مصیبت کے وقت بھی خیر مقدم کریں گے۔؟

[۲۴] اس پہلے فقرے کا مطلب غالباً یہ ہے کہ جب کوئی بلند مرتبت شخص اپنے کام میں مصروف ہو تو اس کے پاس جانے سے گریز کرنا چاہیئے۔

سے جدا کر دیتا ہے۔ اسے، جو دیوتا[25] کے ساتھ مل کر خوراک بہم پہنچاتا ہے........

۳۲:۔ "پیچھے والی عورت[26] سے ہم بستری مت کر"........

۳۳:۔ جب تو کوئی ضیافت دیتا ہے اور وہاں روٹی تقسیم کرتا ہے (تو) خندہ رو رہ۔

مری کارا کے لئے تعلیمات

تخلیقی قدامت:۔ ۴۱۰۰ برس

تحریری قدامت:۔ ۳۲۵۰ برس

فراعنہ کے دسویں خاندان (۲۱۳۰/۲۰۴۰ ق م) کے اختوئی (خیتی) نامی ایک فرعون کی اپنے ولی عہد بیٹے، مری کارا، کے لئے یہ تعلیمات تین ایسے مختلف "پیپرس" (PAPYRI) پر لکھی ملی ہیں جو شکست و ریخت کا شکار ہو کر مسخ اور نامکمل رہ گئے ہیں۔ یہ تینوں پیپرس یہ ہیں۔

۱:۔ لینن گراڈ پیپرس نمبر ۱۱۱۶-اے........ تقریباً ۳۲۵۰ برس قبل لکھا گیا

۲:۔ ماسکو پیپرس نمبر ۴۶۵۸........ تقریباً ۳۲۵۰ برس قبل لکھا گیا

۳:۔ چارلسبرگ پیپرس نمبر ۶........ تقریباً ۳۳۰۰ برس قبل لکھا گیا

ان تینوں پیپرسوں میں لینن گراڈ پیپرس سب سے زیادہ اہم بھی ہے اور سب سے زیادہ مکمل بھی۔ اس پیپرس کو فراعنۂ مصر کے اٹھارھویں خاندان (۱۵۷۵/۱۳۰۸ ق م) کے ایک ممتاز اور دنیا کے اولین فاتح فرعون تحوت مس سوم (ڈحوت مُوسی سوم۔ ۱۴۹۰/۱۴۳۶ ق م) کے زمانے میں لکھا گیا تھا۔ یہ پیپرس گولنشیف (GOLENISCHEFF) کو ۱۸۷۶ء میں ملا تھا۔ اور انہوں نے ہی ۱۹۱۳ء میں اسے شائع بھی کیا۔ نامور ماہر مصریات سرایلن گارڈنر نے اس کا سب سے پہلی مرتبہ ترجمہ کر کے ۱۹۱۴ء میں "جرنل آف ایجپشن آرکیالوجی" نمبر ۳۶ میں (صفحہ ۲۰ تا ۳۶) شائع کیا۔

ص۲۵ دیوتا:۔ فرعون (؟) سے مراد ہے۔ فرعون اور بزرگوں کی جانبداری پر انسان کی قسمت کا انحصار ہوتا تھا۔ ص۲۶ "پیچھے والی عورت":۔ حاملہ عورت۔

"ماسکو پیپرس" اور "چارلسبرگ پیپرس" بھی اسی دور یعنی فراعنہ کے اٹھارھویں خاندان (۱۵۰۵ / ۱۳۰۰ ق م) کے زمانے میں رقم کئے گئے تھے۔ تاہم "لینن گراڈ پیپرس" سے کوئی سو اور ڈیڑھ سو بعد انہیں تحریر کیا گیا تھا۔ تینوں پیپرس کسی قدیم تر پیپرس سے نقل کیے گئے تھے۔ ماسکو پیپرس خستہ ہو کر اب مختلف ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔

ناقص اور ادھورے پیپرس

جیسا کہ کہہ چکا ہوں "شاہ مری کارا کے لئے تعلیمات" کا سب سے اہم ماخذ "لینن گراڈ پیپرس" ہے اور یہ دونوں سے زیادہ مکمل بھی ہے۔ لیکن اپنی اس اہمیت اور سب سے زیادہ مکمل ہونے کے باوجود یہ انتہائی خراب حالت میں ہے اور اس پر لکھی ہوئی عبارت جگہ جگہ سے ضائع ہو چکی ہے۔ اس طرح یہ بہت ہی ناقص اور ادھورا ہے، خصوصاً بیس سطور پر مشتمل اس کا ابتدائی حصہ تو بری طرح مجروح ہوا ہے۔ ان بیس سطور میں فقرے بس کہیں کہیں ہی باقی رہ گئے ہیں۔ اور پیپرس خستہ ہو جانے کی وجہ سے ان فقروں میں باہمی کوئی ربط بھی باقی نہیں رہ گیا ہے۔ مذکورہ بیس سطور میں ان بے ربط فقروں کے علاوہ بہت سے فقرے ادھورے بھی ہیں۔ اس پیپرس کی خستہ حالی اور ادھورے پن کی کیفیت اب یہ ہے کہ اس پر تحریر تعلیمات کے آخری حصوں میں بھی بہت سے رخنے اور خالی جگہیں نظر آتی ہیں۔ اس تمام تر صورت حال کی وجہ سے بیس سطور پر مبنی تقریباً ضائع شدہ اور نامکمل ابتدائی حصے کی بچی کھچی عبارت یا سطروں سے ہم کوئی مربوط معانی یا مطلب اخذ نہیں کر سکتے۔ تقریباً اسی الجھن اور مشکل سے متن میں آگے چل کر بھی کئی مقامات پر دوچار ہونا پڑتا ہے۔

"لینن گراڈ پیپرس" کے ساتھ تو ایک ستم اور ہوا۔ یہ پیپرس خام وس (خم وسی) نامی منشی یا کاتب نے انہی تعلیمات پر مبنی کسی قدیم تر نوشتے سے نقل کیا تھا۔ لیکن یہ نقل تیار کرتے وقت اس نے ضروری احتیاط سے بڑی حد تک کام نہیں لیا۔ اس منشی کی لاپرواہی کے نتیجے میں کتابت کی بہت ساری غلطیاں اور نقائص رونما ہو گئے۔ متعدد جگہوں سے تحریر ضائع ہو جانے اور

کتابت کی کثیر غلطیوں کے سبب ان تعلیمات کو پوری طرح پڑھنا اور سمجھ لینا آسان نہیں رہا۔ اور یوں "مری کارا کے لئے تعلیمات" پر مبنی یہ اہم تصنیف گنی چنی ایسی قدیم مصری تحریروں میں شمار ہوتی ہے جن کا سمجھنا بہت زیادہ مشکل ہے۔

گو تینوں پیپرسوں کی عبارت بہت ہی ناقص اور ادھوری ہے مگر ان کا ایک بہت بڑا فائدہ اور اہمیت یہ بھی ہے کہ ان کی مدد سے ایک دوسرے کے مندرجات کسی نہ کسی حد تک مکمل کرنے میں مدد ضرور ملتی ہے۔ چنانچہ لینن گراڈ پیپرس کے متعدد ادھورے متقامات کو دوسرے دونوں نامکمل پیپرسوں کی عبارت سے کسی حد تک مکمل کیا جا سکتا ہے حالانکہ دونوں پیپرس (ماسکو پیپرس اور چارلسبرگ پیپرس) لینن گراڈ پیپرس کی نسبت کہیں زیادہ خراب اور شکستہ ہیں۔

"مری کارا کے لئے تعلیمات" پر مبنی مذکورہ پیپرسوں کی زیادہ سے زیادہ تحریری

قدامت قدامت تقریباً ساڑھے تین ہزار برس اور کم سے کم سوا تین ہزار برس کے لگ بھگ بنتی ہے۔ لینن گراڈ پیپرس ان تینوں میں سے سب سے پرانا ہے اور یہ فراعنہ کے اٹھارھویں خاندان (۱۵۰۱/۱۴۰۰ ق م) کے فرعون تحوت مس سوم اور حوت موسی سوم (۱۴۲۶/۱۴۲۶ ق م) کے عہد میں لکھا گیا تھا گویا اس پیپرس پر رقم ان تعلیمات کی تحریری قدامت تین ہزار چار سو برس بنتی ہے جبکہ ماسکو پیپرس تحریری لحاظ سے تین ہزار تین سو پچاس اور چارلسبرگ پیپرس تقریباً تین ہزار تین سو برس قدیم ہے۔ یوں یہ تینوں پیپرس ہی فرعون کے اٹھارھویں خاندان کے عہد میں قدیم تر نقل یا نقول سے نقل کئے گئے تھے۔

جہاں تک ان تعلیمات کی تخلیقی قدامت کا سوال ہے تو وہ چار ہزار ایک سو برس کے لگ بھگ (۲۱۰۰ ق م) بنتی ہے اور یہ اسی وقت پہلی مرتبہ منبط تحریر میں لائی بھی گئی تھیں گو اس دور کا کوئی نسخہ تا حال دستیاب نہیں ہوا ہے۔

(تناہ) "مری کارا کے لئے تعلیمات" پر مبنی —— عالمی لٹریچر کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی یہ اولین تصنیف —— قدیم مصری تاریخ کے اس حصے میں تخلیق اور

سپرد قلم کی گئی جو تاریخی اصطلاح میں مصر کا "پہلا دور زوال" ("پہلا دور انتشار") کہلاتا ہے۔ یہ پہلا دور زوال (۲۱۸۰ / ۲۰۴۰ ق م) فراعنۂ مصر کے ساتویں (۲۱۸۱ / ۲۱۷۳ ق م)، آٹھویں (۲۱۷۳ / ۲۱۶۰ ق م)، نویں (۲۱۶۰ / ۲۱۳۰ ق م) اور دسویں (۲۱۳۰ / ۲۰۴۰ ق م) خاندانوں پر مشتمل تھا۔ اور "قدیم بادشاہت" (۲۶۸۶ / ۲۱۸۱ ق م) اور وسطی بادشاہت (۲۱۳۳ / ۲۱۸۶ ق م) کے ادوار کے درمیان تھا۔ زوال و انتشار کے باوجود یہ عہد اس لحاظ سے بہت اہمیت رکھتا ہے کہ اس دوران مصری ادیبوں اور مصنّفوں نے بڑے ہی اعلیٰ پائے کے اور قدیم عالمی ادب کے بعض بے مثال، سب سے اہم اور دلکش ادب پارے بھی تخلیق کئے۔ سیاسی اور اندرونی امن و امان کے لحاظ سے اس گئے گذرے اور ناساز گار دور میں بھی ادیبوں کی تخلیقی اور فکری توانائیاں بانجھ نہیں ہوسکی تھیں۔ اسی عہد میں شمالی مصر میں فراعنہ کے نویں اور دسویں خاندان کا دارالحکومت نن سُو (یونانی نام ہراکلیوپولس) تخلیقی ادب کا مرکز بن چکا تھا۔ اس ناساز گار عہد کی ایک اور اہمیت بھی ہے کہ اس وقت معاشرتی تبدیلیاں ظہور پذیر ہونے کے سبب ایسی تحریریں بھی لکھی گئیں جن میں ادیبوں اور مصنّفوں نے مذہبی اور سماجی لہجہ اپناتے ہوئے نئی اخلاقی اقدار بیان کیں۔ یہ بات اسی دور کی تخلیق "مری کارا کے لئے تعلیمات" سے بھی بخوبی ظاہر ہے۔

مُصنّف ــــ باپ یا بیٹا؟

بعض ماہرین نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ یہ ادب پارہ فرعون مُری کارا، کے باپ اَختوئی کی تخلیق و تصنیف نہیں بلکہ دراصل یہ شاہزادہ مری کارا کے فرعون بن جانے کے بعد اسی کے دور میں لکھا گیا تھا۔ اس تصنیف کا مقصد یہ تھا کہ فرعون مُری کارا کی پالیسی کے بارے میں اعلان کر دیا جائے کہ کس ڈھب کی ہوگی، کس نہج پر چلائی جائے گی اور اس تصنیف کا مقصد یہ بھی تھا کہ اس میں فرضی کی بجائے تاریخی معلومات فراہم کی جائیں۔ ـــــــــــ شاید ان ماہرین کا یہ خیال صحیح ہی ہو مگر اس بات کا کوئی ٹھوس ثبوت یہ ماہرین دے نہیں پائے کہ یہ تعلیمات فرعون اَختوئی کی بجائے اس کے بیٹے مُری کارا، کے عہد میں تخلیق و تصنیف ہوئی تھیں

اور یہ کہ دانستہ تعلیمات فرعون اُختوئی سے منسوب کر دی گئیں ___ میں ان بیشتر محققین کے اس نظریئے سے متفق ہوں کہ یہ حکیمانہ تعلیمات درحقیقت مُری کارا، کے باپ فرعون کی ہی تخلیق کردہ تھیں. اب خواہ مری کارا، کے اس باپ کا نام فرعون نب کاوُرا اُختوئی تھا یا فرعون واح کارا اُختوئی شاہزادہ مری کارا اپنی عمر میں فرعون بنا تھا. اور اس کے فرعون باپ اُختوئی کا تعلق فراعنہ کے نویں یا دسویں خاندان سے تھا. اُختوئی سوم تپے (یونانی نام تھیبس) کے فرعون وَاح آنخ اَنتف (ان یوتَف) اور سیوت کے حکمران دلتف اِپ، کا ہم عصر تھا. اَنتف (ان یوتَف) فرعونوں کے گیارھویں خاندان ($\frac{۲۱۳۳}{۱۹۹۱}$ ق.م) کا فرعون تھا جس طرح نویں اور دسویں خاندان کے کئی فرعونوں کے ناموں کا ایک حصہ اُختوئی تھا. اسی طرح گیارھویں خاندان کے متعدد فراعنہ کے ناموں کا حصہ اَنتف (ان یوتَف) اور منتو حوتَپ (مُنت حوتَپ) تھے یعنی اس گیارھویں خاندان کے تین فرعون تو اَنتف اوّل، دوم اور سوم اور تین ہی فرعون منتو حوتَپ اوّل، دوم اور سوم نام کے گذرے ہیں.

نویں اور دسویں خاندان کے دارالحکومت کا نام نن سُو (یونانی نام ہراکلیو پولس) تھا اور یہ شہر نن سُو زیریں (شمالی) مصر میں ایک اہم قدیم مصری دارالحکومت مَن نوفر (یونانی نام ممفس) سے کوئی پچاس میل دور فیوم کے علاقے میں دریائے نیل کے مغربی سمت میں تھا. مَن نوفر (ممفس) موجودہ قاہرہ کے قریب ہی تھا. فراعنہ کے نویں اور دسویں خاندان کے انیس فرعونوں نے ایک سو بیس اور ایک خیال کے مطابق ایک سو پچاس برس تک حکومت کی.

مری کارا کے لئے تعلیمات پر مشتمل پیپرس سے ان تعلیمات کے خالق فرعون کا نام ضائع ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود اتنا یقین ہے کہ لینن گراڈ پیپرس پر مرقوم ان تعلیمات کا مصنف یا خالق فرعون ہی تھا. اور پیپرس پر خالق کی حیثیت سے فرعون کا نام ہی لکھا گیا تھا ___ قدیم مصریوں کے ہاں دستور تھا کہ وہ جب اور جہاں فرعون کا نام عبارتوں میں لکھتے ہمیشہ کارتوش نما ایک علامت کے اندر ہی لکھتے تھے، گویا یہ کارتوش نما علامت صرف اور صرف فرعونوں کے

ناموں کے لئے مخصوص تھی۔ اگر یہ اصول معلوم ہو تو پوری قدیم مصری عبارت پر سرسری نظر ڈالنے سے ہی، قدیم رسم الخط نہ سمجھ سکنے والا بھی، کارتوس کی معینہ علامت دیکھ کر بآسانی معلوم کر سکتا ہے کہ کسی عبارت میں کہیں فرعون کا نام آیا ہے اور اگر آیا ہے تو کتنی بار۔ کیونکہ عبارت میں جتنی بار بھی علامت بنی ہو گی اتنی ہی مرتبہ ایک ہی یا مختلف فرعونوں کے نام آئے ہوں گے ـــــــ "مری کارا کے لئے تعلیمات" پر مبنی لینن گراڈ پیپرس پر ان تعلیمات پر خالق فرعون کا نام مٹ چکا ہے۔ تاہم پیپرس پر نہ صرف کارتوس کی لکیریں اب بھی برقرار ہیں بلکہ فرعون کے نام کے آخری حصے سے متعلق ہیرو گلیفی رسم الخط کی دو عمودی علامتیں بھی باقی رہ گئی ہیں۔

ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ ان تعلیمات کا خالق فرعون اُختُوئی تھا۔ اور اُس کا دارالحکومت شمالی (زیریں) مصر میں ہن سُو (ہرکلیو پولس) نامی شہر تھا۔ مگر نویں اور دسویں خاندان میں اُختُوئی نام کے کئی فرعون گذرے ہیں جن میں تین دوسروں کی نسبت زیادہ ممتاز تھے ان کے ناموں میں "اُختُوئی" مشترک تھا اور ان تینوں کے پورے نام تھے، مَری اِب تُو دِی اُختُوئی اوّل، واح کارا اُختُوئی دوم" اور نب کاوَرا اختُوئی سوم۔ دوسری تحقیق کے مطابق ماہرین نے ناموں کی ترتیب اس طرح دی ہے مَری اِب را اختُوئی اول (مَری اِب تُو دی اختُوئی اوّل)، نب کاوَرا اختُوئی دوم اور واح کارا اختُوئی سوم۔ مَری اِب را اختوئی اول اور نب کاوَرا اختوئی دوم کا تعلق نویں اور واح کارا اختوئی سوم کا تعلق دسویں خاندان سے تھا اور اختوئی اول نویں خاندان کا بانی تھا۔ اس دوسری تحقیق کی رُو سے زیرِ نظر تعلیمات کا ولی عہد مری کارا، نب کاوَرا اختوئی دوم کا بیٹا تھا۔ لیکن باپ کا تعلق نویں خاندان سے تھا۔ جبکہ بیٹا یعنی مری کارا، دسویں خاندان کا پہلا فرعون بنا اور واح کارا اختوئی، مَری کارا کے بعد فرعون بنا تھا۔ ماہرین اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ یہ تعلیمات کون سے "اختوئی" کی ہیں نب کاوَرا اختوئی کی یا واح کارا اختوئی کی؟ JURGEN_VON_BECKERATH نے ۱۹۶۶ء میں خیال ظاہر کیا کہ

ان تعلیمات کا خالق تب کا دُرا اختوئی تھا مگر دوسرے نظریئے کے مطابق یہ تعلیمات، واح کارا اختوئی کی ہیں۔ جرمن اسکالر شرف (SCHARFF) نے بھی ان تعلیمات کو واح کارا اختوئی سے منسوب کیا ہے۔ بہر حال یہ طے ہے کہ ان تعلیمات کا خالق کوئی اختوئی تھا۔ اب وہ تب کا دُرا اختوئی تھا یا واح کارا اختوئی، یہ ابھی حتمی طور پر طے نہیں ہو پایا ہے۔

اپنی نوعیت کی اوّلین تخلیق

"مری کارا کے لئے تعلیمات" پر مبنی یہ ادبی تصنیف مصر کے حکیمانہ ادب کی اس صنف سے تعلق رکھتی ہے جو (صنف) "تعلیمات" کے زمرے میں آتی ہے۔ (حکیمانہ) "تعلیمات" سے متعلق اس ادبی صنف کی ابتدا "قدیم بادشاہی دور" (۲۶۸۶-۲۱۸۱ ق م) میں ہوئی تھی۔ تاہم "مری کارا کے لئے تعلیمات" پر مشتمل اس تخلیق میں ایک نیا عنصر ملتا ہے اور وہ نیا عنصر ہے عوام الناس یا سرکاری عہدیداروں میں سے کسی دانشور کی تعلیمات نہیں بلکہ بادشاہ کی طرف سے بیٹے کے لئے تعلیمات۔ چنانچہ زیر نظر نوشتے کو "شاہی تعلیمات" کے زمرے میں شامل کرنا چاہیئے اور تعلیمات بھی خصوصاً ایسی جن کی نوعیت بااحیثیت شاہی وصیت نامے کی ہے۔ گویا رسالے کی صورت میں یہ مرنے والے فرعون کا ایک تحریری ورثہ ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس سے قبل کسی بھی فرعون نے اپنے ولی عہد بیٹے کو اس طرح کی حکیمانہ تعلیمات سے نوازا نہیں تھا بلکہ فی الحال حقیقت یہ ہے کہ زیر نظر تعلیمات سے قبل اسی طرح کی یعنی "شاہی تعلیمات" کا تحریری ثبوت اب تک نہیں مل سکا ہے چنانچہ "مری کارا کی تعلیمات" کو تحریری صورت میں —— ایک نوعیت کے لحاظ سے —— پورے عالمی ادب کی بجا طور پر اوّلین تخلیق و تصنیف کہا جا سکتا ہے۔ اور وہ نوعیت یہ ہے کہ یہ "شاہی تعلیمات" پر مبنی ہیں۔ لیکن تحریری طور پر یہ اپنی نوعیت کی اوّلین تخلیق ہونے کے باوجود تخلیقی لحاظ سے اوّلین شاید نہیں ہے۔ یعنی ایسا نہیں کہ اس سے قبل کسی فرعون نے اپنے بیٹے کو ایسی تعلیمات دی نہ ہوں اور اس طرح کی تخلیق و تصنیف وجود میں آئی ہو کیونکہ "مری کارا کے لئے تعلیمات" سے ہی اس بات کی نشان دہی ہوتی ہے کہ

اس سے قبل اسی طرح کی ایک اور تخلیق کی گئی تھی اور یہ کہ شاہی تعلیمات پر مبنی اس سابقہ تخلیق کا خالق بھی اخنوتی نامی فرعون ہی تھا جو "مری کارا کے لئے تعلیمات" کے خالق فرعون اخنوتی سے پہلے ہو گذرا ہے اور اس کا پورا نام تھا مری اِب را اخنوتی اوّل تھا و نویں خاندان کا بانی تھا۔ ان "تعلیمات" میں اسے "اخنوتی فاتح" لکھا گیا ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ادبی تحریر "مری کارا کے لئے تعلیمات" تخلیقی لحاظ سے اپنی نوعیت کی اوّلین تحریر و تخلیق نہ ہونے کے باوجود اس طرح اوّلین ضرور ہے کہ یہ قلم و روشنائی سے پیپرس پر لکھی ہوئی مل چکی ہے اور اب تک محفوظ بھی ہے گویا اس طرح یہ پوری دنیا کے لٹریچر میں تحریری لحاظ سے اپنی نوعیت کی سب سے قدیم اور اوّلین قرار پائی ہے شاہی تعلیمات کی حیثیت سے یہ اپنی نوعیت کی اوّلین ادبی صنف کی ابتدائی تصنیف، یوں بھی نظر آتی ہے کہ اس میں ایسی خامیاں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صنف ابھی تجرباتی مراحل سے گذر رہی تھی۔

یونان اور اسلامی ممالک کی پیشرو صنف

گذشتہ سطور سے بخوبی واضح ہو گیا ہو گا کہ مصر کے قدیم لٹریچر میں ایسی صنف کا وجود بھی ملتا ہے جو "بادشاہت" یا "آئینِ جہانبانی" کے موضوع پر تخلیقات و تصانیف پر مبنی تھی۔ ان تخلیقات میں رموزِ مملکت کی تعلیم دی جاتی تھی اور یہ ادبی صنف بھی مصریوں کے حکیمانہ ادب کا ہی حصہ بنتی ہے کیونکہ ان تخلیقات و تصانیف میں فراعنہ اپنے ولی عہد بیٹوں کو رموزِ جہانبانی و حکمرانی کی تعلیم حکیمانہ و ناصحانہ انداز میں دیتے تھے۔ پیپرس پر قلم و روشنائی سے رقم ان رسالوں یا تصانیف کی صورت "بادشاہی وصیت" کی سی ہوتی تھی۔ اس قسم کی تحریریں زیرِ نظر تصنیف یعنی "مری کارا کے لئے تعلیمات" سے پہلے بھی تخلیق و تصنیف ہو چکی تھیں۔ گو یہ تا حال مل نہیں سکی ہیں مثلاً "مری کارا کے لئے تعلیمات" کے فرعون "اخنوتی سوم" نے اسی کے ہم نام پیشرو کی تخلیق و تصنیف۔ اس پیشرو کا نام بھی فرعون اخنوتی ہی تھا۔ "مری کارا کے لئے تعلیمات" کے بعد اسی نوع کی جو سب سے اہم تخلیق ہے وہ "آمن ام

عنت کے نصائح،، کے نام سے مشہور ہے ــــــ آمن ام حت (۱۹۹۱/۱۹۶۲ ق م) افراعنہ کے بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کا بانی تھا اور اس نے یہ حکیمانہ نصیحتیں اپنے بیٹے فرعون سن اُسرت اول (سن وس رات اول ۱۹۷۱/۱۹۲۸ ق م) کی تھیں۔ یہ تعلیمات تحریری طور پر مل چکی ہیں اور میں ان کا ترجمہ بھی زیر نظر کتاب میں شامل کر رہا ہوں۔ سن اُسرت اول ۱۹۷۱ ق م سے لے کر ۱۹۶۲ ق م تک کوئی نو سال باپ کے ساتھ حکومت میں شریک رہا اور باپ کے مرنے کے بعد اس نے تنہا ۱۹۲۸ ق م تک حکومت کی۔

مصر میں شاہی وصیت ناموں کی صورت میں "بادشاہت" کے موضوع پر تخلیق و تصنیف ایک ایسی ادبی صنف ہے جو صدیوں بعد یونان کے "ہیلنسٹک دور"[1] (HELLENISTIC AGE) میں اور اس کے بعد اسلامی ممالک اور قرونِ وسطیٰ کے یورپ میں بھی پھلتی پھولتی رہی۔ تاہم اب یہ ممکن نہیں ہے کہ مصرِ قدیم کی اس ادبی صنف کے آغاز سے لے کر یونان کے "ہیلنسٹک دور" (۳۲۳/۳۰ ق م)، اسلامی ممالک اور پھر قرونِ وسطیٰ کے یورپ میں تخلیق ہونے والی اس طرح کی تخلیقات و تصانیف کے مابین کسی مربوط کڑی کی نشاندہی کی جا سکے۔ باہمی ربط کی یہ تلاش اس لئے ممکن نہیں کہ ازمنۂ قدیم کے دوران مختلف ممالک میں تخلیق ہونے والے ادب کا اتنا قلیل سا حصہ باقی بچ سکا ہے کہ ان کے باہمی ربط کو از سرِ نو جوڑا نہیں جا سکتا۔

---

[1] "ہیلنسٹک دور"،، سکندرِ اعظم (۳۵۶/۳۲۳ ق م) کی فتوحات کا ایک اہم نتیجہ یہ نکلا کہ سکندر کی موت (۳۲۳ ق م) کے بعد یونانی طاقت اور تہذیب کا گہرا اور وسیع تر اثر دنیا کے خاصے بڑے حصے پر پڑا۔ یہ وسیع و عریض حصہ مشرق کی جانب مصر اور کم و بیش اس حصے پر مشتمل تھا جو بحیرۂ روم سے لے کر پاکستان تک پھیلا ہوا تھا۔ یونانی قوت اور تہذیب کے مذکورہ علاقوں پر گہرے اثرات کا عہد ۳۲۳ ق م سے لے کر ۳۰ ق م تک کی مدت پر محیط ہے۔ اور یہ عرصہ علمی تاریخ اصطلاح میں "ہیلنسٹک دور" کہلاتا ہے۔ اور اس دور میں جو ادب تخلیق ہوا اسے "ہیلنسٹک ادب" کہا جاتا ہے۔

اہمیت میرے نزدیک اس تصنیف یعنی "مری کارا کے لئے تعلیمات" کی بہت ہی اہمیت ہے۔ اور بہت سی باتیں جاننے اور معلومات حاصل کرنے کے لئے ان کا مطالعہ بڑا ہی ضروری ہے۔ ان تعلیمات میں باپ یعنی فرعون نب کا ؤرا اختوئی یا واح کارا اختوئی نے اپنے ولی عہد بیٹے مری کارا کو اپنی زندگی کے تجربات سے آگاہ کیا۔ "مری کارا کے لئے تعلیمات" کا پہلا حصہ تقریباً سارے کا سارا حصہ ضائع ہو چکا ہے تاہم اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ یہ ضائع شدہ حصہ بغاوت کے بارے میں بھی تھا اس میں بتایا گیا ہے کہ بغاوت پر قابو کیسے پایا جائے۔ ـــــ

دوسرے حصے میں ولی عہد کو شرفاء اور عام لوگوں کے ساتھ دانش مندی اور انصاف کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسی دوسرے حصے میں "دوسری دنیا" میں انصاف کے بارے میں مصریوں کا نظریہ ملتا ہے اور یہی اس کے حصے کا "نقطۂ عروج" بھی ہے ـــــ اس کے بعد فوجی دستے رکھنے اور مذہبی فرائض کی بجا آوری کے بارے میں نصیحت کی گئی ہے ـــــ پھر وہ حصہ آتا ہے جسے "تواریخی حصہ" کہا جا سکتا ہے۔ اس میں ولی عہد شہزادے مری کارا کے باپ فرعون اختوئی نے اپنے کارنامے بیان کئے ہیں اور بیٹے کو تلقین کی ہے کہ وہ ان کارناموں کا سلسلہ جاری اور برقرار رکھے۔ اس موقعہ پر "بادشاہت" کی عظمت کے بارے میں ایک "نغمہ تشکر" یا مناجات کا آغاز ہوتا ہے۔ مگر "عبیدوس" کے مقدس علاقے میں یادگاروں اور مقبروں کی تباہی اور بے حرمتی کا ذکر آ جانے سے ان مندجات کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ تباہی بربادی کے ذکر کے ساتھ ساتھ فرعون نے اپنے ولی عہد بیٹے "مری کارا" پر یہ بخوبی واضح کر دیا ہے کہ ایسی تباہی اور مقبروں وغیرہ کی بے حرمتی کا دیوتا انتقام لیا کرتا ہے اور یہ کہ دیوتا کو بھرپور طور پر نذرانے پیش کرنے کا عمل زیادہ پسند ہے ـــــ اس کے بعد تعلیم کا صحیح معنوں میں نقطۂ عروج آتا ہے جو نوع انسانی کے مربی دیوتا کی شان میں ہے۔ یہ دیوتا خالق بھی تھا اختتامی حصے میں ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے پر زور دیا ہے ـــــ

اس "حکیمانہ وصیت نامے" میں فرعون اختوئی نے اپنے ولی عہد بیٹے "مری کارا" کو تعلیم

وہی ہے کہ کسی کی نیک نامی یا ابدی نجات کو مجروح اور نقصان پہنچائے بغیر حکومت کیسے کی جاتی ہے اس تصنیف میں تاریخی بصیرت اور شعور بھی جھلکتا ہے اور سیاسی صورت حال کا بیان بھی۔ فرعون اختوئی نے بتایا ہے کہ چھوٹے، بڑے، عام شہریوں اور فوجیوں غرض پوری رعایا کے ساتھ کیسے پیش آنا چاہیے۔ اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے کیسے نمٹا جائے۔ ان تعلیمات میں اخلاقی اور مذہبی مسائل، انسان اور دیوتاؤں میں تعلق، خدا ترسی، سعادت مندی، اخلاقی اصولوں، بادشاہت اور آئین جہاں بانی کی بات کی گئی ہے ——— اس اہم مصری تصنیف میں اپنی نوعیت کا منفرد نظریۂ تخلیق (آفرینش) اور اس نظریۂ تکوین کی رو سے تخلیق کے منتہائے مقصود اور پھر مرنے کے بعد انسان کے اعمال کی جانچ پڑتال کے بارے میں بنیادی تخیل ملتا ہے —— اور حساب اُخروی کے بارے میں اتنا واضح بتایا گیا ہے کہ اس کی مثال کسی اور قدیم مصری نوشتے میں نہیں ملتی —— "مری کارا کے لئے تعلیمات" کی رو سے آخرت کے حساب سے تو خود غرض فرعون بھی نہیں بچ سکتا تھا۔ یہ تصنیف "نظریۂ کفارہ" یا "نظریۂ تلافی" کی بھی آئینہ دار ہے۔ اسے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف یعنی فرعون اختوئی کو کفارے یا تلافی کا خیال بار بار ستاتا تھا۔ خود اس فرعون میں خامیاں تھیں جن سے وہ آپ بھی شرمسار تھا اور خود کو ملامت بھی کرتا تھا ——— فرعون اختوئی نے مری کارا کو صبر و قناعت اور تسلیم و رضا کی تعلیم بھی دی ہے اور اثر انگیز شفقت، عدل و انصاف اور پاکیزہ و مثالی زندگی گذارنے کی ضرورت پر بڑے تسلسل کے ساتھ زور دیا ہے ان تعلیمات میں قنوطیت و یاسیت بھی جھلکتی ہے۔ ——

"تباح حوتپ کی تعلیمات" جیسی ——— سابقہ ادوار میں تخلیق ہونے والی —— ادبی تخلیقات سے قطع نظر، اس تصنیف یعنی "مری کارا کے لئے تعلیمات" سے ذہنی اور ادبی ارتقاء کا پتہ چلتا ہے، اس میں اخلاقیات کا گہرا رچاؤ ہے، خیالات کے اظہار اور موضوعات و مضامین کو بڑی حد تک آگے بڑھانے کی اہلیت کا بھی سراغ ملتا ہے۔

——— فراعنہ کے بارہویں خاندان (۱۹۹۱ / ۱۷۸۹ ق م) کے زمانے میں جو ادبی تحریریں وجود میں آئیں ان کا موازنہ "مری کارا کے لئے تعلیمات" پر مبنی اس تصنیف سے کیا جا سکتا ہے تاہم بارھویں خاندان کی ان ادبی تخلیقات میں جو بھرپور اور مکمل ربط ملتا ہے وہ فرعون اختوئی کی زیر نظر تصنیف میں نہیں ہے۔ اس میں تو ایک ہی موضوع مختلف مقامات پر اور بار بار آتا ہے، اور اس کی تکرار کی متعدد مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ اس میں نقطۂ عروج کی طرف ارتقاء نظر نہیں آتا تاہم بحیثیت مجموعی خاکے اور ارتقاء کی نشاندہی یقیناً کی جا سکتی ہے۔

"مری کارا کے لئے تعلیمات" پر مبنی اس تصنیف کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس سے ایسے مذہبی نظریات و تخیلات کا بھی پتہ چلتا ہے جو اس قسم کے دوسرے نوشتوں میں مفقود ہیں ——— یقیناً یہ ایک اہم اور دلچسپ تصنیف ہے اس سلسلے میں مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ یہ اس لئے بھی اہم اور دلچسپ ہے کہ اس سے مصری قدیم تاریخ کے اس دور پر کسی قدر روشنی پڑتی ہے جس کے بارے میں معلومات تاحال برائے نام سی ہی ہیں۔ مصری تاریخ کا یہ وہ دور تھا جسے "پہلا دورِ زوال یا انتشار" (۲۱۸۱ / ۲۰۴۰ ق م) کہا جاتا ہے۔ یہ دور چار ہزار برس پہلے کا ہے جیسا کہ کہا جا چکا ہے کہ اس وقت "اختوئی" گھرانے کے فراعنہ (نواں اور دسواں خاندان) شمالی مصر میں برسرِ اقتدار تھے۔ جن کا دارالحکومت ہن سُو اہراکلیو پولس تھا۔ ادھر جنوبی مصر میں گیارھویں خاندان (۲۱۳۳ / ۱۹۹۱ ق م) کے فرعون حکومت کرتے تھے جنہیں انتف (ان یُوتَف) اور منتو حُوتُپ نام کے حکمران شامل تھے اور ان کا پایۂ سلطنت جنوبی مصر میں تِبے (تھیبس) تھا

——— بہرحال زیرِ نظر نوشتے میں اس قسم کے اشارے ملتے ہیں کہ شمالی اور جنوبی مصر کے مذکورہ حکمرانوں کے درمیان وقفے وقفے سے لڑائیاں ہوتی رہیں اور شمالی مصر کے اہم شہر تنّی (تھنس) پر قبضہ کرنے کے لئے دونوں فریق ایک دوسرے سے ٹکراتے رہتے تھے۔

جنوبی مصر کے دارالحکومت تِبے (تھیبس) کے فرعون منتو حُوتُپ (مَنت خُوتُپ) دوم نے دسویں خاندان کے آخری فرعون کو شکست دے کر شمالی اور جنوبی مصر کو ایک بار پھر ایک

جھنڈے تلے متحد کر لیا۔ یہ بات تُنپے (تھیبس) سے ملنے والے کتبوں سے بھی ثابت ہے کہ شمال اور جنوب کے ان دسویں اور گیارھویں خاندانوں کے فراعنہ میں شہر نُتنی پر قبضہ کرنے کے لئے لڑائیاں ہوتی رہیں اور بالآخر جنوبی مصر شمالی مصر پر غالب آ گیا ___

مری کارا کے لئے تعلیمات

تخلیقی قدامت :۔ ۴۱۰۰ برس

تحریری قدامت :۔ ۲۲۵۰ برس

تعلیمات کا آغاز، جو بالائی اور زیریں مصر کے بادشاہ ......[۱] نے اپنے بیٹے مری کارا کو دیں ...... [۲]

(اگر) تجھے (ایسا) آدمی ملے جو ...... اس کے عزیز و اقارب ...... اسے شہریوں ...... اور اس کے طرفدار بہت سارے ہوں ...... داخل ...... جو اپنے

---

[۱] ...... ان لفظوں کی جگہ اصل مصری عبارت میں مری کارا نامی اپنے ولی عہد بیٹے کو نصیحت کرنے والے فرعون باپ کا نام لکھا تھا جو مسخ ہو چکا ہے جیسا کہ اس تصنیف کے ابتدائیہ میں بحث کر چکا ہوں کہ یہ نصیحتیں کرنے والے فرعون کا نام نب کاؤرا اختوئی سوم یا واح کارا اختوئی تھا۔ [۲] مری کارا ...... ولی عہد شاہزادے کا نام جو فرعون اختوئی سوم کے بعد فرعون بنا۔ [۳] ......

یہاں اصل عبارت میں بیس سطریں ضائع ہو چکی ہیں۔ جہاں جہاں بھی میں نے نقطے دیئے ہیں وہاں پیپرس پر اصل مصری عبارت ضائع ہو چکی ہے۔

غدام کی نظروں میں پسندیدہ ہو[8]۔۔۔۔۔۔۔۔ میں مستحکم ہو۔۔۔۔۔۔۔ (جو) بہت باتونی ہو[9] (اس کے بارے میں بادشاہ کی نصیحت یہ ہے کہ) اسے کچل ڈال۔ (اسے) قتل کردے، اس کو مٹا دے۔ اس کے رشتے داروں[10] کو (تباہ) کردے۔ اس کی یاد اور اس سے محبت کرنے والے حمائیتیوں کو نیست و نابود کردے[11]۔

تند خو[9] آدمی (شہریوں) کو بھڑکایا کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ نوجوانوں میں دو دھڑے پیدا کردیتا ہے[10]۔ اگر تو دیکھے کہ شہری اس کے ساتھ ہیں۔۔۔۔۔۔ اور اس کے اعمال تجھ سے پرے گذر گئے ہیں[11] (تو) اسے عدالت[12] میں طلب کر۔ اسے کچل دے۔ بے شک وہ بھی ایک باغی ہے۔ باتونی شہر میں فساد پیدا کرتا ہے۔ ہجوم کی توجہ موڑ دے[13] اور اس کی مشتعل مزاجی ختم کردے۔۔۔۔۔

مث پسندیدہ :۔ پسندیدہ کی جگہ مہربان، کریم النفس اور خوش خلق بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بعض ماہرین نے یہ بھی ترجمہ دیا ہے جو میں نے اوپر ترجمے میں شامل نہیں کیا "اور وہ مشتعل مزاج ہو"۔ مث فاکنر نے یہاں یہ ترجمہ دیا ہے "باتونی فساد پیدا کرتا ہے"۔ مث رشتے دار :۔ رشتے دار کی جگہ جتھہ، گروہ بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ مث جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بتا چکا ہوں کہ ان تعلیمات کے ابتدائی بیس سطور اس بری طرح ضائع ہوچکی ہیں کہ ان کا مکمل اور مسلسل ترجمہ کرنا ناممکن ہے، تاہم بظاہر یوں لگتا ہے کہ ان سطروں میں یہ بتایا گیا تھا کہ باغی کے ساتھ کیا سلوک روا رکھنا چاہیئے مث تند خو :۔ تند خو کے لئے اصل مصری عبارت میں جو لفظ آیا ہے وہ ہے "ہنن اب"۔ ہنن اب، کے لفظی معنی ایسے شخص کے ہیں "جس کا دل آتش زدہ ہو"۔ اس پہلے فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا جاسکتا ہے "جھگڑالو (آدمی) شہریوں میں بے چینی کا باعث بنتا ہے" ۔۔۔۔ "جھگڑالو لوگوں میں شورش بپا کردیتا ہے"۔

مث یعنی جھگڑالو یا تند خو انسان نوجوانوں میں نفاق پیدا کردیتا ہے مث اور اس کے اعمال۔۔۔۔۔۔ پرے گذر گئے ہیں" :۔ یعنی اس کی حرکتیں بس سے باہر ہوگئی ہیں مث "عدالت" :۔ عدالت کی جگہ مصاحبین، درباری اور اراکین مجلس بھی ترجمہ کیا گیا ہے مث "توجہ موڑ دے" :۔ یعنی لوگوں کی توجہ اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لے۔

جب غریب آدمی کو بغاوت کے لئے ابھارا جائے تو اس کے ذریعے .... بغاوت نہیں کر پائے گا۔—

........[۱۴] فوج .... اس کا خاتمہ کر دے ...... بہت سے لوگ ناخوش ہیں کیونکہ لوگوں سے شفقت لی جاتی ہے؛ جب تو مخالفت کرے ...... نرمی اختیار کر.... شہری خوشیاں مناتے ہیں۔ دیوتا[۱۵] کے سامنے اپنی راستی ثابت کر[۱۶] تب لوگ تیری غیر موجودگی میں بھی کہیں گے کہ تو جرم کے مطابق، سزا دیتا ہے۔ تو غلط کاری کے خلاف لڑے گا۔ .... اچھی خصلت انسان کے لئے جنت ہوتی ہے، لیکن (بدخو آدمی، بدگوئی کرے تو وہ خطرناک ہوتی ہے[۱۷].

---

[۱۴] "........": یہاں سے اصل مصری عبارت میں ایک ہی طرح کے یا ایک ہی مفہوم کے دو ٹکڑے بیان ہوئے ہیں۔ ایک ٹکڑا تو "کمینے انسان" کے بارے میں ہے جو فوج میں شورش پیدا کر دیتا ہے اس کے بعد دوسرے ٹکڑے میں یہ یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ اگر بیٹا (مری کارا) عدل کرے گا تو اس کا وقت اچھا گذرے گا۔ [۱۵] دیوتا: مصریوں کے انتہائی مقبول اور آخرت کے دیوتا (اسر (یونانی تلفظ اوزیرس) سے مراد ہے۔ یہ دیوتا دوسری دنیا میں مُردوں کے اعمال جانچ کر ان کا حساب کتاب اور انصاف کرتا تھا۔ گویا وہ مُردوں اور حساب اُخروی کا بھی دیوتا تھا۔ ویسے اس کی صفات اور خواص بہت سارے ہیں۔ [۱۶] "دیوتا کے سامنے اپنی راستی ثابت کر": اس فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے: "تجھے دیوتا کے سامنے راست رو قرار دیا جاتا ہے" یا "تجھے دیوتا کے سامنے راستی پر قرار پائے"۔ اس دوسرے دعائیہ ترجمے کی رو سے مفہوم یہ بنتا ہے کہ "مری کارا حسابِ آخرت کے نتیجے میں نیک ٹھہرے۔ بہرحال ان تمام فقروں کا مفہوم غالباً یہی ہے کہ جب اُسر (اوزیرس) دیوتا مری کارا کے اعمال جانچے تو وہ اس آزمائش پر پورا اترے اور راست رو ثابت ہو۔ [۱۷] "لیکن (بدخو آدمی) ..... خطرناک ہوتی ہے": اس فقرے کا ایک ترجمہ یہ ہے: "لیکن تند مزاج آدمی کی لعنت ملامت تکلیف دہ ہوتی ہے"۔

بات چیت کرنے میں مہارت پیدا کرتا کہ تو طاقت ور بنے، کیونکہ زبان انسان کی تلوار ہوتی ہے[۱۸]۔ الفاظ تمام لڑائیوں سے زیادہ دلیر ہوتے ہیں۔ کوئی ہوشیار آدمی کو جھانسہ نہیں دے سکتا[۱۹]۔ عقل مند انسان متقدر لوگوں کے لئے "مکتب"[۲۰] کی حیثیت رکھتا ہے اور جو اس کے علم و فضل سے آگاہ ہیں[۲۱] اس پر حملہ نہیں کرتے[۲۲]۔ باطل اس کے قریب نہیں رہ سکتا[۲۳]، لیکن پوری طرح گوندھی ہوئی سچائی[۲۴]، بزرگوں کے اقوال دانش کے مطابق، اس کے قریب آتی ہے[۲۵]۔

ف۱۸ "کیونکہ زبان ...... تلوار ہوتی ہے"۔ اس فقرے کے مختلف ترجمے یوں ہیں: "کیونکہ زبان (بادشاہ) کی تلوار ہوتی ہے"۔ "کیونکہ زبان انسان کی طاقت ہوتی ہے"۔ ف۱۹ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ "کیونکہ ماہر (انسان) پر غلبہ نہیں پایا جا سکتا"۔ اس فقرے کے شروع میں "ہوشیار آدمی" (ذہین آدمی) کی جگہ "دل کا ماہر" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ "دل کا ماہر" یہاں اصل مصری لفظ کا لفظی ترجمہ ہے۔ مطلب ہوشیار یا ذہین آدمی سے ہی ہے۔ ف۲۰ "مکتب"۔ ولیمز نے مکتب یا درس گاہ کی جگہ "گودام" ترجمہ تجویز کیا ہے۔ ف۲۱ اس کے، عقل مند انسان کے۔ ف۲۲ اس فقرے کے مزید تراجم یوں ہیں: "جو جانتے ہیں کہ وہ جانتا ہے (وہ) اس پر حملہ نہیں کریں گے"۔ "ذہین آدمی پر عالم حملہ نہیں کیا کرتا"۔ ف۲۳ اس فقرے کا ترجمہ یہ بھی ہے: "جب وہ (دانا انسان) قریب ہو تو کوئی جرم سرزد نہیں ہو سکتا" —— "جہاں وہ (دانا) ہو، مصیبت نہیں آسکتی"۔ "اگر وہ عالم ہے تو جہاں وہ ہے وہاں کوئی (گزند) نہیں پہنچ سکتا" —— ف۲۴ "گوندھی ہوئی سچائی"۔ یہاں سچائی کو گوندھا ہونے کی تمثال دراصل شراب کشید کرنے کے عمل سے اخذ کی گئی ہے اور کشید شراب کا عمل یوں تھا کہ جو کی روٹیاں ذرا ذرا پکا لیتے، پھر انہیں پانی میں گوندھتے یا ملتے۔ اس کے بعد اس میں خمیر اٹھ جاتا تھا اور یوں بیئر (شراب) تیار ہو جاتی۔ یہاں فرعون (اختوئی دخیتی) نے اپنے ولی عہد بیٹے (مری کارا) سے کہا یہ ہے کہ اس (بیٹے) کے لئے "گوندھنے" کا عمل پہلے ہی مکمل کیا جا چکا ہے کیونکہ اس (مری کارا) سے بہت پہلے ہی قدیم تحریروں میں سچائی یا حق کی نشان دہی کر دی گئی ہے یا متشکل کر دیا گیا ہے۔ ف۲۵ اس فقرے کا ترجمہ یوں بھی ہے: "راستی بزرگوں کے اقوال دانش کی شکل میں مقطر ہو کر اس کے پاس آتی ہے"۔

اپنے آباؤاجداد کی پیروی کر[26]، کیونکہ (کتاب؟) پر عمل تو علم کے ذریعے ہوتا ہے۔ دیکھ ان کے اقوال تصنیف کی صورت میں باقی ہیں۔ (کتاب) کھول تاکہ تو پڑھے اور علم پر عمل کرے[27]۔ ماہر بنتا ہے جیسے سکھایا جاتا ہے[28]۔ شیطان صفت مت بن۔ مشفق ہونا اچھا ہوتا ہے[29]۔ اپنی محبت کے ذریعے اپنی یادگار دائمی بنا[30]۔ (لوگوں کی) تعداد بڑھا، شہر[30 الف] کو دوست بنا۔ (تیرے) عطیات کی وجہ سے دیوتا کی ستائش کی جائے گی ......، (لوگ تیرے ...... دیکھیں گے) اور تیرے لطف و کرم پر شکر بجا لائیں گے اور تیری صحت و تندرستی کے لئے دعائیں مانگی جائیں گی۔

امراء کی عزت کر اور اپنی رعایا کی حفاظت کر[31]۔ اپنی سرحدوں اور گشتی علاقوں[32] کو مستحکم بنا، کیونکہ مستقبل کے لئے کام کرنا سودمند ہوتا ہے۔ دور اندیش کی زندگی کا احترام کیا

---

[26] اس فقرے کے دیگر تراجم:- "اپنے آباء کی پیروی کر، ان کی جو تجھ سے پہلے چلے گئے ہیں"۔ "اپنے آباء کی، اپنے اجداد کی پیروی کر"۔ [27]، [28] "علم"، آباؤاجداد کا علم، یعنی ان کی حکیمانہ تعلیمات یا اقوال۔ مطلب ہے کہ کتاب کھول کر آباؤاجداد کے اقوال یا حکیمانہ تعلیمات پڑھ اور ان پر عمل کر۔ اس فقرے اور اگلے فقرے "ماہر بھی ...... سکھایا جاتا ہے" کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے: "(کتاب کھول) اور پڑھ۔ اور علم (حکیمانہ تعلیمات) کی پیروی کر تاکہ ماہر بھی دانا و بینا بن جائے"۔ "(کتاب کھول) تاکہ تو پڑھے اور (ان کے) اقوال حکیمانہ کی نقل کرے (اس طرح) ماہر انسان عالم فاضل بن جایا کرتا ہے"۔ [29] مشفق (مہربان) مشفق یا مہربان کی جگہ "حلیم" یا "بردبار" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [30] مطلب یہ کہ لوگوں سے محبت کر تاکہ وہ تجھے یاد رکھیں ——— یہاں "یادگار" سے مراد کوئی عمارت وغیرہ نہیں بلکہ انسان کی یاد سے ہے۔ [30 الف] شہر:- یعنی شہری، عوام۔ [31] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ:- "شرفاء کا احترام کر اور رعایا کو خوش حال بنا"۔ [32] "گشتی علاقہ":- غالباً سرحدوں کے پرے کے متنازعہ علاقے سے مراد ہے۔ ویسے "گشتی علاقے" کی جگہ "گشتی فوجی دستہ" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

کیا جاتا ہے، مگر بھروسہ کرنے والے آدمی کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔[ف۳۳] نیک طینت اور مہربان بن تاکہ لوگ تیرے پاس آئیں۔ جو اپنے پڑوسی کی زمین کی تمنا کرتا ہے وہ گھٹیا[ف۳۴] ہے جو دوسروں کے مال کا لالچ کرتا ہے وہ احمق ہے، کیونکہ دھرتی پر (زندگی) تو ختم ہو جاتی ہے[ف۳۵] یہ طویل نہیں ہوتی وہ خوش نصیب ہے جسے اس[ف۳۶] میں لوگ (محبت سے) یاد رکھیں[ف۳۷]۔ کوئی آدمی سیدھا نہیں چلتا،[ف۳۸] (گو) دو سرزمینوں کے بادشاہ[ف۳۹] کے ساتھ دس لاکھ لوگ ہوں[ف۴۰]۔ کیا کوئی (ایسا آدمی) ہے جو ہمیشہ کے لئے زندہ رہے؟ جو اَسر (دیوتا) کے ہاتھ سے آتا ہے مر جائے گا؛ بالکل اسی طرح گم ہو جائے گا جس طرح اپنے شوق پورے کرنے والا[ف۴۱]____

ف۳۳ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "چوکس زندگی کا خیال رکھ (اپنی آنکھیں کھلی رکھ) کیونکہ (محض) خوش اعتقادی سے تباہی آ جائے گی" مطلب ہے کہ بادشاہ کو کسی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے؛ دور اندیش اور چوکس رہنا چاہیئے۔ ورنہ وہ مصیبت میں گھر جائے گا۔ ف۳۴ گھٹیا: گھٹیا کی جگہ بدبخت بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ف۳۵ "یہ": زندگی یا عمر مراد ہے۔ ف۳۶ اس میں: زندگی میں۔ ف۳۷ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "جسے لوگ یاد رکھیں وہ شادکام ہے"؛ اسی فقرے کا ایک اور ترجمہ: "جو زندگی میں گناہ (نہ کرے) وہ مسرور ہے"۔ ف۳۸ "..... سیدھا نہیں چلتا": مطلب غالباً یہ ہے کہ ملک کی کثیر آبادی میں کوئی ایک بھی دیانت دار شخص نہیں ڈھونڈا جا سکتا۔ اور یہ کہ خواہ فرعون کی مملکت میں یا اس کے ساتھ دس لاکھ آدمی کیوں نہ ہوں ان میں ایک بھی دیانتدار نہیں۔ ف۳۹ "دو سرزمینوں کا بادشاہ": دو ملکوں یعنی بالائی اور زیریں (جنوبی اور شمالی) مصر کا بادشاہ۔ فرعون "دو سرزمینوں یا دو ملکوں کا بادشاہ" بھی فرعونہ کا ایک لقب تھا۔ ف۴۰ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "ہو سکتا ہے کہ دو ملکوں کے بادشاہ کے لئے دس لاکھ آدمی (بھی) کسی کام کے نہ ہوں ...."۔ ف۴۱ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "جو اَسر (دیوتا) کے ساتھ آتا ہے مر جاتا ہے" مطلب غالباً یہ ہے کہ جس طرح مُردوں کا دیوتا اَسر (اوزیرس) آسمان پر پیدا ہو کر زمین پر آیا، یہاں حکومت کی اور پھر مر گیا۔ اسی طرح لوگ بھی پیدا ہو کر مر جاتے ہیں۔

اپنے عہدیداروں کو آگے بڑھا تاکہ وہ تیرے قوانین پر عمل درآمد کرائیں جس کے گھر میں دولت ہے وہ جانبداری نہیں برتے گا جس کے پاس کسی چیز کی کمی نہ ہو وہ آدمی دولت مند ہے۔ غریب آدمی سچ نہیں بولتا اور جو شخص یہ کہتا ہے "کاش میرے پاس ہوتا"[۴۲] وہ راست باز نہیں ہے۔ اس کا جھکاؤ اس شخص کی طرف ہوگا۔ جو اسے معاوضہ دے گا۔[۴۳] وہ عظیم شخص عظیم ہے جس کے عظیم آدمی[۴۴] عظیم ہوں۔[۴۵] وہ حکمران طاقتور ہوتا ہے جس کے پاس مشیر[۴۶] ہوں۔ جلیل القدر[۴۷] وہ ہے جس کے (دربار) میں بہت سارے امراء ہوں اپنے گھر میں سچ بول تاکہ دھرتی پر رہنے والے امراء تیری عزت کریں[۴۸] کیونکہ فرمانروا کی شہرت (کا دارومدار) راست بازی پر ہوتا ہے۔[۴۹] گھر کے اگلے حصے[۵۰] سے پچھلے حصے میں عزت پیدا ہوتی ہے۔[۵۱]

---

[۴۲] "کاش میرے پاس ہوتا"، یعنی کاش میرے پاس مال و دولت ہوتی۔ اس فقرے کا مطلب ہے کہ مال و دولت کی خواہش یا ہوس کرنے والا شخص راست باز نہیں ہوتا۔ [۴۳] "... معاوضہ دے گا" یعنی کم معاوضہ پانے والا اہلکار بھی ملازم ان لوگوں کے ساتھ جانبداری برتتا ہے یا حمایت کرتا ہے جو اسے رشوت دیتے ہیں یہاں معاوضہ سے مراد رشوت ہے۔ [۴۴] "عظیم آدمی"، اس جگہ عظیم آدمیوں کی بجائے "مشیروں" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۴۵] اس فقرے میں "عظیم" کا لفظ چار مرتبہ استعمال کیا گیا ہے، ایک ہی لفظ کی اس طرح تکرار مصریوں کے ایک مخصوص تحریری طرز کی آئینہ دار ہے۔ [۴۶] "مشیر"، مشیر کی جگہ "درباری" بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال مشیر یا درباری سے مراد قابل اعتماد ساتھیوں سے ہے۔ [۴۷] "جلیل القدر"، جلیل القدر کی جگہ دولت مند بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۴۸] "عزت کریں"، "عزت کریں" کی جگہ "خوف زدہ رہیں" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۴۹] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ "دل کی راست بازی فرمانروا کے لئے مناسب ہوتی ہے"۔ [۵۰] "گھر کا اگلا حصہ"، یعنی وہ حصہ جہاں مالک مکان رہتا تھا۔ [۵۱] یعنی گھر کے اگلے حصے سے پچھلے حصے میں احترام کے جذبات بیدار ہوتے ہیں۔ مصری مکانوں کے اگلے حصے میں گھر کا مالک رہتا تھا اور پچھلے حصے ملازموں کے لئے مخصوص ہوتے تھے۔ فقرے کا مطلب ہے کہ اگر گھر کا مالک نیک اور راست رو ہوگا تو اس کے ملازم اس کی عزت کریں گے بعض محققین نے اس فقرے میں عزت کی جگہ خوف، ڈر بھی ترجمہ کیا ہے۔ اس فقرے کا ایک ترجمہ یوں ہے۔ "گھر کے اندرونی حصے سے باہر خوف پیدا ہوتا ہے" مطلب کہ بادشاہ اگر اپنے محل میں اچھی مثال قائم کرے گا تو ملک بھر میں اس کے ماتحت اس سے اثر قبول کریں گے۔

انصاف کرتا کہ تو دھرتی پر تادیر زندہ رہے۔[۵۲] رونے والے کو ڈھارس دے۔ بیوہ پر ظلم نہ کر،
کسی کو اس کے باپ کی جائیداد سے بے دخل نہ کر، امراء کی ان کے مرتبے سے تنزلی مت کر[۵۳]
قتل نہ کر کیونکہ اس سے تجھے فائدہ نہیں پہنچے گا بلکہ تجھے چاہئیے کہ جسمانی اور قید کی سزا دے۔
اس طرح اس ملک میں اچھی طرح نظم و ضبط قائم ہو گا ——— سوائے اس باغی کے جس نے
اپنے منصوبے بنائے ہوں[۵۴]، کیونکہ دیوتا غدار دل سے باخبر ہے[۵۵] اور دیوتا اس کے گناہوں کی سزا
خون سے دیتا ہے۔[۵۶] جو نرم دل ہے (وہ) زندگی کے دوران ......[۵۷] ایسے شخص کو ہلاک مت
کر جس کی خوبیوں سے تو آگاہ ہو، اسے ہلاک مت کر جس کی خوبیوں سے تو آگاہ ہو، جس کے

مـ۵۲ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "جب تک تو دھرتی پر زندہ ہے انصاف کر" مـ۵۳ یعنی امراء وغیرہ
کو کسی معقول وجہ کے بغیر ان کے منصب اور مرتبے سے محروم یا معزول نہیں کرنا چاہئیے یہاں یہ تعلیم دی گئی
ہے کہ بادشاہ کا فرض ہے کہ باغیوں کو جو مرتبہ، مقام اور مال و دولت حاصل ہو بیٹھے اس سے محروم نہ ہونے
پائیں مـ۵۴ "...... اس باغی ...... منصوبے بنائے ہوں": یہاں "اپنے منصوبے بنانا" سے مراد سازش
کرنے سے ہے۔ اس فقرے کا اور ترجمہ: "وہ باغی مستثنیٰ ہے جس نے سازش کی ہو" ——— "سوائے
اس باغی کے جس کے سازشی منصوبوں کا پتہ چل جائے" مـ۵۵ "...... دیوتا غدار دل سے واقف
ہے": اس فقرے کے مزید تراجم: "کیونکہ دیوتا بغاوت کی سازش کرنے والوں کو جانتا ہے" "کیونکہ دیوتا
مخالفوں سے واقف ہے" "دیوتا سرکش سے واقف ہے" مـ۵۶ "...... خون کی سزا دیتا ہے": اس
فقرے کے مزید تراجم: "اور دیوتا اس کے گناہوں کا حساب اس کے خون سے چکاتا ہے" ——— "دیوتا
باغیوں کو خون کی ضرب لگاتا ہے" ——— حکومت کے خلاف بغاوت مصریوں کے چند سنگین جرائم
میں شمار ہوتی تھی، اس کے باوجود مصری سنگین سزا دینا فرعون کی ذمہ داری نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا
کہنا تھا کہ سزا دراصل آسمانی انتقام یا دیوتاؤں کے انتقام کے مترادف ہوتی ہے ان چند فقروں میں یہ تعلیم
بھی دی گئی ہے کہ انتقام دیوتا پر چھوڑا جا سکتا ہے۔ مـ۵۷ ان نقطوں کی جگہ اصل عبارت میں الفاظ
ضائع ہو چکے ہیں۔

ساتھ تو نے کبھی نوشتے گائے تھے[58] ــــــ جو نیپو کتاب[59] میں پڑھتا ہے، دیوتا کے سامنے.....
جو خفیہ مقامات[60] پر دلیری سے چلتا ہے[61]: اس کی روح اس جگہ آتی ہے جس سے یہ آشنا ہوتی
ہے یہ سابقہ راستوں سے نہیں چوکتی[62]، کوئی جادو والے باز نہیں رکھ سکتا[62] اور یہ ان لوگوں[63] کے
پاس جائے گی جو اسے پانی دیں گے[64]

۵۸: جس کے ساتھ..... گائے تھے": دیرینہ ہم مکتب سے مراد ہے، یعنی وہ ہم مکتب جس
کے ساتھ لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔ "نوشتے گائے تھے" سے مطلب یہ ہے کہ اپنے ہم جماعتوں کے ساتھ ایک آواز
ہو کر، گا گا کر سبق یاد کیا تھا اور پڑھنا سیکھا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آج بھی ہمارے
ہاں ابتدائی جماعتوں کے طالب علم گانے انداز میں یک آواز ہو کر سبق یاد کرتے ہیں۔ اسی طرح ہزاروں
برس پہلے بھی مصر کے مدرسوں میں بچے اسی طرح سبق یاد کرتے تھے۔ ۵۹: "نیپو کتاب": نہ معلوم یہ کون
سی اور کس نوعیت کی کتاب تھی۔ ہو سکتا ہے کہ 'منتر جات' کی اس کتاب سے مراد ہو جس میں نذرانوں
کی فہرستیں درج کی جاتی تھیں۔ ۶۰: "خفیہ مقامات": 'ناقابل رسائی مقامات' بھی ترجمہ کیا جا سکتا
ہے اور "مشکل جگہ"، بھی ۶۱: اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "وہ مشکل جگہ پر آزادی سے آگے بڑھتا ہے" ــــ
۶۲: مطلب غالباً یہ کہ مقتول کی روح ہمیشہ پیچھا کر سکتی ہے اور کل یہ جس سڑک پر سے گذری تھی اس کا
راستہ دوبارہ تلاش کر سکتی ہے۔ مصریوں کا یہ عام خیال تھا کہ مرنے والوں کی ارواح زندوں پر آفتیں،
بیماریاں اور مصائب نازل کر سکتی ہے۔ ۶۳: ان لوگوں: غالباً رشتے داروں سے مراد ہے؛ ۶۴: مطلب یہ
کہ اس روح کو زندہ رکھنے کے لئے پانی فراہم کیا جائے گا۔ اور صحیح ہدایت یافتہ شخص کی روح ابدی
مسرت حاصل کرے گی۔ اصل میں مصریوں کا عقیدہ تھا کہ مردے کو پھر سے زندہ رکھنے
کے لئے ضروری تھا کہ اس کے لئے اشیاء خورد و نوش بطور نذرانہ باقاعدگی کے ساتھ
چڑھائی جائیں۔

مصیبت زدہ[65] کا انصاف کرنیوالی عدالت[66] کے بارے میں تجھے معلوم کہ وہ[67] اپنا کام سرانجام[68] دیتے وقت مصیبت زدہ[69] کا انصاف کرنے کے دن نرمی نہیں برتتے[70]۔ بدبخت ہے وہ شخص جسے عقلمند کی حیثیت سے مجرم گردانا جائے[71]۔ برسوں کی طوالت پر بھروسہ مت کر کیونکہ وہ[72] پوری زندگی کو

ف[65] مصیبت زدہ:- مظلوم اور حاجت مند ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ ف[66] عدالت:- دیوتاؤں پر مشتمل اس عدالت سے مراد ہے جو عالم 'آخرت' میں مرنے والوں کے اعمال جانچتی اور انصاف کرتی تھی۔ یہ 'عدالت' دوسری دنیا میں مصیبت زدہ، مظلوم یا حاجت مندوں کی فریادیں سن کر دادرسی بھی کرتی تھی۔ ف[67] وہ:- دوسری دنیا میں انصاف کرنے والے دیوتا ف[68] "کام سرانجام ......" کام سرانجام دینے سے مراد دیوتاؤں پر مشتمل ٹربیونل یا عدالت کا وہ فیصلہ یا انصاف ہے جو دوسری دنیا میں مرکر پہنچنے والوں کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ مری کارا کے لئے تعلیمات کی تخلیق کے زمانے میں یعنی چار سوا چار ہزار برس قبل مصریوں کا خیال تھا کہ دیوتاؤں کی اس عدالت کا سربراہ یا صدر نشین سورج دیوتا 'را' ہے مگر بعد کے زمانوں میں 'اسر' (اوزیرس) دیوتا کو حساب اُخروی کا منصف (جج) سمجھا جاتا تھا ـــ ف[69] مصیبت زدہ:- مصیبت زدہ کی بجائے 'غریب' بھی ترجمہ کیا گیا ہے ـــ مصیبت زدہ کا انصاف کرنے سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے، کہ اگر ولی عہد مری کارا، لوگوں کو قتل کرے گا تو مقتول دوسری دنیا میں، اپنے قاتل کی غیر موجودگی میں ہی اس کے خلاف دیوتاؤں کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیں گے گویا مصری کرتے تھے۔ ف[70] قدیم مصری عقیدے کے مطابق عالم آخرت میں دو طرح کے انصاف ہوتے تھے ایک تو یہ کہ مرنے والوں کے نیک و بد اعمال جانچ کر ان کو جزا یا سزا دی جاتی تھی اور دوسرے یہ کہ مظلوم یا مقتول دوسری دنیا کے منصف دیوتاؤں سے دادرسی کے لئے درخواست کر سکتے تھے ف[71] مطلب یہ کہ اس عقیدے کے مطابق جو شخص لوگوں کو قتل کرتا تھا مقتول عالم آخرت میں اس کے خلاف دیوتاؤں کی عدالت میں اپنی حق رسی کیلئے فریاد عقلمند و دانا شخص نے اپنا علم غریب پر ظلم ڈھانے کے لئے استعمال کیا۔ اس فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے "یہ تکلیف دہ بات ہے کہ مدعی علم رکھتا ہو" ـــ "فرد جرم عائد کرنے والا جب دانا ہو تو مصیبت آتی ہے۔" فرد جرم عائد کرنے والے سے مراد یہاں غالباً عقل و دانش کے دیوتا 'جحوتی' (تحوت) سے ہے جو انسانوں کے مرنے کے بعد دوسری دنیا میں ان کے اعمال جانچنے اور ان پر عائد کئے گئے مقدمں کی رہبری کرتا تھا۔ ف[72] وہ:- عالم اُخروی میں انصاف کرنے والے دیوتا۔

ایک گھنونا خیال کرتے ہیں۔ آدمی مرنے کے بعد باقی رہتا ہے[۳]۔ اور اس کے اعمال ڈھیر کی شکل میں اس کے پہلو میں[۵] رکھ دئے جاتے ہیں۔ انسان وہاں ابدی ہوتا ہے اور جو اس کا شاکی ہوتا ہے وہ احمق ہے[۶] لیکن جو ان کے پاس[۸] بغیر کوئی غلط کام کئے پہنچتا ہے وہ وہاں[۹] دیوتا کی طرح زندہ رہے گا۔ ابدیت[۱۰] کے آقاؤں کی طرح دلیری[۱۱] سے آگے قدم بڑھائے گا[۱۲]۔

۳۔ اس فقرے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو یہ گمان نہیں کرنا چاہیئے کہ عالم آخرت کا یوم حساب بہت دور ہے اور یہ کہ اس وقت انسان کے سب اعمال بھلا دئے جائیں گے۔ مرنے والوں کا انصاف کرنے والے دیوتا سب کچھ یاد رکھتے تھے مصریوں کے نزدیک دوسری دنیا کے منصف دیوتا، انسان کے سارے گناہ یاد رکھتے تھے خواہ کتنی بھی مدت کیوں نہ گذر جاتی۔ ۴۔ باقی رہتا ہے: یعنی مرنے کے بعد انسان باقی رہتا ہے۔ ۵۔ پہلو میں: پہلو کی جگہ "سامنے" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اعمال مرنے والے پاس مصری عقیدے کے مطابق اس لئے رکھ دیئے جاتے تھے کہ انہیں جانچ کر، ان کا وزن کر کے مرنے والے کی جزا و سزا کا فیصلہ کیا جائے۔ آسر دیوتا مرنے والوں کی گفتگو، ارادے، مقاصد، نیتیں اور اعمال کو میزانِ عمل میں رکھ کر تولتا تھا۔ اس کے علاوہ مرنے والے کا دل میزانِ عمل کے ایک پلڑے اور سچائی یا حق، کا "پر" دوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا جاتا تھا۔ پلڑے برابر رہتے تو مرنے والا بے گناہ قرار دیا جاتا اور اگر دل والا پلڑا جھک جاتا تو گناہ گار ٹھہرتا۔ سچائی کو قدیم مصری مآت کہتے تھے۔ یہ پر، دراصل بالائی اور زیریں مصر کی سچائی کی دیوی اور جیہوتی (تحوت) دیوتا وغیرہ کی علامت تھا۔ ۶۔ اس کا: دوسری دنیا میں دیوتاؤں کی عدالت کا۔ ۷۔ اس فقرے کا ایک ترجمہ یہ ہے: "جس بات سے وہ منع کرتے ہیں وہ ہی (بات) کرنے والا احمق ہوتا ہے"۔ ۸۔ ان کے پاس: دیوتاؤں کے پاس۔ ۹۔ وہاں: دوسری دنیا (عالم آخرت) میں۔ ۱۰۔ ابدیت کے آقا: بخشے جانے والے مُردوں کا ایک نام۔ ۱۱۔ دلیری سے: "آزادی کے ساتھ" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ۱۲۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ اس پیراگراف میں شاکی یا مظلوموں کی بات کی گئی ہے لیکن دراصل اس پیراگراف میں بحیثیت مجموعی انصاف یا جزا سزا کی بات کی گئی ہے یعنی گناہ گاروں اور نیک کاروں کی سزا اور جزا کی بات۔ البتہ پیراگراف کا پہلا حصہ بے گناہ کی بریت سے متعلق ہے۔

نوجوانوں پر مشتمل اپنے فوجی دستے قائم کر[۳] تاکہ دارالحکومت تجھ سے محبت کرے، اور رنگروٹ بھرتی کر کے اپنے ہواخواہوں[۴] کی تعداد میں اضافہ کر ۔۔۔ دیکھ! تیرے شہر نوخیز لڑکوں سے معمور ہیں۔ بیس برس کی عمر تک ابھرتی ہوئی نسل اپنے دل کا کہا مان کر[۵] خوش ہوتی ہے اور پھر نئے رنگروٹ آجاتے ہیں[۶]۔ آزمودہ کار سپاہی اپنے بچوں کے پاس لوٹ جاتے ہیں[۷]۔ پرانے وقتوں میں (لوگ) ہماری خاطر لڑے اور اپنی تخت نشینی کے وقت میں نے انہیں اپنے فوجی دستوں میں بھرتی کیا۔ اپنے سرکاری ملازموں کو عظیم بنا۔ اپنے سپاہیوں کو ترقی دے اور اپنے نوجوان حمائتیوں میں اضافہ کر۔ انہیں مال و اسباب دے۔ کھیت دے اور مویشی عطا کر۔

اونچے مرتبے والے کے بیٹے کو غریب آدمی پر ترجیح مت دے بلکہ آدمی کو اس کے ہاتھوں کے کام کی وجہ سے اپنے لئے منتخب کر[۸] تاکہ ہر ہنر مندانہ کام طاقت ور بازو کے مالک کے[۹] ...... مطابق کیا جائے۔ اپنی سرحد کی حفاظت کر، قلعے تعمیر کر، کیونکہ فوجیں اپنے آقا کے لئے سودمند ہوتی ہیں۔ دیوتا کے لئے (عمدہ) یادگاریں تعمیر کر، کیونکہ جو ایسا کرتا ہے اس کا نام زندہ رہتا ہے اور انسان کو ایسا کام کرنا چاہیئے جو اس کی روح کے لئے فائدہ مند ہو (یعنی) پروہت کی طرح ماہانہ رسم ادا کرے، سفید جوتے

ص۳ اس فقرے کا یہ ترجمہ بھی کیا گیا ہے: "اپنی رعایا میں سے نوجوان نسل کو ترقی دے (پرورش) کر۔" ص۴ ہواخواہ: حمائتی، ساتھی وغیرہ بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص۵ دل کا کہا مان کر: خواہشات پوری کرنے سے مراد ہے۔ مطلب کہ بیس سال کی عمر تک نوجوان اپنی خواہشات پوری کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ص۶ یعنی بھرتی کے لئے نئے نوجوان مل جاتے ہیں۔ ان دو تین فقروں سے گمان گذرتا ہے کہ شاید بیس سال کی عمر کے مصریوں سے کام لینے کے لئے انہیں جبری طور پر بھرتی کر لیا جاتا ہو۔ ص۷ اس کے بعد اصل مصری عبارت میں ایک اچھا فقرہ آیا ہے جو بہت مبہم اور غیر واضح ہے۔ ص۸ منتخب کر: مطلب کہ حکمران کو اپنے مفید مطلب آدمی جمع کرنے کے لئے یہ نہیں دیکھنا چاہیئے کہ پیدائشی لحاظ سے بڑا اور معزز کون ہے بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ قابلیت صلاحیت اور ہنر کے سبب اس کے لئے مفید کون ثابت ہو سکتا ہے۔ ہاتھوں کے کام کی وجہ سے آدمی کو منتخب کرنے سے مراد اہل، باصلاحیت اور ہنر مند آدمی کو منتخب کرنے سے ہے۔ ص۹ طاقتور بازو کا مالک: صاحب قوت۔ مراد حکمران سے ہے۔

پہنچے۔ معبد جائے[۹۰]۔ خفیہ مذہبی رسموں کے بارے میں محتاط رہے[۹۱]۔ عبادت گاہ کے اندرونی حصے میں داخل ہو۔ دیوتا کے گھر[۹۳] میں روٹی کھائے[۹۴]۔ قربان گاہوں میں نذرانوں کی میز[۹۵] پر سیال اشیاء[۹۶] بطور نذر خوب چڑھائے روٹیوں کی تعداد بڑھائے اور روزمرہ کے نذرانوں میں اضافہ کرے۔ جو یہ سب کچھ کرتا ہے اس سے اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ اپنی دولت کے مطابق اپنی یادگاروں کو برقرار رکھ کیونکہ صرف ایک دن بھی ابدیت کے حصول کے لئے کارآمد ہوتا ہے اور ایک گھنٹہ مستقبل کے لئے مفید ثابت ہوتا ہے۔ دیوتا اس سے آگاہ ہے جو اس کی خدمت بجا لاتا ہے[۹۷]۔

۹۰......... معبد میں جائے: اس فقرے کا یہ بھی ترجمہ کیا گیا ہے "عبادت خانے کے ذخائر میں خوب اضافہ کرے۔ ۹۱ خفیہ مذہبی رسمیں: قدیم مصری معبدوں میں کچھ ایسی مذہبی رسوم بھی ادا کی جاتی تھیں جن کی عام لوگوں کو ہوا بھی نہیں لگنے دی جاتی تھی۔ ہیروڈوٹس نے بھی ایسی خفیہ مذہبی رسموں کی طرف اشارے کئے ہیں۔ ۹۲ خفیہ مذہبی......... محتاط رہے": اس فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے "خفیہ مذہبی رسوم سے پردہ اٹھائے" "وہ خفیہ مذہبی رسوم ظاہر کر دے"۔ اگر یہی ترجمہ صحیح ہے تو پھر اس کا مطلب غالباً کچھ اس طرح ہوگا کہ خفیہ مذہبی رسمیں ادا کرے۔ ویسے بیشتر محققین نے خفیہ مذہبی رسموں کو ظاہر کر دینا ہی ترجمہ کیا ہے البتہ گارڈنر اور فاکنر نے "خفیہ مذہبی رسموں کے بارے میں محتاط رہے" ترجمہ کیا ہے اور میرے خیال میں گارڈنر اور فاکنر کا ترجمہ صحیح ہے کیونکہ یہ مذہبی رسمیں تو بڑی سختی سے پوشیدہ رکھی جاتی تھیں۔ ۹۳ دیوتا کا گھر: معبد سے مراد ہے۔ ۹۴ روٹی کھائے: یعنی نذر کی جانے والی روٹی میں شریک ہو۔ مصریوں کا خیال تھا کہ عام عبادت اور رسوم کی ادائیگی میں اس طرح شریک ہونا خوبی اور فائدے کی بات تھی اور انسان کا یہ طرز عمل بالآخر ایک دن ـــــ موت کے بعد ـــــ اس کی روح، اعمال کی جانچ پڑتال کے وقت، اس کے حق میں جانے والا تھا۔ ۹۵ "نذرانوں کی میز": وہ میز جس پر مندروں کی قربان گاہوں میں پانی اور دوسری سیال اشیاء مثلاً روغن، تیل اور شراب وغیرہ، روٹیاں اور دوسری چیزیں بطور نذر رکھی جاتی تھیں۔ ۹۶ سیال اشیاء: مندروں میں نذر کی جانے والی شراب، روغن، تیل اور پانی وغیرہ ۹۷ مفہوم اس فقرے کا یہ ہے کہ دیوتا کی عبادت عام کرنے کے لئے انسان اپنی زندگی جو کچھ بھی خدمات بجا لائے گا ایک ایک دن دیوتا اس کا صلہ ضرور دے گا۔

اپنے مجسمے دور کے ملک میں بھیج[98]، جس کی چیزوں[99] کے بارے میں وہ[100] فہرست پیش نہیں کریں گے[101] کیونکہ جو دشمن کا مال تباہ کرتا ہے (وہ) نقصان اٹھائے گا۔[102]

---

[98] اپنے مجسمے ...... بھیج: شاہزادے مری کارا کو اس کا باپ فرعون اختوئی یہاں تعلیم یہ دے رہا ہے کہ وہ (مری کارا) فرعون بننے کے بعد دوسرے ملکوں میں اپنے مجسمے روانہ کرے تاکہ وہاں کے لوگ مری کارا سے واقف ہو جائیں اور اس کی طاقت کے بارے جان لیں۔ [99] جس کی چیزیں — دور کے ملک کی چیزیں۔ [100] وہ: مجسموں کو دوسرے ملک لے جانے والے مصری اور ان کے انچارج یا نگرانوں سے مراد ہے۔

[101] مطلب غالباً یہ کہ مجسموں کے ساتھ دوسرے ملک جانے والے مصری اس دوسرے ملک کے مادی وسائل اور مال و دولت کی فہرست بنا کر اس غرض سے فرعون کے حضور پیش نہیں کریں گے۔ کہ آئندہ حملہ کر کے انہیں لوٹ لیا جائے۔ [102] اس آخری فقرے کے مفہوم کا تعلق دراصل "فہرست پیش نہیں کریں گے" والے سابقہ جملے سے بھی ہے یہاں یہ کہا گیا ہے کہ اور تو اور دشمن کو بھی اس کا مال و متاع تباہ کر کے اشتعال دلانا نادانی ہے —

"مری کارا کے لئے تعلیمات" میں یہاں آکر اچھے کردار یا برتاؤ کے بارے میں عام نصیحتیں یا تعلیم ختم ہو جاتی ہے یہاں سے آگے عملی نصیحتیں یا تعلیمات شروع ہوتی ہیں کہ ان ناسازگار دنوں میں بھی مری کارا فرعون اپنی حکومت کیسے برقرار و قائم رکھ سکتا ہے — آخری چند فقروں میں خاصا اختلاف روا رکھا گیا ہے مثلاً "اپنے مجسمے ...... سے لیکر ...... نقصان اٹھائے گا،" تک کی اصل مصری عبارت کے چار فقروں کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے — "تیرے مجسمے دور کے ملک میں بھیجے جائیں ...... (محض) ایک بیمار آدمی ہی لڑائی سے بچا رہ سکتا ہے اور مصر میں دشمن کبھی خاموش نہیں رہ سکتا" — زیر نظر پیراگراف کے آخری چار فقروں کو سمجھنا بہت مشکل ہے اسی لئے مختلف ماہرین کے ترجمے میں بہت اختلاف ہے اور آخری فقرے کو سمجھنا تو بہت ہی مشکل ہے تاہم اس کا مفہوم شاید یہ ہو کہ اگر بادشاہ کو ملک سے باہر چڑھائی کرنا پڑ جائے تو اسے لڑائی سے گریز نہیں کرنا چاہیئے اگر وہ جنگ و جدل سے ڈریگا تو اس کے اپنے ملک کے اندر ہی اسے کافی ڈر اور خوف کا سامنا کرنا پڑیگا — بعض مترجمین نے اس آخری فقرے کو اگلے پیراگراف یا حصے کے شروع میں لکھا ہے حالانکہ اصل مصری عبارت میں یہ آخری فقرہ یعنی "دشمن مصر کے اندر بھی (کبھی) نچلا نہیں بیٹھ سکتا" زیر نظر پیراگراف کے آخر میں ہی شامل ہے۔ اور نیا پیراگراف یا حصہ اس فقرے یعنی "اسلاف کی نوجین فوجوں کو مغلوب کر لیں گی" سے شروع ہوتا ہے۔ مگر گاڈنر وغیرہ کے خیال میں نئے پیراگراف کا پہلا جملہ "دشمن مصر کے اندر (بھی) کبھی نچلا نہیں بیٹھ سکتا" ہونا چاہئے قدیم مصری کاتب نے نہ معلوم کیوں اس فقرے سے پیراگراف شروع نہیں کیا، بلکہ اسے زیر نظر پیراگراف کے آخر میں ہی رکھا ہے۔

دشمن مصر کے اندر بھی کبھی نچلا نہیں بیٹھ سکتا۔[ح۱۰۳] اسلاف کی پیش گوئی کے مطابق نوجیں نوجوں کو مغلوب کر لیں گی۔[ح۱۰۴] اور لوگ مصر کے خلاف قبرستان میں بھی لڑتے ہیں۔ مقبروں کو منتقمانہ تباہ کاری کے ساتھ تباہ کرتے ہیں۔[ح۱۰۵] تباہ کن (اقدام کے ذریعے) پرانی عمارتیں تباہ مت کر۔ میں نے ایسا کیا تھا نتیجہ یہ رونما ہوا۔ (ویسا) ہی کچھ ہوا جو دیوتا کے راستے سے بھٹک جانے والے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔[ح۱۰۶]

ح۱۰۳ اصل مصری عبارت میں یہ فقرہ گذشتہ پیراگراف یا حصے کے آخر میں آیا ہے مگر فاکنر وغیرہ کے خیال میں زیرِ نظر پیراگراف کا آغاز اسی فقرے سے ہونا چاہیے چنانچہ انہوں نے اس فقرے کو زیرِ نظر پیراگراف کے شروع میں شامل کیا ہے اور میں نے یہاں انہی کی تقلید روا رکھی ہے۔ ح۱۰۴ اس فقرے کے آخری حصے کے مختلف تراجم کئے گئے ہیں "۔۔۔۔ نوجوان نسل نوجوان نسل کو زیر کرے گی" ـــــ اور "نوجیں نوجوں سے لڑیں گی" وغیرہ۔ ح۱۰۵ اس فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے: "مصر مقبروں کی بیحرمتی کر کے قبرستان میں لڑتا ہے" ـــ مصر لڑتا ہے سے مراد خود مصری باشندوں کے لڑنے سے ہے اور بیحرمتی سے مراد مسمار کر دینے سے ہے۔ مصریوں کے نزدیک دشمن یا مخالف کو شدید ترین اور ناقابلِ تلافی نقصان اس طرح پہنچایا جا سکتا تھا کہ اس کے مقبرے اور قبر کو نقصان پہنچایا جائے یا اسے تباہ کر دیا جائے اور اس کی حنوط شدہ لاش نکال پھینکی جائے اس طرح مصریوں کے خیال میں ہوتا یہ تھا کہ روح مقبرے میں آ کر متوفی کے جسم میں داخل نہیں ہو سکتی تھی اور یوں مرنے والا دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ قدیم مصری تاریخ کے تمام ادوار میں مصری اپنے مخالف مصریوں کے مقبرے بری طرح تباہ کرتے ہے۔ ان تباہ کاریوں کے آثار آج بھی مختلف ادوار کے مقبروں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ ح۱۰۶ شاہزادے مری کارا کا باپ فرعون اختوئی یہاں یہ اعتراف کر رہا ہے کہ خود اس کے اپنے عہد میں یہ بات کیسے وقوع پذیر ہوئی جس کے نتیجے میں قدیم عمارتیں مسمار کی گئیں۔ تاہم یہاں بات پوری طرح واضح نہیں ہے زیرِ نظر "تعلیمات" کے خالق فرعون اختوئی سے غلطیاں کیا سرزد ہوئیں اور ان کے نتیجے میں اسے کیا سزا ملی۔ بہر حال یہاں ناصح فرعون اپنی غلطی یا کوتاہی کا اعتراف کر رہا ہے اور وہ غلطی بظاہر یہی ہے کہ اس کے دورِ حکومت میں قدیم مقبرے اور عمارتیں تباہ کی گئیں ـــــ اپنی غلطی اور کوتاہی کا فرعون وقت کی طرف سے یہ برملا اعتراف بہت ہی غیر معمولی اور انوکھی بات ہے کیونکہ کوئی مصری غلطی کا اعتراف شاذ ہی کرتا تھا اور اگر کر لیتا ـــــ اور وہ بھی فرعون ـــ تو یہ ایک انتہائی انوکھی بات ہوتی تھی۔

جنوبی ملک[108] کے ساتھ برابر تاؤمت کر۔ اس کے بارے میں دار الحکومت کی پیش گوئی تجھے معلوم ہی ہے۔[108]
اور ایسا ہی ہوا، ایسا ہی ہوگا، جیسا کہ انہوں نے کہا[109]۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ ہماری حدّ[110] کی خلاف ورزی
نہیں کریں گے۔ میں نے اس کی جنوبی سرحد پر تاؤر[111] کے مقام تک تینی[112] پر حملہ کیا۔ میں نے اس پر سیلاب[113]
کی طرح قبضہ[114] کرلیا۔ گو شاہ مری اب را[115] فتح ایسا کرنے میں ناکام رہا تھا ______

ص۱۰۸ جنوبی ملک:۔ جنوبی مصر مراد ہے۔ بوڑھے فرعون اختوئی نے اپنے بیٹے ولی عہد مری کا را کو جنوبی مملکت یعنی جنوبی مصر کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کرنے کی نصیحت کی ہے۔ اس وقت جنوبی مصر کا دار الحکومت تپّے (تھیبس) تھا اور وہاں انتف اور منتوحوتپ نام کے فراعنہ حکمران تھے۔ ص۱۰۸ فرعون اختوئی اور مری کا را کے زمانوں میں تپّے (تھیبس) پر ایک اور خاندان حکمران تھا۔ اس خاندان کے بیشتر فراعنہ کے نام انتف اور منتوحوتپ تھے۔ تپّے کا یہ حکمران خاندان نِن سو (ہراکلیوپولس) پر حکمران خاندان کا حریف تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی پیش گوئی کی بنیاد پر ان تعلیمات کی تصنیف کے وقت ان دونوں حکمران خاندانوں کے درمیان عارضی جنگ بندی یا عارضی صلح ہو گئی تھی تاہم ایک یا دو نسلوں کے دوران ہی تپّے کے حکمران خاندان نے نِن سو (ہراکلیوپولس) کے خاندان کی حکومت ختم کردی تھی۔ نِن سو کا یہ حکمران خاندان تاریخ میں فراعنہ کا دسواں اور تپّے کا مذکورہ حکمران خاندان فراعنہ کا گیارہواں خاندان کہلاتا ہے۔ ص۱۰۹ انہوں نے:۔ جنوبی مصر والوں نے یا جنوبی مصر کے فراعنہ نے؟ ص۱۱۰ وہ:۔ جنوبی مصر کے لوگ یا جنوبی مصر کے فراعنہ۔ ص۱۱۱ تاور (تاؤر):۔ معلوم نہیں یہ کون سا شہر تھا؟ ص۱۱۲ تینی:۔ قدیم مصر کے صوبہ تھن (موجودہ جلیدس) کا سب سے بڑا شہر تھا۔ یہ نِن سو (ہراکلیوپولس) اور تپّے یعنی شمالی اور جنوبی مصر کی مملکتوں کی درمیان سرحد پر تھا۔ ص۱۱۳ سیلاب:۔ "ابر و باراں" کا طوفان بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص۱۱۴ تپّے اور نِن سو دونوں دار الحکومتوں کے مابین کسی گذشتہ لڑائی کی طرف اشارہ ہے۔ ص۱۱۵ "مری اب را":۔ اصل عبارت مسخ ہو جانے کی وجہ سے یہ نام "مر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ را" ہی پڑھا جاسکا ہے تاہم محققین نے اسے مکمل کرکے "مری اب را" پڑھا ہے۔ اگر یہ صحیح پڑھا گیا ہے تو پھر یہ فرعون دار الحکومت نِن سو کے حکمران خاندان کا "مری اب را اختوئی" اول ہوگا جو زیر نظر تعلیمات کی تصنیف سے کوئی ایک سو برس پہلے ہو گذرا تھا۔ یہ "مری اب را اختوئی" اول تھا یا کوئی اور مری اب را، مراد بہرحال مری کا را کو یہ نصیحتیں کرنے والے اختوئی کے پیشرو فرعون سے ہی ہے۔

اس کے[۱۱۶] ۔۔۔۔۔ بارے میں نرمی اختیار کر۔ معاہدوں کی تجدید کر۔ کوئی دریا چھپا نہیں رہ سکتا۔ مستقبل کے لیے کام کرنا اچھا ہوتا ہے۔

جنوبی ملک[۱۱۷] کا ساتھ تیرے لئے اچھا ہے کیونکہ سامان بردار[۱۱۸] تیرے لئے تحائف لے کر آتے ہیں میں آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلا۔ اگر تجھے دینے کے لئے اس کے پاس اناج نہیں پھر بھی یہ بات تیرے لیے خوش کن ہونی چاہیئے کہ وہ تیرے اطاعت گذار ہیں[۱۱۹]۔ تو اپنی روٹی اور شراب پر قائم رہ۔ عمارتی پتھر[۱۲۰] تیرے لئے بے روک ٹوک فراہم ہوجاتا ہے[۱۲۱]۔ چنانچہ کسی اور کی یادگار تباہ نہ کر بلکہ اپنے لئے ترّدیا[۱۲۲] میں پتھر تراش لے۔ تباہ کی ہوئی عمارتوں سے اپنا مقبرہ مت بنا دیا بنائی جائے

---

۱۱۶ اس کے :۔ شمالی اور جنوبی مصر کے مابین رابطے سے مراد ہے؟۔ ۱۱۷ جنوبی ملک :۔ جنوبی مصر۔ ۱۱۸ سامان بردار :۔ سامان اٹھا کر لانے والے جنوبی مصر کے لوگ۔ ۱۱۹ اس فقرے میں فرعون خیتی (اختوئی) نے اپنے ولی عہد بیٹے مری کارا کو غالباً یہ تعلیم دی ہے کہ اگر جنوبی مصر کے لوگوں کے پاس خراج میں دینے کے لئے اناج نہ ہو تو شمالی مصر کے آئندہ بننے والے فرعون مری کارا کو ان سے اناج بزور دستی نہیں لینا چاہیئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ جنوبی مصر والے تنگ آکر اس کے خلاف ہتھیار اٹھا لیں۔ مری کارا کو تو اس بات مطمئن اور خوش ہونا چاہیئے کہ جنوبی مصر کے لوگ اس کے مطیع ہیں۔ چونکہ فرعون خیتی اپنے پیشروؤں کی پالیسی اور روش پر گامزن رہا۔ اس لئے اس کے بیٹے مری کارا کو بھی بڑوسی دست ملک (جنوبی مصر) سے خراج زبردستی وصول نہیں کرنا چاہیئے۔ ۱۲۰ عمارتی پتھر :۔ عمارتوں میں استعمال ہونے والا سرخ پتھر۔ گرینائٹ ۱۲۱ (پتھر فراہم ہوجاتا ہے :) :۔ یعنی مری کارا کو عمارتیں بنانے کے لئے سرخ پتھر بآسانی حاصل ہوسکتا ہے۔ سرخ عمارتی پتھر (گرینائٹ) کی کانیں اسوان کے علاقے جماعت اور ایلیفنٹائن میں تھیں۔ ۱۲۲ ترّدیا :۔ تورا۔ (چونے کے عمدہ سفید عمارتی پتھر کی کانیں۔ قدیم مصری دارالحکومت من نوفر (یونانی نام ممفس) یعنی موجودہ قاہرہ کے جنوب مشرق میں دریائے نیل کے اس پار یہ کانیں تھیں۔ یہاں سے قدیم مصر کے لوگ اپنی عمارتیں بنانے کے لئے نفیس پتھر تراش کر لے جاتے تھے۔

والی (عمارت) کے لئے بنی ہوئی (عمارت کے پتھر استعمال مت کر۔[123] دیکھ! اے بادشاہ! اے مسرت کے مالک![124] تو اپنے بازو کی قوت کے بل پر اونگھ سکتا ہے[125] سو سکتا ہے۔ جو کچھ میں نے کیا ہے[126] اس کی بدولت اپنے دل کی پیروی کر[127] کیونکہ تیری سرحدوں میں کوئی دشمن نہیں ہے۔[128]

---

۱۲۳ "تیرے لئے عمارتی پتھر...... استعمال مت کر"۔ ان دونوں فقروں کا مطلب یہ ہے کہ چوں کہ جنوب مشرق میں (شمالی مصر) دریا کے اس پار سے اور جنوبی مصر میں ہمامت اور الیفنٹائن کی کانوں سے مری کارا کو سفید اور سرخ عمارتی پتھر بے روک ٹوک مل سکتا تھا اس لئے اس (مری کارا) کو اپنا مقبرہ بنانے کے لئے بزرگوں کے مقبروں اور دوسری عمارتوں سے پتھر نکالنے کی ضرورت نہیں۔ مصر قدیم میں یہ بھی ہوتا رہا تھا کہ اگر جنوبی مصر پر کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے مصر کے کسی فرعون کو ہمامت اور الیفنٹائن کی کانوں سے عمارتی پتھر نہ ملتا تو پھر وہ اپنی ضروریات کے لئے سابقہ زمانوں میں تعمیر شدہ مقبروں وغیرہ سے پتھر نکلوا لیتا تھا۔ ۱۲۴ "اے بادشاہ! اے مسرت کے مالک"۔ اس کا ایک ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے "دیکھ! بادشاہ مسرت کا مالک ہے"۔ ۱۲۵ "اونگھ سکتا ہے"۔ آرام کر سکتا ہے۔ ۱۲۶ "جو کچھ میں نے کیا ہے"۔ یعنی مری کارا کو حکیمانہ تعلیمات دینے والے اس کے باپ فرعون خیتی (اختوئی) نے ملک کو مستحکم بنانے کے لئے کارہائے نمایاں انجام دے کر ملک کو مستحکم بنایا اور امن و امان قائم کیا۔ ۱۲۷ "دل کی پیروی کر"۔ خواہشات کی تکمیل کر۔ ۱۲۸ "دیکھ! بادشاہ مسرت کا...... کوئی دشمن نہیں ہے"۔

اس طویل فقرے میں فرعون خیتی نے اپنے ولی عہد بیٹے مری کارا سے یہ کہا ہے کہ اس (خیتی) نے جو کامرانیاں حاصل کیں اور ملک کو مضبوط و مستحکم بنا کر جو امن و امان قائم کیا ہے اس کی بدولت وہ (مری کارا) اطمینان، سکون اور پُر امن طور پر حکومت کر سکے گا۔ اس طویل فقرے کے پہلے حصے میں جو "تو اپنے بازو کی قوت کے بل پر" آیا ہے، اصل پپیرس میں اس جگہ قدیم مصری کاتب سے غالباً کتابت کی غلطی سرزد ہوئی اور یہ غلطی اسمائے ضمیر میں ہوئی۔ چونکہ فرعون خیتی نے اپنے کارناموں اور کامرانیوں کی وجہ سے ملک میں امن و امان کا ذکر کیا ہے اس لئے یہاں ہمیں "تو اپنے بازو کی قوت کے بل پر" کی بجائے "میرے بازو کی قوت کے بل پر" (یعنی خیتی کے قوتِ بازو کی وجہ سے) پڑھنا چاہیئے۔

میں اپنے شہر کے بادشاہ کی حیثیت سے اٹھا[129]، لیکن[130] میں ہت شنو[131] سے لے کر ببک[132] تک
اور "دو مچھلیوں والی ندی"[133] پر اس کی جنوبی حد[134] تک شمالی ملک کے لئے پریشان تھا۔ میں نے
ساحل سمندر[135] تک پورے مغرب میں امن و امان قائم کیا۔ یہ[136] محاصل ادا کرتا ہے۔ یہ میرو، لکڑی[137] فراہم
کرتا ہے۔ لوگ ایک مرتبہ اپھر وان لکڑی[138] دیکھتے ہیں۔ اور یہ ہمیں دے دیتے

---

[129] شہر: شمالی مصر کے اس وقت کے دارالحکومت ہن سو (ہراکلیو پولس) سے مراد ہے۔ [130] میں: اصل مصری عبارت میں قدیم مصریوں کے عام طرز بیان کے مطابق "میں" کی بجائے اسم ضمیر "وہ" استعمال ہوا ہے تاہم "وہ" یہاں ان تعلیمات کے خالق فرعون "اختوئی" کے لئے آیا ہے۔ اسی لئے میں نے یہاں "وہ" کی بجائے "میں" ترجمہ کیا ہے کہ یہاں فرعون اختوئی کا اشارہ اس کی اپنی ذات کی طرف ہے۔ [131] ہت شنو: یہ مقام غالباً مصر قدیم کے ایک اہم ترین مرکز "اون" (اُونو ــــ یونانی تلفظ ہیلیوپولس) کے قریب ہی کہیں تھا۔ [132] ببک: اس مقام کا نام "دباتا" اور "سباتا" بھی پڑھا گیا ہے۔ گو اس کا محل وقوع معلوم نہیں تاہم یہ مصر کے شمالی ڈیلٹائی علاقے میں ہی کہیں تھا۔ [133] دو مچھلیوں والی "ندی" (دو ماہی ندی): اس ندی کا ذکر ویسٹ کار پیپرس پر لکھی ہوئی آخری کہانی اور بعض دوسری جگہوں پر بھی آیا ہے۔ (ویسٹ کار پیپرس پر لکھی ہوئی یہ کہانی زیر نظر کتاب کے کہانیوں سے متعلقہ باب میں شامل ہے)۔ مصر کے قدیم صوبے لیٹو پولس میں واقع دریائے نیل کی ایک شاخ کا نام "دو مچھلیوں والی ندی" (دو ماہی ندی) تھا اور یہ ندی اس شاخ کے انتہائی جنوبی حصے پر مشتمل تھی۔ زیر نظر "تعلیمات" میں اس ندی سے مغربی ڈیلٹائی علاقے کی جنوبی سرحد کا تعین ہوتا ہے۔ [134] شمالی ملک: شمالی مصر کا ڈیلٹائی حصہ۔ [135] ساحل سمندر کی بجائے "جھیل کے کناروں" (یعنی ڈیلٹائی مصر کے ساحل پر واقع جھیلیں؟) اور "نخلستان (فیوم) کے ریتیلے ٹیلوں تک" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [136] یہ: یعنی مغربی ڈیلٹائی علاقہ۔ [137] میرو لکڑی: معلوم نہیں یہ کس درخت یا درخت کی لکڑی کا نام "میرو" تھا۔ ویسے "میرو لکڑی" کا ترجمہ صنوبر کی لکڑی بھی کیا گیا ہے۔ [138] وان لکڑی: معلوم نہیں کس درخت یا لکڑی کا نام وان تھا۔ تاہم بعض مترجمین نے "وان" کا ترجمہ صنوبر ہی کیا ہے۔

ہیں۔[139] مگر و مشرق[140] کمان برداروں[141] سے بھرا پڑا ہے۔ اور ان کے محاصل روک لئے گئے ہیں۔[142] وسطی جزائر[143] تھل پتھل ہو گئے ہیں (اور) ان میں رہنے والا شخص بھی۔[144] (اس کے باوجود) مندر وں میں میرے بارے میں کہا جاتا ہے — "اے عظیم ہستی، لوگ تجھے سلام کرتے ہیں"![145]

دیکھ! (جس خطے[146]) کو انہوں نے[147] تباہ کر دیا تھا اسے اضلاع میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔[148] اور ہر بڑے شہر کو (دوبارہ) آباد کر دیا گیا ہے (جس جگہ ایک آدمی کی حکومت تھی وہاں کا انتظام اب دس آدمیوں کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ حکام متعین کر دیئے گئے ہیں۔ محاصل کی (فہرستیں) تیار کر لی گئی ہیں) ہر پروہت کو کھیت دے گئے ہیں اور لوگ تیرے لئے ایک جماعت کی طرح کام

---

[139] مطلب یہ کہ مغربی ڈیلٹائی علاقے کے تعلقات دارالحکومت ہن سو (ہرا کلیو پولس) کے ساتھ دوستانہ تھے اور مغربی ڈیلٹا میں ایشیا سے درآمد شدہ عمارتی لکڑی ایک بار پھر دارالحکومت ہن سو پہنچائی جانے لگی تھی — [140] مشرق: مشرق سے مراد مشرقی ڈیلٹائی علاقہ ہے جہاں غیر ملکی جنگجوؤں نے غلبہ پا لیا تھا۔ [141] کمان بردار: تیر انداز۔ غیر ملکی حملہ آور جنگجو۔ [142] یعنی مشرقی ڈیلٹائی علاقے سے ٹیکس وغیرہ کی وصولی، غیر ملکیوں کے غلبے کی وجہ سے بند ہو گئی۔ [143] وسطی جزائر: ڈیلٹائی علاقے کے وسطی حصے میں دریائی شاخوں کے درمیان واقع جزیرے۔ [144] مطلب یہ کہ وسطی ڈیلٹا کے جزائر میں بدامنی کا دور دورہ تھا۔ [145] اس فقرے کا ترجمہ اس طرح بھی کیا گیا ہے "مندر کہتے ہیں کہ تو (فرعون اختوئی) مجھ سے عظیم تر ہے" — "انتظامی اضلاع کہتے ہیں: تیری تعظیم مجھ سے زیادہ کی جاتی ہے" — مطلب یہ کہ وسطی جزائر کے لوگ فرعون اختوئی کی بالادستی قبول کرنے اور اسے تعظیم دیتے ہیں۔ وسطی ڈیلٹا کے مندر یا انتظامی اضلاع دریائے نیل کی چھوٹی چھوٹی شاخوں میں گھرا ہونے کی وجہ سے "اندرونی جزیرے" کہلاتے تھے۔ [146] جس خطے کو: یعنی ڈیلٹا کے مشرقی حصے کو۔ [147] انہوں نے: غیر ملکی حملہ آوروں نے [148] مطلب یہ کہ فرعون اختوئی (ان تعلیمات کے خالق) نے شمالی مصر کے جس حصے کو غیر ملکیوں کے قبضے سے آزاد کرایا اسے چھوٹے چھوٹے انتظامی حصوں میں تقسیم کر دیا گیا

کرتے ہیں۔ وہ بغاوت نہیں کریں گے[۱۴۹] اور ہاپی تیرے لئے بہتا رہے گا[۱۵۰]۔ شمالی ملک کے مالی وسائل تیرے ہاتھ میں ہیں کیونکہ لنگر کا کھمبا ہبب نو کی حدود سے لے کر گذرگاہِ حور[۱۵۱] تک اس خطے میں گاڑ دیا گیا ہے جو میں نے مشرق میں قائم کیا تھا[۱۵۲]۔ اس میں شہر آباد ہیں اور پورے ملک کے بہترین لوگ یہاں جمع کر دیئے ہیں تاکہ وہ اپنے خلاف حملہ کرنے والوں کو مار بھگائیں۔[۱۵۳] میں ایسا دلیر آدمی دیکھنا پسند کروں گا جو ایسا ہی کر سکے، ایسا آدمی جو اپنے لئے مجھ سے بھی بڑھ کر کام کر سکے۔

---

[۱۴۹] اس فقرے کا ایک ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے: "جب آزاد لوگوں کو ارامنی مے دبی جاتی ہے تو وہ تیرے لئے ایک متحد جماعت کی طرح کام کرتے ہیں۔ [۱۵۰] ہاپی: اہلِ مصر دریائے نیل کو ہاپی کہتے تھے اور دریائے نیل کا دیوتا بھی ہاپی کہلاتا تھا۔ "اور ہاپی تیرے لئے بہتا رہے گا" کا مطلب یہ ہے کہ دریائے نیل میں ہر سال بدستور سیلاب آتا رہے گا جس کے سبب زرخیزی اور شادابی اور اس کے نتیجے میں خوشحالی کا دور دورہ رہے گا [۱۵۱] ہبب نو: موجودہ قم الاحمر: یہ مقام بنی حسن کے شمال میں وسطی مصر میں تھا۔ جرمن اسکالر شرف کے ساتھ دولٹن کے خیال میں بھی ہبب نو ڈیلٹائی علاقے میں تھا؛ مگر جرمن محقق ہرمان کیس کے نزدیک ہبب نو مشرقی ڈیلٹائی علاقے میں نہیں۔ بلکہ بالائی مصر کے سولہویں صوبے کا مشہور اور اہم شہر تھا۔ [۱۵۲] گذرگاہِ حور: حور دیوتا ایک مقبول ترین مصری دیوتا تھا اور گذرگاہِ حور ایک قلعے کا نام تھا جو مصر سے فلسطین جانے والی شاہراہ پر شمال مشرقی سرحد پر بنا ہوا تھا۔ کچھ محققین کے نزدیک مصر سے فلسطین جانے والی شاہراہ کا ہی نام گذرگاہِ حور تھا۔ [۱۵۳] مطلب یہ کہ زیر نظر تعلیمات کے خالق فرعون انتوتی نے غیر ملکی حملہ آور دشمنوں کی روک تھام کے لئے سولہویں صوبے کی مشرقی سمت یعنی وسطی مصر کے موجودہ مقام مینیہ سے لے کر شمال مشرقی ڈیلٹا یعنی سائل کے سرحدی قلعے (سویز کی سرحد تک) حفاظتی قلعے بنوائے اور ان میں ملک بھر کے بہترین اور منتخب لڑاکا دستے متعین کئے اس طرح اس فرعون نے ایک نئی مستحکم دفاعی لائن قائم کر کے مشرقی ڈیلٹا کو محفوظ کر لیا۔ اس کے علاوہ شہر بھی آباد کئے گئے سائل کے سرحدی قلعے سے ہی فلسطین جانے والی وہ شاہراہ شروع ہوتی تھی جو گذرگاہِ حور کہلاتی تھی۔

[۱۵۴] .... بزدل جانشین کے ہاتھ سے ....[۱۵۵]

کمان بردار[۱۵۶] کے بارے میں کہا جاتا ہے[۱۵۷] ــــــ "مصیبت زدہ ایشیائی! جہاں وہ رہتا ہے وہ جگہ ناخوشگوار ہے۔ (وہاں) پانی کی قلت ہے۔ (وہ جگہ) گھنے درختوں کی وجہ سے ناقابلِ رسائی ہے۔ پہاڑوں کی وجہ سے راستے بہت سارے ہیں اور تکلیف دہ بھی[۱۵۸]۔ وہ کسی ایک جگہ[۱۵۹] کبھی نہیں رہتا۔ (بلکہ صحرا میں) خوراک کی خاطر اس کی ٹانگیں اِدھر اُدھر چلتی رہتی ہیں[۱۶۰]۔ وہ حُور کے عہد[۱۶۱] سے ہی لڑتا رہا ہے مگر اسے فتح کبھی حاصل نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود اسے مغلوب نہیں کیا گیا۔ وہ چور کی طرح لڑائی کے دن کا اعلان نہیں کرتا[۱۶۲] جس (چور) کو لوگوں نے باہر نکال دیا ہو[۱۶۳]۔ لیکن میں زندہ ہوں اور جو کچھ ہوں وہی رہوں گا۔ کمان بردار قلعے کی دیواروں کے اندر تھے

---

[۱۵۴] "زیرِ نظر تعلیمات" کا خالق فرعون اختوئی اپنی اس خواہش اور اعتماد کا اظہار کر رہا ہے کہ فرعون بننے کے بعد اس کا ولی عہد میناری کارا اپنے باپ کے لیے کارنامے انجام دے گا۔ اور باپ کے بنائے ہوئے قلعے اور دوسرے حفاظتی اقدامات قائم اور برقرار رکھے گا۔ [۱۵۵] اس آخری فقرے کا ترجمہ اس طرح بھی کیا گیا ہے "تمہارا جانشین میرے لئے (باعثِ ننگ) ہو گا۔ [۱۵۶] کمان بردار = غیر ملکی وحشی حملہ آور تیر انداز۔ [۱۵۷] یہاں سے خانہ بدوش اور وحشی فلسطینیوں کی عام صورتِ حال ــــــ طرزِ بود و باش اور عادات وغیرہ کا ذکر شروع ہے۔ [۱۵۸] جنگلات اور پہاڑوں والی یہ سرزمین، جہاں خانہ بدوش رہتے تھے، فلسطین ہو سکتی ہے۔ [۱۵۹] وہ = وحشی خانہ بدوشوں سے مراد ہے [۱۶۰] یعنی خانہ بدوش خوراک کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ [۱۶۱] حُور (حُرؔ) کے عہد = حُور دیوتا کے عہدِ حکومت سے۔ قدیم مصری روایات و عقائد کی رو سے جن دیوتاؤں نے دنیا پر حکومت کی، مصریوں کا انتہائی مقبول دیوتا حُور (حُرؔ۔ یونانی تلفظ حورس) ان میں آخری تھا۔ [۱۶۲] مطلب یہ کہ وحشی فلسطینی متمدن و مہذب ملکوں کی فوجوں کی طرح لڑائی کے لئے رسمی چیلنج نہیں دیتے بلکہ وہ تو یلغاریں کرتے ہیں باقاعدہ لڑائی نہیں لڑتے۔ [۱۶۳] یہاں فرعون اختوئی ان وحشی فلسطینیوں کا ذکر کر رہا ہے جو شمالی مصر (زیریں مصر۔ ڈیلٹا) میں گھس آئے تھے اور قلعہ بند ہو گئے تھے۔

میں نے (ان کے قلعوں) میں شگاف ڈال دیئے[۱۶۴] ...... میں نے زیریں مصر[۱۶۵] سے ان پر حملہ کرایا۔ میں نے ان لوگوں کو قیدی بنالیا۔ میں نے ان کے مویشیوں پر قبضہ کرلیا۔ حتیٰ کہ (ایشیائی مصر سے) نفرت کرنے لگے۔ اس[۱۶۶] کے بارے میں پریشان مت ہو۔ کیونکہ ایشیائی دریا کے کنارے پر مگرمچھ کی مانند ہے۔ وہ اکیلے آدمی کو (تو) لوٹ سکتا ہے مگر وہ گنجان آباد شہر کے قرب و جوار میں کبھی لوٹ مار نہیں کرے گا۔

...... کے مقابل ایک خندق بنا اور کھاری جھیلوں[۱۶۷] تک اسے[۱۶۸] پانی سے آدھی بھر دے۔ کمان برداروں[۱۶۹] کے مقابلے میں یہ دفاعی حیثیت کی مالک ہے۔[۱۷۰] اس کی دیواریں لڑائی کے لئے بنائی گئی ہیں اور سپاہی بہت سارے ہیں۔ اس میں رہنے والے پجاریوں[۱۷۱] کو چھوڑ کر (باقی) لوگ ہتھیار اٹھانا جانتے ہیں۔[۱۷۲]

ص۱۶۴ یہاں غیر ملکی حملہ آور وحشیوں کے خلاف فرعون اختوئی کے حملے یا فوجی کارروائی کی طرف اشارہ ہے۔ ص۱۶۵ زیریں مصر:۔ شمالی مصر (ڈیلٹا)، ص۱۶۶ اس:۔ وحشی کمان برداروں (تیر اندازوں) سے مراد ہے۔ ص۱۶۷ کھاری جھیلوں تک:۔ کھاری جھیلوں کے علاقے تک۔ ص۱۶۸ اسے:۔ خندق کو۔ ص۱۶۹ کمان بردار:۔ صحرا نشین بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص۱۷۰ شمالی مصر کے دارالحکومت ہن سو (ہراکلیو پولس) کے حکمران نے بائیسویں صوبے کا مشرقی حصہ آزاد کرایا تھا اور اس خطے میں وہاں تک کاشت شروع کر دی گئی تھی جہاں یہ خطہ فیوم کے علاقے سے جا ملتا تھا۔ بہرحال فرعون اختوئی کا مطلب یہاں یہ ہے کہ مشرقی ڈیلٹائی علاقے کا دفاع ہونا چاہیئے۔ کیوں کہ صحرا نشینوں کے لئے یہ علاقہ بہت ہی پرکشش تھا چنانچہ اس علاقے کو مستحکم دفاعی لائن بنایا گیا۔ اور اس میں صحرا نشینوں کے مقابلے اور ان کی روک تھام کے لئے مصری فوج متعین کی گئی۔ ص۱۷۱ پجاری:۔ اس فقرے میں پجاریوں کی جگہ آزاد شہری اور لوگوں کی جگہ غلام یا رعایا بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص۱۷۲ مطلب اس فقرے کا یہ ہے کہ پجاریوں کو چھوڑ کر باقی سب شہری عسکری فرائض ادا کر سکتے ہیں۔

دَحِدَ اَسُوت[ف۱۰۳] کے علاقے میں دس ہزار آزاد شہری ہیں۔ جن پر ٹیکس لاگو نہیں اور دارالحکومت کے زمانے[ف۱۰۴] سے اس (علاقے) میں (سرکاری ملازم) موجود ہیں۔ سرحدیں مستحکم ہیں۔ فوجی دستے بہادر ہیں۔ شمال کے رہنے والے بہت سے لوگ شمالی ملک تک اس کی آبپاشی کرتے ہیں۔ وہ (آزاد شہریوں) کی طرح اناج کی صورت میں محصول ادا کرتے ہیں۔ یہ اس کا ..... چہرہ ہے جس نے اسے بنایا اور دیکھ یہ شمالی ملک[ف۱۰۵] کا دروازہ ہے۔ انہوں نے[ف۱۰۶] تن سُو[ف۱۰۷] تک ایک خندق بنائی[ف۱۰۸] کیوں کہ گنجان آباد شہر ..... ہے[ف۱۰۹]۔ خیال رکھ تو (کہیں) دشمن کے حمائتیوں میں نہ گھر جائے۔ دور اندیشی سے عمر بڑھتی ہے۔

ف۱۰۳ دَحِدَ اَسُوت :- قدیم مصری دارالحکومت مَن نُوفر (یونانی نام ممفس) کا ایک حصہ تھا۔ لیکن یہاں دَحِد اسوت بظاہر صرف ایک محلے کیلئے نہیں، بلکہ پورے شہر مَن نُوفر (ممفس) کے لئے استعمال ہوا ہے۔ ڈیلٹا کی یا زیریں مصر کی سرحدوں کے دفاع کے لیے من نوفر ایک قدرتی فوجی مرکز تھا۔ ف۱۰۴ دارالحکومت کے زمانے سے :- مصر میں بادشاہت کے وجود میں آنے یا پہلی بار بادشاہت قائم ہونے سے مراد ہے۔ علاوہ ازیں اس کا ایک مطلب دارالحکومت من نوفر (ممفس) میں قیام بادشاہت سے بھی لیا گیا ہے۔ من نوفر فراعنہ کے چھٹے خاندان (۲۳۴۵/۲۱۸۱ ق م) کا دارالحکومت تھا۔ چنانچہ چھٹے خاندان کے زمانے سے بھی مراد لی جا سکتی ہے۔ ف۱۰۵ شمالی ملک :- زیریں مصر۔ ف۱۰۶ انہوں نے :- سابقہ حکمرانوں نے۔ ف۱۰۷ تن سُو :- فراعنہ کے نویں اور دسویں خاندان کے زمانے میں شمالی مصر کا دارالحکومت تھا۔ ویسے تن سو کو ہن اُ ...ن اور ہن سُو بھی پڑھا گیا ہے۔ یونانی اسے ہراکلیو پولس کہتے تھے۔ ف۱۰۸ اس فقرے کا ایک ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے "انہوں نے تن سو کے لئے ایک خندق بنائی"۔ اگر یہ ترجمہ صحیح ہے تب تو خیر اور اگر وہی ترجمہ صحیح ہے یعنی یہ کہ "انہوں نے تن سُو تک خندق بنائی" تو پھر یہاں خندق کو بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے اور خندق سے مراد یہاں واقعی خندق نہیں بلکہ حفاظت یا دفاع سے ہے۔ ڈیلٹا سے لے کر تن سُو (ہراکلیو پولس) تک خندق بنانا یقیناً ناممکن ہی تھا۔ ف۱۰۹ اس فقرے کا ترجمہ اس طرح بھی کیا گیا ہے "شہریوں کی کثرت تعداد سے دل کو تقویت پہنچتی ہے"۔

اگر جنوبی ملک کی طرف تیری سرحد پر گڑبڑ ہو جائے تو شمال کے، کمان بردار پیٹی باندھ لیں گے[101] (چنانچہ) شمالی ملک میں قلعے تعمیر کر۔ جس طرح آدمی کا نام اس کے کاموں کی وجہ سے چھوٹا نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح خوب اچھی طرح آباد کئے ہوئے شہر کو نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔ قلعے تعمیر کر، کیونکہ دشمن گڑبڑ پسند کرتا ہے اور وہ کمینہ فطرت ہوتا ہے۔ شاہ[102] اختوئی فاتح نے (اپنی) تعلیمات[103] میں حکم دیا ہے۔ "قربان گاہوں کو تباہ کرنے والے متشدد شخص کے خلاف کارروائی نہ کر کیونکہ مندروں کے خلاف بغاوت کرنے والے پر دیوتا حملہ آور ہو جائے گا۔"[104] اس نے[105] جو کچھ کیا ہے اس کی پاداش میں اسے مغلوب کر لیا جائے گا۔ جو کچھ اس کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے اس پر وہ مطمئن ہو گا۔ (مثلاً) اس کے لئے ایک پھندہ ــــ آنے والے مصیبت

---

[101] "کمر پر پیٹی باندھ لیں گے": مطلب یہ کہ اگر جنوبی مصر میں خانہ جنگی ہوئی تو شمالی مصر میں غیر ملکی ایشیائی تیر انداز حملہ آور یلغاریں کرنے کے لئے کمر کس لیں گے۔ [102] شاہ اختوئی فاتح: فرعون مری اب را اختوئی اول سے مراد ہے جو فراعنہ کے نویں خاندان (۲۱۹۰/۲۱۳۰ ق.م) کا بانی تھا۔ [103] تعلیمات: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نویں خاندان کے بانی فرعون اختوئی اول نے بھی حکیمانہ 'تعلیمات' پر مبنی ایک 'کتاب' یا رسالہ تصنیف کیا تھا جو تاحال مل نہیں سکا ہے۔ یونانی روایات کی رو سے فرعون اختوئی اول اپنے تمام پیشرو فراعنہ سے زیادہ خوفناک تھا اور اس نے سب مصریوں پر ستم ڈھائے تھے۔ [104] اس فقرے کا ترجمہ مختلف طریقے پر کیا گیا ہے ــــ "تشدد کے خلاف جو شخص خاموش رہتا ہے (وہ گویا) نذرانوں کو کم کرتا ہے۔ مندر کی خاطر دیوتا باغی پر حملہ کرے گا" ــــ "تشدد دل کے خلاف جو شخص چپ رہتا ہے وہ .... نقصان پہنچاتا ہے" ــــ "گستاخ کے بارے میں جو شخص خاموش رہتا ہے وہ ..... نقصان پہنچاتا ہے"۔ بہرحال اس فقرے کا مفہوم یہ بھی لیا گیا ہے کہ گو انتقام بالآخر دیوتا لیتا ہے مگر انسان کو بھی غیر فعال نہیں رہنا چاہئے۔ [105] اس نے: باغی نے [106] اس فقرے کا ایک ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے: "جو کچھ اس باغی نے حاصل کرنا چاہا تھا اس سے اسے بے بہرہ کر دیا جائے گا"۔ مطلب غالباً یہی ہے کہ باغی کا دھرا اسی کے آگے آئے گا۔

دن کوئی شخص اس کا ساتھ نہیں دے گا۔[۱۸۷] قربان گاہوں کی حفاظت کر۔[۱۸۸] دیوتا کی عبادت کر اور یوں مت بول کہ "یہ مصیبت ہے"۔ اپنے بازوؤں کو سست مت کر۔[۱۸۹] تیرے خلاف بغاوت کرنیوالا آسمان پر حملہ کرتا ہے۔[۱۹۰] خوش حالی کا مطلب یادگاروں کا ایک برس ہے۔[۱۹۱] اگر دشمن بھی سمجھ لے تو انہیں[۱۹۲] تباہ نہیں کرے گا۔ کوئی ایسا نہیں ہے جس کا کوئی دشمن نہ ہو۔ مگر دوکناروں[۱۹۳] کا بادشاہ عقلمند ہے اور جس بادشاہ کے پاس مصاحب ہوں وہ احمقانہ کام نہیں کر سکتا۔[۱۹۴] وہ پیدائشی عقلمند ہوتا ہے اور دیوتا اسے لاکھوں انسانوں میں ممتاز کرے گا۔

بادشاہت ایک اچھا منصب ہے۔ اس کا کوئی بیٹا نہیں ہوتا۔ اس کا کوئی بھائی نہیں ہوتا جو اس کی یادگاروں کو برقرار رکھے۔[۱۹۵] اس کے باوجود ایک بادشاہ[۱۹۶] دوسرے کو سربلند کرتا ہے[۱۹۷]

۱۸۷؎ یعنی باغی جب آئے گا، تو دوسرے اس کی حمایت نہیں کریں گے۔ ۱۸۸؎ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "وندرانے پیش کر"۔ ۱۸۹؎ اچھا کام کرنے میں سستی مت کر۔ ۱۹۰؎ "..... آسمان پر حملہ کرتا ہے"۔ مطلب یہ کہ مری کارا کے خلاف بغاوت بے کار اور لاحاصل کوشش ہوگی ——— "تیرے (مری کارا) کے خلاف بغاوت آسمان کو تباہ کرنے کے مترادف ہے"——— ۱۹۱؎ "..... ایک برس ہے"۔ مراد بہت ساری یادگاریں تعمیر کرنے سے ہے یعنی اگر خوش حالی ہو تو ایک ہی برس میں بہت ساری یادگاریں تعمیر کی جا سکتی ہیں۔ تاہم اس فقرے کا ایک ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے: "ایک یادگار سو برس تک مستحکم رہتی ہے"۔ ۱۹۲؎ انہیں، یادگاروں کو۔ ۱۹۳؎ دوکناروں، ملک مصر۔ ۱۹۴؎ یعنی جس حکمران کو مشورہ دینے والے موجود ہوں وہ غلط یا احمقانہ کام نہیں کر سکتا اور ان مصاحب مشیروں کا علم و فضل بادشاہ کے کام آتا ہے۔ ۱۹۵؎ اس فقرے میں "یادگاروں کو برقرار رکھے" کی جگہ "یادگاروں کو دیرپا بنائے" بھی ترجمہ کیا گیا ہے بہر حال اس فقرے کا مطلب غالباً یہ ہے کہ بادشاہت اپنا وجود خود ہی دائمی طور پر برقرار رکھتی ہے بادشاہ مر جاتا ہے مگر بادشاہت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ۱۹۶؎ بادشاہ، یہاں بادشاہ کی جگہ مترجمین نے انسان ترجمہ کیا ہے۔ ۱۹۷؎ یعنی ایک نسل اپنے کارنامے آنے والی نسل کو منتقل کر جاتی ہے۔

آدمی اس خواہش کے تحت اپنے پیشرو کے لئے کام کرتا ہے کہ جو کچھ اس نے کیا ہے، اس کے بعد آنے والا اسے برقرار رکھے گا۔[شرح ۱۹۸] دیکھو میرے زمانے میں ایک شرمناک واقعہ رونما ہوا۔ تنی کے علاقے کو تاخت و تاراج کیا گیا۔[شرح ۱۹۹] بے شک یہ ہوا، مگر جو کچھ میں نے کیا تھا اس کی وجہ سے نہیں۔[شرح ۲۰۰]

شرح ۱۹۸ اس تمام عبارت کا مطلب غالباً یہ ہے کہ ایک آدمی کو، جس کے جانشین نہیں ہوتے، لوگ جلد ہی بھلا دیتے ہیں مگر بادشاہوں کی صورت حال اس ضمن میں بہتر ہوتی ہے کیوں کہ بادشاہ کے جانشینوں کا یہ فرض ہوتا ہے کہ اپنے پیشرو فرمانرواؤں کی یاد لوگوں کے ذہنوں سے محو نہ ہونے دیں۔ شرح ۱۹۹ از منہ قدیم میں مصری شہر تنی انقس، خصوصی تقدس کا حامل تھا۔ چنانچہ اس شہر اور اس کے علاقے کی تباہی و بربادی ایک گھناؤنے جرم کے مترادف تھا۔ ان تعلیمات کے خالق فرعون اختوئی نے یہاں شہر ہن سُو اور شہر تنے کے درمیان وقفے وقفے سے مگر طویل عرصے تک ہونے والی جنگ کے دوران رونما ہونے والے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ واقعہ تھا تنی کے علاقے میں مقبروں کی بے حرمتی اور تباہی۔ تنی شہر پر قبضے کی طرف اشارہ انہی "تعلیمات" میں پہلے بھی کیا جا چکا ہے۔ شرح ۲۰۰ "بے شک یہ ہوا .... میں نے کیا تھا"۔ اس فقرے کا ترجمہ بالکل مختلف طریقے پر بھی کیا گیا ہے یعنی یوں کہ "گویہ (تباہی کا واقعہ) میرے اقدام کے نتیجے میں پیش آیا مگر مجھے رونما ہو چکنے کے بعد اس کا پتہ چلا"۔ —— یہاں فرعون اختوئی نے ساتھ ہی اپنی یہ صفائی بھی دے دی ہے کہ مقبروں اور مقدس یادگاروں کی تباہی اور بے حرمتی میں خود اس کا اپنا کوئی ہاتھ نہیں تھا بلکہ یہ تو اس کی لاعلمی میں اس کے فوجیوں کا کیا دھرا تھا۔ فرعون اختوئی کے اپنے دارالحکومت ہن سُو اہر اکلیوپولس اور جنوبی مصر کے دارالحکومت تیبے انتھیبس کے درمیان جنگ کے دوران مقدس شہر تنی کے مقبروں کی تباہی اور بے حرمتی کے واقعہ کی طرف اشارہ اس اختوئی نے اپنی تعلیمات میں پہلے بھی کیا ہے بہر حال اختوئی نے اپنے فوجیوں کے اس گھناؤنے اقدام کی ذمہ داری اپنے سر بھی لے لی ہے۔

مجھے تو اس واقعے کا پتہ اس کے رونما ہو چکنے کے بعد چلا۔ دیکھ جو کچھ میں نے کیا تھا اس کا بدلہ ملا[۲۰۱]، کیونکہ تباہ و برباد کرنا شیطان کا کام ہے۔ اپنے ہاتھوں پہنچائے ہوئے نقصان کی تلافی کرنا، اپنے ہاتھوں برباد شدہ کو دوبارہ بنانا اور اپنے ہاتھوں بگاڑے ہوئے کو سنوارنا بے فائدہ ہوتا ہے۔ اس سے گریز کر۔ وار کیا جائے تو اس کا بدلہ اسی طرح چکانا پڑتا ہے[۲۰۲]۔ اور ہر فعل کا جواب ملتا ہے۔

آدمیوں کی ایک نسل کے بعد دوسری نسل آتی ہے اور دیوتا نے[۲۰۳] جو انسانوں کی خصلتیں بھانپ لیتا ہے، خود کو پوشیدہ کر لیا ہے۔ کوئی ہاتھ کے آقا[۲۰۴] کی مخالفت نہیں کر سکتا، اس کی رسائی ہر اس چیز تک ہے جو آنکھیں دیکھ سکتی ہیں[۲۰۵]۔ چنانچہ قیمتی پتھروں اور

---

[۲۰۱] یعنی فرعون اختوئی کی فوجوں نے مقبروں وغیرہ کی جو تباہی اور بے حرمتی کی اس کی سزا ملی اور خمیازہ بھگتنا پڑا۔ کسی فرعون کی طرف سے اپنی کوتاہی اور اس کی سزا پانے کے اعتراف کی مصری تاریخ میں یہ انتہائی غیر معمولی مثال ہے اور یہ اعتراف خود فرعون اختوئی کر رہا ہے یعنی غلطی کا اعتراف بھی اور سزا ملنے کا بھی۔ اس اعتراف اور سزا کا ذکر انہی تعلیمات میں فرعون اختوئی پہلے بھی کر چکا ہے تاہم یہاں اس نے یہ نہیں بتایا کہ اسے سزا کیا بھگتنا پڑی۔ [۲۰۲] مفہوم غالباً یہ ہے کہ اس کی بے ادبی کی سزا دیوتا خود دیتا ہے اور یہ بھی کہ وار کرنے والا وار کھائے گا بھی۔ [۲۰۳] دیوتا: متعدد مترجمین نے دیوتا کی جگہ "خدا" ترجمہ کیا ہے۔ [۲۰۴] "ہاتھ کا آقا": یعنی خلاق ہاتھ کا آقا: "خالق کی حیثیت سے سورج دیوتا" سے مراد ہے۔ گویا اس فقرے کا مطلب یہ ہے کہ خالق سورج دیوتا را کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص حملہ کرنے کے لئے تیار اور آمادہ ہے۔ [۲۰۵] اس فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے: "اور جو کچھ آنکھیں دیکھتی ہیں وہ ان پر حملہ کرتا ہے ــــ"۔ "کوئی ہاتھ کے آقا........ جو آنکھیں دیکھ سکتی ہیں" ــــ اس پورے فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ خلاق ہاتھ کا آقا (مالک) ــــ را دیوتا ــــ قرنوں تک اسے دیکھتا رہتا ہے تاہم اس کی عبادت اور احترام کرنا چاہیئے کہ وہ ان دیکھا رہ کر بھی نظر آنے والی ساری چیزوں کو کنٹرول کرتا ہے۔

پیتل[206] سے بنے ہوئے دیوتا[207] کی عبادت اس کے راستے[208] پر پانی کی جگہ لینے والے پانی کی مانند کر۔[209] کوئی دریا ایسا نہیں جسے چھپایا جا سکے۔ یہ (اس) بند کو توڑ ڈالتا ہے جس کے ذریعے سے اسے چھپایا گیا ہے۔[211] (اسی طرح) روح بھی اس جگہ چلی جاتی ہے جس سے یہ آشنا ہوتی ہے اور اپنے سابقہ راستے سے بھٹکتی نہیں۔ راست روی اور منصفانہ برتاؤ کے ساتھ اپنے گھر کو خوبصورت

---

[206] پیتل: کانسی (برنج) اور دھات بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [207] دیوتا: پیتل یا کانسی یا کسی اور دھات سے بنا ہوا دیوتا کا مجسمہ۔ [208] اس کا راستہ: ان راستوں یا گذرگاہوں سے مراد ہے جن مذہبی تہواروں اور ادائیگی رسوم کے وقت دیوتا کا مجسمہ جلوس کے ساتھ نکالا جاتا تھا۔ [209] "چنانچہ قیمتی پتھروں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پانی کی مانند کر": اس پورے فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ چونکہ دیوتا نے خود کو پوشیدہ کر لیا ہے اس لئے اس کی مورتی کی پوجا کرنی چاہیئے۔ بے شک یہ مورتی اصل دیوتا تو نہیں بلکہ اس کی متبادل ہے تاہم پھر بھی کافی ہے۔ اس فقرے میں پانی کی جگہ لینے والے پانی" (یا سیلاب کی جگہ لینے والے ایک اور سیلاب) ــــــ دراصل تشبیہہ ہے جو اصل دیوتا کی جگہ مورتی کے لئے دی گئی ہے۔ اس فقرے کا ایک ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے: "چیزیں قیمتی پتھروں سے بنائی جاتی ہیں اور پیتل میں ڈھالی جاتی ہیں، کیچڑ کی جگہ پانی لے لیتا ہے"۔ ایک دوسرے ترجمے سے یہ مفہوم لیا گیا ہے کہ دیوتا کی عبادت کے نتیجے میں خوش حالی آتی ہے۔ [211] مطلب یہ کہ جس طرح دریا بند وغیرہ کے ذریعے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح دیوتا بھی بظاہر پوشیدہ ہے مگر درحقیقت وہ پوشیدہ نہیں اور یہ کہ قیمتی پتھروں اور دھات سے بنا ہوا "قرص آفتاب" (شمسی ٹکیہ، یعنی خالق دیوتا "را") اپنا روزمرہ کا سفر اسی طرح باقاعدگی سے طے کرتا ہے جس طرح دریائے نیل میں ہر سال ناقابل مزاحم سیلاب آیا کرتا ہے۔

بنا، قبرستان میں اپنی جگہ کی تزئین کر، کیونکہ یہی وہ بات ہے جس پر ان کے دلوں کو زیادہ اعتماد ہوتا ہے[۲۱۱]۔ نیک چلن کی روٹی کو بد کردار کے بیل پر ترجیح دی جاتی ہے[۲۱۲]۔ دیوتا کے لئے کام کر کہ وہ بھی تیرے لئے اسی طرح کام کرے (یعنی) نذرانے پیش کر جن سے قربان گاہ کی میز معمور ہو جائے اور کتبہ تیار کر جس سے تیرا نام ظاہر ہو گا۔ دیوتا اس سے آگاہ ہوتا ہے[۲۱۳] جو اس کی خدمت کرتا ہے۔

نسل انسانی ـــــ دیوتا کے مویشیوں[۲۱۴] ـــــ کی اچھی طرح رکھوالی کی گئی ہے[۲۱۵]۔ ان خاطر اس نے آسمان اور زمین بنائی[۲۱۶]۔

---

۲۱۰ مصر کے فرعون اور صاحب ثروت لوگ اپنی زندگیوں میں ممکنہ حد تک شان و شوکت اور خوبصورتی کے ساتھ اپنے مقبرے تعمیر کرایا کرتے تھے اور ان مقبروں میں ان کے ساتھ زر و جواہر اور دوسری قیمتی آرائشی اور روزمرہ استعمال کی چیزیں بھی دفنا دی جاتی تھیں۔ لیکن فرعون اختوئی نے اپنے ولی عہد بیٹے مری کارا کو ساتھ ہی ساتھ یہ نصیحت بھی کی ہے کہ وہ اپنا مقبرہ اور دوسری مذہبی یادگاریں بناتے وقت راست روی اور انصاف سے کام لے۔ یعنی مقبرے وغیرہ میں دولت اور بیش بہا اشیاء تیار کرا کے رکھنے کے لئے لوگوں کو لوٹے نہیں، ان سے ان کا مال و دولت نہ چھینے۔ بہر حال باپ نے بیٹے کو صاحب کردار بننے کی تلقین کی ہے۔ ۲۱۲ "یہی وہ بات ...... زیادہ اعتماد ہوتا ہے"۔ یعنی رعایا کو اپنے بادشاہ کی راست روی اور انصاف ہی زیادہ بھلا لگتا ہے۔ ۲۱۳ "روٹی"۔ اس فقرے میں بعض مترجمین نے روٹی کی جگہ "کردار" ترجمہ کیا ہے۔ چنانچہ اس فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے "بد کردار کے بیل کی نسبت راست رو کا کردار زیادہ قابل قبول ہوتا ہے"۔ ۲۱۴ "دیوتا کے مویشی"۔ انسانوں کو سورج دیوتا را کے مویشی کہا ہے۔ ۲۱۵ یہ پیراگراف اس لحاظ سے بہت ہی اہم ہے کہ اس میں قدیم مصریوں کے نظریات ـــــ خصوصاً تخلیق (تکوین) کے بارے میں نظریات پیش کیے گئے ہیں۔ ۲۱۶ یعنی انسان کے لئے زمین اور آسمان کی تخلیق کی گئی۔ اس فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے "اس (سورج دیوتا را) نے انسان کی خواہش پر آسمان اور زمین بنائی"۔

اس نے آبی عفریت[217] کو مغلوب کیا۔ اس نے[218] ان کے[219] نتھنوں کے لئے[220] زندگی کا سانس بنایا۔ وہ[221] اسکی[222] شبیہیں ہیں جو اس کے بدن[223] سے نکلے ہیں۔[224] وہ ان کے دلوں کے فائدے کی خاطر آسمان میں چمکتا ہے۔[225] اس نے ان کے کھانے کے لئے پودے، جانور، شکار اور مچھلیاں بنائیں۔ جب انہوں نے بغاوت کی ٹھانی تو اس نے اپنے دشمنوں کو قتل کیا اور اپنے بچوں کو تباہ کر دیا۔[226] اس نے ان کے دلوں کے فائدے کے لئے دن کا اجالا بنایا اور وہ انہیں[227] دیکھنے کے لئے سفر کرتا ہے۔[228] اس نے ان کے پیچھے قربان گاہ بنائی اور جب وہ روتے ہیں وہ سنتا

---

[217] آبی عفریت: یعنی سورج دیوتا 'را' نے آبی عفریت کو مغلوب کیا۔ یہاں اس قدیم خیال، نظریے یا عقیدے کی طرف اشارہ ہے جس کے مطابق اولین پانیوں میں ایک عفریت رہتا تھا اور جسے کائنات کی تخلیق کرنیوالے دیوتا نے شکست دے کر تکوین عالم کی تھی۔ بعض محققین نے 'آبی عفریت' کو مگرمچھ قرار دیا ہے۔ [218] اس نے: 'را' دیوتا نے۔ [219] ان کے: انسانوں کے۔ [220] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ یوں ہے: "اس نے ان کے نتھنوں کے لئے سانس بنایا کہ (وہ) زندہ رہیں۔ [221]: 'وہ': انسان۔ [222] اس کی: 'را' دیوتا کی۔ [223] اس کے بدن: سورج دیوتا 'را' کے بدن۔ [224] اس فقرے کا ایک ترجمہ یوں ہے: "اس نے ان کی ناکوں کو زندگی کا سانس دیا۔ کیونکہ وہ اس 'را' دیوتا جیسے ہیں جو اس کے گوشت سے نکلے ہیں۔" [225] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "وہ ان کے لئے آسمان میں چمکتا ہے۔" [226] یہاں اس اسطورہ کی طرف اشارہ ہے، جس کے مطابق نوع انسانی نے جب بوڑھے سورج دیوتا کے خلاف بغاوت کی تو اس نے سخت مگر دیوی کو انہیں سزا دینے کا حکم دیا۔ اور پھر اس دیوی نے خوفناک حد تک انسانوں کا قتل عام کیا۔ کیونکہ انسان سورج دیوتا 'را' کے دشمن قرار پائے تھے۔ یہ اساطیری کہانی میں نے زیر نظر کتاب میں شامل کی ہے۔ اس فقرے میں "بچوں کو تباہ کر دیا ہے" کی جگہ "بچوں کی تعداد کم کر دی" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔
[227] انہیں: انسانوں کو۔ [228] "وہ..... سفر کرتا ہے": اس فقرے میں وہ سے مراد سورج دیوتا 'را' ہے۔ قدیم مصری عقیدے کے مطابق سورج دیوتا 'را' اپنی آفتابی کشتی میں سوار ہو کر ہر روز صبح سے لے کر شام تک آسمانی سمندر میں سفر کیا کرتا تھا۔

ہے۔[۲۲۹] اس نے ان کے لئے انڈے[۲۳۰] میں حکمران بنائے، کمزور کی کمر اٹھانے کے لئے رہنما بنائے، اس نے واقعات کی ضرب کے دفعیہ کے لئے ان کی خاطر جادو کو ہتھیار بنایا۔ دن کی طرح رات کو بھی اس پر نظر رکھ[۲۳۱] اس نے ان میں فریبی دل کے مالک لوگوں کو اس شخص کی طرح قتل کیا جو اپنے بیٹے کو اپنے بھائی کی خاطر زد و کوب کرتا ہے[۲۳۲] کیونکہ دیوتا ہر نام جانتا ہے ———

میری باتیں نظر انداز مت کر، جن میں حکمرانی کے تمام اصول بتا دیئے گئے ہیں[۲۳۳] (اور) تجھے ملک پر حکومت کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ تو (اس طرح) میرے پاس پہنچے کہ تجھ پر الزام دھرنے والا کوئی نہ ہو، جو شخص[۲۳۴] تیرے پاس آئے اسے قتل مت کر بلکہ اس پر مہربانی کر کیونکہ دیوتا اسے

---

[۲۲۹] "وہ سنتا ہے"، مطلب یہ کہ را، دیوتا نظر نہ آنے کے باوجود مندر میں اپنی قربان گاہ کے ذریعے لوگوں کے قریب رہتا ہے۔ [۲۳۰] انڈہ، قدیم مصری رحم مادر کو انڈہ کہتے تھے۔ [۲۳۱] اس پر نظر رکھ، یعنی اپنے کردار پر نظر رکھ۔ [۲۳۲] مطلب یہ کہ دیوتا کی سزا انسانوں کی بھلائی کے لئے ہوتی ہے اسی طرح جیسے باپ نظم و ضبط کی خاطر بیٹے کو پیٹتا ہے۔ [۲۳۳] اس فقرے کے تراجم یوں بھی کئے گئے ہیں: "میری باتوں سے پریشان مت ہو، خواہ ان میں بادشاہ کے بارے میں قوانین ہی بتائے جائیں۔" ——— مطلب غالباً یہ کہ خواہ فرعون اختوئی کے قوانین حکمرانی سخت ہی ہوں، مری کارا کو ان سے غیر ضروری طور پر پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ اس پہلے فقرے کا ایک اور ترجمہ یہ ہے: "تجھے میرے سلسلے میں کوئی مضرت رساں اقدام نہیں کرنا چاہیئے جس نے بادشاہت سے متعلق تمام قوانین دیئے ہیں۔" [۲۳۴] اس فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ جب مری کارا مرنے کے بعد دوسری دنیا میں اپنے فرعون باپ اختوئی کے پاس پہنچے تو اس حال میں کہ اس (مری کارا) پر کسی نے بھی کسی بھی قسم کا کوئی الزام نہ لگایا ہو اس سے کسی کو شکایت نہ پیدا ہوئی ہو۔ ویسے اس فقرے "تو (اس طرح) میرے پاس .... الزام دھرنے والا کوئی نہ ہو"، کا ایک ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے: "اپنے آپ کو ہدایت دے تاکہ تو انسان کی طرح اٹھے تب تو میرے جیسی شہرت حاصل کرے گا، اس حال میں کہ کسی نے تجھ پر الزام نہیں لگایا ہوگا۔"

جاتا ہے۔[۲۳۵] جو زمین پر پھلتا پھولتا ہے وہ ان میں سے ایک ہے[۲۳۶] اور بادشاہ کی خدمت کرنے والے دیوتا ہیں۔[۲۳۷] اپنے لئے پوری دنیا میں محبت پیدا کر، کیونکہ اچھا کردار ہی یاد رکھا جاتا ہے۔ . . . . . .
نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ اور اختوتی کے گھرانے میں بعد میں آنے والے لوگ آج کی صورت حال دیکھتے ہوئے تیرے بارے میں کہیں، "وہ جس نے مصیبت کا دور ختم کیا" ـــــ دیکھ میں نے تجھے اپنے پیٹ کے خیالات[۲۳۸] بتا دیئے ہیں (کہ) جو کچھ تیرے چہرے کے سامنے قائم کر دیا ہے تو اس پر عمل کرے ـــــ

جو کچھ (لکھا ہوا) ملا تھا اس کے مطابق ـــــ صحیح معنوں میں دانشور . . . . . . تحوت دیوتا[۲۳۹] کے کام میں طاق اور منشی ـــــ خاامِ وست نے اپنے قلم سے، نہ صرف اپنی شفقتوں کے محبوب، نیک چلن، صحیح معنوں میں دانشور، تحوت دیوتا کے کام میں طاق، اپنے منشی بھائی . . . . . . کے بیٹے ماخو کے لئے (یہ نقل) کامیابی کے ساتھ مکمل کر لی۔[۲۴۰]

---

[۲۳۵] یعنی یہ کہ جو لوگ تیرے قریب ہیں انہیں سزا دینے کا کام دیوتا پر چھوڑ دے۔ [۲۳۶] "ان میں سے"، دیوتاؤں میں سے۔ [۲۳۷] یہاں بادشاہ یا بادشاہت کے بارے میں انتہا درجے کی مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے کہ فرعون کی خدمت کرنے والا دیوتا بن جاتا ہے۔ اس فقرے کا ایک مطلب یہ بھی لیا جا سکتا ہے کہ فرعون کے ساتھی یا پیرو مرنے کے بعد دیوتا بن جائیں گے۔ [۲۳۸] "پیٹ کے خیالات"؛ یعنی اپنے بہترین اور مفید خیالات۔ [۲۳۹] "تحوت دیوتا کا کام"، فن تحریر سے مراد ہے۔ مصریوں کا خیال تھا، فنِ تحریر ان کے دیوتا تحوت نے ایجاد کیا تھا۔ تحوت دیوتا کے کام میں طاق ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان تعلیمات کی پیپرس پر کتابت کرنے والا منشی خاامِ وست فن تحریر میں ماہر تھا۔ [۲۴۰] لینن گراڈ پیپرس پر ان "تعلیمات" کا یہ آخری حصہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مری کارا کے لئے "تعلیمات" کا کوئی قدیم تر نسخہ موجود تھا جس سے منشی خاامِ وست (خاام وسی) نے اپنے اور اپنے بھائی ماخو کے لئے یہ نقل تیار کی تھی جو آج "لینن گراڈ پیپرس" کی شکل میں محفوظ ہے۔

فرعون آمن اَم حَت کی تعلیمات

تخلیقی قدامت :- ۴۰۰۰ برس

تحریری قدامت :- ۳۵۰۰ برس

بعض خصوصیات کی بنا پر فراعنہ کے بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق۔م) کے بانی فرعون آمن اَم حَت اوّل (۱۹۹۱/۱۹۶۲ ق۔م) کی اپنے جانشین بیٹے فرعون سن اُسرت اول (سِن وُس رٹ) (۱۹۷۱/۱۹۲۸ ق۔م) کے لئے تعلیمات پر مبنی اس منظوم تصنیف کو قدیم مصری ادب میں ایک منفرد اور اہم مقام حاصل ہے ـــــ قدیم مصری تاریخ کے "پہلے دورِ انتشار" (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق۔م) کے بعد مصر میں ایک بار پھر ہر لحاظ سے عروج کا زمانہ آیا۔ ترقی و خوشحالی اور اندرونی و بیرونی استحکام کا یہ زمانہ فراعنہ کے گیارھویں خاندان (۲۱۳۳/۱۹۹۱ ق۔م) سے شروع ہوا۔ اور بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق۔م) کے عہد میں انتہائے کمال کو جا پہنچا۔ اس زمانے میں لٹریچر کو بہت ہی ـــــ بلکہ بعض صورتوں میں تو ـــــ مصر کی طویل "قدیم تاریخ" میں بے مثال عروج حاصل ہوا۔ زیرِ نظر انتہائی اہم اور منفرد ادب پارہ بھی اسی دور کی تخلیق ہے۔

ان تعلیمات کا خالق بارھویں خاندان کا بانی آمن اَم حَت (آمن اَم حی) اوّل (۱۹۹۱/۱۹۶۲ ق۔م) تھا۔ آمن اَم حَت کے معنی ہیں "آمن دیوتا سامنے ہے"۔ دراصل وہ گیارھویں خاندان کے آخری فرعون منتوحوتپ چہارم کا وزیر تھا۔ منتوحوتپ کی وفات کے بعد چند برس تک گڑبڑ رہی اور پھر آمن اَم حَت نے تخت پر قبضہ کر لیا۔ گیارھویں خاندان کے زمانے میں مصر کا دارالحکومت تیبے (تھیبس) تھا۔ مگر آمن اَم حَت اوّل نے اپنا دارالحکومت بالائی اور زیریں مصر کی سرحد پر اِت تَو وی (موجودہ لشت) شہر کو بنایا۔ اِت تَو وی' اس کے اجداد کا مسکن تھا۔

آمن اَم حَت اوّل نے ملک میں امن و امان اور فرعون کا اقتدار ملک پر از سرِ نو پوری طرح قائم کرنے کے لئے اپنے تیس سالہ دورِ حکومت میں شدید محنت اور

کوشش کی۔ بیرونی ملکوں پر مصر کا رعب داب جمانے کیخاطر اپنے ولی عہد بیٹے سن اُسرت کی زیرِ کمان بھی شام، نوبیا اور لیبیا میں عسکری مہمات بھیجیں۔ گو ان تعلیمات یا نصائح میں آمن اَم حت اول نے اپنے بارے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ ضرورت سے زیادہ نرم مزاج فرماں روا تھا مگر محققین کے نزدیک وہ مصر کے چند انتہائی سخت گیر اور طاقتور فرعونوں میں سے تھا ——— ۱۹۷۱ ق م میں جب وہ بوڑھا ہو گیا اور دن رات جانکاہ کوششوں کے سبب تھک گیا تو اس نے اپنے بیٹے سن اُسرت کو شریکِ حکومت کر لیا۔ جو باپ کی وفات یعنی ۱۹۶۲ ق م تک اس کے ساتھ اقتدار میں شامل رہا ———

فرعون کا قتل؟

کچھ اس قسم کے تحریری شواہد ہیں جن کی بنا پر متعدد ماہرین کا خیال یہ ہے کہ ۱۹۶۲ ق م میں فرعون آمن اَم حُوتپ کے قتل کی نہ صرف خوفناک سازش تیار کی گئی بلکہ اسے اس محلاتی سازش کے نتیجے میں افسروں وغیرہ نے قتل بھی کر ڈالا۔ ولی عہد شاہزادہ سن اُسرت اس وقت باپ اور دارالحکومت سے دُور تھا وہ لیبیا کی مہم سر کر کے لوٹ رہا تھا اور مصر میں داخل ہو چکا تھا۔ مجھے ماہرین سے اس حد تک تو اتفاق ہے کہ آمن اَم حُوتپ اوّل کے خلاف سازش بھی ہوئی، اس پر قاتلانہ حملہ بھی کیا گیا لیکن میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا کہ قاتلانہ حملے کی وجہ سے فرعون فوری طور پر ہلاک ہو گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ زخمی ہونے کے باوجود فرعون آمن اَم حت کو اتنی مہلت ضرور مل گئی تھی کہ اس نے اپنی یہ تعلیمات رقم کرا دیں اور پھر وہ انہی زخموں کے سبب مر گیا بہرحال اس نکتے پر میں تفصیلی گفتگو آگے چل کر کروں گا۔

ایک خیال یہ بھی ہے کہ آمن اَم حت اوّل کو سازش کے نتیجے میں قتل نہیں کیا گیا تھا بلکہ مذہبی رواجی طور پر ہلاک کیا گیا تھا ——— مصر میں اوّلین ملوکیت کی ابتدا قبل از تاریخی دور میں ہو چکی تھی اور فراعنہ کے جھنڈے تلے شمالی اور جنوبی مصر کے اتحاد (۳۱۰۰ ق م) سے پہلے "ملوکیت" کے آغاز کا یہ وہ وقت تھا جب شمالی افریقہ کے

خانہ بدوش قبائل اپنی چراگاہوں کی شادابی کے لئے بارش کے محتاج تھے۔ مصر کے اوّلین مقامی حکمرانوں کو راعیانہ سربراہ کے روپ میں دکھایا جاتا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں آنکس (آنکڑہ)، اور اناج کی بالوں سے اناج نکالنے کا آلہ (خرمن کوب)، اور بکریوں کی "داڑھی" فراعنہ کی ٹھوڑی پر دکھائی جاتی تھی۔ مصر قدیم کی پوری تاریخ میں رسوماتی مواقع پر یہ پہناوا فراعنہ کے لئے مخصوص رہا ــــــ

قبل از تاریخی ادوار میں حکمرانوں کو اس وقت مذہبی رسوماتی طور پر ہلاک کر دیا جاتا۔ جب وہ کمزور پڑ جاتے تھے اور غالباً ان کی لاشوں کے اعضاء الگ الگ کر کے انہیں دفنایا جاتا یا پھر انہیں جلا کر ان کی خاک بکھیر دی جاتی ــــ تاکہ ملک کی زرخیزی میں اضافہ ہو ــ فراعنہ کے آغاز سے قبل تاریخی ادوار میں آ کر حکمرانِ وقت کو ہلاک کرنے کی یہ رسم ختم کر دی گئی البتہ یہ طلسماتی رسوم میں تبدیل ہو گئی ان رسموں کی حیثیت خوشی کے تہوار کی تھی۔ اس تہوار کے موقعہ پر ان پُرمسرت رسوم کی ادائیگی کا مدعا بادشاہِ وقت کو از سرِ نوجوان کرنا تھا۔ بادشاہ کی بجائے جانور، "نقلی بادشاہ" اور غالباً دریائے نیل میں اتفاقی طور پر ڈوب جانے والے لوگوں کو بھی قربان یا قتل کر دیا جاتا تھا۔ مگر اس روایت پر متداول لوک کہانیوں، عقائد اور "ہرمی ادب" کے زیادہ قدیم منتروں میں زور دیا جاتا رہا کہ بادشاہ کو اپنی رعایا کی خاطر مر جانا چاہیئے۔ کچھ ماہرین علم الانسان کا خیال ہے کہ رسمی طور پر فرعون کا قتل، کسی بحران یا خطرناک مواقع پر دوھرایا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں مصر کی آخری یونانی نژاد ملکہ قلوپطرہ کی مثال بھی دی جاتی ہے، جس نے خود کو مصری فراعنہ کے "ذاتی دیوتا"، یعنی ایک مخصوص سانپ (کالے ناگ) سے ڈسوا کر جان دے دی تھی۔ یہ ناگ بطور شاہی نشان فراعنہ سرپیچ کی شکل میں پہنا کرتے تھے۔

قدامتِ نقول یہ اہم اور پورے مصری لٹریچر میں اپنی نوعیت کی واحد تصنیف مصری تاریخ کے ــــــ جدید شہنشاہی دور (١٥٧٥ ق م)

میں آکر کلاسیک کا درجہ حاصل کر چکی تھی۔ اس حقیقت کا پتہ اس بات سے بھی چلتا ہے۔ کہ تقریباً ستر (۷۰) ایسی نقول دریافت ہوئی ہیں جن پر یہ ادب پارہ لکھا ہوا ملتا ہے۔ کسی پر بہت حد تک مکمل صورت میں اور باقیوں پر کچھ حصوں کی صورت میں یہ نوشتے پیپرسوں، چمڑے، طلبا کی تختیوں اور پتھر کی الواح پہ رقم ہیں۔ پوری طرح مکمل ایک نوشتہ بھی نہیں ہے اور اس اہم تصنیف کے آخری حصے پر مشتمل تو اب تک کوئی مکمل یا نسبتاً مکمل اور بہتر نقل نہیں مل سکی ہے۔

فرعون آمن ام حت کی تعلیمات کی تا حال جتنی بھی نقول دریافت ہوئی ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی ہم عصر یعنی فراعنہ کے بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کے زمانے کا نہیں ہے بلکہ سب کے سب اٹھارھویں (۱۵۷۵/۱۳۰۸ ق م)، انیسویں (۱۳۰۸/۱۱۹۴ ق م) اور بیسویں (۱۱۹۴/۱۰۸۷ ق م) کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ گویا یہ تعلیمات تخلیقی لحاظ سے چار ہزار برس اور تحریری لحاظ سے ساڑھے تین ہزار برس سے لے کر تین ہزار برس تک قدیم ہیں۔ کلاسیکی حیثیت اختیار کر جانے کے سبب یہ تصنیف اس دور کے طلبا میں بے حد مقبول تھی، تعلیمی نصاب میں داخل تھی اور طلبا انتہائی شوق و ذوق کے ساتھ اسے بطور مشق اپنی تختیوں پر بھی لکھا کرتے۔ طلبا کی مشقیں کافی تعداد میں مل تو چکی ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ یہ خام بھی ہیں اور اغلاط پہ مبنی بھی ——— دو پیپرس ایسے ہیں جن پہ یہ تعلیمات تقریباً مکمل لکھی ملی ہیں۔

(i) ملنگن پیپرس ۔ MILLINGEN PAPYRUS

(ii) سلیئر پیپرس II ۔ SALLIER PAPYRUS II

اول الذکر پیپرس برلن میوزیم میں اور دوسرا برٹش میوزیم لندن میں ہے ——— اس تصنیف کی نسبتاً بہتر، تقریباً مکمل اور قطعی نامکمل یا ناقص جتنی بھی نقول ملی ہیں ان میں سب سے مکمل اور عمدہ حالت میں، ملنگن پیپرس تھا۔ جو ملا بھی اور پھر ضائع ہو گیا۔ یہ پیپرس

فراعنہ کے اٹھارھویں خاندان (۱۵۷۵/۱۳۰۸ ق م) کے زمانے یعنی اب سے کوئی ساڑھے ہزار قبل لکھا گیا تھا۔۔۔۔۔ اے پیروَن (A. PEYRON) نے ۱۸۴۳ء میں "ملنگن پیپرس" کی نقل تیار کی اور اس کے بعد یہ ضائع ہو گیا۔ چنانچہ اس پیپرس کی حد تک اب ہمیں پیروَن کی تیار کردہ نقل پر ہی انحصار کرنا پڑتا ہے ۔۔۔۔۔ فرعون آمن اُم حت اول کی یہ تعلیمات اس پیپرس کے تین صفحوں پر لکھی ہوئی تھیں۔ پیروَن کی نقل سے پہلے ہی اس کا تیسرا حصہ ضائع ہو چکا ہے۔ صرف مصرعوں اور سطور کے ابتدائی حصے باقی رہ گئے تھے چنانچہ اس تصنیف کے آخری حصے کی عبارت کے سلسلے میں ہمیں "سلیئر پیپرس" کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ لیکن یہ پیپرس بھی ناقص اور ادھورا ہے۔ اس کے علاوہ ان تعلیمات کے آخری حصے کی تکمیل کے بارے میں پتھر کی کچھ الواح اور بروکلین میوزیم (BROOKLYN MUSEUM) میں رکھی ہوئی ایک چوبی تختی سے بھی قدرے مدد مل جاتی ہے ۔۔۔۔۔

اہمیت و خصوصیات

فرعون آمن اُم حت اول (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کی اپنے بیٹے فرعون سن اُسرت اول (۱۹۷۱/۱۹۲۸ ق م) کے لئے تعلیمات یا نصائح میکاولی کی "پرنس" سے مشابہت پر مبنی یہ تصنیف انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ اور مصر کے پورے قدیم لٹریچر کے چند سب سے زیادہ اہم تاریخی اور سیاسی نوشتوں میں سے ہے۔ اس کا موضوع "شاہ کشی" یعنی بادشاہِ وقت کا قتل تھا ہے اس لحاظ سے یہ پورے مصری لٹریچر کی واحد اور منفرد تخلیق و تصنیف ہے ۔۔۔۔۔ قدیم مصری ادب میں ایسی تخلیقات تو ملتی ہیں جن میں قومی مصائب کو موضوع بنایا گیا اور اس موضوع پر خوب کھل کر ۔۔۔۔۔ خوب تفصیل سے لکھا گیا، مگر شاہ کشی یا فرعون کا قتل ایسا موضوع تھا جس پر مصری ادیب کھلم کھلا اور تفصیل کے ساتھ قلم نہیں اٹھا سکتے تھے اور نہ ہی کاتب یا منشی اسے نقل در نقل کرنے کی جرأت کر سکتے تھے۔ کیونکہ مصری عوام کو تو فرعون کی الوہیت، تقدس اور اس کی آسمانی حیثیت پر پورا پورا اعتقاد و یقین تھا وہ بھلا سوچ بھی کہاں سکتے تھے کہ فرعون

نہ صرف قتل ہی ہوسکتا ہے بلکہ اس کے قتل کے بارے میں تفصیل کے ساتھ لکھا بھی جا سکتا ہے
چنانچہ اس حقیقت اور عوام کے رجحان کے پیش نظر فرعون کے قتل کو اپنی تحریروں میں موضوع
بنانا اور پھر اس پر وضاحت کے ساتھ لکھنا کسی بھی قدیم مصری ادیب کے لئے ممکن نہیں تھا
——— ان حالات میں اس تصنیف کی اس لحاظ سے بے حد اہمیت بنتی ہے کہ یہ ہزاروں
برسوں پر پھیلے ہوئے معلوم قدیم مصری ادب میں اپنی نوعیت کا تا حال صرف اور صرف ایک
ادب پارہ ہے۔

ان تعلیمات یا نصائح میں آمن ام حت اول نے اپنے ولی عہد بیٹے کو بتایا ہے کہ کامیاب
اور اچھی حکومت کے کیا اصول ہیں کیا گُر ہیں۔ چنانچہ اس فرعون کی چار ہزار برس پہلے کی تعلیمات
پر مبنی اس تصنیف کو میکاولی کی کتاب "THE (PRINCE)" سے مشابہ قرار دیا گیا ہے ———
آمن ام حت کی یہ تصنیف کلاسیک کا درجہ اختیار کر چکی تھی۔ اور آجکل کے نقادانِ فن نے
بھی اسے مصری لٹریچر کا کلاسیکی ادب پارہ قرار دیا ہے ان تعلیمات کی اور اس تصنیف کی
مصریوں کے نزدیک کیا قدر و قیمت تھی۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ "جدید شہنشاہی
دور" ($\frac{1500}{1085}$ ق م) کے اسکولوں میں یہ ادب پارہ اسکولوں کے نصاب میں داخل تھا۔ طلبا ان
تعلیمات کو پڑھتے بھی، زبانی بھی یاد کرتے اور انہیں بطور مشق بھی تختیوں وغیرہ پر لکھتے۔
"ملگن پیپرس" کو چھوڑ کر باقی تقریباً تمام ہی نوشتے ایسے ہیں جو طلبا نے بطور مشق لکھے تھے
اور بیشتر فراعنہ کے انیسویں خاندان ($\frac{1320}{1194}$ ق م) کے عہد سے تعلق رکھتے ہیں ظاہر ہے
کہ طالب علموں کی یہ نقول اغلاط سے خالی نہیں ———

اس اہم ادب پارے یعنی فرعون آمن ام حت اول کی تعلیمات یا نصائح کی ایک انتہائی
اہم خصوصیت یہ ہے کہ انسان کی حیثیت سے فرعون کی جتنی واضح تصویر اس تصنیف
میں نظر آتی ہے اس کی مثال پورے قدیم مصری ادب میں نہیں ملتی، اور فرعون بھی
ایسا جو ہماری آپ کی طرح گوشت پوست کا چلتا پھرتا جیتا جاگتا انسان تھا، زبردست

حکمران تھا، کوئی فرضی فرعون نہیں تھا ———— یہ منظوم ادب پارہ اس لئے بھی بہت دلچسپی اور خصوصی اہمیت کا حامل ہے کہ اس کا خالق ایک عظیم الشان اور باجبروت شہنشاہ تھا، فاتح اور سخت گیر منتظم و مدبّر تھا، جس نے مصر کو از سرِ نو ایسا استحکام بخشا، خوش حالی، فراوانی اور بیرونِ ملک رعب داب اور وقار کی ایسی ٹھوس بنیادیں استوار کیں کہ اس کا خاندان دو برس تک کروفر اور اطمینان و شان سے حکومت کرتا رہا۔

اس ادبی تخلیق کی ایک خصوصیت سے کہ اس کا خاصا ملکہ شدید تلخ، تیز و تند طنزیہ اور کسی قدر دکھا پھیکا انداز یا پیرایۂ اظہار۔ ذاتی لب و لہجے اور تلخی کی بنا پر یہ تحریر ایک مخصوص اور امتیازی حیثیت کی مالک ہے۔ یہ تلخی اس تصنیف کے خالق فرعون آمن ام حت اول کے ذاتی تجربات کا نتیجہ تھی۔ اس اہم و نمایاں خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک ایسے شخص کی تلخیوں اور بیزاری کی آئینہ دار ہے جو انتہائی قابل، مدبر، منتظم اور فاتح بادشاہ تھا، باجبروت فرعون تھا جس نے اچھے کام کئے: ملک کو خوشحالی بخشی، رعایا سے محبت آمیز سلوک روا رکھا، قریبی ساتھیوں کو نوازا مگر اس سب کے صلے میں اسے ملا کیا؟ ——— مایوسیاں، فریب، دغابازی، غداری اور اپنوں کے ہاتھوں قتل کی سازش۔ انہی سب باتوں کی وجہ سے اس تصنیف میں تلخی، طنز اور روکھاپن رچ بس گیا۔ اسے پڑھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تخلیق کے وقت آمن ام حت اول کے مزاج میں انتہائی کڑواہٹ اور تیکھاپن آچکا تھا ——— اور اس کا سبب تھا وہی قاتلانہ حملہ جس سے وہ زخمی تو ہوا، پر میرے خیال میں مرا کچھ دن بعد ——— بہر حال ذاتی لب لہجے اور تلخی کی بنا پر یہ ادبی تخلیق ایک مخصوص ممتاز حیثیت رکھتی ہے اور یہ تلخی آمن ام حت اول کے ذاتی تجربات کا نتیجہ تھی ———

یہ تحریر ادبی لحاظ سے بہت خوبی کی حامل اور اس کی زبان پُر تصنع اور شاعرانہ قرار دی گئی ہے۔ قدیم مصری شاعری کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں "اصول متوازیت" (PARALLELISM) اور "صنعت تضاد" (ANTITHESIS) کا بہت رواج رہا۔ فرعون

آمن اَم حَت کی اس تصنیف میں بھی یہ خصوصیت موجود ہے ـــــــ اس کا اسلوبِ بیان مؤثر اور پُرخلوص ہے، اختصار اور جامعیت لئے ہوئے ہے۔ اس میں غم ناکی، قنوطیت اور یاسیت جھلکتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بوڑھے فرعون آمن اُم حَت اول کی زندگی طویل جدوجہد سے عبارت تھی، کش کش اور تلخ تجربات سے بھری پڑی تھی حتیٰ کہ وہ اس تخلیق کی تحریر کے وقت سازشیوں اور قاتلوں کے لگائے ہوئے زخموں کی وجہ سے بستر مرگ پر پڑا موت اور ولی عہد بیٹے سن اُسرت کی آمد کی راہ تک رہا تھا جو لیبیا کی مہم سے لوٹ کر اپنے ملک مصر میں داخل تو ہو چکا تھا مگر دارالحکومت سے دُور تھا ـــــــ پوری تصنیف میں خطیبانہ انداز برتا گیا ہے۔ صرف ایک مقام ایسا ہے جہاں یہ پیرایۂ اظہار نہیں اپنایا گیا، یعنی وہ حصہ جہاں خود صاحبِ تصنیف فرعون پر قاتلانہ حملے کا بیان ہے۔ یہ حصہ نثر میں ہے، جب کہ باقی تمام ادب پارہ منظوم ہے۔ اس تصنیف سے چار ہزار برس پہلے کے مصر کی معاشرتی تصورات کا بھی پتہ چلتا ہے۔

یہ تصنیف بیک وقت "عذر نامہ" یا "اعتراف نامہ" بھی ہے اور "الزام نامہ" بھی۔ پڑھتے ہوئے لگتا ہے کہ مصنف یا خالق ایک طرح سے فردِ جرم عائد کر رہا ہے ـــــــ اس میں ان واقعات کا تذکرہ ہے جو فرعون آمن اَم حَت کے عہد حکومت کے اواخر میں پیش آئے تھے۔ اس تخلیق میں اخلاقیات کا عنصر کم ہے اور تواریخی واقعات کا زیادہ۔ گو اسے "نصائح یا تعلیمات" کا نام دیا گیا ہے لیکن ان تعلیمات کو اگر عذر نامہ (اعتراف نامہ) اور الزام نامہ کے ساتھ "وصیت نامہ" کہا جائے تو غالباً یہ بھی موزوں رہے گا۔

فرعون آمن اَم حَت اوّل کی یہ تعلیمات ـــــــ فرعون اختوئی کی "مری کار کے لئے تعلیمات" کی طرح شاہی دستاویزات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں "مری کار کے لئے تعلیمات" کی مانند ایک عمر رسیدہ بادشاہ (فرعون آمن اَم حَت اوّل) نے اپنے ولی عہد بیٹے کے لئے زندگی بھر کے اپنے تجربات کا نچوڑ بیان کر دیا ہے۔ اس تصنیف کی رُو سے آمن اَم

حُتت نے اپنے ولی عہد بیٹے سن اُسرت کو کچھ نصیحتیں کیں، اور ایک حد تک یہ نصیحتیں اسی نوعیت کی بھی ہیں جو اس سے قبل فرعون اختوئی اپنے بیٹے مری کارا کو کر چکا تھا ــــــ فرعون آمن اَم حُتت کی اس تصنیف کے مندرجات کا جہاں تک سوال ہے یہ "مری کارا کے لئے تعلیمات" سے مختلف بھی ہیں۔ فرعون اختوئی نے اپنے بیٹے مری کارا کو یہ نصیحت کی تھی کہ وہ اپنے اِردگرد قابل اور مستعد سرکاری حکام اور رفقاء جمع کر لے لیکن آمن اَم حُتت نے اس سلسلے میں اختوئی سے بالکل مختلف رویّہ اختیار کیا۔ اس نے اپنے بیٹے سن اُسرت کو متنبہ کیا کہ وہ اپنے قریبی ساتھیوں سے پوری طرح خبردار اور چوکس رہے، کسی پر بھروسہ نہ کرے کیونکہ سب ہی دغاباز اور غدار ہیں۔ ظاہر ہے کہ آمن اَم حُتت کا یہ رویّہ شک اور یاسیت کا مظہر ہے جو اس کے زندگی بھر کے تجربات خصوصاً اس کے قتل کی سازش کے نتیجے میں اُبھرا ہے۔ آمن اَم حُتت نے وہ واقعات اور اسباب بتائے ہیں جن کی وجہ سے اس نے یہ تحریر لکھی۔ اس نے بیٹے کو نصیحت کی کہ وہ ثابت قدم اور پُرعزم رہے۔ بھائی اور دوست پر بھی بھروسہ نہ کرے اس سلسلے میں اس نے لوگوں کی ناشکری، احسان فراموشی، اپنے ہی حرم کی عورتوں کی اپنے خلاف قاتلانہ سازش میں شرکت اور قتل کی سازش کا حوالہ دیا۔ حالانکہ ان تمام سازشیوں پر اس نے عنایات خسروانہ کی بارش کی تھی ــــــ اس تصنیف میں فرعون پر قاتلانہ حملے کا ذکر جان بوجھ کر بڑے ہی ڈھکے چھپے انداز میں کیا گیا ہے، صاف اور کھل کر نہیں ــــــ آمن اَم حُتت کو یقین تھا کہ ہدایات اور نصیحتوں پر عمل کر کے سن اُسرت کامیاب حکمران ثابت ہوگا اور پُرمسرت زندگی گذارے گا ــــــ اس نے اپنی تعلیمات کا آغاز اس انداز سے کیا ہے جس سے کچھ محققین کو یہ گمان گذرا ہے جیسے وہ مرنے کے بعد دوسری دنیا میں بیٹھا بیٹے سے مخاطب ہے۔

آمن اَم حُتت نے اپنی زندگی کے اہم واقعات، کارنامے اور رعایا کے ساتھ اپنا طرزِ عمل بیان کر کے گویا بالواسطہ طور پر بیٹے کو تعلیم دی کہ وہ انصاف اور راست روی سے کام لے

رعایا کے ہر طبقے کو اپنے حضور باریابی کا موقعہ دے کر اور لوگوں کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ رکھے، مگر ساتھ ہی بے حد مخاطب بیٹے کی براہ راست انداز میں تنبیہہ بھی کر دی ——— کمزوروں اور ناتوانوں کی پشت پناہی کرے۔ مصیبت کے ماروں کو آسائش بہم پہنچائے، باغیوں اور سرکشوں کو سزا دے، امکانی اور بظاہر ان ہونے والے واقعات، حادثات اور مصائب کے سلسلے میں انتہائی چوکس رہے اور احتیاط کے ساتھ پوری نظر رکھے ——— سرحدوں کی حفاظت کرے، زراعت کو فروغ دے۔ غیر ملکی دشمنوں کی گوشمالی کرتا رہے۔ اپنے ہر پیشرو سے زیادہ اچھے کام کرے ——— ان تمام باتوں پر آمن ام حت خود عمل کر چکا تھا اور اپنے ان کارناموں اور طرز عمل کا ذکر کرنے سے اس کا بالواسطہ طور پر مطلب غالباً یہ تھا کہ سن اُسرت بھی ایسا ہی کرے۔ مگر آمن ام حت بیٹے کو یہ وارننگ دینا نہ بھولا کہ اپنے مقربین اور ممنون احسان لوگوں سے ہر طرح ہوشیار اور خبردار رہے کہ یہی لوگ احسان فراموش ہوتے ہیں، دغا دیتے ہیں، قتل کی سازش تک سے باز نہیں رہتے۔

پروپیگنڈہ تصنیف؟

بعض محققین نے اس اہم نوشتے کو پروپیگنڈہ تصنیف قرار دیا ہے ان کے خیال میں یہ فرعون آمن ام حت اول کی تصنیف نہیں بلکہ اسے تو سیاسی استحکام کی خاطر اس کے جانشین بیٹے فرعون سن اسرت اول نے ختیی نامی دانشور سے پروپیگنڈہ کے طور پر لکھوایا تھا ——— ان تعلیمات کے فرعون آمن ام حت اول کی موت کے بارے میں دو باتیں کہی جا سکتی ہیں۔

۱:- وہ محلاتی سازش اور قاتلانہ حملے کے نتیجے میں ہلاک ہوا۔

۲:- وہ اس قاتلانہ حملہ سے بچ نکلا اور پھر کئی سال بعد طبعی موت مرا۔

ذاتی طور پر میں پہلی رائے کے حق میں ہوں، یہ رائے رکھنے والے اکثر تیی ماہرین سے مجھے اختلاف بس اتنا ہے کہ فرعون آمن ام حت قاتلانہ حملہ کے نتیجے میں فوری

طور پر نہیں مرا بلکہ اسے زندگی کے اتنے دن ــــ چند ہی سہی ــــ ضرور مل گئے کہ اس نے بیٹے کے لئے یہ تعلیمات رقم کرا دیں۔ اس نکتے پر تفصیلاً آگے چل کر بات کروں گا۔

اس اہم تخلیق و تصنیف کے بارے میں بھی ماہرین نے مختلف نظریات پیش کئے ہیں

۱:۔ یہ تعلیمات فرعون آمن ام حت اوّل ہی کی ہیں اور اپنے قتل سے آٹھ دس برس پیشتر اسی نے رقم کرائیں (یا اپنے ہاتھ سے لکھیں)

۲:۔ یہ تعلیمات اس فرعون نے اپنے خلاف سازش اور قاتلانہ حملہ ناکام ہو جانے کے بعد تخلیق و تصنیف کیں۔ میرا بھی یہی خیال ہے لیکن اختلاف بس اتنا ہے کہ قاتلانہ حملے میں وہ زخمی ہوا، زیادہ مدت زندہ نہیں رہا اور چند روزہ مہلت جو اسے ملی اسی دوران اس نے یہ رقم کرادیں۔

۳:۔ یہ تعلیمات آمن ام حت کے قتل کے بعد اس کے بیٹے سن اُسرت اوّل نے برسرِ اقتدار آ کر لکھوائیں اور باپ سے منسوب کرا دیں۔

سر ایلین گارڈنر کے نظریئے کے مطابق فرعون آمن ام حت اوّل نے یہ تعلیمات اس وقت تخلیق کیں جب اس نے اپنی موت سے کوئی دس برس پہلے اپنے ولی عہد بیٹے سن اُسرت کو شریک حکومت تو کر لیا تھا مگر ابھی اس کا باضابطہ اعلان نہیں کیا تھا ــــ مختلف اور بظاہر خاصی مستحکم وجوہ کی بناء پر اے۔ ڈی بک (A. de Buck) اور متعدد ماہرین اس نظریئے کے حامل ہیں کہ فرعون آمن ام حت اوّل کو اس کی حکومت کے تیسویں برس واقعی قتل کر دیا گیا تھا۔ اور اس کے خلاف سازش ناکام نہیں ہوئی تھی اور یہ کہ یہ تعلیمات آمن ام حت کے بیٹے اور جانشین سن اُسرت اوّل ($\frac{۱۹۷۱}{۱۹۲۸}$ ق م) کے حکم سے تخلیق اور رقم کی گئیں اور اس کے باپ سے منسوب کر دی گئیں۔ ان محققین نے یہ نظریہ اس لئے بھی قائم کیا کہ اس کے نزدیک یہ تعلیمات ایک ایسے حکمران کی طرف سے ہیں جو مر چکا تھا۔ بعض محققین نے انہیں تعلیمات سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا کہ ان کے پیش کرنے

کا انداز ایسا ہے گویا آمن اَم حَت نے اپنے قتل کے بعد خواب میں آکر اپنے بیٹے سِن اُسَرت کو یہ تعلیمات دی تھیں ـــــ اس نظریئے کی رُو سے اس تصنیف کا خالق خیتی تھا۔ خیتی بھی عظیم دانشور تھا، عظیم مُصنّف تھا۔ وہ فرعون آمن اَم حَت اوّل کے بیٹے فرعون سِن اُسَرت کے دربار سے وابستہ تھا۔ ان محققین کو یہ خیال کہ ـــــ خیتی ان تعلیمات کا خالق تھا ـــــ چیسٹر بیٹی پیپرس۔۴ پر لکھی ہوئی ایک مختصر سی عبارت سے بھی آیا۔ یہ پیپرس فراعنہ کے انیسویں خاندان (۱۳۰۸ / ۱۱۹۴ ق م) کے عہد حکومت میں لکھا گیا تھا اس پر رقم متعلقہ عبارت یوں ہے۔ ـــــ

"...... اس خیتی نے ایک کتاب لکھی جو بالائی اور زیریں مصر کے بادشاہ سَحتپ اِب را ـــــ زندگی! خوشحالی! صحت! ـــــ کی ہدایات پر مبنی تھی ـــــ جب وہ (سَحتپ اِب را) آرام کرنے چلا گیا، جب وہ آسمان سے مل گیا اور قبرستان کے بادشاہوں میں جا کر شامل ہو گیا ـــــ"

مندرجہ بالا عبارت میں بادشاہ یا فرعون کا نام (سَحتپ اِب را) آیا ہے۔ جو دراصل ان تعلیمات کے خالق فرعون آمن اَم حَت اوّل کا ہی ایک نام تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس مختصر سی عبارت میں ان ہدایات اور تعلیمات کا خالق فرعون آمن اَم حَت اوّل کو قرار نہیں دیا گیا اور یہ بھی صاف لکھا ہے کہ ان کا خالق خیتی نامی دانشور تھا ـــــ لیکن یہاں میں اختلاف کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ یہ بھی تو عین ممکن ہے کہ اس عبارت میں ان تعلیمات کو غلط طور پر خیتی سے منسوب کیا گیا ہو اور بعد کے زمانوں میں لوگوں نے یونہی یہ مشہور کر دیا ہو کہ ان تعلیمات کا خالق خیتی تھا، فرعون آمن اَم حَت اول نہیں، حتیٰ کہ پیپرس پر بھی یہ روایت لکھ دی گئی۔ یہ بات میں اس حقیقت کے پیش کہہ رہا ہوں کہ جس پیپرس (چیسٹر بیٹی۔۴) پر خیتی سے متعلق یہ روایت لکھی گئی ہے وہ آمن اَم حَت اوّل سے کوئی سات سو برس بعد رقم کیا گیا تھا، چنانچہ کیا ممکن نہیں کہ سات صدیوں کے دوران ان تعلیمات

کی تخلیق و تصنیف خیتی سے منسوب کر دی گئی ہو. کیونکہ خیتی اور اس کی تصانیف مصریوں میں بہت ہی مقبول معروف و نفیس. خیتی وہ عظیم دانشور اور ادیب تھا جس نے مشہور اور عظیم ادب پارہ تخلیق کیا. جسے ماہرین نے "پیشوں کی تضحیک" کا عنوان دیا ہے، مگر میں اسے "علم کی فضیلت" کے عنوان سے ہی زیر نظر تعلیمات کے بعد اس کتاب میں شامل کر رہا ہوں ـــــ یہ ادب پارہ "علم کی فضیلت" تخلیق تو کوئی چار ہزار برس پہلے ہوا اور پہلی مرتبہ اسی وقت لکھا بھی گیا، مگر اس کے موجودہ قدیم ترین نوشتے اٹھارھویں خاندان ($\frac{1575}{12}$ ق م) کے زمانے کے لکھے ہوئے ہیں گویا ساڑھے تین سوا تین ہزار برس قبل کے ہیں ـــــ اپنی اس تصنیف "علم کی فضیلت" میں خیتی نے اس وقت کے معاشرے کے مختلف پیشوں یا حصولِ روزگار کے نقائص بتاتے ہوئے، ان کی خامیاں بیان کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو تلقین کی ہے کہ وہ انشاء پردازی یا منشی کا پیشہ اختیار کرے کہ یہ سب سے افضل، باعزت اور ترقی پانے کا پیشہ اور ذریعہ معاش ہے اس کے علاوہ خیال ہے کہ دریائے نیل کی شان میں عظیم حمد بھی اسی کی تخلیق ہے۔

فرعون آمن ام حت اوّل کی یہ تعلیمات اگر واقعی خیتی کی تخلیق ہیں تو پھر ان کی تخلیق کا قرینہ کچھ اس طرح رہا ہو گا کہ باپ آمن ام حت کے قتل یا طبعی موت کے بعد اس کا بیٹا سن اُسرت اول ($\frac{1971}{1928}$ ق م) تخت نشین ہوا تو اسے خاصے مشکل حالات کا سامنا تھا۔ چنانچہ اس نے خیتی کو طلب کر کے اسے حکم دیا کہ اس کے آنجہانی باپ فرعون آمن ام حت اوّل کے نام سے ایک ایسا سیاسی رسالہ یا دستاویز اس انداز سے تصنیف کرے کہ اس کا مقصد تخت شاہی کو استحکام بخشنا ہو، یعنی جس سے تخت شاہی اور بادشاہت کے استحکام میں مدد ملے، گویا خود نئے فرعون سن اُسرت اوّل کی حکمرانی کو تقویت پہنچے ـــــ اگر واقعی ایسا ہوا تھا کہ یہ تعلیمات فرعون ابن اُسرت کے حکم سے تخلیق و تصنیف کی گئیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ یہ دراصل اسی پروپیگنڈہ لٹریچر کی ایک کڑی ہے۔ جو

سن اُسرت اول کے ہی بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کے زمانے میں خاصی مقدار میں تخلیق و رقم کرایا گیا تھا۔

اب یہ بات صحیح ہو یا غلط کہ آمن اُم حَت کی ان تعلیمات کا خالق حقیقی تھا، اس سے ایک نکتہ سامنے آتا ہے کہ انیسویں خاندان (۱۳۰۸/۱۱۹۴ ق م) میں "چیسٹر بیٹی پیپرس -۴" کو جس منشی نے رقم کیا تھا کم از کم اسے اس بات کا احساس تھا کہ یہ فرعون آمن اُم حَت اول کی تخلیق یا تصنیف نہیں ہے، لیکن بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کے قاری کو اس بات کا پختہ یقین تھا کہ یہ فرعون آمن اُم حَت کی تخلیق ہے کسی اور کی نہیں ——

مجھے اختلاف ہے

لیکن مجھے کچھ عرصہ پہلے کے اور ان موجودہ ماہرین سے اختلاف ہے جن کا نظریہ ہے کہ یہ تعلیمات فرعون آمن اُم حَت اول کی اپنی تخلیق نہیں بلکہ اس کے جانشین بیٹے فرعون سن اُسرت اول نے باپ کے قتل کے بعد نیتی سے تخلیق کرائیں —— میں اپنے اس اختلاف کے سلسلے میں ایک تو سر گارڈنر کے اس خیال کو عین ممکن سمجھتا ہوں کہ یہ تعلیمات فرعون آمن اُم حَت نے اس وقت ہی قلم بند کرا دی تھیں جب اس نے اپنی وفات سے تقریباً دس برس قبل اپنے ولی عہد بیٹے سن اُسرت کو اقتدار میں شریک کر لیا تھا یا کرنے کا ارادہ کر چکا تھا؛ لیکن ابھی ضابطہ اعلان نہیں کیا تھا —— دوسرا اختلافی نکتہ میرے ذہن میں یہ آتا ہے کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ فرعون آمن اُم حَت قاتلانہ حملہ میں زخمی تو ہو گیا ہو مگر کچھ دن زندہ رہا ہو، اتنے دن کہ اس نے اپنے یہ خیالات، تعلیمات بیٹے کے لئے قلم بند کرا دی ہوں؛ اس جانشین بیٹے —— سن اُسرت کے لئے جو باپ پر قاتلانہ حملے یا اس کی موت ہی کی خبر پا کر دار الحکومت کی طرف لپکتا ہوا آ رہا تھا، جیسا کہ اس کتاب میں شامل "مفرور سردار" کی کہانی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت اس کے باپ کے فرعون آمن اُم حَت اول کے ساتھ یہ سانحہ پیش آیا وہ لیبیا پر کامیاب حملے کے بعد دار الحکومت لوٹ رہا تھا اسے یہ خبر اچانک ملی۔ اب میں کڑیاں یوں

بتاتا ہوں کہ آمن ام حت اول پر قاتلانہ حملہ ہوا، وہ زخمی یا شدید زخمی ہوا۔ مگر کچھ دن تک زندہ رہا۔ زخمی ہونے کے بعد، مرنے سے پہلے زندگی کے ان چند دنوں میں اس نے ایک کام یہ بھی کیا کہ اپنے جانشین اور شریک حکومت بیٹے کے لئے یہ تعلیمات قلم بند کرا دیں اسی دوران خود اس نے اپنے زخمی ہونے کی اطلاع بیٹے کو بھی بھجوا دی۔ ظاہر ہے کہ قاصد کو سن اُسرت تک پہنچنے اور سن اُسرت کو دارالحکومت آنے میں کچھ دن لگے۔ انہی چند دنوں میں باپ بیٹے کے پہنچنے سے پہلے دم توڑ گیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود اس نے اطلاع نہ کرائی ہو۔ بلکہ اس کے مرنے کے بعد اس کے وفادار ساتھیوں نے کرائی ہو۔ بہر حال حملے کے بعد اور سن اُسرت کو اطلاع ہونے تک آمن ام حت کے مرنے کی جو بھی صورت رہی ہو، اس جیسے سخت کوش، جیدار، دلیر اور منتظم و مدبر شخص سے یہ بعید نہیں کہ زخمی ہونے کے بعد بھی اس نے یہ تعلیمات رقم کرا دینے کا حوصلہ اور عزم برقرار رکھا ہو۔ کسی کو اس صورت حال اور نکتے کا یقین نہ ہو، میرے نزدیک یہ سب امکانی ضرور ہے۔ رہی یہ بات کہ ان تعلیمات کو پڑھ کر لگتا ہے کہ جیسے ان کا خالق مرنے کے بعد قبر سے بول رہا ہے، خواب میں محو کلام ہے، یا مرنے کے بعد بیٹے سے مخاطب ہے سو اس کی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ زخمی ہونے کے بعد ان تعلیمات کو قلم بند کراتے وقت اسے یقین ہو گیا کہ وہ بچے گا نہیں اور بیٹے کے واپس آنے سے پہلے مر جائے گا۔

بہر حال فرعون آمن ام حت اول کی ان تعلیمات کا جن ماہرین نے پہلی مرتبہ مطالعہ اور ترجمہ کیا ان میں سے کچھ کا خیال تھا کہ یہ تعلیمات اس نے اپنے قتل کی سازش اور قاتلانہ حملہ ناکام ہو جانے کے بعد تخلیق و تصنیف کیں۔ یہی نظریہ موجودہ وقت کے متعدد ماہرین کا بھی ہے۔

دو ترجمے

فرعون آمن ام حت کی تعلیمات کے انگریزی اور دوسری زبانوں میں بہت سے تراجم ہو چکے ہیں اور یہ ترجمے ایک دوسرے سے کافی مختلف

بھی ہیں اس لئے کہ مترجمین اور محققین نے اپنے تراجم کے لئے ان تعلیمات پر مبنی مختلف نوشتے پیش نظر رکھے۔ اختلاف اس لئے بھی ہے کہ متعدد جملوں کا مفہوم و مطلب ماہرین نے مختلف انداز سے سمجھا۔ یہ صورت حال صرف "آمن ام حت کی تعلیمات" ہی کے سلسلے میں نہیں تقریباً پورے ہی مصری ادب کا ترجمہ کرتے وقت پیش آئی۔

فرعون آمن ام حت کی ان تعلیمات کو کئی لحاظ نہ صرف مصری بلکہ عالمی لٹریچر میں انتہائی اہم و مخصوص مقام حاصل ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر میں بہت سارے محققین و مترجمین کی کاوشوں کی مدد سے ان تعلیمات کو الگ الگ پیش کر رہا ہوں۔ پہلا اور مکمل و مفصل ترجمہ زیادہ تر بعد کے اور جدید ماہرین کے ماخذوں پر مبنی ہے اور دوسرے مختصر ترجمے میں میں نے ان محققین کو پیش نظر رکھا ہے تو تقریباً سب کے سب ۱۹۴۰ء سے پہلے کے ہیں۔

فرعون آمن اُم حَت کی تعلیمات

تخلیقی قدامت :- ۴۰۰۰ برس

تحریری قدامت :- ۳۵۰۰ برس

تعلیماتِ[1] کا آغاز — جو بالائی اور زیریں مصر کے بادشاہ[2] سلامت! سحتپ اب را[3] کے بیٹے[4] آمن اُم حَت[5] فاتح[6]

---

[1] افاکنر نے لفظ "بادشاہ" کے ساتھ "آنجہانی (متوفی)" بھی ترجمہ کیا ہے، یعنی "آنجہانی بادشاہ"۔ [2] سحتپ اب را: فرعون آمن اُم حَت اول کا سرکاری نام۔ "سحتپ اب را" کے معنی ہیں "وہ جو سورج (دیوتا) را کے دل کو سکون دیتا ہے"۔ [3] را کا بیٹا: فرعون آمن حَت اول کو سورج دیوتا را کا بیٹا کہا گیا ہے۔ [4] فاتح: "فاتح" کی جگہ "حق بجانب" یا "راست رو" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ متعدد مترجمین نے "فاتح" یا "کامران" سے مراد "متوفی" (مرنے والا) لی ہے اور یوں انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ بارہویں خاندان کا بانی فرعون آمن اُم حَت اول تو سازش کے تحت قتل کیا جا چکا تھا اور یہ تعلیمات اس کے فرعون بیٹے سن اُسرت اول نے باپ کے مرنے کے بعد نظم کرا کر اس سے منسوب کر دیں۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں کہہ چکا ہوں کہ مجھے اس نظریئے سے اختلاف ہے۔ لفظ "فاتح" یا "حق بجانب" پر "متوفی" کا اطلاق کرنے کے بارے میں ماہرین نے خوب بحث کی ہے۔ علاوہ ازیں اس امکان کا بھی اظہار کیا گیا ہے کہ "متوفی" کا لفظ ان تعلیمات پر مبنی بعد کے زمانوں میں تیار کی جانے والی کسی نقل میں شامل کر دیا گیا ہو۔

نے دیں، جب (وہ) اپنے بیٹے آقلئے کل[5] کو سچی باتیں[6] بتاتے ہوئے بولا۔ اس[7] نے کہا:۔

اے تو! جو دیوتا کی طرح ظاہر[8] ہوا ہے۔ جو کچھ میں تجھے کہوں گا اس پر کان دھر، تاکہ تو ملک کا بادشاہ بنے، اور دریا کے کناروں[9] پر حکومت کرے، تاکہ تو خوش بختی کی فراوانی حاصل کرلے۔ اپنے

ھ۵ آقلئے کل:۔ آمن ام حت اول کے سب سے بڑے بیٹے (ولی عہد) کو آقلئے کل کہا گیا ہے۔ ھ۶ سچی باتیں بتاتے ہوئے:۔ سچی باتوں کی جگہ "سچائی کا پیغام" اور "سچائی کا خواب" بھی ترجمہ کیا گیا ہے اور "سچائی کا الفاظ" بھی ترجمہ ہوا ہے۔ ان تراجم کی رو سے مطلب یہ ہوا ——— "متوفی فرعون (آمن ام حت) کی طرف سے زندہ فرعون (سن اُسرت اول) کے لئے ان تعلیمات پر مبنی الفاظ" ——— یعنی یہ کہ آمن ام حت نے اپنے قتل کے بعد یہ تعلیمات اپنے بیٹے سن اُسرت کو خواب میں یا بطور الفاظ کے ذریعے دیں۔ اس مسئلے پر ڈی گن نے جنرل آف ایجپشن آرکیالوجی جلد نمبر ۱۶، ۱۹۳۱ میں (صفحہ نمبر ۲ تا نمبر ۵) پر خوب بحث کی ہے۔ ھ۷ اس نے کہا:۔ فرعون آمن ام حت نے کہا ھ۸ یعنی ولی عہد سن اُسرت بادشاہ بن گیا ہے۔ گوئیڈک وغیرہ نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ جیسے ولی عہد سن اُسرت کے بادشاہ بننے کی طرف اشارہ نہیں بلکہ فرعون آمن ام حت اول کے مرجانے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی فرعون آمن ام حت اول مرنے کے بعد دیوتا کی طرح آسمان پر چلا گیا ہے اور وہاں سے سن اُسرت سے مخاطب ہے اگر یہ مطلب لیا جائے تو سن اُسرت سے آمن ام حت کا خطاب بالکل ہی اچانک اور بے ربط بن کر رہ جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ "میں (آمن ام حت اول مرنے کے بعد) دیوتا کی طرح اوپر چلا گیا ہوں۔ اور تو میری بات سُن" ——— اس طرح تو صرف یہ بات رہ جاتی ہے کہ "میری بات سُن" اس صورت حال میں ان منظوم تعلیمات کا متعلقہ مصرعہ "غیر متوازن" ٹھہرتا ہے۔ گوئیڈک کے برعکس ہیلک (HELCK) نے "اٹھ گیا ہوں یا اوپر چلا گیا ہوں" کی جگہ "اُٹھ" ترجمہ کیا ہے۔ یعنی سن اُسرت سے خطاب کرتے ہوئے آمن ام حت نے کہا یہ ہے کہ "دیوتا کی طرح اُٹھ اور میری بات سُن" مطلب یہ کہ "دیوتا کی مانند بادشاہ بن اور میری بات سُن"۔ ھ۹ دریا کے کناروں:۔ نیل کے دونوں کناروں پر واقع بالائی اور زیریں مصر یعنی پورا ملک مصر۔

تمام ماتحتوں سے الگ تھلگ رہ جن کی کوئی حیثیت نہیں[11]۔ جن کی سازش سے کوئی آگاہ نہیں ہوتا۔[12] ان کے پاس اکیلا مت جا۔ کسی بھائی پر بھروسہ[13] مت کر۔ کسی کو دوست مت بنا۔ کسی کو اپنا مقرب مت بنا۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

جب تو سونے لگے، اپنے دل کی حفاظت خود کر، کیونکہ مصیبت کے دن کوئی ساتھ نہیں دیتا۔ میں نے محتاجوں[13] کی ضرورت پوری کی۔ یتیموں کی پرورش کی۔ جس کے پاس کچھ نہیں تھا میں نے اسے (دولت) کے حصول میں مدد دی، اس شخص کی طرح جو دولت مند تھا۔

لیکن جس نے میری روٹی کھائی اسی نے (میرے خلاف) بغاوت کی۔ جس شخص پر اعتماد کیا[14] اسی نے اس (اعتماد) کو سازش کے لئے استعمال کیا۔ جو لوگ میرے (عنایت کردہ) بہترین کتان (کے کپڑے) پہنتے تھے انہوں نے مجھے ان لوگوں کی طرح دیکھا جن کے پاس یہ کپڑے نہیں تھے[15] اور ان (کپڑوں) پر میری خوشبو ملتے تھے، انہوں نے (میرے نیچے؟) پانی انڈیلا۔[16]

---

[11] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "اپنے ماتحتوں سے چوکس رہ......" مطلب ہے کہ جن لوگوں کو کوئی نہیں جانتا وہ خطرناک ہوتے ہیں کیونکہ وہ خفیہ طور پر سازش تیار کر سکتے ہیں۔ [12] ایک اور ترجمہ: "اپنے دل میں بھائی کو جگہ مت دے" [13] محتاجوں: غریبوں، فقیر یا سائل بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [14] "جس شخص پر میں نے اعتماد کیا": اس جگہ جو اصل مصری عبارت آئی ہے اسکا لفظی ترجمہ یوں ہے: "وہ جسے میں نے اپنے ہاتھ تھمائے"۔ [15] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "جو میرے نفیس کتان (کے کپڑے) پہنتے تھے وہ مجھے یوں دیکھتے جیسے وہ ضرورت مند تھے"۔

[16] اس طرزِ عمل یعنی پانی انڈیلنے کی اہمیت کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ مصریوں کے نزدیک کیا تھی؟ کیا یہ کوئی محاورہ یا استعارہ و تشبیہ تھی؟ ــــ سیاق و سباق سے یوں لگتا ہے جیسے یہ عنایات و نوازشات کے بدلے کوئی انتہائی احسان فراموشی پر مبنی فعل ہو یا پھر بدتمیزی پر مبنی کوئی گندی یا فحش حرکت ہو۔ بہر حال پانی انڈیلنے سے مراد کوئی غلیظ کوئی گھٹیا کام یا حرکت بھی ہو سکتی ہے۔ اصل فقرہ متن میں مسخ ہو کر رہ گیا ہے جس کی تحقیقی طور پر اس کا صحیح صحیح ترجمہ اور مفہوم معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ "میرے نیچے؟" بھی ترجمہ قیاسی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جادو پر مبنی کسی رسم میں پانی انڈیلا جاتا ہو اور اس طرح مخالف کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہو، چنانچہ ہو سکتا ہے کہ امن ام حت نے اسی مخالفانہ جادوئی رسم کا ذکر کیا ہو۔

میرے مجسمے زندہ لوگوں میں ہیں اور زندانوں میں (میرے مجسمے لوگوں میں ہیں[۱۸] (اس کے باوجود؟) انہوں نے میرے خلاف سازش کی (؟) جس کے بارے میں سُنا نہیں گیا۔[۱۸] اور ایک سخت مقابلہ (ہوا) جو نظر نہیں آسکا[۱۹] ــــ لوگ مقابلہ کی جگہ[۲۰] پر لڑے اور کل کو بھول گئے[۲۱] جو شخص اس وقت باخبر نہیں ہوتا جب اسے باخبر ہونا چاہیئے۔ اسے خوش بختی کبھی نصیب نہیں ہوتی۔[۲۲]

---

۱۸ یعنی فرعون آمن ام حت اول کی لوگ استقدر تنظیم کرتے تھے کہ اسکے مجسمے بناتے اور زندانوں میں اسکا حصہ کہتے یعنی اسکے لئے نذرانے چڑھاتے ۱۸ یعنی فرعون آمن ام حت کیخلاف قاتلانہ سازش کے بارے میں کسی کو کچھ پتہ نہیں چل سکا اور کسی نے فرعون کو اس سازش کے بارے میں نہیں بتایا۔ ۱۹ غالباً سازشیوں اور اکیلے آمن ام حت کے درمیان لڑائی کیطرف اشارہ ہے جو اس فرعون کی خوابگاہ میں قاتلانہ حملے کے دوران لڑی گئی اور جسکا اسوقت کسی کو علم نہیں ہو سکا۔ ۲۰ مقابلے کی جگہ" لفظی ترجمے کیمطابق وہ جگہ جہاں سانڈوں کی لڑائی کے مظاہرے ہوتے تھے۔ ۲۱ یعنی سازشیوں اور فرعون آمن ام حت پر قاتلانہ حملہ کرنیوالوں نے اس (آمن ام حت) کے کارہائے نمایاں اور اچھے کام بھلا دیئے۔ ۲۲ یہاں فرعون آمن ام حت کی مراد غالباً اپنی ذات سے ہے کہ اسے سازش کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا اسی لئے خوش بختی اس کے ساتھ نہ تھی۔ ۲۳ اس پیراگراف کے متن اور تراجم اس طرح ہیں ــــ یہ پہلے مترجمین نے کئے ہیں جو اب بھی زندہ ہیں:-

"تم میرے زندہ سرداروں! لوگوں میں میرے رفیقو! میرے لئے ماتم کرو، ایسا کہ سُننے میں نہ آیا ہو، کیونکہ اتنی زبردست لڑائی اب تک دیکھنے میں نہیں آئی۔ اگر کوئی ماضی کو بھلا کر اکھاڑے میں لڑتا ہے تو وہ کامیاب نہیں ہوگا جو اس بات کو نظر انداز کرے جو اسے جاننی چاہیئے"ــــ

"وہ میرے زندہ ...... تم جو فانی (لوگوں) میں میرے شریک ہو۔ تم میرے لئے ایسا ماتم کرو جیسا کبھی سنا نہ جا سکے کیونکہ لڑائی کا ایک بڑا زبردست حصہ دیکھا نہیں جا سکتا۔ بے شک انسان کل کو بھول کر اکھاڑے میں لڑتا ہے۔ لیکن جو شخص وہ کچھ نہیں جانتا جو اسے جاننا چاہیئے۔ اسے کوئی خوشی نہیں مل سکتی ــــ"

"اے تم میری زندہ شبیہو لوگوں میں میرے جانشینو! میرے لئے ایسا عزاداری ماتم کرو کہ اس جیسا پہلے سُنا نہ گیا ہو۔ ایک ایسی بڑی زبردست لڑائی جو دیکھنے میں آئی ہو۔ کیونکہ لوگ اکھاڑے میں لڑتے ہیں اور ماضی بھلا دیا جاتا ہے نیکی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی جو اسے نہیں جانتا جسے اسے جاننا چاہیئے ــــ"

شام کے کھانے کے بعد رات ہو گئی[۲۲] میں گھڑی بھر کے لئے آرام کو چکا تھا اور اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا، کیونکہ میں تھکا ہوا تھا اور میرا دل میرے لئے نیند کے پیچھے چلنے لگا[۲۳]۔ مجھے یوں لگا جیسے ہتھیار چل رہے ہیں اور جیسے کسی نے میرے بارے میں پوچھا[۲۴]۔ میں صحرائی سانپ کی طرح ہو گیا[۲۵]۔ میں تن تنہا لڑنے کے لئے اٹھا[۲۶] اور مجھے پتہ چلا کہ محافظوں میں دست بدست لڑائی ہو رہی ہے۔ اگر میں جلدی سے ہتھیار اپنے ہاتھ میں لے لیتا تو میں بزدلوں کو جلدی سے مار بھگا دیتا[۲۷]۔ مگر رات کو کوئی دلیر نہیں ہوا کرتا اور کوئی اکیلا نہیں لڑ سکتا اور کامیابی تیرے بغیر نہیں

---

[۲۲] یہاں سے اصل مصری عبارت نثر میں شروع ہوتی ہے۔ [۲۳] یعنی فرعون آمن ام حت اول کو نیند آنے لگی۔ اس پیرے میں فرعون پر قاتلانہ حملے کا بیان ہے گو یہ بیان ذرا مفصل تو نہیں مگر فاکنر کی رائے میں قاتلانہ حملہ کامیاب رہا۔ اور اسے ہلاک کر دیا گیا۔ لیکن جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ مجھے اس بات سے اختلاف ہے۔ میرے نزدیک فرعون فوری طور پر ہلاک نہیں ہوا۔ بلکہ چند دن ضرور زندہ رہا۔ اور اسے اپنے ولی عہد بیٹے سن اُسرت اول کے لئے یہ تعلیمات یا نصیحتیں قلم بند کرانے کا موقع مل گیا گو اسے یقین تھا کہ وہ زندہ نہیں بچے گا۔ [۲۴] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ یوں ہے: "میری حفاظت کرنے والے ہتھیار میرے خلاف ہو گئے"۔ اس پیراگراف میں فرعون آمن ام حت رات کے وقت اپنے اوپر قاتلانہ حملے کا حال بیان کر کے اظہار مایوسی کرتا ہے یوں لگتا ہے کہ گویا اس کے محافظ بھی اس سازش میں شریک تھے۔ [۲۵] اس فقرے کا ایک ترجمہ: "میں نے صحرائی سانپ کی طرح ردِ عمل کا اظہار کیا" یعنی دم سادھے پڑا رہا یعنی چوکنا رہا۔ ارمن نے اس فقرے کا ترجمہ یوں کیا ہے ——— "میں صحرائی سانپ کی طرح بن گیا"۔ ارمن کے خیال میں اس فقرے کا مطلب یہ ہے کہ فرعون صحرائی سانپ کی طرح اٹھ کھڑا ہو۔ [۲۶] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ——— "کیونکہ میں لڑائی کی وجہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور میں اکیلا تھا" ——— [۲۷] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "میں نے جلدی سے ہتھیار اپنے ہاتھ میں لے لئے؛ میں نے دغابازوں کو پیچھے دھکیل دیا"۔

مل سکتی تھی جو میری حفاظت کرتا ہے[۲۸]

دیکھ خونریزی اس وقت ہوئی جب[۲۹] تو میرے پاس نہیں تھا جب[۳۰] درباریوں نے ابھی یہ نہیں سنا تھا کہ میں اقتدارِ اعلیٰ تجھے سونپ رہا ہوں[۳۱] جب میں ابھی تیرے ساتھ بیٹھا نہیں تھا کہ تجھے مشورے دوں[۳۲]۔ کیونکہ میں اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس کی توقع نہیں تھی

ف۲۸ آخری فقرے کا ایک اور ترجمہ ــــ "اور مددگار کے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی ــــ ولسن نے اس فقرے سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آمن اُم حت اوّل پر قاتلانہ حملہ کامیاب رہا تھا۔ لیکن آگے کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آمن اُم حت کے ساتھ ولی عہد شاہزادہ سن اسرت حکمرانی میں شریک نہیں ہوا تھا اگر یہ صحیح ہے تو پھر یہ قاتلانہ حملہ فوری طور پر کامیاب نہیں ہوا تھا۔ یہاں فرعون آمن اُم حت نے اس خدشے کا بھی اظہار کیا ہے کہ اگر ولی عہد سن اُسرت کو حکومت میں اپنا شریک نہیں کیا تو اس پر مزید قاتلانہ حملے ہوں گے۔ ف۲۹ اس فقرے کے مختلف ترجمے ہوئے ہیں "دیکھ مجھے زخم اس وقت لگے جب تو پاس نہیں تھا" "دیکھ گزند پہنچانے والی بات اس وقت ہوئی جب تو پاس نہیں تھا" "دیکھ گھناؤنی بات اس وقت ہوئی جب تو پاس نہیں تھا"۔ ف۳۰ پاس نہیں تھا: جب فرعون آمن اُم حت اول پر قاتلانہ حملہ ہوا ولی عہد سن اُسرت دارالحکومت میں باپ کے پاس نہیں تھا بلکہ لیبیا کے خلاف کامیاب مہم سے لوٹ رہا تھا اور اپنے ملک یعنی مصر میں داخل ہو چکا تھا۔ مگر دارالحکومت سے دور تھا۔

ف۳۱، ف۳۲ "جب درباریوں نے ابھی ... تجھے مشورے دوں"۔ ــــ ان فقروں سے مختلف مطالب اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ ایک تو یہ اس قاتلانہ حملے کے وقت فرعون آمن اُم حت اول نے درباریوں کے سامنے اپنے ولی عہد بیٹے سن اُسرت کو شریک حکومت کرنے کا اعلان نہیں کیا تھا۔ یعنی سن اُسرت کی باپ کے ساتھ حکومت میں شرکت کا باضابطہ اعلان نہیں کیا گیا اس مطلب یہ ہوا کہ قاتلانہ حملہ فرعون کی موت سے کئی سال پہلے ہوا تھا اور فرعون اس ناکام حملے سے بچ نکلنے کے بعد آٹھ دس برس تک حکومت کرتا رہا؛ دوسرا مطلب یہ لیا جا سکتا ہے کہ آمن اُم حت پہلے ہی اپنے بیٹے سن اُسرت اول کو شریک حکومت کر چکا تھا لیکن اب وہ اس کے حق میں تخت سے دستبردار ہونا چاہتا تھا لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہناتا محلاتی سازش کے ذریعے اسے قتل کر دیا گیا۔ اڈمن نے

باقی حاشیہ اگلے صفحے پر

خدام کی کاہلی کا پہلے سے اندازہ نہیں تھا۔[۳۳]
کیا کبھی عورتیں لڑائی کے لئے صف آرا ہوئی ہیں؟[۳۴] کیا باغیوں کو محل میں خوراک دی جاتی ہے؟[۳۵]
کیا کوئی (شخص) زمین پر تباہی لانے والا پانی چھوڑتا ہے اور لوگوں کو ان کی پیداوار سے محروم

"جب درباریوں نے ابھی ...... اقتدار اعلیٰ سونپ رہا ہوں" سے مطلب یہ نکالا ہے کہ آمن ام حت پہ قاتلانہ حملہ کسی ایسے شخص نے کیا تھا جو چاہتا تھا کہ بیٹا جلد از جلد تخت شاہی پر بیٹھ جائے، یعنی ولی عہد شاہزادے سن اُسرت جلد فرعون بن جائے جو بھی ہو ارمن کا یہ خیال ہے دلچسپ اگر ہم اسے مان لیں تو پھر گویا سن اسرت کے بھی باپ کے قتل میں ملوث ہونے کا امکان تو موجود ہے۔

ص۳۳ "....جب میں (ابھی) تیرے ساتھ ...... کاہلی کا علم نہیں تھا" ان فقروں کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے۔ "جب ابھی میں تیرے ساتھ نہیں بیٹھا تھا چنانچہ میں تجھے اچھی نصیحت کروں گا، کیوں کہ میں نہ تو ان (درباریوں) سے ڈرتا ہوں اور نہ ان کے بارے میں سوچتا (رہتا) ہوں۔ مجھے ملازموں کی کاہلی کا علم نہیں تھا" اس آخری فقرے کا لفظی ترجمہ یوں ہے۔ "میرے دل نے ملازموں کی کاہلی (کا تصور) قبول نہیں کیا تھا" اسی فقرے کا ایک اور ترجمہ ۔۔۔ "اور میں نوکروں کی کاہلی کے سامنے بے بس ہوں" ـــــ ان فقروں میں ایک فقرہ یا مصرعہ "کیونکہ میں نہ تو ان سے ڈرتا ہوں" آیا ہے اس کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے "میں اُن سے خائف نہیں تھا" اس کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آمن ام حت اپنے گھرانے کے افراد سے سازش وغیرہ کے بارے میں قطعاً فکر مند نہیں تھا۔ ص۳۴ یہاں سے تعلیمات پھر منظوم صورت میں شروع ہو جاتی ہیں بہر حال یہاں فرعون آمن ام حت کا مفہوم یہ ہے کہ عام حالات میں کوئی یہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ عورتیں لڑاکا فوجوں کی صف آرائی کریں گی پھر وہ (آمن ام حت) کیسے سوچ سکتا تھا کہ اسی کے حرم کی عورتیں اس کے خلاف مسلح سازش پھر کا بیٹھیں گی۔ اس فقرے اور آگے فقرے سے یوں لگتا ہے کہ فرعون آمن ام حت اول کے قتل کی سازش میں عورتیں بھی شریک تھیں اور غالباً ان سے اس حقیقت کا اظہار بھی ہوتا ہے کہ فرعون کے قتل کی سازش محل ہی میں تیار ہوئی تھی اور ان دونوں سوالیہ فقروں میں آمن ام حت نے اس محلاتی سازش پر جھلاہٹ کا اظہار کیا ہے۔ ص۳۵ اس فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے "کیا فسادیوں کو کسی گھر میں روٹی کھلائی جاتی ہے"؟ "کیا گھر میں "نازعہ پالا جاتا ہے"؟ ـــــ

کرتا ہے ؟ کیا لوگوں کو ان کے کاموں کی وجہ سے[37] بے وقوف بنایا گیا ؟ میری پیدائش کے وقت سے[36] رہی ، بدقسمتی میرے پیچھے نہیں آئی ۔[38] میری طرح دلیرانہ کارنامے انجام دینے والے کی حیثیت سے کسی نے شہرت نہیں پائی ۔[39]

میں نے یبو[40] تک سفر کیا ۔ میں واپس ڈیلٹا لوٹا ۔[41] میں ملک کی سرحدوں پر کھڑا ہو گیا اور اس کی احاطہ بندی کا معائنہ کیا ۔[42] میں نے اپنے قوی بازو اور اپنی فطرت کے باعث اپنی طاقت کی

ف[36] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ہے " کیا پانی کھول دیئے جاتے ہیں یا مٹی کے کنارے توڑ دیئے جاتے ہیں ؟ " — مطلب یہ کہ کیا لوگ جان بوجھ کر آبپاشی نہریں توڑ دیتے ہیں کہ کاشت شدہ یا زیر کاشت اراضی کو نقصان پہنچے اور پیداوار نہ ہو — اس فقرے میں فرعون آمن ام حت اول کے اچھے اور سودمند کاموں اور کارناموں کو استعاراتی انداز میں سرزمین مصر کے لئے فائدہ مند آبپاشی نہر قرار دیا گیا ہے یعنی یہ کہ آمن ام حت مصر کے لئے آبپاشی نہر کی طرح فائدہ بخش حیثیت کا حامل تھا اور اس کے خلاف بغاوت اس آبپاشی نہر میں نقصان دہ شگاف ڈالنے کے مترادف ہے ۔ ف[37] ان کے کاموں ، سازشیوں کی کرتوتوں سے مطلب ہے ۔ ف[38] اس فقرے کا رواں ترجمہ : میری پیدائش کے وقت سے ہی مجھے بدقسمتی سے واسطہ نہیں پڑا ۔ ف[39] یہاں سے فرعون آمن ام حت اول اب اپنے کارنامے گنوانے لگا ہے ۔ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ : کارنامے انجام دینے والے کی حیثیت سے کوئی میرا ہمسر نہیں تھا ۔ مطلب یہ کہ خوش بختیوں ، دلیری اور دلیرانہ کارناموں کے سبب کوئی وجہ ہی نہیں تھی کہ آمن ام حت کو یہ خیال تک گذرتا کہ کوئی اس سے نجات پانا چاہے گا بہرحال یہاں آمن ام حت ایک طرح کا گلہ کر رہا ہے کہ اس تمام تر کا جواب انتقام و انصرام کا صلہ لے ملا گیا ؟ محض ناشکری ، ف[40] ڈیبو/ ابو ، جنوب میں سرحدی شہر ۔ ف[41] یہاں آمن ام حت نے دراصل اپنی مملکت کے آخری جنوبی حد تک بڑھنے کا اشارہ کیا ہے ۔ ف[42] اس فقرے کا ایک ترجمہ : " نیچے ساحلی جھیلوں تک بڑھتا چلا گیا ۔ " — " میں نے ڈیلٹائی دلدلوں تک کا علاقہ حاصل کر لیا ۔ " یہاں آمن ام حت نے اپنی مملکت کی آخری شمالی حد تک بڑھ جانے کا ذکر کیا ہے ۔ ف[43] اس فقرے کا اور ترجمہ : " میں ملک کی سرحدوں پر کھڑا ہوا اور اس کے اندرونی علاقوں کا معائنہ کیا ۔ " مطلب یہ کہ آمن ام حت نے اپنی مملکت کی شمالی اور جنوبی سرحدوں پر امن و امان قائم کیا ، نظم و نسق قائم کیا ۔

حدود حاصل کرلیں[43]۔ میں وہ تھا جس نے جَو پیدا کیا اور اناج[44] سے محبت کرتا تھا[45]۔ نیل[46] مجھے ہر کھلے میدان میں تعظیم دیتا تھا[47]۔ میرے برسوں[48] میں کوئی بھوکا نہیں تھا۔ کوئی ان میں[49] پیاسا نہیں تھا[50]۔ جو کام میں نے سرانجام دیتے ان کی وجہ سے لوگ امن وچین سے رہتے تھے اور میری باتیں کرتے تھے[51]، کیونکہ میں نے جس بات کا بھی حکم دیا، وہ اسی طرح تھی جس طرح ہونی چاہیئے تھی[52] ——
میں نے شیروں کو زیر کیا، میں نے مگرمچھوں کو پکڑ لیا[53] ——

ﺣﺪ۴۳ اس فقرے کا اور ترجمہ :" میں نے اپنی قوت اور دلیری کے بل پر اپنے اقتدار کی سرحدوں کو وسعت دی" "میں اپنے قوی بازو اور بنفسِ نفیس مسلح علاقے کی حدود تک پہنچ گیا"— "مسلح علاقہ" (اپنی محفوظ سرحدوں میں ملک مصر کا ایک وصفی نام —— اسی فقرے کا ایک اور ترجمہ :" اپنی قوت اور اپنے کارہائے نمایاں کی وجہ سے میں قلعوں کی سرحدوں تک جا پہنچا ——" ویسے دلچسپ بات یہ ہے کہ متعلقہ الفاظ یا لفظ کے مسخ ہو جانے کے باعث "ہیلک" (HELCK) نے قلعوں کی جگہ ستاروں کا مشہور جھمکا "دُب اکبر" ترجمہ کیا ہے۔ ﺣﺪ۴۴ اناج :۔ اصل عبارت میں اناج کی بجائے اناج کے دیوتا "نیپری" کا نام آیا ہے۔ ﺣﺪ۴۵ آمن اَم حَت اناج دیوتا سے محبت اس لئے کرتا تھا کہ نیپری (اناج دیوتا) اس کے لئے مصر میں بھرپور انداز میں فصلیں اگاتا تھا۔ اس فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے —— "میں اناج اگاتا تھا اور نیپری کا محبوب تھا۔" ﺣﺪ۴۶ اصل عبارت میں "نیل" کی بجائے لفظ "ہاپی" آیا ہے۔ "ہاپی" دریائے نیل کے دیوتا کا نام بھی تھا اور دریائے نیل کو بھی کہتے تھے۔ ﺣﺪ۴۷ مطلب اس فقرے کا یہ کہ دریائے نیل کا سیلاب انتہائی دور دراز علاقوں تک پہنچتا تھا۔ ﺣﺪ۴۸ "میرے برسوں میں" :۔ میرے دورِ حکومت میں۔ ﺣﺪ۴۹ "ان میں" :۔ برسوں میں یعنی آمن اَم حَت کے دورِ حکومت میں۔ ﺣﺪ۵۰ یہاں آکر "ملنگن پیپرس" اس بُری طرح ناقص اور خراب ہو چکا ہے کہ مصرعوں یا سطروں کے بس شروع کے ہی الفاظ بچے ہیں۔ چنانچہ بعد کے ناقص اور ادھورے نوشتوں کی مدد سے یہ "تعلیمات" آخر تک مکمل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ﺣﺪ۵۱ یعنی فرعون آمن اَم حَت اول کی تعریف کرتے تھے۔ ﺣﺪ۵۲ مطلب یہ کہ ہر کام موزوں اور مناسب تھا۔ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ "میں نے ہر چیز کو اس کی صحیح جگہ پر رکھا۔" ﺣﺪ۵۳ شیروں اور مگرمچھوں سے مراد غالباً غیر ملکی اقوام سے ہے۔

میں نے واوَت کے لوگوں کو کچل ڈالا، اور مَدجوئی[۵۵] کے لوگوں کو گرفتار کیا۔ میں نے بدوؤں کو کتوں کی طرح چلایا[۵۶] ____

میں نے اپنے لئے سونے سے مرصّع گھر تعمیر کرایا[۵۷]۔ اس کی چھت لاجورد کی[۵۸]، اس کی دیواریں چاندی کی، فرش دیکمر کی لکڑی کے، اور دانے تانبے کے اور دروازوں کی کنڈیاں کانسی کی ہیں۔ یہ ابد تک قائم رہنے کے لئے بنایا گیا ہے[۵۹]۔ اور سدا کے لئے تیار کیا گیا ہے[۶۰]۔ میں اس کی تمام حدود سے آگاہ ہوں کیونکہ میں آقائے کل ہوں[۶۱] ____

---

[۵۴] واوَت : اسے 'واوا' بھی پڑھا گیا ہے : نوبیا، والوں سے مراد ہے۔ نوبیا کا علاقہ مصر کے جنوب میں تھا۔ [۵۵] مدجوئی : اسے 'مَدجے' اور 'متوئی' بھی پڑھا گیا ہے۔ مدجوئی سے مراد بھی نوبیا کے لوگوں سے ہے۔ بہر حال واوَت اور مدجوئی مصر سے جنوب میں رہنے والوں کو کہا گیا ہے [۵۶] مطلب کہ فرعون آمن ام حت نے ایشیائی بدوؤں کو گھر یلو کتوں کی طرح اپنا مطیع بنایا [۵۷] گھر : محل۔ کچھ محققین نے مقبرہ بھی مراد لیا ہے [۵۸] یعنی کمروں کی چھتوں میں ایسا رنگ روغن اور نقش و نگار بنائے گئے کہ چھتیں آسمان معلوم ہوں۔ ویسے اس فقرے کا لفظی مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے یعنی یہ کہ فرعون آمن ام حت کے دعوے کے مطابق محل کی چھتیں لاجورد سے بنائی گئی تھیں [۵۹] یہ محل یا مقبرہ [۶۰] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ : یہ لامتناہی وقت کے لئے بنائی گئی ہیں اور ابدیت اس سے خائف ہے" یعنی مقبرہ، اسکی چھتیں، دیواریں، فرش، دانے اور کنڈیاں کبھی تباہ نہیں ہونگی [۶۱] اسکی : محل کی، مقبرے کی ؛ [۶۲] آمن ام حت کی ان تعلیمات پر مبنی جتنے بھی نوشتے ملے ہیں ان سب میں یہ فقرہ ناقص صورت میں ہے۔ بہر حال اس فقرے کا مفہوم غالباً یہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ فرعون آمن ام حت تا ابد آقا و مالک ہے، اسلئے وہ یہ جانتا ہے کہ اس کا یہ محل کب تک برقرار رہے گا۔ ویسے اس فقرے کے مختلف تراجم کئے گئے ہیں : "میں جانتا ہوں کہ کیونکہ میں اسکا مالک ہوں" یعنی فرعون آمن ام حت اس محل کا مالک ہونے کی وجہ سے محل تمام رہنے کی مدت وغیرہ سب کچھ جانتا ہے۔ اسی فقرے کا ایک اور ترجمہ : "مجھے معلوم ہے کہ اس (محل) کا مالک آقائے کل ہے"۔ ڈاکٹر کے خیال میں اس فقرے میں فرعون آمن ام حت نے کہا ہے کہ اسکا ولی عہد بیٹا سن اُسرت اس محل کا واحد مالک ہے۔ دراصل یہاں سے اس تصنیف کے آخر تک مشکل یہ درپیش ہے کہ تمام تر متعلقہ نوشتوں کا آخری حصہ نیم تعلیم مصری طلبا کے ہاتھوں کا لکھا ہوا ہونے کی وجہ سے الجھا ہوا اور گڈمڈ ہو کر رہ گیا ہے اور اسی ناقص حصہ پر ہمیں تقریباً تمام تر انحصار کرنا پڑتا ہے چنانچہ اصل متن کا مفہوم یا نتیجہ : تو پوری طرح نتیجہ خیز نکالا جا سکتا ہے اور نہ ہی مربوط۔

دیکھ گلیوں میں بہت نفرت ہے۔ عقلمند کہتا ہے "ہاں" بیوقوف کہتا ہے "نہیں" کیونکہ کسی کو تیری موجودگی کے بغیر، یہ معلوم نہیں۔[۶۳] سن اُسرت، میرے بیٹے! اب، جبکہ میرے پاؤں جدا ہوتے ہیں، تو میرا اپنا دل ہے۔[۶۴] میری آنکھیں تجھے دیکھتی ہیں۔ شمسی مخلوق[۶۴ ب] کی موجودگی میں تو پُرمسرت گھڑی میں پیدا ہوا تھا اور انہوں نے تیری مدح میں گیت گائے تھے۔[۶۵]

---

[۶۳] جیسا کہ میں نے گذشتہ حاشیے میں کہا ہے کہ اس تصنیف کا آخری حصہ ناقص اور بہت حد تک ضائع ہو جانے کے سبب بہت غیر مربوط، خاصا ناقابلِ فہم اور الجھ کر رہ گیا ہے اسی لئے مختلف فقروں کے تراجم محققین نے اپنی صوابدید کے مطابق کئے ہیں گو انہوں نے مختلف متعلقہ نوشتوں سے ممکنہ حد تک مدد لی ہے چنانچہ ان فقروں کے بھی کئی ترجمے کئے گئے ہیں "گلیوں میں بہت باتیں بنائی جاتی ہیں۔ میں جانتا ہوں "ہاں" — اور اسکی خوبصورتی کی وجہ تلاش کرتا ہوں کیونکہ اسے یہ علم نہیں" — "گلیوں میں بہت ہی بھیل گوئی کی جاتی ہے۔ عقلمند آدمی اسکی وجہ نہیں جاننے کیلئے "ہاں" کہتا ہے کیونکہ اسے تیرے دیدار سے محروم ہو کر اسے آگاہی نہیں ہوتی — " ایک اور ترجمہ دیکھئے — "بیشک گلیوں میں بہت سارے بچے ہیں، عقلمند متفق ہوتا ہے اور حمق "نہیں" کہتا ہے کیونکہ جو یہ نہیں جانتا وہ بصیرت سے محروم رہتا ہے"۔ متن اور حاشیے میں میں نے ان مصرعوں کے مختلف ماہرین کے جتنے بھی ترجمے دئیے ہیں ان سے مربوط اور واضح انداز میں مفہوم پلے نہیں پڑتا حالانکہ اپُوور نامی قدیم مصری دانشور کی تصنیف سے بھی کچھ مصرعوں کا حوالہ زیر بحث مصرعوں میں دیا گیا ہے (اپُوور کی اس تصنیف کا ترجمہ بھی میں نے اپنی اس کتاب کے ایک اور باب میں شامل کیا ہے) — اپُوور کے ان مصرعوں کا حوالہ دینے سے گو مفہوم ایک حد تک نکھرتا ہے مگر پوری طرح واضح پھر بھی نہیں۔ اپُوور کے یہ مصرعے یوں ہیں — " کیونکہ — بیقیناً — امراء کے بچے گلیوں میں پھینک دئیے گئے ہیں جس شخص کے پاس علم ہے وہ کہتا ہے "ہاں" — بیوقوف کہتا ہے "نہیں" جس کے پاس علم نہیں اس کے نزدیک یہ اچھا ہے" — [۶۳] ا۔ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ سن اُسرت، میرے بیٹے! میں تیری ٹانگوں پر چلتا ہوں" یعنی بیٹا سن اُسرت باپ آمن ام حت کا سہارا ہے۔

[۶۴] "شمسی مخلوق" — سورج دیوتا سے متعلق اساطیری مخلوق۔ [۶۵] "سن اُسرت، میرے بیٹے! ...... گیت گائے تھے"۔ ان تمام مصرعوں کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے: "شاہ سن اُسرت! میرے بیٹے! تیرے پاؤں چلیں! تو میرے دل میں ہے۔ تجھے خوش آمدید کہنے والے لوگوں کے سامنے پُرمسرت گھڑی کے بیٹے!" — آخری مصرعے کا ایک اور ترجمہ یوں ہے: "جب بچے تیری ستائش کرتے ہیں، ان انہیں لوگوں کے ساتھ آرام (خوشی) کی گھڑی نصیب ہوتی ہے"۔

دیکھ میں نے ابتدا میں کام کیا اور میں تیرے لئے اختتام مقرر کروں گا۔[66] میں وہ ہوں جو اس کی خاطر ساحل پر آئے گا جو میرے دل میں ہے۔[67] تو دیوتا کے ایک بیٹے[68] کا سفید تاج شاہی پہنتا ہے۔[69] تجھے میری عنایت کردہ مُہر اپنی جگہ پر ہے۔ را کی کشتی[70] میں خوشی منائی جا رہی ہے کیونکہ بادشاہت، جو گذشتہ زمانوں میں وجود میں آئی تھی، شفقت سے کام کرنے والے، دلیری سے کام کرنے والے کے ذریعے اب بھی قائم ہے۔[71]

ح۶۶ اس مصرعے کے مزید تراجم — "دیکھ میں نے اختتام کیا ہے اور تو نے اختتام کا انتظام کیا ہے" — "میں نے ماضی کو بنایا ہے اور مستقبل کا انتظام کیا ہے" — "دیکھ! جو کچھ میں نے ابتدا میں کیا ہے آ میں اختتام پر تیرے لئے درست اور ٹھیک ٹھاک کر دوں" یعنی انتظام و انصرام۔ ح۶۷ کسی شخص کی موت کو مصری نرم الفاظ میں مختلف طریقوں سے بیان کرتے تھے انہی میں سے ایک یہ بھی تھا جو اس فقرے میں آیا ہے یعنی "ساحل پر اترنے کی جگہ پہنچایا آنا"، "بندرگاہ پر پہنچایا آنا"۔ بہرحال اس فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ جب آمن ام حت مر جائے گا تو اس کا محبوب بیٹا مطلق انسان فرزند بن جائیگا۔ اس مصرعے کے اور تراجم: "میں نے اپنے دل کی باتیں تجھے دیدیں" "میں ساحل پر آ گیا ہوں...... جو تیرے دل میں ہے......" ولسن نے اس مصرعے کا مفہوم یہ لیا ہے کہ فرعون آمن ام حت کے بیان کے مطابق وہ وفات پا کر اپنے بیٹے سن اسرت کو حکومت سونپ رہا ہے۔ ح۶۸ "دیوتا کا بیٹا"۔ فرعون آمن ام حت نے خود کو دیوتا کا بیٹا کہا ہے۔ ح۶۸ سفید تاج، بالائی مصر کا تاج۔ ح۶۹ اس مصرعے اور اگلے مصرعے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے: "مناسب ہے کہ ایک دیوتا کے بیٹے کیلئے سفید تاج اسطرح رکھ دیا جائے تاکہ جو امور میں نے تیرے لئے شروع کئے تھے وہ اپنی صحیح جگہ پر ہوں۔" ح۷۰ را کی کشتی: سورج دیوتا را کی عظیم الشان کشتی۔ بجرا جسمیں سوار سورج دیوتا را دن میں آسمان کا سفر طے کرتا تھا اس کشتی میں اس کے ساتھ دوسرے دیوی دیوتا اور مرنے والوں کی ارواح بھی ساتھ ہوتی تھیں۔ ح۷۱ شفقت اور دلیری سے کام کرنے والے سے آمن ام حت کی مراد خود اپنی ذات ہے۔ اس مصرعے کے مزید تراجم: "بادشاہت میری موجودگی میں قائم ہوئی اور کوئی ایسا نہیں جو میرے جیسے دلیرانہ کارنامے انجام دیتا" — مطلب یہ کہ آمن ام حت نے فرعون بن کر بادشاہت کو پھر ویسا ہی عروج شان و شکوہ اور استحکام بخشا جو پہلے دورِ انتشار (۲۱۸۱–۲۰۴۰ ق م) سے پہلے تھا — "ماضی میں بادشاہت جیسی تھی اسی طرح اب پھر قائم ہو گئی ہے" — "تیری حکمرانی قدیم زمانوں سے ہی چلی آ رہی ہے۔"

اپنی یادگاریں قائم کر، نلعے تعمیر کر،[ط۲] عقلمند آدمی کے لیے لڑ، کیونکہ وہ تو دبادشاہ سلامت
___ زندگی! خوشحالی! سلامت! صحت![ط۳] ___ کی موجودگی میں لڑنا پسند نہیں کرے گا۔[ط۴]
یہ خوشگوار طور پر اختتام کو پہنچی۔[ط۵]

دُوسرا ترجمہ

بالائی اور زیریں مصر کے شہنشاہ! سحتپ اب را! را کے بیٹے! آمن اُم حت! حق بجانب![ط۱] کی تعلیمات شروع ہوتی ہیں۔

ط۲ اس مصرعے کے مزید تراجم ___ "اپنی یادگاریں قائم کر، اپنے سنگ بست راستے، کو آراستہ کر" راستے سے مراد مقبرے کو جانیوالا راستہ یا سڑک ہے۔ "اپنی یادگاریں مکمل اور پائیدار بنا" ___ ط۳ یہ دعائیہ الفاظ یعنی "زندگی! خوشحالی! صحت!" مصری نوشتوں میں فراعنہ اور شاہی محلات وغیرہ کے لئے لکھے جاتے تھے مطلب ہے: زندگی دراز ہو خوشحال اور صحت مند ہے
ط۴ آخری پیرا یعنی دیکھ میں نے ابتدا ..... پسند نہیں کریگا، تک متن اصل نوشتوں میں اتنا ناقص ادھورا اور مسخ ہو چکا ہے کہ اس کا جس محقق اور مترجم نے جو بھی ترجمہ کیا ہے وہ بہت حد تک قیاسی ہے سو فیصد یقینی نہیں۔ بہر حال "عقلمند آدمی کے لیے لڑ..... لڑنا پسند نہیں کریگا" کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے "میں اسکے خلاف لڑتا ہوں جسے تو جانتا ہے کیونکہ میں نہیں جانتا کہ وہ تجھ بادشاہ سلامت[ط۳] کے پاس ہو زندگی! خوشحالی! صحت!" یہاں آمن اُم حت نے کسی کے خلاف لڑنے کا ذکر کیا ہے وہ شخص کون ہو سکتا تھا جس سے یہ فرعون لڑا۔ کیا وہ ولی عہد سن اسرت کا سوتیلا بھائی تھا اور قصرِ شاہی میں شاہی حرم اور دوسرے افراد آمن اُم حت کو قتل کر کے سن اُسرت کی جگہ اس سوتیلے بھائی کو فرعون بنانا چاہتے تھے؟ ط۵ اکثر مصری نوشتوں میں یہ جملہ لکھا جاتا تھا۔
ط۱ حق بجانب: جس مصری لفظ کا ترجمہ یہاں "حق بجانب" کیا گیا ہے وہ رسمی طور پر مرنے والے کیلئے استعمال کیا جاتا تھا جیسے کہ ہمارے ہاں "مرحوم" استعمال کیا جاتا ہے۔ گو اس میں اصل مصری لفظ کا ترجمہ "حق بجانب" بالکل صحیح تو نہیں ہے تاہم یہ اس کے مفہوم کو کسی حد تک پورا ضرور کرتا ہے۔

اس[1] نے جو سچائی پائی[2] اُسے وہ اپنے بیٹے شہنشاہِ عالم[3] سے یوں بیان کرتا ہے:۔

میرے بیٹے تو دیوتا کی مانند درخشندہ ہے! جو کچھ میں تجھ سے کہتا ہوں دھیان سے سُن تاکہ تو دھرتی پر حکومت کرے، تاکہ تو ملکوں کا بادشاہ[4] بنے، تاکہ تو راہِ راست کی بلندی کو چھو لے[5]۔ اپنے ماتحتوں کے ساتھ سخت رویہ اختیار کر، لوگ تو اس کی سنتے ہیں جو ان میں اپنی دہشت پیدا کرے[6]۔ لوگوں کے پاس تنہا مت جا[7]۔ اپنے دل میں کسی بھائی کی محبت پیدا مت کر، کسی کو دلی دوست نہ بنا۔ کسی سے بہت قریبی تعلق پیدا نہ کر، اتنا کہ جس کی کوئی انتہا نہ ہو ان باتوں کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ جب تو سوئے تو اپنی زندگی کی احتیاط کر، کیونکہ مصیبت کے وقت کام آنے والے دوست کسی کو نہیں ملتے[8]۔ میں نے سائل کی جھولی بھری، میں نے یتیموں کا پیٹ بھرا۔ میں نے کم حیثیت کو بلند منصب والے جیسی ترقی دی[9]۔

لیکن میری روٹی کھانے والوں نے ہی میرے خلاف بغاوت کی سازش کی جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے ترقی دی اسی نے سورش پہ کمر باندھی[10] وہ جو میری دخشی ہوئی (

---

[1] "اس نے" ۔ ولی عہد سن اُسرت کے باپ زعون آمن ام حت نے [2] "سچائی پائی" : "سچی آواز والا" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ یعنی حق گو۔ مصری ہمیشہ مرنے والے کو "حق گو" لکھتے تھے۔ یہاں یہ لفظ یعنی "حق گو" یقیناً اس منشی نے تعلیمات کی اصل عبارت میں شامل کیا تھا جس نے متعلقہ نوشتہ بعد کے زمانے میں قدیم نوشتے سے نقل کیا تھا۔ [3] شہنشاہِ عالم: سن اُسرت [4] ملکوں کا بادشاہ: جنوبی اور شمالی (بالائی اور زیریں) مصر کا بادشاہ [5] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "تاکہ تو بھلائی میں توقع سے بڑھ کر اضافہ کرے"۔ [6] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "ماتحتوں سے اپنی حفاظت کر، ایسا نہ ہو کہ غیر متوقع دہشت انگیز واقعات رونما ہو جائیں"۔ [7] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "ان (لوگوں) کے پاس مت جا کیونکہ تو تنہا ہے"۔ [8] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "کیونکہ برے دن پر انسان کو لوگ میسر نہیں آتے"۔ [9] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "میں نے گمنام کو اسی طرح اہمیت دی جس طرح بہت نامور کو"۔ گویا غریب اور امیر کو یکساں سمجھا۔

[10] ایک اور ترجمہ: "جس کو میں نے اپنے ہاتھ تھمائے اسی نے دہشت پھیلائی"۔

نفیس کتان میں ملبوس رہتے تھے انہوں نے مجھے سائے کی مانند سمجھا[10] اور جو میری عنایت کردہ خوشبوئیں اپنے بدن پر ملتے تھے وہ میرے محل میں گھس آئے۔[11]

ملک بھر کے لوگ میرے مجسمے دیکھتے ہیں اور لوگ میرے کارناموں کی مدح سرائی کرتے ہیں ـــــ مگر میں نے ایک ایسا دلیرانہ کارنامہ سرانجام دیا کہ اس جیسا لوگوں کے سننے میں کبھی نہیں آیا اور ایک ایسے زبردست مسلح مقابلے میں اکیلے فتح پائی جس (مقابلے) کو دیکھنے والا کوئی نہیں تھا ـــــ یقیناً انہوں نے اس بادشاہ کو زدوکوب کر کے گرفتار کرنے کی تمنا کی جس نے انہیں آزادی دلائی تھی[12] ـــــ یقیناً وہ (آدمی) چمڑے کی کمند سے بندھے بیل کی طرح ہے جو (آدمی) گذری ہوئی کل کو بھول جاتا ہے۔ میرے بیٹے میں سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگوں کو آزادی دینے کا کوئی فائدہ نہیں جو اپنی خوش بختی کی طرف سے اندھے ہو جائیں[13]

میں نے شام کا کھانا کھایا اور رات ہو گئی۔ میں آرام کرنا چاہتا تھا کیونکہ تھکا ہارا تھا میں اپنے بستر پر لیٹ گیا اور اِدھر اُدھر کی سوچنا بند کر دیا۔ باغی میرے متعلق سرگوشیاں کر رہے تھے۔ انہوں نے ہتھیار سنبھال رکھے تھے۔ ان کی نیتوں میں دغابازی تھی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ میں صحرائی سانپ کی طرح بالکل ساکت مگر چوکنا ہو گیا میں مقابلے کے لئے لپک کر کھڑا ہو گیا۔ میں بالکل اکیلا تھا۔ میں نے ایک سورما کو مار گرایا وہ میرے محافظ دستے کا افسر تھا۔ اگر میں جلدی سے اس وقت اس کے ہاتھ سے ہتھیار چھین لیتا تو اپنے برق

---

[10] یعنی فرعون آمن ام حت کے عطا کردہ بہترین ملبوسات پہننے والوں نے اسے بے حقیقت جانا۔ یا پھر سائے کی مانند سمجھنے سے آمن ام حت کی مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہی لوگ اس کی موت کے خواہاں بن گئے جو اس کے عطا کردہ کپڑے پہنتے تھے۔ [11] اس منظوم پیراگراف میں فرعون آمن ام حت نے اپنے قتل کی سازش کرنے والوں کا ذکر کیا ہے۔ [12] فرعون آمن ام حت نے یہاں مصریوں کی اس آزادی کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس نے اہل مصر کو غیر ملکی حملہ آوروں سے دلائی تھی۔ [13] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ:۔ اس شخص کے لئے خوش بختی کا کوئی فائدہ نہیں جو اس کی قدر نہ کر سکے۔

رفتار اور طاقتور حملوں سے ان تمام بزدل سرکشوں سے مار بھگاتا ـــــ مگر افسوس وہ اس رات بزدل ثابت ہوا[۱۴]۔۔۔۔۔ نہ ہی میں تیاری کئے بغیر اس اندھیرے میں اکیلا کارنامہ انجام دے سکتا تھا۔ میں اس عالم میں تھا۔

ان کا مقصد قابلِ نفرین تھا۔ گھٹیا واقعات رونما ہوئے۔ کیونکہ مجھے بچانے کے لئے ۔۔۔۔۔ میرے پاس نہیں تھا۔۔۔۔۔ پھر میں نے تیری تخت نشینی کا اعلان کر دیا۔ اور تخت سے دستبردار ہوگیا۔ اور تیری حسب منشا احکام جاری کئے۔۔۔۔۔ افسوس چونکہ وہ مجھ سے خوفزدہ نہ ہوئے[۱۵] (اس لئے)، ان کے ساتھ نرمی سے بات کرنا مناسب تھا ۔۔۔۔۔ کاش میں اپنے کارندوں کو فراموش کر سکتا۔

سن اے رت! اے میرے بیٹے! بتا، کیا عورتیں اپنے مالکوں کے خلاف سازش کیا کرتی ہیں[۱۶]۔ (میری عورتوں) نے نمک حراموں اور غداروں کی جماعت کو پالا پوسا[۱۷] اور باغیوں کا ایک گروہ اکٹھا کر دیا۔ ان (باغیوں) نے میرے خدام کو دھوکہ دیا اور بعجلت اندر داخل ہونے کے لئے نقب لگائی ـــــ میری پیدائش سے ہی بدقسمتی میرے لئے (ہمیشہ) اجنبی رہی نہ ہی مجھے اپنے جیسے کسی دلیر سے کبھی واسطہ پڑا۔ میں نے پورے ملک میں امن و امان قائم کیا۔ میں ادبو[۱۸] تک فتوحات کرتا چلا گیا[۱۹]۔ میں نیچے ساحلی جھیلوں تک بڑھتا گیا[۲۰] اس طرح میں اپنے ملک کی سرحدوں پر چلا اور میں نے (اپنے ملک) کے وسطی علاقے دیکھے۔ میں نے اپنے کارناموں کے ذریعے قوت کا مظاہرہ کر کے ایسا معیار قائم کر دیا ہے کہ

ص۱۴ ۔۔۔۔۔ یہاں عبارت مسخ ہے ص۱۵ دہ: سازشی؟ درباری؟ ص۱۶، ص۱۷ ان فقروں کا ایک اور ترجمہ: کیا عورتیں کبھی حملہ کرنے کے لئے اکٹھی ہوئی ہیں؟ کیا قاتلوں نے میرے محل میں پرورش پائی ہے؟ ص۱۸ ایبو، ابو: ایلیفنٹائن۔ ص۱۹ یہاں فرعون آمن ام حت نے اپنی مملکت کے جنوب کی آخری حد تک بڑھنے کا اشارہ کیا ہے۔ یہاں "ادپر" سے مراد ہے جنوبی یا بالائی مصر۔ ص۲۰ یہاں آمن ام حت نے اپنی مملکت کے شمال میں آخری سرے تک بڑھنے ذکر کیا ہے۔ "نیچے" سے مراد ہے شمالی یا زیریں مصر۔

دوسروں کے کارنامے (میرے) اس معیار کی کسوٹی پر پرکھے جائیں۔ میں نے نیپری[21] سے محبت کی میں نے ہر شہری وادی میں، جہاں دریائے نیل میری قدم بوسی کرتا تھا، اناج اگائے۔ میرے دورِ حکومت میں نہ تو کوئی بھوکا تھا اور نہ کوئی پیاسا۔ سب لوگ میرے کاموں سے مطمئن تھے اور وہ میری تعریف یوں کرتے تھے :۔

"اس کے احکام دانشمندانہ ہیں؛

اس کے تمام احکام موزوں اور مناسب ہیں۔"

میں نے شیروں اور مگرمچھوں سے جنگ کی۔ میں نے نوبیا کے جنوبی حبشیوں کو زیر کر لیا۔ ایشیائیوں کو کتوں کی طرح مار بھگایا۔

میں نے اپنا گھر[22] تعمیر کرایا۔ اسے سونے سے آراستہ کیا۔ اس کی چھتیں لاجورد سے سجائیں اس کی بنیادیں گہری رکھیں۔ اس کے دروازے تانبے کے ہیں، دروازوں کی کنڈیاں کانسی کی ہیں۔ یہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ اسے دیکھ کر ابدیت پہ ہول طاری ہو جاتا ہے[23]۔ اے دنیا کے مالک[24]! میں اس (محل، مقبرے) کی ہر پیمائش، ہر حجم سے آگاہ ہوں۔ لوگ اس کی شان اور دلربائی دیکھنے آئے اور میں خاموشی سے ان کی تعریفیں سنتا رہتا۔ کسی کو یہ خبر نہیں تھی کہ اس (محل) میں کس خزانے کی کمی تھی۔ سن اُسرت! میرے بیٹے! مجھے تیری ضرورت تھی۔ تو صحت مند اور توانا ہے! اے میرے دل کی حسرت! میں تجھ پر تکیہ کرتا ہوں۔ میں تیری نظر سے دیکھتا ہوں۔ جس پُر مسرت گھڑی تو میرے ہاں پیدا ہوا تھا، روحوں[25] نے تیری مدح میں گیت گائے تھے۔ اب تو یہ جان لے کہ جو کام میں نے شروع کئے وہ

---

[21] نیپری :۔ اناج کا دیوتا۔ اسے 'نوئی' بھی لکھا گیا ہے۔ [22] گھر :۔ محل۔ بعض محققین نے مقبرہ بھی مراد لیا ہے۔ [23] 'ابدیت' پر ہول اس لئے طاری ہوتا ہے کہ اسے معلوم ہے کہ یہ مقبرہ یا محل کبھی بھی تباہ نہیں ہو گا۔ [24] دنیا کے مالک :۔ سن اُسرت کو کہا گیا ہے۔ [25] روحیں :۔ پیدا ہونے والی ارواح۔

سب تیرے لئے تھے اور تیری ہی خاطر مجھے وہ سب کام پورے کر دینے چاہئیں، جن کی داغ بیل ڈالی تھی، حتیٰ کہ میرا انجام قریب آجائے۔ میرا دل تیری خواہش کا جزیرۂ ثابت ہو۔ اے۔ دیوتا ہوانشو ویٹے! تمام لوگ مل کر سفید تاج تیرے سر پر رکھتے ہیں۔ میں را۔ کی کشتی [۲۶] میں بیٹھ کر تیری تعریف و توصیف کروں گا۔ آغاز تخلیق کے وقت تیری یہ مملکت موجود تھی، جس پر میری حکومت تھی، اسی طرح یہ حکومت تیری ہے۔ میرے کارنامے کتنے شاندار تھے! اپنے لئے یادگاریں بنوا۔ اپنے لئے خوبصورت مقبرہ تعمیر کر۔ میں نے تیرے مخالف [۲۷] کو کچل دیا ہے، کیونکہ اسے تیرے نزدیک رہنے دینا دانشمندی نہیں ہے۔

"تو صحت مند اور توانا ہے!"

۲۶۔ را۔ کی کشتی: سورج دیوتا را کی کشتی۔ ۲۷۔ مخالف: یہاں مخالف سے مراد غالباً ولی عہد سن اُسرت کے کسی سوتیلے بھائی سے ہے۔ حرم شاہی کی عورتوں نے دوسروں کے ساتھ مل کر فرعون آمن ام حت کو قتل کرنے کی سازش اور کوشش بھی شاید اسی سوتیلے بھائی کو سن اُسرت کی جگہ حکمران بنانے کے لئے تھی۔

خیتی کی تعلیمات، اس اہم اور مشہور تصنیف کا موضوع ہے منشی یا محرر اور اس کے پیشے کی فضیلت۔ ہم آجکل کے نظریے کے مطابق موضوع اور عنوان

علم کی فضیلت کا تعین ان الفاظ میں کر سکتے ہیں: علم کی فضیلت"۔ یہ موضوع

تخلیقی قدامت:۔ ۲۰۰۰ ق م' انیسویں خاندان (۱۳۰۸/۱۱۹۴ ق م) اور بیسویں خاندان

تحریری قدامت:۔ ۲۵۰۰ ق م (۱۱۹۲/۱۰۷۵ ق م) کے رعمسیس نامی فراعنہ کے "رعمسیس دور"

(RAMESSIDE PERIOD) ۱۱۹۴/۱۰۷۵ ق م) میں گو بہت ہی مقبول تھا مگر یہ موضوع جس ادب پارے میں انتہائی خوبی اور معیاری انداز میں پیش کیا گیا ہے وہ خیتی نامی مصری دانشور کی زیر نظر تصنیف "خیتی کی تعلیمات" ہے۔ یہ ادب پارہ "رعمسیس دور" سے صدیوں پہلے تخلیق و تصنیف ہوا۔ اسے ماہرین نے "پیشوں کی تضحیک" کا عنوان بھی دیا ہے اور بہت سی انگریزی کتابوں میں یہی عنوان ملتا ہے۔ قدیم مصری مدرسوں میں زیر تعلیم طلبا کو لکھنے کی مشق خاص طور پر کرنا پڑتی تھی۔ اور یہ مشق وہ اپنے ادیبوں اور دانشوروں کی کلاسیکی تخلیقات کی بار بار نقل کر کے کیا کرتے تھے؛ خصوصاً ایسی تخلیقات جن میں حصول معاش کے لیے انسانی پیشوں کی تحقیر و تضحیک بیان کی جاتی اور ان کے مقابلے میں منشی (محرر۔ دبیر) اور انشا پردازی کے فن اور پیشے کی تعریف کی جاتی اسے تمام پیشوں سے برتر اور افضل قرار دیا جاتا۔ ادب کی مختلف اصناف کے ایسے بہت سے فن پارے مصر سے ملے ہیں جو بیں تو بہت ہی قدیم مگر ان کی جو نقول دستیاب ہوئی ہیں وہ جدید شہنشاہیت (۱۵۷۵/۱۰۷۵ ق م) کے عہد کی ہیں۔ اس دور کے مدرسوں میں فن کتابت بھی سیکھنے کے لیے بطور نمونہ (ماڈل) متعدد ادبی تخلیقات بہت ہی مقبول تھیں۔ انہی مقبول ترین ادب پاروں میں زیر نظر تخلیق "خیتی کی تعلیمات" (پیشوں کی تضحیک) بھی شامل تھی۔ اس میں فن کتابت اور کتابت (انشا پردازی) کے پیشے کے مقابلے میں دیگر پیشوں کو گھٹیا بتایا گیا ہے۔ مدرسوں میں اس فن پارے کی بہت زیادہ مقبولیت کی وجہ بھی یہی

تھی کہ اس تحریر کا بنیادی مقصد ہی اسکولوں اور اسکولوں کی تعلیم کی ستائش کرنا تھا، فن انشا پردازی کو سب پر فوقیت دینا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح جدید شہنشاہیت (۱۵۷۵ تا ۱۳۰۸ ق م) کے عہد کی درس گاہوں کے مدرسین کے نام اور مدرسین کی طرف سے، تربیت کی خاطر، فرضی خطوط لکھے جاتے تھے اور ان کی بطور مشق نقل کی جاتی تھی —— طلبا نے اس تحریر کی بطور مشق نقول تیار کرتے وقت عبارت میں اس قدر غلطیاں کیں کہ متعدد مقامات پر ترجمہ غیر یقینی سا ہو کر رہ جاتا ہے اور ان غلطیوں کی وجہ سے کئی پیرے ایسے ہیں جنہیں پڑھ کر ذہن میں یہ سوال ابھرنے لگتا ہے کہ اس تصنیف پر مشتمل اصل اولین پیپرس پر مصنف نے ان پیروں (پیراگرافس) میں درحقیقت کیا لکھا ہوگا۔ طالب علموں نے تو لیں کیا یہ کہ عبارت کا مفہوم و مطلب سمجھے بغیر نقل کرتے چلے گئے۔ چنانچہ ان کے لکھے ہوئے کتنے ہی الفاظ بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں ان کا کچھ مفہوم پتے نہیں پڑتا۔ اسی لئے ارمن جیسے اسکالر نے آج سے کوئی باسٹھ برس پہلے متعدد پیراگرافس کے مختصر مختصر سے حصّوں کا ہی ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا۔ تاہم دوسرے بہت سے ماہرین نے اس پورے ادب پارے کا ترجمہ کرنے کی بھرپور کوشش کی اور اس سلسلے میں اس تحریر کے مختلف نسخوں کو پیش نظر رکھا گیا۔

مُصنّف: اس تحریر کے خالق کا نام ماہرین نے خیتی کے علاوہ "دُواخیتی" اور "دُواَوف" بھی پڑھا اور لکھا ہے چنانچہ اسے بعض ماہرین نے "دُواَوف کی تعلیمات" کا عنوان دیا ہے۔ شروع شروع کے تراجم وغیرہ میں ماہرین نے مُصنّف کا نام "خیتی" اور اس کے باپ کا نام "دُواَوف" لکھا۔ مگر سیبرٹ (SEIBERT) نے اسے "دُواخیتی" قرار دیا۔ ایچ برنر (HELLMUTT BRUNNER) نے اسے دُواوف کا بیٹا خیتی لکھا ہے اُدھر تین مصری نوشتوں میں اسے دُواوف کا بیٹا خیتی لکھا گیا ہے جبکہ دو پیپرسوں میں "دُواخیتی" مستعمل ہے اور چھٹے تو تستے میں یہ نام ایک اور ہی صورت میں لکھا ملتا ہے بہرحال

اس زیر نظر تصنیف کا خالق خیتی نامی دانشور تھا جو دُواُوف نامی شخص کا بیٹا تھا اور اس نے یہ تعلیمات بیپی اپے پی، نامی بیٹے کو اس وقت دی تھیں۔ جب وہ ایک جہاز میں سوار بیٹے کو دارالحکومت میں سرکاری تربیتی درس گاہ میں داخل کرانے کے لئے دریا کے بہاؤ کی مخالف سمت رواں دواں تھا ——— خیتی بلاشبہ باکمال مصنف اور ادیب تھا کچھ ماہرین کا خیال ہے بارہویں خاندان (۱۹۹۱ ‏/ ۱۷۸۶ ق م) کے بانی فرعون آمن اَم حت اول (۱۹۹۱ ‏/ ۱۹۶۲ ق م) کی تعلیمات اور دریائے نیل کی شان میں عظیم حمد جیسی تخلیقات کا خالق بھی یہی خیتی تھا۔ خیتی اسی فرعون آمن اَم حت اول اور اس کے جانشین بیٹے فرعون سن اُسرت اول دسن وُس رٹ اول (۱۹۷۱ ‏/ ۱۹۲۸ ق م) کے زمانے میں ہو گذرا ہے۔ سن اُسرت کوئی نو برس تک باپ کے ساتھ شریک حکومت رہا تھا۔ بظاہر یوں لگتا ہے کہ خیتی اور اس کا بیٹا بیپی کم از کم اس ادب پارے کی تخلیق و تصنیف کے وقت کسی اعلےٰ رتبے کے مالک نہیں تھے۔

نسخے (نقول) خیتی کی ان تعلیمات پر مبنی بہت سے نوشتے اور نقول دستیاب ہوئی ہیں لیکن ان میں سے بیشتر فراعنہ کے انیسویں خاندان (۱۳۰۸ ‏/ ۱۱۹۴ ق م) کے دور میں یعنی آج سے کوئی سوا تین ہزار برس پیشتر لکھی گئی تھیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خیتی کی یہ تصنیف جدید شہنشاہیت کے آخری نصف کے دوران درس گاہوں میں بہت مقبول تھی۔ ان تعلیمات پر مبنی پوری اور جزوی طور پر عبارت چار پیپرسوں، ایک تختی اور ساٹھ سے زیادہ پتھروں وغیرہ کے ٹکڑوں (OSTRACA) پر لکھی ملی ہے جن چار پیپرسوں پر یہ تعلیمات رقم دستیاب ہوئی ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

سلیئر پیپرس II (SALLIER PAPYRUS II)

اناستاسی پیپرس VII (ANASTASY PAPYRUS VII)

چیسٹر بیٹی پیپرس XIX (CHESTER BEATY PAPYRUS XIX)

امہرسٹ پیپرس (AMHERST PAPYRUS)

امہرسٹ پیپرس پر ان تعلیمات کا کچھ ہی حصہ لکھا ہوا ہے۔ اول الذکر تینوں پیپرس برٹش میوزیم اور لکھنے کی مذکورہ تختی پیرس کے مشہور عجائب گھر لوور (LOUVRE) میں موجود ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ سلیئر پیپرس II اور اناتاسی پیپرس دونوں انیسویں خاندان کے ایک ہی منشی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں سلیئر پیپرس II اور اناتاسی پیپرس VII کو پہلی مرتبہ ۱۸۵۸ء میں گڈون (GOODWIN) نے روشناس کرایا اور مشہور فرانسیسی اسکالر ماسپیرو (MASPERO) نے مدون کیا۔ یہ ادب پارہ سلیئر پیپرس میں پورا ہے مگر اناتاسی پیپرس مکمل نہیں ہے تاہم اس پیپرس میں بھی عبارت متعدد مقامات پر تقریباً ناقابل فہم ہو کر رہ گئی ہے۔ جرمن اسکالر وولف گینگ ہیلک (W. HELCK) نے بڑی محنت اور دقت نظری سے کام لیتے ہوئے بہت سے ناقابل فہم حصوں کو از سر نو تشکیل دیا اور صحیح پڑھنے کی کوشش کی۔ ہیلک کا یہ کام ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا تھا۔

ماہرین کا خیال ہے کہ جس پیپرس پر یہ تعلیمات پہلے پہل لکھی گئی تھیں اور جو تا حال نہیں ملا ہے وہ وسطی بادشاہت (۲۱۳۳-۱۷۸۶) یا اس سے بھی پہلے لکھا گیا تھا ان کے نزدیک یہ ادب پارہ قدیم بادشاہت (۲۶۸۶-۲۱۸۱ ق م) اور وسطی بادشاہت کے ادوار کے درمیان کسی وقت پہلی مرتبہ تخلیق ہوا۔ کچھ ماہرین کے مطابق ختیتی نے اپنی یہ تعلیمات "قدیم بادشاہت" کے عہد کے آخری حصے میں دی تھیں۔ ــــــ تاہم اب تک ان تعلیمات پر مبنی جتنے بھی نوشتے مل چکے ہیں ان میں سے کوئی بھی جدید شہنشاہی دور (۱۵۶۷-۱۰۸۵ ق م) سے پہلے کا لکھا ہوا نہیں ہے مثلاً چیسٹر بیٹی پیپرس XIX اور امہرسٹ پیپرس فراعنہ کے اٹھارھویں خاندان کے زمانے میں رقم ہوئے تھے اس کا مطلب یہ ہوا کہ موجودہ نوشتے زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین ہزار برس پرانے ہیں۔ سلیئر پیپرس II اور اناتاسی پیپرس VII انیسویں خاندان (۱۳۰۸-۱۱۹۴ ق م) کے عہد میں رقم ہوا اور ان تعلیمات پر مبنی جتنے بھی ٹھیکرے یا سفالی ٹکڑے بازیافت ہوئے ہیں ان میں سے بیشتر رعمسیس دور (۱۲۹۲-۱۰۸۵ ق م) میں لکھے گئے تھے۔

مصریوں کی دوسری حکیمانہ تعلیمات کی طرح خیتی کی تعلیمات کا بھی ابتدائیہ یا تمہید بھی ہے، اصل مضمون اور پھر آخری حصّہ بھی۔

ان تعلیمات کے شروع میں ابتدائیے کے طور پر جو عبارت لکھی ہوئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ دانشور باپ خیتی (دُواخیتی) کسی قصبے یا شہر میں واقع اپنے گھر سے بیٹے بیپی (پےپی) کو ساتھ لے کر جہاز پر سوار ہوا اور نیل کے بہاؤ کے مخالف سمت میں دارالحکومت کو چل دیا۔ وہ حصولِ تعلیم اور لکھائی سکھانے کے لئے بیٹے کو سرکاری تربیتی درس گاہ میں داخل کرانا چاہتا تھا۔ راستے میں اس نے بیٹے کو تعلیمات اور نصیحتیں کرنا شروع کیں۔ جہاز چلتا رہا اور وہ بیٹے کو فرائض سے آگاہ کرتا گیا اور منشیانہ پیشے کے فوائد اسے بتلائے۔ بیٹے کو منشی بننے کی تعلیم دی، منشی (دبیر) کو ملنے والی آسائشوں اور فوائد سے اسے آگاہ کیا ____ جب اس نے منشیانہ پیشے کو افضل ترین ثابت کرنے کے لئے باقی تمام پیشوں کو گھٹیا اور غیر مفید قرار دیا تو پھر اس نے وہی عمومی تعلیمات دیں جو اس سے پہلے بھی دانشور اور مبلغینِ اخلاق دیتے آئے تھے۔

طنزیہ؟

اکثر و بیشتر محققین نے اس تخلیق کو ہجویانہ یا طنزیہ قرار دیا ہے۔ اسے طنزیہ تخلیق قرار دینے والے اوّلین عالم فرانسیسی ماہرِ مصریات ماسپرو تھے۔ مگر ہیلک نے اس ادب پارے کے مضمون پر مبنی جو نیا ایڈیشن شائع کیا اس میں انہوں نے اسے سو فیصد سنجیدہ ادبی کاوش کہا ہے، یعنی ایسا ادب پارہ جو طنز و مزاح یا ہجو پر مبنی نہیں۔ ادھر مس مریم لختِ ہائیم نے خوب وزنی دلائل دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ادبی تخلیق طنزیہ ہی ہے ____ جہاں تک میرا سوال ہے میں اسے سنجیدہ تخلیق ہی سمجھتا ہوں طنزیہ وغیرہ نہیں ____ مجھے اس سے انکار نہیں کہ دوسرے پیشوں کی خامیاں گنواتے وقت خیتی کا لب و لہجہ واضح طور پر تضحیک آمیز اور طنزیہ ہو گیا ہے اور دوسرے پیشوں کے بیان میں تضحیک و طنز کے عناصر نظر آتے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ باپ بیٹے

کو جب کسی ایک خاص پیشے کی طرف راغب کرنا چاہتا ہے تو وہ دوسرے پیشوں کا ذکر زیادہ سے زیادہ طنزیہ اور چبھتے ہوئے انداز میں ہی تو کرے گا تاکہ بیٹا دوسرے پیشوں سے بالکل بدظن ہو جائے۔

مصر قدیم میں اس ادب پارے کی مقبولیت اور اہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ تخلیق کے کوئی ہزار نو سو برس بعد یہ تصنیف اسکولوں کے نصاب میں داخل تھی، طلبا کو یہ پڑھائی جاتی اور لکھنے کی مشق بھی اس سے کرائی جاتی تھی۔ نصاب میں داخل ہونے سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ پیشوں کے بارے میں خیتی کے نظریات سے والدین سینکڑوں برس بعد بھی متفق تھے اور منشی کا پیشہ اس وقت بھی سب سے باعزت، نفع بخش اور برتر سمجھا جاتا تھا، اسی لئے تو خیتی کی اس تخلیق کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس تصنیف سے یہ بھی واضح ہے کہ خیتی کو جہاں اس بات سے دلچسپی تھی کہ کتابیں پڑھنے سے بچوں کی ذہنی تربیت ہوتی ہے۔ وہاں یہ بھی چاہتا تھا اور بطور خاص چاہتا تھا کہ اس کا بیٹا جسمانی محنت و مشقت اور گھٹیا پیشوں سے بچے، وہ پڑھ لکھ کر سماج میں اونچا مقام حاصل کرے اور اپنے پیشے سے معقول پیسہ کمائے۔ قدیم زمانوں میں اہلِ مصر اپنی تعلیم اور علم و فضل کے سبب دوسری قوموں کی نظروں میں معزز بھی تھے۔ اور ان کی شہرت بھی بہت تھی۔ لیکن وہ علم برائے علم کے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ پڑھ لکھ کر پیسہ کمانے، اعلیٰ عہدے حاصل کرنے اور یوں معاشرے میں بلند مرتبہ حاصل کرنے کے بھی خواہاں تھے۔

خیتی کی تعلیمات

علم کی فضیلت

تخلیقی قدامت :۔ ۴۰۰۰ برس

تحریری قدامت :۔ ۳۵۰۰ برس

" تنجل[1] کے باسی، دُوا اوف کے بیٹے خیتی کی تعلیمات، جو اس نے اپنے بیٹے پیپی کو اس وقت) دیں جب وہ اسے منشیوں کے اسکول یں دارالحکومت کے سب سے ممتاز لوگوں، سرکاری افسروں کے بچوں والے اسکول میں داخل کرانے کے لئے لے جا رہا تھا۔ اس (خیتی) نے کہا :۔

چونکہ میں نے اسے دیکھا ہے جسے مار پڑتی ہے :۔ اسے جسے مار پڑتی ہے (اس لئے) تجھے

---

[1] تنجل :۔ آج کل اس جگہ کو سائل (SILE) کہا جاتا ہے۔ یہ مصر کے شمال مشرقی علاقے میں سرحدی قلعہ تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں باپ بیٹا ایسی جگہ کے رہنے والے تھے ـــــ جو تہذیبی اور سیاسی مرکز مصر کے قدیم شہر مَن نُوفر (ممفس) سے کافی دور تھا۔ ولسن نے تنجل کے باسی کی جگہ " جہاز کے حجرے کا آدمی " ترجمہ کیا ہے ؎

اپنا دل کتابوںؔ میں لگانا چاہیئے۔ میں نے انہیں دیکھا ہے، جنہیں مشقت کے کام (کرانے) کے لئے پکڑ لیا جاتا ہے۔ دیکھ کتابوں سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ وہ (کتابیں) پانی پر کشتی کی طرح ہیں۔

کیمت کے آخر میں پڑھ۔ وہاں تجھے یہ مقولہ لکھا ملے گا ــــ "دارالحکومت میں کسی بھی عہدے پر فائز منشی غریب نہیں رہے گا۔ لیکن اگر وہ کسی دوسرے کے حکم پر چلے گا اسے اطمینان نصیب نہیں ہوگا"۔ ــــ میرے نزدیک کوئی پیشہ ایسا نہیں جس کا موازنہ اس سے کیا جا سکے جس پر یہ مقولہ صادق آتا ہو۔

میں تجھے کتابوں سے محبت کرنا سکھا دوں گا؛ اس سے محبت سے بھی زیادہ جو تجھے اپنی ماں سے بھی ہے اور میں ان (کتابوں) کی فضیلت تجھ پر اجاگر کروں گا۔ یہ ہر پیشے سے برتر ہے دھرتی پر اس کی مانند اور کچھ نہیں۔ اگر وہ (محض) لڑکپن سے ہی خوش بخت ہونا شروع ہو جائے (تو) لوگ (عزت کے ساتھ) اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اگر کوئی اسے کام کے لئے ایلچی

۱۔ کتابیں: کتابوں کی جگہ، لکھنے بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ یعنی "اپنا دل لکھنے میں لگانا چاہیئے۔ ۲۔ اس پوری عبارت کا مفہوم یوں ادا کیا جا سکتا ہے کہ جاہل آدمی کی زندگی محنت و مشقت کرتے اور مار کھاتے گذرتی ہے مگر تعلیم یافتہ شخص کو کوئی مشقت کا اور خراب کام نہیں کرنا پڑتا۔ ۳۔ کیمت (کمت): تعلیمات اور پند و نصائح وغیرہ پر مبنی کتاب۔ اس کتاب کے کچھ حصے مل چکے ہیں۔ ۴۔ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "جہاں تک منشی کا سوال ہے، دارالحکومت میں ہر جگہ اس کے لئے ہے اور وہ غریب نہیں رہے گا"۔ ۵۔ اطمینان: کامیابی بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ۶۔ اس دوسرے فقرے کا ایک اور ترجمہ: "جو کہ وہ دوسرے کی ضروریات پوری کرتا ہے اس کے لئے صلے کی کوئی کمی نہیں ہوگی"۔ ۷۔ اس سے: منشی کے پیشے سے۔ ۸۔ کتابیں: کتابت یا لکھائی بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ۹۔ فضیلت: ایک ترجمہ دلکشی بھی ملتا ہے۔ ۱۰۔ دھرتی: دھرتی کی جگہ ملک بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ۱۱۔ وہ: منشی

بنا کر بھیجتا ہے تو (اس کی) واپسی سے قبل ہی اسے بڑوں کی پوشاک پہنا دی جاتی ہے۔

میں نے کبھی سنگ تراش یا زرگر کو اہم سفر پر جاتے نہیں دیکھا[12]، بلکہ میں نے دھات گر کو اپنی بھٹی کے منہ پر کام کرتے دیکھا ہے۔ اس کی انگلیاں مگرمچھ کے پنجوں کی طرح[13] ہوتی ہیں، اور اس میں مچھلی کے انڈوں سے زیادہ بدبو آتی ہے۔

ہر کارچوب جو لسولا اٹھاتا ہے، کھیت مزدور سے زیادہ تھک جاتا ہے۔ اس کا کھیت لکڑی ہے۔ اس کا بیلچہ لسولا ہے۔ اس کی مشقت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اس کے بازو جتنا کام کر سکتے ہیں اسے اس سے بھی زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ اس کے باوجود رات کو بھی اسے (اپنا چراغ) جلانا پڑتا ہے[14]۔

زرگر اپنی چھینی سے ہر طرح کے پتھروں میں سوراخ کرتا ہے۔ جب وہ جڑاؤ کا کام مکمل کر لیتا ہے اس کی سکت جواب دے جاتی ہے اور وہ تھک جاتا ہے۔ وہ رَا کے نیچے جانے تک[15] بیٹھتا ہے۔ اس کے گھٹنے اور کمر میں اینٹھن ہو جاتی ہے۔

نائی رات تک حجامت بناتا ہے (اسے صبح سویرے اٹھنا پڑتا ہے، چلانا پڑتا ہے اس کا پیالہ اس کے بازو پر ہوتا ہے) اسے حجامت بنوانے کی تلاش میں گلیوں گلیوں پھرنا پڑتا ہے۔ وہ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے اپنے بازو کو تھکا دیتا ہے، مکھیوں کی طرح جو (محض) اپنے کام کے مطابق کھاتی ہیں۔

نرسل کاٹنے والا اپنے لئے تیر حاصل کرنے کی خاطر پانی کے بہاؤ کے رُخ ڈیلٹائی

---

[12] یعنی کسی سنگ تراش یا زرگر کو بطور قاصد کہیں جاتے نہیں دیکھا۔ صنعت کاروں کو سفر پر جانے کے مواقع نصیب نہیں ہوتے وہ تو گھر پر ہی رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ [13] دھات گر کی انگلیاں مگرمچھ کی طرح سخت ہو جاتی ہیں اور ان پر جھریاں پڑ جاتی ہیں۔ [14] یعنی کارچوب یا ترکھان رات کو بھی کام کرنے پر مجبور ہے۔ [15] را کے نیچے جانے تک۔۔۔ سورج اور سورج دیوتا کو مصری رَا کہتے تھے۔ را کے نیچے جانے سے مراد سورج کے غروب ہو جانے سے ہے۔

علاقے میں جاتا ہے۔ مچھر اسے کاٹتے ہیں، پسو[۱۶] بھی اسے کاٹتے ہیں وہ تھک کر نڈھال ہو جاتا ہے کوزہ گر
دھرتی میں دبا رہتا ہے گو وہ رہتا وہ زندوں میں ہی ہے اُسے اپنے برتن پکانے کے
لئے تنور پر بھی بڑھ کر مٹی، کھودنا پڑتی ہے۔ اس کے کپڑے کیچڑ سے سخت ہو جاتے ہیں۔
اس کا سر پوش دھجی دھجی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی جلتی ہوئی بھٹی سے آنے والی ہوا اس کے
ناک میں داخل ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے پیروں سے مٹی، کوٹتا ہے اور خود بھی، کچلا جاتا ہے
وہ ہر گھر کے احاطے کو کھودتا ہے اور مٹی، نکال کر ہر کھلی جگہ پر ڈال دیتا ہے۔

میں تجھ سے معمار[۱۷] کا ذکر بھی کروں گا۔ اس کے گُردے[۱۸] درد کرتے ہیں۔ باہر ہوا میں اسے کپڑے
پہنے بغیر اینٹوں کی چنائی کرنی پڑتی ہے۔ پٹی ہوئی رسی اس کی کمر کا کپڑا اور اس کے کولہوں
پر ڈوری ہوتی ہے[۱۹]۔ ہر طرح کی گندگی[۲۰] ملاتے ملاتے تکان کے مارے اس کی طاقت ختم ہو
جاتی ہے[۲۱]۔ وہ اپنی انگلیوں سے روٹی کھاتا ہے، گو دن میں اسے ایک ہی مرتبہ نہانا نصیب ہوتا ہے

ص۱۶ پسو: ریگزار (ریت) کی مکھیاں بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص۱۷ معمار: معمار کی بجائے اینٹیں چننے والا، اور دیوار بنانے والا بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص۱۸ گردے: پہلو اور کمر بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص۱۹ یوں لگتا ہے جیسے یہاں کپڑے کی اس تنگ سی پٹی کا ذکر کیا گیا ہے جو مزدوری کرنے والے ستر پوشی کیلئے اپنے بدن کے آگے کی طرف باندھ لیتے تھے اس مختصر سے کپڑے کے لٹکتے ہوئے سرے جسم کے مخصوص اعضا کی ستر پوشی کا کام دیتے تھے لٹکتے ہوئے سرے بعض اوقات یا تو بدن کے پیچھے کی طرف موڑ دیئے جاتے یا پھر انہیں کمر کی پیٹی میں اڑس لیا جاتا، اس طرح کام کرنے والا مزدور برہنگی کا شکار ہو جاتا۔ ہو سکتا ہے کہ خوش پوش منشی مزدوروں کی اس عریانی کا مذاق اڑاتے ہوں۔ ص۲۰ گندگی: یعنی اینٹوں کی چنائی کیلئے ہر طرح کی گندی مٹی سے گارا بنانا پڑتا تھا۔ ص۲۱ اس فقرے سے لے کر آخری چند فقروں تک دوسرے ترجمہ یوں کیا ہے: "فنی کام کرنے سے اُس کے بازو تباہ ہو جاتے ہیں، اُس کی ہر گنتی یا پیمائش مختلف ہوتی ہے (یعنی وہ چنائی کرتے ہوئے اینٹوں کی گنتی یا اپنی پیمائشوں میں غلطی کر جاتا ہے) وہ اپنی انگلیوں کی روٹی کھاتا ہے اور وہ موسم میں صرف ایک مرتبہ نہاتا ہے..... جہاں تک خوراک کا معاملہ ہے اسے اپنے گھر میں ہی جانا چاہیئے کیونکہ اُس کے کئی بچے ہوتے ہیں۔" انگلیوں کی روٹی کھانے سے لسانی اعتبار سے مراد یہ لی ہے کہ روٹی کی کمی کی وجہ سے معمار اپنی انگلیاں چبانے لگتا ہے۔

بڑھئی چھت کے شہتیر پر زندہ چلاتے ہوئے بہت تھک جاتا ہے۔ کمرے کی چھت اٹھارہ فٹ لمبی اور گیارہ فٹ چوڑی ہے۔ چٹائی بچھانے اور شہتیر لگانے میں ایک مہینہ لگ جاتا ہے۔ تمام کام پورا ہو جاتا ہے، مگر (جب وہ باہر ہوتا ہے) اس کے گھر میں بچوں کے لیے خوراک پہنچانے والا کوئی نہیں ہوتا۔[۲۲]

باغبان بوجھ اٹھاتا ہے۔[۲۳] اس کے کاندھے عمر کے بوجھ سے جھک جاتے ہیں۔ اس کی گردن سوج جاتی ہے اور درد کرنے لگتی ہے۔ اسے سبزیوں کو پانی دینا پڑتا ہے اور شام پودوں[۲۴] کے ساتھ گذارنا ہوتی ہے، حالانکہ دوپہر کو وہ باغ میں مشقت کر چکا ہوتا ہے۔[۲۵] (بالآخر) وہ کمزور ہو جاتا ہے، اپنی موت تک اسے دوسرے پیشہ وروں سے زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔[۲۶]

کھیت مزدور مرغی[۲۷] سے زیادہ چلاتا ہے۔ اس کی آواز پہاڑی کوّے[۲۸] جیسی ہوتی ہے اس کی انگلیوں میں (ناسور) پڑ جاتا ہے اور سخت بدبو آتی ہے۔ جب اسے ڈیلٹا میں مزدوری کے لیے جایا جاتا ہے، وہ خستہ حال ہو جاتا ہے۔ جب وہ (جزیرے)[۲۹] میں پہنچتا ہے، مصیبت اس پر ٹوٹ پڑتی ہے اور بیماری اس کا مقدّر ہوتی ہے۔ تب بے گار زمین گم ہو جاتی ہے۔

ف[۲۲] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ:۔ "جو خوراک وہ اپنے گھر والوں کو فراہم کرتا ہے وہ اس کے بچوں کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ ف[۲۳] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ:۔ "مالی سبزیاں لاتا ہے"۔ ف[۲۴] بوٹے:۔ پودوں کی جگہ انگور کی بیلیں بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ف[۲۵] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ:۔"۔۔۔۔۔ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں گذار چکا ہوتا ہے"۔ مطلب یہ کہ دوپہر کھجوروں کے کام اور شام پودوں کے کام میں بسر ہوتی ہیں۔ ف[۲۶] بعض مترجمین نے اس فقرے کے بعد یہ ترجمہ بھی دیا ہے:۔ "اس کا نام اپنی ماں کی میت کی مکھی ہے"۔ "ہر پیشے کا شیخ"۔ ہر پیشے کا شیخ یا سردار دراصل طنزیہ معنی میں آیا ہے۔ ف[۲۷] مرغی:۔ ایسی مرغی کا ذکر ہے جس کے پروں کا رنگ سرمئی ہوتا ہے اور ان پر سفید چتیاں ہوتی ہیں۔ مرغی کی جگہ غلے کے کھیت کا پرندہ بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

ف[۲۸] پہاڑی کوّا:۔ اصل مصری عبارت میں "ابو" پرندہ آیا ہے جس کا ترجمہ پہاڑی کوّا کیا گیا ہے۔ ف[۲۹] جزیرہ:۔ مصر کے دلدلی علاقے میں پانی سے گھرا ہوا خشکی کا کوئی ٹکڑا۔

اگر وہ وہاں کی دلدلوں سے[30] لوٹتا ہے تو واماندگی کے ساتھ گھر پہنچتا ہے، کیونکہ بیگار سے وہ تباہ حال ہو جاتا ہے۔[31]

بُنائی گھر میں جولاہے کی حالت عورت سے بھی بدتر ہوتی ہے۔[32] اس کی رانیں اس کے پیٹ پر ہوتی ہیں۔[33] وہ سانس بھی نہیں لے سکتا۔[34] اگر وہ ایک دن بھی بُنائی نہ کرے تو اسے پچاس کوڑوں کی مار پڑتی ہے۔[35] اسے دن کا اجالا دیکھنے کی خاطر دروازے کے نگہبان کو خوراک دینا پڑتی ہے۔[36]

تیر بنانے والا بہت مصیبت جھیلتا ہے۔ وہ صحرا میں جاتا ہے۔[37] گدھے سے وہ جتنا کام لیتا ہے اس کے مقابلے میں اسے گدھے پر (اپنے مُعاوضے سے بھی) زیادہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (صحیح) راستہ بتانے والے[38] چرواہوں کو بھی وہ بہت زیادہ مُعاوضہ ادا کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔

---

[30] دلدلوں :- ڈیلٹا میں دلدلی علاقے سے مراد ہے۔ [31] اس حصے میں کچھ فقرے یوں بھی آتے ہیں — "اگر کوئی تیروں کے درمیان ٹھیک رہتا ہے تو وہ (کھیت مزدور) بھی ٹھیک ہے"۔ "جب وہ شام کو گھر پہنچتا ہے تو سفر سے بے حال ہوتا ہے"۔ [32] یعنی جولاہے کو عورتوں کی طرح ہمیشہ گھر کے اندر رہنا پڑتا ہے لختت ہاگیسم کے خیال میں کسی بھی قسم کی بُنائی کرنے والے خصوصاً چٹائیاں بننے والے سے مراد لی جا سکتی ہے۔

[33] یعنی جولاہے کو اکڑوں بیٹھنا پڑتا ہے۔ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ :- "اس کے گھٹنے چھاتی پر ہوتے ہیں"۔ [34] اس حالت میں بیٹھے بیٹھے وہ سانس بھی مشکل سے لے پاتا ہے۔ [35] اس فقرے کے مزید تراجم :- "جس دن بُنائی کا کام نہیں ہوتا اسے جوہڑ میں کنول کے پھول توڑنا پڑتے ہیں"۔ "جس دن اپنا کام نہ کرے اسے اس کی جھونپڑی سے یوں کھینچ لیا جاتا ہے جیسے تالاب کا کنول نوچا جاتا ہے اور ایک طرف پھینک دیا جاتا ہے"۔

[36] یعنی جولاہا اگر اپنے تاریک کمرے سے باہر دن کے اجالے میں ذرا دیر کو آنا چاہے تو نگہبان کو رشوت کے طور پر کھانے پینے کی چیزیں دینا پڑتی ہیں۔ اس فقرے کا ترجمہ کچھ اس طرح بھی کیا گیا ہے جس کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ جولاہا ناظم یا نگران کو بطور رشوت رات کو کھانا کھلاتا ہے کہ وہ اگلے دن کی روشنی دیکھنے کے لئے زندہ ہے، اور جان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے۔ [37] یعنی اسے صحرا میں جا کر وہاں پائے جانے والے چقماق پتھر سے تیروں کے پھل بنانا پڑتے ہیں۔ [38] صحیح راستہ :- چقماق کے پتھر کی کانوں وغیرہ کا راستہ۔

رات کو جب وہ گھر پہنچتا ہے سفر کی تھکان سے بے حال ہوتا ہے۔

قاصد اپنے بچوں کو اپنی املاک سونپ کر جب دوسرے ملک[۳۹] جاتا ہے، وہ شیروں اور ایشیائیوں[۴۰] سے خوفزدہ ہوتا ہے[۴۱]۔ وہ خود سے (دوبارہ) اسی وقت آگاہ ہوتا ہے، جب مصر (لوٹ) آتا ہے۔ رات کو جب وہ گھر واپس آتا ہے سفر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا ہے۔ اس کا گھر کپڑے کا ہو[۴۲] یا اینٹوں کا وہ مسرت بھرے دل کے ساتھ نہیں لوٹتا۔

بھٹی جھونکنے والے کی انگلیاں بدبودار ہوتی ہیں کیونکہ ان سے لاشوں کی بدبو آتی ہے۔ اس کی آنکھیں دھوئیں کی کثرت سے سوجی ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ اپنی غلاظت سے چھٹکارا نہیں پاسکتا۔ گو وہ سرکنڈے کے تالاب میں دن رات گذارتا ہے۔ کپڑے اس کے لئے قابلِ نفرت ہوتے ہیں[۴۳]۔

موچی بہت مصیبت زدہ ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے اوزار اٹھائے پھرتا ہے اس کے ذخیرے میں جانوروں کی لاشیں ہوتی ہیں۔ اسے چمڑا اپنے دانتوں سے کاٹنا ہوتا ہے[۴۴]۔

دھوبی دریا کے کنارے کپڑے دھوتا ہے، اور مگرمچھ اس کے پاس ہوتا ہے۔ اس کا بیٹا (اور) اس کی بیٹی کہتی ہے: آیا بہتے پانی کو چھوڑ دے۔ یہ اطمینان بخش کام نہیں

ص۳۹ دوسرا ملک:۔ دوسرے ملک کی جگہ صحرا بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص۴۰ ایشیائی:۔ لوٹ مار کرنیوالے صحرائی بدوؤں سے مراد ہے۔ ص۴۱ اپنے بچوں کو اپنی املاک وغیرہ سونپ کر اس لئے جاتا ہے کہ اسے ڈر ہوتا ہے کہ شیروں اور ایشیائیوں (صحرا نشینوں) کے ہاتھوں زندہ بچ کر بھی آئے گا کہ نہیں۔ ص۴۲ کپڑے کا گھر:۔ یعنی خیمہ۔ ص۴۳:۔ کپڑے اس کے لئے ممنوع یا قابلِ نفرت ان معنی میں ہیں کہ اسے پانی میں کھڑا رہنا پڑتا ہے۔ اس پیرا گراف کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے:۔ لاشیں حنوط کرنے والے کی انگلیاں عفونت زدہ ہوتی ہیں کہ ان سے لاشوں کی بدبو آتی ہے۔ اس کی آنکھیں شدید حدت سے جھلسی ہوئی ہوتی ہیں ...... وہ دن بھر پرانی دھجیاں کاٹتا ہے...... دھجیاں کاٹنے سے مراد حنوط شدہ لاش کو لپیٹنے کے کام میں آنے دھجیوں سے ہے۔ ص۴۴ مطلب یہ کہ جوتوں کی بیٹوں کو مضبوط کرنے کے لئے دانتوں سے کام لیتا ہے۔

ہے[۴۵]: اس کا کھانا گندگی سے آلودہ ہوتا ہے، اور اس (کے بدن) کا کوئی حصہ صاف نہیں ہوتا۔
وہ عورت کے حیض والے کپڑے دھوتا ہے[۴۶]۔ جب اسے پتھر اور (کپڑے) کوٹنے کی لکڑی کے ساتھ وہاں سارا دن گذارنا پڑتا ہے، تو وہ رو دیتا ہے۔ کوئی اسے کہتا ہے: "گندے دھوبی میرے پاس آ، کنارہ چھلکتا ہے":

پرندوں کا شکاری بہت دکھ اٹھاتا ہے جب اسے آسمان کے پرندے تلاش کرنا پڑتے ہیں۔ اگر ڈاریں[۴۷] اس کے اوپر سے گذر جائیں تو وہ کہتا ہے: "کاش میرے پاس جال ہوتے" مگر دیوتا اسے کوئی (جال) نہیں بخشتا، کیونکہ وہ (دیوتا) اس سے خفا ہے:

میں تجھ سے مچھیرے کا بھی ذکر کرتا ہوں۔ اس کا پیشہ سب سے گھٹیا ہے۔ اسے مگرمچھوں سے بھرے دریا میں اپنا کام کرنا ہوتا ہے۔ جب شمار کرنے کا وقت[۴۸] آتا ہے وہ آہ و زاری کرتا ہے۔ کسی نے اسے یہ نہیں بتایا کہ وہاں مگرمچھ موجود تھا۔ اور (اب) وہ مارے خوف کے اندھا ہو گیا ہے۔ جب وہ بہتے پانی کے پاس آتا ہے اسے گویا دیوتا اپنی طاقت سے (پیچ دیتا ہے)[۴۹]

دیکھ منشی کے پیشے کے علاوہ کوئی ایسا پیشہ نہیں ہے۔ جس کا کوئی افسر نہ ہو، وہ (منشی تو) خود افسر ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر تو لکھنا سیکھ لے تو یہ تیرے لئے ان پیشوں سے بہتر ہو گا:

---

[۴۵] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "اس کا بٹیا اس کی میٹی کھینی ہے۔ میں بہتے پانی کو چھوڑ کوئی زیادہ سود مند پیشہ اپنا لوں گا، ہر پیشے سے زیادہ بہتر پیشہ"۔ [۴۶] اس فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے: "اسے عورتوں کے کپڑے دیئے جاتے ہیں"۔ [۴۷] ڈاریں: ایک جگہ سے اڑ کر دوسری جگہ دور پہنچنے والے پرندوں کی ڈاریں۔ پرندے مصریوں کی روزمرہ کی خوراک کا بڑا حصہ تھے۔ [۴۸] یعنی جب حکومت کو فراہم کی جانیوالی اس کی پکڑی ہوئی مچھلیوں کی گنتی کی جاتی ہے، تو وہ کم ہوتی ہیں اور جواب طلبی پر مچھیرے کو آنسو بہانا پڑتے ہیں۔ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "اگر حکومت کو فراہم کی جانے والی مچھلیوں کی تعداد کم ہوتی ہے تو شکایت کر دی جاتی ہے۔"

[۴۹] یہاں مختلف پیشوں کا ذکر ختم ہوا اور اس کے بعد اس قسم کی نصیحتیں یا تعلیمات شروع ہوتی ہیں جن کی نوعیت مصریوں کے قدیم روایتی حکیمانہ تعلیمات کی سی ہے۔

جن کا ذکر میں نے تیرے سامنے کیا ہے۔ سرکاری ملازم اور اس سے وابستہ متعلقین کو دیکھ۔ کسی کا مزارعہ اس (مالک) سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ (میری) نگرانی مت کر۔ جنوب میں دارالحکومت کی جانب سفر کرتے ہوئے میں جو کچھ میں کر رہا ہوں[۴۸] تیری محبت میں کر رہا ہوں۔ مدرسے میں گذرا ہوا ایک دن بھی تیرے لیے فائدہ مند ہوگا۔ اور جو کام تو وہاں کرتا ہے پہاڑوں کی طرح قائم و دائم رہے گا۔

جو کچھ تجھے جاننا چاہیے وہ سکھانے کے لئے میں تجھے اور بھی باتیں بتاؤں گا۔ جہاں جھگڑا ہو رہا ہو وہاں مت جا۔ اگر کوئی شخص تجھے ڈانٹے، اور تو کچھ سمجھ نہ پائے کہ اس کے غصے کا جواب کیسے دے، تو (دوسرے) سننے والوں کی موجودگی میں احتیاط سے جواب دے[۴۹]۔

اگر تو سرکاری افسروں کے پیچھے چلے تو مناسب فاصلے پر پیچھے چل۔ اگر تو مالک کی موجودگی میں (اس کے) گھر پر جائے اور اس کے ہاتھ تیرے سامنے کسی اور کی طرف بڑھے ہوئے ہوں، اپنا ہاتھ منہ پر رکھ کر بیٹھ جا[۵۰]۔ اس سے کوئی چیز مت مانگ، بلکہ جو کچھ وہ تجھ سے کہے وہی کر۔ میز[۵۱] پر ٹوٹ پڑنے سے گریز کر۔

سنجیدہ رہ اور بہت پروقار بن۔ خفیہ معاملات کے بارے میں بات نہ کر کیونکہ جو کوئی اپنا پیٹ[۵۲] چھپاتا ہے، وہ آپ اپنی حفاظت کرتا ہے۔ جب تو کسی تندخو شخص کے ساتھ بیٹھا ہو بے دھڑک[۵۳]

---

۴۸ یعنی ننبتی اپنے بیٹے کی محبت میں اسے نصیحتیں کر رہا ہے۔ ۴۹ پتاح حوتپ کی تعلیمات میں یہی تعلیم آئی ہے ۱ تا ۲۔ ایک اور ترجمہ: "اگر کوئی جھگڑا ہو رہا ہو تو جھگڑا کرنے والوں کے پاس مت جا۔ اگر (کوئی) تجھے ڈانٹے ڈپٹے اور تو نہ سمجھ سکے کہ اس گرم مزاجی کو کیسے رد کرے تو سننے والوں کو بطور گواہ بلائے اور جواب دینے میں تاخیر کر۔"
۵۰ یعنی خاموش بیٹھ جا۔ ۵۱ میز: طعام میز۔ یہاں دراصل کھانے پینے کے آداب کا ذکر ہے اور یہ ذکر کاگی رس کی تعلیمات اور "پتاح حوتپ کی تعلیمات" میں بھی ملتا ہے۔ ۵۲ پیٹ چھپانا: اصل متن میں جو قدیم مصری لفظ استعمال ہوا ہے اس کے لفظی معنی ہیں "پیٹ چھپاتا ہے"۔ مطلب یہ کہ جو اپنے خیالات پوشیدہ رکھتا ہے۔ ۵۳ بے دھڑک باتیں: "بے معنی یا احمقانہ باتیں" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ مگر تندخو یا جھگڑالو کی مناسبت سے یہاں بے دھڑک یا دلیری سے باتیں کرنا زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

باتیں مت کر۔

جب تجھے دوپہر کو چھٹی مل جائے اور تو مدرسے سے باہر جائے اور گلیوں میں تو خوشی سے چلاتا پھرے، تو سب لوگ بالآخر تجھے سرزنش کریں گے یہ تیرے شایانِ شان نہیں۔[۵۵]

جب کوئی سرکاری عہدیدار تجھے قاصد بنا کر بھیجے، تو وہی کچھ کہہ جو کچھ اس نے کہا تھا۔ اس میں کمی بیشی مت کر۔ جو (کتابوں کا) ڈھیر چھوڑ دیتا ہے اس کا نام باقی نہیں رہے گا۔ جو اپنے اطوار میں طاق ہے اس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہے گی۔ اس کی کہیں بھی مخالفت نہیں کی جائے گی۔

اپنی ماں کے بارے میں کوئی جھوٹی بات مت کر۔ سرکاری ملازموں کے لئے یہ قابلِ نفرت ہے۔ جو اولاد اچھا کام کرتی ہے اس کی حالت گذری ہوئی کل جیسی[۵۶] ہوگی۔ کسی جھگڑالو کیساتھ دوستی مت کر، کیونکہ تیرے بارے میں جب لوگ سنیں گے تو تیرے لئے (یہ) نقصان دہ ہوگا۔ جب تو تین روٹیاں کھائے اور شراب کے دو جگ پی لے، لیکن تیرا پیٹ پھر بھی نہ بھرا ہو تو اس کے خلاف مزاحمت کر۔ جب کوئی کھانا کھا رہا ہو وہاں کھڑا مت ہو۔ میز پر لپکنے سے باز رہ۔

دیکھ یہ اچھی بات ہے کہ تو بہت سے لوگوں کو باہر بھیجے[۵۷] اور سرکاری عہدیداروں کی باتیں سنے۔ تجھے اچھے نسبت[۵۸] والوں کے طور طریقے سیکھنے چاہئیں اور ان کے نقش قدم پر چلنا چاہئے۔ جب منشی سننے والا[۵۹] بن جاتا ہے، تو سننا ایک شاندار خوبی بن جاتا ہے۔ جب تجھ سے بات کی

---

۵۵ اس پیراگراف کا ایک اور ترجمہ: "جب تو آدھی چھٹی کے بعد باہر آئے صحن میں جا اور اپنی (سبق کی کتاب) کے آخری حصے کے بارے میں تبادلہ خیال کر۔" ۵۶ یعنی اچھے کام کرنیوالی اولاد اسی طرح اچھی زندگی گذارے گی جس طرح ماضی میں اچھا کام کرنیوالوں کی زندگی بہتر ہوتی تھی۔ ۵۷ اس فقرے کا مختلف متضاد طریقے پر ترجمہ کیا گیا ہے مثلاً ایک ترجمہ یہ ہے: "یہ اچھی بات ہے کہ تجھے اکثر باہر بھیجا جائے۔" باہر بھیجنے سے مراد قاصد بنا کر بھیجنے سے ہے۔ ۵۸ اچھے نسب والے: یہاں جو قدیم مصری زبان کا لفظ آیا ہے اس کے لفظی معنے ہیں: "لوگوں کے بیٹے"۔ یہ جمع کا صیغہ ہے اور واحد کیلئے یہ اصطلاح یوں استعمال ہوتی تھی: "(ایک) شخص کا بیٹا"۔ ۵۹ سننے والا: سننے والے سے مراد ہے فرمانبردار۔ سننے کا مطلب ہے: فرمانبرداری۔

جائے۔ تجھے کھڑا ہو جانا چاہیئے۔ جب تو چلے تیرے پیروں کو عجلت کرنی چاہیئے۔[60] محض قابلِ اعتماد آدمی کے پاس مت جا، بلکہ اپنے سے زیادہ ممتاز شخص سے تعلق قائم کر لیکن دوست اسے بنا جو تیری اپنی نسل سے تعلق رکھتا ہو۔

دیکھ میں نے تجھے دیوتا کے راستے پر لگا دیا ہے۔ جس دن منشی پیدا ہوتا ہے اس کی رَن وِ نُوت[61] اس کے کندھے پر ہوتی ہے۔ جب وہ بڑا ہو جاتا ہے ایوانِ انصاف اور معتفوں کی عدالت تک پہنچ جاتا ہے۔ دیکھ! کوئی منشی ایسا نہیں ہے جسے قصرِ فرعون ——— زندگی! خوشحالی! صحت[62] ——— سے کھانے پینے کی اشیاء کی کمی ہو۔ مِس خُنت[63] منشی کی فلاح و بہبود (کی ضامن) ہوتی ہے۔ وہ اسے معتفوں کی عدالت میں ترقی دیتی ہے۔ (اپنے) باپ اور ماں کی عزت کر جنہوں نے تجھے زندگی کی راہ پر ڈالا۔ ان باتوں کو دھیان میں رکھ جو میں نے تیرے اور تیرے بچوں کے لئے تیری آنکھوں کے سامنے رکھی ہیں۔

"یہ کامیابی کے ساتھ بُرمسرت اختتام کو پہنچی"

---

[60] اس فقرے کا بالکل مختلف ترجمہ یوں کیا گیا ہے "جب تو چلے تیری پیروں کو جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔" [61] رَن اُنُوت: خوش حالی، خوش بختی اور فصل کی دیوی۔ رَن اُنُوت کا مطلب یہاں قسمت یا خوش قسمتی لیا جاسکتا ہے۔ رَن اُنُوت کے کندھے پر ہونے سے مراد ہے "منشی اپنی پیدائش کے دن سے ہی خوش قسمت ہوتا ہے۔ [62] زندگی! خوش حالی! صحت!: یہ دعائیہ الفاظ فرعون کیلئے مخصوص تھے اور مصری تحریروں میں جب بھی فرعون (بادشاہ) یا اس کا نام لکھا جاتا، عام طور پر اس کے ساتھ یہ تینوں الفاظ ضرور لکھے جاتے تھے۔ [63] مِس خُنت: پیدائش اور مقدر کی دیوی۔ رَن اُنُوت دیوی اور مِس خُنت دیوی کا ذکر عموماً ایک ساتھ آتا ہے۔

سنحتپ اِب را کی تعلیمات

سنحتپ اب را بارہویں شاہی خاندان (۱۹۹۱ / ۱۷۸۶ ق م) کے دو فراعنہ سن اسرت سوم (سن وس را سوم ۱۸۷۸ / ۱۸۴۲) اور آمن ام حت سوم (آمن ام حی سوم ۱۸۴۲ / ۱۷۹۲ ق م) کے عہد میں سرکاری خزانے میں کسی اعلیٰ عہدے پر فائز تھا اور یہ بات تقریباً یقینی ہے کہ اپنے عہدے اور سرکاری مراتب کے سبب دونوں فراعنہ کے ساتھ اس کے ذاتی تعلقات ہوں اور رابطہ برابر قائم رہتا ہو۔ اس سلسلے میں سنحتپ اب را نے زیرِ نظر تحریر میں اپنے بارے میں دعویٰ کیا ہے۔

"وہ جسے بادشاہ نے لاکھوں (آدمیوں) کے سامنے بلند مرتبہ
بخشا۔ اپنے آقا کا حقیقی معتمد جس کے ساتھ خفیہ معاملات
پر گفتگو کی جاتی تھی ــــــ"

علاوہ ازیں سنحتپ اب را نے اپنے آقا فرعون آمن ام حت سوم کے ساتھ قریبی تعلقات کا عملی اظہار مصری ادب کی پوری تاریخ میں منفرد طریقے پر کیا اور وہ یوں کہ اس نے اپنی "تعلیمات" تدفینی یادگاری پتھر پر کندہ کرا دیں۔ اس کے اس طرزِ عمل کی مثال پورے قدیم مصری ادب کی تاریخ اور کوئی نہیں ملتی۔ یوں کہا جائے کہ مصریوں کے حکیمانہ اور اخلاقی ادب کے سلسلے میں ــــ سنحتپ اب را کو چھوڑ کر ــــ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی مصری دانشور یا مبلغ اخلاق نے اپنی تعلیمات مقبرے کے یادگاری پتھر پر کندہ کرائی ہوں، مگر سنحتپ اب را نے ایسا ہی کیا۔ اس نے فرعون آمن ام حتپ سوم کے عہد میں اپنے لئے اب دو (ابی ودس) شہر کے قریب مقبرہ بنوایا۔ اور اس میں لائم اسٹون کا ایک بہت بڑا یادگاری پتھر نصب کرایا اور اس کے دونوں جانب اور پہلوؤں پر عبارت کندہ کرا دی۔

قدامت ــــ سنحتپ اب را کی زیرِ نظر تعلیمات، ایک بڑے سارے یادگاری پتھر، دو پیپرسوں، لکھنے ایک تختی اور لائم اسٹون کے بیس ٹکڑوں (OSTRACA) پر لکھی ملی ہیں فرانسیسی

اسکالرجی۔ پوسنر نے یہی عبارت پیرس کے مشہور عجائب گھر لوور میں رکھے ہوئے ایک پیپرس ایک تختی اور چونے کے متعدد ٹکڑوں پر لکھی ہوئی ڈھونڈ نکالی تھی ـــــ بہرحال مذکورہ بالا یادگاری پتھر سحتپ اب رانے فراعنہ کے بارہویں خاندان کے حکمران آمن ام حت سوم (۱۸۴۲/۱۷۹۷ ق م) کے زمانے میں اپنے مقبرے میں نصب کرایا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ زیر نظر تعلیمات تخلیقی اور تحریری طور پر ۳۰ برس قدیم ہیں۔ انہی تعلیمات پر مبنی ایک تختی اور ایک پیپرس اٹھارہویں شاہی خاندان (۱۵۷۵/۱۳۰۸ ق م) کے دوسرے نصف میں لکھا گیا تھا۔ یہ پیپرس آج کل لوور (LOUVRE) کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ باقی سب نقول رعمسیس دور (۱۱۹۴/۱۰۸۵ ق م) میں لکھی گئی تھیں ـــــ کچھ ماہرین نے اس خیال کا بھی اظہار کیا ہے کہ دراصل سحتپ اب رانے یہ تحریر کسی پہلے سے تخلیق شدہ تحریر سے تھیا کر اپنے یادگاری پتھر پر کندہ کرا دی تھی جبی۔ پوسنر کے نزدیک اس تصنیف کا خالق سحتپ اب رانہیں بلکہ تپاح ام وجہوتی نامی دانشور تھا جس کا نام چیسٹر بیٹی پیپرس۔۴ پر ورج قدیم مصری دانشوروں کی دی ہوئی فہرست میں موجود ہے۔ ـــــ

یہ تصنیف کئی اصناف کا مجموعہ ہے۔ مذکورہ بالا یادگاری پتھر کی سیدھی جانب ایک طرح کی خود نوشت سوانح عمری ہے جو درمدح قسم کے القاب پر مبنی ہے۔ اس کے بعد متعدد دیوتاؤں کے پجاریوں اور شہر کے دوسرے تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر زندہ لوگوں سے اپیل کی گئی ہے۔ پتھر کی دوسری جانب کی عبارت تین مختلف عنوانات پر مشتمل ہے۔ پہلے تو خود نوشت سوانح عمری ہے جس میں سحتپ اب رانے اسر (اوزیرس) دیوتا سے متعلق مذہبی رسوم میں اپنی شرکت کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد تعلیمات پر مبنی حصہ ہے جس میں فرعون سے وابستہ وفاداری سے مشروط کر کے اچھے کردار کا تعین کیا گیا ہے اور تیسرے موضوع یا عنوان میں زندہ لوگوں سے اپیل ملتی ہے۔ عبارت کے درمیان میں تعلیمات پر مبنی طویل حصہ خاص دلچسپی کا حامل ہے۔ ماہرین نے اس کا جائزہ لے کر اس حصے کے ماخذ اور مقصد

کی وضاحت کی ہے۔ کوئٹز (KUETZ) کے مطابق سخت اب را کی یہ تعلیمات مختلف انداز میں "رعمیس دور" (۱۱۹۴/۱۰۸۰ ق م) میں لکھے جانے والے پیپرس پر رقم ہیں اور یہ کہ ان دونوں نوشتوں (VERSIONS) کا مشترک ماخذ ان سے پہلے تخلیق کی جانے والی کوئی تحریر یا تصنیف تھی ——— اس تخلیق کے آخری منظوم حصے میں ایک اعلیٰ مرتبے کے درباری اور سرکاری ملازم کے نقطہ نظر سے فرعون کی فرمانبرداری کی تعلیم دی گئی ہے اور سخت اب را کے نزدیک یہی عملی زندگی کی کامیابی کا راز تھا! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تصنیف کا مقصد سیاسی پروپیگنڈہ تھا یعنی بادشاہ کی حمایت۔ اس تحریر کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں مصنف نے اپنے بچوں کو فرعون کی عزت، اس کی فرمانبرداری اور حکم بجا آوری کی تلقین کی ہے اور دوسرے میں لوگوں کی فطرت بیان کی ہے۔

سُحتپ اِب را کی تعلیمات

تخلیقی قدامت :- ۴۰۰۰ برس

تحریری قدامت :- ۴۰۰۰ برس

شاہزادہ، سردار، شاہی مہر بردار، واحد محبوب رفیق[1]، بالائی مصر کے بادشاہ کا عظیم المرتبت، زیریں مصر کے بادشاہ کا بلند مرتبت، لوگوں کا افسر، قرنا بسُم، پرُ، نرازد اور فرح بخش تالابوں کا نگران ـــــ جس کی آمد کے دربار میں منتظر رہتے ہیں۔ لوگ اپنے معاملات جس کے گوش گزار کرتے ہیں۔ دوسر زمینوں کا بادشاہ[2] جس کی قدر و قیمت پہچانتا ہے جسے اس نے[3] دو ساحلوں کے سامنے متعین کیا، چاندی اور سونے کا نگران[4]۔ ہر طرح کے جانوروں کا رکھوالا۔ دو ملکوں[5] کے سامنے منصف، تحوُت (دیوتا) کی مانند راست رو اور سچا مندروں میں سرّی رسوم کا آقا، قصرِ شاہی کے تمام کاموں کا نگران، ساحول سے زیادہ صحیح

---

[1] محبوب رفیق :- یہاں سُحتپ اِب نے خود کو فرعون کا رفیق خاص کہا ہے۔ [2] دوسر زمینوں کا بادشاہ :- شمالی اور جنوبی مصر کا بادشاہ۔ فرعون۔ [3] اس نے :- فرعون نے [4] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سُحتپ اِب را افسر خزانہ بھی تھا۔ [5] دو ملک :- شمالی اور جنوبی مصر۔

ترازو کے پلڑوں کی طرح برابر، بردبار اور مؤثر مشیر ––– جو اچھی بات کہتا ہے، خوش کن بات دوہراتا ہے، تحمل مزاجی میں جس کا کوئی ہم سر نہیں، اچھا سامع، خوش گفتار، گتھیاں سلجھانے والا افسر، جسے لاکھوں (آدمیوں) کے سامنے اس کے آقا نے ممتاز کیا۔ صحیح معنوں میں مثالی اور پسندیدہ، غلط کاریوں سے مبرا، آقا کے لئے یک سو وفارغ، جس[6] نے اسے آزما لیا ہے۔ بادشاہ کے محل میں جنوب کا ستون، جو اپنے آقا کے پیچھے پیچھے چلتا ہے؛ دربار کے سامنے اس[7] کا قریبی (ندیم)، جو تنہا اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ محل میں حُور[8] کا ساتھی، اپنے آقا کا صحیح معنوں میں پسندیدہ، جسے راز کی باتیں بتا دی جاتی ہیں، جو الجھے ہوئے معاملات سلجھا دیتا ہے، دکھ دور کرتا ہے، انتہائی بھلائی کے لئے کام کرتا ہے۔ شاہی مہر بردار، معبد کا نگران، نائب اعلیٰ مہر بردار سنحتپ اب را کہتا ہے

"اے سردارو، مہا پجاریو، پجاریو، دیوتا کے مہر بردارو، اَن پُو[9] (دیوتا) کے پجاریو، مذہبی طبقے کے تم بہت سارے پجاریو اور سربراہ پجاریو، اور اس شہر میں رہنے والے سب (لوگو) جو اس معبد میں ہو گے، جو اس یادگار[10] کے پاس سے گذرو گے، جو اس پتھر کو پڑھو گے، جیسا کہ تم مغرب کے باسیوں[11] میں سب

---

[6] جس نے: فرعون نے۔ [7] اس کا: فرعون کا۔ [8] حُور (حَر): حُور ایک بہت ہی مقبول مصری دیوتا تھا۔ یہاں فرعون آمن ام حت سوم کو حُور دیوتا کہا گیا ہے۔ [9] اَنپُو (انوبیس) دیوتا: آسمانی طبیب۔ یہ دیوتا تمام لاشوں کا محافظ تھا اور اسی نے اسیر (اوزیرس) دیوتا کی لاش کو حنوط کیا تھا۔ [10] یادگار: اس تدفینی یادگاری پتھر مراد ہے جس پر سنحتپ اب را نے یہ تحقیقات کندہ کرائی تھیں۔ یہاں جس انداز سے مذکورہ یادگاری تدفینی یادگاری پتھر کا ذکر آیا ہے اس سے کچھ گمان گذرتا ہے کہ یہ پتھر سنحتپ اب را کے مقبرے میں نصب نہیں تھا بلکہ کھلی اور آمد ورفت والی جگہ کے قریب ہی کہیں نصب کرایا گیا تھا۔ تاکہ وہاں سے گذرنے والے لوگ اسے دیکھ لیں اور اس پر کندہ عبارت پڑھ لیں۔ [11] مغرب کے باسی: مرنے کے بعد دوسری دنیا میں جانے والے لوگ۔ مغرب کے باسی کے بارے میں باب "حمد" کے ابتدائیے میں مفصل بات کر چکا ہوں۔

سے برتر اسر (اوزیرس) سے محبت کرتے ہو، اور اس کے تہوار مناتے ہو، جیسا کہ تم اپنے مشفق دیوتا وپ واوَت سے محبت کرتے ہو، اور بادشاہ کی ہمیشہ خوشی مناتے ہو، جیسا کہ تم زندگی سے محبت کرتے ہو اور موت کو نظر انداز کرتے ہو اور جیسا کہ تمہارے بچے تمہارے لئے پھولتے پھلتے ہیں، اسی طرح تم اپنی بات کے طور پر کہو گے ۔۔

(محترم شاہزادے، سردار شاہی مہر بردار، معبد کے نگران، نائب اعلیٰ مہر بردار دوت تخیت کے بیٹے سختپ اب را کے لئے محترم بادشاہ ایک ہزار روٹیاں، شراب، بیل، اور پرندے، روغن اور کپڑے اور ہر وہ پسندیدہ چیز بطور نذر دیتا ہے[۱۲] جس پر دیوتا گذارہ کرتا ہے[۱۳] _____ شاہزادہ، سردار شاہی مہر بردار، معبد کا نگران، نائب اعلیٰ مہر بردار، سختپ اب راحق بجانب کہتا ہے میں نے یہ یادگار مخصوص کی۔ اس کے لئے جگہ متعین کر دی گئی ہے۔ میں نے[۱۵] اب دو کے پجاریوں کو معاوضے ادا کرنے کے لئے معاہدے کر لئے تھے۔ اب دو کے بادشاہ[۱۶] کی سترہی رسوم ادا کرنے کے لئے میں نے خانۂ زریں میں عبادت کے لئے اس کے محبوب بیٹے کے طور پر کام کیا۔

---

[۱۲] یعنی فرعون اپنے محبوب رفیق اور عہدیدار سختپ اب را کے لئے مذکورہ اشیاء اس کی موت کے بعد بطور قربانی چڑھاتا ہے۔ [۱۳] یہاں تک کی عبارت مذکورہ یادگاری پتھر کے سامنے والے رخ پر کندہ ہے [۱۴] یہاں سے وہ عبارت شروع ہوتی ہے جو یادگاری پتھر کے پچھلے حصے پر کندہ ہے۔ [۱۵] مطلب یہ کہ سختپ اب را نے دستور کے مطابق اپنی زندگی ہی میں یہ انتظام کر دیا تھا کہ اس کی موت کے بعد پجاری اس کے لئے باقاعدگی سے مذہبی رسوم ادا کرتے رہیں اور اس کے عوض اس نے پجاریوں کو معاوضے کی ادائیگی کا بندوبست کر دیا تھا۔ [۱۶] اب دو کا بادشاہ یعنی اسر دیوتا سے مراد ہے۔ اب دو (موجودہ ابیدوس) قدیم زمانوں میں اسر دیوتا کا انتہائی مقدس، اہم مذہبی مرکز اور شہر تھا۔

میں نے مقدس کشتی[۱۷] بنانے کی ہدایت کی، میں نے اس کے رستے بنائے میں نے اس کے بادشاہ[۱۸] کے لئے سحکر رسم[۱۹] ادا کی اور وپ واوت کا جلوس نکالا۔ اس کے لئے تمام قربانیاں پیش کی گئیں اور پجاریوں نے ادا کیں۔ میں نے سربستہ رازوں کے مالک کے عہدیدار اور مصاحب کی حیثیت سے دیوتا (اسر) کو شاہانہ کپڑے پہنائے[۲۰]۔ دیوتا کی آرائش میں نے پاک صاف انگلیوں والے پجاری کی طرح کی، تاکہ میں دیوتا کا پیروکار بنوں؛ تاکہ اب ڈو کے بادشاہ کے معبد میں ارفع روح[۲۱] بن جاؤں"۔

تعلیمات کا آغاز جو اس نے اپنے بچوں کو دیں۔

میں اہم بات بتاتا ہوں کہ تم اسے سنو[۲۲]؛
میں تجھے صحیح زندگی بسر کرنے،
اور سلامتی کے ساتھ[۲۳] زندگی گذارنے کا طریقہ بتانے کے لئے،
ابدی مشورہ دیتا ہوں۔
نی ماٹ را[۲۴] کی عبادت کرو، جو ہمیشہ نہلائے جسموں میں رہتا ہے؛

---

[۱۷] مقدس کشتی:۔ اسر دیوتا سے مخصوص عظیم متبرک کشتی [۱۸] اس کا بادشاہ:۔ مقدس کشتی کا بادشاہ یعنی اسر دیوتا [۱۹] سحکر رسم:۔ اسر دیوتا کی تدفین سے متعلق ایک رسم۔ اسر دیوتا کو اس کے بھائی ست دیوتا نے قتل کر دیا تھا۔ [۲۰] غالباً اسر کی مذہبی رسوم کی ادائیگی کے وقت اسر دیوتا کے مجسمے کو کپڑے پہنائے۔

[۲۱] ارفع روح:۔ ارفع روح کے لئے یہاں مصری لفظ "آخ" آیا ہے۔ [۲۲] اسے سنو۔ یعنی سحتپ اب را کی اولاد اس پر عمل کرے۔ [۲۳] سلامتی کے ساتھ:۔ کامل مسرت کے ساتھ بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۲۴] نی ماٹ را:۔ بارہویں خاندان کے فرعون آمن ام حت سوم کا ذاتی نام۔ اسی فرعون کے عہد میں سحتپ اب را نے یہ یادگاری پتھر نصب کرایا تھا۔ خیال ہے کہ اصل تصنیف میں اس فرعون کا نام موجود تھا یعنی غالباً وہ اصل تصنیف جس سے بعض ماہرین کے نزدیک سحتپ اب را نے یہ عبارت اخذ کر کے اپنے یادگاری پتھر پر کندہ کرا دی تھی۔

بادشاہ سلامت کو اپنے دلوں میں[25] محبت کے ساتھ جگہ دو،

وہ سیا[26] ہے جو (تمام) دلوں میں ہے،

اور اس کی آنکھیں ہر بدن[27] کو ٹٹولتی ہیں[28]،

وہ را[29] ہے جس کی کرنوں کے ذریعے انسان دیکھتا ہے[30]۔

کیونکہ وہ[31] قرصِ آفتاب سے بھی زیادہ دونوں ملکوں کو منور کر دیتا ہے،

وہ زمین کو سیلابی نیل[32] سے بھی بڑھ کر سر سبز بنا دیتا ہے؛

اس نے دونوں ملکوں کو قوت[33] اور زندگی سے معمور کر دیا ہے؛

جب وہ غیض و غضب میں آنے لگتا ہے، نتھنے سرد پڑ جاتے ہیں،

لیکن جب وہ شفیق ہوتا ہے تو انسان (دوبارہ) سانس لینے لگتا ہے[34]

جو اس کی خدمت کرتے ہیں وہ انہیں خوراک بخشتا ہے،

جو اس کی راہ پر چلتے ہیں وہ انہیں غذا بخشتا ہے۔

---

[25] دلوں میں: خیالات میں بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [26] سیا: قدیم مصری زبان کے اس لفظ کا ترجمہ تصور، خیال، علیم، ذہانت، ادراک اور فہم وغیرہ کیا گیا ہے۔ سیا ایک دیوتا تھا۔ مصریوں کے نزدیک ادراک یا فہم شخصیت کی ایک خصوصیت تھی جسے وہ "سیا" دیوتا قرار دیتے تھے۔ [27] ہر بدن: ہر ایک شخص سے مراد ہے۔ [28] ٹٹولتی ہیں: ہر انسان کے پار ہو جاتی ہیں بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [29] را: سورج دیوتا کا نام: یہاں فرعون کو سورج دیوتا را قرار دیا گیا ہے۔ [30] اس سطر کا ایک اور ترجمہ "وہ را ہے جو اپنی کرنوں سے دیکھتا ہے"۔ [31] وہ: فرعون سے مراد ہے۔ ان پوری منظوم تعلیمات میں بیان ہونے والی تمام خصوصیات اور اوصاف فرعون کو تفویض کیے گئے ہیں۔ [32] نیل: یہاں اصل مصری زبان میں نیل کی جگہ لفظ "ہاپی" آیا ہے۔ ہاپی وہ دریائے نیل کو بھی کہتے تھے اور نیل کے دیوتا کو بھی۔ [33] قوت: سمپسن نے قوت کی جگہ "کلمرانی" ترجمہ کیا ہے۔ [34] گویا فرعون جب طیش میں آ جائے تو لوگ مر جاتے ہیں اور جب خوش اور مشفق ہو جائے تو انسان پھر سے سانس لینے لگتے ہیں۔

بادشاہ دکا[۳۵] ہے' اس کا منہ فراوانی[۳۶] ہے'

جس نے اسے پالا ہے وہ وجود بنے گا[۳۷]

کیونکہ) وہ سارے بدنوں[۳۸] کا خنمُ[۳۹] ہے

وہ لست نت[۴۰] ہے جو دونوں ملکوں کی حفاظت کرتی ہے

جو اس کی پرستش کرتا ہے' اس کا بازو[۴۱] اس کی حفاظت کرتا ہے

اپنے احکام کی خلاف کرنیوالوں کے لئے وہ سخمت[۴۲] ہے

جس سے وہ نفرت کرتا ہے وہ مصائب[۴۳] کا شکار ہو گا

اس کے نام کی خاطر لڑو، اس کی زندگی سے وفاداری کرو،[۴۴]

---

[۳۵] دکا :- دکا کے بارے میں باب حمد کے ابتدائیے کے آخر میں تفصیل دے چکا ہوں۔ ارمن اور مس لخت ہائم نے "بادشاہ کا ہے" کی جگہ "بادشاہ قوت حیات (اور زندہ رکھنے والا) ترجمہ کیا ہے [۳۶] منہ فراوانی :- مطلب یہ ہے کہ فرعون منہ سے لوگوں کو فراوانی بخشنے اور ان کی ضروریات پوری کرنیکا حکم دیتا ہے یعنی فرعون اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ اس کی وفادار رعایا کو ضروریات فراہم کی جائیں [۳۷] یعنی فرعون بچے کی پرورش کرتا ہے جو بڑا ہو کر پورا آدمی بنے گا۔ اس لائن کا ایک اور ترجمہ :- "وہ جو (آئندہ) ہوگا اس کی تخلیق ہو گا ___ " [۳۸] سارے بدن :- تمام انسان [۳۹] خنمُ :- وہ دیوتا جس نے تمام فانی جانداروں کو اسی طرح بنایا جس طرح کمہار اپنے چاک پر برتن بناتا ہے۔ مطلب یہ کہ فرعون خنمُ دیوتا کی طرح لوگوں کو پیدا کرتا ہے۔ [۴۰] لست نت :- ایک مہربان اور مشفق دیوی جس کا سر بلی کو دکھایا جاتا تھا۔ [۴۱] اس کا بازو یعنی فرعون کا بازو۔ [۴۲] سخمت :- وباؤں کی خوفناک دیوی۔ اس کا سر شیرنی کا دکھایا جاتا تھا۔ [۴۳] وباؤں کی دیوی سخمت کی رعایت سے اس سطر میں مصائب سے مراد بیماریاں لی جا سکتی ہیں [۴۴] اس لائن کا ایک اور ترجمہ :- "اس کی زندگی کی حفاظت کرو تاکہ تم نافرمانبرداری سے بچے رہو" ___

تاکہ تم (نافرمانبرداری) سے دُور رہو،[۴۵][۴۶]
جو بادشاہ کا محبوب ہوگا، اس کی تکریم کی جائے گی،
(لیکن) بادشاہ کے دشمن کے لئے مقبرہ نہیں بنایا جاتا،
اس کی لاش پانی میں پھینک دی جاتی ہے؛
اگر تم اس پر عمل کروگے تو تمہارے بدن پھلے پھولیں گے،
اور یہ تمہارے لئے ہمیشہ کار آمد ہوگا؛

شاہزادہ، سردار، شاہی مہر بردار، مندر کا نگران، سُحتپ اب را کہتا ہے:-

"اے بادشاہ کے محبوب، اس شہر کے دیوتا، مغرب میں رہنے والوں میں سب سے افضل اسر (دیوتا) کے "اب دو" میں پجاریو، اس دیوتا ...... کے پجاریو، شاہ ظلمات را کے پجاریو، جو ہمیشہ زندہ رہتا ہے، اور آنجہانی خاکاؤرا کے (پجاریو)، اور تمہارے شہر میں ان کے ...... پجاریو، اَب دُو کے سارے لوگو، جو دریا کے بہاؤ کے رخ، یا دریا کے (بہاؤ کے) مخالف رُخ جاتے ہوئے اس یادگار کے پاس گذرو گے، چونکہ تم اپنے بادشاہ سے محبت کرتے ہو، چونکہ تم اپنے شہر کے دیوتاؤں کی توصیف کرتے ہو، چونکہ تمہارے بچے تمہاری جگہ رہتے ہیں، چوں کہ تمہیں زندگی سے پیار ہے اور موت کو نظر انداز کرتے ہو، تم کہو گے:-

"ایک ہزار روٹیاں اور شراب، بیل اور پرندے، روغن اور کپڑے، خوشبوئیں، تیل اور ہر طرح کی جڑی بوٹیاں، ہر طرح کے چڑھاوے، جن پر دیوتا گذارہ کرتا ہے، محترم شاہزادے کے لئے،[۴۷] سردار، شاہی مہر بردار، اپنے آقا کا محبوب، واحد پسندیدہ

---

[۴۵] نافرمانبرداری:- یہاں جو اصل مصری قدیم لفظ آیا ہے اس کے صحیح صحیح معنی نامعلوم ہیں تاہم ماہرین نے نافرمانبرداری، دغابازی اور تغافل وغیرہ ترجمہ کیا ہے [۴۶] اس لائن کا ایک اور ترجمہ "کسی بھی تغافل سے دور اور دامن کشاں رہو"۔ [۴۷] محترم شاہزادہ:- خود سُحتپ اب را سے مراد ہے۔

رفیق، نائب اعلیٰ مہر بردار سُختپ اِب رَا، آنہانی، وَدَو سُخبت آنہانی کا بیٹا[۴۵] ــــــــ"

اُنی کی تعلیمات

تخلیقی قدامت: ۳۴۰۰ برس
تحریری قدامت: ۳۱۰۰ برس

اُنی نامی اس دانشور نے اپنی یہ تعلیمات فراعنہ کے اٹھارھویں خاندان (۱۵۷۵/۱۲۰۰ ق م) کے زمانے میں تصنیف کی تھیں مگر اس دور کا کوئی ایک بھی نوشتہ یا پیپرس اب تک نہیں ملا ہے۔ ان تعلیمات پر مبنی جتنا بھی مواد دستیاب ہوا ہے وہ انکی تخلیق سے صدیوں کے بعد کا رقم شدہ ہے۔ مثلاً زیر نظر تعلیمات کا بیشتر حصہ جس پیپرس پر لکھا ہوا ہے وہ فراعنہ کے اکیسویں خاندان (۱۰۹۰/۹۴۵ ق م) یا بائیسویں خاندان (۹۴۵/۷۴۵ ق م) کے عہد میں لکھا گیا تھا۔ اس اہم پیپرس کو "BOULAQ PAPYRUS-4" کا علمی نام دیا گیا ہے اور یہ قاہرہ کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ اسے ای۔ کباس (E-CHABBAS) نے ۱۸۷۰ء میں پہلی مرتبہ L'EGYPTOLOGIE نامی مجلّے میں شائع کیا تھا۔ کافی عرصے تک تو لیس یہی ایک پیپرس تھا جس کی وجہ سے لوگ ان تعلیمات سے آشنا تھے۔ مذکورہ پیپرس کے کچھ ابتدائی صفحات ضائع ہو چکے ہیں ان ضائع شدہ صفحوں کے کچھ ادھورے ٹکڑے ہی بچ رہے ہیں۔

"BOULAQ PAPYRUS-4" کے بعد اُنی کی تعلیمات پر مبنی نامکمل اور ناقص تحریریں ملی ہیں جو پیپرسوں اور لائم اسٹون کے ٹکڑوں پر لکھی ہوئی ہیں۔ انہی میں چیسٹر بیٹی پیپرس۔ ۵ بھی شامل ہے جو آجکل برٹش میوزیم لندن میں محفوظ ہے۔ یہ پیپرس فرعونوں کے انیسویں خاندان (۱۳۰۸/۱۱۹۴ ق م) کے اواخر میں رقم ہوا تھا۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسے آج سے کوئی ۳۱۰۰ برس قبل لکھا گیا تھا۔ تحریری لحاظ سے یہ پیپرس اُنی کی تعلیمات پر مبنی باقی تمام تر دریافت شدہ پیپرسوں اور پتھروں وغیرہ سے زیادہ پرانا ہے۔ ان تعلیمات کا ابتدائی فقرہ اس لوح پر رقم ہے جو برلن میوزیم میں ہے۔ یہ تختی بائیسویں خاندان (۹۴۵/۷۴۵ ق م) کے زمانے میں کسی طالب علم نے بطور مشق لکھی تھی۔ زیر نظر تعلیمات کے مختصر مختصر سے حصے ایک پیپرس کے تین ٹکڑوں

---

[۴۵] "ایک ہزار روٹیاں ...... کا بیٹا": سُختپ اِب رَا نے مذکورہ کتبے کے پاس سے گزرنے والوں سے کہہ رکھا ہے کہ وہ یہ دعا پڑھا کریں۔

پر لکھے ملے ہیں، جو کسی زمانے میں مکمل تھا اور اکیسویں (۱۰۹۰ / ۹۴۵ ق م) سے کچھ پہلے لکھا گیا تھا اور اب پیرس کے عجائب گھر میں ہے۔ دیر المدینہ سے چونے کے پتھر کے چار ایسے ٹکڑے دستیاب ہوئے ہیں جن پر ان تعلیمات کے کچھ حصے رقم ہیں۔ علاوہ ازیں آٹھ صفحات پر مبنی ایک نامکمل پیپرس فرانسیسی ماہرین کو دیر المدینہ کی کھدائی کے دوران ملا۔ ان آٹھ صفحوں پر ان تعلیمات کا ایک تہائی حصہ رقم ہے۔ یہ پیپرس کسی سابقہ نسخے سے نقل کیا گیا تھا۔ اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے کیونکہ متعدد ناقابلِ فہم حصے اب اس کی مدد سے سمجھے جا سکتے ہیں ____ 'BOULAQ PAPYRUS-4'

جس منشی یا طالب علم نے کسی پرانے نسخے سے نقل کیا تھا، اس سے املا کی بہت ساری غلطیاں سرزد ہوئیں، اس حد تک کہ صرف اسی پیپرس کے پیراگرافس یا ٹکڑوں کو پڑھ کر یہ اندازہ لگانا بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ اس مخصوص ٹکڑے یا پیرے میں کیا موضوع بیان کیا گیا ہے چنانچہ انہیں ان تعلیمات کے دوسرے نوشتوں کی مدد سے سمجھا گیا ہے۔ اس تصنیف کی زبان "جدید شہنشاہی دور" (۱۵۷۵ / ۱۰۸۵ ق م) کی زبان ہے مگر چونکہ BOULAQ PAPYRUS-4 فراعنہ کے اکیسویں یا بائیسویں خاندان کے عہد حکومت میں رقم ہوا جبکہ اس تصنیف کی تخلیق کو تین چار سو برس گذر چکے تھے اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ منشی یا طالب علم اس کی اصل زبان سے بہت حد تک بے بہرہ ہو اور ان تعلیمات کو پوری طرح سمجھ نہ سکا ہو۔ بہرحال 'انی' کی تعلیمات پر مبنی نامکمل ادھوری حالت میں جو نقول ملی ہیں وہ چونکہ اصل تصنیف و تحریر صدیوں بعد تیار کی گئی تھیں اس لئے ان میں کتابت کی غلطیاں ہو جانا ممکنات میں سے تھا۔ ان تعلیمات کے ابتدائی حصے میں لکھا ہوا تھا:-

"شاہ نُفر..... راتزی"

اب یہ حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ "یہ شاہ نُفر..... راتزی" کون سا فرعون تھا۔ ارمن وغیرہ نے اس نام یعنی نُفر..... راتزی میں "کا" اضافہ کر کے امکانی طور پر اسے یوں پڑھا ہے "نُفر (کا) راتزی"، اس نام یعنی "نُفر (کا) راتزی" سے ملتے جلتے نام کا ایک فرعون قدیم بادشاہت (۲۶۸۶ / ۲۱۸۱ ق م) کے اواخر میں گذرا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ 'انی' کی تعلیمات کا ابتدائی حصہ نقل

کرنے والے منشی کا ارادہ یہ رہا ہو کہ وہ 'انی' کا تعلق قدیم بادشاہت" کے آخری دور سے قرار دے دے۔ اگر ایسا تھا تب بھی یہ ضرور ہے کہ 'انی' اور اس کے بیٹے خنس حوتپ (خنس حوتپ) کے نام ایسے ہیں جو "جدید شہنشاہی دور" (۱۰۸۵-۱۵۷۵ ق م) میں مستعمل تھے۔ لیکن پوسٹر نے یہ نام 'شاہ نفر (کا)، راتری' کی بجائے "ملکہ نفرتری" پڑھا ہے اور 'نفرتری' اٹھارھویں خاندان کے بانی فرعون آحمس (۱۵۵۰-۱۵۷۵ ق م) کی ملکہ تھی ــــ ولسن نے اسے 'شاہ نفر..... تری کا مندر' پڑھا ہے۔ میں نے مس لحتہائیم اور پوسٹر وغیرہ کی تقلید کی ہے۔

خصوصیات ــــ 'انی' کی تعلیمات کے کچھ موضوعات تو پرانے یا روایتی ہی ہیں۔ جدید شہنشاہی دور (۱۰۸۵-۱۵۷۵ ق م) میں دی جانے والی یہ تعلیمات اس لحاظ سے تو گذشتہ ادوار کی تعلیمات سے مشابہ ہیں کہ باپ نے بیٹے کو دی تھیں مگر 'انی' کی ان تعلیمات کی وسعت سابقہ تعلیمات کی نسبت زیادہ پھیلی ہوئی ہے اور ان کا لہجہ بھی زیادہ شگفتہ ہے۔ 'انی' کی اس تصنیف کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس کی تعلیمات میں جدت ہے۔ نئے موضوعات ہیں۔ اس کے دو پہلو خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں جن کی بنا پر یہ تصنیف اکثر و بیشتر سابقہ تصانیف سے مختلف و ممیز ہے۔ ایک خصوصیت تو یہ ہے کہ ان 'تعلیمات' کا تعلق درمیانے طبقے کے احوال سے ہے اور یہ تھیں بھی عام آدمیوں کے لئے ہی۔ 'انی' نے ان میں خود کو ایک معمولی سرکاری ملازم کی حیثیت سے پیش کیا ہے اس نے یہ تعلیمات اس صورت میں دیں جیسا کہ مصر میں عام رواج تھا یعنی بیٹے کے لئے باپ کی تعلیمات یا نصائح۔ اور اس کی تعلیمات ہر اس شخص کے لئے تھیں جو برائے نام تعلیم یافتہ تھا، اس طبقے کے لئے تھیں جو مادی وسائل اور آسائشوں سے محروم تھا۔ اسے یہ آسانیاں یونہی سی حاصل تھیں۔ اس نے جن اقدار کی تعلیم دی ان میں طبقۂ امراء کے لئے کوئی خاص بات نہیں ہے۔ یہ تعلیمات مصر کے معاشرتی ارتقاء اور درمیانے طبقے کی نشوونما اور ترقی سے ہم آہنگ تھیں۔

اِن تعلیمات کی دوسری یا یوں کہہ لیجئے کہ جدت پر مبنی خصوصیت ان کے آخری حصے

میں ملتی ہے اور یہ حیرت انگیز خصوصیت وہ ہے جو اس سے پہلے کی تعلیمات میں نہیں ملتی اس سے پہلے کی تعلیمات میں یہ دو باتیں نظر آتی ہیں کہ تعلیمات کے مخاطب اور سامع ان تعلیمات کو یا تو تکریم کے ساتھ قبول کرتے دکھائی دیتے ہیں یا پھر معلّم اخلاق اپنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے سلسلے میں اصرار کرتا رہتا ہے۔ 'انی' کی تعلیمات کے آخری حصے میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں نہ تو 'تعلیمات' کو قبول کرنے کے مثبت رویّے کی اور نہ ہی ان پر عمل کرنے کے بارے میں اصرار کی، بلکہ 'انی' کی تعلیمات کا آخری حصّہ تو باپ اور بیٹے کے درمیان ہونے والی بحث پر مبنی ہے۔ جس میں بیٹے (خنس حوتپ) نے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ وہ باپ کے اونچے معیار کا ساتھ نہیں دے سکے گا۔ بیٹے کے نزدیک ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ایک مبتدی کے لئے مشکل ہے۔ وہ اعتراض کرتا ہے کہ باپ کی یہ تعلیمات اتنی مشکل ہیں کہ سمجھ ہی میں نہیں آتیں ان پر عمل کا تو سوال ہی کیا لیکن باپ (انی) تربیت کی قدر و قیمت پر مصر ہے ـــــــ 'انی' نے اپنی تعلیمات میں یہ تاثر دیا ہے کہ اس کا بیٹا ان 'تعلیمات' کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا؛ اس طرح بیٹے کے بارے میں یہ تاثر دے کر 'حکیمانہ' یا 'ناصحانہ' ادب میں نیا پہلو روشناس کرایا ہے۔ یعنی یہ کہ ہو سکتا ہے کہ تعلیمات سامع کو متاثر نہ کر سکیں۔ 'تعلیمات' کے متاثر کن نہ ہونے کا یہ تصوّر 'انی' نے اس لئے دیا کہ اسے رد کیا جائے۔ ان تعلیمات کے آخری حصّے کی رو سے باپ کا قول یا بات آخری اور قطعی ہوتی ہے اور زیادہ وزنی دلائل پر مبنی بھی۔ اس کے باوجود ان تعلیمات میں ایک منفی نقطۂ نظر کے اظہار کی وجہ سے حکیمانہ ادب میں ایک نئی اور حقیقت پسندانہ روش کا اضافہ ہوا ہے یعنی یہ حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر کہ تعلیمات کے مؤثر ہونے کے سلسلے میں مخالفانہ اور منفی انداز سے بھی سوچا جا سکتا ہے، یہ بے اثر بھی ثابت ہو سکتی ہیں اور یہ کہ اخلاقیات کا درس دینے کے معاملے میں مبلغ اخلاق کی بھی کچھ حدود ہوا کرتی ہیں:

تعلیمات ان تعلیمات میں تخیل کی کارفرمائی کوئی خاص یا ارفع نظر نہیں آتی۔ 'انی' کا مطمعِ نظر اپنے باغ کی کاشت (حقیقی معنوں میں بھی اور استعاراتی طور پر بھی) خاندان

گھر اور روزمرہ کے کام تک محدود ہے اور یہی اس کی دلچسپی کے مرکز و محور ہیں۔ وہ پیشے کے لحاظ سے منشی تھا چنانچہ اس کا حلقہ محدود تھا۔ اس کی اس تصنیف کا سب سے اہم اور کامیاب ٹکڑا میرے نزدیک وہ ہے جس میں اس نے پسرانہ خدمت گذاری کو سراہتے ہوئے ماں کی خدمت کی تعلیم دی ہے۔ اس کے علاوہ جن قابلِ ذکر باتوں کی تعلیم دی گئی ہے ان میں یہ بھی شامل ہیں کہ بدکردار عورت سے دور رہا جائے، شراب نہ پی جائے، غیبت سے گریز کرنا چاہیئے۔ اور کسی کے گھر میں صاحبِ خانہ کی اجازت اور خوشی کے بغیر داخل نہیں ہونا چاہیئے۔ اس نے کفایت شعاری، نیک لوگوں سے دوستی کرنے، موت کو حقیقت تسلیم کرنے اور اس کے لئے تیار رہنے، لوگوں کا راز فاش نہ کرنے اور اپنا بھید کسی کو نہ دینے، کسی کے گھریلو یا ذاتی معاملات کی کریدنہ کرنے، منافع کمانے، بے وقوف اور جھگڑالو سے گریز کرنے، بچوں کے لئے گھر بنانے، دوسروں کے سہارے زندہ نہ رہنے، دوسروں کی دولت پر نظر نہ رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ اس نے کاہلی کی مذمت اور محنت کی تعریف کی ہے۔

جیسا کہ کہہ چکا ہوں ان تعلیمات کے آخری حصے میں دانشور باپ "انی" اور اس کے شاگرد بیٹے خنسو حوتپ میں بحث مکالموں کی صورت میں ہے۔ یہ ادبی ہیئت یعنی مکالمہ "زندگی سے اکتایا ہوا آدمی" (انسان اور روح کا مکالمہ) میں بھی ملتی ہے۔ لگتا ہے کہ یہ ادبی ہیئت "اٹھارویں خاندان ($\frac{1570}{1200}$ ق م) کے دور میں خاصی برتی جارہی تھی۔ تاہم صرف انی کی تعلیمات پر مبنی تحریر یا تصنیف ہی فی المحال ایسی ہے جس میں مکالماتی مباحثے کی نہایت عمدہ مثال ملتی ہے۔

انی کی تعلیمات

تخلیقی مدت قدما: ۰۰ ۳۴ برس

تحریری مدت قدما: ۰۰ ۳۱ برس

ناصحانہ تعلیمات کا آغاز جو ملکہ نفر تری کے محل کے منشی انی نے دیں :- میں (تجھے) اچھی (باتیں بتاتا ہوں) جن پر تو اپنے دل میں عمل (؟) کرے گا۔ ان پر عمل کر (چنانچہ تو نیک بنے گا) اور تیری ساری برائی دور ہو جائے گی ...... (تیرے بارے میں لوگ کہیں گے "نیک چلن"۔ (اور یہ نہیں کہیں گے کہ) "وہ تباہ ہو گیا ہے۔ وہ (بے ہودہ) ہے" ——— (میری باتیں قبول کر) اس طرح ساری بدی تجھ سے ...... دور رہے گی۔ ———

خفیہ معاملات کے بارے میں باتیں مت کر جس سے بڑے آدمیوں کی دلآزاری ہوتی ہے اگر کوئی شخص ان کے متعلق تیرے گھر میں بات کرے (تو) بہرہ بن جا ...... [1]

نوجوانی میں ہی اپنے لئے بیوی حاصل کر اور وہ کچھ سکھا جو مرد کرتے ہیں[2] تاکہ وہ تیرے

---

[1] اس سے پہلے ٹکڑے میں غالباً دانائی کی گفتگو کے بارے میں کہا گیا تھا بہر حال یہ سارا حصہ ہی خاصا مبہم ہے

[2] اور وہ کچھ ...... کرتے ہیں: یہ فقرہ صرف چیسٹر بیٹی مسودے پر ہی لکھا ہوا ملا ہے:

لئے بیٹا پیدا کرے تو اُسے[۱] اپنی نوجوانی ہی میں حاصل کر لے[۲]۔ اُسے[۳] انسان بننے کی تعلیم دے جس شخص کے بہت سارے آدمی ہوں[۴] وہ خوش رہتا ہے اس کی اولاد کی وجہ سے اس کی عزت کی جاتی ہے[۵] پیر[۶] دیوتا کا جشن منا اور مناسب وقت پر منایا کر۔ دیوتا اپنے نظر انداز کئے جانے پر خفا ہو جایا کرتا ہے۔ جب تو پہلی بار چڑھاوے چڑھائے تو لوگوں کو اپنے نذرانوں کا گواہ بنا۔ اپنے اندراجات کی پڑتال کرنے والے کے لئے انہیں پیپرس پر لکھ لے[۷]۔ جب تیرے خریدے ہوئے[۸] (چڑھاووں) کو طلب کرنے کا وقت آئے گا، دیوتا کی قوت میں اس سے[۹] اضافہ ہو گا۔ موسیقی، رقص اور خوشبوئیں[۱۰] اس (دیوتا) کی خوراک ہوتی ہیں اور عبادت اس کا اثاثہ[۱۱]۔ جو یہ کرے[۱۲] گا دیوتا اس کے نام کی شان بڑھائے گا۔

جب کوئی تجھے (اندر) آنے کی اجازت نہ دے اور تیرا خیر مقدم نہ کرے کسی کے گھر میں داخل مت ہو۔ اس کے گھر میں کسی غلط کام پر نظر مت ڈال۔ تیری آنکھیں بے شک دیکھیں

۱،۲ لے۔ بیٹے سے مراد ہے ۳ لغت ہائیم کا ترجمہ یوں ہے "اس (بیوی) کو تیری نوجوانی ہی میں تیرے لئے بیٹا جننا چاہیئے"۔ ۴ آدمی: بچوں یا پھر رشتے داروں سے مراد ہے۔ ۵ یعنی کثیر الاولاد ہونے کی وجہ سے لوگ باپ کی عزت کرتے ہیں۔ اس سے پہلے کچھ عبارت تھی جس میں اپنی طاقت پر گھمنڈ نہ کرنے کی بات کی گئی تھی مگر یہ حصہ مسخ ہو جانے کی وجہ سے ناقابلِ فہم ہے۔ ۷ مطلب یہ کہ جب دیوتاؤں کے لئے چیزیں نذر کی جائیں تو اس کا اندراج پیپرس پر کر لینا چاہیئے تاکہ جب کوئی پڑتال کے لئے آئے تو تحریری ثبوت موجود ہو۔ اور کسی نذرانے کو پیش کرتے کسی کو گواہ کے طور پر بھی اپنے ساتھ رکھنا چاہیئے۔ ۸ جب کوئی اپنے نام سے دیوتا کے لئے چیزیں نذر کرتا تھا تو اسے یہ خریدنا پڑتی تھیں ۱۰ مذہبی رسوم کی ادائیگی کے وقت جلایا جانے والا لوبان اور دوسری خوشبوئیں۔ ۱۱ یعنی عبادت کا حق ہے۔ ۱۲ "جو یہ کرے گا" جو دیوتا کے حضور نذرانے پیش کرے گا اس کی تعظیم و تکریم اور عزت کرے گا۔

مگر تو چپ[۱۳] رہ۔ جو تیرے ساتھ نہیں تھا اس کے بارے میں باہر کسی سے باتیں[۱۴] مت کر، تاکہ یہ تیرے لئے سزائے موت کے قابل بڑا جرم نہ بن جائے۔

اجنبی عورت[۱۵] سے گریز کر جسے اس کے اپنے شہر میں کوئی نہ جانتا ہو۔ جب وہ گذر رہی ہو اس پر نظر[۱۶] مت ڈال۔ اس کے ساتھ جنسی تعلقات مت پیدا کر۔ جو عورت اپنے شوہر سے دور ہو وہ اس گہرے پانی کی مانند ہے جس کے گرداب[۱۷] کو کوئی واقف نہیں ہوتا۔ جب کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا[۱۸] (تو) وہ ہر روز تجھ سے کہتی ہے: "میں حسین[۱۹] ہوں"۔ وہ تجھے پھانس لینے کے لئے تیار ہوتی ہے یہ بہت سنگین جرم ہے جو سزائے موت (کے قابل ہے) جب کوئی یہ سنتا ہے[۲۰] ......

جب سردار اندر آئیں تو تُو باہر مت جا ایسا نہ ہو کہ تیرے نام سے بدبو[۲۱] آنے لگے[۲۲] جھگڑے کے وقت بول مت، تیری خاموشی تیرے لئے بہت سُود مند ہوگی۔

ص[۱۳] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ :" اس کے گھر میں اِدھر اُدھر دخل درمعقولات مت کر۔ تیری آنکھیں چپ چاپ دیکھتی رہیں" — ص[۱۴] یہاں دراصل غیبت کی بات کی گئی ہے یعنی کسی کی غیبت ہرگز نہیں کرنی چاہیے یہاں یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ غیبت مصریوں کے نزدیک کس قدر سنگین جرم تھا۔ ص[۱۵] 'اجنبی عورت' سے طوائف سے مراد ہے۔ 'اجنبی عورت' کی جگہ 'باہر کی عورت' بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص[۱۶] نظر مت ڈال :" آنکھ سے اشارہ مت کر" اور " آنکھ مت مار" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص[۱۷] گرداب :۔ کچھ ماہرین نے "تیز بہاؤ"، "گذرگاہ" اور "تغیر رو" بھی ترجمہ کیا ہے۔ ص[۱۸] کچھ محققین و مترجمین نے "جب کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا" کا تعلق اگلے فقرے یعنی "وہ تجھے پھانس لینے کے لئے تیار ہوتی ہے" سے جوڑا ہے۔ ص[۱۹] حسین :۔ نرم و ملائم، گداز و گُدگُدا بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص[۲۰] اس سے آگے متعدد فقرے اور بھی ہیں مگر ان کے مفہوم و معانی کا کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ ص[۲۱] بدبو :۔ ناگوار اور غیر پسندیدہ۔ مطلب یہ کہ نام غیر پسندیدہ قرار پائے۔ ص[۲۲] اس پورے فقرے کا ایک اور ترجمہ :" ایوانِ انصاف میں اندر باہر آنا جانا مت کر، کہ تیرے نام سے بدبو نہ آنے لگے۔"

دیوتا کے گھر میں اپنی آواز اونچی مت کر۔[۲۳] وہ (دیوتا) چلانے سے نفرت کرتا ہے۔ محبت بھرے دل کے ساتھ خود دُعا کر جس کا ہر لفظ مخفی ہے۔ وہ (دیوتا) تیری ضروریات پوری کریگا وہ تیری باتیں سُنے گا، وہ تیرے نذرانے قبول کرے گا۔ اپنے باپ اور ماں کی خاطر شراب انڈیل،[۲۴] جو وادی میں آرام کر رہے ہیں۔[۲۵] جب دیوتا تیرے کام دیکھیں گے وہ کہیں گے — "قبول کئے" — جو باہر ہے اسے مت بھول۔ تیرا بیٹا تیرے لئے اسی طرح کام کرے گا۔

شراب پینے سے پرہیز کر، ایسا نہ ہو کہ تو منہ سے بُرے کلمات[۲۶] نکالے اور تجھے پتہ بھی نہ چلے کہ تو کیا کہہ رہا ہے۔ اگر تو گر پڑے گا اور تیرا بدن زخمی ہو جائے گا، (تو) کوئی تیری طرف ہاتھ نہیں بڑھائے گا۔[۲۷] تیرے شرابی دوست یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوں گے — "شرابی کو نکالو" — اگر کوئی تجھ سے بات کرنے آئے گا تو تُو اسے فرش پر پڑا ملے گا گویا تو چھوٹا سا بچہ ہو۔ جب تک تُو اپنی آرام گاہ[۲۸] سے واقف نہ ہو اپنے گھر سے وہاں مت جا۔ تیری پسندیدہ جگہ[۲۹]

---

[۲۳] اس فقرے سے پہلے کچھ ماہرین نے یہ فقرے بھی شامل کئے ہیں: "زیادہ باتیں مت بنا، خاموش رہا کر اور (اس طرح) تو خوش رہے گا۔ باتونی مت بن — دیوتا کے گھر میں اونچی آواز سے مت بول"۔ اسی فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے: "ایوانِ انصاف کے اندر اور باہر مت آ اور جا"۔ [۲۴] شراب انڈیل۔ مر چکے ماں باپ کے لئے مذہبی رسمی طور پر شراب انڈیلنا۔ [۲۵] اس فقرے سے آگے یہ ترجمہ بھی کیا گیا ہے: "اپنے ماں اور باپ کو پانی پیش کر جو صحرائی وادی میں آرام کر رہے ہیں...... یہ کام نظر انداز مت کر کہ تیرا بیٹا بھی تیرے لئے یہی کام کرے۔" صحرائی وادی میں آرام کرنے سے مراد یہ ہے کہ باپ اور ماں مرنے کے بعد صحرا میں بنے ہوئی اپنی قبروں میں آرام کر رہے ہیں۔ [۲۶] بُرے کلمات: مغلظات: "ناقابلِ فہم" باتیں بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۲۷] مطلب یہ کہ کوئی اسے اٹھائے گا نہیں، مدد نہیں کرے گا۔ [۲۸] آرام گاہ: مقبرہ۔ دراصل اس پورے پیراگراف میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ انسان کو یہ حقیقت یاد رکھنی چاہیئے کہ اسے بالآخر مرنا ہے۔ اور اپنی زندگی ہی میں تیاری کر لینی چاہیئے یعنی مقبرہ بنوا لینا چاہیئے۔ [۲۹] پسندیدہ جگہ — پسند کی جگہ، بنوایا ہوا مقبرہ۔

معروف ہونی چاہیئے۔ اُسے[۳۰] یاد رکھ اور اس سے واقف رہ۔ اسے اپنے لئے ایسی راہ سمجھ جس پر تجھے چلنا ہے[۳۱]۔ اگر تو راست رَو ہے تو اسے پالے گا۔ صحرائی وادی میں اپنے لئے خوبصورت مسکن[۳۲] بنا، قبر جو تیری لاش کو چھپالے گی۔ اسے اپنا فرضِ منصبی جان، ایسی چیز (جان) جو تیری نظروں میں اہمیت رکھے[۳۳]۔ مرجانے والے عظیم لوگوں کی ہم سری کر جو اپنے مقبروں میں آرام کر رہے ہیں[۳۴]۔ جو اپنے لئے مقبرہ بنواتا ہے اسے کوئی ملامت نہیں کرتا۔ یہ اچھی بات ہے کہ تو بھی اسی طرح تیار ہے[۳۵]۔ جب تیرا پیغامبر[۳۶] تجھے لے جانے کے لئے تیرے پاس آئے گا تو وہ تجھے اپنی آرام گاہ جانے کے لئے تیار پائے گا (اس وقت تو) کہے گا "وہ آتا ہے جس نے تیرے آنے سے پہلے تیاری کر لی تھی"[۳۷]۔ یہ مت کہنا "میں تو بہت کم عمر ہوں کہ تو مجھے لے جائے"[۳۸]۔ کیونکہ تو موت کو نہیں جانتا۔ جب موت آتی ہے تو وہ ماں کی گود سے شیر خوار بچے کو چرا کر لے جاتی ہے بالکل اسی طرح جیسے بوڑھے کو (لے جاتی ہے)[۳۹]۔

دیکھ! میں تجھے مفید نصیحتیں اس لئے کر رہا ہوں کہ تو اپنے دل میں ان پر غور کرے۔ ان پر عمل کر اور اس طرح تو خوش رہے گا۔ ساری بُرائیاں تجھ سے دور رہیں گی۔ فریب دہی کے جُرم

---

۳۰ اُسے: مقبرے کو، موت کو۔ یعنی یہ کہ انسان کو موت یاد رکھنی چاہیئے۔ مقبرے کو یاد رکھنا چاہیئے جہاں اسے مر کر جانا ہے۔ ۳۱ مر کر مقبرے میں دفن ہونا ہے۔ بہر حال مرنا ہے۔ ۳۲ خوبصورت مسکن۔ خوبصورت مقبرہ۔ ۳۳ یعنی انسان کو اپنا فرض جان کر زندگی ہی میں اپنا مقبرہ تعمیر کرا لینا چاہیئے اور مقبرے کو اہمیت دینی چاہیئے۔ ۳۴ مطلب یہ کہ انی کے بیٹے کو ویسا ہی شاندار مقبرہ تیار کرانا چاہیئے جیسے مرنے والے بڑے لوگوں نے اپنی زندگیوں میں اپنے لئے تیار کرائے تھے۔ ۳۵ یعنی زندگی ہی میں اپنے لئے مقبرہ بنوا کر وہاں دفن ہونے کی تیاری کر لینی چاہیئے۔ ۳۶ پیغامبر: موت سے مراد ہے۔ ۳۷ موت جب آئے تو انسان کو کہنا چاہیئے کہ میں نے موت کے آنے سے پہلے ہی مرنے کی تیاری کر لی ہے۔ یعنی مقبرہ بنوا لیا ہے۔ ۳۸ جب موت آنے لگے تو انسان کو یہ نہیں کہنا چاہیئے ابھی تو میری عمر مرنے کی نہیں ہے بہت کم عمر ہوں۔ ۳۹ دودھ پیتے بچوں کو بھی موت اسی طرح آتی ہے جیسے بوڑھوں کو!

سے، جھوٹی باتوں سے باز رہ۔ اپنی بدباطنی پر قابو پا جھگڑالو اگلے دن آرام نہیں پائے گا۔ لڑاکا شخص سے دور رہ۔ اسے اپنا دوست بنا۔ (اس) راست رو اور صادق سے دوستی کر جس کے کردار سے تو آگاہ ہو۔ اگر تیری راست روی اس جیسی ہوئی تو دوستی مناسب رہے گی۔ جو کچھ تیرے گھر میں ہو تیرا ہاتھ اسے برقرار رکھے[۲۰]۔ (کیونکہ) دولت اسے نصیب ہوتی ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے۔ تیرا ہاتھ اس (دولت) کو اجنبیوں میں نہ بکھیرے، ایسا نہ ہو کہ تجھے نقصان ہو۔ اگر دولت وہاں رکھی جائے جہاں سے منافع کمائے تو یہ تجھے دگنی ہو کر واپس ملتی ہے۔ اپنی دولت کے لئے گودام بنا۔ تیرے اپنوں کو یہ تیرے طریقے پر مل جائے گی۔ جو کم دیا جائے زیادہ ہو کر واپس ملتا ہے ــــ عقلمند بے وقوف کے گھر سے دور رہتا ہے ــــ جو کچھ تیرا ہے اس کی حفاظت کر اور یہ تیرے پاس رہے گا۔ جو کچھ تیرے پاس ہے اسے نظر رکھ ایسا نہ ہو کہ تیرا انجام گدا گر جیسا ہو ــــ کاہل کی کوئی قدر نہیں ہوتی، محنتی کی عزت ہوتی ہے[۲۱]۔۔۔۔۔

اس شخص کا طرز عمل سیکھ جو اپنا گھر بنانے میں کوشاں رہتا ہے ــــ ایک باغ لگا۔ اپنی زرعی اراضی کے علاوہ ایک قطعہ زمین احاطے میں لے لے۔ اس کے اندر درخت لگا تاکہ تیرے گھر کے ہر حصے میں ان کا سایہ ہو اپنے ہاتھوں میں وہ تمام پھول بھر لے جو تیری آنکھ کو نظر آسکیں۔ ہر شخص ان کی[۲۲] ضرورت محسوس کرتا ہے۔ ان[۲۳] سے محروم نہ رہنا خوش بختی ہے کسی دوسرے کے سامان پر تکیہ مت کر۔ جو کچھ تو خود حاصل کرے اس کی حفاظت کر دوسرے کی دولت پر انحصار مت کرنا کہ وہ تیرے گھر میں مالک نہ بن بیٹھے۔ ایک گھر بنا یا تلاش کر کے خرید لے۔ لڑائی جھگڑے سے دور رہ۔ یہ مت کہہ کہ میرے ماں باپ کے پاس مکان ہے۔۔۔۔۔"

جب تو بھائیوں کے ساتھ حصہ بٹائے تو ہو سکتا ہے کہ تیرے حصے میں (صرف) اناج گودام آئے

---

[۲۰] یہاں کفایت شعاری کی تعلیم دی گئی ہے۔ [۲۱] اس کے بعد کچھ نصیحتیں فی الحال ناقابل فہم ہیں۔
[۲۲] پھول: کچھ ماہرین کے نزدیک پھول سے مراد یہاں بچے ہیں۔ گویا یہاں "پھول" بچوں کے لئے بطور استعارہ آیا ہے۔ [۲۳]۔ [۲۳] ان کی: ان سے بچوں کی: بچوں سے

اگر دیوتا کے فضل سے تیرے بچے ہوں تو وہ کہیں گے:"ہم اپنے باپ کے مکان میں ہیں"۔ کوئی شخص اپنے گھر میں بھوکا ہو یا تخم سبز دلوا دیں تو اس کی اپنی ہوں گی جن کے اندر وہ ہو گا۔ کوڑھ مغز شخص مت بن، تب تیرا دیوتا تجھے دولت بخشے گا۔ جب کوئی عمر یا عہدے میں تجھ سے بڑا کھڑا ہو تو تو مت بیٹھ۔ نیک چلن کو ملامت نہیں کی جاتی۔ بد چلن کو ملامت کی جاتی ہے ہر روز جانے پہچان راستے پر چل۔ اپنے عہدے کے مطابق کھڑا ہو۔ لوگ ہمیشہ کہتے ہیں "وہاں کون ہے"؟ عہدہ اپنے ضوابط تخلیق کرتا ہے۔ عورت سے اس کے شوہر کے بارے میں پوچھا جاتا ہے اور مرد سے اس کے عہدے کے بارے میں۔

جھگڑالو سے درشتگی سے بات مت کر۔ جب تجھ پر حملہ کیا جائے خود کو دور رکھ۔ جب تیرے تعلقات دوستانہ ہوں تو تجھے یہ بات اچھی لگے گی۔ جب مصیبت پڑے گی۔ تو تجھے اس سے برداشت کرنے میں مدد ملے گی اور حملہ آور باز رہے گا۔ جن کاموں سے اجنبی متاثر ہوتا ہے وہ بھائی کے لئے بہت نقصان ہوتے ہیں۔ جب تو شادماں ہو گا تو لوگ تیرا خیر مقدم کریں گے (جب تو افسردہ ہو گا) وہ (لوگ) بے روک ٹوک دیں گے۔ جب تو خوش ہو گا۔ دلیر تجھے دیکھے گا۔ جب تو اکیلا ہو گا (تو) تجھے تیرے عزیز و اقارب مل جائیں گے۔

تجھے اجنبی کے سامنے اپنا (سارا) دل کھول کر ظاہر نہیں کرنا چاہیئے۔[۴۵] ہو سکتا ہے۔ کہ وہ تیری باتیں تیرے ہی خلاف استعمال کرے۔ وہ تیرے منہ سے نکلی ہوئی نقصان وہ باتوں کو دوہراتا ہے اور (اس طرح) تو لوگوں کو اپنا دشمن بنا لیتا ہے۔ انسان اپنی زبان کے ذریعے تباہ ہوتا ہے۔ محتاط رہ اور (اس طرح) تو ٹھیک رہے گا۔ انسان کا پیٹ اناج گودام سے زیادہ فراخ ہوتا ہے اور ہر طرح کے جوابات سے بھرا ہوتا ہے۔ اچھی بات کا انتخاب کر اور اسے کہہ، جب کہ بری بات تیرے پیٹ میں چھپی رہنی چاہیئے۔ تلخ جواب کے نتیجے میں مار پڑتی ہے۔ میٹھے بول بول، لوگ تجھ سے محبت کریں گے۔ جھگڑنے والے کو کبھی جواب مت دے

---

۴۵ یعنی دل کا بھید کسی کو نہیں دینا چاہیئے۔ ضرورت سے زیادہ باتیں نہیں کرنی چاہیئں۔

اس کے لئے جال مت بچھا، دیوتا ہی پارسا کو جانچتا ہے۔ اس کی تقدیر آتی ہے اور اسے لے جاتی ہے[۴۶]
اپنے دیوتا کے لئے نذرانے چڑھا۔ اسے خفا کرنے سے احتراز کر۔ اس کے معاملات کے بارے[۴۷]
میں کھوج مت لگا۔ اس کے ظہور[۴۸] کے وقت (بہت زیادہ) باتیں مت بنا۔ اسے لے جانے کے
لئے چھینا جھپٹی مت کر۔[۴۹] تجھے پردے[۵۰] کو درہم برہم نہیں کرنا چاہیئے۔ احتیاط کر۔ اس کی حفاظت
کرنے میں مدد دے۔[۵۱] تیری آنکھ اس (دیوتا) کے غیظ و غضب کی نوعیت کو پہچانے۔ اس کے
نام پر تو زمین کو چوم۔ وہ اپنی قدرت کا اظہار لاکھوں صورتوں میں کرتا ہے۔ جو اس کی بڑائی کرتا
ہے، لوگ اس کی بڑائی کرتے ہیں۔[۵۲] اس دھرتی کا دیوتا[۵۳] سورج ہے جو آسمان پر ہے اور دھرتی پر
صرف اس کی شبیہیں[۵۴] ہی ہیں۔ جب روزانہ کی خوراک کے طور پر ان کے لئے[۵۵] خوشبوئیں چڑھائی
جاتی ہیں طلوع کا بادشاہ[۵۶] مطمئن رہتا ہے۔

اپنی ماں کو جتنی خوراک دیتا ہے اسے دوگنا کر دے۔[۵۷] اس کا اسی طرح سہارا بن جس طرح

---

[۴۶] یعنی جھگڑالو کو سزا ملتی ہے۔ [۴۷] اس فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے "اس کے مجسموں کے بارے میں تعفیہ کھڑا مت کر۔ [۴۸] اس (دیوتا) کا ظہور: مذہبی تقریبات کے موقعہ پر دیوتا کے مجسمے عام لوگوں کے سامنے لائے جاتے اور جلوس نکالا جاتا۔ [۴۹] یعنی جب دیوتا کا جلوس نکالا جا رہا ہو تو اس کا مجسمہ اٹھا کر چلنے کے لئے دھکا پیل نہیں کرنی چاہیئے۔ [۵۰] پردہ: بعض دیوتاؤں کے مجسموں کو عام لوگوں کے سامنے لاتے وقت کپڑوں میں لپیٹ دیا جاتا تھا۔ [۵۱] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "جو کچھ پوشیدہ ہے اسے ظاہر مت کر" یعنی دیوتا کے مجسمے سے کپڑا مت ہٹا۔ [۵۲] اس فقرے کا ترجمہ اس طرح بھی کیا گیا ہے "وہ لوگ صرف اسی کی بڑائی کرتے ہیں جو اس (دیوتا) کی بڑائی کرتے ہیں۔ [۵۳] دیوتا: دیوتا کی جگہ خدا بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۵۴] شبیہیں: سورج دیوتا کے مجسموں سے مراد ہے۔ [۵۵] ان کے لئے: سورج دیوتا کی شبیہوں یا مجسموں کے لئے۔ [۵۶] طلوع کا بادشاہ: سورج دیوتا۔ [۵۷] بیشتر ماہرین کے برعکس مس لختہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ یوں کیا ہے "تیری ماں جتنی خوراک تجھے دیا کرتی تھی۔ اسے اس کی دوگنی دے"!

وہ تیرا بھار اٹھاتی تھی۔ تو اس کے لئے بھاری تھا مگر اس نے کبھی (تیرا) یہ (بوجھ) مجھ پر نہیں[۵۸] ڈالا۔ تو اپنے مہینے پورے ہونے پر پیدا ہوا مگر وہ تجھے پھر بھی اپنی گردن سے چمٹائے رہی تین برس تک اس کی چھاتی تیرے منہ میں رہی۔ جب تو بڑا ہوا اور تیرے پاخانے سے گھن آتی تھی۔ (مگر) وہ کراہت سے یہ نہیں کہتی تھی "میں کیا کروں"۔ جب وہ تجھے اسکول بھیجتی تھی، جب تجھے لکھنا سکھایا جاتا تھا۔ وہ اپنے گھر سے (تیرے لئے) روٹی اور بیئر لے جا کر ہر روز وہاں (اسکول کے باہر) کھڑی رہتی تھی۔[۵۹] جب تو جوان ہو جائے اور شادی کر لے اور اپنے گھر آباد ہو جائے تو یہ بات دھیان میں رکھ کہ تیری ماں نے تجھے کیسے جنم دیا تھا اور کیسے اس نے ہر اچھے طریقے پر تجھے پالا پوسا تھا[۶۰] اسے یہ موقعہ مت دے کہ وہ تجھے ملامت کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ دیوتا کے سامنے ہاتھ اٹھائے اور وہ اس کی فریادیں[۶۱] سنے۔

جب کوئی دوسرا انتظار میں پاس ہی کھڑا[۶۲] ہو، جب تک (تو) اسے روٹی دینے کے لئے ہاتھ نہ بڑھائے (تو) روٹی مت کھا۔ جہاں تک روٹی کا سوال ہے یہ تو ہمیشہ موجود رہتی ہے؛ انسان ہمیشہ باقی نہیں رہتا۔ کوئی دولت مند ہوتا ہے اور کوئی غریب، لیکن خوراک اس کے لئے ہوتی ہے (جو اس میں کسی کو شریک کرتا ہے)۔ وہ جو گذشتہ برس دولت مند تھا، اس سال آوارہ

---

۵۸ مطلب یہ کہ جب ماں اپنے پیٹ میں بیٹے کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھی تو ایسے میں باپ اس (ماں) کی کچھ مدد نہیں کر سکتا تھا۔ یعنی حمل اٹھانے میں ہاتھ نہیں بٹا سکتا تھا۔ ۵۹ بعض محققین نے اس فقرے کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "وہ ہر روز روٹی اور بیئر لئے تیری راہ تکتی تھی۔" ۶۰ ان فقروں کا ترجمہ اس طرح بھی کیا گیا ہے۔ "جب جوان ہو کر تو شادی کرے اور اپنے گھر میں رہتا ہو، اپنے بچے پر توجہ دے، اس کی اسی طرح پرورش کر جس طرح تیری ماں نے کی تھی۔" ۶۱ مطلب یہ کہ ماں کو تنگ کر کے یہ موقعہ مت فراہم کر کہ وہ تجھے بددعا دینے اور دیوتا سے فریاد کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دیوتا اس کی پکار سن کر سزا دے۔ ۶۲ یعنی روٹی کا حاجت مند کوئی شخص اس انتظار میں نزدیک کھڑا ہو کہ اسے روٹی ملے گی تو اسے روٹی دیئے بغیر خود روٹی نہیں کھانی چاہیئے۔

ہے۔ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے لالچی مت بن۔ تجھے اپنے کام کی قطعی خبر نہیں[۶۳]۔ اگر تو حاجت مند ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ کوئی دوسرا تیرے لئے بھلائی کرے۔ جب گذشتہ برس کی آبی گذرگاہ ختم ہو جاتی ہے تو آج یہاں دُوسرا دریا ہوتا ہے[۶۴]۔ بڑی جھیلیں سوکھی جگہیں بن جاتی ہیں[۶۵]۔ ریتیلے کنارے گہرائیوں میں بدل جاتے ہیں۔ انسان کی ایک ہی راہ نہیں ہوتی۔ زندگی کا مالک اس کی امیدیں خاک میں ملا دیتا ہے۔

تیرا عہدہ چھوٹا ہو یا بڑا اس پر (ہی) توجہ دے۔ آگے لپکنا اچھا نہیں ہوتا۔ اپنے عہدے کے مطابق قدم بڑھا۔

کسی شخص کے پاس اس کے گھر میں آزادانہ طور پر مت جا۔ جب تجھے بلایا جائے۔ تب (گھر میں) داخل ہو۔ خواہ وہ تجھے اپنے منہ سے خوش آمدید کہے لیکن وہ اپنے خیالوں میں تیری ہنسی اڑائے گا۔ جس شخص سے لوگ نفرت کرتے ہیں انسان اسے (بھی) کھانا دیتا ہے۔ جو بن بلائے گھر میں آجاتا ہے۔ اسے (بھی انسان) چیزیں دے دیتا ہے۔

جو تجھ پر حملہ آور ہو اس پر حملہ کرنے کے لئے مت لپک۔ اسے دیوتا پر چھوڑ دے۔ اس کے بارے میں ہر روز دیوتا کو مطلع کر۔ آنے والی کل آج کی طرح ہوتی ہے۔ پھر تو دیکھے گا کہ تجھے نقصان پہنچانے والے کو سزا دینے کے لئے دیوتا کیا کرتا ہے۔

اگر تو کہیں شور و غل ہوتا دیکھے اور مار پیٹ ہونے والی ہو تو (ایسے میں) بھیڑ میں مت جا ایسی جگہ کے پاس سے (بھی) مت گذر۔ ان کی ہنگامہ آرائی سے دُور رہ۔ ایسا نہ ہو کہ گواہی پیش ہونے کے بعد عدالت میں منصفوں کے سامنے تجھ پر الزام دھرا جائے۔ جھگڑالو لوگوں سے دُور رہ۔ لڑنے والوں کے درمیان اپنے دل کو پُرسکون رکھ۔ باہر کے کسی شخص کو عدالت میں نہیں لایا جاتا

---

[۶۳] یعنی موت کی خبر نہیں۔ [۶۴] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: گذشتہ برس کا نالہ (آبی گذرگاہ) ختم ہوتی اور اس برس یہ دوسری جگہ پر ہے۔ [۶۵] ایک اور ترجمہ: بڑے سمندر خشک ہو گئے ہیں اور ریتیلے کنارے گہرائیاں بن گئی ہیں۔

جو کچھ نہیں جانتا اسے زنجیروں سے باندھا نہیں جاتا۔[96] جس سے کوئی محبت کرتا ہے اس کی مدد کرنا مفید ہوتا ہے۔[97]

جب تجھے معلوم ہو کہ تیری بیوی اچھی[98] ہے تو اس کے (اپنے) گھر میں اس پر حکومت مت جتا۔[99] جب اس نے (کوئی چیز) صحیح جگہ پر رکھی ہوئی ہو تو اس سے یہ مت کہہ "یہ (چیز) کہاں رکھی ہے؟ لے کر آ" — خاموش رہ اور اپنی آنکھوں کو دیکھنے دے تاکہ اس طرح (تو) اس (بیوی) کے اچھے کام دیکھ لے اس کے ساتھ جب تیرا ہاتھ ہو تو وہ کس قدر خوش ہوتی ہے بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں پتہ نہیں ہوتا کہ گھر میں تنازعہ ختم کرنے کے لئے انسان کو کرنا چاہیئے۔

جو شخص گھر بساتا ہے اسے جلد باز دل پر قابو پانا چاہیئے کسی عورت کا پیچھا مت کر اسے اپنا دل مت چرانے دے۔

تجھ سے برتر شخص جب غصے میں ہو تو اسے پلٹ کر جواب مت دے، اسے اس کے حال پر چھوڑ۔ جب (وہ) تلخی سے بولے تو تو نرمی سے بات کر، دل کو پرسکون رکھنے کا علاج یہی ہے۔ تلخ جواب پر لاٹھیاں اٹھالی جاتی ہیں۔ اور تیری قوت جواب دے جاتی ہے۔ اپنے دل کو پریشان مت کر جب اس شخص کا غصہ ختم ہو جائے گا تو وہ جلد ہی سے تیری تعریف کرے گا۔ اگر تیری باتوں سے دل کو مسرت ملتی ہے تو دل انہیں قبول کرے گا۔ اپنے لئے خاموشی منتخب کر اور جو کچھ وہ (دل) کرتا ہے اس کے سامنے سر جھکا دے۔

اپنے محلے کے افسر[102] سے دوستی رکھ۔ اسے خود سے خفا مت کر۔ اپنے گھر سے اسے خوراک دے جب وہ

---

[96] یعنی کسی وثوق سے لاعلم شخص کو گرفتار نہیں کیا جاتا۔ [97] اس کے بعد کئی سطور ناقابلِ فہم ہیں۔ [98] بہت اچھی، بہت قابل ٬ یہی ترجمہ ہوا ہے۔ [99] حکومت مت جتا۔ (بہت زیادہ) نگرانی مت کر ٬ بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [100] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "اگر کوئی شخص گھر میں جھگڑے گریز کرتا ہے (تو) اسے ان (جھگڑے) کی شروعات سے واسطہ نہیں پڑے گا۔" [101] یعنی ترش و تند جواب دینے والے کی پٹائی ہوتی ہے۔ [102] افسر: پولیس والا۔ سرکاری عہدیدار۔

کوئی التماس کرے، اس کی تحقیر مت کر۔ اسے (یوں) کہہ ــــ "خوش آمدید، خوش آمدید"۔ جو ایسا کرتا ہے اس پر کوئی الزام نہیں دھرا جاتا۔[۵۳] ......

منشی خنس حوتپ نے اپنے باپ منشی آنی کو جواب دیا۔ ــــ "کاش میں تیری طرح کا ہوتا، تیری طرح عالم فاضل (ہوتا)، تب میں تیری تعلیمات پر عمل پیرا ہوتا اور بیٹے کو اس کے باپ کی جگہ وہی جاتی۔[۵۴] ہر شخص کی فطرت اس کی رہنمائی کرتی ہے۔ تو کامل انسان ہے۔ جس کی جدوجہد ارفع ہے، جس کا ہر لفظ چیدہ (منتخب) ہے۔ جب بیٹا کتابوں میں الفاظ پڑھتا ہے تو سمجھتا بہت ہی کم ہے۔ جب تیری باتوں سے دل کو مسرت ہوتی ہے تو وہ (دل) خوشی سے انہیں قبول کرتا ہے۔ اپنی (ذات میں) اتنی زیادہ خوبیاں مت پیدا کر کہ کوئی کسی کے خیالات تیری طرف مبذول کر دے۔ لڑکا (بیٹا) اخلاقی تعلیمات کی پیروی نہیں کرتا خواہ کتابیں اس کی زبان پر ہوں"۔

منشی آنی نے اپنے خنس حوتپ کو جواب دیا ــــ "اس قسم کے بے معنی خیالات پر بھروسہ مت کر۔ جو کچھ کرتا ہے اس سے خبردار رہ۔ میں تیری شکایات غلط پاتا ہوں۔ میں ان کے معاملے میں تجھے راہِ راست پر لے آؤں گا۔ ہماری باتیں فضول نہیں ہیں، جن کے بارے میں تو نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ یہ کم کی جائیں۔ اصطبل میں ہلاک کر ڈالنے والا ایل گھاڑے کو فراموش کر کے اسے چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اپنی فطرت پر قابو پا لیتا ہے۔ جو کچھ اس نے سیکھا ہے اسے یاد کرتا ہے اور موٹے بیل کی طرح ہو جاتا ہے۔ وحشی شیر ببر اپنا غیض و غضب ترک کر کے پالتو گدھے جیسا ہو جاتا ہے۔ گھوڑا اپنا ساز و سامان[۵۵] پہن لیتا ہے اور فرمانبرداری سے باہر جاتا ہے۔ کتے سے جو کچھ کہا جائے (وہ) حکم مانتا ہے اور اپنے مالک کے پیچھے چلتا ہے۔ بندر چھڑی اٹھاتا ہے گو اس کی ماں نے یہ نہیں اٹھائی تھی۔ جب کوئی مرغابی کو باڑے میں بند کرنے کے لیے آتا ہے تو (وہ) تالاب سے پلٹ آتی ہے۔ کُش، شام اور دوسرے غیر ملکیوں کو بھی مصری (زبان) بولنا سکھائی جاتی ہے

---

۵۳ اس کے بعد اس پیراگراف کی سطور ناقابلِ فہم ہیں۔ ۵۴ یعنی آنی کی نصیحتوں پر عمل کے نتیجے میں اس کے بیٹے خنس حوتپ کو آنی کے بعد اس کی جگہ سرکاری عہدے پر مقرر کر دیا جاتا، یا پھر یہ کہ لوگ خنس حوتپ کو آنی کا صحیح جانشین و دانشور مان لیتے۔ ۵۵ ساز و سامان:- لگام وغیرہ۔

(یوں) کہتہ میرا طرزِ عمل جانوروں طرح ہو گا۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں سن اور کر ____"

منشی خنس خونتپ نے اپنے باپ منشی آنی کو جواب دیا ____ "مجھے اپنے طور طریقے اپنانے پر مجبور کرنے کے لیے اپنے اختیارات مت جتنا...... اگر انسان جانور ہیں (تو) کوئی آدمی اپنے ساتھی سے واقف نہیں ہو سکتا..... تیری ساری تعلیمات نہایت شاندار ہیں مگر ان پر عمل پیرا ہونے کے لیے خوبیوں کی ضرورت ہے۔ دیوتا ____ جس نے تجھے عقل و دانش عطا کی ہے ____ سے کہہ دے کہ "انہیں تیری راہ پر لگا دے۔"

منشی آنی نے اپنے بیٹے خنس خونتپ کو جواب دیا ____ "جو باتیں سننے کے قابل ہیں ان کی طرف اپنی پشت پھیر دے۔ خمیدہ لکڑی کو دھوپ چھاؤں کی مار سہنے کے لئے میدان میں ڈال دیا جاتا ہے۔ بڑھئی اسے اٹھا لے تو (وہ) اسے سیدھا کر دیتا ہے۔ اس سے ایک اچھا عصا بنتا ہے...... بیوقوف دل والے کیا تو ہمیں سکھانا چاہتا ہے یا کیا تو بد عنوان رہا ہے؟" اس (بیٹے) نے کہا: "میرے ابا دیکھ، تو جو دانش مند اور طاقتور ہاتھ والا ہے۔ ماں کی گود کا بچہ وہ کچھ حاصل کرنا چاہتا ہے جس سے اس کا پیٹ بھر جائے" ____ اس (باپ) نے کہا ____ "جب وہ (بچہ) بولنے لگتا ہے (تو) کہتا ہے ____ مجھے روٹی دو!" ____

یعنی تربیت یافتہ جانوروں کا سا طرزِ عمل ؛ یعنی آنی کا بیٹا خنس خونتپ باپ سے مخاطب ہے

آمن ام اوپی کی تعلیمات

تخلیقی قدامت:۔ ۲۵۰۰ برس

تحریری قدامت:۔ ۲۱۰۰ برس

عقل و دانش اور حکیمانہ تعلیمات پر مبنی قدیم مصری دانشوروں اور مبلغین اخلاق کی اب تک جتنی بھی تخلیقات و تصنیفات ملی ہیں ان میں سب سے اہم اور سب سے طویل آمن ام اوپی نامی دانشور اور مبلغ اخلاق کی تصنیف ہے۔ آمن ام اوپی کے باپ کا نام کا نخت اور ماں کا نام تااُسرت تھا۔ ماہرین نے آمن ام اوپی کا نام مختلف طریقے پر لکھا ہے۔ ویلس بج وغیرہ نے اسے آمن ام اپت، جان۔ اے۔ ولسن آمن ام اوپت اور جرمن اور کچھ دوسرے اسکالرز آمن ام اوپی لکھتے ہیں۔ اٹھارھویں خاندان (۱۵۷۵/۱۳۰۰ ق م) کے موحد فرعون اخناتون (۱۳۶۷/۱۳۵۰ ق م) کے دارالحکومت آخت آتن (موجودہ نام تل العمرنہ) سے ملنے والی الواح پر اس سے ملتا جلتا نام آمن اپا، لکھا ہوا ملا ہے۔ وہ اَب دُو (ابی دوس) نامی قدیم اہم شہر اور مذہبی مرکز کے شمال میں واقع شہر اُخمیم کا رہنے والا تھا۔ مشہور عالم پر اسرار فرعون اخناتون کی ماں ملکہ طِئی کے خاندان کا تعلق بھی اسی علاقے سے تھا۔ ___ آمن ام اوپی اناج اور زرعی اراضی کا انچارج تھا لیکن یہ نہیں معلوم کہ وہ اس حیثیت سے پورے ملک مصر کا عہدے دار تھا یا صرف کسی خاص صوبے یا ضلع کا ___ ان "تعلیمات" کے مطالعے سے اس کی جو تصویر ذہن پر ابھرتی ہے اس کے مطابق وہ منکسر اور غیر متنزلزل حد تک دیانتدار تھا۔ وہ "خاموش" (کم گو) اور "جوشیلے" انسان میں واضح فرق روا رکھتا ہے۔ "خاموش" سے اس کی مراد راست باز اور دانشور اور "جوشیلے" سے مراد کج رو احمق سے تھی۔ آمن ام اوپی انتہائی مذہبی انسان تھا اور اپنی انہی خصوصیات کی وجہ سے وہ ممتاز اور محترم نظر آتا ہے۔ اس کی ساری فکر، تمام سوچ اس کی انہی ذاتی خصوصیات کی آئینہ دار ہے۔

نوشتے آمن ام اوپی کی "تعلیمات" پر مبنی ایک تو بالکل مکمل پیپرس اور کئی دوسرے نامکمل نوشتے دستیاب ہو چکے ہیں جس اہم اور مکمل پیپرس پر یہ "تعلیمات" ہیراطیقی رسم الخط میں پوری کی پوری رقم ملی ہیں وہ اب برٹش میوزیم لندن میں محفوظ ہے۔ اے ۴، ۱۰، نمبر

نمبر دیا گیا ہے۔ یہ پیپرس بالائی (جنوبی) مصر کے ایک قدیم مقام، اخمیم (یونانی نام پینو پولیس) سے ملا تھا۔ اس کی لمبائی بارہ فٹ ڈیڑھ انچ اور زیادہ سے زیادہ عرض دس انچ ہے۔ اس پر مکمل تعلیمات ستائیس صفحوں (کالموں) میں لکھی ہوئی ہیں جو تیس "ابواب" میں منقسم ہیں۔ قدیم منشی نے ہر باب کا نمبر ڈالا تھا اور ہر باب میں اقوال کی تعداد مختلف ہے۔ پوری تعلیمات منظوم ہیں اور سارے مضمون پر مصری خصوصیات کی بہت نمایاں اور گہری چھاپ ہے۔ جس منشی نے اس پیپرس پر تعلیمات کسی اور نامعلوم پیپرس سے نقل کی تھیں اس کا نام سنو اور اس کے باپ کا نام پامیو (میو) تھا۔ سنو نے اس پیپرس پر رقم آمن ام اوپی کی تعلیمات کا عنوان "زندگی بسر کرنے کے طریقے سکھانے والی تعلیمات" رکھا تھا۔ ۱۸۸۸ء میں سر ارنسٹ ڈیلس بج یہ پیپرس انگلستان لے گئے اور برٹش میوزیم لندن کی زینت بنا دیا۔ اس پیپرس کے مندرجات کو پہلی مرتبہ ۱۹۲۳ء میں شائع کیا گیا۔

مذکورہ بالا اہم اور مکمل پیپرس کے علاوہ اسٹاک ہام میوزیم میں بھی ایک ایسا پیپرس ہے جو بہت ہی زیادہ خستہ اور ضائع ہو چکا ہے اس لئے اس پر یہ تعلیمات برائے نام ہی باقی رہ گئی ہیں —— تورین میوزیم اٹلی، پشکن میوزیم ماسکو اور لوور میوزیم پیرس میں بھی قدیم مصری طلباء کے لکھنے کی تین تختیاں ایسی موجود ہیں جن پر ان تعلیمات کے کچھ حصے لکھے ہوئے ہیں۔ تورین میوزیم کی تختی پر ان تعلیمات کے چوبیسویں اور پچیسویں باب کے کچھ اجزا رقم ہیں۔ قاہرہ کے عجائب گھر میں چونے کے پتھر کا ایک ٹکڑا موجود ہے جس پر آمن ام اوپی کی منظوم تعلیمات کی تیئیس سطریں لکھی ہوئی ہیں جو تیسرے اور چوتھے باب کی ہیں۔ کوئی نامعلوم مصری طالب علم اس پر تعلیمات کے چار پانچ اشعار ہر روز لکھا کرتا تھا۔ اس طالب علم نے مذکورہ پتھر کے حاشیے پر اپنے روزانہ کام کی مقدار بھی لکھ دی تھی۔ صاف ظاہر ہے کہ آمن ام اوپی کی یہ تصنیف درسی کتاب کی حیثیت حاصل کر لی گئی تھی اور نصاب میں شامل تھی۔ یوں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ تعلیمات سارے ملک میں مقبول تھیں۔

آمن اِم اوپی کی تعلیمات کا کوئی ایسا نوشتہ تاحال نہیں مِلا ہے جو اسی کی زندگی میں لکھا گیا ہو۔ اہم اور مکمل پیپرس بھی کسی اور پیپرس سے دیکھ کر رقم کیا گیا تھا۔ ماہرین اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ آمن اِم اوپی نے اپنی تعلیمات کب تخلیق کیں اور پھر پہلی مرتبہ انہیں لکھا کب گیا تھا۔ اب صورت حال یوں بنتی ہے کہ میرے لئے حتمی طور پر یہ طے کرنا فی الحال ناممکن ہے کہ یہ تعلیمات مصر کی طویل تاریخ کے کسی دَور میں پہلے پہلے دی گئیں۔ اور یہ تخلیقی و تحریری لحاظ سے صحیح معنوں میں کتنی قدیم ہیں؟ سر ولیس بج کا خیال یہ تھا کہ ان کا خالق آمن اِم اوپی اٹھارھویں خاندان (۱۵۷۵/۱۳۰۸ ق م) کے کسی فرعون کے عہد میں پیدا ہوا تھا اور اس کی یہ تصنیف اسی خاندان کے فرعون آمن حُوتپ اول (۱۵۵۰/۱۵۲۰ ق م) کے ذرا ہی بعد پہلی مرتبہ قلم روشنائی سے رقم کی گئیں۔ سر بج کی یہ بات مان لی جائے تو ان تعلیمات کی تخلیقی قدامت کوئی ساڑھے تین ہزار برس بنتی ہے۔ اور تحریری قدامت تقریباً اتنی ہی قرار پاتی ہے ولیم کیلی سمپسن کا کہنا ہے کہ یہ تعلیمات اٹھارھویں خاندان کے فرعون آمن حُوتپ سوم (۱۴۰۵/۱۳۶۷ ق م) کے عہد حکومت کے دوران پہلی مرتبہ سپردِ قلم کی گئی تھیں۔ رونلڈ جے ولیمز سمجھتے ہیں مذکورہ بالا اہم پیپرس تیرھویں صدی قبل مسیح میں رقم کیا گیا تھا۔ گویا آج سے کوئی تین ہزار دو سو برس پہلے

لینگ نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ان تعلیمات کا اصل یا اولین نسخہ فراعنہ کے بائیسویں خاندان (۹۴۵/۷۲۵ ق م) کے عہد حکومت میں ضبط تحریر میں لایا گیا تھا۔ اس ضمن میں ایک بات البتہ وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ آمن اِم اوپی اٹھارھویں خاندان (۱۵۷۵/۱۳۰۸ ق م) سے پہلے یقیناً نہیں ہوا تھا۔

بہت سے ماہرین کا خیال ہے کہ یہ تعلیمات رعمسیس نامی فراعنہ کے دور (۱۱۹۴/۱۰۸۷ ق م) میں پہلی بار تصنیف کی گئیں۔ اگر یہ خیال صحیح ہو تو پھر ان تعلیمات کی تخلیقی قدامت تین ہزار اسی برس سے لے کر تین ہزار دو سو برس تک قرار دی جا سکتی ہے ———

اِدھر برٹش میوزیم میں سنُو نامی منشی کے ہاتھوں تحریر کردہ بارہ فٹ لمبے اور مکمل تعلیمات پر

مشتمل جس اہم پیپرس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اس کی قدامت کے بارے میں محققین کی آرا مختلف ہیں
آرچے۔ ولیمز کے نزدیک یہ پیپرس تیرھویں صدی قبل مسیح میں لکھا گیا تھا گویا آج سے کوئی تین
ہزار تین سو برس پہلے۔ بعض کے مطابق یہ پیپرس "جدید شہنشاہی دور" (۱۵۷۵/۱۰۹۰ ق م) کے اواخر
یا پھر انیسویں خاندان (۱۳۰۸/۱۱۹۴ ق م) کے عہدِ حکومت کے آخر میں لکھا گیا تھا۔ سمپسن کا کہنا ہے کہ
یہ پیپرس اکیسویں خاندان (۱۰۹۰/۹۴۵ ق م) سے پہلے کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ کچھ ماہرین کو یقین ہے
کہ اسے فراعنہ کے بیسویں (۱۱۹۴/۱۰۹۰ ق م) یا اکیسویں خاندان (۱۰۹۰/۹۴۵ ق م) کے عہد میں تحریر کیا گیا
اس لحاظ سے یہ پیپرس اب سے تین ہزار برس سے لے کر تین ہزار دو برس پہلے کے بین بین
رقم کیا گیا ہو گا۔ اگر یہ گیارھویں صدی قبل مسیح سے لے کر دسویں صدی قبل مسیح کے درمیان کسی
وقت تحریر ہوا تھا تو پھر یہ وہ دور تھا جب مصر سیاسی لحاظ سے زوال کی زد میں آ چکا تھا اور اس
کی عسکری قوت زائل ہو چکی تھی، جو اسے پھر کبھی حاصل نہیں ہو سکی ـــــ اسی اہم اور مکمل پیپرس
کی قدامت فراعنہ کے بائیسویں خاندان (۹۴۵/۷۴۵ ق م) سے لے کر چھبیسویں خاندان (۶۶۳/۵۲۵ ق م)
تک بھی متعین کی گئی ہے۔ جان اے۔ ولسن کے نزدیک زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ یہ پیپرس
ساتویں یا چھٹی صدی قبل مسیح میں رقم ہوا۔ گویا ولسن کے نظریئے کے مطابق اس پیپرس کی
تحریری قدامت پونے تین ہزار برس سے لے کر کوئی اڑھائی ہزار برس قبل تک نبتی ہے ــــ
پروفیسر گرفتھ اسے چھبیسویں خاندان (۶۶۳/۵۲۵ ق م) کا لکھا ہوا قرار دیتے ہیں۔ اور لینگ کا کہنا ہے
کہ سنو نامی منشی کا تحریر کردہ یہ پیپرس بہت بعد کا لکھا ہوا ہے۔ اُن کے نزدیک اسے مصر میں
ایرانی بالادستی کے دور (۵۲۵/۳۳۲ ق م) یا پھر یونانی عہدِ حکمرانی (۳۳۲/۳۰ ق م) میں رقم کیا گیا
تھا۔ گویا لینگ کا نظریہ تسلیم کر لیا جائے تو یہ پیپرس زیادہ سے زیادہ اڑھائی ہزار برس قبل یا
پھر دو سو دو ہزار برس پہلے ضبطِ تحریر میں لایا گیا۔

برٹش میوزیم میں رکھے ہوئے اس اہم اور مکمل پیپرس کے علاوہ لارڈ اسٹون کے اس
ٹکڑے کی بھی قدامت متعین کی گئی ہے، جس پر ان تعلیمات کی تیئیس سطریں لکھی ہوئی ہیں

محققین کے مطابق اسے فراعنہ کے اکیسویں خاندان (۱۰۹۰/۹۴۵ ق م) کے زمانے میں لکھا گیا تھا ——— بہر حال آمن اِم اوپی کی یہ تعلیمات اٹھارھویں خاندان (۱۵۷۵/۱۳۰۸ ق م) کے دورِ حکومت میں تخلیق ہوئی ہوں اور اسی وقت پہلی مرتبہ سپردِ قلم ہوئی ہوں یا عمسیس فراعنہ کے عہدِ حکمرانی (۱۱۹۴/۱۰۸۰ ق م) میں یا پھر اس کے بھی بعد، مذکورہ بالا تمام تر بحث کے نتیجے میں میانہ روی اختیار کرتے ہوئے آمن اِم اوپی کی تعلیمات کی زیادہ سے زیادہ تخلیقی قدامت سوا تین ساڑھے تین ہزار برس اور تحریری قدامت کوئی تین ہزار ایک سو برس قرار دی جا سکتی ہے کہ لائم اسٹون کے مذکورہ بالا ٹکڑے کو ۱۰۹۰ ق م سے لے کر ۹۴۵ ق م کسی وقت تحریری جامہ پہنایا گیا تھا۔

قابلِ غور نکتہ آمن اِم اوپی نے اپنی اس تصنیف کے ابتدائیے میں ایک بڑی دلچسپ اور قابلِ غور بات کہی ہے اور وہ یہ کہ یہ تمام تر تخلیق اس کی اپنی ہے: اس سلسلے میں اس نے کسی سے استفادہ نہیں کیا ہے اور نہ ہی کہیں سے نقل کی ہے۔ آمن اِم اوپی کے اس دعوے کو پڑھ کر ذہن میں فوراً سوال یہ اُبھرتا ہے کہ اس کے پیشِ نظر کوئی نہ کوئی بات ایسی تھی ضرور جس کی وجہ سے اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ اس کا قاری یا مخاطب ان تعلیمات کو سُن کر اس تصنیف کو پڑھ کر یہ تاثر لے بیٹھے کہ آمن اِم اوپی نے اپنے افکار و تصورات کا کچھ نہ کچھ حصہ کہیں سے شاید اپنے کسی پیشرو سے مستعار لیا تھا تبھی تو اس نے اس بات کی صفائی دینا ضروری سمجھا کہ یہ تخلیق اس کی اپنی ہی ذہنی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اس صورتحال سے کئی پہلو سامنے آتے ہیں ایک تو یہ کہ مصری دانشور، مصنف اور ادیب اپنے پیشروؤں کی تخلیقات و تصانیف سے نہ صرف متاثر چلے آ رہے تھے۔ بلکہ اُن سے تخلیقی اور تحریری حد تک استفادہ بھی کر لیا کرتے تھے اور کچھ تو قدما کی تخلیقات اور تحریروں کے مندرجات بھی اپنی تصانیف و تخلیقات میں سمو لیا کرتے تھے، مستعار بھی لے لیتے تھے۔ دوسرا اہم پہلو یہ اجاگر ہوتا ہے کہ مصری دانشوروں اور ادیبوں کو اپنی اپنی آزادانہ تخلیقی صلاحیتوں اور تصانیف کی اہمیت اور قدر و قیمت کا احساس تھا وہ تخلیقی صلاحیتوں اور اورجنیلٹی (ORIGINALITY)

کی اہمیت اور خوبی کا پوری طرح ادراک رکھتے تھے اور کم از کم اچھے ادیب و مصنف چاہتے تھے کہ وہ کسی سے متاثر ہوئے بغیر، کسی کی تخلیق و تصنیف سے مواد اخذ کئے بغیر اپنی تخلیقات پیش کریں اور نہیں چاہتے تھے کہ کوئی ان پر مستعار لینے کا الزام دھرے۔

موضوعات، خصوصیت اس شریف النفس مصری دانشور آمن اَم اوپی کی یہ تصنیف و تخلیق پورے قدیم مصری ادب کی سب سے دلچسپ اور بنا بر علم تخلیقات و تصانیف میں شمار ہوتی ہے۔ آمن اَم اوپی کی ان تعلیمات کی ایک اہمیت یہ ہے کہ اس طویل تصنیف کے ساتھ مصریوں کا حکیمانہ ادب اپنے انتہائی عروج کو پہنچا ہوا نظر آتا ہے گویا یہ نصائح بحیثیت مجموعی مصر کے حکیمانہ ادب کا نقطۂ عروج ہیں۔

اس نے اپنی اس حکیمانہ تصنیف میں جو موضوعات، تصورات و تخیلات پیش کئے ہیں ان میں بہت سے ایسے ہیں جو آمن اَم اوپی سے مدتوں پہلے سے مصری دانشور اپنی تعلیمات میں پیش کرتے چلے آ رہے تھے اور یہ موضوع آمن اَم اوپی کے بیشتر حکمار اور اہلِ دانش کے ہاں بھی تحریری طور پر ملتے ہیں مثلاً کم آمیزی (کم سخنی) مصلحت اندیشی، احتیاط، دانشمندی، دور اندیشی، ادب و تمیز، تشعور، قوت فیصلہ، کفایت شعاری، اپنے سے برتر کی فرمانبرداری، بزرگوں کی عزت اور لوگوں میں محبت آمیز جذبات بیدار کرنے کی ضرورت وغیرہ۔ آمن اوپی اندراج اراضیات اور زرعی انتظام و انصرام کے سرکاری محکمے میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھا چنانچہ اس نے اپنی تعلیمات میں اوزان و پیمائش کے پیمانوں کی صحت، زرعی املاک کے تحفظ اور دستاویزات تیار کرتے وقت احتیاط کرنے پر زور دیا ہے ــــــ آمن اَم اوپی کی اس تصنیف میں کچھ ایسے مندرجات اور موضوعات ہیں جو صرف اسی سے مخصوص ہیں تاہم یہی بات مصریوں کی دوسری حکیمانہ تخلیقات کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے ــــــ اس کی تعلیمات سابقہ مصری دانشوروں کی تعلیمات اور نصائح سے اس لحاظ سے مختلف ہیں کہ اس تعلیمات میں عاجزی و انکساری، صبر و قناعت اور تسلیم و رضا کا عنصر سابقہ تعلیمات کی نسبت

زیادہ ہتا ہے۔

ان تعلیمات میں اس دور کے رسم و رواج اور معاشرت کے بارے میں بھی اشارے ملتے ہیں اور چند ایک دیوی دیوتاؤں کا بھی ذکر ہے ـــــــ اس تصنیف کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کا لب لہجہ بہت اونچے درجے کا اخلاقی ہے اور اس میں ذاتی تقدس و پارسائی، سعادتمندی، خدا پرستی اور خدا ترسی پر زور دیا گیا ہے جو فراعنہ کے انیسویں خاندان (۱۳۰۰ تا ۱۱۹۴ ق م) کے آخری عہد کا خاصہ تھی ـــــــ آمن ام اوپی کے ہاں اخلاقیات جگہ جگہ مذہبی عقائد و تصورات کا ذکر پُر زور طریقے پر ملتا ہے۔ اس تصنیف میں پیش کردہ پند و نصائح اور خیالات کے پورے پس منظر کے مذہب چھایا ہوا ہے۔ آمن ام اوپی کی اس کتاب سے پہلے کے حکیمانہ ادب پر مبنی جتنے بھی نوشتے ملے ہیں ان میں سے کسی میں بھی اخلاقیات کو اتنے اونچے پیمانے پر پیش نہیں کیا گیا اور نہ ہی اخلاقیات پر اتنا زور دیا گیا ہے جتنا آمن ام اوپی کے ہاں نظر آتا ہے چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ آمن ام اوپی کی یہ تصنیف باقی تمام قدیم مصری مصلحین، مبلغین اخلاق اور دانشوروں کی تعلیمات اور تصانیف سے یوں بہت مختلف ہے کہ اس نے مذہب اور اخلاقیات پر بہت زیادہ زور دیا ہے جب کہ اس کے پیشروؤں کے ہاں مادیت روحانیت پر غالب ہے۔ آمن ام اوپی کو چھوڑ مصر کے باقی تمام حکیمانہ ادب میں صرف ایک مثال اور ایسی ہے جہاں فضا قدرے مذہبی ملتی ہے اور وہ مثال ہے فرعون اختوئی کی اپنے ولی عہد بیٹے مری کارا کے لئے تعلیمات ـــــــ یہ تعلیمات بھی زیر نظر کتاب کے گذشتہ اوراق میں ہم نے مکمل طور پر شامل کر دی ہیں ـــــــ آمن ام اوپی کے اپنے الفاظ میں وہ دبیر (منشی) بھی تھا اور عارف بھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ یکا مذہبی آدمی رہا ہوگا اور اس کی یہ خصوصیت ان تعلیمات سے بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ اس کی تعلیمات میں مذہبی رنگ بہت گہرا ہے۔ اس کے ہاں مذہب کے دو پہلوؤں کے بارے میں بہت ہی ارفع تصور دکھائی دیتا ہے۔ اور وہ پہلو ہیں خدا کے بارے میں اس کا تصور اور انسانوں پر انسانوں کے حقوق (حقوق العباد)

پورے مصری لٹریچر کو دیکھ جایئے انسان کے دوسرے انسانوں کے ساتھ برتاؤ یعنی حقوق العباد کے بارے میں آمن ام اوپی کے افکار کا کوئی جواب نہیں ہے؛ مصر ہی کیا مسیح سے اتنے عرصے قبل نبی اسرائیل کو چھوڑ کر کسی بھی اور قدیم قوم اور کسی ملک کے ہاں آمن اوپی کے ان افکار و نظریات کی نظیر کم از کم میرے آج تک کے مطالعے کی حد تک تو ملتی نہیں۔ اور اسرائیلیوں کے سلسلے میں بھی ہمیں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ بائبل میں شامل عہد نامہ قدیم (OLD TESTAMENT) کی مختلف کتابوں کے اسرائیلی مصنفین نے آمن ام اوپی سے گہرے اثرات قبول کئے تھے۔ یہ ٹھیک ہے کہ مصری اور بابلی لٹریچر میں کئی بہت ہی خوبصورت مختصر مختصر سی عبارتیں ایسی مل چکی ہیں جو مذہبی لحاظ سے موجودہ زبور کے کئی حصوں سے مشابہ ہیں لیکن یہ بس الگ الگ عبارتیں یا ٹکڑے ہی ہیں۔ اس کے برعکس آمن ام اوپی کی کتاب تو بائبل کے ساتھ مشابہت کے سلسلے کی بڑی مربوط اور مفصل تخلیق ہے۔

مثالی انسان کا تصور

مصر کے سابقہ ادوار کی طرح آمن ام اوپی کے دور میں بھی یہاں یہ خیال موجود تھا کہ صحیح سوچ اور راست روی (اچھے کردار) کا صلہ ملتا ہے۔ لیکن ماضی کے برعکس آمن ام اوپی کے زمانے میں دنیاوی یا مادی کامرانی یا کامیابی کا تصور پس منظر میں چلا گیا تھا یوں کہا جائے کہ دنیاوی کامرانی کا تصور ثانوی حیثیت کا رہ گیا تھا۔ حتیٰ کہ آمن ام اوپی کے دور میں تو یہ ہونے لگا تھا کہ دانشوروں اور مبلغین اخلاق کے نزدیک مفلسی کو بدقسمتی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ جیسا کہ اس سے قبل مصر میں ہوتا رہا تھا ——
آمن ام اوپی کی تعلیمات کو پڑھ کر ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ یہ وہ دور تھا جب سابقہ زمانوں کے دانشوروں اور مبلغین اخلاق کے برعکس صبر و تحمل اور غور و فکر پر زیادہ زور دیا جا رہا تھا عمل اور دنیاوی کامرانیوں پر نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اقدار بحیثیت مجموعی از سر نو تشکیل پذیر ہوئیں اور "مثالی انسان" کا تصور از سر نو دیا گیا۔ آمن ام اوپی سے کوئی ایک ہزار قبل مصری

دانشور اور مصلح تپاح حوتپ (۲۳۶۰ ق م) کے زمانے میں یعنی آج سے تقریباً چار ہزار تین سو ساٹھ برس پہلے مثالی انسان کے بارے میں مصریوں کا تصور یہ تھا وہ جھگڑالو نہیں ہوتا، حرص و اقتدار کا قائل نہیں ہوتا بلکہ امن و سلامتی کا علمبردار ہوتا ہے۔ ترقی کے لئے کوشاں رہتا ہے اور دولت مند ہوتے ہوئے بھی شریف النفس اور فیض رساں ہوتا ہے۔ مگر آمن ام اوپی کے عہد کا مثالی انسان تو وہ تھا۔ جو اپنے معمولی سے مرتبے اور جتھے سے مادی وسائل و اثاثے پر بھی صابر و قانع رہتا تھا۔ اس مثالی انسان کی سب سے بڑی خصوصیت یا خوبی اس کی انکساری تھی۔ ضبط نفس اور خاموشی یا کم گوئی اس کا شیوہ تھی۔ اور لوگوں سے مہربانی سے پیش آتا تھا خدا کے سامنے عاجزی اور فروتنی کا مظاہرہ کرتا تھا۔ ان سب باتوں کے باوجود ظاہر ہے کہ آمن ام اوپی یا اس کے زمانے کے مصریوں کا یہ مثالی انسان، انسانِ کامل نہیں تھا، کیونکہ اکملیت اوّلے یعنی ایسی خوبی تھی جو آمن ام اوپی کے دور میں صرف خدا سے مخصوص کی جاتی تھی۔

خدا کے بارے میں نظریہ

آمن ام اوپی کی ان تعلیمات میں خدا کے بارے میں جو نظریہ ملتا ہے اس سے نہ صرف خود آمن ام اوپی بلکہ اس کے زمانے کے دوسرے دانشوروں کے افکار کا بھی کسی حد تک اندازہ ضرور ہو سکتا ہے۔ ——— آمن ام اوپی نے اپنی ان تعلیمات میں متعدد مصری دیوی دیوتاؤں کا ذکر کیا ہے مثلاً جیہوتی (تحوت) دیوتا، چاند دیوتا "آہ" سورج دیوتا "را" خنم دیوتا، مقدر کا دیوتا شے (شائے) اور مقدر کی دیوی رن انت اس کے علاوہ لقلق پرندے اور بندر کا ذکر بھی موجود ہے۔ لقلق اور بندر، جیہوتی (تحوت) دیوتا کی علامت اور مقدس جانور تھے۔ یہ مانا کہ مذکورہ بالا چھ دیوی دیوتاؤں کے نام آمن ام اوپی کی اس تصنیف میں آئے ہیں، تاہم ان تعلیمات کو پڑھ کر کچھ اس قسم کا تاثر ذہن میں ابھرتا ہے کہ دراصل یہ چھ دیوی دیوتا آمن ام اوپی کے نزدیک ایک خدا کے ہی مظہر تھے اور یہ کہ اس دانشور کے ذہن میں ان دیوی دیوتاؤں کا الگ سے کوئی تصور نہیں تھا۔ لینگ ڈبلیو۔ اور اے ویسٹرلے (WESTERLE) اور ان کے ہم نوا بعض محققین کا خیال ہے

کہ آمن اَم اوپی کے مذہبی نظریات کا میلان عمومی طور پر مکمل وحدانیت کی طرف تھا۔ یہ بات اگر یہیں تک ہے تو میرے خیال میں درست ہے لیکن یہ دعوےٰ کیا جائے کہ وہ سر تا سر توحید پرست تھا تو کم از کم میں اس دعوےٰ سے اتفاق نہیں کر سکتا، اس لیے کہ اس کی زیر نظر تصنیف سے میرے نزدیک اس کا مکمل طور پر موحد ہونا ثابت نہیں ہے۔ اگر یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ جب وہ وحدانیت کی طرف کسی حد تک مائل تھا تو پھر مذکورہ بالا چھ دیوی دیوتاؤں اور ان کی خصوصیات کا ذکر اس نے اپنی تصنیف میں کیا ہی کیوں؟ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اعتراض وقیع نہیں ہے اس لیے کہ مدتوں سے بے شمار دیوی دیوتا اور ان کی گوناگوں صفات اور خصوصیات مصریوں کے ذہن و قلب کی گہرائیوں میں رچی بسی آ رہی ہیں۔ چنانچہ ان حالات میں آمن اَم اوپی اُن کے ذکر یا اثرات سے سو فیصد کیسے بچ سکتا تھا۔ کسی نہ کسی حد تک اثر لینا تو لازمی تھا اب یہ بالکل دوسری بات ہے کہ مختلف وجوہات کی بنا پر اس کے ذہن سے ان گنت مصری معبودوں کے اثرات اور ان کی اہم خصوصیات وصفات بہت حد تک دُھل چکی تھیں۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ اس کا رجحان وحدانیت کی طرف تھا ضرور۔

آمن اَم اوپی خدا کا ذکر شاہِ کُل، آقائے کُل، شاہ عالم جیسے الفاظ میں کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسے معبود پر یقین رکھتا تھا جو تمام دیوی دیوتاؤں سے افضل اور برتر تھا۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ "شاہِ کُل" یا "شاہِ عالم" کی اصطلاحیں کیا صرف آمن اَم اوپی نے ہی استعمال کی تھیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ یہ خصوصیات یا القاب تو مصریوں کی متعدد عبارتوں میں مختلف دیوتاؤں سے منسوب کی گئی ہیں۔ پھر آخر ہم آمن اَم اوپی کے حق میں ہی ان اصطلاحوں کی دلیل کیوں لائیں؟ وجہ بالکل صاف ہے کہ آمن اَم اوپی نے کسی دیوتا کے لیے یہ اصطلاحات استعمال نہیں کیں بلکہ الگ سے معبود کا ذکر کرتے ہوئے کی ہیں۔ اس کی ان تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہوئے خدا کے متعلق آمن اَم اوپی کے تمام تصور کا جائزہ لیا جائے تو یقیناً یہ نتیجہ سامنے آئے گا کہ دوسرے قدیم مصری تو ان الفاظ (شاہِ کُل

آقائے کل۔ شاہِ عالم) اور ان میں مضمر معنویت اور گہرائی کی اصل اہمیت خواہ کسی قدر بھی سمجھ سکے ہوں، آمن ام اوپی کے صاف ستھرے اور زیرک ذہن پر ان اصطلاحوں کی اہمیت اور معنویت ان سب سے کہیں زیادہ بہتر اور واضح طور پر عیاں تھی۔ وہ شاہِ کل (شاہِ عالم آقائے عالم) کی رُوح کو پاچکا تھا۔ اپنے خدا کے متعلق، جو نظریات آمن ام اوپی نے پیش کئے بعض محققین کے نزدیک وہ اس لحاظ سے منفرد اور یکتا ہیں کہ مصر کے کسی بھی اور قدیم دانشور کے ہاں ایسے نظریات تحریری طور پر نہیں ملتے۔ خدا کے متعلق آمن ام اوپی کا نظریہ دوسروں کی نسبت بہت اعلےٰ وارفع تھا۔ اس کا خُدا اکمل تھا، وہی انسان کا خالق تھا۔ موت اور زندگی اس کے قبضۂ قدرت میں تھی، اس کی مرضی فزوں ترین تھی۔ وہ مستقبل کا علم رکھتا تھا۔ انصاف، دیانت اور پارسائی کا خاص طور پر سرچشمہ تھا اور اپنی یہ خصوصیات اس نے انسانوں کو بھی ودیعت کی تھیں۔ کوئی چیز، کوئی بات اس کی نظروں سے پوشیدہ نہیں تھی۔ وہ گناہوں سے متنفر تھا اور راست بازی سے خوش ہوتا تھا۔ انسان اسے پیارے تھے۔ اور اس کی محبت اور پیار کے خزانے انسان کی ارضی زندگی میں بھی کھُلے تھے اور مرنے کے بعد دوسری دنیا میں بھی ——— اس کا خُدا مہربان، شفیق اور محبت کرنے والا تھا۔ اسے اپنے خُدا کی شفقت اور مہربانی پر کس قدر بھرپور اعتماد تھا، اس کا اندازہ اس کے اس فقرے سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے:۔

"وہ شخص کتنا شادماں ہے، جو مغرب میں پہنچ گیا ہے اور خدا کے ہاتھوں میں محفوظ ہے ———"

خُدا کے بارے میں آمن ام اوپی کا کہنا ہے :۔

"صرف خُدا (ہی) کامل اور بے عیب ہے۔ ناقص چیز اس کی نظروں میں باقی نہیں رہ سکتی۔ وہ انسان کا خالق ہے اور اس کا مقسوم متعین کرتا ہے کچھ لوگوں کو (عروج) عطا کرتا ہے اور دوسروں کو پستی۔ موت اور زندگی اس کے

ہاتھوں میں ہے[1]۔ ساری چیزیں اس کی منشا کے مطابق ہیں۔ آدمی بناتا ہے خدا اسے بگاڑتا ہے۔ مستقبل اس سے پوشیدہ نہیں ہوتا اور صرف وہی جانتا ہے۔ کہ کل کیا ہوگا۔ جہاز کا جہاز راں خدا ہے۔ راست بازی خدا کا بہت بڑا انعام ہے اور جسے چاہے اس سے سرفراز کرتا ہے۔ ہر قسم کا گناہ اس کے نزدیک بہر صورت قابل نفرت ہے اور (اس کی) ہمہ بین آنکھ سے لوگوں کے بُرے کام چھپے نہیں[2] رہ سکتے۔ کوئی آدمی ایسا نہیں جو گناہ کر کے بھی اس کی نظروں سے بچ گیا ہو۔ اس سے گناہ چھپانے والا کاٹھ ہے کیونکہ اس پر اس کی انگلی کی مہر لگ چکی ہے اور وہ اس کو سزا دے گا۔ فریب اور دروغ گوئی خدا کی نظروں میں پسندیدہ نہیں۔ اور دوہری[3] زبان والے آدمی سے وہ نفرت کرتا ہے۔ انصاف کی راہ میں حائل ہونا آسمانی منصوبوں کو نقصان پہنچانے کے (مترادف) ہے۔ جھوٹی قسمیں کھانا گناہ ہے ہر قسم کی بد دیانتی سے خدا نفرت کرتا ہے۔ وہ ہوائے نفسانی کے غلام کو سزا دیتا ہے۔ جو انسان خدا کے خلاف جرم میں ملوث ہے اس کے مال و اسباب کی کوئی قیمت نہیں۔ بد کردار کو سزا ملے گی ــــــ"

منظوم ہیئت اہمیت

برٹش میوزیم میں رکھے ہوئے مذکورہ بالا اہم اور مکمل پیپرس ۴۰۷۴، اے آمن ام اوپی کی یہ تعلیمات شاعری کی طرح چھوٹے چھوٹے مصرعوں کی صورت میں لکھی گئی ہیں۔ ان کے تیس حصے یا "ابواب" ہیں۔ اور ہر

---

[1] اس فقرے کے لئے تعلیمات میں جو اصل مصری فقرہ آیا ہے اس کے لفظی معنی ہیں "وہ روزانہ تباہ کرتا ہے اور روزانہ تعمیر کرتا ہے" ــــ غالباً اس کا اصل مطلب وہی ہے جو اوپر متن میں دیا گیا ہے یعنی زندگی اور موت اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ [2] شاید اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فیصلہ کرنا خدا کا کام ہے کہ گناہ کیا ہے اور کیا گناہ نہیں ہے۔ [3] "دوہری زبان" سے غالباً "دوغلے پن" سے مراد ہے۔

باب پر نمبر دیا گیا ہے۔ یہ پیپرس اولین یا پہلا نہیں ہے بلکہ کسی قدیم تر پیپرس سے نقل کر کے سُنُّو نامی منشی (وبیرا) نے یہ تعلیمات مذکورہ اہم اور مکمل پیپرس پر لکھی تھیں۔ میرے نزدیک یہ بات قطعی طور پر یقینی ہے کہ "تیس ابواب" پر مبنی یہ تقسیم سُنُّو نے نہیں کی تھی بلکہ یہ تقسیم تو در اصل آمن اَم اوپی نے خود کی تھی۔ اور اس نے پہلے پہل جس پیپرس پر اپنی یہ تعلیمات خود لکھیں یا کسی اور منشی سے لکھوائیں اس پر ان تعلیمات کو نمبر ڈال کر "تیس ابواب" کی صورت میں ہی لکھا گیا تھا۔ اسی اولین پیپرس یا پھر اس کی کسی اور مکمل نقل سے سُنُّو نے مذکورہ بالا اپنے اہم اور مکمل برٹش میوزیم پیپرس پر یہ تعلیمات رقم کیں۔

بہر حال جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ اس اہم اور مکمل پیپرس پر آمن اَم اوپی کی تعلیمات چھوٹے چھوٹے مصرعوں پر لکھی ہوئی ہیں۔ اور سطور اور مصرعوں کی تشکیل میں اس طرح لکھی گئی ہیں کہ مصرعوں کی موزونیت (METRICAL SCHEME) کا صاف پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ آمن اَم اوپی کی یہ منظوم تخلیق فنی لحاظ سے انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ بلکہ اس کی یہ صورت حال غیر معمولی بھی ہے۔ کیونکہ اس سے مصریوں کے فن شاعری پر عمدہ روشنی ضرور پڑتی ہے۔ اس سے چار پونے چار اور یا پانچ پونے پانچ ہزار برس قبل کی مصری شاعری کے متعلق نہ بھی، کم از کم آمن اَم اوپی کے دور میں یعنی سوا تین، ساڑھے تین ہزار برس پہلے کے لگ بھگ کی مصری شاعری کے سلسلے میں فنی لحاظ سے تو کچھ نہ کچھ معلومات حاصل ہوتی ہی ہیں۔ اس تخلیق کو دیکھتے ہوئے مصریوں کے ہاں وزن یا بحر کی ترتیب (METRICAL ORGANIZATION) کے بارے میں محض قیاس آرائی کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی بلکہ شعری موزونیت (METRICAL ORGANIZATION) واضح طور پر نظر آتی ہے ——

چونکہ اس تصنیف کو تیس "ابواب" میں تقسیم کیا گیا تھا اور ان "ابواب" کے نمبر بھی لگائے گئے تھے اس لئے ہمیں مصری شاعری کے عروض کی دو بنیادی ہیئتیں یا خد و خال سے متعلق صحیح صحیح معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ گو یہ دو بنیادی خصوصیات یا ہیئتیں ایک مخصوص منظوم

تصنیف یعنی آمن اِم اوپی کی تعلیمات میں برتی گئی تھیں۔ تاہم میں تو اس بات کو یوں بھی کہنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ آمن اِم اوپی کے دور یعنی سوا تین یا ساڑھے تین ہزار برس پہلے بھی خود اس کے علاوہ کچھ اور بھی ایسے شاعر ضرور رہے ہوں گے جو اپنی منظوم تخلیقات میں عروض کی یہ دو بنیادی ہیئتیں برتتے تھے اور یہ دو ہیئتیں تھیں موزوں مصرعے (METRICAL LINE) کی ترتیب اور مصرعوں کی ابواب یا حصوں میں یکجائی اور تقسیم۔

بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ آمن اِم اوپی کی اس طویل منظوم تخلیق میں موزوں سطر یا مصرعہ بالکل اسی طرح تخلیق ہوا ہے جیسے کہ ہونا چاہئے تھا۔ ان منظوم تعلیمات میں مصرعے مکمل تام جملوں اور چھوٹے جملوں (فقروں) کی صورت میں آئے ہیں۔ متوازیت (PARALLELISM) اور دوسری متعلقہ شعری صنعتوں کے ذریعے مصرعوں کو ابیات (DISTICHS)، تین تین (TRISTICHS) اور چار چار شعروں (QUATRAINS) کی ڈھیلی ڈھالی صورت میں یکجا کیا گیا ہے۔ اس بات کے کوئی شواہد موجود نہیں کہ آمن اِم اوپی کی زیر بحث تصنیف میں مصرعوں کے مجموعوں کو بندوں (STANZAS) کی شکل دی گئی ہو۔ لیکن یہ بات بھی ہے کہ اگر مصرعوں کو بندوں کے سانچے میں ڈھال دیا جاتا، تو یہ حکیمانہ تصنیف و تخلیق کی ماہیت یا مزاج کے لئے موزوں نہ رہتا۔ کیونکہ تعلیمات یا نصائح تو ایسے تصورات، خیالات کے حامل ہوتے ہیں جن کا تانا بانا کم یا زیادہ طوالت پر مبنی آزادانہ طور پر بُنا جاتا ہے اور انہیں نظم کرتے وقت ان کی فطری تقسیم تو اس وقت ہوتی ہے جب کوئی ایک موضوع مکمل ہو جاتا ہے اور دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح کسی موضوع میں زیادہ مصرعے ہوتے ہیں اور کسی میں کم۔ بہر حال آمن اِم اوپی کی تصنیف میں مصرعوں کی تقسیم بندوں وغیرہ کی صورت میں نہیں بلکہ ابواب کی صورت میں کی گئی تھی۔ اور پیپرس پر رقم عبارت کے ابواب پر نمبر بھی ڈال دیئے گئے تھے

اسلوب: آمن اِم اوپی نے اپنی اس منظوم تصنیف میں جو اسلوب یا انداز بیان برتا وہ تشبیہوں اور استعاروں سے بھرپور ہے اور اس نے اپنے پیشرو قدیم مصری

دانشوروں اور مبلغین کی نسبت تشبیہات اور تمثال نگاری (امیجری) سے زیادہ کام لیا ہے۔
کوئی شبہ نہیں کہ اس کے تشبیہیں اور استعارے بڑی مہارت اور تفصیل کے ساتھ آئے ہیں۔
بحیثیت مجموعی اس عظیم حکیمانہ، اخلاقی اور ادبی تصنیف کو تخلیق کرتے وقت خوب احتیاط سے
کام لیا گیا، مربوط کیا گیا اور تصنیف و مربوط کرنے کے یہ دونوں کام "تیس" ابواب" کی صورت میں
انجام دیئے گئے۔ اس کے علاوہ یہ ربط قائم رکھنے کے لئے دو بنیادی موضوعات پر توجہ خاص
طور پر مرکوز رکھی گئی۔ ایک بنیادی موضوع تو مثالی انسان ("کم گو یا خاموش آدمی") اور اس مثالی
انسان سے متصادم یا متضاد آدمی یعنی "آتش مزاج" کو اجاگر کرنے پر مبنی ہے اور دوسرا
موضوع ہے دیانتداری کی نصیحت اور بددیانتی پر انتباہ۔ تعلیمات میں باقی تمام دوسرے
موضوع انہی بنیادی مرکزی موضوعات کے تابع ہیں انہی کے گرد گھومتے ہیں۔

آمن ام اوپی کی اس تصنیف کو سمجھنا خاصا دشوار ہے اس میں ایسے الفاظ اور تراکیب
وغیرہ استعمال کی گئی ہیں، جو نادر اور نامانوس سی ہیں اور یہ کم ہی استعمال کی جاتی تھیں۔ ان تعلیمات
میں ایسے محاورے، فقرے، تلمیحات اور اشارے کنائے آئے ہیں جن کے معانی و مفہوم آسانی
سے تو پلے پڑتا نہیں، پھر ستم یہ بھی ہوا کہ جن منشیوں اور طلباء کی پیپرسوں اور تختیوں وغیرہ پر
نقل کردہ یہ تعلیمات ملی ہیں، ان سے کتابت وغیرہ کی غلطیاں بھی سرزد ہوئیں۔

بائبل پر اثرات

مصریوں کی حکمت و دانائی کو ازمنہ قدیم میں دوسرے ملکوں اور
اقوام کے ہاں وہی شہرت و عظمت حاصل تھی جو بعد کے ادوار
میں چین، یونان، اور برصغیر پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت کو ملی۔ یونان کے ممتاز فلسفیوں اور
مصنفوں نے مصریوں کی عقل و دانش اور دوسرے علوم و فنون سے اکتساب کا اعتراف کیا۔
مختلف نوشتوں، حتیٰ کہ بائبل سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ قدیم مصریوں کی
عقل و دانش کے چرچے اور شہرت مدتوں دور دور تک رہی۔ ایک قدیم مصری کہانی "ون
آمون اجنبی دیسوں میں" کو عالمی ادب میں خصوصی مقام حاصل ہے۔ یہ کہانی ون نے اس

کتاب میں شامل کی ہے، اس کہانی کے مطابق لبنان (فیونیقیہ) کے قدیم شہر و بندرگاہ بائبلس کے حکمران ذکربَئل نے کہانی کے ہیرو وِن آمون سے مصر کے بارے میں کہا:۔

"حکمت و دانائی اس ملک (لبنان۔ فیونیقیہ) میں مصر سے آئی جہاں میں بستا ہوں" ——

اور بائبل کے عہد نامہ قدیم کے مطابق :۔

"اور سلیمان کی حکمت سب اہلِ مشرق کی حکمت اور مصر کی ساری حکمت پر فوقیت رکھتی تھی" (سلاطین۔ ۱۔ ۴ : ۳۰)

مصری اور عبرانی یعنی اسرائیلی لٹریچر کے متعدد گوشے ایسے ہیں، جہاں خیالات اور افکار کی گہری مشابہت پائی جاتی ہے اور میرے نزدیک مشابہت اس وجہ سے ہے کہ اسرائیلی ادب مصری ادب سے متاثر ہوا تھا ———— بائبل پر مصریوں کے حکیمانہ افکار یا اقوالِ دانش کے اثرات کے سلسلے میں کچھ علماء مصریات نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اسرائیلی رہنماؤں نے عہد نامہ قدیم میں شامل جب اپنا ضابطۂ قانون مرتب کیا تو انہوں نے بس یہ کیا کہ مصری دانشوروں کے اقوالِ زریں اور پند و نصائح کا عبرانی زبان میں ترجمہ کر لیا۔ حکمت و دانائی کی یہ باتیں مصریوں کی مختلف حکیمانہ اور مقدس تصانیف میں درج تھیں جنہیں اسرائیلیوں نے اپنے قوانین کی صورت دے دی۔

آمن ام اوپی کی زیرِ بحث حکیمانہ تصنیف اور بائبل میں شامل مختلف کتابوں مثلاً "امثال" (PROVERBS) اور "استثناء" (ECCLESTES) وغیرہ میں خصوصاً آمن ام اوپی کی تعلیمات اور "امثال" میں گہری مشابہت پائی جاتی ہے۔ اور اسی مشابہت کی وجہ سے دونوں میں تعلق شک و شبہے سے بالاتر ہے۔ تاہم علماء تحقیق نے اس بات پر خوب بحث کی ہے، اور یہ سوال اکثر اٹھایا جاتا رہا ہے کہ آمن ام اوپی کی تعلیمات کا اثر اسرائیلی تصانیف خصوصاً "عہد نامہ قدیم" میں شامل کتاب "امثال" پر پڑا تھا یا مصری تعلیمات "امثال" سے متاثر ہوئی تھیں۔ بشتر

ماہرین اس خیال کے حامی ہیں کہ اسرائیلیوں نے اپنی نگارشات میں آمن ام اوپی کی تصنیف یعنی تعلیمات سے استفادہ کیا تھا۔ کچھ ماہرین کا نظریہ اس کے برعکس ہے جبکہ DRIOTON جیسے بعض محققین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ آمن ام اوپی کی تصنیف اور امثال دونوں کتابوں کا ہی کوئی ایک مشترکہ ماخذ تھا اور یہ مشترکہ ماخذ سامیوں کی تخلیق تھا۔ لیکن رنفلڈ جے۔ ولیمز۔ اور سی۔ کورڈیئر (C-COUROYER) نے اس خیال سے خوب دلائل دیتے ہوئے اختلاف کیا ہے۔

اس کے ضمن میں ــــــ کہ آمن ام اوپی 'تعلیمات' اسرائیلیوں نے مصریوں سے مستعار لی تھیں یا اسرائیلی اقوال دانش سے آمن ام اوپی نے اپنی تصنیف میں فائدہ اٹھایا تھا ــــــ مجھے تو تمام تر امکانی ثبوت یہی نظر آتی ہے کہ اسرائیلیوں نے مصری دانشور آمن ام اوپی کی تعلیمات سے اثر قبول کیا اور اس کے متعدد اقوال و افکار کو اپنی تصانیف میں سمو لیا۔ ــــــ میرے نزدیک تو یہ بات یقینی ہے کہ آمن ام اوپی کی تعلیمات خالصتاً مصری ہیں اور اس مصری دانشور و مبلغ اخلاق نے اسرائیلی تصورات و افکار سے بالکل کچھ نہیں لیا۔

مصر میں رعمسیس فراعنہ کا دور حکومت (۱۱۹۴-۱۰۹۴ ق م) اس لحاظ سے بھی اہم ہے۔ کہ اسرائیلیوں نے مصریوں سے اپنے قریبی روابط کی بنا پر مختلف شعبوں میں ان سے اثرات قبول کئے۔ حتیٰ کہ اسرائیلیوں کی حکیمانہ سوچ یا افکار دانش پر بھی مصری اثر انداز ہوئے۔ اور ان اثرات کے شواہد بائبل کے اوراق بھی ہیں۔ حکیمانہ تعلیمات پر مبنی مصری مفکر آمن ام اوپی کی تصنیف اس لحاظ سے بھی انتہائی اہم ہے کہ اس سے اسرائیلی افکار و ادب پر مصری افکار و ادب کے اثر کا سب سے زیادہ اور واضح طور پر پتہ چلتا ہے۔ اور چھ مجموعوں پر مشتمل کتاب "امثال" مصری اثرات کا منہ بولتا ثبوت اور روشن مثال ہے۔ اس اثر اور گہری مشابہت کی روشنی میں یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ بائبل کی کتاب "امثال" کے اسرائیلی مصنف آمن ام اوپی کی تصنیف سے بخوبی واقف تھے اور اسرائیلی مصنفین نے مصریوں کے صرف افکار ہی قبول نہیں کئے بلکہ انہوں نے تو مصری دانشوروں کی عبارتوں کی لفظی نقل سے بھی گریز نہیں کیا چنانچہ

عہد نامہ قدیم میں شامل کم از کم ایک کتاب یعنی 'امثال' تو ایسی ہے جس میں کئی مقامات پر مصری دانا و بینا آمن ام اوپی کی تصنیف سے لفظی مشابہت بھی موجود ہے۔ یوں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسرائیلی اہلِ قلم اور عقل و دانش نے آمن ام اوپی سے محض تخیل و فکر ہی نہیں لیا بلکہ اس کا پیرایۂ اظہار بھی اپنایا کیونکہ آمن ام اوپی کی تصنیف اور 'امثال' میں فکر، طرزِ بیان کے علاوہ الفاظ تک کی مشابہت موجود ہے ——— آمن ام اوپی کی 'تعلیمات' کے مکمل ترجمے کے حواشی میں میں نے 'امثال' وغیرہ کے مندرجات سے جا بجا موازنہ پیش کر دیا ہے ——— مشابہت کے ضمن میں ایک نکتہ اور یقینی قابلِ غور ہے اور وہ یہ کہ مصری دانشور آمن ام اوپی کی زیرِ نظر تصنیف کے تیس 'باب' ہیں اور عہد نامہ قدیم کی کتاب 'امثال' کے بھی تقریباً اتنے ہی یعنی اکتیس باب ہیں ——— صرف آمن ام اوپی کی تصنیف اور 'امثال' ہی میں مشابہت نہیں پائی جاتی بلکہ اور بھی قدیم تر مصری تخلیقات و تصانیف ایسی ہیں جن کی 'تعلیمات' عہد نامہ قدیم کی مختلف کتابوں کے مندرجات سے مشابہ ہیں؛ اور ان میں سے بعض مصری تخلیقات بہت قدیم ہیں مثلاً مصری دانشور پتاح حُوتپ کی کوئی ساڑھے چار ہزار برس قبل کی "تعلیمات و اقوال" ———

ویسے آج کل کے متعدد محققین کے نزدیک اس قسم کے مباحث یا اختلافات میں پڑنا لاحاصل ہے کہ کون کس سے متاثر ہوا تھا۔ اسرائیلی مصریوں سے یا مصری اسرائیلیوں سے۔ دونوں تصانیف یعنی آمن ام اوپی کی 'تعلیمات' اور 'امثال' ماضی کے لوگوں کے اخلاقی اور نظریۂ عملیت پر مبنی تعلیمات کی آئینہ دار ہیں اور یہ قدیم مشرقِ وسطیٰ کی مشترکہ تہذیبی روایت کا لازمی حصّہ ہیں ——— لیکن میں ان محققین کے اس خیال سے متفق نہیں کہ اس بحث میں نہیں پڑنا چاہیے کہ کون کس پر اثر انداز ہوا تھا۔ آخر معلوم تو ہو کہ کسی خاص خطّے کے لوگوں نے جو بھی ادب تخلیق کیا، اپنے جن افکار و اخلاقی تعلیمات کو تحریری صورت دی اس کے اثرات دوسری کن اقوام پر پڑے اور کیا پڑے۔ کس کے افکار، تصورات اور تحریری ورثہ کس طرح اور کن کن حوالوں سے منتقل ہوتا ہوا آج ہم تک پہنچا۔ انسانوں نے ایک دوسرے سے کیا کچھ سیکھا اور

اس پراسرار تہذیبی سفر اور باہمی اثرات و قبولیت کی گرہیں اسی طرح تو کھلتی ہیں جب معلوم ہو کہ قوموں نے ایک دوسرے کو کیا کچھ دیا اور کیا کچھ لیا ــــــ

آمن ام اوپی کی اس تصنیف اور بائبل کے عہد نامہ قدیم میں شامل کتاب "امثال" میں ایک اولین اور انتہائی نمایاں قدر مشترک یہ ہے کہ یہ دونوں تخلیقات ادب کی ایک ہی نوع یا صنف یعنی "حکیمانہ یا ناصحانہ ادب" کی ذیل میں آتی ہیں، گو دونوں "تصانیف" میں پیش کردہ افکار میں اکثر جگہ اختلاف بھی ہے اور اظہارِ بیان کے لحاظ سے آمن ام اوپی کی تصنیف بہت سے مقامات پر امثال سے یکسر مختلف بھی ہے ــــــ آمن ام اوپی اور کتاب امثال کے عبرانی مصنفین نے اپنی اپنی تصانیف کے آغاز میں ان کے مطالعے کی برکات اور اس کے مطالعے کا منتہائے مقصود بیان کیا ہے اور دونوں کے مصنفین نے اپنے قاریوں سے کہا ہے کہ لوگ ان کی باتیں دھیان سے سُنیں، ان سے اغماض نہ برتیں بلکہ انہیں اپنے دلوں میں جگہ دیں۔

مصریوں کے ہاں ایک اور موضوع مانوس و مقبول تھا، اور وہ اسے اپنی تحریروں میں پیش بھی کرتے تھے۔ اور وہ موضوع یہ تھا کہ نیک چلن لوگ مصیبت کا شکار ہوا کرتے ہیں۔ یہ موضوع ان کے ہاں ان معنوں میں روایتی بھی تھا کہ مصریوں کے مقبول ترین اور نیک سیرت دیوتا اسر (اوزیرس) کو اپنے شیطان صفت بھائی سَت دیوتا کے ہاتھوں مصیبت اٹھانا پڑی تھی کہ سَت نے اسے قتل بھی کر دیا اور بعد میں اس نے اسر کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ادھر اُدھر بکھیر بھی دیا تھا۔ چنانچہ مشفق، مربّی اور خوش سیرت اسر (اوزیرس) دیوتا کا یہ حسرت ناک اور دردناک انجام ایک ایسا موضوع تھا جو نہ صرف مصری مصنفوں اور ادیبوں کے لئے جانا بوجھا ہی تھا، بلکہ انہوں نے اسے مستقل طور پر اپنائے بھی رکھا ــــــ مصری دانشور سبوکِٹ کے مکالمات اور اُونخ ششونقی کی تعلیمات اور خوش بیان دہقان کی کہانی میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ ان تینوں تخلیقات میں دانشور اور نیک آدمی کو سزا بھگتنے اور بدبختی و مصائب

میں گرفتار بتایا گیا ہے ـــــــ یہی موضوع عہد نامہ قدیم کی کتاب "ایوب" میں ملتا ہے۔ بظاہر تو یوں لگتا ہے کہ اس موضوع کے سلسلے میں کتاب "ایوب" کے اسرائیلی مصنف یا مصنفوں نے مذکورہ مصری روایت و موضوع اور مصری مصنف و دانشوروں سے اثر لیا تھا۔ اور اگر ایسا نہیں بھی تو کم از کم یہ یقینی ہے کہ کتاب "ایوب" اور اس کا موضوع مصر میں ہی اسرائیلیوں کے ہاں ارتقاء پذیر ہوا اور اس سلسلے میں اسرائیلی علماء یا دانشوروں نے کوئی بھی بیرونی اثر قبول نہیں کیا تھا

آمن اُم اوپی کی تصنیف اور "امثال" دونوں میں ایسے کاموں اور اقدامات کی تعریف کی گئی ہے جو محتاط انداز میں اور سوجھ بوجھ کے ساتھ کئے جائیں۔ کیونکہ اس طرح انسان کی اولاد پر برکتیں نازل ہوتی ہیں ـــــــ آمن اُم اوپی کا کہنا ہے کہ مرنے کے بعد "آئندہ زندگی" میں جو کچھ وقوع پذیر ہوگا۔ وہ اس ارضی زندگی کے اعمال کے نتیجے کے طور پر ہوگا۔ مکافاتِ عمل کے عقیدے کی دیگر جزئیات میں آمن اُم اوپی اور "امثال" کے نظریات میں مماثلت موجود ہے۔ آمن اُم اوپی کی تعلیم کے مطابق راست بازی اختیار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان طویل عمر پائے اور یہ کہ راست روی سے انسان خوشحالی اور خیر و برکت سے فیض یاب ہوتا ہے۔ "امثال" میں بھی یہ خیال ملتا ہے ـــــــ آمن اُم اوپی نے بُرے اعمال کے نتائج سے بھی متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ باپ کے بُرے کاموں کے سنگین نتائج اس کی اولاد کو بھگتنا ہونگے

آمن اُم اوپی کی تصنیف اور "امثال" میں دو باتیں قطعی متضاد ہیں۔ ایک تو یہ کہ کتاب "امثال" میں جو اقوال آئے ہیں۔ وہ عام طور پر آمن اُم اوپی کی تصنیف کی نسبت نہ صرف مختصر بھی ہیں، بلکہ تعلیمات و افکار کا پر معنی نچوڑ بھی۔ اس کے برعکس آمن اُم اوپی نے جو بات بھی کہی ہے تفصیل سے کہی ہے۔ اصل میں اس کے پیش نظر مقصد یہ رہا تھا کہ وہ اپنے اقوال اتنی تفصیل سے بیان کرے کہ اس کا مخاطب اور قاری اس کی تعلیمات کا مفہوم اور اہمیت کو پوری طرح سمجھ لے۔ آمن اُم اوپی نے بعض اوقات یہ طریق کار بھی برتا کہ کسی مقولے یا ضرب المثل کو کوئی بات بیان کرنے کے لئے بنیاد بنایا اور کہیں اس نے یہ کیا ہے کسی ایسے ہی بیان کا نکتہ یا

لب لباب لے لیا اور اُسے مقولے یا ضرب المثل کی صورت میں پیش کر دیا۔ ویسے یہ بات بھی ہے کہ "امثال" کے تیسویں باب اور بعض اور مقامات پر بھی اقوال میں آمن اُم اوپی کا سا طویل بیانیہ انداز نہیں ہے۔

آمن اُم اوپی کی تصنیف اور "امثال" کی کتاب میں دوسرا تضاد یہ ہے کہ مکافاتِ عمل کے سلسلے میں اس کا نظریہ کتاب "امثال" سے بالکل مختلف ہے۔ ایک اختلاف ان دونوں کے تصانیف میں یہ ہے کہ آمن اُم اوپی نے اپنی پوری تصنیف میں عورت کو موافقت یا مخالفت بہ الفاظ دیگر بُری اور اچھی عورت کا تذکرہ بالکل نہیں کیا، صرف ایک جگہ بیوہ عورت کے ساتھ سلوک کے بارے میں کچھ کہا ہے۔ اس کے بالکل برعکس کتاب "امثال" میں تو بہت ہی کم ابواب ایسے ہیں، جہاں اچھی یا بُری عورت کے بارے میں کچھ نہ کچھ کہا نہ گیا ہو ———— ان دونوں کتابوں میں ایک اختلاف اور بھی ہے اور وہ یہ کہ آمن اُم اوپی عورت کے ساتھ زنا کے بارے میں بھی بالکل خاموش ہے، جبکہ کتاب "امثال" میں اس کا ذکر نمایاں طور پر ملتا ہے۔

مُزامیر اور یرمیاہ سے مُشابہت

آمن اُم اوپی کی تعلیمات کے چوتھے باب اور عہد نامہ قدیم میں شامل کتاب "مزامیر" (زبور) کے پہلے باب کی پہلی آیت سے لے کر چھٹی آیت اور عہد نامہ قدیم ہی میں شامل کتاب "یرمیاہ" کے سترھویں باب کی پانچویں آیت سے لے کر آٹھویں آیت تک کے موجودہ صورت میں مندرجات یا مضمون میں عمومی مشابہت موجود ہے۔ چونکہ مشابہت بہت طویل ہے۔ اس لئے اسے اصل متن کے حاشیے کی بجائے یہاں واضح کر رہا ہوں۔ آمن اُم اوپی کا چوتھا باب یوں ہے۔

"تند مزاج آدمی کی مثال ایسی ہے جیسے گھر میں اگنے والا درخت۔ ذرا سی دیر میں یہ شاخوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ کار چوب کی دکان میں اپنے انجام کو پہنچ جاتا ہے۔ اسے اُس کی جگہ سے بہا کر دور لے جایا جاتا ہے اور آگ اس کی تدفینی چتا ہوتی ہے (مگر) معتدل مزاج (آدمی) الگ رہتا ہے۔ وہ روشن میدان میں اگنے والے درخت کی مانند ہوتا ہے، یہ سرسبز ہوتا ہے اور اپنا پھل دوگنا دیتا

ہے۔ یہ اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ اس کا پھل شیریں ہوتا ہے، اس کی چھاؤں ٹھنڈی ہوتی ہے۔ اس کا انجام موتی کی طرح ہوتا ہے ـــــ"

مزامیر (زبور) کی عبارت دیکھئے۔

"مبارک ہے وہ آدمی جو شریروں کی صلاح پر نہیں چلتا اور خطاکاروں کی راہ میں نہیں کھڑا ہوتا اور ٹھٹھا بازوں کی محفل میں نہیں بیٹھتا۔ بلکہ خداوند کی شریعت میں اس کی خوشنودی ہے۔ اور اسی کی شریعت پر دن رات اس کا دھیان رہتا ہے۔ وہ اس درخت کی مانند ہوگا جو پانی کی ندیوں کے پاس لگایا گیا ہے۔ جو اپنے وقت پر پھلتا ہے اور جس کا پتہ بھی نہیں مرجھاتا۔ سو وہ جو کچھ کرے بارور ہوگا۔ شریر ایسے نہیں بلکہ بھوسے کی مانند ہے جسے ہوا اڑا کر لے جاتی ہے۔ اس لئے شریر عدالت میں قائم نہ رہیں گے۔ نہ خطاکار صادقوں کی جماعت میں کیونکہ خداوند صادقوں کی راہ جانتا ہے۔ پر شریروں کی راہ نابود ہو جائے گی ـــــ" (مزامیر زبور) ۱: ۱ تا ۶)

اور عہد نامۂ قدیم (بائبل) کی کتاب یرمیاہ کی عبارت یوں ہے۔

"خداوند یوں فرماتا ہے کہ ملعون ہے وہ آدمی جو انسان پر توکل کرتا ہے اور بشر کو اپنا بازو جانتا ہے اور جس کا دل خداوند سے برگشتہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ رتمہ کی مانند ہوگا جو بیابان میں ہے اور کبھی بھلائی نہ دیکھے گا بلکہ بیاباں کی بے آب جگہوں میں اور غیر آباد زمین شور میں رہے گا۔ مبارک ہے وہ آدمی جو خداوند پر توکل کرتا ہے اور جس کی امیدگاہ خداوند ہے کیونکہ وہ اس درخت کی مانند ہوگا جو پانی کے پاس لگایا جائے اور جڑ دریا کی طرف پھیلائے اور جب گرمی آئے تو اُسے کچھ خطرہ نہ ہو بلکہ اس کے پتے ہرے رہیں اور خشک سالی کا اسے کچھ خوف نہ ہو۔ اور پھل لانے سے باز نہ رہے ـــــ" (یرمیاہ ۱۷: ۵ تا ۸)

آمن اُم اوپی کی تعلیمات

تخلیقی قدامت :- ۳۵۰۰ برس

تحریری قدامت :- ۳۱۰۰ برس

زندگی کے بارے میں تعلیمات اور فارغ البالی کے لئے اقوال کا آغاز[1] ——— وہ نصیحتیں جو کھیتوں کے نگران[2] نے بڑوں کی مجلس میں شرکت کرنے[3]، حکام کے ساتھ طرزِ عمل[4]، بات کرنے والے کو جواب دینا جاننے[5]، پیغام بھیجنے والے کو جواب دینے، زندگی کی راہوں پر انسان کی صحیح راہنمائی؛

---

[1] یہاں سے آمن اُم اوپی کی تعلیمات کا ابتدائیہ شروع ہوتا ہے۔ ان تعلیمات میں ہی نے ابواب کے نمبر بھی دیئے ہیں۔ دراصل یہ نمبر مصری زبان میں لکھے ہوئے نوشتے (پیپرس) پر بھی تعلیمات نقل کرتے وقت سُنُو یا شنُو نامی قدیم مصری منشی نے لگائے تھے۔ اس پہلے فقرے کا مفہوم ہے ایسی تعلیمات اور اقوال کا آغاز جن پر عمل پیرا ہو کر زندگی گذارنی چاہیئے اس طرح انسان فارغ البالی کے دن بتائے گا۔ [2] کھیتوں کا نگران :- کھیت کی جگہ دھرتی بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ آمن اُم اوپی نے خود کو کھیتوں کا نگران اور آگے چل کر اناجوں کا نگران کہا ہے۔ یہ اس کے عہدے تھے۔ اس ابتدائیے میں آمن اُم اوپی نے اپنے خطابات اور عہدوں کے نام وغیرہ گنوائے ہیں۔ [3]، [4]، [5] ان فقروں کا ایک اور ترجمہ: "سرکاری طریقِ کار کے تمام اصولوں، درباریوں کے فرائض، کسی کے لگائے ہوئے الزامات کا جواب دینا جاننے ———"

اسے دھرتی پر آسودہ حال بنانے کہ اس کا دل[۶] اس کے معبد میں داخل ہو جائے[۷]؛ بدی سے دور بنے کے لئے اس کی رہنمائی (اسے گھٹیا لوگوں[۸] کے منہ سے بچانے (اور) لوگوں کے منہ سے اس کی توصیف کرانے کی خاطر کیں ——— وہ[۹] جو اپنے عہدے کا تجربہ کار ہے[۱۰]۔ محبوب سرزمین[۱۱] کے منشی کا تخم ——— اناجوں کا نگران جو (اناج) کے پیمانے درست رکھتا ہے[۱۲]۔ جو اپنے بادشاہ کے لئے اناج کی پیداوار کا انتظام کرتا ہے[۱۳]۔ جو بادشاہ سلامت کے عظیم نام پر جزیروں اور نوبر آمد شدہ[۱۴] زمینوں کا اندراج کرتا ہے۔ جو کھیتوں کی حدبندی کے نشان قائم کرتا ہے جو بادشاہ کے لئے محاصل کا اندراج کرتا ہے۔ اور جو سیاہ سرزمین[۱۵] کی اراضی کا رجسٹر بناتا ہے۔ منشی جو تمام دیوتاؤں کے لئے نذرانے معین کرتا ہے۔ اور جو عام لوگوں کو اراضی پٹے پر دیتا ہے۔ اناجوں کا نگران اور اشیاء خوردنی فراہم کرنے والا ———

ف۶ دل: یہاں دل کو وہ دیوتا قرار دیا گیا ہے جو انسان کے اندر رہتا ہے۔ مصری تاریخ کے جدید شاہی دور (۱۵۷۵-۱۰۸۷ ق م) میں بننے والے ایسے تعویذ ملے ہیں جن میں دل کو ایک طرح کے معبد یا معبد کے کمرے میں دکھایا جاتا تھا۔ ف۷ اس سطر کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے ——— "اس کے دل کو اس کے مندر میں بٹھانے کے لئے" ف۸ گھٹیا لوگ: گھٹیا لوگوں کے منہ سے بچانے کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی تعلیمات دی جائیں جن سے پتہ چلے کہ گھٹیا اور رذیل لوگوں کی گندی اور دل آزار باتوں سے بچنے کے کیا طریقے ہو سکتے ہیں۔ ویسے گھٹیا لوگوں کی جگہ اجنبی لوگ بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ف۹ وہ: آمن ام اوپی۔ ف۱۰ اب یہاں ابتدا سے آخر تک آمن ام اوپی کی سرکاری ذمہ داریوں، عہدوں اور خصوصیات کی طویل فہرست و تذکرہ شروع ہوتا ہے۔ ف۱۱ محبوب سرزمین: مصر۔ ف۱۲ تخم: پیمانے یعنی جو اناج وغیرہ کے اوزان و پیمانوں کی جانچ پڑتال کر کے انہیں ٹھیک رکھتا ہے۔ گویا کم تولنے کے جرم کا انسداد بھی آمن ام اوپی کے فرائض میں شامل تھا۔ ف۱۳ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "جو اپنے آقا کے لئے اناج پر محصول مقرر کرتا ہے۔" ف۱۴ نوبر آمد شدہ زمینیں: دریائے نیل کی گذرگاہ تبدیل ہو جانے کے نتیجے میں نئی زمینیں نمودار ہو جاتی تھیں اور ایسی زمینیں حکمران وقت کی ملکیت تصور ہوتی تھیں۔ متعلقہ افسر ان زمینوں کا اندراج فرعون کے نام پر کر دیتا تھا۔ ف۱۵ سیاہ سرزمین: مصر کا نام مصر کو قدیم مصری عام طور پر "کیم" (یعنی سیاہ سرزمین) کہتے تھے۔

جو اناج گوداموں میں اناج جمع کرتا ہے۔ تجنی[16] کے تاؤر[17] میں صحیح معنوں میں کم آمیز[18]، اپوپیں[19] و کامران[20]، جو سُنُوت[21] کے مغرب میں مقبرے کا مالک ہے۔ جس کا معبد ابی دوس میں ہے[22]۔ (اس کی) اولاد میں سب سے چھوٹے بیٹے کے لئے[23] ــــــ اس کے خاندان میں سب سے چھوٹا[24]، مِن کامُوتف کا پرستار[25]

۱۶۔ تجنی (تنی؟): ایک اہم شہر کا نام تھا۔ یہ تاور (ابی دوس) نامی صوبے میں واقع تھا۔ یہاں اسر (اوزیرس) دیوتا کا عظیم مندر تھا اور یہ شہر اسر دیوتا کی عبادت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ یہاں فراعنہ اور دوسرے لوگوں کی تعمیر کردہ یادگاری عمارتیں اسر دیوتا کی نذر کر دی جاتی تھیں۔ ۱۷۔ تاور: صوبہ ابی دوس کا ایک نام۔ ۱۸۔ کم آمیز: کم آمیز کی جگہ "خاموش" بھی ترجمہ کیا جاتا ہے۔ مراد ہے کہ صحیح معنوں میں اطاعت گذار یا متعلم۔ ۱۹۔ ۲۱۔ اپو۔ سُنُوت (سنو): یہ دونوں مقام ابی دوس کے شمال میں واقع تھے۔ یونانی اپو کو پینو پولس کہتے تھے۔ یہ علاقہ آج کل اخمیم کہلاتا ہے اس ضلع کے مربی دیوتا کا نام مِن کامُوتف تھا۔ ۲۰۔ کامران: یہ حق بجانب بھی ترجمہ کیا گیا ہے "اپوپیں کامران" کا ایک اور ترجمہ: جس کا فیصلہ اپو میں مانا جاتا ہے۔ ۲۲۔ یعنی مقدس شہر ابی دوس میں آمن ام اوپی کی عزت کی یادگار تھی۔ ۲۳۔ یعنی یہ تعلیمات آمن ام اوپی نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو دی تھیں۔ اس کے بیٹے کا نام حور ام ماخرو تھا جیسا کہ اسی ابتدائیے میں آگے چل کر ظاہر ہوتا ہے۔ ۲۴۔ یعنی آمن ام اوپی کا یہ بیٹا حور ام ماخرو خاندان بھر میں سے سب سے چھوٹا تھا۔ یہاں ابتدائیے کے آخر تک آمن ام اوپی اور اس کی بیوی تاوسرت (تاؤسرت) نامی کے حوالے سے ان کے بیٹے "حور ام ماخرو" کی خصوصیات کا وغیرہ کا ذکر ہے
۲۵۔ مِن کامُوتف: ایک دیوتا کا نام۔ "کامُوتف" کے معنی ہیں "اپنی ماں کا سانڈ"۔ یہ وصفی نام یا لقب ابتدا میں سُوج دیوتا را کے لئے تھا۔ بعد ازاں یہ وصفی نام مِن اور آمن (آمون) جیسے متعدد تولیدی دیوتاؤں سے بھی مخصوص کر دیا گیا ــــــ ویسے "مِن کامُوتف کا پرستار" کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے ــــــ
"مِن کامُوتف کی مخفی مذہبی رسوم میں شرکت کرنے والا"۔ آمن ام اوپی اپنے جس سب سے چھوٹے بیٹے کو نصیحتیں کر رہا ہے۔ وہ مِن کامُوتف دیوتا کا پرستار تھا۔

وَن نُوفَر[26] کے لئے پانی چھڑکنے والا[27]، جو حُور[28] کو اس کے باپ[29] کے تخت پر بیٹھاتا ہے، جو اس کے شاہانہ[30] معبد کی حفاظت کرتا ہے جو....... دیوتا کی ماں کا محافظ[31]، مِن[32] کے ڈھلوان چبوترے کے سیاہ مویشیوں کا ناظر، جو مِن (دیوتا) کی اس کے معبد میں حفاظت کرتا ہے۔ اس کا اصل نام حُور اِم ماخرو ہے[33]۔ اپو کے ایک معزز[34] آدمی کا بیٹا شُو[35] اور تفنوت[36] کے لئے جھنجھنا[37] بجانے والی اور حُور کے لئے سربراہ مغنیہ تا اُسرت[38] کا بیٹا ——

—— باب ۱ ——

وہ کہتا ہے[40]

اپنے کان دھر، اقوال سن

---

[26] وَن نُوفَر: اسر (اوزیرس) دیوتا کا ایک وصفی نام۔ [27] پانی چھڑکنے والا: اسر (اوزیرس) زرخیزی اور شادابی کا دیوتا بھی تھا اور اس دیوتا کا پانی سے بہت گہرا تعلق تھا۔ اس کے لئے ایک علامتی مذہبی رسم یہ تھی کہ اس کی خاطر پانی انڈیلا یا چھڑکا جاتا تھا۔ [28] حُور: اسر دیوتا اور است (آئسس) دیوی کا بیٹا حُور دیوتا۔ [29] اس کا باپ: حُور دیوتا کا باپ اسر دیوتا۔ [30] شاہانہ: محترم بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [31] محافظ: محافظ کی بجائے نگہبان بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [32] مِن: ایک دیوتا کا نام۔ [33] یعنی آمن اِم اوپی کے بیٹے کا اصل نام حُور اِم ماخرو تھا۔ [34] معزز: سرکاری عہدیدار بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ معزز آدمی سے مراد خود آمن اِم اوپی ہے۔ [35] شُو: فضا کا دیوتا۔ [36] تفنوت: نمی کی دیوی، شُو دیوتا کی بیوی۔ [37] جھنجھنا: ہاتھ سے بجانے والا جھنجھنے کی طرح کا ایک انتہائی مقدس ساز۔ یہ اوپر سے گول ہوتا تھا اور نیچے ہاتھ میں پکڑنے کے لئے دستہ لگا ہوتا تھا۔ اسے عموماً حت حور دیوی کے لئے پجارنیں بجایا کرتی تھیں۔ [38] تا اُسرت: یہ نام "تاؤسرت" بھی پڑھا جاتا ہے۔ آمن اِم اوپی کی بیوی اور حُور اِم ماخرو کی ماں تھی۔ [40] یعنی آمن اِم اوپی بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے۔ یہاں سے تعلیمات باقاعدہ شروع ہوتی ہیں۔

انہیں سمجھنے کے لئے اپنا دل لگا[۲۱]
انہیں اپنے دل میں رکھنے سے تجھے فائدہ پہنچے گا[۲۲]
(مگر) انہیں نظر انداز کرنے والا نقصان اٹھائے گا۔[۲۳]

انہیں پیٹ کی صندوقچی میں رکھ لے
(تاکہ) یہ تیرے دل میں مقفل ہو جائیں۔[۲۴]
جب باتوں کا طوفان اٹھنے لگے
یہ تیری زبان کے لئے لنگر چوب[۲۵] کا کام دیں گی۔[۲۶]
اگر تو انہیں دل میں جگہ دے کر اپنی زندگی گذارے گا
(تو) تجھے کامیابی نصیب ہو گی۔[۲۷]

---

[۲۱] دل:۔ ازمنۂ قدیم میں نہ صرف مصر بلکہ پورے مشرق قریب میں دل کو عقل فہم و فراست اور فکر کا مرکز تسلیم کیا جاتا تھا۔ مصری جب مرنے والے کی لاش کو حنوط کرنے لگتے تو دل کو الگ نکال کر بڑی احتیاط سے حنوط کیا جاتا تھا اور پھر اسے دوسرے حنوط شدہ اندرونی انسانی اعضاء کے ساتھ ایک ڈھکن دار برتن میں بند کر دیا جاتا۔ انسانی دماغ کو نکال کر ضائع کر دیتے تھے۔ [۲۲] یہ تین ابتدائی مصرعے بائبل کے عہدنامہ قدیم کی کتاب امثال کے تین مصرعوں سے مشابہ ہیں ——— "اپنا کان جھکا اور داناؤں کی باتیں سن اور میری تعلیم پر دل لگا کیونکہ یہ پسندیدہ ہے کہ ان کو اپنے دل میں رکھے ——— " (امثال ۲۲: ۱۷، ۱۸) [۲۳] "نقصان اٹھائے گا" "مصیبت میں گرفتار ہو گا" بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ [۲۴] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "تاکہ یہ تیرے دل کی کنجی بن جائیں" اس مصرعے اور اس سے پہلے مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "انہیں اپنے پیٹ کے خزانے میں جمع کر لے کیونکہ تیرے دل کو راستی پر رکھیں گی اور یہ تیری زبان کی رہنمائی کریں گی" [۲۵] "لنگر چوب":۔ وہ لکڑی جس سے دریائے نیل کے کنارے پر کشتی کو باندھ دیا جاتا تھا۔ [۲۶] مطلب یہ کہ انسان جب بے سوچے سمجھے باتوں کی بوچھاڑ کر ڈالنے پر آمادہ ہو تو دانائی کی باتیں اس کی زبان کو قابو میں رکھتی ہیں اسی طرح جیسے رواں دواں کشتی کو کنارے پر لکڑی سے باندھ کر روک دیا جاتا ہے۔ [۲۷] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:۔ "(تو) یہ تیرے لئے خوش بختی لائیں گی"

تو میری باتوں کو زندگی کا خزینہ پائے گا
اور تیرا بدن دھرتی پر پھلے پھولے گا۔

ــــ باب ۲ ــــ

مظلوم کو لوٹنے سے
(اور) معذور[48] کو ستانے سے باز رہ۔[49]

بوڑھے آدمی کو چھونے کے لئے اپنا ہاتھ مت بڑھا
نہ ہی بزرگ کی بات کاٹ۔[50]

فریبی مت بن
جو ایسا کرے اس سے دوستی نہ کر[51]
جس کو تو نے نقصان پہنچایا ہو اسے برا بھلا مت کہہ[52]
نہ ہی اسے فوراً جواب دے۔[53]

---

[48] معذور، کم زور بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ [49] عہدنامہ قدیم (بائبل) کی کتاب امثال سے مشابہت دیکھئے ـــــ "مسکین کو اس لئے نہ لوٹ کہ وہ مسکین ہے، اور مصیبت زدہ پر عدالت گاہ میں ظلم نہ کر ـــــ" امثال ۲۲: ۲۲۔ [50] اس مصرعے کا مختلف طریقے پر ترجمہ کیا گیا ہے ـــــ "نہ ہی بزرگ کے خلاف اپنا منہ کھول ـــــ" "اسی طرح جیسے کہ تو بڑے (مرتبے) والے آدمی کے خلاف نہیں بولے گا ـــــ" جو بھی ترجمہ کیا جائے مطلب یہی ہے کہ بزرگ کی اتنی ہی عزت کرنی چاہیئے جتنی کہ اونچے مرتبے والے کی۔ [51] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ "نہ ہی ایسا کرنے کی خواہش کر"۔ [52]، [53] ان مصرعوں کے مزید تراجم ـــــ "کسی کی مداخلت کی وجہ سے بیزار مت ہو، نہ ہی اسے جواب دے" ـــــ یا پھر یوں :۔ "جسے تو نے دھوکہ دیا ہو اس سے بیزار مت ہو۔ اس کے سامنے نظر جھکا لے ـــــ" اور یوں بھی :۔ "جو تجھ پر حملہ کرے اس کے خلاف غوغا آرائی مت کر، نہ ہی خود کو برحق ثابت کرنے کے لئے اسے جواب دے"۔ دوسرے مصرعے کا مفہوم غالباً یہ ہے کہ اپنے معاملے کی انسان کو خود صفائی نہیں دینی چاہیئے۔

بدکردار کو ندی (میں) پھینک دے [۵۴]

اور وہ اس کی کیچڑ میں تھوڑا واپس آئے گا [۵۵]

شمالی ہوا نیچے آکر اس کی معینہ گھڑی ختم کر ڈالتی ہے [۵۶]

یہ طوفان میں شامل ہو جاتی ہے۔

بادل زور سے گرجتا ہے اور مگرمچھ بدطبیعت ہیں

اے تند خو آدمی اب تیرا کیا حال ہے؟ [۵۷]

وہ چلاتا ہے اور اس کی آواز آسمان تک پہنچتی ہے۔ [۵۸]

اے چاند [۵۹] اس کا جرم ظاہر کر دے۔ [۶۰]

---

[۵۴]، [۵۵] ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ: "برائی کرنے والے کو دریائی کنارہ دھتکار دیتا ہے' اور اس کا سیلابی پانی اسے (بدکردار) کو بہالے جاتا ہے"۔ مطلب یہ کہ بدکردار انسان دریا کے پار نہیں لگتا بلکہ اسے سیلاب بہا کر لے جاتا ہے، ایک اور بات بھی ہے کہ مرنے کے بعد مصریوں کو جنت تک پہنچنے کے لئے ایک ملاح کی کشتی میں سوار ہو کر دریا عبور کرنا پڑتا تھا ہو سکتا ہے کہ آمن ام اوپی نے یہاں یہ کہا ہو کہ بدکردار مرنے کے بعد جنت تک پہنچ نہیں پائے گا۔ [۵۶] مطلب یہ کہ شمالی طوفانی ہوا بدکردار کی زندگی ختم کر ڈالتی ہے۔ [۵۷] مطلب یہ کہ تند مزاج اور ناعاقبت اندیش انسان اپنے جوش اور غیض غضب کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ اصل مصری عبارت میں غصہ ور یا تند خو کی ترکیب کے بعد ایک ایسے بندے کی علامت بنی ہوئی ہے جو گھٹنوں کے بل (دوزانو) ہے اور اس کے ہاتھ پیچھے کو جکڑے ہوئے ہیں۔ اس سے یوں لگتا ہے گویا یہ بتانا مقصود تھا کہ جو شخص اپنے مزاج کو اپنی صلاحیت ختم کرنے کی اجازت دیدیتا ہے وہ دراصل اپنی خواہشات کا غلام ہوتا ہے۔ [۵۸] مطلب غالباً یہ کہ بدکردار آدمی جب مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو فریاد کرنے لگتا ہے۔ [۵۹] چاند۔ یہاں چاند دیوتا تحوت (دجیہوتی۔ زیہوتی) کو چاند کہا گیا ہے۔ [۶۰] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "وہ اے چاند اس کا جرم اس کے خلاف قائم کر"۔ عقل و دانش کا چاند دیوتا تحوت دیوتاؤں کا منشی اور عدد وکیل (سرکار یعنی اٹارنی جنرل) بھی تھا اس کا ایک کام یہ بھی تھا کہ وہ حساب آخرت کے وقت اسر (اوزیرس) دیوتا کی عدالت میں مرنے والوں کے اعمال میزانِ عدل میں جانچتا اور اس کے گناہ و ثواب لکھتا جاتا اور پھر اس کی نیکی یا بدی کا اعلان کر دیتا۔ مجرم کے خلاف فرد جرم عائد کرتا اس طرح وہ مرنے والے کے جرائم ظاہر کر دیتا۔

چنانچہ چپو چلا تاکہ ہم بدکردار کو پار لے جائیں [۶۱]

کیونکہ ہم اس کا سا برتاؤ اختیار نہیں کریں گے [۶۲]

اسے اُوپر اٹھا، اسے اپنا ہاتھ تھما [۶۳]

اسے خدا کے ہاتھوں میں سپرد کر دے [۶۴]

اپنی روٹی سے اس کا پیٹ بھر [۶۵]

تاکہ وہ شکم سیر ہو جائے اور روئے [۶۶]

خدا کے دل کے لئے ایک اور اچھی بات [۶۷]

یہ ہے کہ بولنے سے پہلے توقف کرنا اور سوچ لینا چاہیئے۔ [۶۸]

تند کلام [۶۹] شخص سے جھگڑا شروع مت کر [۷۰]

---

[۶۱] اس مصرعے میں غالباً یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ڈوبتے ہوئے بُرے آدمی کو بچانا نیکی ہے۔ [۶۲] یعنی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں بھلائی سے دینا چاہیئے اور بُرے آدمی کا سا برتاؤ اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ [۶۳] یہاں بُرے آدمی کی دستگیری کی تعلیم دی گئی ہے۔ [۶۴] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے: "خدا کے ہاتھ اسے چھوڑ دیں گے"۔ ــــــ مطلب کہ میرے نزدیک یہی ہے کہ بدکردار کا معاملہ خدا پہ چھوڑ دینا چاہیئے وہ اسے خود سزا دیگا [۶۵] یعنی انسان کو بُرے آدمی کو بھی روٹی کھلانی چاہیئے۔ [۶۶] روئے۔ روئے کی جگہ "شرمندہ ہو" بھی ترجمہ کیا گیا ہے "روئے" یہاں ندامت کے آنسوؤں کے معنی میں آیا ہے۔ مطلب اس مصرعے کا یہ ہے کہ حسنِ سلوک کی وجہ سے بُرا آدمی ندامت کے آنسو روئے۔ اس مصرعے اور اس سے پہلے کے مصرعے سے مشابہ خیال "امثال" میں یوں پیش کیا گیا ہے "اگر تیرا دشمن بھوکا ہو تو اسے روٹی کھلا، اگر وہ پیاسا ہے تو اسے پانی پلا" (امثال ۲۵: ۲۱) ــــــ "یوں نہ کہہ میں اس سے ویسا ہی کروں گا جیسا اس نے مجھ سے کیا۔ میں اس آدمی سے اس کے کام کے مطابق سلوک کرونگا۔" (امثال ۲۴: ۲۹) [۶۷] ۔ [۶۸] مطلب غالباً یہ کہ دیوتا کے نزدیک اچھی بات یہ ہے کہ انسان بولنے سے پہلے سوچ لے جیسا کہ ہم آج کل کہتے ہیں کہ "پہلے تولو پھر بولو" ــــــ [۶۹] تند کلام (بدمزاج) "حجت باز" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۷۰] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ "جھگڑالو (شخص) پر سخت کلامی سے غالب آنے کی کوشش مت کر۔"

نہ ہی اسے (اپنی) باتوں سے مشتعل کر۔[1]

(بلکہ) دشمن کے سامنے احتیاط سے جا، حملہ آور کے سامنے جھک جا

کچھ بولنے سے پہلے سو جا۔[2]

آتش مزاج آدمی اپنے وقت پر ایسا ہی ہے

جیسے سوکھی گھاس میں بھڑکی ہوئی آگ کی مانند پھٹ پڑنے والا طوفان۔

اس سے الگ ہو جا، اسے تنہا چھوڑ دے۔[3]

خدا جانتا ہے کہ اسے کیسے جواب دیا جائے۔

اگر تو ان (باتوں) کو اپنے دل میں جگہ دے کر زندگی گذارے گا۔

(تو) تیری اولاد ان (باتوں) پر عمل کرے گی۔[4]

—— باب ۴ ——

مندر میں تند خو آدمی کی مثال ایسی ہے[5]

جیسے گھر میں[6] لگنے والا درخت۔

---

[1] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ہے "نہ ہی اسے باتوں کی سوئیاں چبھو"۔ [2] مطلب یہ کہ دشمن یا جھگڑالو شخص کی کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہیے، اس سے حجت نہیں کرنی چاہیے بلکہ خاموش رہنا چاہیے [3] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ہے "اس کے سامنے سے ہٹ جا، اس کی (بات) کو اسی کے منہ پر پڑنے دے"۔ [4] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ہے "تب تیری اولاد جان لے گی کہ تو کتنا خوش حال تھا"۔ [5] آمن اوپی کی تعلیمات کے اس چوتھے باب اور عہد نامہ قدیم میں شامل کتاب مزامیر (زبور) اور کتاب یرمیاہ کے موجودہ صورت میں مندرجات یا مضمون میں عمومی مشابہت پائی جاتی ہے۔ جس کا تفصیلی موازنہ اور وضاحت آمن ام اوپی کی ان تعلیمات کے ابتدائی تعارف کے آخر میں کر چکا ہوں۔ [6] گھر ہ کھلا میدان نے اور (درختوں کا) ذخیرہ بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

ذراسی دیر میں یہ شاخوں سے محروم ہو جاتا ہے[۷]
یہ کارچوب کی دوکان[۸] میں اپنے انجام کو پہنچ جاتا ہے[۹]
اسے اس کی جگہ سے بہا کر دور لے جایا جاتا ہے[۱۰]
اور آگ اس کی تدفینی چتا ہوتی ہے[۱۱]۔
مگر صحیح معنوں میں معتدل مزاج[۱۲] (آدمی) الگ رہتا ہے
وہ روشن[۱۳] میدان میں اُگنے والے درخت کی مانند ہوتا ہے
یہ سرسبز ہوتا ہے اور دوگنا پھل دیتا ہے
یہ اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے
اس کا پھل شیریں ہوتا ہے اس کی چھاؤں سہانی ہوتی ہے
اور یہ باغ میں اپنے انجام کو پہنچتا ہے[۱۴]۔

— باب ۵ —

مندر کی چیزیں زبردستی مت ہتھیا[۱۵]۔

ف۷ یعنی لوگ اس کی شاخیں کاٹ ڈالتے ہیں۔ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "یہ تھوڑی دیر کے لئے جڑوں سے باہر نکلتا ہے۔ ف۸ کارچوب کی دوکان: لکڑی کی ٹال اور جہاز سازی کا کارخانہ بھی ترجمہ کیا گیا ہے ف۹ اس مصرع کا ایک اور ترجمہ: "اور اس کا تنا (لکڑی کی ٹال) میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ ف۱۰ یعنی اس درخت کو کاٹ کر دریائے نیل میں بہا کر دور لے جایا جاتا ہے۔ ف۱۱ اس مصرعے کے مزید تراجم: "اور شعلہ اس کا تدفینی کفن ہوتا ہے" — "اور آگ اس کا مدفن ہوتی ہے"۔ بہرحال مفہوم یہ ہے کہ لوگ اس درختوں کو گھر میں جلا لیتے ہیں — ف۱۲ معتدل مزاج: "خاموش" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ پرہیزگار، منکسر مزاج، نیک آدمی۔ ف۱۳ روشن میدان: باغ بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ف۱۴ اس مصرعے کے مزید تراجم: "اس کا انجام مورتی کی طرح ہوتا ہے" — "اس کا تنا باغ میں پہنچتا ہے"۔ ف۱۵ "مت ہتھیا": "غلط استعمال مت کر" اور "مت چھپا" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس مصرع کا ایک اور ترجمہ: "مندر کی اشیاء خورد نی کا غلط استعمال مت کر"۔ اس باب میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ انسان کو مندر کے معاملات میں دیانتداری سے کام لینا چاہیئے۔

قبضہ مت کر، اور تو بہت خوشحال ہو جائے گا۔ [۸۶]

کسی دوسرے کے مال ہتھیانے کے لئے [۸۷]

منتری کے ملازم کو الگ مت (کر)۔ [۸۸]

یہ مت کہہ "آج کل" کی مانند ہے

یا معاملات کس طرح ظہور پذیر ہوں گے۔ [۸۹]

کل آجاتی ہے، آج گذر جاتی ہے۔ [۹۰]

گہرے پانی ندی کے کنارے سے ختم ہو جاتے ہیں [۹۱]

مگرمچھ ظاہر ہو گئے ہیں، دریائی گھوڑے ساحل پر ہیں [۹۲]

مچھلیاں سانس لینے کے لئے ہانپتی ہیں۔ [۹۳]

بھیڑیوں [۹۴] کے پیٹ بھر گئے ہیں، جنگلی پرندے خوشیاں مناتے ہیں [۹۵]

---

[۸۶] یعنی حریصوں کی کسی چیز پر قبضہ جمانے کی کوشش مت کر۔ حریصی کی بنا پر خوشحالی نصیب ہوگی۔ [۸۷]، [۸۸] ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ: "کسی دوسرے کی حمایت کرنے کیلئے — منتری کے خادم کو مت ہٹا"۔ [۸۹] اس مصرعے کے مزید تراجم "یہ کس طرح ختم ہوگی؟" "کیونکر یہ باتیں کیسے ختم ہو سکتی ہیں —"۔ [۹۰] "آج گذر جاتی ہے": یعنی آج ماضی بن جاتی ہے [۹۱] "گہرے پانی ندی ....": مطلب غالباً یہ کہ عمل یا اقدام کرنے کا وقت گذر گیا ہے۔ اس مصرعے کے مزید تراجم: "گہرا پانی کا کنارہ بن جاتی ہے" — ہو سکتا ہے کہ سیلاب پتلا کنارہ بن جائے"۔ [۹۲] "مگرمچھ ..... دریائی گھوڑے": مطلب کہ ندی یا دریا میں پانی ختم ہو جانے سے مگرمچھ ظاہر ہو گئے ہیں اور دریائی گھوڑے خشکی پر نظر آتے ہیں۔ [۹۳] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "مچھلیاں اکٹھی ہو گئی ہیں"۔ [۹۴] "بھیڑیئے": "گیدڑ" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۹۵] یہاں تباہی اور آفات کا ذکر ہونے لگا ہے کہ یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ آج جو سکھ چین اور خوشحالی ہے وہی کل بھی ہو سکتی ہے۔ صرف ایک رات میں بھی خوشحالی تبدیل ہو سکتی ہے تباہی آسکتی ہے۔ صرف ایک ہی رات میں ندی یا دریا میں پانی خطرناک حد تک اتنا کم ہو جائے کہ جہاں گہرا بھی ہو وہاں بھی خشکی نکل آئے اور پانی کے بغیر دریائی جانور مگرمچھ اور دریائی گھوڑے وغیرہ خشکی پر رہ جائیں اور انہیں بھیڑیے گیدڑ اور جنگلی پرندے کھا جائیں۔ مگر نیک، معقول، معتدل مزاج اور خاموش آدمی چیزوں کی بقا اور خوشحالی میں یکسانیت کا شاکی نہیں ہوگا بلکہ وہ تو روزمرہ کے تحائف اور عنایات کے لئے خدا کا ممنون ہوگا۔

مچھلیوں کے جال خالی ہو گئے ہیں

مگر مندر میں ہر معتدل مزاج شخص[۹۶] کہتا ہے

"(دیوتا) کی برکت عظیم ہے۔"

اپنے آپ پر خاموشی طاری کر لے تب تجھے زندگی ملے گی[۹۷]

تیرا بدن دھرتی پر بار آور ہو گا۔

باب ۶

کھیتوں کی حدود مت ہٹا[۹۸]

نہ ہی پیمائش کی رسی کی جگہ تبدیل کر۔

قطعہ اراضی کا لالچ مت کر[۹۹]

نہ ہی بیوہ کی حدود کی خلاف ورزی کر۔[۱۰۰]

کھیت میں وقت کے ہاتھوں پامال شدہ راستے کو

جب کوئی جھوٹی قسم کھا کر اسے ہتھیا لیتا ہے[۱۰۱]

جو اسے (اپنے) کھیت میں شامل کر لیتا ہے[۱۰۲]

۹۶۔ معتدل مزاج کی جگہ کچھ محققین نے ہر جگہ "خاموش" ترجمہ کیا ہے مراد بہر حال معتدل مزاج، نیک، پرہیزگار اور پرسکون شخص سے ہی ہے۔ ۹۷۔ اس مصرعے کے مزید تراجم "پرسکون انسان بن اور تجھے زندگی ملے گی" — "خاموشی سے چپ رہ — تب تجھے زندگی ملے گی"۔ ۹۸۔ اس مصرعے کے مزید تراجم — "کھیتوں کے حدود سے پتھروں کے نشان مت ہٹا" — "زرعی زمین کی حدود سے اپنی پیمائش (سرحد) کا نشان مت ہٹا"۔ ۹۹۔ قطعہ اراضی قطعۂ اراضی کی جگہ "ڈیڑھ فٹ زمین بھی" ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ ۱۰۰۔ مطلب یہ کہ بیوہ کی زمین ہتھیانا نہیں چاہیے۔ زمین پر ناجائز قبضہ نہ جمانے کے سلسلے میں ان مصری تعلیمات سے ملتی جلتی بائبل کی تعلیمات دیکھئے "ان قدیم حدود کو مت سرکا جو تیرے باپ دادا نے باندھی ہیں" (امثال ۲۲:۲۸) "قدیم حدود کو نہ سرکا اور یتیموں کے کھیتوں میں دخل نہ کر۔ کیونکہ ان کی رہائی بخشنے والا زبردست ہے وہ خود ہی تیرے خلاف ان کی وکالت کرے گا" (امثال ۲۳:۱۰،۱۱) ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ان دو مصرعوں کے مزید تراجم "جو کھیت کی ایک کیاری پر ناجائز قبضہ جماتا ہے۔ خواہ وہ جھوٹا حلف اٹھا کر اس (زمین) کا دعویدار بنے" — "جو کوئی اسے زبردستی (اپنے) کھیتوں میں شامل کر لیتا ہے — اگر وہ فریب کی نیت سے پھانس لیتا ہے"۔

اسے چاند کی قوت بچھڑے گی۔ [۱۰۳]

جو دھرتی پر ایسا کرتا ہے [۱۰۴] اس کی پہچان رکھ

وہ کمزور پر ظلم کرتا ہے۔ [۱۰۵]

جو دشمن تیرا وجود تباہ کرنے پر تلا ہوتا ہے [۱۰۶]

اس کی آنکھ سے زندگی لے لی جاتی ہے

اس کا گھر شہر [۱۰۷] کا دشمن ہو جاتا ہے [۱۰۸]

اس کے اناج گودام مسمار کر دیئے جائیں گے۔ [۱۰۹]

اس کی اولاد کے ہاتھوں سے دولت چھین لی جائے گی

اس کا اثاثہ کسی دوسرے کو دے دیا جائے گا۔

زرعی اراضی کو حدود کے نشان پامال نہ کر

یہ مت سمجھ کہ تجھے عدالت کے سامنے نہیں لایا جائے گا۔ [۱۱۰]

جب کوئی کھیتوں کی حدود برقرار رکھتا ہے۔

(تو) اپنی قدرت سے خدا خوش ہوتا ہے۔ [۱۱۱]

م۱۰۳ یہاں چاند سے مراد چاند دیوتا نخوت سے ہے۔ مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کی بیوہ کی مزروعہ اراضی ہتھیا لینے والوں کو نخوت دیوتا سزا دے گا۔ م۱۰۴ یعنی فریب یا زبردستی کسی کی اراضی پر قبضہ کر لیتا ہے م۱۰۵ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ــــ "کیونکہ وہ کمزور دشمن ہے"۔ م۱۰۶ اس مصرعے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے ــــ "وہ ایسا دشمن ہے جو خود اپنے اندر ختم ہو جاتا ہے"۔ م۱۰۷ شہر: شہر کے لوگ اور گھر سے مراد اہلِ خانہ سے ہے م۱۰۸ مزید تراجم: "شہر اس کے گھر کا دشمن ہو جاتا ہے"۔ ــــ "اس کے افراد کنبہ برادری کے دشمن ہوتے ہیں"۔ م۱۰۹ ایک اور ترجمہ: "اس کے ذخیرہ کرنے کے برتن توڑ دیئے جائیں گے"۔ ــــ م۱۱۰ مطلب یہ کہ زرعی اراضی کی حدود پامال کرتے وقت انسان کو یہ ڈر دل سے نہیں نکال دینا چاہیئے کہ اسے اس جرم اور زیادتی کی پاداش میں عدالت کے سامنے پیش نہیں ہونا پڑیگا۔ م۱۱۱ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ــــ "انسان خدا کی مرضی سے اسے مطمئن کرتا ہے"

اپنی ذات کو بے عیب رکھنے کی خواہش کر۔[112]

"مالکِ کُل" سے خبردار رہ۔

دوسرے کی ریگھاری کو پامال مت کر

اُسے[113] ٹھیک رکھنا تیرے لئے سودمند ہوگا۔[114]

اپنے ہی کھیتوں میں ہل چلا تاکہ تیری ضروریات پوری ہوں

اور اپنے ہی کھلیان سے روٹی حاصل کر۔

خدا کی طرف سے تجھے عطا کردہ ایک پیمانہ[115]

ناجائز طریقے پر حاصل کئے ہوئے پانچ ہزار (پیمانوں) سے بہتر ہے

وہ اناج کے برتن یا گودام میں ایک دن (بھی) باقی نہیں رہتے[116]

ان سے شراب کے پیالوں کے لئے خوراک نہیں بنتی[117]

وہ گودام میں لمحہ بھر کے لئے (بھی) باقی نہیں رہتے[118]

صبح ہوتے ہی وہ (نظروں) سے غائب ہوجاتے ہیں

---

[112] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "خود کو خوش حال بنانے کی خواہش کر"۔ [113] اسے: کھیت کی ریگھاری یا بلائی کو۔ [114] مطلب یہ کہ کسی کے کھیت کی بلائی (ریگھاری) کو خراب نہ کیا جائے "تاکہ خدا خفا ہو کر اُسے سزا نہ دے۔ خدا خوش رہے گا تو انسان کے لئے بھلائی ہوگی۔ [115] پیمانہ: اناج کا پیمانہ ____ ایک پیمانے اناج سے مراد ہے۔ [116] یعنی ناجائز طور پر چھپایا ہوا اناج ذخیرہ کرنے کے برتنوں یا گودام میں ایک دن کے لئے بھی نہیں رکتا ضائع ہوجاتا ہے۔ اس مصرعے میں لفظ "وہ" اناج کے پانچ ہزار پیمانوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ [117] ناجائز طریقے پر حاصل کئے ہوئے اناج سے ایک پیالہ بھر شراب بھی نہیں بنائی جا سکتی۔ قدیم زمانوں میں گیہوں، جو وغیرہ سے بیئر بنائی جاتی تھی۔ [118] یعنی ناجائز طریقے پر حاصل کیا ہوا اناج رکتا نہیں ____

چنانچہ خدا کے ہاتھ میں غریبی
مال گودام کی دولت سے بہتر ہے۔
پریشانی کے ساتھ ملنے والی دولت سے
خوش دلی کی روٹی اچھی ہے[۱۱۸]۔

باب ۷

مال و دولت کے حصول کی خاطر اپنا دل مت لگا[۱۱۸]
کیونکہ مقسوم[۱۱۹] اور تقدیر[۱۲۰] نظر انداز نہیں کی جا سکتی[۱۲۱]۔
اپنے دل کو بھٹکنے مت دے[۱۲۲]

ف۱۱۸ امثال اور واعظ (حکمت) کے ساتھ مشابہت دیکھئے: "تھوڑا جو خداوند کے خوف کے ساتھ ہو اس بڑے گنج سے جو پریشانی کے ساتھ ہو بہتر ہے۔ محبت والے گھر میں ذرا سا ساگ پات عداوت والے گھر میں پلے ہوئے بیل سے بہتر ہے۔" (امثال ۱۵: ۱۶-۱۷) ـــــ "سلامتی کے ساتھ خشک نوالہ اس سے بہتر ہے کہ گھر نعمت سے پُر ہو اور اس کے ساتھ جھگڑا ہو۔" (امثال ۱۷: ۱) "ایک مٹھی بھر آرام محنت اور ہوا کے تعاقب سے بھری ہوئی دو مٹھیوں سے بہتر ہے۔" (حکمت ۴: ۶ کیتھولک نسخہ) ـــــ "ایک مٹھی بھر جو چین کے ساتھ ہو ان دو مٹھیوں سے بہتر ہے جن کے ساتھ محنت اور ہوا کی چیران ہو۔" (واعظ ۴: ۶ پروٹسٹنٹ نسخہ) کیتھولک ترجمے میں اس کتاب کا نام 'حکمت' اور بائبل کے پروٹسٹنٹ ترجمے میں 'واعظ' ہے۔ ف۱۱۸ "مالدار ہونے کے لئے پریشان نہ ہو۔ اپنی اس دانشمندی سے باز آ۔ کیا تو اس چیز پر آنکھ لگائے گا جو ہے ہی نہیں؟ کیونکہ دولت یقیناً عقاب کی طرح پر لگا کر آسمان کی طرف اڑ جاتی ہے۔" (امثال ۲۳: ۴-۵) ف۱۱۹ مقسوم: مقسوم کا دیوتا 'شائے' تھا۔ ف۱۲۰ تقدیر: تقدیر کی دیوی کا نام 'رن' 'نوت' (ارنوتت) تھا۔ دراصل مصریوں نے ان دو تصورات یعنی مقسوم اور تقدیر کو 'شائے' دیوتا اور 'رن اُنُوت' دیوی کی تجسیم قرار دے لیا تھا۔ ف۱۲۱ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "کوئی تقدیر کی دیوی کو نظر انداز نہیں کرتا۔" ـــــ بہر حال اس مصرعے کا مفہوم یہ ہے کہ ہر شخص مقسوم کے دیوتا 'شائے' اور 'تقدیر' کی دیوی 'رن اُنُوت' کی اطاعت کرتا ہے۔ ف۱۲۲ اس مصرعے کے اور تراجم ـــــ "اپنے دل کو غیر اہم باتوں کی خواہش نہ کرنے دے۔" ـــــ "اپنا دل ظاہری باتوں پر مت لگا۔ ـــــ"

کیونکہ ہر شخص کا وقت معین ہے۔

زیادہ پلنے کے لیے تگ و دو مت کر

جو کچھ تیرے پاس ہے وہ اپنے لیے کافی جان۔[۱۲۳]

اگر تو چوری کی چیزیں حاصل کرے گا۔

(تو) وہ تیرے پاس ایک رات بھی نہیں رہیں گی

صبح وہ تیرے گھر میں نہیں ہوں گی

ان کی جگہیں تو نظر آجائیں گی مگر وہ وہاں نہیں ہوں گی

دھرتی نے اپنا منہ کھولا، انہیں برابر کیا، انہیں نگل لیا

اور وہ گہرائی میں غرق ہو گئیں[۱۲۴]

انہوں نے اپنے حجم کے برابر ایک بڑا شگاف بنا لیا

اور پاتال[۱۲۵] میں غرق ہو گئیں۔

انہوں نے مرغابیوں کی طرح اپنے پنکھ بنا لئے

اور آسمان کی طرف اڑ گئیں[۱۲۶]۔

لوٹ مار سے حاصل کردہ مال پر خوش مت ہو۔

نہ ہی مفلسی پر افسوس کر[۱۲۷]

---

[۱۲۳] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "اور تیری مال و دولت تیرے لئے پھولے پھلے گی"۔ [۱۲۴] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ "اور انہیں عالم زیریں نے نگل لیا"۔ [۱۲۵] پاتال: مال گودام اور مقبرہ بھی ترجمہ کیا گیا۔ [۱۲۶] یعنی چوری کی اشیاء کو مرغابی اس کے پنکھ اور آسمان کو پرواز کر جانے سے تشبیہ دی گئی ہے: "امثال" میں یہ بات اور خیال یوں پیش کیا گیا "مالدار ہونے کے لئے پریشان نہ ہو: اپنی اس دانشمندی سے باز آ ___ کیا تو اس چیز پر آنکھ لگائے گا جو ہے ہی نہیں؟ کیونکہ دولت یقیناً پر لگا کر آسمان کی طرف اڑ جاتی ہے ___" (امثال ۲۳: ۴، ۵) [۱۲۷] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "غریبی پر شاکی مت ہو ___"

اگر ہراول تیر انداز (بہت دور) آگے بڑھ جاتا ہے[128]

(تو) اس کا دستہ اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔

حریص کی کشتی کیچڑ (میں) پھنس جاتی ہے

جبکہ صحیح معنوں میں معتدل مزاج آدمی کی کشتی ہوا کے سہارے چلتی ہے۔

طلوع آفتاب کے وقت اس کی عبادت کر۔[129]

یہ کہتے ہوئے (کہ) "مجھے خوشحالی اور صحت عطا کر"۔

وہ اس زندگی کے لئے تیری ضروریات پوری کرے گا۔

اور تو خوف و دہشت سے آزاد رہے گا۔

—— باب ۳ ——

لوگوں کے سامنے اپنی نیکی (کی مثال) قائم کر۔[130]

تب سب تیرا خیر مقدم کریں گے۔

آدمی "شاہی ناگ"[131] کا خیر مقدم کرتا ہے[131 ا]

---

[128] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "اگر افسر اپنے سے آگے جانے والے کی کمان کرتا ہے" ـــــ اس کا دستہ اسے چھوڑ دیتا ہے"۔ ـــــ [129] اس کی عبادت، سورج کی عبادت۔ سورج دیوتا (را) کی عبادت، سورج کے لئے اصل مصری ہیں "آتن" کا لفظ آیا ہے: اور آتن کے معنی ہے "قرص خورشید" ـــــ "آفتابی ٹکیہ"

[130] اس مصرعے کے مزید تراجم ـــــ "پوری دنیا کے سامنے اچھے کام کر" ـــــ "لوگوں کی نظر میں عزت حاصل کرنے کی کوشش کر"۔ [131] "شاہی ناگ"، شاہی تاج پر آویزاں ناگ ـــــ شاہی ناگ کے بارے میں تفصیل "حمد" کے باب میں شامل شاہی ناگ کی حمد" میں دی جاچکی ہے۔ [131 ا] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:۔ "لوگ شاہی ناگ کی خاطر خوشیاں مناتے ہیں"۔

آدمی اَیپ[۱۳۲] پر تھوکتا ہے۔

بدزبانی نہ کر[۱۳۳]

تب لوگ[۱۳۴] تجھ سے محبت کریں گے

(اور) تجھے خدا کے گھر[۱۳۵] میں جگہ ملے گی

تجھے اپنے مالک کے نذرانوں میں حصّہ ملے گا۔

جب تو اپنی قبر میں چھپ جائے گا، تیری عزت کی جائے گی

تو خدا کی طاقت[۱۳۶] سے بچا رہے گا۔

جب کسی آدمی کے قرار ہو جانے کا سبب معلوم نہ ہو[۱۳۷]

اسے مجرم مت ٹھہرا۔

تو کوئی اچھی بات سُنے یا بُری

اسے باہر جا کر کہہ جہاں یہ سُنی نہ جا سکے[۱۳۸]۔

اپنی زبان پر اچھی بات لا

ت ۱۳۲ اَیپ: آسمانی اژدہا، جو سورج دیوتا را کا دشمن تھا۔ سورج دیوتا را جب دن میں اپنی کشتی (سفینۂ آفتاب) پر سوار ہو کر آسمانی سفر طے کرتا تھا تو اَیپ اس پر حملہ آور ہوتا تھا۔ مصری اَیپ کا مومی مجسمہ بنا کر اس میں چاقو وغیرہ گھونپتے اور تھوکتے۔ یہ شیطنت کا نمائندہ اور علامت تھا۔ یہاں شاہی ناگ اور اَیپ (دونوں سانپوں) کی مثال دیکر نمایاں یہ کہا گیا ہے کہ لوگ شاہی ناگ کے حوالے سے نیک آدمی کی تعظیم کرتے ہیں، مگر شیطان صفت اور بد خصلت آدمی سے اسی طرح نفرت کرتے ہیں، جس طرح اَیپ سے۔ ت ۱۳۳ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "معزت رسا گفتگو سے اپنی زبان کو بچا"۔ "اپنی زبان کو گھٹیا باتوں سے محفوظ رکھ"۔ ت ۱۳۴ ایک اور ترجمہ: "تاکہ تو لوگوں کے پسندیدہ کام کرے"۔ ت ۱۳۵ خدا کا گھر: معبد۔ ت ۱۳۶ طاقت: یہاں طاقت غیظ و غضب کے معنی میں آیا ہے۔ مطلب کہ اچھے کام کرنے سے انسان خدا کے قہر سے محفوظ رہتا ہے۔ ت ۱۳۷ ایک اور ترجمہ: "جب کسی کے حالات سے تو واقف نہ ہو"۔ ت ۱۳۸ ایک اور ترجمہ: "اسے یوں نظرانداز کر دے جیسے تو نے کچھ سنا ہی نہیں"۔

بُری (بات) کو اپنے پیٹ میں چھپا لے۔

باب ۹

تیز مزاج آدمی سے دوستی مت کر۔[۱۳۹]

نہ ہی اس سے بات کرنے اس کے پاس جا۔[۱۴۰]

(اپنے سے) بلند مرتبت (کی بات) کا جواب دینے سے اپنی زبان کو باز رکھ

اور اس کے خلاف باتیں مت بنا۔[۱۴۱]

اسے یہ موقعہ نہ دے کہ وہ تجھے اپنی بات کے پھندے میں پھانس لے[۱۴۲]

اور نہ ہی بہت بے احتیاطی کے ساتھ جواب دے۔

اپنے ہم رتبہ آدمی سے نباہ کا خیال کر۔

اور خیال رکھ کہ وہ (خفا) نہ ہو جائے۔[۱۴۳]

غصے میں انسان تیز ہوتا ہے[۱۴۴]

پانی کے (اوپر) کی ہوا سے زیادہ (تیز)[۱۴۵]

ف ۱۳۹، ف ۱۴۰: ان دو مصرعوں کی مشابہت "امثال" سے ہے:۔ ــــ "غصہ ور آدمی سے دوستی نہ کر ــــ اور غضب ناک شخص کے ساتھ نہ جا۔" (امثال ۲۲: ۲۴) ف ۱۴۱ ایک اور ترجمہ:۔ "اس کی بے عزتی نہ کر۔" ــــ ف ۱۴۲ ایک اور ترجمہ ــــ "کیونکہ وہ تجھے اپنی بات کے دام میں پھنسا سکتا ہے۔" ــــ ..... مبادا تو اس (غضب ناک شخص) کی روشیں سیکھے اور اپنی جان کو پھندے میں پھنسائے" (امثال ۲۲: ۲۵) ف ۱۴۳ ایک اور ترجمہ:۔ "اور بے سوچے سمجھے باتیں نہ کر۔" ــــ ف ۱۴۴، ف ۱۴۵ ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ ــــ "جب کسی کا دل پریشان ہو تو الفاظ ــــ ہوا اور پانی سے بھی زیادہ تیزی سے پلکتے ہیں" ــــ "پانی کے (اوپر) کی ہوا" کی جگہ "ساحلی سرزمین کی ہوا" اور "پانی سے پہلے کی ہوا" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ مراد ان جھکڑوں سے ہے جو بارش سے پہلے آیا کرتے ہیں۔

جب وہ اپنی دل آزار بات کرتا ہے[146]

وہ اپنی زبان سے تباہ کرتا ہے، تعمیر کرتا ہے[147]

وہ ایسا جواب دیتا ہے جو مار کھانے کے قابل ہوتا ہے[148]

کیونکہ اس کا کام شیطانی ہوتا ہے۔

وہ ساری دنیا کی طرح وزن اٹھاتا ہے[149] [150]

مگر جھوٹ اس کا وزن ہوتا ہے[151]۔

وہ پُر فریب باتوں کا کشتی بان ہوتا ہے۔

وہ جھگڑتا ہوا جاتا ہے، (جھگڑتا ہوا) واپس آتا ہے

جب وہ اندر کھاتا اور پیتا ہے۔

اس کا جواب باہر سنائی دیتا ہے۔

جس دن اس پر جرم کا الزام لگتا ہے[152]

(وہ دن) اس کے بچوں کے لئے بدقسمت ہوتا ہے[153]

۱۴۶۔ ۱۴۷ ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ —— "وہ اپنی زبان کے ہاتھوں تباہ ہوتا ہے اور بنتا ہے —— اس کے باوجود وہ بدگوئی کرتا ہے" —— پہلے مصرعے کا مطلب ہے کہ بدمزاج انسان نیک نامی بناتا بھی ہے اور بگاڑتا بھی ہے۔ ۱۴۸ وہ: تندمزاج سے مراد ہے۔ ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸ امثال سے مشابہت ملاحظہ ہو —— "احمق کے ہونٹ فتنہ انگیزی کرتے ہیں اور اس کا منہ طمانچوں کے لئے پکارتا ہے۔ احمق کا منہ اس کی ہلاکت ہے اور اس کے ہونٹ اس کی جان کے لئے پھندا ہیں" (امثال ۱۸: ۶-۷) ۱۴۹ وہ: تندخو۔ بدمزاج شخص سے مراد ہے۔ ۱۵۰، ۱۵۱ ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ: —— "وہ ساری دنیا میں آبی سفر کرتا ہے —— مگر جھوٹی باتیں اس کا سامان ہوتی ہیں —— " ۱۵۲، ۱۵۳ ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ —— "جس دن اس کے برے اعمال عدالت میں پیش کئے جاتے ہیں —— (وہ دن) اس کے بچوں کے لئے تباہ کُن ہوتا ہے"۔

کاش خُنمُ[۱۵۴] دیوتا اس کے پاس[۱۵۵]

کوزہ گر[۱۵۵] تند خُو آدمی کے پاس[۱۵۶]

دل کو گوندھنے کے لئے آئے![۱۵۷]

وہ باڑے[۱۵۸] میں نوخیز بھیڑیے کی مانند ہوتا ہے

وہ ایک آنکھ کو دوسری کے خلاف کر دیتا ہے

وہ بھائیوں کو لڑا دیتا ہے

وہ بادلوں کی مانند ساری ہواؤں کے آگے دوڑتا ہے

وہ سورج کی تابندگی کو ماند کر دیتا ہے[۱۵۹]

وہ نوخیز مگرمچھ کی طرح اپنی دُم[۱۶۰] خم کر لیتا ہے

وہ ضرب لگانے کے لئے خم کھا لیتا ہے

اس کے ہونٹ میٹھے مگر اس کی زبان کڑوی ہے

اس کے پیٹ میں آگ دہکتی ہے

ایسے آدمی سے ملنے آگے کو مت لپک

۱۵۴۔ خُنمُ (خنمو) دیوتا: خُنمُ وہ دیوتا تھا جس نے کمہار کے چاک پر انسان اور دوسری چیزیں بنائی تھیں ۔ ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷۔ ان تینوں مصرعوں کے مزید تراجم ـــــ "کاش خُنمُ دیوتا تُند خُو کے لئے ـــــ خطاکار دل کو تبدیل کرنے کے لئے ـــــ کمہار کے چاک کو (اور برتنوں کی طرح) پکانے کے کام میں لاتا" مطلب یہ کہ تخلیق کا دیوتا خُنمُ تند خُو اور بدمزاج کا دل اور مزاج تبدیل کر کے اسے معتدل مزاج بنا دیتا ـــــ انہی تینوں مصرعوں کا ایک اور ترجمہ ـــــ "حتیٰ کہ خُنمُ فوراً چلا آئے گا: خُنمُ فوراً چلا آئے گا ـــــ تنک مزاج آدمی کا خالق ـــــ جسے وہ ڈھالتا ہے اور جلاتا ہے......" ۱۵۵الف۔ کوزہ گر: خُنمُ دیوتا سے مراد ہے۔ ۱۵۸۔ اودہ بدمزاج اور تند خُو سے مراد ہے۔ ۱۵۹۔ اس مصرعے کے مزید تراجم ـــــ "وہ چوب کا رنگ دھندلا دیتا ہے" "وہ دھوپ میں اپنا رنگ سیاہ کر لیتا ہے۔ ۱۶۰۔ مگرمچھ حملہ کرتے وقت اپنی دُم موڑ لیا کرتا ہے۔

ایسا نہ ہو کہ تو دہشت زدہ ہو جائے۔ ؟[ف۱۶۱]

ـــــ باب ۱۰ ـــــ

تند خو آدمی کا خیر مقدم کرنے کے لئے خود کو مجبور نہ کر[ف۱۶۲]
کیونکہ اس طرح تو اپنے (ہی) دل کو تکلیف میں مبتلا کرے گا[ف۱۶۳]

جب تیرے پیٹ میں وحشت (سمائی) ہو
اسے جھوٹ موٹ مت کہہ: "خوش آمدید"
کسی آدمی سے جھوٹ مت بول
کیونکہ خدا اس[ف۱۶۴] سے نفرت کرتا ہے۔[ف۱۶۵]
اپنے دل کو اپنی زبان سے الگ مت کر[ف۱۶۶]
(اس طرح) تیرے سارے منصوبے پورے ہوں گے
(اور) لوگوں میں تیرا وقار ہو گا
جب کہ تو خدا کے ہاتھوں میں محفوظ ہو جائے گا۔
جھوٹی باتیں کرنے والوں سے خدا نفرت کرتا ہے
اور فریبی سے وہ سخت نفرت کرتا ہے۔[ف۱۶۷]

ف۱۶۱ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "اس بات سے مت ڈر کہ تجھ سے باز پرس کی جائے گی" یعنی اگر بد مزاج آدمی سے کوئی نہیں ملے گا تو اس نہ ملنے والے شخص سے باز پرس نہیں کی جائے گی۔ ف۱۶۲ اس مصرعے کے مزید تراجم "اپنے تند خو حریف کا مجبوری سے استقبال نہ کر" ـــــ "خود کو اپنے تیز مزاج دوست سے باتیں کرنے پر مجبور نہ کر" "تند مزاج کو سلام نہ کر" ف۱۶۳ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "نہ ہی اپنے ذہن کو بے کار رکھ" ف۱۶۴ اس سے: جھوٹ سے، دروغ گو سے۔ ف۱۶۵ "امثال" کے مطابق ـــــ "جھوٹے لبوں سے خداوند کو نفرت ہے ـــــ" (امثال ۱۲-۲۲) ف۱۶۶ یعنی وہی کچھ کہہ جو دل میں ہے، وہی باتیں کر جو درحقیقت تو کرنا چاہتا ہے۔ ف۱۶۷ اس مصرعے کا ایک ترجمہ ـــــ "وہ (خدا) پیٹ کے جھگڑالو سے سخت نفرت کرتا ہے"۔

باب ۱۱

غریب آدمی کے مال کا لالچ مت کر [۱۶۷]

نہ ہی اس کی روٹی کا بھوکا بن۔

غریب آدمی کا مال حلق میں پھنس جاتا ہے

اس سے گلے کو قے آجاتی ہے۔ [۱۶۸]

جو جھوٹی قسمیں کھا کر مال حاصل کرتا ہے

اس کا پیٹ اس کے دل کو گمراہ کر دیتا ہے۔ [۱۶۹]

جہاں فریب ہو وہاں کامیابی کم ہوتی ہے [۱۷۰]

بدی اچھائی کو خراب کر دیتی ہے۔

تو اپنے سے برتر کے سامنے قصوروار ہوگا [۱۷۱]

اور جواب دہی (کے وقت) پریشان ہو جائے گا [۱۷۲]

تیری دلیلوں کا جواب گالیوں سے [۱۷۳]

تیری جبیں سائی کا جواب مار پیٹ سے دیا جائے گا۔ [۱۷۴]

---

[۱۶۷] "تو تنگ چشم کی روٹی نہ کھا اور اس کے مزے دار کھانوں کی تمنا نہ کر" (امثال ۲۳:۶) [۱۶۸] ایک اور ترجمہ "یہ حلق کے لئے قے ہوتی ہے" ــــ فالکنر نے اس مصرعے اور اس سے پہلے مصرعے کا امکانی مفہوم یہ لیا ہے کہ غریب آدمی کا تھوڑا سا مال بھی اسے زندہ رکھنے کے لئے کافی ہوتا ہے اسی طرح جیسے اس کے حلق میں نمی۔ تاہم اگر یہی مفہوم ہے تو پھر فالکنر کے نزدیک بھی اس کا اگلے اشعار سے تعلق واضح نہیں ہے۔ [۱۶۹] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "اس کا دل اس کے بدن میں واپس پھسل جاتا ہے؟" ــــ [۱۷۰] اس کا ایک اور ترجمہ: "انحراف کرنے سے کامیابی نہیں ملتی" یا پھر "منحرف ہو کر کامیابی کو ضائع مت کر"۔ [۱۷۱]۔ [۱۷۲]۔ [۱۷۳]

[۱۷۴] ان اشعار کا مزید ترجمہ ــــ "اگر تو اپنے سے برتر کے سامنے قاصر رہے" ــــ اور بولتے وقت پریشان ہو جائے" ــــ (تو) تیری خوشامد کا جواب دشنام طرازی ــــ اور عاجزانہ عمل کا جواب پٹائی سے دیا جائیگا ــــ"

جو بہت بڑی روٹی منہ میں بھر لیتا ہے اسے نگل لیتا ہے اور اگل دیتا ہے [۱۶۴]

اس طرح وہ اپنی اچھی چیز سے خالی ہو جاتا ہے [۱۶۵]۔

جب غریب آدمی پر لاٹھی پڑے [۱۶۶]

اس (غریب) کے نگران [۱۶۷] کو دیکھ [۱۶۸]

اس کے تمام عزیزوں کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے [۱۶۹]

اور اسے جلاد کے پاس لے جایا جاتا ہے [۱۷۰]۔

اگر تجھے برتر کے سامنے آزاد کر دیا جائے [۱۷۱]

تو تیرے ماتحت تجھ سے نفرت پھر بھی کریں گے [۱۷۲]۔

سڑک پر غریب آدمی سے دور ہو جا

تو اسے دیکھے مگر اس کے مال سے الگ رہ۔

باب ۱۲

افسر کے مال کی تمنا کر

اور نہ ہی روٹی سے بھرے ہوئے منہ والے [۱۷۳] سے بے تکلف ہو [۱۷۴]۔

---

[۱۶۴] اس مصرعے اور اس سے اگلے مصرعے کی مشابہت "امثال" سے: "جو نوالہ تو نے کھایا ہے تو اسے اگل دے گا۔ اور تیری میٹھی باتیں بے سود ہوں گی"۔ (امثال ۲۳ : ۸) [۱۶۵] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ — "وہ اور اپنے مال خالی ہو جاتا ہے"۔ — [۱۶۶]، [۱۶۸]، [۱۶۹]، [۱۷۰] ان مصرعوں کا ایک اور ترجمہ: — "غریب آدمی کی آزمائش پر اس وقت غور کر — جب اس (غریب) پر لاٹھیاں پڑتی ہیں — اس کے تمام بھائی بندوں کو زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے — کون ہے جسے سزا ملے گی —" [۱۶۷] نگران: — غالباً ظالم اور مستبد سے مراد ہے؛ [۱۷۱]، [۱۷۲] ان دونوں مصرعوں کا ایک اور ترجمہ — "جب تو اپنے سے برتر کے سامنے بہت بے تکلف ہو جائے — (تو) تیرے ماتحتوں کے ساتھ تیرا اچھا سلوک نہیں ہوگا"۔ — [۱۷۳] "اور روٹی سے بھرے ہوئے منہ والا" — اعلیٰ افسر دولتمند [۱۷۴] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ — "اور نہ ہی بے احتیاطی سے اپنے منہ میں بہت زیادہ خوراک ٹھونس"

اگر وہ تجھے اپنی جاگیر کا منتظم بنا دے

اس کی (جائیداد) سے دُور رہ[۱۸۵] تیری جائیداد میں اضافہ ہوگا۔[۱۸۶]

بدمزاج آدمی سے تعلقات مت قائم کر[۱۸۷]

نہ ہی غدّاروں سے تعلقات رکھ۔[۱۸۸]

اگر تجھے مجھ سے لانے کے لئے بھیجا جائے

اس کا حساب کتاب ٹھیک رکھ

اگر حساب کتاب میں کسی قسم کی بے ایمانی پکڑی جائے[۱۸۹]

(تو) اسے پھر کبھی ملازم نہیں رکھا جائے گا۔[۱۹۰]

باب ۱۳

پیپرس پر قلم سے لکھتے ہوتے کسی آدمی کو دھوکہ مت دے[۱۹۱]

اس (حرکت) سے خدا نفرت کرتا ہے۔

جھوٹی گواہی مت دے[۱۹۲]

---

[۱۸۵] دور رہ: مطلب یہ کہ اس کے مال و جائیداد میں بے ایمانی مت کر۔ [۱۸۶] مطلب یہ کہ دیانتدار آدمی پھلتا پھولتا ہے۔ [۱۸۷] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "آتش مزاج شخص سے گفتگو نہ کر۔" [۱۸۸] ایک اور ترجمہ ——— "نہ ہی جھگڑالو سے دوستی کر۔" [۱۸۹]، [۱۹۰] ان دو مصرعوں کا مزید ترجمہ ——— "اگر کوئی پیغام رسانی میں فریب کرتے ہوئے پکڑا جائے ——— (تو) اسے دوسری مرتبہ نہیں بھیجا جائے گا۔" [۱۹۱] ایک اور ترجمہ: "کسی آدمی کو سرکنڈے پیپرس (پر لکھی ہوئی) دستاویز سے گمراہ مت کر۔" اس مصرعے میں "دھوکہ" اور "گمراہ" کی جگہ "نقصان اور پریشان" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ مطلب یہی ہے کہ دستاویز کے ذریعے کسی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیئے۔ [۱۹۲] امثال کی رو سے "دیانتدار گواہ جھوٹ نہیں بولتا ——— لیکن جھوٹا گواہ جھوٹی باتیں بناتا ہے" (امثال ۱۲: ۵) "تو انصاف کا خون نہ کرنا۔ تو تو کسی کی رُو رعایت کرنا اور نہ رشوت لینا......" (استثنا ۱۶: ۱۹) ——— "تو پردیسی یا یتیم کے مقدمے کو نہ بگاڑنا......" (استثنا ۲۴: ۱۷)

اس طرح اپنی زبان سے کسی دوسرے آدمی کی حمائت کر۔[۱۹۳]

جس کے پاس کچھ نہ ہو اس پر (محصول) مت لگا

نہ ہی اپنے قلم سے جھوٹ لکھ۔

اگر تو کسی غریب آدمی کو زیادہ مقروض پائے[۱۹۴]

اس (قرض) کے تین حصے کر لے

دو (حصے) معاف کر دے، ایک باقی رہنے دے۔

یہ بات تجھے راہِ زیست لگے گی[۱۹۵]

رات کو تجھے گہری نیند آئے گی، صبح کو،

تجھے یہ اچھی خبر کی طرح لگے گی۔

مال گوداموں میں (بھری) دولت سے[۱۹۶]

لوگوں کی (زبان) سے محبت بھری تعریف بہتر ہے

مصیبت ساتھ لانے والی دولت سے

---

[۱۹۳] مطلب یہ کہ کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دے کر دوسرے کی مدد کیلئے فائدہ نہیں پہنچانا چاہیے۔ اس مصرے کا ایک اور ترجمہ ہے "نہ ہی اپنے حکم سے کسی شخص کو فہرست سے خارج کر۔" ایک اور ترجمہ: "نہ ہی کسی کو اپنی باتوں سے نقصان پہنچا"

[۱۹۴] امثال کی رو سے: "تو ان میں سے نہ ہو جو ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہیں اور قرضداروں کی ضمانت دیتے ہیں اگر تیرے پاس ادا کرنے کو کچھ نہیں تو تیرا بستر تیرے نیچے سے چھینا جائے گا۔" (امثال کیتھولک ترجمہ۔ ۲۲: ۲۶، ۲۷)۔ اور پروٹسٹنٹ ترجمے کی رو سے ـــــ "...... اور نہ ان میں جو قرض کے ضامن ہوتے ہیں کیونکہ اگر تیرے پاس ادا کرنے کو کچھ نہ ہو تو وہ تیرا بستر تیرے نیچے سے کیوں کھینچ لے جائے۔" (امثال ۲۲: ۲۶، ۲۷)۔ [۱۹۵] یعنی قرض معاف کر دینا بھلائی معلوم ہوگا، معمولاتِ زندگی میں سے معلوم ہوگا؟ ایک اور ترجمہ ـــــ "(قرض معاف کر دینا) تجھے یوں لگے گا جیسے (یہ) زندگی کا قرینہ؟ چلن؟ ہے۔" [۱۹۶] امثال کی رو سے: "صداقت کے ساتھ تھوڑا سا مال ـــــ بے انتفاقی کی بڑی آمدنی سے بہتر ہے۔" (امثال ۱۶: ۸)

خوش دلی کی روٹی بہتر ہے۔

باب ۱۴

اگر کوئی شخص نے تجھ سے کچھ "رشوت قبول کرلے"

اس کی طرف توجہ مت کر

نہ ہی اس کا ہاتھ تلاش کرنے میں خود کو ہلکان کر

اس کی بات سننا کوئی معمولی بات نہیں۔

اس پر سے اپنی نظر مت ہٹا۔ نہ ہی اپنا سر جھکا

نہ اپنی نگاہ ایک طرف پھیر

اس سے بات کر، اس کا خیر مقدم کر

وہ باز رہے گا اور تو کامیاب ہوگا

دوسری مرتبہ اسے (انصاف کے کٹہرے) میں لایا جائے گا۔[ف ۱۹]

باب ۱۵

بھلائی کر اور تو خوش حال ہو جائے گا

کسی آدمی کو نقصان پہنچانے کے لئے اپنا قلم (سیاہی میں) مت ڈبو۔[ف ۱۹]

ف ۱۹ یہ باب میرے لئے تقریباً ناقابلِ فہم ہے۔ اور میں نے اس کا جو ترجمہ یہاں دیا ہے۔ اس کی صحت خود میرے نزدیک یقینی نہیں۔ کیوں کہ انگریزی میں ترجمہ کرنے والے محققین کے خیال میں بھی یقینی نہیں۔ جن اسکالرز کی بھی کتابوں کے انگریزی تراجم سے بھی استفادہ کیا اور پڑھا وہاں بھی یہ ابہام موجود ہے جس کی وضاحت مجھے ان اسکالرز کے ہاں بھی نظر نہیں آئی۔ ممکن ہے کہ کچھ عرصے بعد مزید مطالعے، تلاش، جستجو اور دریافتوں کی مدد سے اس باب کو قابلِ فہم بنا لیا جائے۔ ف ۱۹ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: ــــــ "گناہ گار کے خلاف (اپنا) سرکنڈا سیاہی میں مت ڈبو" ــــــ سرکنڈے سے مراد قلم سے ہے۔ مطلب بہرحال یہی ہے کہ منشی کو اپنے قلم سے کسی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیئے۔

نقلق[199] کی جو پنچ منشی کی انگلی ہوتی ہے

اسے[200] نظر انداز مت کر

وہ بنبدز[201] خمون[202] کے مندر میں آرام کرتا ہے

اس کی آنکھ[203] دونوں ملکوں[204] کا احاطہ ہوتی ہے

جب وہ[205] ایسے شخص کو دیکھتا ہے جس کی انگلی دھوکہ دیتی[206] ہے

وہ[207] اس کی روزی[208] سیلاب کی نذر کر دیتا ہے۔

جو منشی اپنی انگلی سے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے

اس کے بیٹے کا نام فہرست میں درج نہیں کیا جائے گا۔

اگر تو ان (اقوال) کو اپنے دل میں رکھ کر اپنی زندگی گذارے گا

تیری اولاد اُن پر عمل کرے گی۔

---

[199]، [200] نقلق، بنبدز: — نقلق پرندہ اور بنبدز عقل و دانش اور دیوتاؤں کے منشی تحوت (زیہوتی — دجیہوتی) کا نشان تھے۔ چنانچہ ان دونوں مصرعوں میں نقلق، اور بنبدز سے مراد خود تحوت دیوتا ہے۔ مطلب ان تین چار مصرعوں کا غالباً یہ ہے کہ گناہ گار کے اعمال کا حساب کتاب تو آخرت میں اس کا دل وزن کر کے تحوت دیوتا کرتا ہے اور لکھتا جاتا ہے۔ منشی کو گناہ گار کو اپنی تحریر کے ذریعے نقصان نہیں پہنچانا چاہیئے۔ [201] اسے: تحوت دیوتا کو [202] خمون: — ایک قدیم مصری شہر۔ یونانی اسے ہرموپولس کہتے ہیں۔ [203] اس کی آنکھ: تحوت دیوتا کی آنکھ [204] دونوں ملک: شمالی اور جنوبی مصر۔ [205] وہ: تحوت دیوتا۔ [206] دھوکہ: گنا بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اپنی انگلی سے دھوکہ دینے والے یا نقصان پہنچانے والے سے مراد منشی یا دبیر ہے۔ اور مراد بھی ایسے منشی سے ہے جو اپنی تحریر کے ذریعے کسی کو نقصان پہنچا کر، دھوکہ دے کر گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ [207] وہ: — تحوت دیوتا۔ [208] اس کی روزی: — دھوکہ دینے یا قلم کے ذریعے گناہ کا مرتکب ہونے والے منشی کی روزی

باب ۱۶

ترازو کو غیر متوازن مت کر، نہ ہی باٹ جھوٹے بنا[۲۱۰]

نہ ہی اناج کے پیمانوں کے حصوں کو گھٹا[۲۱۱]

کھیتوں کے اناج کے پیمانوں کی خواہش مت کر

اور خزانے کے پیمانوں کو نظر انداز مت کر۔[۲۱۲]

بندر[۲۱۳] ترازو کے پاس بیٹھتا ہے

اس کا دل لم دوڑ سے باندھے جانے والے وزن میں ہے

جہاں تحوت جیسا عظیم دیوتا ہے

اس نے یہ چیزیں ایجاد کیں اور انہیں بنایا۔[۲۱۴]

اپنے لئے کم وزن باٹ مت بنا[۲۱۵]

---

[۲۱۰] غلط تولنے اور اوزان میں گڑبڑ کرنے سے مراد ہے۔ اس پورے باب میں صحیح تولنے اور باٹ صحیح رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ "امثال" کے مطابق ـــــ "دو طرح کے باٹ سے خداوند کو نفرت ہے اور دغا کے ترازو ٹھیک نہیں۔" (امثال ۲۰:۲۳) ـــــ "دغا کے ترازو سے خدا کو نفرت ہے۔ لیکن پورا باٹ اس کی خوشی ہے۔" ـــــ (امثال ۱۱:۱) ـــــ اس مصرعے اور اگلے مصرعے کے سلسلے میں "امثال" سے مزید مشابہت یوں ہے ـــــ "دو طرح کے باٹ اور دو طرح کے پیمانے ـــــ ان دونوں سے خداوند کو نفرت ہے۔" (امثال ۲۰:۱۰) "تو اپنے تھیلے میں طرح طرح کے چھوٹے اور بڑے پیمانے بھی نہ رکھنا۔ تیرا باٹ اور تیرا پیمانہ بھی ٹھیک ہو....." (استثناء ۲۵:۱۳۔۱۵)
[۲۱۱] اناج کے پیمانے میں بے ایمانی کرنے سے مراد ہے۔ [۲۱۲] یعنی سرکاری طور پر مقرر کئے ہوئے پیمانوں کو استعمال کرنا چاہیئے۔ اپنے مفاد کی خاطر مختلف غلط پیمانے استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ [۲۱۳] بندر: "صحیح ناپ تول کے دیوتا تحوت سے مراد ہے۔" تحوت کا مقدس جانور بندر تھا۔ تحوت دیوتا مرنے والے کے اعمال جانچنے کے لئے اس کا دل ترازو میں رکھ کر سچائی کے پر کے ساتھ صحیح صحیح تولتا تھا اور اعمال جانچتا تھا۔ [۲۱۴] یعنی تحوت دیوتا نے ترازو اور باٹ وغیرہ بنائے۔ [۲۱۵] "امثال" کی رُو سے: "ٹھیک ترازو اور پلڑے خداوند کے ہیں۔ تھیلی کے سب باٹ اس کا کام ہیں۔" (امثال ۱۶:۱۱)

خدا اپنی قدرت سے انہیں[۲۱۶] رنج و الم سے بھر دیتا ہے[۲۱۷]۔

اگر کسی کو دھوکہ دیتے ہوئے دیکھے

اس سے دُور رہ۔

تانبے کا لالچ مت کر

نفیس کپڑوں[۲۱۸] پر توجہ مت دے

اگر کوئی خدا کے سامنے دھوکہ دیتا ہے

تو "پھر رنگ"[۲۱۹] کی مانند بُنی ہوئی عمدہ کتان کا لباس پہننا اس کے لئے کب اچھا ہے[۲۲۰]۔

وہ دن آجاتا ہے جب سونے سے[۲۲۱]

ملمع شدہ روغنی مٹی سیسے میں بدل جاتی ہے[۲۲۲]۔

—— باب ۱۷ ——

ماپ کو غلط کرنے کے لئے۔

اناج کے پیمانے[۲۲۳] میں گڑبڑ مت کر

اسے زبردستی زیادہ مت چھلکا[۲۲۴]

لیکن (اصل میں) یہ اندر سے خالی ہو[۲۲۵]

ص۲۱۶ انہیں: باٹ سے مراد ہے۔ ص۲۱۷ یعنی باٹ کم وزن یا جھوٹے ہوں تو خدا انہیں رکھنے والوں کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ص۲۱۸ نفیس کپڑے: "دلکش کتان" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص۲۱۹ رنگ: معلوم نہیں یہ "رنگ" کون سی خوبصورت چیز تھی۔ ص۲۲۰ ایک اور ترجمہ ــــ "تو پھر اعلیٰ پوشاک پہننا کب زیبا ہے۔ ص۲۲۱، ص۲۲۲ ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ: "جب سونے کے اُوپر سونے کا ڈھیر لگا دیا جائے ــــ تو صبح کے وقت یہ سیسہ بن جاتا ہے"۔ ص۲۲۳ اناج کا پیمانہ: اناج فروخت کرنے والا پیمائش کا پیمانہ۔ ص۲۲۴، ص۲۲۵ مطلب یہ کہ اناج فروخت کرتے وقت پیمائش کے پیمانے کو بے ایمانی سے اس طرح زیادہ بھر کر نہیں دکھانا چاہیئے کہ اناج درحقیقت ہو تو کم مگر بظاہر پیمائش اور کم مقدار سے کچھ زیادہ ہی دکھائی دے۔

اس کے حجم کے مطابق صحیح ماپ

اپنے ہاتھ سے صحیح ماپ

ایک پیمانے[۲۲۶] کو اس کے حجم سے دوگنا مت کر[۲۲۷]

کیونکہ ایسا کرنے سے تو گڑھے[۲۲۸] میں جا گرے گا۔

پیمانہ را (دیوتا) کی آنکھ ہوتا ہے۔

یہ کثیر بیونت[۲۲۹] کرنے والے سے نفرت کرتا ہے

دھوکہ دینے والے پیمائش کنندہ[۲۳۰] کے خلاف

اس کی آنکھ (فیصلہ)[۲۳۱] صادر کر دیتی ہے[۲۳۲]۔

کسان کی فصل کا محصول قبول نہ کر

اور اسے نقصان پہنچانے کے لئے اس پر (محصول) عائد مت کر۔

دار الحکومت[۲۳۳] کے حصے میں گڑبڑ کرنے کے لئے

ماپنے والے کے ساتھ گٹھ جوڑ مت کر۔

عظیم تخت شاہی کی قسم کھانے سے زیادہ اہمیت

ف۲۲۶ پیمانہ: اناج ماپنے کا پیمانہ: "ایک پیمانے" کا ترجمہ "ایک بشل" بھی کیا گیا ہے۔ آج کل کے حساب سے ایک بشل (پیمانہ) انتیس سیر وزن کا یا آٹھ گیلن کا ہوتا ہے۔ ف۲۲۷ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: ــــــ "اپنے لئے دوگنی گنتیوں والا پیمانہ مت بنا" ــــــ مطلب ایسے پیمانے سے ہے جس کا وزن یا مقدار دو طرح پڑھی جائے ف۲۲۸ گڑھا: ــــــ تحت الثریٰ یا پاتال بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ف۲۲۹ یہ: سورج دیوتا "را" سے مراد ہے۔ ف۲۳۰، ف۲۳۲ ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ ــــــ "دوگنا کر دینے والے اور گھٹا دینے والے" ــــــ کے خلاف اس کی آنکھ مہر لگا دیتی ہے ــــــ "اس کی آنکھ" سے مراد سورج دیوتا کی آنکھ ہے۔ ف۲۳۱ "اس کی آنکھ": ــــــ "سورج دیوتا کی آنکھ" ــــــ "چشم را" ــــــ چشم را کے بارے میں تفصیلی وضاحت کر دی گئی ہے۔ ف۲۳۳ دار الحکومت قصر شاہی سے بھی مراد لی جا سکتی ہے۔ مطلب فرعون کو پہنچنے والے مال سے ہے۔

جونکالنے کے کھلیان کے فرش کی ہوتی ہے۔

باب ۱۸

آنے والی کل کے خوف میں مبتلا ہو کر رات مت بسر کر[۲۳۴]

(کہ) صبح ہونے پر کل کیا ہوگا۔؟[۲۳۵]

انسان کو نہیں معلوم کہ کل کیسی ہوگی۔

خدا کامیابی ہے[۲۳۶]

انسان ناکامی ہے۔[۲۳۷]

لوگ جو باتیں کرتے ہیں وہ کچھ ہوتی ہیں[۲۳۸]

خدا جو کچھ کرتا ہے وہ مختلف ہوتا ہے۔[۲۳۹]

ف۲۳۴ امثال کے مطابق ــــ "کل کی بابت گھمنڈ نہ کر کیونکہ تو نہیں جانتا کہ ایک ہی دن میں کیا ہوگا" (امثال ۲۷:۱)

ف۲۳۵ ایک اور ترجمہ: "جب دھرتی روشن ہوگی تو کل کیسی ہوگی" ــــ دھرتی روشن ہونا، قدیم مصریوں کے ہاں نیا دن طلوع ہونا کے لئے محاورہ تھا؛ ف۲۳۶ مزید تراجم: "خدا ہمیشہ کامل ہوتا ہے" ــــ "خدا ہمیشہ صاحب قدرت ہوتا ہے" ــــ "خدا کامران رہتا ہے"؛ ف۲۳۷ مزید تراجم: "انسان ہمیشہ ناکام رہتا ہے" ــــ "جب کہ انسان میں غلطیاں ہوتی ہیں"؛ ف۲۳۸ مصری عام طور پر سوچنے کے لئے بولنے یا باتیں کرنا کہتے تھے۔ چنانچہ اس قول کا مطلب ہے کہ خدا جو کچھ کرتا ہے وہ انسان کے بنائے ہوئے منصوبوں یا خیالات سے مختلف ہوتا ہے یعنی انسان بناتا ہے خدا بگاڑتا ہے۔ اگلے فٹ نوٹس میں بائبل سے مشابہت دیکھئے؛ ف۲۳۸-۲۳۹ مزید تراجم: "لوگ جو باتیں کہتے ہیں ایک طرف سے گذر جاتی ہیں ــــ خدا جو کچھ کرتا ہے دوسری طرف سے گذر جاتا ہے" ــــ "لوگ جو باتیں کرتے ہیں وہ ختم ہو جاتی ہیں مگر خدا کے کام مٹتے نہیں" ــــ امثال کے مطابق: "آدمی کے دل میں بہتیرے منصوبے ہیں ــــ لیکن صرف خداوند کا ارادہ قائم رہے گا ــــ" (امثال ۱۹:۲۱) ــــ "آدمی کا دل اپنی جگہ راہ ٹھہراتا ہے ــــ پر خداوند اس کے قدموں کی رہنمائی کرتا ہے ــــ" (امثال ۱۶:۹) "دل کی تدبیریں انسان سے ہیں، لیکن زبان کا جواب خداوند کی طرف سے ہے۔" (امثال ۱۶:۱)

یہ مت کہہ میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا[۲۴۰]
نہ ہی کوئی جھگڑا پیدا کرنے کی کوشش کر۔[۲۴۱]
گناہ تعلق خدا سے ہے[۲۴۲]
وہ (فیصلے) کو اپنی انگلی سے سر بمہر کر دیتا ہے۔[۲۴۳]
خدا کے ہاتھ میں کامیابی نہیں ہے[۲۴۴]
نہ ہی اس کے سامنے ناکامی ہے۔[۲۴۵]
اگر کوئی شخص کامیابی پالینے کی کوشش کرتا ہے
ایک لمحہ میں وہ[۲۴۶] اسے تباہ کر ڈالتا ہے۔
اپنے دل کو مضبوط کر، اپنی چھاتی کو مضبوط کر۔[۲۴۷]
(صرف) اپنی زبان کے سہارے کشتی مت چلا۔

ف ۲۴۰، ف ۲۴۱، ف ۲۴۲، ف ۲۴۳:- ان چاروں کا مصرعوں کا مفہوم غالباً کچھ یوں بنتا ہے کہ خدا انسان کے بُرے کاموں سے آگاہ ہے اور یہ سب بُرے کام لکھ لئے گئے ہیں انسان اپنے منہ سے اپنی پارسائی کتنی ہی جتلائے، خود کو کتنا ہی حق بجانب ظاہر کرے اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ ان چاروں مصرعوں میں دوسرے مصرعے کا مطلب ہے کہ خدا کے سامنے کسی بھی شخص کو اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ چنانچہ بعض محققین نے اس مصرعے "نہ ہی کوئی جھگڑا پیدا کر...." کی جگہ یہ ترجمہ بھی کیا ہے "(گناہ) کو چھپانے کی زحمت نہ کر۔" امثال کی رو سے "کون کہہ سکتا ہے۔ کہ میں نے اپنے دل کو صاف کر لیا ہے اور میں گناہ سے پاک ہو گیا ہوں" (امثال ۲۰:۹) قدیم مصری عقیدے کے مطابق مرنے والوں کا دل حساب اُخروی کے وقت میزان عدل میں سچائی کے "پَر" کے بالمقابل رکھ کر تولا جاتا تھا اور تحوت دیوتا اعمال لکھتا جاتا تھا مرنے والا اپنی زبان سے یہ بتاتا تھا کہ اس نے فلاں فلاں غلط یا بُرا کام نہیں کیا ہے۔ ان چاروں مصرعوں میں سے آخری مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "اس (خدا) نے ہر گناہ پر مہر لگا دی ہے۔" ف ۲۴۴ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "خدا کے سامنے کاملیت نہیں ہے۔" ف ۲۴۵ "لیکن اس کے سامنے ناکامی (بھی) نہیں ہے۔" ف ۲۴۶ وہ:- خدا سے مراد ہے۔ ف ۲۴۷ ایک اور ترجمہ: "اپنے دل کو مضبوط کر، اپنے دماغ کو مضبوط کر۔"

انسان کی زبان کشتی کھینے والے چپو کی (مانند) ہوتی ہے[۲۴۸]
اور خدائے کل اس کا جہاز راں ہوتا ہے۔[۲۴۹]

باب ۱۹

جھوٹی باتیں کرنے کے لئے
حاکم کی عدالت میں مت پیش ہو۔
جب تیرے گواہ الزام دھریں
جواب دیتے ہوئے ڈگمگا مت۔
سماعت کے دوران اپنے آقا کی قسمیں کھانے کی
تقریریں کرنے کی کوشش نہ کر۔
حاکم سامنے حقیقت بیان کر
مبادا کہ وہ تیری گرفت کر لے۔
اگر تو اس کے سامنے اگلے دن آئے گا
وہ تیری ہر بات سے متفق ہو گا۔
وہ تیرا معاملہ تیس (اراکین) کی مجلس کی عدالت میں پیش کرے گا
دوسرے موقعہ پر ان پر غور کیا جائے گا۔[۲۵۰]

باب ۲۰

قانونی عدالت کے لوگوں کو بدعنوان مت بنا[۲۵۱]

۲۴۸، ۲۴۹ ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ:- "اگر انسان کی زبان پتوار ہے: خدائے کل پھر بھی اس کا جہاز راں ہے۔"
"خدائے کل" کے لئے اصل مصری زبان میں نبرت خر کا لفظ آیا ہے۔ ۲۵۰ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:- "دوسرے موقعہ پر بھی اس کا ذکر ہو گا۔" ۲۵۱، ۲۵۲ ان دو مصرعوں نے ترجمہ اس طرح بھی کیا گیا ہے:- "حق پرست کو نظر انداز کرنے کے لئے ____ قانونی عدالت میں کسی کو پریشان نہ کر" ____ "قانونی عدالت میں کسی پریشان مت کر: نہ ہی عادل کی توجہ موڑ۔"

نہ ہی راست باز کو نظر انداز کر

(صرف) خوش لباس کی طرف جھکاؤ مت رکھ [۲۵۳]

اور پھٹے کپڑوں والے کو دھتکار مت۔ [۲۵۴]

مقتدر آدمی سے رشوت قبول نہ کر۔ [۲۵۵]

نہ ہی اس کی خاطر غریب پر ظلم کر۔ [۲۵۶]

انصاف خدا کا عظیم تحفہ ہے [۲۵۷]

اور وہ (خدا) جسے چاہتا ہے یہ دے دیتا ہے [۲۵۸]

اسی کی طرح کا توی آدمی

غریب کو پٹائی سے بچاتا ہے۔

اپنے لئے جھوٹی دستاویزیں تیار مت کر۔ [۲۵۹]

کیونکہ یہ سنگین حرکت سزائے موت کے قابل ہوتی ہے۔

ان کی حیثیت حلف کی سی ہوتی ہے [۲۶۱]

یہ شاہی نقیب کی آواز کے (مترادف) ہوتی ہیں۔ [۲۶۲]

---

[۲۵۳] خوش لباس: "سفید لباس پہننے والا" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ مطلب مقتدر اور دولت مند آدمی سے ہے۔ [۲۵۴] اس مصرعے کا بالکل مختلف طریقے پر بھی ترجمہ ہوا ہے ـــ "اور پھٹے کپڑوں والوں سے التفات مت کر ـــ "نہ پھٹے لباس والے کو قبول کر۔" [۲۵۵] رشوت: "تحفہ" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۲۵۶] "اور اس کی خاطر کمزور کو محروم نہ کر" ـــ بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۲۵۷] انصاف: انصاف کے لئے مصری زبان کا لفظ "ماٰت" آیا ہے۔ ماٰت انصاف سچائی اور راستی کی دیوی تھی۔ [۲۵۸] یہ: انصاف کی صلاحیت سے مراد ہے۔ [۲۵۹] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: ـــ "آمدنی کے جھوٹے کاغذات تیار مت کر۔" [۲۶۱]، [۲۶۲]۔ ان مصرعوں کا ایک اور ترجمہ ـــ "یہ (دستاویزات) ایسے اہم حلفوں کی مانند ہوتی ہیں۔ جن میں اختیارات کے غلط استعمال نہ کرنے کا عہد کیا جاتا ہے ـــ اور مخبر ان کی چھان بین کرتا ہے ـــ"

پیپرس پر (لکھی ہوئی) پیش گوئیوں میں تحریف کر کے
خدا کے منصوبوں میں ردّو بدل نہ کر۔
اپنے لئے خدائی اختیارات کا دعویٰ مت کر[۲۶۳]
گویا تقدیر اور مقسوم کا وجود ہی نہ ہو۔[۲۶۴]
جائیداد اس کے (جائز) مالکوں کے حوالے کر
اس طرح خود اپنے لئے زندگی حاصل کر۔
ان کے گھر میں[۲۶۵] اپنا دِل تعمیر مت کر[۲۶۶]
ورنہ اس طرح تیری گردن پھانسی کے تختے پر لٹکا دی جائے گی۔[۲۶۷]

باب ۲۱

(یہ) مت کہہ "مجھے طاقتور محافظ مِل گیا ہے[۲۶۸]
اور اب میں اپنے شہر میں کسی شخص کو للکار سکتا ہوں"[۲۶۹]
(یہ) مت کہہ "مجھے ایک پُرجوش حمایتی مل گیا ہے[۲۷۰]
اور اب میں اسے للکار سکتا ہوں جس سے مجھے نفرت ہے"[۲۷۱]

۲۶۳، ۲۶۴ پہلے مصرعے کا ایک اور ترجمہ ۔۔۔ "اپنے لئے خدائی طاقت مت استعمال کر" ان دونوں مصرعوں کا ایک اور ترجمہ ۔۔۔ "تقدیر اور مقسوم (کے حوالے) کے بغیر ۔۔۔ خود اپنے لئے خدا کی مرضی معلوم نہ کر"

۲۶۵ ان کے گھر: دوسروں کے گھر۔ ۲۶۶ مطلب غالباً یہ ہے کہ دوسروں کی جائیداد پر اپنا گھر نہیں بنانا چاہیئے ہے۔ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: ۔۔۔ "ان کے گھروں میں اپنی خواہش پیدا مت کر"۔ ۲۶۷ اس مصرعے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے "ورنہ تیری ہڈیاں پھانسی کے تختے پر ہوں گی"۔ ۲۶۸، ۲۶۹ ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ: "یہ مت کہہ: میرے لئے ایک طاقتور برتر کو تلاش کر، کیونکہ تیرے شہر میں ایک شخص نے مجھے نقصان پہنچایا ہے"۔ امثال: "تو یہ نہ کہنا کہ میں بدی کا بدلہ لوں گا۔ خداوند کی آس رکھ اور وہ تجھے بچائے گا"۔ (امثال ۲۰: ۲۲) ۲۷۰، ۲۷۱ ان مصرعوں کے مزید تراجم ۔۔۔ "یہ مت کہہ ۔۔۔ مجھے ایک سرپرست مل گیا ہے ۔۔۔ کیونکہ جو شخص مجھ سے متنفر ہے اس نے مجھے نقصان پہنچایا ہے"۔ "یہ مت کہہ ۔۔۔ میرے لئے ایک محافظ تلاش کر ۔۔۔ اس شخص کے لئے جس نے مجھے نقصان پہنچایا ہے"۔

بے شک تو خدا کے منصوبوں سے آگاہ نہیں ہو سکتا[۲۷۲]
تجھے کل کے بارے میں (کچھ) علم نہیں ہو سکتا[۲۷۳]
خدا کے بازوؤں میں بیٹھ جا
اور تیری خاموشی سے وہ مغلوب[۲۷۴] ہو جائیں گے۔[۲۷۵]
آواز پیدا نہ کرنے والے مگرمچھ
کا خوف قدیمی ہے۔

ف ۲۷۲، ف ۲۷۳ ان مصرعوں کے مزید تراجم ــــ "بے شک تجھے خدا کے منصوبے معلوم نہیں ــــ ایسا نہ ہو کہ کل تو شرمندہ ہو" ــــ "بے شک تو خدا کے منصوبے نہیں جانتا ــــ اور تجھے کل کے لئے رونا نہیں چاہیئے"۔ "امثال" ــــ "کل کی بابت گھمنڈ نہ کر، کیونکہ تو نہیں جانتا کہ ایک ہی دن میں کیا ہوگا"۔ (پروٹسٹنٹ نسخہ امثال، ۲۷: ۱) ــــ "کل کے دن کی بابت شیخی نہ کر ــــ کیونکہ تو نہیں جانتا کہ اس دن میں کیا ہوگا ــــ (کیتھولک نسخہ امثال ۲۷: ۱)، ف ۲۷۴ وہ، ــــ مخالفوں یا دشمنوں سے مراد ہے۔ یعنی انسان خود کو چپ چاپ خدا کے حوالے کر دے۔ تو وہ (خدا) اس کے دشمنوں کو مغلوب کر دے گا۔ ف ۲۷۵ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ــــ "تیری خاموشی سے وہ واہو ہو جائیں گے"۔ مطلب یہ کہ آدمی کو اپنے مخالفوں کے بارے میں بُرے عزائم نہیں رکھنے چاہئیں بلکہ خود کو اپنے معاملات کو خدا کے حوالے کر دینا چاہیئے اسے خدا کے بازوؤں میں پناہ ملے گی ــــ "امثال" کے مطابق ــــ "تو یہ کہنا میں بدی کا بدلہ لوں گا۔ خداوند کی آس رکھ اور وہ تجھے بچائے گا ــــ" (امثال ۲۰: ۲۲) ــــ "یوں نہ کہہ میں اس سے ویسا ہی کروں گا جیسا اس نے مجھ سے کیا؛ میں اس آدمی سے اس کے کام کے مطابق سلوک کروں گا"۔ (امثال ۲۴: ۲۹) بہرحال یہاں مصری دانشو آمن ام اوپی دشمن کو بھی تکلیف نہ پہنچانے کی تعلیم دی ہے۔ بدلہ نہ لینے کے لئے کہا ہے۔ خواہ انتقام لینے کے لئے کسی کو اپنے سے برتر مرتبے والے متقدر یا فرعون کی ہی پشت پناہی کیوں نہ حاصل ہو گئی ہو اور اسے انتقاماً اپنی زیادتی پر سزا ملنے کا خوف بھی نہ ہو۔ لہٰذا آمن ام اوپی کی تعلیم اپنے زمانے کے لحاظ سے بہت ہی اونچی ہے خصوصاً اس لئے کہ یہ نصیحت ایسے دور میں کی گئی تھی جب دشمن یا مخالف سے انتقام لینا عین فطرت اور فرائض میں داخل سمجھا جاتا تھا۔

ہر ایک کے سامنے اپنا پیٹ[۲۶۶] خالی مت کر[۲۶۷]

اس طرح اپنی عزت مت گھٹا۔

اپنی باتیں دوسروں سے مت کہہ

نہ ہی اس سے تعلقات قائم کر جو اپنا دل[۲۶۸] ظاہر کر دیتا ہے[۲۶۹]

جس کا علم اس کے پیٹ میں رہتا ہے وہ[۲۷۰]

اس سے بہتر ہے جو نقصان دہ (بات) کہہ ڈالتا ہے۔[۲۷۱]

کوئی کامیابی تک پہنچنے کے لئے دوڑتا نہیں[۲۷۲]

کوئی اسے[۲۷۳] ضائع کرنے کے لئے چلتا نہیں۔[۲۷۴]

---

[۲۶۶] پیٹ: پیٹ چونکہ جسم کا اندرونی حصہ ہے اس لئے مصری پیٹ کو بات چھپانے کے لئے بطور استعارہ بھی استعمال کرتے تھے اس سے ان کی مراد یہی تھی جیسا کہ ہم آج بھی بات چھپانے یا خود تک محدود رکھنے کے لئے پیٹ میں رکھنا، پیٹ میں چھپا لینا، اور دل میں رکھنا بھی کہتے ہیں۔ [۲۶۷] مطلب یہ کہ ہر کسی کو اپنا بھید نہیں بتانا چاہیئے۔ [۲۶۸] دل ظاہر کر دینا: راز کہہ دینا۔ دل کی بات سنا ڈالنا۔ [۲۶۹] امثال میں یہ بات یوں کہی گئی ہے: "جو کوئی لترا پن کرتا پھرتا ہے۔ راز فاش کرتا ہے۔ اس لئے تو منہ پھٹ سے کوئی واسطہ نہ رکھ۔" (امثال ۲۰: ۱۹۔ پروٹسٹنٹ نسخہ) "وہ چغل خوری کرنے والا بھید ظاہر کرتا ہے اس لئے تو بکواسی سے صحبت نہ رکھ۔" (امثال ۲۰: ۱۹۔ کیتھولک نسخہ) "تو ہمسائے کے ساتھ اپنے دعوے کا چرچا کر لیکن کسی دوسرے کا راز فاش نہ کر، مبادا کوئی اسے سننے تجھے رسوا کرے اور تیری بدنامی ہوتی ہے۔" (امثال ۲۵: ۹) [۲۷۰] اس مصرعے اور اس سے اگلے مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "جس آدمی کی بات اس کے پیٹ میں رہتی ہے وہ ــــ اس سے بہتر ہے جو مضرت رساں گفتگو کہہ ڈالتا ہے۔" [۲۷۱] امثال کے مطابق ــــ "بیوقوف کے کان میں کلام نہ کر ــــ وہ تیری باتوں کی دانش کی تحقیر کرے گا۔" (امثال ۲۳: ۹ کیتھولک نسخہ) "اپنی باتیں احمق کو نہ سنا ــــ کیونکہ وہ تیرے دانائی کے کلام کی تحقیر کرے گا۔" (امثال ۲۳: ۹ پروٹسٹنٹ نسخہ) [۲۷۲]، [۲۷۳] ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ ــــ "کوئی کمال حاصل کرنے کے دوڑ نہیں سکتا ــــ کوئی (محض) بگاڑنے کے لئے بنا نہیں سکتا۔" [۲۷۳] اسے: کامیابی کو۔

ـــــ باب ۲۲ ـــــ

جھگڑالو پڑوسی کو مشتعل مت کر [۲۰۵]

اور اسے اپنے باطنی خیالات کا اظہار مت کرنے دے [۲۰۶]

جب تک تو اس کا طرزِ عمل [۲۰۶ا] نہ دیکھ لے

اس کے سامنے جانے کی جلدی نہ کر [۲۰۷]

پہلے اس کا جواب جانچ لے۔ [۲۰۸]

پھر چپ ہو جا اور تو کامیاب رہے گا۔ [۲۰۹]

اسے اپنا پیٹ خالی کر لینے دے [۲۹۰]

چپ ہو جانا سیکھ اور تو اسے پا لے گا۔ [۲۹۱]

ف ۲۰۵ جھگڑالو پڑوسی: "ساتھی" اور "مخالف" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ف ۲۰۶ اس مصرعے کے مزید تراجم: "اپنے ساتھی کو تنازعے کے دوران سزا مت دے"۔ ـــــ "جھگڑالو پڑوسی کو مت للکار"۔ اس باب (۲۲) میں غضب ناک یا جھگڑالو شخص کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کی تعلیم امثال (بائبل) کی اس تعلیم سے بے حد مشابہ ہے کہ ـــــ "نرم جواب قہر کو دور کر دیتا ہے پر کرخت باتیں غضب انگیز ہیں" (امثال ۱۵:۱) ـــــ "غضب ناک آدمی فتنہ برپا کرتا ہے، پر جو قہر میں دھیما ہے جھگڑا مٹاتا ہے" (امثال ۱۵:۱۸) ف ۲۰۶ا طرزِ عمل: "مقصد" "نیت" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ف ۲۰۷ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: ـــــ "بھاگ کر اس کا خیر مقدم مت کر"۔ ف ۲۰۸، ف ۲۰۹ ان دو مصرعوں کے مزید تراجم: ـــــ "پہلے اس کی شکایت کو سمجھ لے" ـــــ "اور پھر (اپنے مخالف) کو ٹھنڈا کر"۔ ـــــ "پہلے اس کی باتوں کا اچھی طرح مفہوم پا لے" ـــــ "اور پھر پرسکون ہو جانے کو پہنچ جا"۔ "پہلے اس کی باتیں سمجھ لے" ـــــ "پھر پرسکون ہو جا اور اس طرح اپنا مقصد حاصل کر لے"۔ ـــــ مطلب یہی کہ تند مزاج شخص کی باتیں سن کر خاموش رہنا چاہیئے۔ اس طرح وہ خود ٹھنڈا پڑ جائے گا ف ۲۹۰ یعنی مخالف کو خوب تلخ ترش کہہ کر دل کی بھڑاس نکال لینے دے۔ ف ۲۹۱ مطلب یہ کہ جب تند مزاج شخص بول رہا ہو۔ بھڑک رہا ہو، تو چپ چاپ سن لینا چاہیئے۔ اس طرح وہ اپنے اصلی روپ میں سامنے آ جائے گا۔ کردار ظاہر ہو جائے گا۔

اس کے پاؤں پکڑ لے[۲۹۲]، اسے نقصان مت پہنچا[۲۹۳]

اس سے محتاط رہ، اسے نظر انداز مت کر[۲۹۴]

بے شک تو خدا کے منصوبوں کو نہیں جان سکتا۔

تو کل کے بارے میں نہیں جان سکتا۔[۲۹۵]

خدا کے بازوؤں میں بیٹھ جا

تیری خاموشی سے[۲۹۶] وہ کھل جائیں گے۔

باب ۲۳

افسر کی موجودگی میں کھانا مت کھا[۲۹۷]

نہ پہلے اپنے منہ میں (لقمہ) ڈال۔[۲۹۸]

---

[۲۹۲] یہاں پاؤں پکڑ لینا جچتا نہیں۔ خود مس لخت ہائیم اور خالکرنے بھی اسے ناموزوں اور ناقابل فہم قرار دیا ہے۔ شاید قدیم مصری کاتب سے غلطی سرزد ہوئی ہو۔ بہر حال ارمن وغیرہ نے یہاں مفہوم یہ لیا ہے کہ عزت آمیز سلوک سے بدمزاج مخالف کو بھی اپنا ہمدرد بنایا جا سکتا ہے۔ لینگ کے خیال میں کسی بھی اور مصری تحریر میں پاؤں پکڑ لینے کی اصطلاح نہیں آئی ہے۔ چنانچہ یہاں پاؤں پکڑ لینے کا مطلب ہے "پاؤں کو بوسہ دینا" ــــ اور پاؤں کو بوسہ دینے سے مراد عزت کرنے سے ہے۔ [۲۹۳] نقصان پہنچانے کی جگہ پریشان کرنا بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۲۹۴] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ــــ "اس سے ڈر" ــــ اس کے بارے میں غلط فہمی میں مت رہ" یعنی بدمزاج مخالف کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیئے، بے قدر خیال نہیں کرنا چاہیئے ــــ ایک اور ترجمہ اسی مصرعے کا یوں ہے۔ "اس کی تعظیم کر اور اس کے جذبات کا احترام کر" ــــ [۲۹۵] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ــــ "اور (تجھے) کل کے لئے رونا نہیں چاہیئے" مطلب یہ کہ چونکہ کل کے بارے میں علم نہیں کہ کیا ہوگا۔ اس لئے آنے والی کل کی فکر کر کے ہلکان نہیں ہو جانا چاہیئے۔ [۲۹۶] وہ، خدا کے بازو ــــ اس باب کے ان آخری دو فقروں کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو خود کو خدا کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ اس طرح خدا اسے سہارا دے گا۔ [۲۹۷] افسر: سرکاری افسر کی طرح معتقد اور معزز آدمی بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۲۹۸] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ــــ "نہ پہلے بول"

اگر تیرا پیٹ بھرا ہوا ہے تو چبانے کا بہانہ کر[۲۹۹]

اپنے لعاب پر اکتفا کر[۳۰۰]

اپنے آگے دھرے ہوئے پیالے کو دیکھ[۳۰۱]

اس سے اپنی ضروریات پوری کر۔

سرکاری افسر پانی نکالے جانے والے معمور کنوئیں کی طرح

اپنے عہدے پر اہم ہوتا ہے۔[۳۰۲]

باب ۲۴

(کمرے کے اندر) افسر کی باتیں اس لئے نہ سن[۳۰۳]

(کہ) باہر کسی دوسرے کے سامنے کہہ ڈالے[۳۰۴]

اپنی باتوں کو باہر نہ پھیلنے دے۔

اس طرح تیرے دل کو کوئی دکھ نہیں پہنچے گا۔

انسان کا دل خدا کا تحفہ ہوتا ہے[۳۰۵]

---

[۲۹۹] ، [۳۰۰] ان دو مصرعوں کا مفہوم یہ ہے کہ پیٹ بھرا (سیر) آدمی کسی خصوصاً افسر کے ساتھ کھانے کی میز پر بیٹھا ہوا ہو اور کھانے کو جی نہ چاہے تو آداب کا تقاضہ یہ ہے کہ اسے دوسرے کا ساتھ دینے کے لئے لقمہ چبانے کا بہانہ کرتے رہنا چاہیئے اور لقمے کی بجائے اپنا تھوک نگلتے رہنا چاہیئے۔ ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ ——۔ اگر تو جھوٹی باتوں سے مطمئن ہے —— (تو) اپنے تھوک سے خود ہی لطف اندوز ہو" —— [۳۰۱] بائبل کے مطابق:۔ —— جب تو حاکم کے ساتھ کھانے بیٹھے —— تو خوب غور کر کہ تیرے سامنے کون ہے۔ اگر تو کھاؤ ہے تو اپنے گلے پر چھری رکھ دے" —— (امثال ۲۳: ۱ و ۲) [۳۰۲] مطلب یہ کہ حاکم یا مقتدر آدمی فیض رساں ہوتا ہے اس کنوئیں کی طرح جس میں پانی کی فراوانی ہو اور جس سے پانی نکالا جاتا ہے۔ [۳۰۳] باتیں:۔ بری باتیں، سخت سست کلامی۔

[۳۰۴] اس باب (۲۴) میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ سرکاری حاکم یا افسر کے سیکرٹری کو اپنے حاکم کے معاملات راز میں رکھنا چاہئیں [۳۰۵] خدا کا تحفہ:۔ برٹش میوزیم میں موجود آمن ام اوپی کی تعلیمات پر مبنی پیپرس پر تحفہ کی بجائے 'ناک' کا لفظ آیا ہے۔ ناک کی جگہ بعض محققین نے 'چونچ' بھی لکھا ہے۔ تورین میں رکھی ہوئی تختی پر 'تحفہ' لکھا ہے۔

اسے نظر انداز کرنے سے گریز کر۔

جو آدمی (سرکاری) افسر کے ساتھ رہتا ہے

اس کا نام (کسی کو) معلوم نہیں ہونا چاہیئے۔

——— باب ۲۵ ———

اندھے کا مذاق مت اڑا۔[۳۰۶]

بونے کو مت ستا۔[۳۰۷]

نہ ہی لنگڑے کو پریشان کر۔[۳۰۸]

اس آدمی کا تمسخر مت اڑا جو خدا کے ہاتھوں میں ہے[۳۰۹]

اس کی غلطیوں پر اس سے ناراض مت ہو[۳۱۰]

انسان مٹی اور تنکا ہے۔

اور خدا اس کا خالق ہے۔

وہ (خدا) ہر روز تباہ کرتا ہے اور تعمیر کرتا ہے۔[۳۱۱]

ف ۳۰۶، ف ۳۰۷ برٹش میوزیم میں رکھے ہوئے متعلقہ پیپرس پر یہ دونوں مصرعے ایک ہی مصرعے کی صورت میں لکھے ہوئے ہیں مگر تورین میوزیم میں موجود تختی پر یہ دو مصرعوں کی صورت میں ہی تھے۔ بائبل میں اس باب (۲۵) میں پیش کردہ خیال یا تعلیم اس طرح آئی ہے ـــــ "جو مسکین پر ہنستا ہے وہ اس کے خالق کی اہانت کرتا ہے ـــــ جو اوروں کی مصیبت میں خوش ہوتا ہے بے سزا نہ چھوٹے گا" ـــــ (امثال ۱۷:۵) ف ۳۰۸ مطلب یہ کہ لنگڑے کی چال کی نقل کر کے اسے پریشان نہیں کرنا چاہیئے! ف ۳۰۹ "جو خدا کے ہاتھوں میں ہے" سے مخبوط الحواس، سوجھ بوجھ سے معذور یا پاگل شخص سے مراد ہے۔ اس باب میں اندھے اور مخبوط الحواس شخص کا مذاق نہ اڑانے اور بونے اور لنگڑے کو نہ ستانے اور پریشان نہ کرنے کی یہ تعلیم اس حقیقت کے پیش نظر بہت ہی اہم ہے کہ بحیرۂ روم کے بیشتر ملکوں میں جسمانی اور ذہنی لحاظ سے معذور لوگ دل لگی، تمسخر اور دشنام طرازی کا زمانۂ قدیم میں نشانۂ عام بنتے تھے۔ مصر میں بڑے لوگوں کا دل بہلانے کے لئے نوبہ (نوبیا) سے بونے درآمد کیے جاتے تھے ف ۳۱۰ مطلب کہ مخبوط الحواس شخص کی حرکات پر برہم نہیں ہونا چاہیئے ف ۳۱۱ یعنی خدا کی طرف سے تخلیق اور فنا کا سلسلہ ہر روز جاری رہتا ہے۔

جب وہ اپنی زندگی کی ساعت میں ہوتا ہے[۳۱۲]

(تو) اگر وہ چاہے تو ایک ہزار آدمی کو غریب کر دے[۳۱۳]

(اور) ایک ہزار آدمیوں کو سردار بنا دے۔[۳۱۴]

مغرب میں پہنچنے والا کس قدر خوش قسمت ہوتا ہے[۳۱۵]

جب وہ خدا کے ہاتھوں میں محفوظ ہوتا ہے۔

باب ۲۶

اپنے سے برتر کے ساتھ ملاقات کے لئے

شراب خانے میں مت بیٹھ

خواہ وہ نوجوان ہو (مگر) بڑے عہدے پر ہو۔[۳۱۶]

خواہ وہ اپنی پیدائش کے لحاظ سے بڑا ہو[۳۱۷]

بلکہ اپنے ہم سر سے دوستی کر

ص۳۱۲ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ یوں بھی ہے ـــــ "جب وہ خدا اپنی سرگرمی کے وقت ہوتا ہے" مراد غالباً یہ ہے کہ جب خدا انسانوں کی صورتحال اور زندگی کی تخلیق کرتا ہے۔ دولٹن نے اس حصے کی توضیح یوں کی ہے کہ سورج دیوتا ان دیوتاؤں کے ذریعے عمل کرتا ہے جنہیں زندگی کا ہر گوشہ تفویض کیا گیا تھا۔ ص۳۱۳، ص۳۱۴ ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ ـــــ "وہ اپنی مرضی سے ایک ہزار آدمیوں کو کم رتبہ بنا دیتا ہے ـــــ وہ ایک ہزار آدمیوں کو نگران بنا دیتا ہے" مطلب یہی ہے کہ مفلسی اور تونگری خدا ہی دیتا ہے۔ دنیاوی درجات میں کمی بیشی وہی کرتا ہے

ص۳۱۵ مطلب یہ کہ انسان تقدیر کے نشیب و فراز سے محض اس وقت چھٹکارا حاصل کرتا ہے جب وہ مرنے کے بعد مغربی سمت میں واقع دوسری دنیا میں چلا جائے اور خدا کی پناہ میں محفوظ ہو جائے۔ ارضی زندگی میں انسان جس بے چارگی میں مبتلا ہوتا ہے۔ اس سے صرف موت ہی چھٹکارا دلاتی ہے۔ ص۳۱۶، ص۳۱۷ ان مصرعوں کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے ـــــ "خواہ وہ اپنے مرتبے کے لحاظ سے اونچا ہو یا کم تر، ـــــ بوڑھا ہو یا نوجوان" ـــــ

را[319] مدد کرتا ہے گو وہ بہت دُور ہے[320]۔

جب تو اپنے سے کسی بلند مرتبت کو دیکھے

اس کے پیچھے ادب سے چل۔[321]

نشے میں دھت بوڑھے کو سہارا دے

اس کے (اپنے) بچوں کی طرح عزت کر۔[322]

مضبوط بازو ننگا ہو جانے سے کمزور نہیں پڑ جاتا

کمر جھکانے سے ٹوٹ نہیں جاتی۔[323]

میٹھے بول بولنے سے آدمی کو نقصان نہیں ہوتا[324]

نہ ہی ترش کلامی سے اسے فائدہ پہنچتا ہے۔[325]

دور تک دیکھ لینے والا ناخدا[326]

اپنی کشتی کو تباہ نہیں ہونے دے گا۔[327]

---

[319] را: سورج دیوتا۔ [320] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "را بہت دور اور اوپر محفوظ و مامون ہے" اس ترجمے کی روشنی میں زیرِ نظر اور اس سے پہلے مصرعے کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ انسان کو سماجی لحاظ سے بہت اونچا اٹھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ صرف سورج دیوتا "را" ہی دور اوپر آسمان میں بے خطر اور بے اندیشہ محفوظ و مامون ہے۔ انسان اونچا اٹھ کر محفوظ نہیں رہ سکتا۔ [321] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "اور خدام اس کے پیچھے چل رہے ہوں (اس کی) عزت کر۔" [322] مصری جب کسی کو سلام اور خوش آمدید کہتے تو اپنا ہاتھ پھیلا دیتے اس طرح ان کا بازو آستین سے باہر نکلنے سے ننگا ہو جاتا۔ چنانچہ اس مصرعے میں بازو ننگا ہو جانے سے مراد ہے بازو پورا پھیل جانا، اور کہا یہ گیا ہے کہ اگر کسی کی محبت یا احترام میں سلام کرنے یا خیر مقدم کے لئے اگر ہاتھ پھیلا دیا جائے تو وہ کمزور نہیں ہو جاتا۔ [323] یعنی احترام میں اگر کمر خم کر دی جائے تو وہ ٹوٹ نہیں جائے گی۔ [324]

[325] ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ: "شیریں کلام غریب شخص ——— تند کلام دولت مند سے بہتر ہے۔"

[326]، [327] دونوں مصرعوں کا مطلب غالباً یہ ہے کہ دور اندیش انسان کی زندگی کامیاب رہتی ہے۔

باب ۲۷

اپنے سے بڑے کے ساتھ بدکلامی نہ کر
کیونکہ اس نے سورج تجھ سے پہلے دیکھا ہے[۳۲۸]
وہ طلوع ہوتے ہوئے آتن[۳۲۹] سے تیری شکایت نہ کرے
یہ کہتے ہوئے (کہ) "ایک اور نوجوان نے ایک بوڑھے سے بدزبانی کی ہے"
جو نوجوان بزرگ سے بدکلامی کرتا ہے
پری[۳۳۰] اس سے بہت نفرت کرتا ہے۔
اس سے اس طرح مار کھا کہ تیرے ہاتھ سینے پر ہوں[۳۳۱]
اس کا بُرا بھلا سُن اور چپ رہ[۳۳۲]
پھر جب تو صبح اس کے سامنے آئے گا
وہ تجھے خوب کھانے کو دے گا۔
کتے کو روٹی مالک سے ملتی ہے[۳۳۳]
وہ (روٹی) دینے والے پر بھونکتا ہے۔

باب ۲۸

اگر تجھے کوئی بیوہ کھیتوں میں مل جائے تو اس پر جھپٹ مت[۳۳۴]

---

[۳۲۸] یعنی بزرگ آدمی نوجوان سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ [۳۲۹] آتن: سورج۔ قرص کا آفتاب [۳۳۰] پری: سورج دیوتا را کا ایک نام۔ [۳۳۱]، [۳۳۲] یعنی اگر کوئی بزرگ نوجوان کی پٹائی کرے اور سرزنش کرے تو نوجوان کو یہ سب سینے پر ہاتھ باندھے اور چپ چاپ برداشت کر لینا چاہیئے۔ [۳۳۳] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "جس کے پاس روٹی ہوتی ہے وہ کتا بن جاتا ہے"۔ [۳۳۴] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "اگر تو کھیت میں کسی بیوہ کو پکڑ لے تو اس کی تشہیر مت کر"۔ بہرحال مطلب ہے کہ کسی کو کوئی بیوہ اس کے کھیتوں میں اناج کی بالیاں توڑتی ہوئی مل جائے تو اس پر سختی نہیں کرنی چاہیئے، کوئی توجہ نہیں دینی چاہیئے اس کی اس حرکت کی تشہیر نہیں کرنی چاہیئے جواب طلبی کرتے اور اس کا جواب سُن کر مہربانی سے پیش آنا چاہیئے۔ عہدنامہ قدیم کے مطابق بھی غریبوں اور بیواؤں کا یہ حق تسلیم کیا جاتا تھا کہ وہ کھیتوں میں بالیاں توڑ کر اناج اپنے کام میں لا سکتی تھیں

اور اس کے جواب پر تحمل سے کام لے۔

کسی اجنبی کو اپنے تیل کا برتن دینے سے انکار مت کر
اپنے بھائیوں کے لئے اسے دو گنا کر دے۔ [۲۳۵]

خدا غریبوں کی عزت کرنے والے کو
امیروں کی عزت کرنے والے پر ترجیح دیتا ہے۔

باب ۲۹

اگر تیری کشتی میں جگہ ہو تو
تو لوگوں کو دریا پار جانے سے محروم نہ کر۔
اگر تجھے گہرے پانیوں میں چپو دیا جائے [۲۳۶]
تو اپنے بازو رحم کر دے اور اسے تھام لے۔ [۲۳۷]
[۲۳۸]
. . . .
تو یہ خدا کی نظروں میں جرم نہیں ہے۔
دریا پر اپنے لئے کشتی لے کر [۲۳۹]
اس کا کرایہ وصول کرنے کی کوشش مت کر۔ [۲۴۰]
مالدار سے کرایہ وصول کر
اور غریب کو مفت دریا کے پار لے جا۔

---

[۲۳۵] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ :- "ہو سکتا ہے کہ تیرے گھرانے کے لئے یہ دو گنا ہو جائے"۔ [۲۳۶] مطلب یہ کہ اگر گہرے اور تند پانی میں کسی مسافر سے چپو چلانے سے کہا جائے تو اسے یہ مدد کرنی چاہیئے [۲۳۸] یہ مصرعہ میرے لئے واضح نہیں اس میں ایک ایسا مصری لفظ آیا ہے جس کے بارے میں واضح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے معنی ملاح کے ہیں یا مسافر کے۔ [۲۳۹]، [۲۴۰] ان مصرعوں کا ایک اور ترجمہ :- "اگر تیرے پاس دریا میں گھاٹ کی کشتی ہے، تو سواریوں سے کرایہ (خود) مت لے بلکہ کشتی بان کو لینے دے"۔

باب ۳۰

ان تیس ابواب پر غور کر[۳۴۱]

یہ خوش آئند ہیں، یہ تعلیم دیتی ہیں[۳۴۲]

یہ سب کتابوں سے افضل ہیں،

نادان ان سے دانا بن جاتا ہے

اگر انہیں نادان کو پڑھ کر سُنایا جائے

تو وہ ان کے ذریعے پاک صاف ہو جائے گا[۳۴۳]

ان سے خود کو معمور کر لے[۳۴۴] انہیں اپنے دل میں رکھ لے[۳۴۵]

اور ایسا آدمی بن جا جو اس کی تشریح کرے

جو معلم کی حیثیت سے انہیں بیان کرے[۳۴۶]

جو منشی اپنے کارِ منصبی میں ماہر ہو

وہ درباری بننے کے قابل ہو گا۔

۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۶ بائبل کے مطابق: — "دیکھ میں نے تیرے لئے مشورت اور علم کی تیس باتیں لکھیں۔ کہ سچائی اور قابلِ اعتبار باتیں تجھے بتاؤں تاکہ تو اپنے پوچھنے والوں کو اچھا جواب دے سکے"۔ — (امثال ۲۲: ۲۰، ۲۱ کیتھولک نسخہ) — "کیا میں نے تیرے لئے مشورت اور علم کی لطیف باتیں اس لئے نہیں لکھی ہیں کہ سچائی کی باتوں کی حقیقت تجھ پر ظاہر کر دوں تاکہ تو سچی باتیں حاصل کرکے اپنے بھیجنے والوں کے پاس جائے" (امثال ۲۲: ۲۰، ۲۱، پروٹسٹنٹ نسخہ) — ۳۴۲ اس مصرعے میں خوش آئند کی جگہ "حسین" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ مصرعے کا ایک اور ترجمہ — "ان سے آگہی حاصل ہوتی ہے" ان سے علم حاصل ہوتا ہے"

۳۴۳ پاک صاف: گناہوں سے پاک صاف۔ ۳۴۴ "معمور کر لے": — "تھام لے" بھی ترجمہ کیا گیا ہے

۳۴۵ "دل میں رکھ": — یعنی ذہن نشین کر لے۔

— ترقیمہ —

یہ (کتاب) اپنے اختتام کو پہنچی

دیوتا کے باپ[۳۴۷]، پامیو[۳۴۸] کے بیٹے سنو نے رقم کیا۔[۳۴۹]

---

۳۴۷ "دیوتا کا باپ"؛ مصری نظام پاپائیت میں ایک اہم عہدہ۔ شاید ہم مقدس باپ بھی کہہ سکتے ہیں

۳۴۸ پامیو؛ ان تعلیمات کے کاتب سنو (شنو) کے باپ پامیو کا نام پمو بھی لکھا جا سکتا ہے۔

۳۴۹ آمن ام اوپی کی یہ تعلیمات لندن میوزیم میں رکھے ہوئے اہم اور مکمل پیپرس پر جس منشی نے لکھیں، اس کا نام سنو یا شنو تھا۔ اس نے یہ تعلیمات یا تو براہ راست اس پیپرس سے نقل کر کے لکھیں جو آمن ام اوپی نے خود لکھا یا کسی منشی سے لکھوایا تھا یا پھر سنو نے ان تعلیمات پر مبنی کسی ایسی نقل سے نقل کیں جو اصل نوشتے کی نقل تھی۔

آنخ شِشَونقی کی تعلیمات

تخلیقی قدامت ۲۵۰۰ برس؟
تحریری قدامت۔ تقریباً ۲۱۰۰ برس

آنخ شِشَونقی (آنخ شِشَونق) نامی قدیم مصری دانشور کی تعلیمات جس پیپرس (۱۰۵۰۸) پر لکھی ہوئی ہیں۔ وہ برٹش میوزیم لندن نے ۱۸۹۶ء میں خریدا تھا۔ اس پیپرس کے اٹھائیس کالم یا صفحات ہیں۔ پہلے اور دوسرے صفحے کا خاصا حصہ ضائع ہو چکا ہے۔ چوبیسویں صفحے سے لے کر آخری صفحے تک اس میں سوراخ ہو چکے ہیں۔ چونکہ پیپرس کی سطح بڑی حد تک مٹادی گئی تھی اس لئے بہت سی سطور ناقابلِ فہم ہو کر رہ گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اوپر والا کنارہ پیپرس کی پوری لمبائی تک ضائع ہو چکا ہے۔ اس لئے سب کی سب ابتدائی سطور اب باقی نہیں رہیں۔

قدامت

آنخ شِشَونقی کی تعلیمات پر مبنی پیپرس کا طرزِ تحریر مصر پر یونانی نژاد حکمران بطلیموسی (PTOLEMAIC) خاندان (۳۲۳/۳۰ ق م) کے آخری عہد کا ہے۔ گویا یہ "تعلیمات" موجودہ پیپرس پر آج سے کوئی دو ہزار ایک سو (۲۱۰۰) برس قبل رقم کی گئی ہوں گی۔ ویسے تخلیقی لحاظ سے یہ تصنیف زیادہ پرانی ہو سکتی ہے۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ آنخ شِشَونقی کی تعلیمات آج سے تقریباً اڑھائی ہزار (۲۵۰۰) برس پہلے لکھی گئی تھیں اس طرح موجودہ موجودہ نوشتہ ان تعلیمات پر مبنی کسی قدیم تر نسخے سے نقل کیا گیا ہوگا۔ بہر حال ماہرین اس کی تخلیقی قدامت کے بارے میں حتمی طور پر کچھ طے نہیں کر پائے ہیں۔

آنخ شِشَونقی آفتاب پرستی کے عظیم مذہبی مرکز اونو (ہیلیو پولس) شہر کے مندر میں مذہبی رہنما کی حیثیت سے زندگی گذار رہا تھا۔ تصنیف کے ابتدائی حصے یا تعارف کے مطابق وہ حَرسی اَسی نامی اپنے بچپن کے ایک ساتھی سے ملنے مَن نُوفَر (ممفس) شہر پہنچا۔ حَرسی اَسی کو حال ہی میں شاہی طبیب اعلیٰ کے منصب پر

فائز کیا گیا تھا۔ آنخ شِشونقی ایک ذاتی معاملے میں اپنے دوست حُرسی اُسی کے تعاون کا خواہاں تھا۔ حُرسی اُسی نے اسے خاصی مدت تک کے لئے اپنے ساتھ قیام کرنے کی دعوت دی، اور پھر اس نے آنخ شِشونقی کو اعتماد میں لیتے ہوئے بتایا کہ وہ اور کچھ دوسرے درباری فرعون کو قتل کرنیکا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ آنخ شِشونقی نے اپنے دوست حُرسی اُسی کو اس سازش سے باز رکھنے کی ناکام کوشش کی۔ ان دونوں کی گفتگو ایک خادم نے سُن لی اور پھر فرعون کو اس سازش سے آگاہ کر دیا۔ حُرسی اُسی اور دوسرے سازشیوں کو ہلاک کر دیا گیا اور آنخ شِشونقی کو اس پاداش میں سزائے قید ملی کہ اس نے فرعون کو اس سازش سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ قید خانے میں اداس اور ناتواں آنخ شِشونقی نے اپنے چھوٹے بیٹے کے لئے ٹھیکیریوں پر حکیمانہ تعلیمات لکھیں۔

دیماطیقی

اس حکیمانہ تخلیق کا رسم الخط اور زبان دیماطیقی (دیموطیقی) (DEMOTIC) ہے۔ "دیماطیقی" وہ اصطلاح ہے۔ جو پہلے پہل عظیم یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس ($\frac{۴۸۰}{۴۲۵}$ ق۔م) نے اپنی تصنیف "ہسٹریز" (II، ۳۶) میں تحریری طور پر استعمال کی تھی۔ آنخ شِشونقی کی اس تصنیف کو دوسری ادبی تخلیقات کے ساتھ دیماطیقی ادب میں شامل کیا گیا ہے۔ "دیموطیقی" وہ رسم الخط تھا جو متاخر ہیراطیقی (LATE-HIERATIC) رسم الخط کی ارتقاء یافتہ صورت تھا۔ اور دیموطیقی زبان وہ تھی جو ڈیلٹا (شمالی مصر) کے علاقے میں بولی جاتی تھی۔ اور عام لوگوں کی زبان تھی۔ دیموطیقی رسم الخط سب سے پہلے فراعنہ کے چھبیسویں خاندان ($\frac{۶۶۳}{۵۲۵}$ ق۔م) کے دورِ حکومت میں یعنی ساتویں صدی قبل مسیح کے وسط میں استعمال کیا گیا تھا۔ چھبیسویں خاندان کے دارالحکومت "سائس" (سیئس) تھا۔ اور اسی کی نسبت سے یہ دور علمی اصطلاح میں "سیئسٹ دور" (SAIT PERIOD) ($\frac{۶۶۳}{۵۲۵}$ ق۔م) کہلاتا ہے۔ اس دور میں کہانیاں اور حکیمانہ تعلیمات خوب پھولی پھلیں۔

حکیمانہ تعلیمات پر مشتمل ایک اور اہم پیپرس ملا ہے جسے "انسنگر پیپرس"

(INSINGER PAPYRUS) کا نام دیا گیا ہے۔ یہ بھی دیماطیقی ادب سے تعلق رکھتا ہے ابتدائی حصہ ضائع ہو جانے کے سبب ان تعلیمات کے خالق دانشور کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ آنخ ششونقی اور انسنگر پیپرس پر رقم تعلیمات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دیموطیقی دور کی حکیمانہ تعلیمات اپنی پیشتر و تعلیمات سے کئی لحاظ سے مختلف ہیں۔ اور آنخ ششونقی کی یہ تصنیف اپنے ابتدائیے یا تعارف کے بعد کے مندرجات میں اسی موضوع کی سابقہ مصری تخلیقات سے خاصی مختلف نظر آتی ہے۔

سابقہ مصری حکیمانہ تعلیمات تو مربوط فقروں کے مجموعوں پر مبنی ہوتی تھیں اور متعدد مسلسل و مربوط فقروں کو انہی ٹکڑوں یا مجموں میں زندگی کے متنوع پہلوؤں انسانی کردار خصوصیات اور صورت حال کا ذکر کر کے اخلاقی تعلیم دی جاتی تھی۔ گویا ان سابقہ حکیمانہ تعلیمات میں فقروں کا مربوط سلسلہ ملتا ہے اور انداز خطیبانہ ہے۔ مگر دیماطیقی یعنی آنخ ششونقی اور انسنگر پیپرس پر لکھی ہوئی حکیمانہ تخلیقات میں یہ بات نہیں ہے۔ یہ تصانیف خود مکتفی یا اپنی جگہ پر بالکل مکمل ایک ایک فقروں پر مبنی ہے۔ اور انداز سادہ نثر کا ہے۔ ہر فقرہ ایک ایک سطر میں لکھا گیا ہے۔ اس طرح ہر فقرہ قواعد کی رُو سے اپنی جگہ مکمل ہے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ دیماطیقی (دیموطیقی) حکیمانہ تصانیف (آنخ ششونقی اور انسنگر پیپرس وغیرہ) میں ایک ہی موضوع متعدد مسلسل و مربوط جملوں میں نبھایا گیا ہو پیش کیا گیا ہو تاہم اس سے سو فیصد انحراف بھی نہیں کیا گیا۔ کہیں کہیں متعدد مسلسل فقروں میں ایک ہی موضوع بھی لیا گیا ہے۔ مگر دیموطیقی ادب میں کوئی ایک بھی حکیمانہ تصنیف ایسی نہیں کہ پوری تصنیف میں ہی یہ اصول برتا گیا ہو۔ بلکہ اس بات کی شعوری کوئی کوشش نہیں کی گئی کہ مکمل تصنیف میں ایک ہی موضوع سے متعلق تمام فقروں کو ایک ہی سلسلے میں مربوط کر دیا جائے۔ بہر حال کوئی دیماطیقی حکیمانہ تخلیق اپنی مجموعی نوعیت کے اعتبار سے بہت ہی مختلف خاصہ کا مجموعہ بھی ہو سکتی ہے اس سلسلے میں آنخ ششونقی کی زیر نظر تخلیق کی مثال دی جا

سکتی ہے۔

خصوصیت

مصریوں کی سابقہ حکیمانہ تصانیف کی طرح آنخ ششونقی کی اس حکیمانہ تصنیف کا ابتدائی حصہ بیانیہ ہے اور یہ خاصہ طویل بھی ہے۔ اپنے ابتدایئے میں آنخ ششونقی نے وہ حالات بیان کئے ہیں جن کی وجہ سے جن میں رہتے ہوئے اس نے اپنی یہ تصنیف تخلیق و تحریر کی۔ علاوہ بریں سابقہ حکیمانہ تصانیف کی طرح آنخ ششونقی کا یہ ابتدائیہ اپنی ساخت کے اعتبار سے ادبی بھی ہے اور شاید فرضی بھی۔ تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں اس نے اپنی اس تصنیف کے ابتدائی یا تعارفی حصے کو حقیقت کا رنگ دینے کی پوری پوری کوشش کی تھی۔ اور وہ یوں کہ اس نے اپنی اس تصنیف کا پس منظر حقیقت کے طور پر یہ بتایا کہ فرعون کو قتل کرنے کی ناکام سازش کی گئی۔ اور اسے اس سازش سے فرعون کو باخبر نہ کرنے کی پاداش میں قید کر دیا گیا۔

آنخ ششونقی کی ان تعلیمات کی خصوصیت اس کا نظریۂ عملیت اور قدرے ظرافت یا مزاح کا امتزاج ہے۔ اخلاقیات ان میں ہے تو سہی مگر بہت ہی دب کر رہ گئی ہے۔ افادیت یا مادیت پسندی۔ اخلاقیات کی نسبت بہت ہی نمایاں ہے اتنی کہ نصب العین بن کر سامنے آتی ہے۔ افادیت پسندی کا رجحان اتنا گہرا ہے کہ بعض اوقات تو اخلاقی اصولوں کی جگہ مصلحت پسندی لیتی ہے۔ گویا آنخ ششونقی کی یہ تعلیمات عملی قسم کی نصیحتوں پر مبنی ہیں۔ پی۔ والکاٹ (P-WALCOT) نے آنخ ششونقی کی تعلیمات اور ہیسیاڈ (HESIOD) کی منظوم حکیمانہ تصنیف "WORKS AND DAYS" میں قابل ذکر مشابہت تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مس لشتہائیم کے نزدیک والکاٹ کی یہ کوشش کامیاب قرار نہیں دی جاسکتی اور اس کے دلائل قائل کرنے والے نہیں ہیں۔[۱] ہومر (HOMER) کے بعد ہیسیاڈ (تقریباً ۷۰۰ ق م) سب سے پہلا معلوم قدیم یونانی

۱۔ "ANCIENT EGYPTIAN LITERATURE VOL-III P 160"

شاعر ہے۔ اس کی تصنیف "WORKS AND DAYS" میں اخلاقی اقوال اور عملیت یعنی افادیت پسندی کی تعلیم دی گئی۔

شِشونقی کی تصنیف میں اقوال یا تو حکم کی صورت میں بیان کئے گئے ہیں یا پھر عمومی مشاہدے کی شکل میں۔ اور ہو سکتا ہے کہ متعدد خصوصاً مشاہدے پر مبنی اقوال ضرب الامثال ہوں۔ لیکن ضرب الامثال ہونے کی بات اس وقت یقین سے کہی جا سکتی تھی جب اسی قسم کے قول آنخ شِشونقی کی ان تعلیمات میں ایک سے زائد بار ملتے یا پھر یہ دوسری تصانیف میں پائے جاتے۔ ان تعلیمات میں آنخ۔ شِشونقی اپنے بیٹے کے پردے میں ہر شخص خصوصاً اوسط درجے کے عام آدمی سے مخاطب ہے۔ ان تعلیمات کے سلسلے میں ایک بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ انہیں اردو میں منتقل کرتے وقت میں نے صرف مس لِشت ہائیم کی تصانیف کو پیش نظر رکھا ہے۔ باقی ذرائع سے بالکل برائے نام رجوع کیا ہے۔

آنخ ششو نقی کی تعلیمات

تخلیقی قدامت:۔ ۲۵۰۰ ؟

تحریری قدامت:۔ ۲۱۰۰ برس

[1] ... فرعون نے اس[2] سے بہت سی باتیں پوچھیں اور اس نے ان سب کا جواب دیا۔ طبیب اعلیٰ کا...... اور طبیب اعلیٰ اس بارے میں راموسی کے بیٹے حُرسی اُسی سے مشورہ کیے بغیر کچھ نہیں کرتا تھا۔ کچھ دن بعد یوں ہوا کہ طبیب اعلیٰ اپنے اجداد کے پاس چلا گیا۔[3] راموسی کے بیٹے حُرسیَ اسی کو طبیب اعلیٰ بنا دیا گیا اور اسے طبیب اعلیٰ کی ہر چیز دے دی گئی اور اس کے بھائیوں کو کوئی نیس لئے بغیر پروہت بنا دیا گیا۔ اور فرعون اس بارے میں راموسی کے بیٹے حُرسیَ اسی سے صلاح کئے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتا تھا۔

اس کے بعد ایک دن یوں ہوا کہ تنجا انُوفی کا بیٹا آنخ ششو نقی سخت مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ اس نے یہ کہتے ہوئے اپنے آپ سوچا ——— " مجھے کرنا یہ چاہئے کہ مَیں

---

[1] یہاں سے تعلیمات شروع ہوتی ہیں۔ [2] اس سے :۔ سابقہ طبیب اعلیٰ سے؟۔ [3] یعنی طبیب اعلیٰ وفات پا یا۔

نوفر (ممفس شہر) جاؤں اور راموسی کے بیٹے حرسی اسی کے پاس قیام کروں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ اسے طبیب اعلیٰ بنا دیا گیا ہے اور (سابق) طبیب اعلیٰ کی ہر چیز اسے دے دی گئی ہے، اور اس کے بھائیوں کو فیس لئے بغیر پروہت بنا دیا گیا ہے۔ شاید دیوتا اس کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ وہ میرے لئے صحیح کام کرے"۔

وہ ادنو (ہیلیوپولس) سے روانہ ہو گیا اور دھرتی پر کسی بھی شخص کو اپنے جانے کے بارے میں نہیں بتایا۔ اسے ایک جہاز ملا ..... جارہا تھا ..... من نوفر (ممفس) میں یہاں میرے پاس قیام کر ..... مہینے میں تین مرتبہ اپنے لوگوں ..... نجا انوفی کا بیٹا آنخ شیشونقی، راموسی کے بیٹے حرسی اسی کے پاس قیام پذیر ہو گیا۔[۳] اور وہ مہینے میں تین مرتبہ اپنے لوگوں کے پاس ادنو (ہیلیوپولس) ....

ایک شیطانی کام کے بارے میں مشورہ ......[۵] راموسی کے بیٹے حرسی اسی طبیب اعلیٰ نے اس کے بارے میں نجا انوفی کے بیٹے آنخ شیشونقی سے ..... مشورہ کیا۔ تب نجا انوفی کے بیٹے آنخ شیشونقی نے اس سے کہا ..... دیوتا کرے تیری زندگی پھلے پھولے! فرعون پری[۶] کا منشی ہے! ..... فرعون کی بدقسمتی کا خواہاں[۷]..... ؟ فرعون نے محل[۸] کے تمام درباریوں سے زیادہ تجھے بہت سارا فائدہ پہنچایا ہے، تجھے محل[۹] میں

---

[۳] ان ضائع شدہ ادھوری سطور سے معلوم ہوتا ہے کہ آنخ شیشونقی من نوفر (ممفس) میں اپنے دوست حرسی اسی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اسے اپنے پاس طویل قیام کی دعوت دی اور کہا کہ آنخ شیشونقی مہینے میں تین مرتبہ ادنو (ہیلیوپولیس) جا کر اپنے بچوں کو دیکھ آیا کرے۔ [۵] شیطانی کام یعنی فرعون کے خلاف کے سازش کے صلاح مشورے کا ذکر ہے۔ یہاں ضائع شدہ عبارت میں یہ بتایا گیا ہوگا کہ آنخ شیشونقی کو اس سازش کا پتہ کیسے چلا اور وہ کس طرح اس میں ملوث ہو گیا۔ [۶] پری: سورج دیوتا را کا ایک نام۔ [۷] اس ادھورے فقرے کو اگر ہم یوں مکمل کر دیں کہ ـــــ تو کیسے فرعون کی بدقسمتی کا خواہاں ہو سکتا ہے؟ ـــــ تو شاید کچھ ایسا غلط نہ ہو۔ [۸،۹] محل، دربار شاہی سے مراد ہے۔

اس وقت لایا گیا جب تو دنیا میں بالکل تہی دامن تھا اس نے تجھے طبیبِ اعلیٰ کا مرتبہ دیا۔ اس نے طبیبِ اعلیٰ کی ہر چیز تجھے دے دینے کی اجازت دی۔ اس نے تیرے بھائیوں کو بغیر فیس لئے یہ دہشت بنوایا۔ اس کا بدلہ تو اسے قتل کر کے دے رہا ہے؟" اس (حُرسی اسی) نے کہا "میرے پاس سے چلا جا تجا انوفی کے بیٹے آنخ شِشنو نقی۔ جو باتیں تو نے کہی ہیں ..... مشیر، سالار، فوجی اور محل کے سرکردہ لوگ یہ کرنے پر متفق ہیں۔[10]

اب ایسا ہوا کہ راموسی کا بیٹا (طبیبِ اعلیٰ) حُرسی اسی، تجا انوفی کے بیٹے آنخ شِشنو نقی سے جو کچھ کہہ رہا تھا اور جو کچھ آنخ شِشنو نقی نے اس سے کہا کہ وہ سب تیاح ارتامیس کے بیٹے وحب رامخی نے سن لیا، وہ گھریلو ملازم تھا۔ اس رات فرعون کے نجی کمرے[11] کے باہر ڈیوڑھی میں سونے کی باری اسی شخص (وحب رامخی) کی باری تھی۔ جب رات ہوئی تو وہ فرعون کے نجی کمرے کے باہر ڈیوڑھی میں لیٹ گیا۔ رات کے آٹھویں آٹھویں گھنٹے میں فرعون جاگ گیا۔ اس نے منہ سے کپڑا ہٹایا اور یہ کہتے ہوئے پوچھا "باہر کون ہے؟"۔ تیاح ارتامیس کے بیٹے وحب رامخی نے جواب دیا۔ فرعون نے اسے کہا۔ "افسوس ..... پری[12] اور دیوتاؤں کے ہاتھوں افسوس ..... جب وہ کہہ چکا ..... اس (فرعون) نے کہا ــــ "کیا مجھے بچا لیا جائے گا، کیا مجھے بچا لیا جائے گا، پتاح ارتامیس کے بیٹے وحب رامخی کیا مجھے بچا لیا جائے گا؟" اس (وحب رامخی) نے کہا ــــ "پری اور اس ساتھی دیوتا تجھے بچا لیں گے اور ماں،[13] عظیم دیوی نیت[14] ساری دنیا کے

---

[10] یعنی فرعون کو قتل کرنے پر متفق ہیں۔ [11] نجی کمرہ: خواب گاہ [12] پری: سورج دیوتا را، کا ایک نام [13] ماں: نیت دیوی کو "ماں" کہا گیا ہے۔ [14] جنوبی مصر کے شاہی تاج (سرخ تاج) کی دیوی، وہ تخلیق کی لاجنس دیوی تھی۔ سورج کی ماں تھی۔ اولین بے تنظم پانی تھی، جس سے ہر جاندار چیز پیدا ہوئی شیاطین سے لڑنے والی تیر انداز دیوی تھی۔ نیند کی محافظ، باندگی کی موجد، دنفیات اور خوشبوئیں ملنے کی دیوی تھی مرنے والوں کے تابوتوں اور ڈھکن دار مرتبانوں کی نگرانی کرنیوالے چار محافظ معبودوں میں سے تھی۔

لوگوں کو فرعون کے پیروں تلے ڈال دے گی۔" اس نے رَاموسی کے بیٹے حُرسی اُسی کو نجا اِنوفی کے بیٹے آنخ شِشونقی سے اور آنخ شِشونقی کو اس سے کہتے ہوئے جو کچھ سُنا تھا، ایک لفظ بھی تبدیل کئے بغیر وہ سب فرعون کے گوش گذار کر دیا۔ فرعون صبح تک سو نہیں سکا۔

جب اگلے دن کی صبح ہوئی۔ فرعون نوفر (دارالحکومت ممفس) میں قصرِ شاہی کے ایوان میں اپنی نشست پر متمکن ہوا۔ افسر اپنی جگہ پر اور جرنیل اپنے اپنے منصبوں پر موجود تھے۔ فرعون نے راموسی کے بیٹے حُرسی اُسی کی نشست کی جانب دیکھا۔ فرعون نے اسے کہا ــــ "راموسی کے بیٹے حُرسی اُسی تجھے جب محل میں لایا گیا تو تُو دنیا میں بالکل تہی دست تھا۔ میں نے تجھے طبیبِ اعلیٰ مقرر کیا، اور (سابق) طبیبِ اعلیٰ کی ساری چیزیں تجھے دلوائیں۔ اور میں نے بغیر کسی فیس کے تیرے بھائیوں کو پروہت مقرر کیا۔ مجھے قتل کرنے کی سازش کر کے تو نے کیا کیا ہے؟

اس نے فرعون سے کہا ــــ میرے عظیم آقا! جس دن پرِی نے میرے لیے اچھی بات کا حکم دیا، اس نے فرعون کی خوش بختی میرے دل میں ڈال دی۔ جس دن پری نے مجھے نقصان پہنچانے کا حکم دیا۔ اس نے فرعون کی مصیبت میرے دل میں ڈال دی"ــــ فرعون نے اس سے کہا ــــ "جو باتیں ہمیں بتائی گئی ہیں کیا وہ تو نے کسی اور شخص سے بھی کی تھیں"ــــ اس نے کہا میں نے پرِی کے ایک پروہت، نجا اِنوفی کے بیٹے آنخ شِشونقی سے یہ باتیں کی تھیں۔ وہ یہاں مَن نوفر (ممفس) میں میرے پاس ہے"

فرعون نے اس سے کہا ــــ "نجا اِنوفی کا بیٹا آنخ شِشونقی تیرا کیا لگتا ہے؟"ــــ اس (حُرسی اُسی) نے کہا ــــ "اس کا باپ میرے باپ کا دوست تھا اس کا دل اس سے بہت (ملا ہوا) تھا"ــــ

فرعون نے کہا "نجا اِنوفی کے بیٹے آنخ شِشونقی کو لایا جائے"ــــ

وہ (کارندے) شُجا اِنُوفی کے آنخ شِشو نقی کو لانے دوڑے۔ وہ دوڑے اور اسے لے کر فوراً فرعون کے حضور پہنچے۔

فرعون نے اس سے کہا ــــ "شُجا اِنُوفی نے بیٹے آنخ شِشو نقی، تو نے میری روٹی کھائی اور میرے خلاف شیطانی (باتیں سنیں) لیکن تو نے مجھے یہ کہتے ہوئے مطلع نہیں کیا کہ ــــ "وہ تیرے خلاف تجھے قتل کرنے کی سازش کر رہے ہیں" [۱۵]۔

"اس کا بدلہ تو اسے قتل کرا کے دے رہا ہے [۱۶]، میرے عظیم آقا! تیرے چہرے کی قسم میں جو کچھ کر سکتا تھا (اسے باز رکھنے کے لئے) کیا، لیکن اس نے مجھے کوئی (مثبت) جواب نہیں دیا۔ میں جانتا تھا کہ یہ معاملات فرعون سے پوشیدہ نہیں رہیں گے"۔

جب وہ آنخ شِشو نقی یہ کہہ چکا تو فرعون نے محل کے دروازے کے سامنے مٹی کی ایک قربان گاہ بنانے کا حکم دیا اور راموسی کے بیٹے حُرسی اسی اور فرعون کے خلاف سازش میں شریک ہر شخص کو آگ میں جلا ڈالنے کا حکم دیا۔ فرعون نے شجا انوفی کے بیٹے آنخ شِشو نقی کو ڈفنائی [۱۷] کے قید خانے کی کوٹھری میں لے جانے کا حکم دیا۔ ایک ذاتی ملازم، ایک عصا بردار اور فرعون کے محل کا ایک شخص اس کی (خدمت) کے لئے مامور کر دیا گیا، اور اس کا کھانا ہر روز مصر شاہی سے پہنچایا جاتا تھا۔

اس کے بعد فرعون کی تاجپوشی کا دن آیا۔ فرعون نے آنخ شِشو نقی کے سوا ڈفنائی کے قید خانے کے ہر شخص (قیدی) کی رہائی کا حکم دیا [۱۸]۔ اس بات سے اس (آنخ شِشو

---

[۱۵] آنخ شِشو نقی نے جواب میں فرعون سے جو کچھ کہا اس کے کئی فقرے یہاں ضائع ہو چکے ہیں البتہ آگے کچھ فقرے محفوظ رہ گئے ہیں۔ [۱۶] یہ فقرہ وہی ہے جو آنخ شِشو نقی نے حُرسی اسی کو فرعون کے قتل کی سازش سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے ادا کیا تھا۔ یہاں یہ فقرہ فرعون کے حضور اپنی وکالت کرتے ہوئے دہرایا ہے کہ اس نے حُرسی اسی سے کیا کچھ کہا تھا۔ [۱۷] ڈفنائی، ایک مقام کا نام۔ [۱۸] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جشنِ تاجپوشی کے موقع پر فرعون قیدیوں کو رہا بھی کر دیا کرتے تھے۔

نقی) کا دل اداس ہوگیا۔ اس نے اپنے لئے مامور عصا بردار سے کہا مجھ پر ایک مہربانی کر۔ میرے لئے قلمدان اور قرطاس[19] فراہم کر دے۔ کیونکہ میرا ایک بیٹا ہے۔ میں اُسے ابھی تک (حکیمانہ) تعلیم نہیں دے پایا ہوں۔ میں اس کے لئے "تعلیمات" قلم بند کروں گا۔ اس کی تربیت کے لئے یہ اونو (ہیلیو پولس) پہنچا دینا۔ عصا بردار نے کہا" اس بات کی اطلاع میں پہلے فرعون کو دوں گا!" فرعون نے یہ کہتے ہوئے حکم دیا۔" اس کو قلم دان فراہم کر دیا جائے (لکھنے کے لئے) قرطاس نہ دیا جائے۔" انہوں نے اسے قلم دان دے دیا، انہوں نے اسے قرطاس نہیں دیا۔ وہ آنخ شِشونقی تحریر کے ذریعے اپنے بیٹے کو جو کچھ کہنا سکتا وہ اس نے مرتبانوں کی ٹھیکریوں پر لکھا۔

(حکیمانہ) تعلیمات یہ ہیں جو مقدس[20] باپ آنخ شِشونقی، جس کی ماں ...... تھی، نے اپنے بیٹے کے لئے ان مرتبانوں کی ٹھیکریوں پر لکھیں جن میں اس کے لئے شراب (اس وقت) لائی گئی تھی جب وہ ڈفائی کی جیل کے گھر میں قید تھا۔ اس نے کہا۔

میرے عظیم آقا پرِی[21]! ایذا رسانی اور مصیبت۔ کسی آدمی کو قتل نہ کرنے پر بھی مجھے قید اور ایذا پہنچائی جارہی ہے۔ یہ سب تیرے لئے قابلِ نفرت ہے، میرے آقا پرِی! کیا یہ ایسا نہیں[22] ہے کہ پرِی کسی سرزمین سے کیسے خفا ہوتا ہے؟ یہ ٹھیکریاں پانے والے لوگو مجھ سے سنو کہ پرِی کسی ملک سے کس طرح خفا ہوتا ہے[23]۔

(جب پرِی) کسی ملک سے (خفا ہو جائے) تو وہ ...... کرتا ہے۔

(جب) پرِی کسی ملک سے خفا ہو جائے تو وہاں کا حکمران قانون کو نظر انداز کر دیتا ہے۔

جب پرِی کسی ملک سے خفا ہو جائے تو وہاں قانون کو ختم کر دیتا ہے۔

ص[19] قرطاس: لکھنے کا پیپرس۔ ص[20] مقدس باپ: پروہت خصوصاً اونچے درجے کے مذہبی رہنما کو مقدس باپ بھی کہا جاتا تھا۔ ص[21] پرِی: سورج دیوتا (را) کا ایک نام۔ ص[22] یعنی کیا اسے یہ پتہ نہیں چلا۔ ص[23] یعنی جب کسی ملک سے سورج دیوتا پرِی (را) خفا ہو جائے تو کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

جب پری کسی سے خفا ہو جائے تو وہاں تقدس[24] ختم کر دیتا ہے۔
جب پری کسی ملک سے خفا ہو جائے تو وہ وہاں انصاف ختم کر دیتا ہے۔
جب پری کسی ملک سے خفا ہو جائے تو وہ وہاں قیمت[25] گھٹا دیتا ہے۔
جب پری کسی ملک سے خفا ہو جائے تو وہ وہاں کسی کو قابلِ اعتماد نہیں رہنے دیتا۔
جب پری کسی ملک سے خفا ہو جائے تو وہ وہاں کسی کو تاوان وصول نہیں کرنے دیتا۔
جب پری کسی ملک سے خفا ہو جائے تو وہ وہاں ادنیٰ لوگوں کو اعلیٰ اور اعلیٰ لوگوں کو ادنیٰ بنا دیتا ہے۔
جب پری کسی ملک سے خفا ہو جائے تو وہ وہاں بے وقوفوں کو داناؤں پر غالب کر دیتا ہے،
جب پری کسی ملک سے خفا ہو جائے تو وہ وہاں کے حکمران کو لوگوں سے زیادتی کرنے کا حکم دیتا ہے۔
جب پری کسی ملک سے خفا ہو جائے تو وہاں کے منشی کو حکمرانی دے دیتا ہے
جب پری کسی ملک سے خفا ہو جائے تو وہاں کے دھوبی کو پولیس کا سربراہ بنا دیتا ہے۔

یہاں وہ باتیں لکھی جا رہی ہیں، جو ننجا انوفی کے بیٹے آنخ شِشونقی نے اپنے بیٹے کو تعلیم دینے کے لئے ان مرتبانوں ٹھیکریوں پر لکھیں جن میں اس کے لئے شراب لائی جاتی تھی، اور جو بریۃ زفرعون اور اس کے امراء کے سامنے پیش کی جاتی تھیں۔ ننجا انوفی کے بیٹے آنخ شِشونقی کو چونکہ انہوں نے رہا نہیں کیا تھا۔ اس لئے اسے اس بات کا احساس تھا کہ اُسے قید ہی میں پڑے رہنا ہے اور اس نے مرتبانوں کی ٹھیکریوں پر وہ معاملات لکھے جو وہ اپنے بیٹے کو تحریر کے ذریعے سکھا سکتا تھا۔

---

[24] تقدس:۔ پروہتائیت (پاپائیت) سے مراد ہے۔ [25] قیمت:۔ یہ ترجمہ سو فیصد موزوں تو نہیں ہے تاہم لشت ہائیم نے کسی چیز کی قیمت کے معنوں میں ہی اسے لیا ہے۔

اپنے دیوتا کی خدمت کر تاکہ وہ تیری حفاظت کرے۔[۲۶د]

اپنے بھائیوں کی خدمت کر تاکہ تو نیک نام ہو۔

دانا کی خدمت کر تاکہ وہ تیری خدمت کرے۔

اس کی خدمت کر جو تیری خدمت کرے۔

کسی بھی شخص کی خدمت کر تجھے فائدہ پہنچے گا۔

اپنے باپ اور ماں کی خدمت کر تاکہ تو پھلے پھولے۔

ہر معاملے پر غور کر تاکہ تو اسے سمجھ لے۔

نیک دل اور حلیم بن[۲۷] اس طرح تیرا دل خوبصورت ہو جائے گا۔

حکیمانہ تعلیم طوعنت میں کامیاب رہتی ہے۔

یہ کہتے ہوئے دوسرے کے مال پر تکیہ مت کر، کہ میں اس پر گزارہ کروں گا۔ اپنی کمائی کر۔

تیرے ساتھ سلوک اچھا ہو تو بدسلوکی مت کر، ایسا نہ ہو کہ تیرے ساتھ بدسلوکی جائے۔

اپنے کام کے لئے کسی نیچ عورت کو مت بھیج، وہ اپنا کام کرنے لگے گی۔

جب کوئی اہم کام درپیش ہو تو کسی دانا کو غیر اہم کام کے لئے مت بھیج۔

کسی اہم کام کے لئے بے وقوف کو مت بھیج، جب دانا آدمی موجود ہو۔

اور جسے تو بھیج سکتا ہے۔

جب تجھے شہر میں پریشانی کا خدشہ ہو تو کسی کو وہاں مت بھیج۔

۲۶د یہاں "تعلیمات" کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔ ۲۷ حلیم: لفظی ترجمہ "کم غصہ والا"، "کھلے دل والا" ہے۔ اینگر پیپرس پر رقم تعلیمات میں دونو اصطلاحیں عام آئی ہیں۔ جہاں "کھلے دل والے" کا مفہوم واضح طور پر "حلیم"، "بردبار"، "متحمل" وغیرہ بنتا ہے۔

جب تو سفر میں ہو تو گھر کو یاد مت کر۔

دوپہر کو اپنے گھر میں شراب پینے کے لئے اپنے گھر کی آرزو مت کر۔

اپنے بدن کو آرام طلب مت بنا، ایسا نہ ہو کہ تو کمزور ہو جائے۔

اپنی جوانی میں خود کو آرام طلب مت بنا ایسا نہ ہو کہ تو بڑھاپے میں کمزور ہو جائے

جب تو کسی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہو تو منہ دیکھ کر ہی کسی سے نفرت نہ کر۔

جب تیرے پاس کچھ مال ہو تو قناعت کا دامن مت چھوڑ؟

جب تیرے پاس کچھ مال ہو تو زیادہ کے حصول کیلئے تردد مت کر؟

قناعت کا دامن سرے سے مت چھوڑ؟

اپنے تصرف (مال) کے بارے میں بے صبر مت بن؟

اپنے بیٹے کو خود تاکید کر، تیرا نوکر اسے تاکید نہ کرنے پائے۔

جب تو اپنے بیٹے سے کام لے سکتا ہو تو پھر کوئی رعایت نہ کر۔

بے وقوف کو نصیحت نہ کر، ایسا نہ ہو کہ وہ تجھ سے نفرت کرنے لگے۔

جو تیری بات ہی نہ سُنے اسے نصیحت مت کر۔

بے وقوف پر بھروسہ مت کر۔

احمق کے مال پر تکیہ نہ کر۔

خود کو پوشیدہ کر کے یہ موقعہ نہ دے کہ لوگ تجھے ڈھونڈ لیں[ح۲]۔

جب تیرے پاس خوراک نہ ہو تو خود کو پوشیدہ مت کر۔

خوراک نہ ہونے پر خود کو پوشیدہ کر لینے والا اس شخص کی مانند ہے، جو اس کا جویا ہوتا ہے۔

اپنی ہی مرضی سے باہر مت جا اور پھر واپس آ۔

ح۲ "متضاد (یا بے اصول) کے ساتھ کلام نہ کر"؟

مار پڑنے کے بعد بھاگ مت ایسا نہ ہو کہ تیری سزا دوگنی ہو جائے۔
اپنے سے برتر کی بے عزتی مت کر۔
اپنے دیوتا کی خدمت سے گریز مت کر۔
اپنے آقا کی خدمت سے گریز مت کر۔
جو تیری خدمت کرسکے اس کی خدمت سے گریز مت کر۔
تیری حیثیت ہو تو ملازم اور ملازمہ کے حصول سے گریز مت کر۔
جس نوکر کو مار نہ پڑے اس کا دل دشنام سے بھرا ہوتا ہے۔
زیادہ غصیلا چھوٹا آدمی زیادہ عفونت پیدا کرتا ہے۔
کم غصیلے عظیم آدمی کی تعریف کی جاتی ہے۔
جو بوڑھا ہو اسے "اے نوجوان" مت کہہ۔
اپنے دل میں بوڑھے آدمی کو حقیر مت جان۔
جلدی جلدی مت بول، ایسا نہ ہو کہ تیرا رویہ جارحانہ ہو جائے۔
تیرے دل میں جو کچھ آئے اسے فوراً ہی نہ اگل دے۔
تیرے شہر کے لوگ عالم بھی ہیں اور احمق بھی اپنے شہر والوں کی عزت کر
مت کہہ "میں عالم ہوں"۔ خود کو دانائی حاصل کرنے کے لئے وقف کر دے۔
جس کام کا تو نے پہلے جائزہ نہ لیا ہو۔ وہ مت کر۔
جانچ پڑتال سے خوش بختی ملتی ہے۔
کسی معاملے کے بارے میں تین عقلمندوں کے طرزِ عمل کو دیکھنا انتہائی احسن
ہوتا ہے۔ نتیجہ عظیم دیوتا پر منحصر ہوتا ہے۔
اپنی خوشحالی کے دنوں میں اپنے بدن سے اچھا برتاؤ کر۔
کوئی ایسا نہیں جو مرے گا نہیں۔

جس منشی کو قید خانے لے جایا جا رہا ہو اس سے لاتعلق مت ہو۔
اگر تو اس سے الگ ہو جائے گا۔ تو وہ اسے "خانۂ ابدیت" میں لے [۲۹]
جائیں گے۔
اگر تجھے تحفظ میسر نہ ہو تو اپنے سے برتر کے خلاف عدالت میں مت جا۔
جس عورت کا خاوند زندہ ہو اس سے تعلقات مت پیدا کر۔ ایسا نہ ہو
کہ اس کا شوہر تیرا دشمن بن جائے۔
اچھے دنوں میں دولت پھیلانے سے بڑھتی ہے۔
نیز انصیبہ اس شخص جیسا نہ ہو جو بھیک مانگتا ہے اور پا لیتا ہے
کام کرنے سے دھرتی تیرے بدن کو آرام طلب نہیں بناتی۔
مت کہہ "یہ میرے بھائی کا قطعہ اراضی ہے" اپنی اراضی سے کام رکھ۔
شہر کی دولت منصف آقا ہوتا ہے۔
مندر کی دولت پروہت ہوتا ہے۔
کھیت کی دولت وہ وقت ہوتا ہے جب اس پر کام کیا جائے۔
گودام کی دولت اس کا ذخیرہ ہوتا ہے۔
خزانے کی دولت یہ ہے کہ وہ ایک ہاتھ میں ہو۔
جاگیر کی دولت دور اندیش خاتون ہوتی ہے۔
عقل مند آدمی کی دولت اس کی گفتگو ہوتی ہے۔
فوج کی دولت اس کا قائد ہوتا ہے۔
شہر کی دولت غیر جانبداری ہوتی ہے۔
صناع کی دولت اس کے اوزار ہوتے ہیں۔

---

[۲۹] "خانۂ ابدیت میں لے جائیں گے" مفہوم یہ کہ اسے قتل کر دیں گے؟

جس دستاویز میں تجھ سے حق کا مطالبہ کیا گیا ہو اس تحقیر مت کر۔

اس تدبیر کی تحقیر مت کر جو تیرے کام آسکے۔

فرعون کے فرض منصبی کی تحقیر مت کر۔

اس معاملے کی تحقیر مت کر جس کا تعلق گائے سے ہو۔

معاملات کی اکثر تحقیر کرنے والے کو موت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جس معاملے میں تو غلطی پر ہو اس پر جھگڑا مت کر۔

مت کہہ "میری اراضی پھل پھول رہی ہے" اس کی دیکھ بھال سے اغماض مت برت۔

اپنی سسرال والوں کے ساتھ گھر میں مت رہ۔

اپنے آقا کا پڑوسی مت بن۔

مت کہہ "میں نے کھیت میں ہل چلایا مگر کچھ حاصل نہیں ہوا" دوبارہ ہل چلا، کہ ہل چلانا سُود مند ہوتا ہے۔

جو شخص کھیت پر آرام کرتا ہے اس کا چہرہ شہر میں دن گذارنے والے سے زیادہ پُر مسرت ہوتا ہے۔

مت کہہ "گرمی ہے" سردی بھی آتی ہے۔

گرمیوں میں لکڑیاں جمع نہ کرنے والا سردیوں میں آگ نہیں تاپ سکے گا۔

جس گھر میں تیری آمدنی نہ ہو وہاں مت رہ۔

اپنی دولت کو ....

اپنی دولت کو گھر ہی میں جمع مت رکھ۔ ؟

اپنی دولت ایسے شہر میں مت رکھ جہاں تجھے بھیجنی پڑے [۳]

حنہ ۳ غالباً دور دراز شہر سے مراد ہے۔

دولت اپنے مالک کو جکڑ لیتی ہے۔
گائے کا مالک بھاگتا رہتا ہے۔
اپنا گودام تعمیر کیے بغیر پیسہ خرچ مت کر۔
اپنے ذرائع کے مطابق خرچ کر۔
مت کہہ "میں اچھا انشاء پرداز ہوں" . . . . .
جہاز سازی کے کارخانے میں منشی . . . . . میں صناع . . . . . .
جب مگرمچھ دکھائی دیتا ہے اس کی عادت ؟ کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ [۳۱]
مگرمچھ پریشانی سے نہیں بھوک سے مرتا ہے۔
جب کوئی بے وقوف کو نصیحت کرتا ہے تو وہ کہتا ہے ـــــ "وہ میری بے عزتی کرتا ہے۔"
کسی بڑے مرتبے والے کے گھر میں تیرے پاؤں میں بے شک لغزش آ جائے مگر زبان میں لغزش نہیں آنی چاہیئے۔
اگر تجھے تیرے آقا کے گھر سے باہر پھینک دیا جائے تو اس کے دروازے کا نگہبان بن جا۔
تیرا مالک دریا کے کنارے بیٹھا ہو تو اس کے سامنے اپنے ہاتھوں کو غوطہ مت دے۔
بار بار رکاوٹ مت بن، ایسا نہ ہو لوگ تجھے بددعا دیں۔ [۳۲]
شراب کثرت سے نہ پیا کر کہیں تو پاگل ہی نہ ہو جائے۔
بیس برس کی عمر میں شادی کرتا کہ تو جوانی ہی میں بیٹے کا باپ بن جائے۔

---

[۳۱] جب "مگرمچھ دکھائی دیتا ہے اس کی شہرت پھیل جاتی ہے"؟ [۳۲] اس فقرے سے پہلے میں نے ابیس فقرے چھوڑ دیئے ہیں۔ ان کی نوعیت دعائیہ بھی ہے اور ان میں تمنا کا اظہار بھی۔ تاہم ان میں کہیں کہیں بالواسطہ طور پر ناصحانہ انداز بھی پایا جاتا۔

سانپ کو مار کر اس کی دُم نہ چھوڑ دے۔
اگر تو نشانہ نہیں لے سکتا تو بھالا پھینک مت۔
جو اُوپر آسمان کی طرف تھوکتا ہے وہ اسی پہ آگرے گا۔
انسان کا کردار اس کا گھرانہ ہوتا ہے۔
انسان کا کردار اس کا مقدر ہوتا ہے۔
انسان کا کردار اس کے چہرے پر ہوتا ہے۔
انسان کا کردار اس کا عضو ہوتا ہے۔
مچھیرا...... یہ جانے بغیر کہ دیوتا ہی ہر گھر......
شام تک یہ کہتے ہوئے سڑک پر مت کھڑا رہ کہ "مجھے گھروں پہ اعتماد ہے" تجھے ان میں رہنے والوں کے دلوں کے بارے میں کیا معلوم۔
جو منصب دار افسر چوری کرے گا۔ اس کا بیٹا مفلس رہے گا۔
اپنے گدھے کے پیر کھجور کے درخت سے نہ باندھ، ایسا نہ ہو وہ اسے ہلا دے۔
اپنے بیٹے کا مذاق اس کی ماں کے سامنے مت اڑا ایسا نہ ہو........
بیل بیل کو جنم نہیں دیتا۔
مت کہہ "دیوتا کا دشمن آج زندہ ہے"، انجام کو دیکھ۔
بڑھاپے کے آخر میں کہہ "اچھا نصیبہ"۔
اپنے معاملات دیوتا کو سونپ دے۔
انسان اپنی بدقسمتی کے دنوں سے آگاہ نہیں ہوتا۔
اپنے آدمیوں کو ایسے شخص کے حوالے مت کر جسے تکالیف کا تجربہ نہ ہو۔

پہاڑ پر اپنے لئے مقبرہ حاصل کرنے میں تاخیر مت کر تجھے کیا پتہ تیری عمر کتنی ہے۔[۳۳]

کسی کے ساتھ بُرائی مت کر تاکہ دوسرا بھی تیرے ساتھ برائی نہ کرے۔

ایسے معاملے سے بد دِل نہ ہو جس کے بارے میں تجھے مشورہ[۳۴] مل سکے۔

اس شخص کا دِل خوش ہوتا ہے جس نے دانا آدمی کے سامنے انصاف کیا ہو۔

مشورہ لینے والے عقل مند آقا کا گھر ہمیشہ قائم رہتا ہے۔

تکبّر اونچے آدمی کو تباہ کر دیتا ہے۔

۔۔۔۔۔۔ بہت بڑا جرم ہے۔ جس سے انسان نفرت کرتا ہے۔

جس گھر میں دانا آدمی رہتا ہو وہاں احمق کو کامیابی نہیں ہوتی۔

تیری بیوی کو تیری دولت کا علم بے شک ہو، مگر اس کے بارے میں اس پر بھروسہ مت کر۔

اس بیوی کی چیزوں کے سلسلے میں اس (بیوی) پر ایک سال تک بھروسہ مت کر۔

جب تک میرا بھائی چوری کرنے سے باز نہیں آئے گا، میں اسے روکنے سے باز نہیں آؤں گا۔

انتقام مت لے، کسی کو تجھ سے انتقام لینے کی نوبت نہ آئے۔

حاجت مند کی مدد کر۔

کنجوس مت بن، دولت کی کوئی ضمانت نہیں۔

ف۳۳ قدیم مصری اپنی زندگی ہی میں اپنے لئے مقبرہ بنوا لیا کرتے تھے۔ یہاں یہی نصیحت کی گئی ہے۔ کہ انسان کو اپنی زندگی میں مقبرہ جلد بنوا لینا چاہیئے کیا پتہ کب موت آجائے اور مقبرہ بنوانے کی مہلت ہی نہ مل سکے۔ ف۳۴ مشورہ، "نصیحت" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

امن و سکون کی خاطر مہربان آقا بھی قتل کرنے سے گریز نہیں کرتا۔
زیرک قاتل خود قتل نہیں ہوتا۔
اگر تو کسی معاملے پر عملدرآمد نہیں کر سکتا تو اسے شروع نہ کر۔
اگر تو کسی کو تلخ کلامی سے دبا نہ سکے تو تلخ کلامی مت کر۔
اس شخص کی آواز اونچی ہوتی ہے جو حکم مطابق کام کرتا ہے۔
بے موقع کوئی بات نہ کہہ۔
عقل مند کو دوست کی تلاش ہوتی ہے اور بے وقوف کو دشمن کی۔
جس کے لئے ماضی میں اچھا کام کیا گیا تھا وہ اس کا بدلہ نہیں اتار سکتا۔
اپنا شیر خوار بیٹا دودھ پلانے والی انّا کے حوالے مت کر، تا کہ وہ اپنے بچے کو نظر انداز نہ کر دے۔
بے وقوف آدمی کا دوست بے وقوف ہوتا ہے۔ اور دانا کا دوست دانا ہوتا ہے۔
احمق کا دوست احمق ہوتا ہے۔
ماں بچہ پیدا کرتی ہے، تعلیمات، رفیق پیدا کرتی ہیں۔
جائیداد تو ہر شخص حاصل کر لیتا ہے لیکن اس کی حفاظت کرنا عقل مند ہی جانتا ہے۔
اپنی جائیداد چھوٹے بھائی کے حوالے کر کے اسے بڑے بھائی کی طرح پیش آنے کا موقعہ دے۔
اپنے کسی ایک بچے کو دوسرے بچوں پر ترجیح مت دے، تجھے کیا معلوم ان میں سے کون تجھ سے حسن سلوک کرے گا۔
اگر تو اپنی بیوی کو اپنے عاشق کے پاس دیکھ پائے تو اپنے لئے موزوں

بیوی حاصل کرلے۔

اگر تیرے پاس (اپنے لئے ؟) کوئی خادم نہ ہو تو بیوی کے لئے ملازمہ مت رکھ

دوغلی باتیں نہ کر (؟) متضاد باتیں نہ کر ؟)

سب کے سامنے سچ بول۔ سچ کو اپنی گفتگو کا جزو بنالے۔

اپنی بیوی کے سامنے اپنا راز[۳۵] مت کھول، تو اس سے جو کچھ کہے گا

گلی میں پہنچ جائے گا۔[۳۶]

اپنی بیوی یا اپنے نوکر کو راز داں مت بنا۔

یہ راز اپنی ماں کو بتا، کہ وہ دور اندیش خاتون ہے۔

عورت اپنے بارے میں خوب جانتی ہے۔[۳۶الف]

عورت کو دانائی کی باتوں کی تعلیم دینا ایسا ہی جیسے ریت سے بھرا ہوا شگاف دار

تھیلہ لے لیا جائے۔

عورت کی جمع کی ہوئی چیزیں چوری کا مال ہوتی ہیں۔

عورت آج شوہر کے ساتھ جو کچھ کرتی ہیں، کل دوسرے آدمی کے ساتھ کرتی ہے

اپنے سے برتر کے ساتھ مت بیٹھ۔

نوعمر کو اپنا ساتھی مت بنا۔

چور سے دوستی مت کر، ایسا نہ ہو وہ تیری ہلاکت کا سبب بن جائے۔

معمولی سا تعلق[۳۷] بھی انسان کو جکڑ لیتا ہے۔

گھر کو بند کر دیا جائے تو یہ تباہ ہو جاتا ہے۔

ص۳۵ راز مت کھول۔ راز داں مت بنا۔ لفظی ترجمہ "اپنا دل مت کھول"؛ ص۳۶ آج کی زبان میں یوں کہا جائے بیوی کو کوئی بھید، کوئی بات بتا دی جائے تو سارے محلے میں مشہور ہو جاتی ہے۔ ص۳۶الف عورت اپنا کام (خوب) جانتی ہے؛ ص۳۷ تعلق۔ تشویش بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے؟

ناسازگار صورتِ حال میں ثابت قدم[۳۰] رہنے والا نقصان نہیں اٹھاتا۔
دوسرے کا مال چوری کرنے والا اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔
اگر تو ایسے دانا آدمی کا ساتھی بن جائے جس کے دل کا حال تجھے معلوم نہ ہو، اپنے دل کا حال اسے مت بتا۔
اگر تو ایک سو آدمیوں کے ساتھ بھلائی کرے اور ان میں سے ایک کو بھی اس کا احساس ہو تو یہ حسنِ سلوک ذرا بھی رائیگاں نہیں گیا۔
دیوتا کے لئے سوختنی قربانی پیش کر، شراب چڑھا، دیوتا سے تجھے بہت ڈرنا چاہیئے۔
جو رات کو چوری کرتا ہے، دن کو پکڑا جاتا ہے۔
زیادہ باتیں نہ کیا کر۔
جس کے ہاتھ میں چیزیں ہوں، اس کے لیے دروازے کھل جاتے ہیں۔
جو سانپ کے کاٹنے سے ڈسا جاتا ہے وہ رسی کے بل سے ڈرتا ہے۔
جو اپنے سامنے دیکھتا ہے۔ وہ ٹھوکر نہیں کھاتا، گرتا نہیں۔
تیرے گھر کی کوئی عورت حاملہ نہ ہو تو اسے چھوڑ مت۔
خوش بختی کسی عظیم دیوتا کی لائی ہوئی تباہی ٹال دیتی ہے۔
اپنے ساتھی کی عزت کر . . . .
اپنے نوکر کے لئے خوراک اور کپڑے کی کمی نہ ہونے دے۔
دوسرے کے مال پر نظر مت رکھ ایسا نہ ہو کہ تو مفلس ہو جائے۔
دوسرے کی زمین میں مداخلت نہ کر۔

---

۳۰ ثابت قدم:۔ متحمل، بردبار بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ ۳۹ خوش بختی سے مراد یہاں غالباً یہ ہے کہ خوش بختی ایسے منتر کی مانند ہے جس کی غضب ناک دیوتا کا غضب ٹل سکتا ہے۔

کھیت میں گھر مت بنا۔

کسی کو اپنے خلاف مقدمہ کرنے کا موقعہ نہ دے۔

یوں مت کہہ: "........اس آدمی کے ساتھ اچھا سلوک .... مگر اس نے اعتراف نہیں کیا۔"

اس اچھے سلوک کے علاوہ اور کوئی اچھا سلوک نہیں جو تو نے ضرورت مند کے ساتھ کیا ہو۔

اگر تو عروج کو پہنچ چکا ہو اور خوب مال حاصل کر لیا ہو تو اپنے بھائیوں کو بھی اپنی طرح بڑا بننے دے۔

محتاجی کی حالت اگر گلی میں مشہور ہو جائے تو موجب رسوائی ہوتی ہے۔

جب کسی آدمی کو پہلی مرتبہ رقم ملتی ہے وہ اسے کھانے پینے پر صرف کرتا ہے۔

جب کوئی مرد سونگھتا ہے[۴۱] اس کی بیوی اس کے سامنے بلی بن جاتی ہے۔

جب کوئی آدمی بیمار ہوتا ہے اس کی بیوی اس کے سامنے شیرنی ہوتی ہے۔

صحیح کام کرنے سے مت ڈر۔

چوری مت کر کہ تو پکڑا جائے گا۔

اپنے بیٹے کو دوسرے شہر کی عورت سے شادی مت کرنے دے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ (بیٹا) تجھ سے چھین لیا جائے۔

عاجلانہ زبان سے گونگا پن بہتر ہے۔[۴۲]

گھٹیا سفر کرنے سے ٹک کر بیٹھا رہنا بہتر ہے۔

اگر تو نے کوئی کام پورا نہ کیا ہو تو یہ مت کہہ "میں نے ذمہ داری قبول کی تھی۔"

بدی سے تجھے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔

حـ۴۱ غالباً مراد یہ ہے کہ دولت مند شوہر سے بیوی دبی رہتی ہے۔

حـ۴۲ "جلد بازی میں بولنے سے چپ رہنا بہتر ہے۔" بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔

حریص ہونے سے تجھے خوراک نہیں ملے گی۔

اگر تجھے جو خریدنے بھیجا جائے اور تجھے گندم ملے تو یہ مت خرید۔

لوگوں کی ضرورت کے وقت اگر تجھے بھوسے کا کاروبار کرنا ہو تو تجھے گندم لے کر نہیں پھرنا چاہیئے۔

جو تجھے ناپسند ہو تو وہ لوگوں کے ساتھ مت کرنا کہ کوئی دوسرا تیرے ساتھ اسی طرح پیش نہ آئے۔

ہمت ہارے ہوئے شخص کا ساتھ نہ دے اور جو یہ کہہ دے کہ "میں تو اب جی چھوڑ بیٹھا ہوں"۔

کم ہمتی کے ایک لمحے میں سینکڑوں لوگ قتل ہو جاتے ہیں۔

۔۔۔۔۔۔۔ مت ۔۔۔۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ تو ہمیشہ کے لئے مفلس ہو جائے۔

قحط سالی کے برس اپنے زیرِ تعلیم بیٹے کو اناج گودام کے دروازے پر مت بھیج۔

جب تو مصیبت میں ہو تو اپنے بھائی کے پاس مت جا، اپنے دوست کے پاس جا۔

تاجر کے گھر پانی مت پی، وہ اس کے تجھ سے دام اینٹھ لے گا۔

خادم کو اس کے مالک کے ہاتھ میں مت سونپ۔

یہ مت کہہ "میرا آقا مجھے پسند نہیں کرتا، میں اس کی خدمت نہیں کروں گا۔"

تندہی سے خدمت کرنے سے ناپسندیدگی دور ہو جاتی ہے۔

سُود پر قرض لے اور کھیت میں لگا دے۔

سُود پر قرض لے اور شادی کر لے۔

سُود پر قرض لے اور اپنی سالگرہ منا۔

اچھی زندگی گذارنے کے لئے سود پر قرض مت لے۔

مصیبت کے وقت جھوٹی قسم مت کھا ایسا نہ ہو تیرا حال اور بھی بدتر ہو جائے۔

دیوتا سے ہدایت لے کر اس کا کہا ہوا نظر انداز مت کر۔

کسی بلی کا تمسخر مت اڑا۔

شراب پینے کے دوران فرعون کی روش کے بارے میں بات نہ کر۔

ایسا فیصلہ نہ دے جس میں تو غلطی پر ہو۔

ناسازگار صورت حال میں دل کمزور نہ کر۔

باہر سے آنے والے اجنبی سے خود کو مت چھپا۔

اگر تیرے ہاتھ کچھ نہیں ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں کچھ ہو۔

ضمانت حاصل کئے بغیر رشتہ قرض نہ دے۔

ضرورت سے زیادہ اعتماد نہ کر ایسا نہ ہو کہ تو غریب ہو جائے۔

جو شخص تجھ سے کہے "میں تیرا بڑا بھائی ہوں"، اسے ناپسند مت کر۔

اگر باپ کے گھر میں میرا حصہ تھوڑا ہے تو اس میں اضافہ نہیں ہو گا۔

چھوٹی دستاویز، تھوڑی آگ اور چھوٹے سپاہی سے حقارت مت کر۔

اپنے ماتحت کی بیوی کی بے عزتی مت کر۔

اس کام کو ذلت آمیز مت سمجھ جس سے تجھے روزی مل سکتی ہے۔

اگر تیرے پاس گودام نہ ہو تو سامان مت حاصل کر۔

اگر معاہدہ کرنے کا ارادہ نہ ہو تو تحفہ قبول مت کر۔

مت کہہ "میری بیماری جاتی رہی میں علاج نہیں کروں گا۔"

کام سے اکثر غیر حاضر مت رہ کہیں تو ناپسندیدہ نہ ہو جائے۔

دروازے کی کنڈی کو بیزاری سے مت دیکھ۔

اپنے آقا سے بات کرتے وقت جلدی مت کر۔

ص۴۲: یعنی اگر کئی بھائی بہنوں کی وجہ سے باپ کے ورثے میں کسی کا حصہ تھوڑا بنتا ہو تو اسے قناعت کرنی چاہیئے۔

اتنا تیز مت بھاگ کہ تجھے رکنا پڑ جائے۔

اپنے آپ کو زیادہ تر محض پانی سے ہی صاف نہ کر۔

پانی پتھر کو پیس[۴۳] ڈالتا ہے۔

ہاتھ میں لکڑی لیے بغیر سڑک پر مت چل۔

کسی شخص پر مقدمے[۴۴] کے وقت اس کی ..... اس کے مخالف کے سامنے مت کر۔

رات کے وقت اکیلا مت چل۔

کمتر کے سامنے اپنے آقا کی تحقیر مت کر۔

اگر تو کسی کے ساتھ پلا، بڑھا ہو اور اس سے خوب نبھ رہی ہو تو اس کے بُرے وقت میں اس کا ساتھ نہ چھوڑ۔

اسے ابدی گھر[۴۵] حاصل کرنے میں مدد ؟ دے۔

اس کے بعد جو آئے گا تیری مدد کرے گا۔

محبت کی جانے والی عورت کو اگر کوئی چھوڑ دے تو وہ واقعی آوارہ ہو جاتی ہے۔

اپنے گھر کی ہر وقت نگرانی کر اور تو اس کا چور پکڑ لے گا۔

اپنے بیٹے کو لکھنا، ہل چلانا، پرندوں کا اور پھندے میں (پرندے) پکڑنا سکھا، چنانچہ جو کچھ اس نے کیا ہو گا؛ نیل میں کم طغیانی والے برس[۴۶] اس سے اسے فائدہ پہنچے گا۔

---

[۴۳] پیس ڈالتا ہے۔ گھِسا دیتا ہے، "بہا دیتا ہے" یا "بہائے جاتا ہے" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۴۴] مقدمے کے وقت:۔ آزمائش کے دوران ؟۔ [۴۵] ابدی گھر:۔ مقبرہ۔ [۴۶] طغیانی والے برس:۔ دریائے نیل میں کسی سبب سیلاب نہ آتا یا کم پانی آتا تو پانی کی کمی کی وجہ سے پیداوار سخت متاثر ہوتی تھی

گوبر جمع کرلے، مٹی جمع کرلے مگر جارِ دب کشتی کو اپنا پیشہ مت بنا۔

اپنے آقا کے سامنے بہت باتیں نہ بنا۔

نیک بن، سب لوگوں کے دلوں میں تیری نیک نامی بڑھ جائے گی۔

اگر باغباں ماہی گیر بن جائے تو اس کے درخت تباہ ہو جائیں گے۔

اگر تو ...... حاصل کرلے تو ان کا ایک حصہ حفاظت کے لئے دیدے۔

اگر تو زرعی اراضی پر کام کرتا ہے تو فریب نہ دے۔

نصف کامیابی سے باعزت ناکامیابی بہتر ہے۔

اگر تو طاقتور ہے تو دستاویزات دریا میں پھینک دے، اگر تو کمزور ہے تب بھی انہیں پھینک دے۔

اگر کوئی کم تر آدمی کہتا ہے "میں تجھے قتل کردوں گا" تو یقیناً وہ تجھے قتل کر دے گا۔

اگر کوئی برتر کہتا ہے "میں تجھے قتل کردوں گا" اپنا سر اس کے دروازے کی سیڑھی پر رکھ دے۔

دانا عورت کو چاندی کے سو ٹکڑے دیدے مگر بیوقوف سے دو سو قبول نہ کر۔

جو اپنے شہر کے آدمیوں کے ساتھ مل کر لڑتا ہے، وہ ان کے ساتھ خوشی منائے گا۔

بے وقوف کے نیچے گلیوں میں آوارہ پھرتے ہیں، دانا کے نیچے اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔

جو اپنے آقا سے چھپے گا، اس کے سو آقا بن جائیں گے۔

حـ ۴۰ :- کم تر - گھٹیا۔

جس آدمی کا کوئی شہر نہیں ہوتا اس کی پہچان اس کے کنبے سے ہوتی ہے۔[۴۷]

جس آدمی کے پاس جائیداد نہیں، اس کی رفیق بیوی ہوتی ہے۔

اپنی بیوی کے حسن پر مسرور نہ ہو[۴۸]، اس کا دل اپنے عاشق پر مائل ہوتا ہے۔

مت کہہ "میرے پاس یہ دولت ہے، میں نہ دیوتا کی خدمت کروں گا اور نہ انسان کی"۔

دولت ختم ہو جاتی ہے، یہ دیوتا کی خدمت ہی سے ملتی ہے۔

جس آدمی کو تو بالکل نہ جانتا ہو، اسے پیغام رسانی کے لئے مت بھیج۔

اپنے مکان سے محبت کرنیوالا شخص اس میں رہتے ہوئے اس کے شہتیر تک گرم رکھتا ہے، اس مکان سے نفرت کرنے والا شخص اسے تعمیر کرتا ہے اور گرو دی رکھ دیتا ہے۔

بیماری میں مایوس مت ہو، تیرے لنگرانداز ہونے[۴۹] کا وقت ابھی نہیں آیا۔

اگر تیری نیت جائیداد دینے کی نہ ہو تو مت کہہ "میں یہ جائیداد[۵۰] اس شخص کو دوں گا"۔

بزرگ کو اپنے گھر لے جا اور کم تر کو اپنی کشتی میں۔

جب حاپی[۵۱] آتا ہے ہر ایک کے لئے حدود قائم کر دیتا ہے۔

---

۴۷ یعنی بے گھر آدمی کی پہچان اس کے کنبے سے ہے۔ ویسے اس کا قول ترجمہ شاید اس مفہوم میں بھی کیا جا سکتا ہو کہ جس آدمی کا کوئی شہر نہیں ہوتا اسے تقویت و ڈھارس اپنے کنبے سے ملتی ہے۔ ۴۸ مسرور: نازاں۔ ۴۹ لنگرانداز ہونے کا وقت: موت کے وقت سے مراد ہے۔ بیماری میں انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ ۵۰ جائیداد: مال۔ ۵۱ حاپی دریائے نیل اور اس کے دیوتا کو وہ حاپی کہتے تھے۔ حاپی کے آنے سے مراد نیل کا سیلاب ہے ——— جب حاپی آتا ہے ہر ایک کو محدود کر دیتا ہے؟"

مچھلی پانی سے پکڑ کر اسے بھیج دی جاتی ہے جو اسے کھائے گا۔[۵۲]

دوسرے سے پینے والے کی شراب سے اس شخص کا پانی زیادہ شیریں ہے جو یہ پانی دوسرے کو دیتا ہے۔

اگر کھیت سے گائے چوری ہو جائے...... اس کا مالک...... شہر......

اگر تیرا دشمن تجھے ڈھونڈ رہا ہو تو اس سے چھُپ مت۔

اگر کوئی پرندہ[۵۳] دوسرے کی جگہ جائے گا تو اپنا ایک پر گنوا بیٹھے گا۔

رات کو فرعون کا کوئی بیٹا نہیں ہوتا۔

اگر بے وقوف اپنی عقل استعمال کرے تو وہ دانائی کا کام کر بیٹھتا ہے۔

جس چیز سے انسان کو نفرت ہو وہ اس سے محبت نہیں کرتا۔[۵۴]

اچھا کام کر اور اسے پانی میں ڈال دے جب یہ خشک ہو جائے گا، تجھے مِل جائے گا۔

دو بھائی لڑتے ہوں تو ان کے درمیان مت آنا۔

دو لڑنے والے بھائیوں کے درمیان آنے والا شخص، بھائیوں میں صلح ہو جانے کے بعد درمیان میں پھنس کر رہ جائے گا۔

اگر طاقت ور آدمی کی بیٹی وہ ہے جو کھاتی ہے، تو اس کی حریف...... کی بیٹی ہے۔

اگر بیٹا آقا کا بیٹا آقا کی طرح کام کرنے لگے تو لوگ دیوتا کی پرستش نہیں کریں گے۔

مصیبت کے وقت صبر[۵۵] کا دامن مت چھوڑو، ایسا نہ ہو کہ تم مرنے کی دُعا کرنے لگو۔

---

[۵۲] اس قول کا مفہوم پوری طرح واضح نہیں۔ [۵۳] پرندہ ہنس بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۵۴] جس شخص سے انسان نفرت کرتا ہے اسے محبت نہیں کرتا۔ نیز۔ دونوں صورتوں میں اس فقرے کا مفہوم واضح نہیں ہے۔ [۵۵] اصل مصری عبارت میں صبر کیلئے جو لفظ آیا ہے اس کے لفظی معنی ہیں "دل چھوٹا (نہ کرو)"

جو زندہ ہے اس کی بُوٹی[۵۶] اگتی ہے[۵۷]۔

اس شخص کے علاوہ اور کوئی بدبخت نہیں جو مر رہا ہو[۵۸]۔

سوداگر کے گھر میں ایک ہزار نوکر ہوں تو سوداگر بھی نوکر لگتا ہے۔

اگر تیرا آقا تجھ سے دانائی کی باتیں کرے تو تجھے اس سے ڈرنا چاہیئے۔

عقلمند وہ ہے جو اپنے سامنے کی صورت حال سے آگاہ ہو۔

اپنی چیزیں کسی کو دیتے وقت اچھی باتیں بھی کر، یہ دو تحفے بن جائیں گے۔

بیٹ صرف اپنے شیرے سے تیار ہوتی ہے۔

علاج تو طبیب کے ہاتھ کے ذریعے ہی موثر ہوتا ہے۔

بے وقوف ہونے کی وجہ سے اگر تجھے روٹی دے دی جائے تو تُو نصیحت کو حقیر سمجھنے لگے گا۔

ابتدا میں انجیر کا درخت لگا اور آخر میں کوئی بھی درخت لگا۔

کھڑا گُنبت (بنانی) کے نام سے الگ نہیں ہوتا۔

خوش بختی دیوتا کے ہاتھوں نازل ہوتی ہے۔

صرف ایک بار ہل چلانے سے .... پیدا نہیں ہوتی (ہوتا)

صرف ایک بار پیمائش .... کافی نہیں۔

گدھے کی آواز سے سانپ کی آواز زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔

ایسا بھاگنا بھی ہوتا ہے جس کے مقابلے میں بیٹھنا بہتر ہوتا ہے۔

ایسا بیٹھنا بھی ہوتا ہے جس کے مقابلے میں کھڑا ہونا بہتر ہوتا ہے۔

---

[۵۶] بوٹی:۔ دوا بنانے کے لئے کام آنیوالی جڑی بوٹی۔ [۵۷] اس قول کا مطلب یہ تو نہیں کہ جو لوگ زندہ ہوتے ہیں ان کے ہاں اولاد ہوتی ہے۔ [۵۸] یا جو مر چکا ہو۔ [۵۹] د:۔ اس کا مفہوم آج کی زبان میں یوں ادا کیا جا سکتا ہے "ناخن سے گوشت جدا نہیں ہوتا"۔

بوسیدہ گھر میں رہائش مت رکھ، موت یہ نہیں کہتی "میں آ رہی ہوں"۔

جو سانپ کھاتا ہے اس میں زہر نہیں ہوتا۔

زیادہ کھلی کھڑکی ٹھنڈ سے زیادہ گرمی پہنچاتی ہے۔

گھر میں ہر قسم کے مویشیوں کا خیر مقدم ہوتا ہے۔ چور کا خیر مقدم نہیں کیا جاتا۔

احمق کے قریب آنا اس سے دوری ہے۔

اپنے دل میں بزرگ کی عزت کر، سب لوگوں کے دلوں میں تیری عزت ہوگی۔

عورت اپنے شوہر کے کردار کے مطابق محبوبہ بنتی ہے۔

جو کچھ نظروں تلے ہو، انسان وہ نہیں کھاتا۔

گودام سے فائدہ ہی ہوتا ہے خواہ یہ صابن سے ہی بھرا ہو۔

گھر میں رہائش نہ ہو تو یہ برباد ہو جاتا ہے۔

نہ جاننے سے عورت ضائع ہو جاتی ہے۔[ش ۵ب]

اینٹیں لادنے سے گدھا ضائع ہو جاتا ہے۔

بھوسہ لے جانے سے گدھا ضائع ہو جاتا ہے۔

خراب ہو جانے والا دانت اپنی جگہ قائم نہیں رہتا۔

نوبہ کا کوئی باشندہ اپنی کھال[۵۹] نہیں چھوڑتا۔

کوئی دوست تنہا نہیں چلتا۔

کوئی دانا مصیبت میں گرفتار نہیں ہوتا۔

کوئی بے وقوف فائدہ نہیں حاصل کرتا۔

ش ۵ب: "عورت کی عدم شناخت اس کے عدم وجود کے مترادف ہے"۔ ۵۹ کھال: جانور کی کھال جو لباس کے طور پر پہنی جاتی تھی۔ چمڑے کے تسمے یا پٹیاں بھی مراد لی گئی ہے۔

کوئی ایسا نہیں جو اپنے سے برتر کی بے عزتی کرے اور اس کی بے عزتی نہ کیجائے۔

کوئی ایسا نہیں جو اپنے ہمسفر کو چھوڑ دے اور دیوتا اس حرکت کی بناء پر اس کا احتساب نہ کرے۔

کوئی ایسا نہیں جو دھوکا دے اور اس کے ساتھ دھوکا نہ کیا جائے۔

کوئی ایسا نہیں جو گناہ کرے اور پھر بھی پھولتا پھلتا رہے۔

افسر تک پہنچنے اور اس سے پشت پھیر لینے میں عجلت نہ کر۔

جو اپنی بیوی کے ساتھ سونے میں شرمندگی محسوس کرے، وہ اولاد سے محروم رہے گا۔

حریص مت بن، کہیں تجھے ڈانٹ نہ پڑے۔

کنجوس مت بن، کہیں تجھ سے نفرت نہ کیجائے۔

اپنے آقا کے گھر سے تانبا یا کپڑے چوری مت کر۔

بیاہتا عورت کی عصمت دری نہ کر۔

جو بستر پر بیاہتا عورت کی عصمت دری کرے گا، اس کی بیوی کی زمین پر عصمت دری کی جائے گی۔

پتھر کا مجسمہ احمق بیٹے سے بہتر ہے۔

برے بھائی سے بھائی نہ ہونا بہتر ہے۔

مفلسی سے بہتر موت ہے۔

اگر تو رات کو پیاسا ہو تو اپنی ماں سے پانی پینے کے لئے لے۔

اس شہر میں قیام مت کر جہاں تیرا جاننے والا کوئی نہ ہو۔

اگر تو کسی ایسے شہر میں ٹھہرے جہاں تیرا کوئی دوست نہ ہو تو تیری تقویت تیرا گھرانہ ہوتا ہے۔

اگر تو آگ بجھا نہ سکے تو اسے جلا مت۔

سنار[۱] سے اپنی بیٹی بیاہ دے، مگر اس کی بیٹی کو ..... مت دے۔

جو تیجھ کو بلائے گا یہ اس کے پاؤں پر آپڑے گا۔

عورت[۲] سے محبت کرنے والے کے بٹوے میں شگاف ہو جائے گا۔

گدھے پر تنتھیر کوئی نہیں ولاتا۔

جو عورت سب کی (ناپسندیدہ) ہو اسکی تعریف مت کر۔

دانا کے ساتھ چلنے کا خواہاں بیوقوف اس ہنس کی طرح ہے جو اپنے ذبح کئے جانے والے چاقو کے ساتھ جانا چاہے۔

گھر میں بے وقوف ایسے ہی ہے جیسے شراب کے سروالے میں عمدہ کپڑے۔

تباہ ہونے والے گھر میں اجنبی آدمی نہیں ٹھہرتا۔

مگر مچھ شہر کے شریف آدمی ؟ کو نہیں پکڑتا۔

جب تو بھوکا ہو تو اپنی ناپسندیدہ چیز بھی کھالے، جب پیٹ بھرا ہو تو اس سے نفرت کر۔

اگر تو اپنے آقا سے کچھ کہنے کے لئے جائے تو انگلیوں پر دس تک گن۔

اپنے مزدور کو ایک روٹی دے اور اس کے بازو کے کام کی بدولت دو حاصل کر۔

جو مزدوری کرتا ہے اسے ایک روٹی دے، جو احکام دیتا ہے اسے دو روٹی دے۔

شریف آدمی کی بے عزتی مت کر۔

جب بے عزتی ہوتی ہے (تو) پٹائی ہوتی ہے۔

جب پٹائی ہوتی ہے (تو) قتل ہوتا ہے۔

---

[۱] سنار، سونے کا کاروبار کرنیوالا یعنی ترجمہ کی گیا ہے۔ [۲] گھٹیا عورت، معمولی عورت، بازاری عورت ؟۔

دیوتا کے علم کے بغیر قتل نہیں ہوتا۔

دیوتا کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔

خاموشی حماقت کو چھپا لیتی ہے۔

بیا ہتا عورت سے محبت مت کر۔

بیا ہتا عورت سے محبت کرنے والا اس کے دروازے کی سیڑھی پر قتل کر دیا جاتا ہے۔

دوسرے کے بڑے گھر میں رہنے سے اپنے چھوٹے گھر میں رہنا بہتر ہے۔

ایک جگہ رکھی ہوئی تھوڑی دولت منتشر کی ہوئی زیادہ دولت سے بہتر ہے۔

قصر شاہی میں بے لگام زبان ایسی ہی ہے جیسے سمندر میں بے قابو پتوار

سانڈ بچھڑے پر نہیں ڈکارتا؛......

دیوتا کا راستہ سب لوگوں کے سامنے ہے۔ مگر بے وقوف اسے نہیں پا سکتا۔

مرنے والا پوچھتا ہے: "کیا میں زندہ رہوں گا؟"

ہر بازو دیوتا کی طرف بڑھا دیا جاتا ہے مگر وہ صرف اپنے پسندیدہ آدمی کے ہاتھ کا قبول کرتا ہے۔

پھل سے محبت کرنے والی بلی اُسے کھانے والے سے نفرت کرتی ہے۔

ہر طرح کے کام میں چست مت رہو اور اپنے کام میں سُست مت رہو۔

جو کاہل نہیں ہوگا؛ اس کا باپ اس کے لئے سرگرم ہوگا۔

معمار گھروں کی تعمیر کرتے ہیں اور موسیقار ان کا افتتاح کرتے ہیں۔

مینڈک حاپی[۶۲] کے گن گاتا ہے، چوہا گندم کھاتا ہے۔

بیل جُو اور گندم کی فصل کاٹتا ہے گدھا انہیں کھاتا ہے۔

---

۶۲ حاپی:۔ دریائے نیل کا دیوتا۔ دریائے نیل کو بھی حاپی کہا جاتا تھا۔ مطلب یہ کہ سیلاب کی آمد پر نیل اور اس کے دیوتا کی تعریف تو بول بول کر مینڈک کرتے ہیں مگر سیلاب کا پھل یعنی اناج چوہا کھا جاتا ہے۔

بڑے آدمی کے سامنے خود کو ذلیل مت کر۔

کنوئیں سے پانی پی کر مٹی اس میں مت پھینک۔

عورت کا پیٹ، گھوڑے کا دل۔[۶۲]

اگر تجھے زیادہ دولت مل جائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بیمار[۶۳] عورت سے شادی مت کر۔

گدھا گھوڑے کے ساتھ چلے تو اس کی رفتار اختیار کر لیتا ہے۔

اگر مگر مچھ گدھے سے محبت کرنے لگے تو یہ مصنوعی بالوں کا ٹوپ پہن لیتا ہے۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے پیچھے جانے کے لئے آدمی گھوڑے سے کام لیتا ہے، اس تک پہنچنے کے لئے کوئی گدھے سے کام نہیں لیتا۔

انسان مباشرت کے لئے گدھے سے بھی زیادہ بے قرار ہوتا ہے لیکن اپنی رقم کی وجہ سے حد میں رہتا ہے۔[۶۴]

ناظر کو معائنے کے بدلے روٹی دی جاتی ہے اگر وہ معائنہ نہیں کرتا تو روٹی نہیں دی جاتی۔

کل کی شراب نوشی آج کی پیاس نہیں بجھاتی۔

---

[۶۲] ع جس طرح گھوڑے کو اپنی خوراک کی پڑی رہتی ہے اسی طرح عورت فطرتاً حریص ہوتی ہے۔ "گھوڑے کا دل" سے مطلب ہے کہ گھوڑا "سوچا رہتا ہے"۔ "دل" کا تعلق قدیم مصری سوچنے سے جوڑتے تھے۔

[۶۳] بیمار کی جگہ "مغموم" عورت بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ یعنی جو ہمیشہ اداس و غمگین رہتی ہو۔ [۶۴] یعنی پیسے کی تنگی کی وجہ سے انسان جنسی عیاشی کی کثرت سے باز رہتا ہے۔ اس فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا جا سکتا ہے ـــــ "انسان گدھے سے بھی زیادہ مباشرت کا شوقین ہوتا ہے (لیکن پیسے کی وجہ سے باز رہتا ہے (مجبور ہوتا ہے)"

بھوکوں مرجانے سے بہتر ہے کہ بھوک ......

اگر تو اپنے ...... سے لڑے تو اسے یہ مت بتا کہ تو بیمار ہے۔

جو اپنے باپ کی گندم نہیں اٹھاتا اسے لوگوں کا بھوسہ[۶۵] ان کے گوداموں تک لے جانا پڑے گا۔

اگر تو کسی کام کو اختتام تک نہیں پہنچا سکتا تو اسے اپنے ہاتھ میں مت لے۔

عورت تپھر کی کان ہے، ...... اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

صاحب کردار نیک عورت اس خوراک کی مانند ہے جو بھوک میں بروقت مل جاتی ہے۔

میرا بیٹا بے مصرف ہے اگر میں ...... نہیں ......

میرا نوکر بے مصرف ہے اگر وہ میرا کام نہیں کرتا۔

میرا بھائی بے مصرف ہے اگر وہ میرا خیال نہیں کرتا۔

اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے ساتھ نہیں لڑتی تو یہ دیوتا کے اثرات کی وجہ سے ہے۔

ایک دن کی خاطر اپنی آمدنی اپنا گھر بیچ کر ہمیشہ کے لئے مفلس مت بن۔

عام آدمی کو فرعون کی جاگیر سے الگ — نہ کر کہیں وہ تجھے اور تیرے گھرانے کو تباہ نہ کر دے۔

عورت ...... اپنے دل ...... نہ ......

جو عورت درخت کو نقصان پہنچائے بغیر نہیں چھوڑتی وہ مضرت رساں ہے

فرعون کے محل میں (اطلاع) پہنچانا سیکھ۔

آسمان کا ضابطہ سیکھ۔

---

[۶۵] بھوسہ: چوکر بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔

زمین کا ضابطہ سیکھ۔

بیوی کا دِل میاں کا دِل ہونا چاہیئے تاکہ وہ جھگڑے سے بچے رہیں۔

اپنی بیٹی کیلئے زیرک شوہر منتخب کر، اس کے لئے دولت مند شوہر منتخب نہ کر۔

جو کچھ تیرے پاس ہے اس سے ایک برس گذار، تاکہ تو تین برس ..... گذارے۔

بد کردار عورت سے شادی مت کرا لینا نہ ہو کہ وہ تیرے بچوں کی بُری تربیت کرے۔

اگر بیوی شوہر کے ساتھ اچھی طرح رہے تو اُن پر بُرا وقت کبھی نہیں آئے گا۔

اگر بیوی شوہر کیخلاف کانا پھوسی کرے (تو ان کا وقت کبھی) اچھا نہیں گذرے گا۔

اگر بیوی کو اپنے شوہر کے مال کی خواہش نہیں ہوتی تو اسکے دِل میں کوئی دوسرا مرد ہوتا ہے۔

گھٹیا عورت[65] کی کوئی زندگی نہیں ہوتی۔

بڑھی عورت کو شوہر نہیں ملتا۔

بے وقوف کی بیوی ....

آدمی کو باہر نکال پھینکنے کے لئے ....

اسے اندر لانے کے لئے لاٹھی ہوتی ہے۔

انسان کی پیدائش اس کے لئے قید ہے۔

انسان کا قتل اس کے لئے رہائی ہے۔

وہ بھی ہے جو کفایت شعاری کرتا ہے مگر اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

سب تقدیر او دیوتا کے ہاتھ میں ہیں۔

سب بیماریاں تکلیف دہ ہوتی ہیں، عقل مند آدمی جانتا ہے کہ بیمار کیسے ہوتے ہیں۔

کام کا انحصار کرنیوالے پر ہوتا ہے[66]۔

---

[65] گھٹیا عورت، بازاری عورت بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ [66] کام کے اچھے یا بُرے کا انحصار کرنے والے پر ہے؟ ایک اور ترجمہ: "کرنی کرنے والے کے ساتھ پیش آتی ہے۔"؟

دیوتا دِل میں دیکھ لیتا ہے۔[67]

لڑائی میں انسان کو بھائی مِل جاتا ہے۔[68]

سڑک پر آدمی کو ساتھی مِل جاتا ہے۔[69]

دیوتا کے منصوبے ایک بات ہیں اور لوگوں کی سوچیں دوسری بات۔[70]

ماہی گیر کے منصوبے ایک بات ہیں ......

اگر کسی سوداگر کو دوسرا سوداگر مِل جاتا ہے۔......

کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہل تو چلاتا ہے مگر فصل نہیں کاٹتا۔[71]

جو گڑھا کھودتا ہے[72]......

اگر بیوی اپنے شوہر کی نسبت اعلیٰ نسل کی ہو تو شوہر کو اسے چھوڑ دینا چاہیے۔

دوسرے کی نصیحت بے وقوف کے دِل میں داخل نہیں ہوتی، جو کچھ اس کے

---

[67] یعنی دیوتا انسان کی نیت بھانپ لیتا ہے۔ [68] جنگ کے دوران انسان کو ایسا آدمی مِل جاتا ہے جو بھائی کی طرح ساتھ دیتا ہے۔ جس سے بھائیوں جیسے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں۔ جنگی حالات کی وجہ سے بھائی چارہ پیدا ہو جاتا ہے۔ [69] یعنی سفر کے دوران ہمسفر کی صورت میں کوئی نہ کوئی ساتھی مِل جاتا ہے۔ ساتھی سے مراد رفیقِ سفر ہے۔ [70] وہی بات ہے جو آج ہم کچھ یوں کہا کرتے ہیں کہ انسان کچھ سوچتا ہے خدا کچھ کرتا ہے۔ [71] یعنی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان فصل کاشت کر لیتا ہے مگر اسے فصل کاٹ کر اس سے استفادہ کرنے کا موقع نصیب نہیں ہوتا موت اسے موقع نہیں دیتی؟ اسی طرح کا مفہوم دوسری سطر میں ہے کہ فصل کاٹنے والے کو کھانے کا موقع نہیں ملتا۔ اس کے بعد دو بہت ہی نامکمل فقرے میں نے چھوڑ دیئے ہیں۔ [72] اس ضائع ہو جانے والے فقرے میں غالباً یہ بات کہی گئی ہے کہ جو دوسرے کے لئے گڑھا کھودتا ہے اس میں خود گرتا ہے اس بات کو تقویت یوں بھی ہوتی ہے کہ بائبل میں شامل کتاب "امثال" میں یہی قول اس طرح آیا ہے "جو گڑھا کھودتا ہے آپ ہی اس میں گرے گا۔" (امثال باب ۲۶۔ آیت ۲۷) اس کے بعد نو نامکمل فقرے چھوڑ دیئے گئے ہیں۔

دل میں ہوتا ہے بس وہی ہوتا ہے[۴۲]۔

جو شخص اپنے شہر کے لوگوں کو گالیاں بکتا ہے بدبختی اسے ہمیشہ گھیرے رہتی ہے۔

جس گھر پر دیوتا کا قہر ہوا اس میں رہائش مت رکھ کہیں اس دیوتا کی تباہی کا شکار تو نہ ہو جائے[۴۳]۔

مت کہہ "میرے پاس بہت مال ہے"۔۔۔۔ کوئی تجھ سے زیادہ۔۔۔۔

اپنے نوکروں کے ساتھ نرمی سے بات کر۔۔۔۔

تاجر کو دوست مت بنا وہ تو ایک ٹکڑے کے حصول کے لئے زندہ رہتا ہے[۴۴]۔

عام آدمی کے ساتھ اکثر درشتی سے مخاطب ہوا کر ایسا نہ ہو تجھ سے نفرت کی جانے لگے۔

دیوتا کو پکارتے رہنے سے اکتا مت وہ منشی کی سننے کے لئے تیار رہتا ہے۔

لکھی گئیں[۴۵]۔

قب خور کی تعلیمات

انسنگر پیپرس کی تعلیمات

تخلیقی قدامت۔۔۔ ۲۱۰۰ برس

تحریری قدامت۔۔۔ ۲۰۰۰ برس

"انسنگر پیپرس" کا ابتدائی حصہ ضائع ہو جانے کی وجہ سے اس پر رقم تعلیمات کے خالق قدیم مصری دانشور کا نام ابتدائی حصہ سے تو معلوم نہیں ہو سکا۔ تاہم اس تصنیف کی آخری چند سطور سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان تعلیمات کے خالق مصری دانشور و مصلح کا نام قب خور تھا اور اس کے باپ کا نام وَجد حَرپا اَن تھا۔ ماہرین نے ان تعلیمات کو "انسنگر پیپرس کی تعلیمات" کا عنوان دیا ہے۔ مگر میں انہیں "قب خور کی تعلیمات" کا عنوان دے رہا ہوں یہ پیپرس جے۔ ایچ انسنگر J. H. INSINGER نے لیڈن کے رجکس میوزیم[۱] کے لئے خریدا تھا۔ میں اس کا نام ہی "انسنگر پیپرس" رکھ دیا گیا۔ دِموطیقی رسم الخط

---

[۴۲] "دل": عقل، سوجھ بوجھ، دماغ۔ بے وقوف اپنی سوچ یا عقل پر ڈٹا رہتا ہے۔ [۴۳] اس کے بعد گیارہ فقرے چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ [۴۴] ٹکڑے کے حصول سے مراد غالباً معمولی سی بھی منافع خوری سے ہے۔ [۴۵] یعنی تعلیمات کی لکھائی تمام ہوئی۔ [۱] RIJKS MUSEUM

ہیں لکھے ہوئے اس اہم پیپرس کی لمبائی چھ سو تیرہ سنٹی میٹر ہے. کسی نامعلوم دانشور کی حکیمانہ تعلیمات پر مبنی اس پیپرس کے شروع کے تقریباً آٹھ کالم (آٹھ صفحے) ضائع ہو چکے ہیں. اس طرح ان تعلیمات کا نہ صرف ابتدائیہ بلکہ ساڑھے پانچ ابواب پر مبنی تحریری مواد باقی نہیں رہا. ماہرین کا خیال ہے کہ اس پیپرس پر رقم اس تصنیف کے پینتیس صفحات (کالم) تھے.

یہ تعلیمات' مصر پر حکمران یونانی نژاد بطلیموسی خاندان PTOLEMAIC DYNASTY (۳۲۳ / ۳۰ ق.م) کے آخری عہد یعنی اب سے کوئی دو ہزار ایک سو برس پہلے تخلیق کی گئیں اور اسی وقت انہیں پہلی بار لکھ بھی لیا ہوگا؛ تاہم موجودہ پیپرس کی طرز تحریر پہلی صدی عیسوی کی ہے. یوں یہ تعلیمات' اپنی موجودہ شکل میں تحریری طور پر کوئی دو ہزار برس پرانی ہیں.

اس تصنیف کی قدامت جو بھی رہی ہو' یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے. کہ مصر قدیم میں کوئی تین ہزار برس تک جو حکیمانہ ادب' تخلیق ہوتا رہا؛ خب خور کی تعلیمات (انسنگر پیپرس کی تعلیمات) ان سب سے بعد کی ہیں. اور انہیں تین ہزار برسوں پر محیط قدیم مصری حکیمانہ ادب کا طلائی تسلسل شبیہ شایان شان "اختتامیہ" قرار دیا جا سکتا ہے. ان تعلیمات پر مبنی کئی پیپرس مل چکے ہیں. ان میں سے چار تو کوپن ہیگن میں نوادرات کے "کارلسبرگ" نامی ذخیرے میں شامل ہیں. مگر خستہ اور ضائع ہو جانے کے سبب یہ چاروں نقول ادھوری ہیں. اس کے علاوہ ان تعلیمات کی چھوٹی چھوٹی نقول بھی دستیاب ہوتی ہیں. مگر یہ بہت سب ناقص ہیں. "انسنگر پیپرس" پر رقم ان تعلیمات کا نسخہ' باقی تمام نوشتوں کی نسبت طویل بھی ہے اور مکمل بھی. ان تعلیمات کی متعدد نقول ملنے سے یہ بات تو پوری طرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ یہ مصریوں میں بہت مقبول رہیں — یہ تعلیمات' پچیس "ابواب" یا حصوں پر مشتمل ہیں مگر موجودہ صورت میں یہ چھٹے "باب" یا حصے سے شروع ہوتی ہیں. متن کے مطابق: چھٹا باب' باون "نصیحتوں" یا فقروں پر مشتمل تھا لیکن اب

اس کی صرف بیس نصیحتیں یا فقرے باقی رہ گئے ہیں۔

سابقہ اوراق میں شامل "آنخ شِشو لقی کی تعلیمات" اور زیرِ نظر "فب جور کی تعلیمات" (انسگر پیپریس کی تعلیمات) کی تخلیقی اور تحریری قدامت میں بہت زیادہ فرق نہیں ہے۔ رسم الخط اور زبان کے لحاظ سے تو گویا انہیں ایک طرح ہم عصر ہی کہا جا سکتا ہے۔ اس کے باوجود شناخت یا ڈھانچے کے اعتبار سے ان میں بہت نمایاں فرق ہے۔ "آنخ شِشو لقی کی تعلیمات" بہت مختلف طرح ضبطِ تحریر میں لائی گئی ہیں۔ ان کا ہر فقرہ اور ہر قول اپنی جگہ آزاد، مکمل اور خود مکتفی ہے۔ مختلف اقوال کو موضوع کے لحاظ سے یکجا اور مربوط کر کے "باب" کی صورت دینے کی تقریباً کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ لیکن فب جور کی تعلیمات (انسگر پیپریس کی تعلیمات) "آنخ شِشو لقی کی تعلیمات" کی طرح زیادہ مربوط اور مرکب صورت میں ہیں۔ یہ درست ہے کہ فب جور کی تعلیمات (انسگر پیپریس کی تعلیمات) بھی "آنخ شِشو لقی کی تعلیمات" کی طرح ایک آزاد، مکمل اور خود مکتفی فقروں پر مبنی بھی ہیں اور یہ فقرے صفحوں کی ایک ایک سطر کی صورت میں ہی لکھے گئے ہیں مگر انسگر پیپریس پر ان انفرادی فقروں یا اقوال کو موضوع اور نتائج کے اعتبار سے یکجا کر کے گروپوں یا "ابواب" کی صورت میں یکجا کیا گیا ہے۔ "ابواب" کے بیانیہ قسم کے عنوانات بھی رکھے گئے۔ عنوان تعلیمات کے تقریباً ہر باب کی پہلی سطر میں لکھے گئے ہیں۔ "ابواب" کو بھی نمبر دیئے گئے۔

اس طرح "انسگر پیپریس کی تعلیمات" کا ہر باب کم و بیش ایک ہی موضوع کے لئے وقف کر دیا گیا، اور تمام فقرے یا قول اپنی جگہ مکمل اور خود مکتفی ہونے کے باوجود یکجا ہو کر ابواب کی شکل اختیار کر گئے، مگر اس طریق کار کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ کسی قدیم تر پیپریس سے موجودہ انسگر پیپریس پر نقل کرتے ہوئے کاتب سے بہت سی غلطیاں سرزد ہوئیں۔ کچھ باتیں سہواً نظر انداز ہو گئیں، یا اس نے دانستہ نظر انداز کر

دیں، ترتیب بھی بدل گئی یا جان بوجھ کر بدل دی، الفاظ چھوڑ دیئے، اور بھی دوسری تبدیلیاں اور غلطیاں رونما ہو گئیں۔ چنانچہ "قب خور کی تعلیمات" (السنگر پیبرس کی تعلیمات) کو سمجھنے میں دقت بہت پیش آتی ہے ـــــــ تاہم لگتا ہے کہ بہت سارے اقوال کی ترتیب مصنف نے خود قائم کی تھی کیونکہ بحیثیت مجموعی ان تعلیمات کا مربوط، مخصوص اور قطعی نقطۂ نظر بنتا ہے۔

متناقض ہیئت

"قب خور کی تعلیمات" (السنگر پیبرس کی تعلیمات) جن خصوصیات خصوصاً اپنی متناقض (متضاد) ہیئت کے اعتبار سے منفرد ہیں، یہ متناقض یا متضاد، ساخت ہر باب کے آخر میں جا کر واضح طور پر اجاگر ہوتی ہے۔ مصنف نے التزام یہ برتا کہ ہر باب کے آخر میں سات فقرے اپنے تخلیق و تصنیف کیے جن کے دو دو جوڑے چار متناقض فقروں پر مبنی ہیں۔ ان کے بعد دو فقروں میں حتمی نتیجہ نکالا گیا ہے اور آخری فقرہ ٹیپ (ترجیع) کا ہے۔ سات فقروں کے اس سلسلے میں یہ تعلیم دینا مقصود تھی کہ دیوتا مقدر کے ذریعے ایسی صورت حال نازل کرنے پر قادر ہے جو متعلقہ باب میں اوپر دی جانے والی اخلاقی تعلیم میں پیش کردہ توقعات اور نظریات کے برعکس ہو مثلاً آٹھویں باب میں بسیار خوری کے خلاف تنبیہ کی گئی ہے اور کفایت شعاری کی تلقین کی گئی ہے، بسیار خوری اور فضول خرچی کے بارے میں ناپسندیدگی کا کھل کر اظہار کیا گیا ہے اس کے باوجود باب کے آخر میں، متناقض حصے میں، کہا گیا ہے کہ عقل مندی کے ساتھ کفایت شعاری سے زندگی بسر کرنے والا بھی مفلسی کا شکار ہو سکتا ہے اور فضول خرچ دولت مند بن سکتا ہے اور ایسا کرنے کا اختیار دیوتا کو ہے کہ وہ کفایت شعار کو مفلس اور فضول خرچ کو دولت مند بنا دے۔ گویا قب خور کی ان پوری تعلیمات کے مطابق اس قسم کے متضاد کام دیوتا کے نازل کئے ہوئے مقدر کے ذریعے رونما ہوتے ہیں۔

دانا ــــــ نیک چلن	
احمق ــــــ بدکردار	

'فب حور کی تعلیمات' (انسنگر پیپریس کی تعلیمات) میں خدا پرستی اور اخلاقیات کو ایک دوسرے میں بالکل ضم کر دیا گیا ہے۔ اور اس سلسلے میں 'دانا' کا کردار مثال کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ کردار مقدر کے پیدا کردہ ناسازگار حالات کو برداشت کرنے اور ثابت قدم رہنے کی اہلیت سے متصف تھا۔ ان پوری 'تعلیمات' میں 'دانا یا عقلمند آدمی صاحب کردار و نیک چلن شخص کو بھی کہا گیا ہے'۔ صرف واقعی عقل مند کو ہی نہیں گویا عقل مند یا دانا کا لفظ عقل مند کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ اور باکردار و نیک سیرت شخص کے لئے بھی۔ 'دانا' یا صاحب کردار شخص کے متضاد کردار ان تعلیمات میں 'احمق' اور 'بدکردار' کے معنوں میں پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح لفظ 'احمق' واقعی بیوتوف کے لئے بھی آیا ہے اور بدکردار کے لئے بھی۔ یہ ایسا بدکردار شخص تھا جو دیوتاؤں کے احکام کی خلاف ورزی کر کے بُرے کاموں کا ارتکاب کرتا تھا اور اس کے نتیجے میں اسے سزا ملتی تھی۔

تمام سابقہ قدیم مصری دانشوروں کی طرح 'فب حور کی تعلیمات' (انسنگر پیپریس کی تعلیمات) کا خالق فب حور بھی آسمانی یعنی دیوتاؤں کے مرتب کردہ نظام پر یقین رکھتا تھا ایسا آسمانی نظام جو محیطِ کل تھا اور جو مظاہر فطرت، انسان اور انسانی کاموں کا انتظام و انصرام اور نگرانی کرتا تھا۔ اس بنیادی اور روایتی نقطۂ نظر میں 'فب حور کی تعلیمات (انسنگر پیپریس) کی تعلیمات کے خالق دانشور نے مقدر و مقسوم کے بارے میں اپنے مخصوص نظریے کا اضافہ یہ کیا کہ مقدس یا آسمانی نظام کا حصہ ایسے عوامل بھی ہوتے ہیں جن سے تقدیر بدل جاتی ہے۔ ان سے انسانی منصوبے، انسان کی سوچ سمجھ اور متوقع نتائج تبدیل ہو جاتے ہیں، خاک میں مل جاتے ہیں، منتشر ہو جاتے ہیں ــــــ ان تعلیمات کا اخلاقی پہلو ایک یہ بھی ہے کہ معرکہ آرائی اور کارروائی کی بجائے تحمل و برداشت سے کام لیا جائے

ان تعلیمات میں سب سے بڑی نیکی اور وصف اعتدال پسندی قرار دی گئی ہے یعنی عقل مندی یہ ہے کہ انسان صحیح عمل کرے، اپنے آپ پر قابو رکھے اور دیوتا جو کچھ نازل کرے اسے سعادت مندی سے قبول کر لیا جائے ـــــــ "آئی چنگ" شنشو لقی کی تعلیمات" کی نسبت فُب حور کی تعلیمات، (انسنگر مپیریس کی تعلیمات) زیادہ سنجیدگی، متانت، خدا پرستی اور دین داری پر مبنی ہیں۔

فَب خُور کی تعلیمت

اِنسنگر پیپرس کی تعلیمات

تخلیقی قدامت:- ۲۱۰۰ برس

تحریری قدامت:- ۲۰۰۰ برس

چھٹی ہدایات[1]

اسکے وقت پر اچھی خوراک اور ....[2]

ناتوانی کے عالم میں اچھی نیند ...... اسی کی وجہ سے ......

اس کی خواہش[3] کا خوش دلی سے احترام کر، اس کا حکم ...... مت

---

[1] ان تعلیمات کے پچیس حصوں میں سے ہر حصے یا باب کی ابتدا اسی طرح ہوتی ہے یعنی "ساتویں ہدایات" "آٹھویں ہدایات" "نویں ہدایات" وغیرہ۔ [2] موجودہ صورت میں یہ تعلیمات "چھٹی ہدایات" کے دوسرے نصف پر مشتمل ہیں۔ چھٹی ہدایات، پیپرس کے مطابق باون نصائح (فقروں) پر مشتمل تھیں۔ مجھے ان کی مکمل اور نامکمل بیس نصیحتیں مل سکیں اور ان میں سے بھی میں نے کچھ چھوڑ دی ہیں۔ [3] اس کی خواہش۔ اصل میں اس چھٹے باب (ہدایت) میں والدین کے ساتھ اولاد کے برتاؤ کی بات کی گئی ہے۔

اگر وہ[1] تیری من پسند چیز کی خواہش کرے تو تو پیٹ بھر کر مت کھا۔

اس[2] سے اچھے کپڑے پہن کر باہر مت جا، کہیں لوگ اس کی نسبت تیری طرف زیادہ متوجہ ہوں۔

زندگی میں اس[3] سے بد سلوکی مت کر، کیونکہ اس طرح تو موت کی طرف گامزن ہوگا۔

اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا...... سونے اور نفیس کپڑے سے بہتر ہے۔

تجہیز و تکفین کو مت بھول، ان (فرائض ؟) سے غافل مت ہو جن کا حکم دیوتا نے دیا[4] ہے۔

تدفین گو دیوتا کے ہاتھ میں ہے (پھر بھی) عقل مند اپنی تدفین کی فکر خود کرتا ہے۔

دیوتا اپنے فضل سے اپنے پسندیدہ[5] آدمی کی تدفین اور آرام گاہ عنایت کرتا[6] ہے۔

جو باپ کے وقار کے لئے اپنی زندگی وقف کرتا ہے وہ......

نیک آدمی کو خوش بختی اس کے اپنے دل کی وجہ سے ملتی ہے۔

نام[7]، تدفین اور توانائی.......

ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو اپنے باپ[8] کی عزت و وقار کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیتا ہے۔

ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو...... کردار...... اس[9] کی ملامت کی وجہ سے بدنامی مول لیتا[10] ہے۔

بیٹے کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا باپ مہربان نہیں ہوتا[11]۔

نہ ہی وہ باپ برا ہے جو بھوک.....

انتقام اور احمق[12] کے...... کا ذمہ دار خود وہ (احمق) ہوتا ہے۔

---

[1] وہ: باپ۔ [2]، [3] اس سے: باپ سے۔ [4] پسندیدہ: نیک، خدا ترس۔ [5] یعنی نیک انسان جب مر جائے تو اس کے تجہیز و تکفین کے لئے تمام لوازمات اور مقبرہ دیوتا کی مہربانی سے ہی مہیا ہوتا ہے [6] نام: نیک نامی، شہرت۔ [7] اس کی: باپ کی۔ [8] بد کردار شخص باپ کی بد دعاؤں یا ملامت کی وجہ سے بدنام یا مردود قرار پاتا ہے۔ [9] وہ (باپ) مہربان نہیں جو بیٹے کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے۔ [10] احمق: ہمارے پوری تعلیمات میں احمق دو معنوں میں پیش کیا گیا ہے ایک تو واقعی 'احمق' اور بیوقوف کے معنوں میں اور دوسرے بد کردار کے معنوں میں۔ سیاق و سباق سے یہ آسانی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ لفظ کہاں واقعی بے وقوف اور

باقی حاشیہ اگلے صفحے پر

نیک آدمی کو اچھا مقدر اس کے دل کی وجہ سے نصیب ہوتا ہے۔
جو مقسوم اور تقدیر نازل ہوتی ہے وہ تو تا انہیں بھیجتا ہے۔

۵۲ نصیحتیں[14]

ساتویں ہدایات

(ہر بات میں موزونیت[15] کی تعلیم تاکہ موزوں و مناسب کام ہی کیا جائے۔)

۔۔۔۔۔۔ صاحب کردار دانا آدمی ۔۔۔۔۔۔ کے حصے کے بغیر ۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ سے لوگوں کے دلوں میں حمایت اور عزت پیدا ہوتی ہے۔

تنبیہہ کرنے والے سے اس لئے خفا مت ہو کہ وہ لوگوں کے سامنے تجھے تنبیہہ کرتا ہے۔

اپنی سنگدلانہ بد اعمالیوں سے یہ موقعہ مت دے کہ لوگ تجھے بُرے نام سے یاد کریں۔

اپنی جاہلانہ بے شرمی سے یہ موقعہ مت دے کہ لوگ تجھے بدتمیز کہیں۔

اپنی احمقانہ بسیار خوری سے یہ موقعہ مت دے کہ لوگ تجھے احمق کہیں۔

اپنے ظلم سے یہ موقعہ مت دے کہ لوگ تجھے زبردستی ہتھیا[16] لینے والا کہیں۔

ہر جگہ باتونی بن کر یہ موقعہ مت دے کہ لوگ تجھے طفلانہ باتیں بنانے والا کہیں۔

بولنے کے وقت چپ رہ کر یہ موقعہ مت دے کہ لوگ تجھے احمق کہیں۔

اپنی باتوں سے بیزاری پیدا کر کے یہ موقعہ مت دے کہ لوگ تجھے احمق کہیں۔

حماقت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور کہاں بدکردار و بدچلن کے معنوں میں۔ اسی طرح ان تعلیمات میں صاحب کردار یا نیک سیرت کے لئے مستعمل متد لفظ استعمال ہوا ہے۔ [14] ہر باب یا حصے کے بالکل آخر میں نصیحتوں کی تعداد درج کی گئی ہے۔ چونکہ میں نے کئی ابواب یا حصوں (ہدایات) کی ساری ہی نصیحتوں کا ترجمہ نہیں دیا ہے اس لئے اصل متن میں درج شدہ تعداد اور ترجمہ شدہ نصیحتوں کی تعداد میں فرق ہے۔ متن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس باب یا حصے میں کل ۵۲ نصیحتیں درج تھیں۔ مگر پیپرس ضائع ہو جانے کے سبب صرف جس باقی بچ سکیں۔ [15] موزونیت، اعتدال، احتیاط، معتدل و محتاط۔ [16] زبردستی ہتھیا لینے والا، زبردستی رقم بٹورنے والا، زبردستی قرض لینے والا۔

عورت کو پھانسنے کے لئے اس کے ساتھ وہ کچھ مت کر جو تو کرنا چاہتا ہے۔

لوگوں کے ساتھ معاندانہ انداز میں گفتگو مت کر۔

جب کوئی عالی مرتبت تیری گفتگو سن رہا ہو تو بدتمیزی سے باتیں مت کر۔

بوڑھے آدمی کے آگے آگے توہین آمیز انداز میں مت چل۔

معززآدمی[۸] کی موجودگی میں بیٹھ مت۔

اپنے سے بلند مرتبت آدمی کا مدمقابل مت بن ورنہ تیری زندگی برباد ہو جائے گی۔

بدقماش کے ساتھ زیادہ مت پھرا کر۔

جو عورت تجھ سے بلند مرتبت شخص کے ساتھ عشق کرتی ہو اس سے عشق مت کر۔

اگر وہ عورت حسین ہے تو اس سے دور رہ۔

جلد کام کرنیوالے اور اپنے کام میں لائق شخص کو بھول مت۔

عقل مند کے ہاتھ میں انعام اور لاٹھی کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

انتقام کی مت سوچ، جو کچھ سامنے ہے وہ کر۔

جلد کرنے والے کا تھوڑا کام، سست کے زیادہ کام سے بہتر ہے۔

جب تیری ترازو کمزور ہو تو اپنا وزن زیادہ مت کر۔

ایسے آقا سے لڑنے میں جلد بازی مت کر جس کی لاٹھی پھرتیلی ہو۔

ہوا کی طرح تیز و تند شخص طوفان میں غرق ہو[۱۰] جاتا ہے۔

طاقتور انسان سے جھگڑے کا موقعہ تلاش کرنے میں جلد بازی مت کر۔

جو نیزے سے اپنی چھاتی ٹکرائے گا، زخمی ہو جائے گا۔

بادشاہ اور دیوتا کے خلاف طیش میں آکر بات مت کر۔

---

۸ معزز آدمی۔ بلند مرتبت۔ اعلٰے عہدیدار۔ ۱۰ ہوا کی طرح تیز و تند شخص طوفان میں تھک کر گر پڑتا ہے۔ ——

احمق آدمی کی احمق زبان زندگی کاٹ ڈالنے والے چاقو کی مانند ہوتی ہے۔

اگر تیرے پاس زیادہ مال نہ ہو تو تھوڑے مال کو فضول خرچی میں مت اڑا۔

جب تک مقدر سے نہ ملے کسی چیز کا منافع مت کھا۔

زندگی میں دولت کا لوبھی مت بن، تجھے کیا معلوم زندگی کتنی ہے۔

بدکردار مرتے وقت اپنا مال چھوڑ جاتا ہے اور دوسرا کوئی اسے حاصل کر لیتا ہے۔

اپنے ملک کے رسم و رواج سے مختلف رسم و رواج مت اپنا۔

جو لوگوں کا ساتھ دیتا ہے۔ وہ بے وقوف نہیں کہلاتا۔

یہ کہہ کر "موقعہ اچھا ہے" اس سے وابستہ انجام کو مت بھول۔

اپنے آپ پر غرور کرنے والا شخص اپنے ہی دل سے نقصان اٹھاتا ہے۔

صحیح پیمائش سے شہتیر کا فالتو حصہ کاٹ دیا جاتا ہے۔

موزنیت[19] سے زیادہ (تند) ہوا جہازوں کو تباہ کر ڈالتی ہے۔

تمام چیزیں موزونیت[20] کی بنا پر درست ہوں تو ان کا مالک ناراض نہیں ہوتا۔

دھرتی پر صحیح وزن کے لئے عظیم دیوتا نے ترازو بنائی ہے۔

اس[21] نے گوشت میں پوشیدہ دل کو مالک کا صحیح وزن کرنے کے لئے ترازو میں رکھا۔

عالم اگر متوازن[22] نہیں تو اس کا علم بے کار ہے۔

جو احمق متوازن[23] نہیں مصیبت اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہوتی۔

مغرور اور گھمنڈی برباد ہو جاتا ہے۔

حاشیہ ۱۹، ۲۰ موزونیت:- اصل متن میں یہاں پیمائش کے مفہوم میں لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس سے مراد توازن، موزونیت، مناسب، اعتدال، معتدل لی جا سکتی ہے۔ حاشیہ ۲۱ یہاں غالباً اس عقیدے کی طرف اشارہ ہے جس کے مطابق یوم حساب کو حساب آخرت کے وقت مرنے والے کے اعمال جانچنے کے لئے اس کے دل کو سچائی اور حق کی علامت پر کے بالمقابل تولا جاتا تھا۔ حاشیہ ۲۲، ۲۳ متوازن:- موزوں، معتدل۔

جو اپنے دل کے بارے میں نہیں جانتا، تقدیر اسے جانتی ہے۔

صاحبِ کردار نیک شخص اپنا مقدر آپ بناتا ہے۔

کسی غلطی پر طیش میں آجانے والے کی موت سخت ہوگی۔

سخت کوشی کی زندگی گذارنے والے کا دل عقل مند ہوتا ہے۔[ف۲۴]

کوئی تو اپنی تقدیر سے مطمئن ہوتا ہے اور کوئی اپنے علم سے۔

دیوتا وزن کے مقابل پلڑے میں دل رکھتا ہے۔

وہ[ف۲۵] اپنے دل سے بدچلن اور نیک چلن سے واقف ہوتا ہے۔

۹۲ نصیحتیں

آٹھویں ہدایات

پیٹو مت بن، کہیں تو مفلسی کا ساتھی نہ بن جائے۔

اپنے آپ پر قابو نہ پانے والا احمق بسیار خوری سے تنگ دست رہے گا۔

طاقتور احمق کے ساتھ برا سلوک ہوتا ہے۔

دیوتا دولت بخشتا ہے، عقل منداس کی حفاظت کرتا ہے۔

دانا آدمی کی خوبی یہ ہے کہ (وہ) لالچ کئے بغیر (مال) جمع کرتا ہے۔[ف۲۶]

دانا آدمی کی بڑی شان یہ ہے کہ اپنے آداب زندگی میں خود پر قابو رکھتا ہے۔

بسیار خور استنجی گلی میں متعفن ہوتا ہے۔[ف۲۶الف]

صرف ایک ہی وجہ سے وہ[ف۲۷] قابلِ نفرت[ف۲۸] نہیں ہوتا۔

ایسا شخص کبھی ہوتا ہے جو بسیار خوری کی خواہش کے باوجود کھا نہیں سکتا۔

ف۲۴ سخت کوش انسان عقلمند ہوتا ہے۔ ف۲۵ وہ = دیوتا۔ ف۲۵الف بدکردار خواہ طاقت ور ہی سہی، اس سے نشا ضرور جاتا ہے۔ ف۲۶ یعنی عقل مند اور صاحب کردار کنجوس نہیں ہوتا۔ ف۲۷ وہ = بسیار خور، پیٹو۔ ف۲۸ قابلِ نفرت = بدبخت، مصیبت زدہ بھی ترجمہ کیا جاسکتا ہے؟۔ ف۲۶الف یعنی پیٹو بدہضمی کی وجہ سے گلی میں رفع حاجت سے بدبو پھیلاتا پھرتا ہے۔

ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو گذشتہ روز کی بے زاری کے باوجود شراب کا خواہاں ہوتا ہے۔ [صلہ ۲۹]
ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو مباشرت کو ناپسند کرنے کے باوجود عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتا ہے۔
ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو بسیار خوری کے سبب قلاش ہو کر مر جاتا ہے۔
احمق پر مصیبت اس کے پیٹ اور عضو تناسل کے سبب پڑتی ہے۔ [صلہ ۳۰]
سانپ ڈسنے کا رسیا ہونے کی وجہ سے ہلاک ہوتا ہے۔
مویشیوں میں پہلے اسے پیٹ بھر کر کھلایا جاتا ہے جو ذبح ہونے کیلئے موزوں ہو۔
اپنا پیٹ بھرنے کے لئے مچھلی پر جھپٹنے والے پرندے کو انسان پکڑ لیتا ہے۔
کبوتر اپنے پیٹ کے وجہ سے اپنے بچوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔
چڑیا اپنی ذراسی خوراک کے لئے پریشانی میں پھنس جاتی ہے۔
بے اعتدالی پر قابو پانے والی زندگی ہی عقلمند کے دل کے مطابق ہوتی ہے۔
بہترین خوراک سبزیاں اور خام شوربے جو مل سکتی ہے۔
کفایت شعاری سے پس انداز کی ہوئی دولت ..... محنت کے برابر ہوتی ہے۔
آدمی بیمار اس وقت پڑتا ہے جب خوراک اسے نقصان پہنچاتے۔
ضرورت سے زیادہ روٹی کھانے والے کو بیماری آن دبوچے گی۔
زیادہ شراب پینے والا مخبوط الحواس ہو جائے گا۔
اعضا کی ہر طرح کی بیماریاں بسیار خوری سے ہوتی ہیں۔
آداب زندگی میں اعتدال پسند شخص کا گوشت (بدن) پریشان نہیں گا۔
اعتدال سے کھانے والے کو بیماری دکھ نہیں دیتی۔
خریداری کے وقت خود پر قابو پانے والا مفلسی میں گرفتار نہیں ہوتا۔

صلہ ۲۹ گذشتہ روز بسیار نوشی سے تنگ آیا ہوا شخص اگلے دن شراب کی تمنا پھر کرتا ہے۔ صلہ ۳۰

چٹو اور زانی مصیبت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اس اعتدال پسند کا پیٹ، ٹھنسی ہوئی خوراک (بسیار خوری) کی وجہ سے گلی میں خالی نہیں ہوتا۔[31]

احمق کو نہ شرم آتی ہے، نہ وہ وفادار ہوتا ہے۔

اپنے پیٹ کی وجہ سے کھانے والا، اپنے ساتھیوں سے مار کھاتا ہے۔[32]

بے شرم بسیار خور ہر قسم کی ملامت کا نشانہ بنتا ہے۔

آمدنی کے بغیر خرچ کرنے والے کو سود در سود دینا پڑتا ہے۔

یہ فضول خرچی ایسی بیماری ہے جس سے شفا نہیں، فضول خرچ انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔

یہ فضول خرچی ایسی قید ہے جس کا کوئی مستقبل نہیں، انسان ہمیشہ کیلئے قید ہو جاتا ہے۔

ذریعہ معاش کے بغیر زندگی عذاب ہوتی ہے۔

جس بوڑھے کے پاس روزی ہو وہ درپیش حالات کے مقابلے کے لئے قوی ہوتا ہے۔

گھر میں پس انداز کیا ہوا مال ہر ضرورت کے لئے موثر ہوتا ہے۔

جو احمق (آنے والی) کل کو بھلا دے گا، اسے کھانے کو نہیں ملے گا۔

بھوک اس کے لئے اچھی ہے جو سیر ہو سکے، اس طرح وہ مصیبت نہیں اٹھائے گا۔

ڈھیٹ بسیار خور کو ہر طرح کی ملامت کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔

دانا آدمی اس عورت کی وجہ سے نقصان اٹھاتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

پیٹ کے معاملے میں محتاط اور اپنے عضو تناسل کی حفاظت کرنے والے کو کسی ملامت کا سامنا نہیں ہوگا۔

ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو پس انداز کرنے کے لئے کفایت شعاری کرتا ہے پھر بھی وہ غریب ہو جاتا ہے۔

---

[31] جو شخص اعتدال سے کھاتا ہے وہ بسیار خوری کی طرح باہر گلیوں وغیرہ میں بول و براز نہیں کرتا پھرتا۔ [32] پیٹ کا کتا سب سے پٹتا ہے۔

ایسا شخص بھی ہوتا ہے کہ وہ لاعلم ہوتا ہے پھر بھی تقدیر اسے دولت مند بنا دیتی ہے۔
ایسا شخص بھی ہوتا ہے کہ پس انداز کرنے والا عقل مند (ہی تو) نہیں ہوتا۔
ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ فضول خرچ غریب نہیں ہو جاتا۔
دیوتا آمدنی کے بغیر (بھی کسی کو) مال و دولت بخش دیتا ہے۔
وہ (دیوتا) خرچ نہ کرنے بھی مفلس بنا دیتا ہے۔
جو مقسوم اور تقدیر نازل ہوتی ہے دیوتا انہیں بھیجتا ہے۔

کل نصیحتیں ۵۵

نویں ہدایات

احمق نہ ہونے کی تعلیم تاکہ کوئی اپنے گھر میں تیرا خیر مقدم کرنے سے گریز نہ کرے۔
عورتوں کا رسیا ہونے کی وجہ سے احمق[۳۳] کا دل بدی میں مبتلا ہوتا ہے۔[۳۴]
وہ دوسرے کی بیوی کے ساتھ بدچلنی کے سبب کل کے بارے میں نہیں سوچتا۔[۳۵]
جو احمق کسی عورت پر نظر رکھتا ہے وہ خون پر بیٹھنے والی مکھی کی طرح ہے۔
اس کا اس کی ...... خواب گاہ حاصل کر لیتا ہے (کر لیتی ہے) تا وقتیکہ کوئی دوسرا ہاتھ اس (بدکردار) کو حاصل نہ کر لے۔
احمق اپنے عضو تناسل کی وجہ سے .... فتنہ پیدا کر دیتا ہے۔
زنا کاری سے چاہت سے اس کی روزی کو نقصان پہنچتا ہے۔
جو اپنے دل پر قابو پانا جانتا ہے وہ ہر نصیحت کے شایان شان ہوتا ہے۔

ص ۳۳ احمق:- بدکردار۔ عورتوں کا رسیا بدکرداری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس پورے حصے یعنے نویں ہدایات میں احمق کا لفظ بدکردار کے لئے آیا ہے۔ ص ۳۴۔ ص ۳۵ وہ:- بدکردار۔ دوسرے کی بیوی کے ساتھ ناجائز تعلقات کے سبب بدکردار کو انجام کی پرواہ نہیں ہوتی۔

اگر کوئی عورت خوبصورت ہو تو تجھے خود کو اس سے برتر[36] ثابت کرنا چاہیئے۔
جو نیک سیرت خاتون اپنے خاندان کے کسی دوسرے مرد سے محبت نہیں کرتی وہ عقل مند[37] خاتون ہے
ان تعلیمات پر عمل کرنے والی عورتیں بُری شاذ ہی ہوتی ہیں۔
دیوتا کے حکم سے ان کے حالات اچھے ہوتے ہیں۔
ایسی عورت بھی ہوتی جو آمدنی کے بغیر اپنا گھر دولت سے بھر لیتی ہے۔
ایسی خاتون بھی ہوتی ہے جو اپنے اعلےٰ کردار کے سبب گھر کی ممدوح مالکن ہوتی ہے۔
ایسی عورت بھی ہوتی ہے جس سے میں بدکردار عورت ہونے کے سبب نفرت کرتا ہوں۔
تخت خور (دیوی) کے ڈر سے اس (عورت[38]) سے خوف کھا۔
جو احمق خاتونِ خانہ سے بدفعلی کرتا ہے اس کے مال پر عذاب نازل ہوتا ہے۔
جو دیوتا کی نظر میں اچھا ہوتا ہے لوگ اس کی عزت کریں گے۔
ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو نوجوانی میں دوسری عورت کے عشق میں مبتلا ہو کر بھول جاتا ہے۔
دوسرے (آدمی) کو خوش کرنے والی عورت اچھی نہیں ہوتی۔
گلی میں بدچلنی کرنے والی عورت (گلی) کی بیوقوف (عورت) نہیں ہوتی۔
ان (عورتوں[39] سے تعلقات) رکھنے والا شخص عقل مند نہیں ہوتا[40]۔

---

[36] برتر:۔ یہاں برتر سے مراد اپنے آپ پر قابو رکھنا یا ضبطِ نفس ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خوبصورت عورت کو دیکھ کر بھی انسان کو اپنی طبیعت پر قابو رکھنا چاہیئے۔ [37] انسنگر پیرس میں بدکردار کے لئے احمق کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور صاحب کردار کے لئے 'عقل مند' کا لفظ۔ [38] اس (عورت) سے:۔ بدکردار عورت سے۔ [39] ان عورتوں سے:۔ بدکردار عورتوں سے۔ [40] اس جگہ متناقض و متضاد دونوں اختتامی فقرے اصل متن میں موجود نہیں ہیں۔ اور یہ سطر یا فقرہ بھی اپنی اصل جگہ پر درج نہیں ہے۔ اس طرح کئی جگہ متناقض فقرے خلط ملط ہو کر رہ گئے ہیں۔

دھرتی پر خوش بختی یا بد بختی عورتوں (کی شکل) میں (نازل) ہوتی ہے۔
مقسوم اور تقدیر اس وقت آتی جاتی ہے۔ جب خدا انہیں حکم دیتا ہے۔

۲۳ نصیحتیں

دسویں ہدایات

اس بات کی تعلیمات کہ تو اپنے بیٹے کو ہدایات دینے سے بیزار مت ہو۔
جس احمق بیٹے کو باپ نے (حکیمانہ) تعلیم نہ دی ہو وہ پتھر کے بت کی مانند ہوتا ہے۔
بیٹے کے لئے اچھا اور مبارک اثاثہ (حکیمانہ) تعلیمات کا حصول ہے۔
ناپسند کرنے والے پر کوئی قول[۴۱] اثر نہیں کرتا۔
جو نوجوان اپنے پیٹ کے ہاتھوں نہیں بگڑتا، اسے ملامت نہیں کی جاتی۔[۴۲]
اپنے عضو تناسل کی احتیاط کرنے والے کا نام متعفن نہیں ہوتا۔[۴۳]
ثابت قدم اور صاحب فکر (شخص) لوگوں میں ممتاز ہوتا ہے۔
تنبیہ کرنے والے کی بات پر کان دھرنے والا خود کو دوسرے سے محفوظ رکھتا ہے۔
کردار کی ہر خامی (حکیمانہ بات پر) عمل نہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔
تحوت[۴۴] دیوتا نے احمق کو ہدایت[۴۵] سکھانے کے لئے دھرتی پر ڈنڈا پیدا کیا ہے۔
اس نے[۴۶] عقل مند میں ندامت[۴۷] پیدا کی تاکہ وہ ہر طرح کی سزا سے بچا رہے۔
ندامت کے ذریعے توقیر حاصل کر لینے والے نوجوان کو سزا پانے کی ذلت نہیں اٹھانا پڑتی۔
باپ کی سزا سے بیٹا مرتا نہیں۔

---

[۴۱] قول۔ حکیمانہ نصیحت۔ [۴۲] کوئی پیٹو نہ ہو تو اسے برا نہیں کہا جاتا۔ [۴۳] زنا سے پرہیز کرنے والے سے لوگ نفرت نہیں کرتے۔ [۴۴] تحوت دیوتا۔ عقل و دانش کا دیوتا۔ [۴۵] ہدایت۔ حکیمانہ تعلیم احمق کو عقل اس کی پٹائی کر کے سکھائی جائے۔ [۴۶] اس نے۔ تحوت دیوتا نے۔ [۴۷] ندامت۔ پشیمانی بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔

بگڑے بیٹے سے محبت کرنے والا باپ اس کے ساتھ خود بھی خوار ہوگا۔

شرم اور لاٹھی اپنے مالک کو بدکردار سے بچاتی ہے۔

جس بیٹے کو حکیمانہ تعلیم نہیں دی جاتی ہے، اس کا باپ[۴۸] اچنبھے کا سبب بنتا ہے۔

اس کا باپ[۴۹] اس کی درازیٔ عمر کا خواہاں نہیں ہوتا۔

اولاد میں سمجھدار (بیٹا) زندگی کے شایانِ شان[۵۰] ہوتا ہے۔

(اپنے) ملعون احمق بیٹے سے دوسرے کا بیٹا بہتر ہوتا ہے۔

ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو ہدایت آشنا ہوتا ہے، پھر اسے اس کے مطابق زندگی بسر کرنا نہیں آتی۔

دیوتا ہی ہے جو دِل[۵۱] بخشتا ہے، بیٹا عنایت کرتا ہے اور اچھا کردار نصیب کرتا ہے۔

۲۵. نصیحتیں

گیارھویں ہدایات

یہ سمجھانے کے لئے تعلیمات کہ تو اپنی حفاظت کیسے کرے تاکہ تجھے نقصان نہ پہنچے۔

تحفظ کا متلاشی شخص اپنے حسن وکردار سے خدمت کرکے تحفظ پالیتا ہے۔

نادم، محتاط اور کم غصہ کرنے والے عقلمند آدمی کی تعریف کی جاتی ہے۔

خدمت کے عوض عقلمند کی حفاظت دیوتا کرتا ہے۔

عقلمند راہبن حفاظت کرکے خدمت بجا لاتا ہے۔

جو احمق خدمت نہیں کرتا اس کا مال دوسرے کے قبضے میں چلا جائے گا۔

جس احمق کا کوئی محافظ نہیں ہوتا، وہ قید خانے میں سوتا ہے۔

ح۴۸ باپ: اصل مصری عبارت میں یہاں منشی نے جگہ خالی چھوڑ دی تھی۔ مگر دولٹن نے یہاں لفظ 'باپ' کا اضافہ کیا ہے۔ جو مجھے تو صحیح لگتا ہے۔ تاہم دوسرے محققین نے دوسرے الفاظ تجویز کئے ہیں۔ میں لشت ہائیم نے بھی خالی جگہ چھوڑ دی ہے۔ ح۴۹ اس کا باپ: بدکردار کا باپ۔ ح۵۰ سرمایۂ حیات ہوتا ہے؟ ح۵۱ دِل: عقل؛ ذہن۔ قدیم مصری دل کو ہی عقل وذہن کا مسکن خیال کرتے تھے۔

جسے پناہ مِل جاتی ہے اسے کوئی زبردستی نہیں لے جا سکتا۔

جو (اپنی) حفاظت پر کچھ خرچ کرتا ہے۔ وہ گلی میں بحفاظت سوتا ہے۔

روٹی (یا تحفہ) دینے والا ملزم پوچھ گچھ کے بغیر بری کر دیا جاتا ہے۔

خیرات اور خدمت میں جانبداری برتنے والا بے زاری پیدا کرتا ہے۔

اپنا نام واپس مت لے تاکہ تیرا انعام ضائع نہ ہو جائے۔

خدمت بجا لانے کے لئے تو نے جو کچھ کیا ہے اس پر شیخی مت بھگار اس طرح تو بیزاری پیدا کر دیگا

بے وقت جانے سے تیرا آقا تجھے ناپسند کرنے لگے گا۔

(دسترس) سے دور مت جا، ایسا ہو کہ کوئی تجھے تلاش کرے اور تو اس کے لئے تعفن بن جائے۔

اپنی خواہش کے مطابق صلہ پانے کیلئے خاطر شکایتیں بڑھا چڑھا کر بیان نہ کر۔

(مخیر) سے یہ مت کہہ کہ اس کی خیرات کے وقت تو صابر (بیمار؟) تھا۔

اس سے بے باکانہ گفتگو مت کر تاکہ اس پر تیری متحمل مزاجی ظاہر ہو جائے۔

گلی[۵۲] میں اس کی بے عزتی مت کر، ایسا نہ ہو کہ اس کی لاٹھی تیری خبر لے۔

جب کوئی تیری حماقت[۵۳] پر ملامت کرے، تو (تو) اسے بُرا بھلا مت کہہ۔

جب اس کے دل میں طیش ہو تو اس سے کوئی بات نہ کر۔

فوری مہم کے وقت ساکت ہو کر نہ تو کھڑے رہنا چاہیئے اور نہ بیٹھ رہنا چاہیئے۔[۵۴]

جب وہ (کوئی) حکم دے تاخیر مت کر، اس کا وقت ضائع نہ ہونے پائے

بڑا کام کرنے کے لئے مت لپک . . . . . .

---

[۵۲] گلی:- باہر، گلی، بازار، شرک یعنی کھلے عام کہیں بھی۔ [۵۳] حماقت:- بدکرداری، بے وقوف، احمق، اور حماقت وغیرہ ان تعلیمات میں بدکردار اور بدچلنی کے معنوں میں بھی آیا ہے اور اکثر بیشتر آیا ہے۔

[۵۴] فوری مہم یا کام کے وقت انسان کو بلا تاخیر سرگرم عمل ہو جانا چاہیئے۔ تاخیر نہیں کرنی چاہیئے، ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھے رہنا چاہیئے۔

جب استفسار کیا جائے تو جھگڑالو مت بن۔[۵۵]

جب اس کے دل میں کچھ اور ہو تو اسے اطلاع مت فراہم کر۔

جب وہ کوئی ایسی بات پوچھے، جس کا تجھے علم نہ ہو تو جواب مت دے۔

اپنی معاش کے بارے میں شیخی مت بگھار جب کہ اسے اس کا علم ہو۔

عورت سے متعلق کسی بھی معاملے میں تیرا نام اس کے سامنے نہیں آنا چاہیئے۔

اس کے گھر میں کئے جانے والے کسی صلاح مشورے کے بارے میں کوئی بات گلی میں مت کر۔[۵۶]

اس کے کردار کے بارے میں کسی اور شخص کے سامنے الزام تراشی مت کر۔

جب وہ تجھ پر کسی الزام کے بارے میں تجھ سے پوچھ گچھ کرے تو اس وقت نادم مت ہو۔

وہ تجھ سے دور ہو یا نزدیک تو اس کی خدمت مت کر۔

اس کے کردار کو پہچان، جس بات سے اس کا دل نفرت کرے وہ مت کر۔

تیری کوئی غلطی اس کی نظروں میں آ جائے، تو اس کے پاس جا کر اس وقت تک اپنی صفائی پیش کر کہ وہ تجھ سے من جائے۔

اگر وہ تجھے کوئی تحفہ دے تو اسے دیوتا کے حضور لے جا وہ یہ تجھے رکھنے کی اجازت بخش دے گا۔

منشائے ایزدی کے سوا اور کوئی حقیقی تحفظ نہیں ہے۔[۵۷]

اس کی خدمت[۵۸] کرنے والے کے سوائے اور کوئی حقیقی خادم نہیں ہے۔

حہ ۵۵ برلن پیپرس پران تعلیمات کا جو نامکمل اور مختصر حصہ لکھا ہوا ملا ہے ان میں یہ فقرہ اس طرح آیا ہے "جب کسی واقعہ (روداد۔ کاروائی۔ اطلاع) کے بارے میں پوچھا جائے تو جھگڑالو ثابت مت ہو۔ جب کوئی بات پوچھی جائے تو جھگڑالو ثابت مت ہو"۔ حہ ۵۶ یعنی مالک کے گھر کی کوئی بات (گویا کسی کے گھر کی کوئی بات) گھر سے باہر لوگوں میں نہیں کرنی چاہیئے۔ حہ ۵۷ اب یہاں سے مالک کی بجائے دیوتا کی طرف رُخ کیا گیا ہے۔ جو باتیں یا نصیحتیں مالک کے ضمن میں کی گئیں ان کا مرکز دراصل دیوتا ہونا چاہیئے۔ حہ ۵۸ اس کی: دیوتا کی۔

وہ اپنے آقا کے لئے اندھیرے میں تانبے کی دیوار (کی مانند) ہے؟
وہ بدکردار کو سزا دیتا ہے......
ایسا شخص بھی ہوتا ہے جسے ایذا دی جاتی ہے اور اس کا آقا پوچھ گچھ کرتا ہے۔
وہ مالک طاقت ور نہیں ہوتا جو (کسی) دوسرے کو تحفظ دیتا ہے۔
نہ ہی وہ (شخص) کمزور (اور) بے یار و مددگار ہوتا ہے جسے سزا دی جاتی ہے۔
دیوتا کے سامنے طاقت ور اور کمزور کی حیثیت عمومی ہوتی ہے۔
مقسوم اور تقدیر اس وقت آتی اور جاتی ہیں جب دیوتا انہیں حکم دیتا ہے۔

۴۔ نصیحتیں

بارھویں ہدایات

جس شخص کو تیرا دل نہ جانتا ہو اس پر بھروسہ مت کر، کہیں وہ تجھے دھوکہ نہ دے۔
جس اندھے پر دیوتا کا فضل ہو اس کا راستہ صاف ہوتا ہے۔
جس لنگڑے کا دل دیوتا کے راستے کی پیروی کرتا ہے، اس کا راستہ آسان ہوتا ہے۔
خدا اعتماد (بھروسہ) تحفظ کے ساتھ بخشتا ہے۔
بڑے آدمی کو اس کی مکاری کی وجہ سے بڑی سزا ملتی ہے۔
احمق پر بھروسہ مت کر کیونکہ........
دھوکہ دینے کی کوشش کرنے والے احمق کو اس کی زبان سے نقصان پہنچتا ہے۔
اگر تیرے نزدیک کوئی نہ ہو تو راستے میں کسی شخص پر بھروسہ مت کر۔
چالاکی کی بنا پر بدقماش کا اقدام عقل مند کے خلاف کامیاب ہو جاتا ہے۔
دشمن پر بھروسہ مت کر، کہیں اس کا دل مصیبت نہ لے آئے۔
بدتمیز بے وقوف پر سفاک غالب آ جاتا ہے۔
بدقماش شخص دو تنہائی حاصل کر لیتا ہے اور دوسرا تنہائی لینے کی فکر میں رہتا ہے۔

حلف کی وجہ سے احمق پر بھروسہ مت کر۔

کسی مہم میں کسی وقت بھی احمق پر بھروسہ مت کر۔

احمق کے ہاتھ میں عقل مند کا آمانۃ چھوڑ دیا جائے تو ضائع ہو جاتا ہے۔

کسی پر کسی شخص کا دل کردار کے معاملے میں اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتا جب تک اسے کسی مقصد کی خاطر کہیں بھیجا نہ جائے۔[۵۸]

کسی پر عقل مند آدمی کا دل اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتا جب تک وہ اسے[۵۹] کسی معاملے میں پرکھ نہ لے۔

کسی پر دیانتدار آدمی کا دل اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتا جب تک وہ بات چیت میں اس سے[۶۰] مشورہ نہ کرلے۔

کسی پر قابلِ اعتماد آدمی کا دل اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتا جب تک وہ اس سے[۶۱] کچھ طلب نہ کرلے۔

کسی پر دوست کا دل اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتا جب تک وہ اس سے[۶۲] پریشانی میں مشورہ نہ کرلے۔

کسی پر بھائی کا دل اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتا جب تک وہ ضرورت کے وقت (اس سے)[۶۳] کچھ مانگ نہ لے۔

کسی پر بیٹے کا دل اس دن تک ظاہر نہیں ہوتا جب تک وہ اس سے[۶۴] مال طلب نہ کرے۔

کسی پر خادم کا دل اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتا جب تک اس کے آقا پر حملہ نہ کیا جائے۔

کسی پر عورت کا دل اس سے زیادہ کبھی ظاہر نہیں ہوتا جتنا کوئی آسمان کے بارے میں جانتا ہے۔[۶۵]

جب کسی عقل مند آدمی کو پرکھا جاتا ہے اس کا کمال چند ہی لوگ جان پاتے ہیں۔

جو اپنی زبان کے سبب احمق ہوتا ہے، اسے یقیناً بہت لوگ جان لیتے ہیں۔[۶۶]

ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو موقع[۶۷] پر بھروسہ کرتا ہے اور یہ ہمیشہ اس کا ساتھ دیتا ہے۔

---

[۵۸] کسی مشن پر نہ بھیجا جائے۔ [۵۹] اسے :، عقل مند آدمی کو۔ [۶۰] اس سے :، دیانت دار آدمی سے [۶۱] اس سے :، قابلِ اعتماد آدمی سے۔ [۶۲] اس سے :، دوست سے۔ [۶۳] اس سے :، بھائی سے۔ [۶۴] اس سے :، بیٹے سے۔ [۶۵] عورت کے دل کا حال کوئی ذرا بھی نہیں جان سکتا۔ ہزاروں برس پہلے آج کی طرح عورت کے بارے میں یہ خیال بے دلچسپ۔ [۶۶] لوگ بے وقوف کو اس کی باتوں کے سبب جان لیتے ہیں۔ [۶۷] موقع :، ملنے والا موقع ؟ ۔ لمحہ موجود ؟ ۔

ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو اپنے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کرتا۔

جس پر کوئی بھروسہ کرتا ہے دیوتا اسے احساس شرم ودیعت کرتا ہے۔

وہ[۶۸] اس (احساس شرم) میں سے کوئی حصہ نہ تو شیطان صفت آدمی کو دیتا ہے اور نہ بدکردار کو۔

وہ[۶۹] جھوٹ اور مکاری پسند کرتے ہیں اور یہ ان سے کبھی بھی الگ نہیں ہوتی۔

جو مقسوم اور تقدیر آتی ہے وہ دیوتا معین کرتا ہے۔

۳۵ نصیحتیں

تیرھویں تعلیمات

چور پر اعتماد مت کر، کہیں تجھے صدمہ نہ اٹھانا پڑے۔

گھر میں سانپ کا ہونا اس احمق[۷۰] سے بہتر ہے جو وہاں اکثر آتا جاتا ہو۔

احمق[۷۱] سے اکثر ملنے جلنے والا جرم میں ملوث ہو جاتا ہے۔

احمق کے ساتھ رہنے والا جیل خانے میں مرتا ہے۔

احمق کا دوست اس کے ساتھ بندھا سوتا ہے۔

احمق کے جرائم سے اس کے بھائیوں کو نقصان پہنچتا ہے۔

غضبناک مگرمچھ[۷۲] اپنے مقدس (آسمانی) بھائیوں[۷۳] کو نقصان پہنچاتا ہے۔

احمق جو آگ جلاتا ہے اس کے قریب جاتا ہے (خود کو) جلا لیتا ہے۔

احمق جو لڑائی شروع کرتا ہے، اس کے قریب جاتا ہے اور گر پڑتا ہے[۷۴]۔

---

[۶۸] وہ: دیوتا۔ [۶۹] وہ: شیطان صفت اور بدکردار۔ [۷۰] احمق: بدکردار۔ کسی گھر میں بدکردار شخص کی آمدورفت سے بہتر یہ ہے کہ اس گھر میں سانپ رہتا ہو۔ سانپ بدکردار آدمی سے بہتر ہے۔ [۷۱] احمق۔ بدکردار۔ بدکردار سے تعلق رکھنے والا خود بھی مجرم بن جاتا ہے۔ [۷۲] مگرمچھ: مگرمچھ کو مصری دیوتا مانتے تھے اور مگرمچھ دیوتا کو سوبک (سَبک) کہتے تھے۔ [۷۳] آسمانی بھائی: دیوتا۔ [۷۴] لڑائی میں پٹائی کے سبب ڈھیر ہو جاتا ہے۔

چور جب چوری کرتا ہے تو اس کے ساتھیوں کو مار پڑتی ہے۔

عقل مند[5] کے ساتھ چلنے والے کی (بھی) ستائش کی جاتی ہے۔

احمق[6] کے ساتھ چلنے والا گلی میں تعفن پھیلاتا ہے۔

ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو احمق[7] کے ساتھ ملاقات کے سبب مصیبت میں پڑ جاتا ہے۔

ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو اس سے[8] بہت دور رہنے کے باوجود نادانستہ طور پر جرم میں پھنس جاتا ہے۔

وہ ایسا نہیں ہے جو اس احمق سے تعلقات رکھتا ہو جو حماقت کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے۔[9]

وہ ایسا عقل مند نہیں ہے جو دوسرے کو راستہ دکھاتا ہے۔

جو مقسوم اور تقدیر آتی ہے وہ دیوتا معین کرتا ہے۔

۱۷ نصیحتیں

چودھویں ہدایات

ماتحت کو منفعت رتبہ بننے دے کہیں اس کی وجہ سے تو احمق نہ مشہور ہو جائے۔

خوراک ٹھیک بانٹی جائے اور کام مقرر ہو تو خادم آقا کے سامنے انکساری سے رہتا ہے۔

احمق کو قتل کرنا[10] اسے بدکرداری سے دور رکھنے کے مترادف ہے۔

جس احمق کے سامنے لاٹھی نہیں ہوتی اس کے دل میں کوئی تشویش نہیں ہوتی۔[11]

فکر نہ کرنے والا احمق اس شخص کو فکر میں مبتلا کر دیتا ہے جو اسے سفر پر بھیجتا ہے۔

کم رتبہ[12] کا معاوضہ خوراک اور ڈنڈا ہونا چاہیئے۔

جس کم رتبہ آدمی کا چہرہ نیچے جھکا ہوتا ہے وہ اعلےٰ تربیت یافتہ ہوتا ہے۔

جس احمق کو کوئی کام نہیں ہوتا اس کا عضو تناسل اسے چین نہیں لینے دیتا۔

---

[5] عقل مند، ۱۔ نیک چلن۔ [6]، [7] احمق، ۱۔ بد کردار۔ [8] اس سے، ۱۔ بد کردار سے۔ [9] ہلاک ہو جاتا ہے، ۱۔ تباہ ہو جاتا ہے۔ [10] قتل کرنا، ۱۔ پیٹنا بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [11] جس احمق کو سزا کا، مار پڑنے کا خوف نہیں ہوتا وہ کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ [12] کم رتبہ، ۱۔ کم حیثیت۔ ماتحت۔

اگر ڈنڈا مالک سے بہت دور ہو تو ملازم اس کی نہیں سنتا۔

جو قانون کے مطابق سزا دیتا ہے دیوتا اس پر فضل کرتا ہے۔

اور اگر احمق کو اس کی حماقت پر چھوڑ دیا جائے تو (دیوتا) خفا ہو جاتا ہے[۵۳]۔

بدکردار کو طاقت ور بننے دیا جائے تو حکمران کو سزا ملتی ہے۔

بدقماش آقا کی حکمرانی میں دیوتا اپنا شہر چھوڑ جاتا ہے۔

ڈنڈا نہ ہو تو انصاف اور قانون شہر سے ختم ہو جاتا ہے۔

احمق کی پھیلائی ہوئی بدنظمی سے لوگ مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

جب کوئی نظم و نسق نہیں ہوتا تو احمق کو شیطانی منصوبے سوجھتے ہیں۔

قیادت کی خاطر دیوتا عقل مند آدمی کو طاقت عنایت کرتا ہے۔

(مذہبی) رہنماؤں میں نا اتفاقی کی وجہ سے عظیم مندر تباہ ہو جاتا ہے۔

مجرم کو مت چھوڑ[۵۴]۔

بے وقوف یا بڑے آدمی کو (ان کے) پسند کے کام مت کرنے دے۔

انجان آدمی یا بے وقوف کو وہ کام مت کرنے دے جو وہ نہیں جانتا۔

بداعمال یا کم تر لوگوں کی سربراہی نہ کرنے پائے۔

نیک آدمی کے کردار میں گھٹیا آدمی (کے کردار) کا شائبہ[۵۵] بھی ہوتا ہے۔

(اعلیٰ) کردار کی بنا پر منتخب شخص عظیم نہیں[۵۶] ہوتا۔

نہ ہی حماقت کی بنا پر راہِ راست سے ہٹ جانے والا گھٹیا آدمی ہوتا ہے[۵۷]۔

---

[۵۳] بڑے آدمی کو بداعمالیاں کرنے دی جائیں تو دیوتا خفا ہو جاتا ہے۔ [۵۴] لفظی ترجمہ: مجرم کو اس کے لئے نہ گذرنے دے جو (اس پر) اپنا ہاتھ رکھ دیتا ہے۔ [۵۵]، [۵۶]، [۵۷] چودھویں ہدایت کے یہ تینوں فقرے سابقہ ہدایات کے مانند اصول متناقض (تضاد) کا نمونہ ہیں۔ ان میں کہا گیا ہے کہ بعض اوقات نیک آدمی میں بھی کوئی خامی ہوتی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ لاثانی کردار کا حامل شخص ہمیشہ ہی عظیم ہو اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ گم کردہ راہ بداعمال شخص گھٹیا نہیں ہوتا۔

دل، کردار اور ان کا مالک دیوتا کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔
مقسوم اور تقدیر اس وقت آتی جاتی ہے جب وہ (دیوتا) حکم دیتا ہے۔

۲۸ نصیحتیں

پندرھویں ہدایات

لالچی مت بن، کہ تیرا نام متعفن نہ ہو جائے۔
لالچ کی بنا پر رہن رکھی جانیوالی چیز کوئلے کی طرح ہوتی ہے جو اپنے مالک کو جلا ڈالتی ہے۔
لالچ کے ساتھ چوری قانونی موت لے کر آتی ہے[۸۸]۔
عقل مند شخص کو دیوتا اس کی فراخدلی کی بنا پر دولت عطا کرتا ہے۔
فیاض انسان کی دولت لالچی کی دولت سے عظیم تر ہوتی ہے۔
لالچ سے گھر میں لڑائی جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے۔
لالچ سے دل شرم، شفقت اور اعتماد سے محروم ہو جاتا ہے۔
لالچ سے خاندان میں فتنہ پیدا ہو جاتا ہے۔
لالچی اسے (بھی کچھ) دینا پسند نہیں کرتا جس نے اسے دیا تھا۔
وہ کل کے بارے میں نہیں سوچتا کیونکہ وہ موجود لمحے کے لئے (زندہ) رہتا ہے۔
وہ اپنی حماقت کی وجہ سے کوئی چیز پیٹ بھر کر نہیں کھاتا۔
حرص آلود رقم کی برائی کی کوئی انتہا نہیں ہے۔
رقم ایسا پھندہ ہے جو دیوتا نے بدطینت آدمی کو ہر روز فکر پریشانی میں پھانسنے کے لئے دھرتی پر پھیلایا ہے۔
مگر وہ[۸۹] اپنے پسندیدہ آدمی کے دل سے پریشانی دور کرنے کیلئے یہ[۹۰] (اسے) بخشتا ہے۔
جو اس (رقم) کے ذریعے خوراک دینے میں فیاض ہے اسے مقدر یہ دیتا ہے[۹۱]۔

---

[۸۸] یعنی چور کو قانون کے مطابق موت کی سزا دی جاتی ہے۔ [۸۹] وہ: دیوتا۔ [۹۰]، [۹۱] یہ: دولت۔ رقم

دولت لے ملتی ہے جو اسے خوراک تقسیم کرنے پر خرچ کرتا ہے۔
سوختنی قربانی اور شراب[92] خوراک دینے کے لئے موزوں ہیں۔
تجہیز و تکفین کے وقت خوراک فراہم کرنا مناسب ہے۔
دیوتا کے سامنے جب غریب آدمی کا پیٹ بھرتا ہے تو وہ (دیوتا) خوش ہوتا ہے۔
اگر تجھے مال مل جائے تو اس کا ایک حصہ دیوتا کو دے، یہ غریب (آدمی) کا حصہ ہے۔
اگر تجھے بہت مال دیا جائے تو اسے اپنے شہر کیلئے خرچ کر تاکہ وہاں کوئی دکھ باقی نہ رہے۔
اگر تیری استطاعت ہو تو اسے مدعو کر جو دور ہو اور اسے بھی جو نزدیک ہو۔
دور کے آدمی کو مدعو کرنے والا جب خود دور ہو گا تو اس کا نام بالا ہو گا۔
جو پڑوسی سے محبت کرتا ہے اسے اپنے ارد گرد خاندان مل جاتا ہے۔
اچھے آدمی کی اچھی شہرت سے ایک دوسرے تک بڑا نام ہوتا ہے۔
ناپسندیدگی کو خاطر میں لائے بغیر کھانا کھلانے سے ناپسندیدگی دور ہو جاتی ہے۔
جو ضیافت کے موقعہ پر جتنا کچھ دیتا ہے دیوتا اس سے ہزار گنا اسے بخشتا ہے۔
اچھے کام کے بدلے میں دیوتا کچھ دولت حاصل کرنے دیتا ہے۔
جو غریب کو کھانا دیتا ہے دیوتا اسے اپنی لا انتہا شفقت میں سمیٹ لیتا ہے۔
کھانا لینے والے کی توقع سے زیادہ اسے کھانا دیا جائے تو دیوتا کا دل خوش ہوتا ہے۔
جو دوسرے کو کھانا دینا پسند کرتا ہے، ہر گھر میں اس کے سامنے کھا جائے گا۔
لالچ کی وجہ سے چھپ جانے والا چھپے ہوئے اجنبی کی مانند ہوتا ہے۔
جو اپنے لوگوں کے لئے کمینہ ہوتا ہے اس کے مرنے پر اس کے لئے دعائیں نہیں کی جاتیں
شیطان صفت آدمی کی موت سے اس کے پسماندگان خوش ہوتے ہیں۔
گودام سے چیزیں تقسیم کرنے والے کی باہر تعریف کی جاتی ہے۔

---

[92] شراب ۔ دیوتاؤں کے لئے نذر کی جانے والی شراب

تھوڑی سی خداداد دولت (بھی) ایسی ہی ہے جیسے سیلاب کے دنوں میں دریائے نیل[۹۳]۔
لالچی کی چیزیں ایسی راکھ کی مانند ہوتی ہیں جنہیں ہوا میں اڑا لے جائیں۔
جب وہ اکٹھی ہوتی ہیں تو انہیں دفنانے والا شخص موجود ہوتا ہے اور پھر دھرتی انہیں چھپا لیتی ہے۔
ضرورت کے وقت کے لئے سامان جمع رکھنے والا لالچی اور کنجوس نہیں ہوتا۔
دیوتا اپنے معین کردہ مقسوم کے مطابق دولت اور مفلسی دیتا ہے۔
جو مقسوم اور تقدیر آتی ہے وہ دیوتا معین کرتا ہے۔

۴۲ نصیحتیں

سولہویں ہدایات

جب تیرے گودام میں کچھ ہو تو اپنے بدن کو تکلیف مت دے۔
دل دکھی ہو تو بشاش نہیں ہو سکتا۔
کل موت ہو گی یا زندگی، ہمیں ان کے بارے میں کچھ علم نہیں ہوتا۔
عقل مند جس چیز کی تمنا کرتا ہے وہ یہ ہے آج روزی مل جائے۔
دولت جمع کرنے کا رسیا اس کے لٹ جانے سے مر جاتا ہے۔
بوڑھے کو اچھی زندگی اسے ملتی ہے جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔
بدبخت آدمی کے گودام میں خواہ دولت بھری ہو اس میں سے اپنا حصہ مانگنا پڑے گا۔
جو ساٹھ برس سے گذر گیا، اس کے پاس سے ہر چیز گذر گئی۔
اگر اس کا دل شراب سے محبت کرتا ہے وہ جی بھر کر نہیں پی سکتا۔
اسے کھانے کی تمنا ہوتی ہے (مگر) وہ پہلے کی طرح نہیں کھا سکتا۔
اگر اس کا دل عورت کی تمنا کرتا ہے، اس (عورت) کی ساعت نہیں آتی۔

---

[۹۳] دریائے نیل میں سیلاب کی آمد مصریوں کے لئے مسرت و شادمانی اور خیر و برکت کا پیغام لے کر آتی تھی۔
کہ ان کی معاشی کا انحصار ہی اس پر تھا۔

شراب، عورت اور خوراک سے دل مسرور ہوتا ہے۔

جو بغیر شور مچائے ان سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اسے گلی میں ملامت نہیں کی جاتی۔

جو ان میں سے کسی ایک سے محروم ہو جاتا ہے (وہ) اپنے بدن کا دشمن بن جاتا ہے۔

چیزیں کام میں لانے والا عقل مند آدمی کبھی غریب نہیں ہوتا۔

بڑھاپے کی مختصر زندگی (بھیک) مانگنے والے کی لمبی عمر سے بہتر ہوتی ہے۔؟

پس انداز کرنے والے کی زندگی شہرت کے بغیر جاتی ہے؟

دو تہائی حصہ گذر لینے کے بعد (انسان کی) عمر نقطۂ عروج[۹۴] کو پہنچتی ہے۔

موت اور زندگی سے آگاہ ہونے کی (عمر تک) پہنچنے سے پہلے کے دس سال لڑکپن میں بسر ہوتے ہیں۔

اپنی عمر کے دوسرے دس برس وہ "حکیمانہ تعلیمات" حاصل کرنے میں گذارتا ہے جو حکیمانہ تعلیمات اسے زندگی گذارنے میں کام آئیں گی۔

(اپنی عمر کے) مزید دس برس وہ مال کمانے اور حاصل کرنے میں صرف کرتا ہے جس کے ذریعے وہ زندگی بسر کر سکے۔

بڑھاپے کی عمر تک وہ مزید دس برس گذارتا ہے۔ پھر اس کا دل صلاح مشورے کے قابل ہوتا ہے[۹۵]

اس کے بعد[۹۶] پوری (انسانی) عمر کے ساٹھ برس باقی رہ جاتے ہیں جو تحوت دیوتا نے نیک آدمی کے لئے منفرد[۹۷] کی ہے۔

---

۹۴ نقطۂ عروج:۔ بعض ماہرین نے نقطۂ عروج کی جگہ ایک سو (۱۰۰) برس ترجمہ کیا ہے۔ اگلی چار سطروں میں عمر کے دو تہائی برس ضائع ہونے یا ختم ہونے کی بات کی گئی ہے۔ عمر کے یہ دو تہائی برس چالیس بنتے ہیں اس طرح گویا انسانی زندگی کا نقطۂ عروج ساٹھ (۶۰) برس قرار دیا گیا ہے۔ ۹۵ یوں بچپن، حکیمانہ تعلیم کے حصول، روزی کمانے وغیرہ کے مراحل میں زندگی کے چالیس برس صرف ہوتے ہیں۔ ۹۶ اس کے بعد:۔ چالیس برس کی عمر کے بعد۔ ۹۷ اس طرح انسانی کی مثالی زندگی ایک سو برس قرار دی گئی۔

دیوتا کے فضل سے دس لاکھ (انسانوں میں سے) ایک شخص ہی (زندگی کے) یہ (برس) راضی بہ تقدیر رہتے ہوئے گذارتا ہے۔[ف۹۸]

آدمی خواہ بداعمال ہو یا دیوتا کا مقرب (نیک) بندہ، کوئی اپنی معینہ عمر تبدیل نہیں کر سکتا۔

خوش بخت شخص اپنی زندگی میں موت کو یاد رکھتا ہے۔

جو (شخص مالی) منفعت کی وجہ موت کے بارے میں سوچتا ہے، دولت اس کا خاتمہ کر دے گی۔[ف۹۹]

زندگی کا سانس سلب کرنے کے بعد سب سے پہلے بڑا عفریت اسے (سزا) دے گا۔[ف۱۰۰]

صنوبر کا تیل، سوختنی خوشبوئیں، شورہ اور نمک[ف۱۰۱] اس کے زخموں کو مندمل نہیں کر سکیں گے[ف۱۰۲]

لے رحمانہ جلن اس کے بدن کو جلائے گی۔[ف۱۰۳]

پٹائی کرنے والے ہاتھوں سزا کھانے کے دوران (وہ) شخص یہ نہیں کہہ سکتا "اپنا ہاتھ پرے رکھو"![ف۱۰۴]

نیک آدمی کا خاتمہ یوں ہوگا کہ اسے تدفینی سامان کے ساتھ مقبرے میں دفنایا جائے گا۔

ذخیرہ اندوزی سے لاکھوں کے مال کا مالک بن جانے والا اس (مال) کو اپنے ہاتھ میں مقبرے میں نہیں لے جا سکے گا۔

ف۹۸ راضی بہ تقدیر: متن بہ تقدیر۔ راضی برضا۔ مطلب یہ کہ دس لاکھ نفوس میں صرف ایک ہی شخص ایسا نکلتا ہے۔ جو ہر حال میں تقدیر پر شاکر رہتے ہوئے، ہر بات کو مقدر کا لکھا جان کر اور اسے قبول کرتے ہوئے اپنی زندگی بسر کرتا ہے اور وہ بھی اس لئے کہ اس سلسلے میں دیوتا کا فضل اس کے شامل حال ہوتا ہے

ف۹۹ جرم کے ذریعے، دولت حاصل کرنے والا خود ہلاک ہو جائے گا اور ایسی دولت ہی اس کی ہلاکت کا سبب بنے گی۔ ف۱۰۰ تا ف۱۰۴ ان چار فقروں میں ان سزاؤں کا ذکر ہے جو جرائم کے ذریعے دولت حاصل کرنے والے کو "دوسری دنیا" (عالم ظلمات۔ عقبیٰ۔ مصری نام "دُوات") میں دی جائیں گی۔ ف۱۰۱ صنوبر کا تیل، سوختنی خوشبوئیں، شورہ اور نمک یہ سب چیزیں بطور نذر یا قربانی چڑھائی جاتی تھیں۔

ذخیرہ اندوز کو کوئی اتنی مہلت نہیں دیتا کہ وہ ساری زندگی گذار کر (ہی لاکھوں کا مال) اپنے بعد دوسرے کے لئے چھوڑ کر جائے۔

دھرتی پر دیوتا کی مرضی کے مطابق عمل کرنیوالا ہی اس (دیوتا) اور اس کی قدرت کے بارے میں سوچتا ہے۔

دیوتا کا اپنے نیک بندے کے لئے یہ عطیہ ہے کہ وہ صاحب اختیار ہو (تو) دیوتا اسے حلیم و بردبار بناتا ہے۔

اپنا جمع کیا ہوا مال دوسروں کیخاطر چھوڑجانیوالوں کیلئے سخت تکلیف دہ ہوجاتا ہے۔

جسے معلوم ہو کہ دیوتا کے مقرب بندے کے اندر کیا ہوتا ہے وہ مال جمع نہیں کرتا۔

جب کوئی بھائی بھوکا نہ ہو، جب باپ اور ماں تجھ سے نہ مانگیں تو کھا اور پی۔

جب تک کوئی (حاجت مند) تجھ سے نہ مانگے، کھلے دل سے جشن منا۔

جس کے ساتھ دل چاہے لطف اٹھاتا وقتیکہ کوئی احمق تیرے ساتھ شامل نہ ہو۔

مسلمہ صاحب کردار عورت کا جہاں تک سوال ہے تواس پر اس کی وجہ سے کوئی الزام نہ دھرا جائے گا؟ [ص ۱۰۵]

بیماری سے بچنے کا بروقت علاج یہ ہے کہ تیرے دل پر دیوتا کی عظمت نقش ہو۔

ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو کسی الزام کے بغیر ساری زندگی اپنا حصہ خرچ کرتا ہے۔

ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو مرتے دم تک مال جمع کرتا رہتا ہے۔

جو اپنا حصہ برتتا ہے وہ لاکھوں کے مال کا مالک ہوتا ہے۔

جو اپنے (آنے والے) کل کے کھانے کی فکر کرتا ہے وہ لالچی نہیں۔

مقسوم اور تقدیر اس وقت آتی اور جاتی ہے دیوتا انہیں حکم دیتا ہے۔

۵۱ نصیحتیں

ص ۱۰۵ دولٹن کا ترجمہ یہ ہے "اس (عورت کی وجہ سے تجھ پر کوئی الزام نہ آئے گا" مگر اس پورے فقرے کو اچھی طرح سمجھنے میں دولٹن کے اس ترجمے سے کوئی مدد نہیں ملی۔

سترھویں ہدایات

پریشانی کو بڑھنے مت دے کہیں تو دیوانہ نہ ہو جائے۔

اگر دل اپنے مالک کے لئے پریشان ہو گا تو وہ اسے بیمار کر دے گا۔

جب پریشانی ہوتی ہے تو خود دل موت کا خواہاں ہوتا ہے۔

مصیبت کے عالم میں عقل مند کو دیوتا صبر عطا کرتا ہے۔

دیوتا کو بھول جانے والا بدکردار دلفگار ہو کر مرتا ہے۔

مصیبت کا ایک مختصر دن غیر متحمل مزاج شخص کے دل میں کئی دنوں کے برابر ہوتا ہے۔

مصیبت میں دیوتا کے مقرب بندے کی حمایت گویا خود (دیوتا) کی حمایت کے مترادف ہے۔

احمق مصیبت کے وقت اسے (اپنی) بدی[۱۰۶] کی وجہ سے نہیں پکارتا۔

مشکل وقت میں صابر رہنے والے کی تقدیر اسی کے مطابق آتی جاتی ہے۔

تقدیر دیوتا کے ساتھ مل کر پریشانی کے بعد مسرت لاتی ہے۔

اپنے شہر میں اس لئے دلگیر مت ہو کہ تو کمزور ہے۔

جو اپنے شہر میں کمزور ہو جاتا ہے دوبارہ وہاں طاقت ور بن جاتا ہے۔

مصیبت میں مایوسی کی وجہ سے زندگی پر موت کو ترجیح مت دے۔

دیوتا آسودہ خاطری دوبارہ عطا کر دیتا ہے، مرنے والا پلٹ کر نہیں آتا۔

وہ (دیوتا) بڑھاپے کے اختتام پر مغموم کے ذریعے بھلائی نازل[۱۰۷] کرتا ہے۔

جو کمزور آدمی ناراض نہیں ہوتا اس کی روزی مشکل نہیں ہوتی۔

انسان کے لئے بہتر یہ ہے کہ تقدیر ناساز ہونے کی صورت میں کینہ پروری پر نہ اتر آئے۔

اگر کوئی معاملہ غضب ہو کر رہ جائے تو دلگیر مت ہو۔

تقدیر شیطان صفت آدمی کے موافق بھی ہو تب بھی اس (بدکردار) کی پیروی نہ کر۔

۱۰۶: بدی :- بدعقیدگی۔ ۱۰۷: بظاہر یوں لگتا ہے کہ یہاں کچھ عبارت کوئی بات اور بھی ہونی چاہیئے تھی۔

بداعمال اپنے پسندیدہ حالات میں نہیں مرتا۔

قید کے دوران دلشکستہ مت ہو کہ دیوتا کا کام عظیم ہے۔

دیوتا کے مقرب بندے کو (اسکے فائدے کے لئے) جیل ہوتی ہے؟

دعا کی وجہ سے موت قید خانے سے بچا لیتی ہے۔

قریب المرگ شخص کے غم میں اپنے دل کو پریشان مت کر۔

کسی کی موت سے کوئی دوسرا زندگی سے منہ نہیں موڑتا۔

نہ ہی کوئی ایسا ہے جو آسمان سے تیری دعا کے سبب سن لے گا۔

جوانی میں مرجانے والے کے بارے میں دیوتا ہی جانتا ہے کہ اس[109] نے کیا کیا تھا۔

دیوتا کسی بھی جرم کی سزا دینا نہیں بھولتا۔

محتاط دل والے کے لئے ایک دن دوسرے (دن) جیسا نہیں ہوتا۔

الزام سے پاک زندگی میں ایک ساعت دوسری (ساعت) جیسی نہیں ہوتی۔

ابتدا میں جب دیوتا دھرتی پر تھے (تو) اس وقت ایسا ہوا،

جب بڑی[110] دشمنوں سے کمزور ہو گیا تھا (تو پھر) اپنی باری پر وہ (دشمن) اس (بڑی) کے

سامنے کمزور ہو گئے تھے۔[111]

جب حور دیوتا کو بیریس کے پودوں کے پیچھے چھپا یا گیا تھا، پھر وقت آنے پر وہ بادشاہ بن گیا۔[112]

جو مصیبت ائست (دیوی) پر نازل ہوئی تھی اس سے گذرنے کے بعد اسے خوشی ملی۔[113]

اگر کوئی مصیبت نہ ہو تو ڈرنا نہیں چاہیئے۔

---

[109] اس نے:۔ جوانمرگ نے۔ [110] بڑی :۔ سورج دیوتا را کا ایک اور نام۔ [111] یہاں دراصل اس بات کی طرف اشارہ ہے جو ایک اسطورہ کے مطابق اس طرح ہوئی کہ را دیوتا جب بوڑھا ہو کر کمزور ہو گیا تو شر پسندوں نے اس کیخلاف بغاوت کر دی۔ جسے را کے حکم سے سختی سے کچلا گیا۔ یہ اسطورہ باب اساطیر میں شامل ہے۔ [112] یہاں "اسر (اوزیرس) اور ائست (آئسیس) کی اسطورہ کی طرف اشارہ ہے یہ اسطورہ بھی زیر نظر کتاب کے باب "اساطیر" میں شامل ہے۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

مصیبت میں خدا کا مقرب بندہ حوصلہ نہیں چھوڑتا۔
ایسا شخص بھی ہوتا ہے جسے فردا کے لئے پس انداز کرنے میں کامیابی نہیں ہوتی۔
ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو (کل) کی پرواہ نہیں کرتا، تقدیر اس کے لئے پرواہ کرتی ہے۔
جو مقسوم اور تقدیر نازل ہوتی ہے دیوتا انہیں بھیجتا ہے۔

۴۰ نصیحتیں

اٹھارھویں ہدایات

بردبار[۱۱۴] بننے کی تعلیمات ....

عقل مند آدمی کی بردباری یہ ہے کہ دیوتا سے مشورہ کرلے۔
خامی[۱۱۵] سے پاک بردباری کا نتیجہ صحیح رہنمائی ہوتا ہے۔
احمق مشورہ نہیں کرتا اس لئے نقصان اٹھاتا ہے۔
جو اپنے دل کی رائے مانتا ہے سکون سے سوتا ہے۔
جو اپنے دل اور اپنی زبان کی نگرانی کرتا ہے وہ اپنے دشمن کے بغیر سوتا ہے[۱۱۶]۔
راز کی بات فاش کرنے والے کا گھر جل جائے گا۔
عدم تحمل کی بنا پر بیہ (راز) فاش کرنے والا اپنی زبان کو نجس کرتا ہے۔
جو اپنے غصے پر قابو پاتا ہے وہ دیوتا کے غضب سے دور رہتا ہے۔

ص۱۱۳: عظیم دیوتاؤں کے فیصلے کے مطابق جب مقتول اسر (اوذیرس) دیوتا اور اس کی بیوی است (آئسس) کا بیٹا حور بادشاہت کا حق دار قرار پایا تو گویا است دیوی کی وہ ساری مصیبتیں ختم ہوگئیں جو اپنے شوہر اسر دیوتا کے قتل کے بعد ست دیوتا کے ہاتھوں اٹھانا پڑی تھیں اور دیوتاؤں کے فیصلے سے است دیوی کو خوشیاں ملیں۔ ص۱۱۴ بردبار: متحمل مزاج، مستقل مزاج۔ ص۱۱۵ خامی: الزام؛ ص۱۱۶ چونکہ بردبار اور محتاط آدمی کا دشمن کوئی نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ کسی دشمن کے خوف سے بے نیاز اور آزاد ہو کر سوتا ہے۔

دیوتا غیر متحمل مزاج احمق کا بے صبری سے پیچھا کرتا ہے۔

احمق کی بردباری شعلے کی مانند ہوتی ہے، جو بھڑکتا ہے اور (فوراً) بجھ جاتا ہے۔

احمق کی بردباری اس پانی کی طرح ہے جسے روکا جاتا ہے اور پھر اس کا بند ٹوٹ جاتا ہے۔

احمق کی بردبار اس طرح کی ہے کہ جب اس کا مالک اسے (کسی کے پاس[۱۱۷]) بھیجتا ہے تو پھر بھیجنے والے کو اس کے پیچھے ضرور جانا پڑتا ہے۔

بردباری اور عدم بردباری کا مالک مقدّر ہے جو (مقدر) انہیں بناتا ہے۔

وہ (شخص) عقل مند نہیں ہوتا جس کے برتاؤ سے احمق یا[۱۱۸] بے وقوف خفا ہو جائے۔

مشورہ، عقل اور بردباری دیوتا کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

مقسوم اور تقدیر اس وقت آتی اور جاتی ہے جب دیوتا انہیں حکم دیتا ہے۔

انیسویں ہدایات

ملائمت سے بات کرنے کے لئے تعلیمات۔

ہر طرح ملائمت کے ساتھ پیش آنے والے عقل مند آدمی کی تعریف کی جاتی ہے۔

صاحب اختیار احمق کی طاقت فوری موت کے مترادف ہوتی ہے۔

اپنی آواز کو کرخت مت کر، اپنی زبان سے آواز بلند مت بول۔

اونچی آواز بیماری کی طرح اعضائے جسمانی کو گزند پہنچاتی ہے۔

(کسی بات) کی چھان بین کرتے وقت بردباری کو ترک مت کر کہیں سنتے وقت تجھے غصّہ آ جائے۔

کینہ پرور کے ساتھ کینہ پروری سے مت پیش آ۔

جب تیرا آقا مشورہ[۱۱۹] کر رہا ہو تو اپنے دل کی بات ظاہر مت کر۔

احمق کو دیا جانے والا مشورہ ہوا کی مانند بے وزن ہوتا ہے۔

---

۱۱۷ کسی کام سے بھیجتا ہے، پیغام دے کر کسی کے پاس بھیجتا ہے۔ ۱۱۸ احمق:۔ بدکردار۔ یہاں احمق بدکردار کے اور بے وقوف کم عقل کے ہی معنوں میں آیا ہے۔ ۱۱۹ مشورہ کر رہا ہو:۔ غور کر رہا ہو؟

جب تک تجھ سے کہا نہ جائے اپنی زبان کو کثرت سے نصیحتیں مت کرنے دیا کر۔

بولنے میں جلد بازی سے کام لینے والا جواب غلط دیتا ہے[۱۲۰]۔

باتونی (شخص) الزام تراشی کرے تو کوئی اس کی آواز نہیں سنتا۔

احمق اونچی آواز میں بولتا ہے اس لئے کوئی اس کی شکایت کے مطابق رائے قائم نہیں کرتا[۱۲۱]۔

کوئی سزا کے دوران کسی بداعمال پر اس کی وجہ سے رحم نہیں کھایا کرتا کہ وہ ڈر سے چلاتا ہے۔

کوئی وزن لے جاتے وقت گدھے کی اس لئے تعریف نہیں کرتا کہ وہ رینگنے لگتا ہے۔

جو یہ کہتا ہے "مجھے دو" اس کی نسبت اسے حصہ دینا زیادہ بہتر ہے جو چپ رہتا ہے۔

جس نے تیری توہین کی ہو اسے نقصان پہنچانے سے بہتر کسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔

اگر عقل مند آدمی پُرسکون[۱۲۲] نہ ہو تو اس کا کردار کامل نہیں ہوتا۔

اگر لڑائی کے دوران سکون نہ ہو تو فوج کو آرام نہیں ملتا۔

اگر تقریب میں سکون نہ ہو تو مالک لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔

اگر مندر میں سکون نہ ہو تو دیوتا اسے چھوڑ دیتا ہے۔

پُرسکون ہونے کی وجہ سے عقل مند آدمی کی تعریف کی جاتی ہے۔

بردباری کی وجہ سے بڑھاپا زندگی میں اچھا ہوتا ہے۔

درشت[۱۲۳] رویے والا بُری موت مرتا ہے۔

ایسا بداطوار شخص بھی ہوتا ہے جو اس طرح پرسکون ہوتا ہے جیسے پانی میں مگرمچھ۔

ایسا احمق بھی ہوتا ہے جو اس طرح پُرسکون ہوتا ہے جیسے بھاری سینہ۔

جو اضطراب میں جکڑا ہوا ہو وہ مضطرب احمق نہیں ہوتا[۱۲۴]۔

دیوتا (ہی) اپنے احکام سے سکون اور اضطراب دیتا ہے۔

ص۱۲۰ غلط: "جھوٹ"۔ ص۱۲۱ رائے قائم نہیں کرتا: "فیصلہ نہیں دیتا"۔ ص۱۲۲ پُرسکون: "مطمئن"۔ ص۱۲۳ درشت رویے والا: "بے رحمانہ، سنگدلانہ رویے والا" بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ ص۱۲۴ ضروری نہیں کہ ہر مضطرب شخص "احمق" بھی ہو۔

جو مقسوم اور تقدیر نازل ہوتی ہے، دیوتا انہیں بھیجتا ہے۔

۳۶ نصیحتیں

بیسویں ہدایات

چھوٹی چیز کو حقیر مت جان، کہیں تو اس سے نقصان نہ اٹھائے۔

عظمت کو اپنے دل میں حقیر جاننے سے احمق مہلک نقصان اٹھاتا ہے۔

اسی طرح چھوٹائی کو حقیر سمجھنے سے عظیم آدمی کو نقصان پہنچتا ہے۔

دیوتا ہی ہے جو عتمہ[125] کی خاطر عظیم آدمی کو دل بخشتا ہے۔

وہی ہے جو بداطوار کو اس کی سنگدلی کی وجہ سے ضرر میں مبتلا کر دیتا ہے۔

بادشاہت اور الوہیت کو نقصان پہنچانے کی غرض سے ان کی تحقیر[126] مت کر۔

جو ضرر سے ڈرتا ہے ہر ضرر سے بچا رہتا ہے

جس معمولی بیماری کا علاج موجود ہو اسے حقیر مت جان، علاج کر۔

جو شخص بار بار بیماری میں مبتلا ہوتا ہو اس کی شفایابی مشکل ہے۔

جب چھوٹے تعویز کی ضرورت ہو اسے حقیر مت جان۔

جو تعویز نقصان نہیں پہنچاتا اپنے مالک کو نقصان سے محفوظ رکھتا ہے۔

چھوٹے دیوتا کو حقیر مت جان، کہیں اس کا انتقام تجھے سبق نہ سکھا دے۔

چوہے سے مشابہ چھوٹا جانور اپنے غصے کا اظہار کرتا ہے۔

چھوٹا گبریلا[127] اپنی مخفی شبیہہ[128] کی وجہ سے عظیم[129] ہوتا ہے۔

---

[125] دل، سوجھ بوجھ، عقل۔ [126] بادشاہت اور الوہیت کی توہین کرنے کیلئے انہیں حقیر مت جان۔

[127]، [128]، [129] گبریلا سورج دیوتا خیپ را (خیپ ری) اور زندگی کی علامت تھا۔ چنانچہ "مخفی شبیہہ" سے مراد یہاں ہیک نزدیک سورج دیوتا ہے، اور چونکہ اس (گبریلے) کو سورج دیوتا سے نسبت تھی اس لئے وہ عظیم تھا۔

چھوٹا بونا اپنے نام کی وجہ سے عظیم[۱۳۰] ہوتا ہے۔

چھوٹا سانپ زہریلا ہوتا ہے۔

چھوٹے دریا کا اپنا عفریت ہوتا ہے۔

تھوڑی[۱۳۱] آگ سے ڈرنا چاہیئے۔

چھوٹی دستاویز بہت فائدہ مند ہوتی ہے۔

چھوٹی عمر والا[۱۳۲] لڑائی میں نام پاتا ہے۔

چھوٹی ڈوری سے پپیو باندھا جاتا ہے۔

چھوٹا سچ بولنے والا اس کے ذریعے تباہ کر دیتا ہے۔

چھوٹا جھوٹ بولنے والے کے لئے باعث مصیبت ہوتا ہے

تھوڑی خوراک کھانے والے کو صحت مند رکھتی ہے۔

تھوڑی خدمت[۱۳۳]، اگر مسلسل ہو تو ناپسندیدگی دور کر دیتی ہے۔

تھوڑی بچت دولت پیدا کرتی ہے۔

تھوڑی روٹی ہلاکت سے روک دیتی ہے۔

دل اپنی چھوٹائی (کے باوجود) اپنے مالک کو زندہ رکھتا ہے۔

چھوٹی ٹکر ہڈیاں توڑ ڈالتی ہے۔

چھوٹی اچھی خبر سے دل زندہ رہتا ہے۔

تھوڑی شبنم کھیت کو زندہ رکھتی ہے۔

تھوڑی ہوا کشتی کو (بہا) لے جاتی ہے۔

چھوٹی مکھی شہد پیدا کرتی ہے۔

ص۱۳۰ بونوں سے مصری دہشت زدہ رہتے تھے۔ ص۱۳۱، ص۱۳۳ تھوڑی:۔ اصل مصری متن میں ان دونوں جگہ "چھوٹی" کے ہم معنی لفظ استعمال ہوا ہے۔ ص۱۳۲ چھوٹی عمر والا:۔ نوجوان

چھوٹی چیونٹی کھیت کو لے جاتی ہے۔
چھوٹی ٹڈی انگور کی بیل کو تباہ کر ڈالتی ہے۔
چھوٹی غلطی موت کی طرف جلد (لے) جاتی ہے۔
چھوٹی خیرات[۱۳۴] دیوتا کی نظر سے چھپی نہیں رہتی۔
بہت ساری چھوٹی چیزیں قابلِ احترام ہوتی ہیں۔
بڑی چیزیں تھوڑی سی ہیں جو لائقِ تحسین ہیں۔
ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو ملامت سے ڈرتا ہے مگر بڑا جرم پھر بھی کرتا ہے۔
ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو (اپنی) "مذلیل پر چلاتا ہے" مگر خدمت پھر بھی کرتا ہے۔
اپنی حفاظت کرنے والا عقل مند اور باعزت آدمی نہیں ہوتا۔
نہ ہی وہ دھوکے باز احمق ہوتا ہے جسے نقصان پہنچتا ہے۔
جو مقسوم اور تقدیر نازل ہوتی ہے دیوتا ان کا تعین کرتا ہے۔

۴۴ نصیحتیں

اکیسویں ہدایات

کمینہ ثابت نہ ہونے کی تعلیمات، کہیں تجھے حقیر نہ سمجھا جائے۔
جو ہاتھ لالچی نہیں ہوتا اس کے مالک کو ملامت نہیں کی جاتی۔
جس شہر میں تیرا کوئی خاندان نہیں (وہاں) تیرا دل تیرا خاندان ہوتا ہے۔
اچھے کردار والا دوست پیدا کر لیتا ہے۔
اپنے پیٹ سے محبت مت کر، دل میں (احساس) شرمندگی رکھ، اپنے دل کی آواز کی تحقیر[۱۳۵] مت کر۔
جوان میں کسی ایک کی تحقیر کرتا ہے گلی میں تعفن پھیلاتا ہے۔

ح ۱۳۴ چھوٹی یا چھوٹا میں نے ہر جگہ لفظی ترجمہ کیا ہے۔ مگر آج کل کے لحاظ سے حسب موقع تھوڑا اور قلیل بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ ح ۱۳۵ تحقیر مت کر، تمسخر مت اڑا بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔

ہجوم کے درمیان رقص مت کر۔ اژدحام میں مضحکہ خیز تشکیل[۱۳۶] مت بنا۔
جب تجھ سے مشورہ کیا جائے تو تیری زبان تیرے دل سے اختلاف نہ کرنے پائے۔
دغاباز آدمی دوسرے کو اپنے دل کی بات نہیں بتاتا۔
اس کی باتوں سے اس کی خواہش کا پتہ نہیں چلتا۔
بہت زیادہ ڈرمت، سست مت بن، رنج مت کر۔
احمق اور کم حیثیت آدمی کو انعام کی صورت میں قہقہہ ملتا ہے۔
کم حیثیت آدمی اگر بے وقت (مانگنے کے لئے) ہاتھ پھیلائے تو اس کی تحقیر مت کر۔
اپنے پیٹ کی وجہ سے کسی کے گھر میں نہ تو خوشامد کر اور نہ ہی ترش کلامی۔
جو مدعو کئے بغیر پہنچ جائے اس پر گھر تنگ[۱۳۷] ہو جاتا ہے۔
جسے پریشانی عزیز ہو وہ اپنے فعل پر کی جانے والی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔
جس کے دل میں نفرت ہو اس کے قریب[۱۳۸] مت جا۔
بدکردار احمق نفرت کرنا ترک نہیں کرتا۔
اپنے خاندان کے کسی بھائی سے تحفہ مت مانگ۔
خاندان کے بھائیوں میں بھائی صرف وہی ہوتا ہے جس کا دل مہربان ہو۔
کافی خوراک مہیا کرنے کے لئے سود پر رقم قرض مت لے۔
جسے آوارہ زندگی میں خود پر قابو ہو اسے اپنے پیٹ کی وجہ سے ملامت نہیں سہنا پڑتی۔
.... (معاہدے کی) دستاویز پر مہر لگاتے وقت دھوکہ مت دے۔

ص۱۳۶ مضحکہ خیز تشکیلیں:۔ اصل مصری عبارت میں "منہ مت بنا" کے الفاظ آئے ہیں۔ لیکسا اور ڈولٹن نے مضحکہ خیز تشکیلیں مت بنا" ترجمہ کیا ہے۔ جب کہ مس لشت ہائیم کے خیال میں اپنے آپ کو نمایاں کرنے' لوگوں کی توجہ مبذول کرانے سے مراد ہے۔ میں نے لیکسا اور ڈولٹن کا ترجمہ اپنایا ہے۔ ص۱۳۷ گھر تنگ ہو جاتا ہے:۔ یعنی بن بلائے مہمان کی آؤ بھگت نہیں ہوتی۔ ص۱۳۸ تعلقات مت پیدا کر۔

کسی کے لئے تاریخ کا تعین مت کر۔ کہ جب تیرے دِل میں کوئی اور (تاریخ) ہو۔
عقل مند آدمی کے دِل میں وہی کچھ ہوتا ہے جو اس زبان پر۔
جو کچھ تونے کہا ہو اس سے مکر مت سوائے خلاف قانون[138] (بات کے)
عزت اس منشی کی ہوتی ہے جس کی باتیں عقل مند آدمی کی طرح دیانتدارانہ ہو۔
جب تجھ سے کوئی بات پوچھی جائے[139] تو دھوکہ مت دے، تیرے پیچھے ایک شاہد[140] موجود ہے۔
بھوک کی وجہ سے چوری مت کر، کیونکہ تجھ سے پوچھ گچھ کی جائے گی۔
احتیاج کی موت بے شرمی کی زندگی سے بہتر ہے۔
غلط کاموں کے وقت خاموش رہنے والا ضرر سے بچا رہتا ہے۔
انصاف پانے کی خاطر اپنے مالک سے انتقام لینے کی خواہش نہ کر۔
طاقت ور آدمی کے قریب مت جا خواہ تجھے (کسی کا) تحفظ ہی کیوں نہ حاصل ہو۔
جب کسی عقل مند آدمی کو ننگا کیا جاتا ہے تو وہ کپڑے بھی دے دیتا ہے اور دعا بھی۔
اگر تیرے پاس لوگوں سے عملدرآمد کرانے کیلئے ڈنڈا نہ ہو تو لوگوں (کے معاملات) کا فیصلہ نہ سُنا۔
خاموش آدمی کے ساتھ زیادتی مت کر ایسا نہ ہو کہ اس کا دِل مقابلے پر آ جائے۔
سانپ پر کوئی اپنا پاؤں دھر دے تو وہ مہلک زہر خارج کرتا ہے۔
کسی کے ساتھ ظلم کرنے والے احمق سے اس کے ظلم کی وجہ سے نفرت کی جاتی ہے۔
ایسا شخص بھی ہوتا ہے کہ (اس کی) نیکی وجہ سے اس کی تحقیر کی جاتی ہے مگر وہ اس (نیکی) کی بنا پر برباد رہتا ہے۔
ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو اپنے غرور کیوجہ سے گلی میں تعفن پھیلاتا ہے۔
(کردار کے لحاظ سے) لوگوں میں منتخب آدمی عقل مند نہیں ہوتا۔

ص۱۳۸ سوائے خلاف قانون (بات کے) یعنی ایسی بات کہہ دی ہو جو نہیں کہنی چاہیئے تھی۔ ص۱۳۹ جب تحقیقات کے سلسلے میں کوئی بات پوچھی جائے۔ ص۱۴۰ شاہد = دیوتا۔

نہ ہی وہ شخص عظیم ہوتا ہے جس کی دوسرے عزت کرتے ہیں۔
دیوتا ہی ہے جو تعریف اور بے داغ کردار عطا کرتا ہے۔
جو مقسوم اور تقدیر نازل ہوتی ہے دیوتا انہیں بھیجتا ہے۔

۵۔ نصیحتیں

بائیسویں ہدایات

تعلیمات، کہ جہاں تو رہ سکتا ہو اس جگہ کو مت چھوڑ۔
کم کام اور کم خوراک پُرخوری سے کہیں بہتر ہے۔
احمق کا کام اپنے بیٹے کے بارے میں یہ ہے کہ (وہ) تشدد آمیز موت کے پیچھے بھاگتا ہے۔
عقلمند اور متقی آدمی مرض الموت میں مبتلا ہو تو بھی شفایاب ہو جائے گا۔
شہر کے دیوتا کے حکم سے ہی لوگوں کو موت اور زندگی ملتی ہے۔
پردیس جانے والا بد اطوار شخص شیطان کے جنگل میں پھنس جاتا ہے۔
جو متقی اپنے شہر سے دور ہوتا ہے اس کی قدر (کسی) دوسرے (عام) آدمی سے زیادہ معروف نہیں ہوتی۔
اپنے شہر سے دور مرنے والے کو محض ترس کھا کر دفنایا جاتا ہے۔[۱۴۱]
غیر معروف عقلمند آدمی کی بے وقوف تحقیر کرتے ہیں۔
احمق کی آوارہ گردی کی وجہ سے اس کے شہر والے اس کے خلاف ہو جاتے ہیں۔[۱۴۲]
اپنے شہر کے چلن سے روگردانی کرنے والے بدکردار سے وہاں کے دیوتا نفرت کرنے لگتے ہیں۔
ناجائز طور پر گھومنے والا قانونی سزا پاتا ہے۔
آوارہ گردی کرنے والے احمقوں سے مگرمچھوں کو اپنا حصہ ملتا ہے۔[۱۴۳]
آوارہ گردی کرنے والوں کی زندگی ایسی ہی ہوتی ہے۔

ص۱۴۱ یعنی شان و شوکت اور تدفینی لوازمات کے ساتھ نہیں دفنایا جاتا۔ ص۱۴۲ احمق، بدکردار۔ ص۱۴۳ بدکرداروں کو بطور سزا دریا میں پھینک دیا جاتا ہے۔ جہاں مگرمچھ انہیں کھاتے ہیں۔

"مَیں لوٹ آؤں گا" کہہ کر جانے والے کو دیوتا کا ہاتھ (ہی) واپس لاتا ہے۔

جو دور ہے[۱۲۴] اس کی عبادت دور ہے، اس کے دیوتا اس (شخص) سے دور ہوتے ہیں۔

پریشانی کے وقت کوئی منہ بولا بھائی اس تک نہیں پہنچ پاتا۔

جو برائی سے بچنے کیلئے پردیس چلا جاتا ہے اس (برائی) میں پھنس جاتا ہے۔

پردیسی جہاں کہیں ہو کم حیثیت آدمی کا نوکر ہوتا ہے۔

وہ غلط نہیں کرتا[۱۲۵] پھر بھی لوگ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔

گو وہ کسی کو ذلیل نہیں کرتا[۱۲۶] مگر کوئی اس کی تذلیل کر ڈالے گا۔

وہ توہین آمیز دشنام اور تمسخر آمیز ہنسی کا نشانہ بننے پر مجبور ہو گا۔

چونکہ وہ پردیسی ہوتا ہے اسلئے اپنے ساتھ عورت جیسا برتاؤ کئے جانے کا جرم نظرانداز کر دینے پر مجبور ہو گا۔

پردیس میں دولت مند آدمی کا ٹوالوٹ لیا جاتا ہے۔

جب کوئی عقل مند آدمی دور ہوتا ہے اس کا دل اپنے شہر کا متلاشی ہوتا ہے۔

جو اپنے شہر میں صحیح دیوتا کی پوجا کرے گا زندہ رہے گا۔

مصیبت میں اپنے دیوتا کا نام لینے والے کو اس سے بچا لیا جاتا ہے۔

عقل مند آدمی جہاں کہیں ہو اس کے نام کی تعریف اس کے ساتھ ہوتی ہے۔

احمق اپنی بدکرداری کی وجہ سے جرم میں ملوث ہو جاتا ہے۔

شہر کے بہت سارے لوگ ایسے نہیں ہوتے جنہیں اس میں رہنا آتا ہو۔

نہ ہی وہ پردیسی ہوتا ہے جس کی زندگی مشکلات میں گھری ہوتی ہے۔

دیوتا ہی تعلیمات کے ذریعے رہنے کا طریقہ بتاتا ہے۔

---

[۱۲۴] اپنے شہر یا دیس سے دور۔ [۱۲۵] وہ، اپنے وطن سے دور شخص۔ [۱۲۶] ذلیل نہیں کرتا = پریشان نہیں کرتا۔ نقصان نہیں پہنچاتا' بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔

وہی بد اطوار کو باہر جانے دیتا ہے اور (جب اسے) رہنے کیلئے کوئی جگہ نہیں ملتی تو (اسے)
واپس لاتا ہے۔
جو مقسوم اور تقدیر نازل ہوتی ہے دیوتا انہیں بھیجتا ہے۔

۲۸ نصیحتیں

تینتیسویں ہدایات

جلامت! ایسا نہ ہو کہ دیوتا سزا دے کر تجھے جلا ڈالے۔
زندہ سانپ کا زہر اس کے منہ میں اور گھٹیا آدمی کا زہر اس کے دل میں ہوتا ہے۔
قاتل سانپ کی مانند ہوتا ہے، وہ مگرمچھ کی طرح بے رحم ہوتا ہے۔
کوئی مگرمچھ، سانپ یا بدقماش آدمی کا زہر نہیں نکال سکتا۔
احمق کی زبان کے ڈسنے کا علاج کوئی نہیں کر سکتا۔
آوارہ گردی کرنے والے احمق کو امن اور (امن) قائم کرنیوالے سے محبت نہیں ہوتی۔
بداطوار آدمی اس شخص پر رحم کھانا پسند نہیں کرتا جس نے اس کے ساتھ برائی کی ہو۔
اس کی آنکھ بدامنی میں خونریزی سے سیر نہیں ہوتی۔
کسی کی لگائی آگ کے ذریعے بداطوار جرم میں ملوث ہو جاتا ہے۔
جلتی آگ کو پانی بجھا دیتا ہے۔ جب کہ پانی آگ بن جاتا ہے۔
دودھ ...... جگ میں خراب ہو جاتا ہے۔
بداعمال آدمی جس کا دل بدی سے محبت کرتا ہے، اس (بدی) کو پالے گا۔
جو نیکی کے بارے میں سوچتا ہے اس میں کامل ہو جائے گا۔
زمین سے جو کچھ نکلتا ہے واپس اسی میں چلا جاتا ہے۔
دیوتا دل کے مطابق چراغ اور چربی عطا کرتا ہے۔

وہ (دیوتا) اپنے پسندیدہ (شخص) کو جانتا ہے اور جس نے اسے چیزیں دی تھیں[ف۴۶] وہ (دیوتا) اسے چیزیں بخشتا ہے۔

بداطوار اپنی پسند کے چلن سے باز نہیں رہتا۔

دیندار شخص (کسی کو) نقصان پہنچانے کے لئے جلاتا نہیں، کہیں اس کیخلاف کوئی نہ جلائے۔[ف۴۷]

طاقت ور بداعمال شخص خود کو گزند نہیں پہنچنے دیتا۔

متقی شخص مصیبت میں گھرا رہتا ہے تاوقتیکہ دیوتا (اس سے) راضی نہیں ہو جاتا۔

. . . .

. . . .

یہ سب (باتیں) مقدر اور دیوتا کے اختیار میں ہیں۔

جو مقسوم اور تقدیر نازل ہوتی ہے دیوتا انہیں بھیجتا ہے۔

۲۸ نصیحتیں

چوبیسویں ہدایات

دیوتا کی عظمت جاننے کی ہدایات، تاکہ تو انہیں اپنے دل میں رکھ لے۔

عقل مند آدمی کے دل اور زبان کی عظمت یہ ہے۔

جب دل اور زبان بے عیب ہوتی ہے . . . . . .

احمق کا دل دیوتا کے کام کو مذاق سمجھتا ہے۔

احمق کی زندگی خود دیوتا کے لئے بار ہوتی ہے۔

بداطوار کو مال اس لئے دیا جاتا ہے کہ اسے اس کے ذریعے (زندگی کے) سانس سے محروم کر دیا جائے۔

کوئی شخص دیوتا کے دل (کا حال) نہیں جانتا تاوقتیکہ اس (دیوتا) کا فرمان سامنے نہ آ جائے۔

وہ (دیوتا) بداطوار شخص کو جانتا ہے جو بُرائی کی سوچتا ہے۔

ف۴۶ یعنی دیوتا کی نذر کی تھیں۔ ف۴۷ اجادو کرنے کے لئے کوئی چیز جلانے سے مراد ہے؟

وہ (دیوتا) متقی آدمی اور اس کے دِل میں دیوتا کی عظمت سے آگاہ ہے۔

زبان سے سوال کئے جانے سے قبل ہی دیوتا کو اس (زبان) کے جوابات کا علم ہوتا ہے۔

دور سے پھینکا جانے والا نیزہ جس جگہ آکر گرتا ہے (دیوتا) اس کا تعین پہلے سے کر دیتا ہے۔

بد اطوار کو ہزار گنا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

وہ (دیوتا) کو رات کی تاریکی میں رینگنے والے جانوروں سے بچاتا ہے۔

وہ اپنے احکام سے دِل اور زبان کو ہدایت دیتا ہے۔

وہ راستے کو محفوظ بناتا ہے گو (اس راستے پر) کوئی محافظ متعین نہیں ہوتا۔

وہ کسی فیصلے کے بغیر منصفانہ قانون بناتا ہے۔

وہ بڑے گھرانے میں پیدا ہونیوالے کو اپنی رحمت سے مدت العمر تک بڑا بناتا ہے۔

وہ مفلس بھکاری کو آقا بنا دیتا ہے کیونکہ وہ اس کے دِل کو جانتا ہے۔

"یہ نہیں ہو سکتا" کہنے والے (شخص) کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے جو کچھ پردۂ غیب میں ہے۔

سورج اور چاند آسمان پر کیسے آتے جاتے ہیں؟

پانی، آگ اور ہوا کہاں جاتے اور کہاں سے آتے ہیں؟

کس وجہ سے تعویذ اور منتر مؤثر ہوتے ہیں؟

دیوتا اپنے پوشیدہ کام زمین پر ہر روز ظاہر کرتا ہے۔

اس نے روشنی اور تاریکی بنائی جس میں ہر جاندار (موجود) ہے۔

اس نے زمین بنائی، جو لاکھوں کو پیدا کرتی ہے، انہیں نگل جاتی ہے اور دوبارہ پیدا کرتی ہے

اس نے فرمان کے آقا کے حکام کے ذریعے دِن، مہینہ اور سال بنایا۔

شعرائے یمانی کے طلوع اور غروب کے ذریعے گرمی اور سردی کا موسم بنایا۔[ص۱۴۹]

ص۱۴۹۔ گرمی اور سردی کے موسموں کے آغاز و اختتام کا تعین ستارہ شعرائے یمانی کے طلوع و غروب سے کیا جاتا تھا۔

اس نے کھیتوں کا عجوبۂ خوراک ان سے پہلے[150] بنائی جو زندہ ہیں۔

اس نے ان سے[151] مجموعۂ نجوم[152] بنایا جو آسمان میں ہیں تاکہ زمین پر بسنے والے ان کا مطالعہ کریں[153]۔

اس نے اس (دھرتی) میں شیریں پانی بنایا جس کی تمام ملک تمنا کرتے ہیں۔

اس نے انڈے کے اندر سانس تخلیق کیا گو وہاں تک کوئی رسائی نہیں۔

اس نے ہر رحم[154] میں پہنچنے والی منی سے زندگی[155] تخلیق کی۔

اس نے اسی منی سے ہڈیاں اور رگیں[156] بنائیں۔

اس نے زمین کی لرزش[157] کے ذریعے پوری دھرتی . . . . . .

اس نے تکان دور کرنے کے لئے نیند اور روزی کمانے کے لئے بیداری تخلیق کی۔

اس نے بیماری دور کرنے کے لئے دوائیں اور تکلیف دور کرنے کے لئے شراب بنائی۔

اس نے خواب میں بے بصر کو راستہ دکھانے کے لئے خواب تخلیق کئے۔

اس نے بد اطوار کو ایذا دینے کے لئے زندگی اور موت تخلیق کی۔

اس نے سچائی[158] کی خاطر دولت اور جھوٹ[159] کی خاطر مفلسی تخلیق کی۔

اس نے بے وقوف آدمی کے لئے مشقت اور عام آدمی کے لئے خوراک تخلیق کی۔

اس نے (انسانوں) کو زندہ رکھنے کے لئے نسلوں کا سلسلہ تخلیق کیا۔

اس نے دھرتی پر رہنے والوں کا مقسوم ان سے پوشیدہ رکھا تاکہ وہ جان جائیں۔

اس نے ملازم کی خوراک آقا (کی خوراک) سے مختلف بنائی۔

حد۱۵۰: ان سے پہلے: "انسانوں سے پہلے"۔ حد۱۵۱ ان سے: یعنی ستاروں پر مشتمل جھمکا بنایا۔ حد۱۵۲ مجموعۂ نجوم: ستاروں کا جھمکا۔ تارا منڈل۔ حد۱۵۳ یہاں علم الافلاک کم از کم علم النجوم حاصل کرنے کی بات بھی کی گئی ہے۔ حد۱۵۴ رحم: رحم مادر۔ بچہ دانی۔ حد۱۵۵ زندگی: اصل مصری عبارت میں یہاں جو لفظ آیا ہے انگریزی میں اس کا ترجمہ "پیدائش۔ جنم" کیا گیا ہے۔ حد۱۵۶ رگیں: عضلات وغیرہ حد۱۵۷ زمین کی لرزش: زلزلہ۔ حد۱۵۸ سچائی: حق۔ راستی۔ حد۱۵۹ جھوٹ: باطل۔

وہ حرم شاہی کی خاتون کو شوہر حاصل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔[160]

وہ باہر سے آئے اجنبی کو شہری کی طرح رہنے کی اجازت دیتا ہے۔

کوئی شخص[161] ایسا نہیں جو اپنے مقدر سے آگاہ ہو۔[162]

ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو سوچی سمجھی رائے پر عمل کرتا ہے پھر بھی وہ ہلاکت سے دوچار ہو جاتا ہے۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ بے وقوف غلط کام، کرنے کے باوجود کامیاب ہو جاتا ہے۔

ہجوم کی قیادت کرنے والا بھاگ جانے والا نہیں ہوتا۔

نہ ہی راستے پر حملہ کرنے والا قاتل ہوتا ہے۔

مقدر اور مکافات[163] دیوتا کے احکام لے کر پلٹتے ہیں۔

تقدیر آگے نہیں دیکھتی، مکافات غلط طریقے پر نہیں آتی۔

ایک کے بعد دوسری چیز رکھنے کے لئے دیوتا کا مشورہ عظیم ہوتا ہے۔

جو مقسوم[164] اور تقدیر نازل ہوتی ہے دیوتا انہیں بھیجتا ہے۔

پچیسویں ہدایات

(جذبۂ) انتقام[165] سے گریزاں رہنے کے بارے میں تعلیمات۔

دیوتا کے خلاف متشددانہ انتقامی کارروائی کا نتیجہ متشددانہ موت ہوتی ہے۔

سخت انتقامی (کارروائی) کا بدلہ چکانا پڑتا ہے۔

ص۱۶۰ یہ واضح نہیں کہ طلاق کے بعد دوسری شادی کی طرف اشارہ ہے یا بیوگی کے بعد دوسری شادی کی طرف

ص۱۶۱ کوئی شخص:۔ یہاں جو اصل قدیم مصری لفظ آیا ہے اس کے معنی ہیں: "ہجوم میں بھائی" ــ "لوگوں میں بھائی"۔ ص۱۶۲ کسی شخص کو اپنے مقدر کے بارے میں معلوم نہیں کہ اسے کیا پیش آنے والا ہے۔ ص۱۶۳ مکافات:۔ مکافات سے مراد وہ اسمانی قوت تھی جو مقسوم اور تقدیر کے مدِمقابل یا ہم رتبہ تھی۔ ص۱۶۴ مقسوم انجام۔ ص۱۶۵ (جذبۂ) انتقام:۔ "پچیسویں ہدایات" کی تقریباً پوری عبارت میں انتقام کا ہی ذکر ہے اور انتقام یا انتقامی جذبے کی مذمت کرتے ہوئے اسے برائی قرار دیا گیا ہے البتہ ان تعلیمات کی چوتھی اور پانچویں سطر (تعلیم) میں انتقام (بدلہ) مکافات کے معنوں میں ہی آیا ہے۔

دیوتا فراموش نہیں کرتا، مکافات آرام نہیں کرتی۔

بداطوار آدمی اس سے ڈرتا نہیں، مکافات اس سے[166] سیر نہیں ہوتی۔

مگر منتقی شخص کمزور آدمی سے نیکی کرتا ہے۔

جو شخص شہر میں دیدہ دلیر ہوتا ہے وہ اپنے میدان[167] کمزور ہوتا ہے۔

مندر میں زور زور سے بولنے والا کمزوری کے سبب وہاں چپ ہو جائے گا۔

کمزور کو اذیت دینے والے کی پشت پناہی کرنیوالا جب کوئی نہیں ہوگا تب شکایت کرے گا۔

خوراک زبردستی ہتھیانے والا بھوک کیوجہ سے (ایک دن) خوراک کی بھیک مانگے گا۔

حلف اٹھانے والے میں جلدبازی کرنے والے کو موت جلد آتی ہے۔

جو دوسرے کے معاملات کو ظاہر کرے گا، اس کے معاملات بھی ظاہر کر دیئے جائیں گے۔

جو زبردستی آدمی کی بے حرمتی کرتا ہے، اس کی اولاد کو جلد ہی دفنا دیا جائے گا۔

جو تکلیف کی خاطر تکلیف پہنچاتا ہے اس کے بڑھاپے کو تکلیف کا سامنا کرنا ہوگا۔

جو اپنے دل کو انتقام کے بارے میں چوکس رکھتا ہے اس کا اس (انتقام) سے واسطہ نہیں پڑیگا

جب تو طاقت سے سیر ہو جائے گا تو تھوڑی سی (طاقت) گلی کے لئے بھی چھوڑ دے۔

جب تیرے پاس طاقت ہو تو اپنے دل میں غصہ کم کر دے۔

جب تو گلی میں چل رہا ہو تو بوڑھے آدمی کے لئے راستہ چھوڑ دے۔

جب تو کمزور آدمی کو دیکھے تو ناتوانی کے انجام سے ڈر۔

جب تو انتقام کے بارے میں سوچے، تو مجرمانہ انتقام سے ڈر۔

اس (انتقام) کی سزا غضب ناک سخمت (دیوی) کی سزا سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہے

. . . .

---

[166] اس سے: بداطوار آدمی سے۔ یعنی بداطوار آدمی کو خوب سزا دی جاتی ہے۔ [167] "کمزور ہو جائے گا" بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔

جب انتقام کسی گھر میں آتا ہے تو تقدیر وہاں سے رخصت ہو جاتی ہے۔
جب یہ کسی خاندان میں آتا ہے تو اس سے بھائی (ایک دوسرے) کے دشمن بن جاتے ہیں۔
جب یہ کسی شہر میں آتا ہے تو اس سے لوگوں میں فساد بپا ہو جاتا ہے۔
جب یہ کسی صوبے میں آتا ہے تو اس سے بد اطوار طاقت در ہو جاتا ہے۔
جب یہ مندر میں آتا ہے تو اس سے بے وقوف طاقت ور ہو جاتے ہیں۔
جب یہ بد اطوار آدمی میں آتا ہے تو لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔
جب یہ کسی عقل مند آدمی میں آتا ہے تو اسے بے وقوف، بد اور احمق بنا دیتا ہے۔
عقل مند آدمی جب انتقام کی آگ میں پھنک رہا ہو تو سوچ سمجھ سے کام نہیں لیتا۔
تقدیر کے بغیر عاجل کے لئے کوئی کام جلد (مکمل نہیں) ہوتا۔
غارت گر انتقام کے ہاتھوں نقصان اٹھائے گا۔
خوش بختی، برکت اور طاقت دیوتا کے حکم سے ملتی ہے۔
وہ گناہ کے بدلے میں سزا دیتا ہے، خیرات کا صلہ دیتا ہے۔
وہ شکم پری کے بعد بھوک اور بھوک کے بعد شکم پری پیدا کرتا ہے۔
دیوتا جب انتقام کا فرمان جاری کر دے تو لوگ دیوتا یا انتقام سے بچ نہیں سکتے۔
جو ہر طرح کا نقصان پہنچانے کیلئے چلاتا ہے دیوتا نقصان پہنچاتے ہوئے چلائے گا۔
جو معمولی غلطی کو نظر انداز کر دیتا ہے، ناپسندیدگی کو تحلیل کر کے مطمئن رہتا ہے۔
تشدد، مفلسی، توہین اور نامہربانی کبھی بھی چین سے نہیں رہتی۔
میں نے برائی کی خاطر نہیں جلایا.......... میرا دل ...... دیوتا اسے جانتا ہے۔
میں نے کسی سے انتقام نہیں لیا، کوئی دوسرا میری وجہ سے مصیبت میں مبتلا نہیں ہوا۔
مجھ سے نادانستگی میں جو گناہ سرزد ہوا ہو میں اس کی معافی مانگتا ہوں۔
میں دیوتا سے التجا کرتا ہوں کہ مجھ پر رحم کرے اور مجھے ...... عنایت کرے۔

(چیزوں کا) ذخیرہ موجود نہ ہونے کے باوجود وہ خوشحالی کے بارے میں فکر دور کر دیتا ہے۔
وہ مایوسی سے آزاد پوری زندگی اور شاندار تدفین (عنایت) کرتا ہے۔
وہ تیرے دِل پر اعتماد کرتا ہے.........
جوان (باتوں) کو سنے گا اس کے لئے یہ مفید ہوں گی.......
عقل مند آدمی کے دِل کا صلہ...... دیوتا کی آنکھ......
بداطوار آدمی کا دِل......... جو نہیں جانتا......
'تعلیمات' کا اختتام:۔ (دیوتا کرے) اس کی 'با' ہمیشہ پھلے پھولے۔
دُجدحر پا اُن کا بیٹا نَب خُور۔ اس کی 'با'[۱۶۵] آئمر۔ سوگر' کی خدمت کرے گی؛
عظیم دیوتا، عبیدوز کا بادشاہ۔ (دیوتا کرے) اس کی 'با' اور اس کا بدن ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نوجوان رہے۔

○○○

---

[۱۶۵] 'با'۔ روح۔ [۱۶۵] نَب خُور۔ ان تعلیمات کے خالق کا نام۔

باب ۲

قنوطی ادب

درد آشوب
شہر آشوب

تخلیقی قدامت ۔۔۔۔ ۴۱۵۰ تا ۴۰۰۰ برس
تحریری قدامت ۔۔۔۔ ۴۰۰۰ تا ۳۳۰۰ برس

قدیم مصری تاریخ کے پہلے دورِ زوال (۲۱۸۱ / ۲۰۴۰ ق م) اور "وسطی بادشاہت" (۲۱۳۳ / ۱۷۸۶ ق م) کے آغاز یعنی فراعنہ کے گیارہویں خاندان (۲۱۳۳ / ۱۹۹۱ ق م) اور بارہویں خاندان (۱۹۹۱ / ۱۷۸۶ ق م) کی ابتداء میں کچھ ایسے مخصوص ادب پارے تخلیق ہوئے جن کا موضوع اور زبان وغیرہ کا انداز بڑی حد تک ایک جیسا ہے۔ چنانچہ ان تخلیقات کو مجموعی طور پر 'قنوطی ادب' کا نام دیا گیا ہے۔ اس 'قنوطی ادب' میں وہ سب ادب پارے آجاتے ہیں جو 'شہر آشوب'، 'درد آشوب'، 'نوحے'، 'فریاد'، 'پیشین گوئیاں'، 'تشکیک' اور 'فلسفیانہ غور و فکر پر مبنی تخلیقات' کے زمرے میں بھی آتے ہیں ـــــ کوئی شبہ نہیں کہ اس پہلے دورِ زوال کے دوران جو ادب تخلیق ہوا اس میں شامل متعدد تخلیقات اپنی منفرد اہمیت اور خصوصیات کے لحاظ سے

عالمی ادب کی تاریخ میں ممتاز حیثیت کی حامل ہیں،

مصری تاریخ کے قدیم بادشاہی دور (۲۶۸۶/۲۱۸۱ ق م) کے بعد یہ ملک سیاسی و عسکری زوال و انتشار، معاشرتی شکست و ریخت، زبوں حالی، اندرونی قتل و غارت گری، بیرونی حملے، خانہ جنگی، اخلاقی اقدار کی پامالی اور انحطاط کے گرداب میں بری طرح پھنس کر رہ گیا تھا۔ طوائف الملوکی، بدحالی اور اخلاقی دیوالیہ پن کا یہ المناک زمانہ علمی اصطلاح میں قدیم مصری تاریخ کا "پہلا دورِ زوال" (یا انتشار) (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق م) کہلاتا ہے اور یہ فراعنہ کے ساتویں (۲۱۸۱/۲۱۷۳ ق م) آٹھویں (۲۱۷۳/۲۱۶۰ ق م) نویں (۲۱۶۰/۲۱۳۰ ق م) اور دسویں (۲۱۳۰/۲۰۴۰ ق م) خاندانوں پر محیط تھا۔ گو فراعنہ کے گیارہویں خاندان (۲۱۳۳/۱۹۹۱ ق م) کے ایک فرعون منتوحوتپ ثانی نے شمالی اور جنوبی مصر کو ایک بار پھر ایک جھنڈے تلے متحد کر دیا تھا مگر پہلے "دورِ زوال" کے اثرات گیارہویں خاندان کے کم از کم ابتدائی زمانے تک بہت ہی گہرے چلے آئے تھے۔ گیارھویں خاندان کا دارالحکومت تیبے (تھیبس) تھا۔

نہ صرف ادیبوں بلکہ مصری عوام کے ذہنوں پر بھی اس پر ہیبت اور افراتفری سے بھرپور دور کے اثرات اتنے گہرے تھے کہ ہم عصر نویں، دسویں اور گیارھویں خاندانوں کے علاوہ بعد کے بارھویں خاندان کے مضبوط و مستحکم اور خوشحال عہد حکومت کے آغاز میں بھی ان المناک واقعات کی یاد بھلائی نہ جا سکی اور فراعنہ کے نویں (۲۱۶۰/۲۱۳۰ ق م) اور دسویں (۲۱۳۰/۲۰۴۰ ق م) اور اس کے کچھ عرصہ بعد تک یعنی گیارھویں خاندان (۲۱۳۳/۱۹۹۱ ق م) کے پورے دورِ حکومت اور بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کے آغاز میں قنوطی ادب پر مشتمل ادب پارے تخلیق ہوئے جیسا کہ شروع میں کہہ چکا ہوں کہ چونکہ ان ادب پاروں کا موضوع اور زبان وغیرہ کا انداز بہت حد تک ایک جیسا ہی ہے اس لئے ماہرین نے ان تخلیقات کو بحیثیت مجموعی "قنوطی ادب" کا نام دیا ہے۔ اس ادب میں وہ سبھی ادب پارے شامل ہیں جو شہر آشوب اور دورِ آشوب، نوحے، فریاد، پیشین گوئیوں، تشکیک، لذتیت، کلبیت اور فلسفیانہ

غور و فکر پر مبنی تخلیقات کی ذیل میں بھی آتے ہیں۔

قنوطی ادب کے زمرے میں آنے والی اہم ادبی تخلیقات درج ذیل ہیں (نہ صرف یہاں بلکہ زیر نظر پوری کتاب میں ادب پاروں کے عنوان رکھنے میں میں نے مغربی علماء کی سو فیصد تقلید نہیں کی ہے) ان ادب پاروں کے مختلف انگریزی عنوان بھی دئے جا رہے ہیں۔

۱۔ "خودکشی"

"THE MAN WHO WAS TIRED OF LIFE"

"THE TALK OF A MAN WHO WAS TIRED OF LIFE WITH HIS SOUL"

"THE DISPUTE BETWEEN A. MAN AND HIS BA"

"ADISPUTE OVER SUICIDE"

۲۔ "اپوور کا نوحہ"

"THE ADMONITIONS OF IPUWER"

"THE ADMONITIONS OF AN EGYPTIAN SAGE"

۳۔ "نفرتی (نفر رُوحو) کی پیشین گوئی (نوحہ)

"THE PROPHECIES OF NEFERTI"

"THE PROPHECY OF NEFER — ROHU"

۴۔ "خاخپر ار اسونب کی فریاد"

"THE COMPLAINTS OF KHAKHEPERRE—SONB"

۵۔ "بربط نواز کا گیت"

"THE SONG OF HARPER

۶۔ "خوش بیاں دہقان"

"THE ELOQUENT PEASANT"

"THE COMPLAINTS OF THE PEASANT"

"THE PROTESTS OF THE PEASANT"

۱۸۔ "مری کارا کے لئے تعلیمات"

"THE INSTRUCTIONS FOR KING MERI KARA"

قنوطیت۔ کلبیت
لذتیت۔ تشکیک

"پہلے دورِ زوال" (۲۱۸۱ / ۲۰۴۰ ق۔م) کے دوران مصر سیاسی اور عسکری زوال، انارکی، اخلاقی اقدار کی پامالی اور انحطاط حتیٰ کہ برادرانہ موانست تک کے فقدان اور خونچکاں اندرونی سماجی انقلاب کے جس چکر میں پس رہا تھا اور جو کچھ وہاں ہو رہا تھا، قدرتی بات ہے کہ اس کی تمام صورت حال سے نہ صرف ہم عصر بلکہ اس کے کچھ بعد تک، گیارھویں خاندان (۲۱۳۳ / ۱۹۹۱ ق۔م) کے بعد بارھویں خاندان (۱۹۹۱ / ۱۷۸۶ ق۔م) کے آغاز تک کے ادیبوں اور ان کے تخلیق کردہ ادب کو متاثر ہونا ہی چاہیے تھا۔

بہرحال پہلے دورِ زوال (۲۱۸۱ / ۲۰۴۰ ق۔م) کی اندوہناک اور ہولناک صورت حال سے متاثر ہو کر مصری ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں نے نہ صرف اسی دور (۲۱۸۱ / ۲۰۴۰ ق۔م) بلکہ اس کے ختم ہونے کے کچھ مدت بعد تک بھی متعدد ایسے مخصوص منظوم و منثور ادب پارے تخلیق و تصنیف کئے جن میں قنوطیت اور یاسیت بھی ہے اور یہ نظریۂ تشکیک" (SCEPTICISM) "نظریۂ لذتیت" (HEDONISM) اور نظریہ کلبیت" (CYNICISM) کے بھی آئینہ دار ہیں ـــــ زیرتذکرہ دور کے روح فرسا واقعات اور ناسازگار حالات کے نتیجے میں مصری شاعروں پر قدرتاً قنوطیت اور یاسیت طاری ہوئی بلکہ بعض ادیب تو قنوطیت اور یاسیت کی انتہا کو پہنچ گئے۔ وہ فلسفیانہ انداز میں غور و فکر سے کام لینے لگے۔ ان کے ذہنوں میں تشکیک ابھری، سوچ (نظریۂ لذتیت) کی طرف مائل ہوئی، کلبیت نے جگہ پائی، لہجے اور اظہار میں شکوہ شکایت در آیا ـــــ

عدل و انصاف اور اخلاقی اقدار کی پامالی و انحطاط اور انہوں اور دوسرے ملنے والوں کی بے رخی پر ان کے اذہان و قلوب کی گہرائیوں سے ردِ عمل، احتجاج اور کرب کا آوازہ اٹھا۔ اس تمام تر سوچ، اس ساری کیفیت کی بنا پر حساس مصری ادیبوں اور دانشوروں نے نہ صرف مصر بلکہ دنیا بھر کے ادب میں اپنی نوعیت کے کچھ اولین، انتہائی اہم، ممتاز و منفرد و خوبصورت ادب پارے تخلیق کئے بلکہ اس دور کے ادیبوں کا تخلیق کردہ زیرِ نظر ادب قنوطیت، تشکیک، کلبیت، پریشان خیالی اور یاس انگیزی کا آئینہ دار ہے اس میں ادیب تنہا نظر آتے ہیں مگر یہ سب کیفیت اور صورتحال وہی تھی جو قدیم بادشاہت (۲۶۸۶ - ۲۱۸۱ ق م) کے مستحکم اور عروج یافتہ دور کے خاتمے کے بعد مصریوں پر طاری ہو کر رہ گئی تھی۔ ـــــ

"قنوطی ادب" کی کچھ تخلیقات میں اس وقت کی ناگفتہ بہ حالت کا جی بھر کر نقشہ کھینچا گیا ہے اور ایک طرح سے گویا خون کے آنسو بھی رو دئے گئے ہیں ("اِپُوور کا نوحہ" ـــــ "نفرتی کی پیشین گوئی"، قنوطی ادب (شہر آشوب، دورِ آشوب وغیرہ) کی ذیل میں آنے والے بیشتر ادب پاروں میں ایک بات مشترک ہے گو وہ کہی گئی ہے مختلف انداز میں۔ یعنی یہ کہ ان ادبی تخلیقات میں اس زمانے کی ذہنی پریشانی و مایوسی، تشکیک، قنوطیت، معاشرتی بدحالی، مصائب و آلام اور قتل و غارت گری کا ذکر ملتا ہے۔ اس لحاظ سے تو ان کا عمومی و مشترک لہجہ اور موضوع ایک ہی ملتا ہے۔ تاہم بحیثیت مجموعی ان تخلیقات میں بددلی و مایوسی، مصائب اور تشکیک کی المناک فضا سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مختلف طریقے، قرینے اور مشغلے بھی تجویز کئے گئے ہیں، مثلاً کہیں تو اس کا علاج خودکشی قرار دیا گیا ہے ("خودکشی") اور کہیں "بار بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" والی بات سمجھائی گئی ہے۔ یعنی یہ تعلیم دی گئی ہے کہ انسان رنج و الم کو بھول جائے اور دکھ درد اور "تشکیک" کو مسرت و شادمانی میں گھول کر پی جائے ("بربط نواز کا گیت") ـــــ بعض ادب پاروں میں امید کی کرن اور رجائیت نظر آتی ہے۔ ان میں ڈھارس بندھانے کی خاطر کسی مسیحا یا نجات دہندہ کے آنے کی نوید دی گئی ہے، اچھے دن اور اچھے عہدِ حکومت کے

پلٹ آنے کا مژدہ سنایا گیا ہے، خوشگوار واقعات دہرا کر صورت حال اچھی طرح بنانے اور حالات سے احسن طریقے پر نمٹنے کی ترغیب ملتی ہے ("اپو ور کا نوحہ" "نفرتی کی پیشین گوئی")۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دھرتی پر یا پھر دوسری دنیا میں" اگلی زندگی" خوشگوار گذرے گی اور یہ کہ موت انسان کو مصیبتوں کی زندگی سے چھٹکارا دلائے گی ــــــــ کسی ادب پارے میں انصاف کے عدم حصول کا رونا بھی رویا گیا ہے اور حصول انصاف کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے۔ کسان بے چارا ایسے وقت ایسے ملک (مصر) میں انصاف و دادرسی کا طلب گار تھا جب اور جہاں سے انصاف کا جنازہ نکل چکا تھا ("خوش بیان دہقان کی کہانی")۔

"خودکشی" قنوطی ادب کا ایک ایسا نادر اور قابل توجہ ادب پارہ ہے جو عالمی ادب کی پوری تاریخ میں، مختلف خصوصیات اور وجوہ کی بنا پر، انتہائی اہم، منفرد اور دلکش مثال ہے۔ یہ بھی پہلے دور زوال کی پیدا کردہ صورت حال کے نتیجے میں تخلیق ہوا تھا اس میں دل، مایوسی، قنوطیت اور کلبیت عروج کو پہنچی ہوئی دکھائی دیتی ہے؛ اتنی کہ حالات سے تنگ آیا ہوا عام مصری خودکشی کرکے قلبی کرب و اذیت سے چھٹکارا پانے میں عافیت سمجھنے لگا تھا۔ مصریوں کے نزدیک خودکشی ایک ایسا ڈراونا اور خوفناک فعل تھا کہ وہ اس کا ارتکاب کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ لیکن اب وہ زمانہ آن لگا تھا کہ ناسازگار اور المناک حالات سے بالکل عاجز اور مایوس ہو کر کوئی بھی مصری نہ صرف خودکشی کی نیت ہی کر سکتا تھا بلکہ اگر کوئی اس اقدام کے بارے میں اس کے ساتھ بحث کرتا، اسے باز رکھنے کی کوشش کرتا تو خودکشی کی ٹھان لینے والا مصری خودکشی کے جواز میں دلائل دے کر اسے قائل بھی کر سکتا تھا۔ "خودکشی" مصر والے انتہائی خوش فکرے تھے اور ہر حال میں مگن رہا کرتے تھے، مگر اس دور میں عام فضا کس قدر مایوس کن، المناک اور تکلیف دہ ہو گئی تھی اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ مسرور اور شاداں شاداں رہنے والے مصری اس وقت اپنے ہاتھوں آپ ہی مر جانے کے بارے میں سوچنے لگے تھے۔ خودکشی مصریوں جیسی خوش باش قوم کے لئے

یقیناً ایک انتہائی قدم اور آخری چارہ کار تھا ——— لوگ اس قدر بددل اور مایوس ہو گئے تھے، دلشکستگی کے اس درجہ شکار ہو چکے تھے کہ انہیں اچھی چیز بھی بری لگتی تھی۔ ان حالات نے انہیں گویا "کلبیت" کی طرف بری طرح مائل کر دیا تھا۔ اور ادیب اپنی تخلیقات میں "نظریۂ کلبیت" سموئے تھے، اس کا اظہار کرتے تھے۔ ("خودکشی") ——— اس زمانے کی تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصر میں غیرملکی گھس آئے تھے۔ ولی عہد مری کارا، کو اس کے باپ فرعون خاتی، نے تحریری طور پر جو نصیحتیں کیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصریوں کی خانہ جنگی اور مرکز کمزور ہو جانے سے فائدہ اٹھا کر مصر میں ایشیائی جنگجو داخل ہو گئے تھے۔ ان تعلیمات میں باپ فرعون خاتی نے ولی عہد بیٹے کو ان ایشیائیوں کے خلاف دفاعی انتظامات مستحکم کرنے کی ہدایت کی تھی اور صرف یہی وقت ایسا آیا تھا جب کسی فرعون نے اپنی کوتاہیوں کو برملا تحریری طور پر اعتراف کیا ہو۔ اس ادب پارے میں بھی پچھتاوے کے علاوہ یاسیت کی فضا بھی کسی حد تک چھائی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

اسی دور کے ادب میں "نظریۂ تشکیک" (SCEPTICISM) اور "نظریۂ لذتیت" (HEDONISM) بھی تحریری طور پر ابھر کر سامنے آیا۔ "بربط نواز کا گیت" میں چار ہزار برس پہلے مصری دانشور شاعر نے "تشکیک" کے اظہار کے ساتھ ساتھ "نظریۂ لذتیت" کے زیر اثر بیوی بچوں میں ہنسی خوشی اور محبت کے ساتھ رہنے اور عیش و طرب میں زندگی گذارنے کی تلقین کی ہے۔ یہی تعلیم دنیا کی سب سے پہلی داستان ——— گلگامش کی عراقی داستان میں بھی دی گئی ہے ——— قنوطی ادب کا مطالعہ کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصری مرثیہ نگار دانشوروں کے نزدیک دنیا کی ہر شے بے حقیقت تھی ———

"تشکیک" کا مطلب ہے ورثے میں ملے ہوئے عقائد کا طویل تجربہ۔ گویا ورثے میں ملے ہوئے عقیدوں کے طویل تجربات کی بنا پر "تشکیک" جنم لیتی ہے۔ انسان جب ایسی باتوں یا عقیدوں پر خوب غور کرنے لگتا ہے، جنہیں پہلے آنکھ بند کر کے چپ چاپ تسلیم کیا جاتا رہا ہو، تو اسی غور و

فکر کے نتیجے میں تشکیک پیدا ہوتی ہے۔ تشکیک کی منزل پر پہنچ کر انسان دراصل کسی بات پر یقین کرنے یا نہ کرنے کی ذاتی اہلیت کو تسلیم کر لیتا ہے اور یوں اس کا قدم گویا ذاتی اہلیت اور خود آگہی کی سمت میں واضح طور پر اٹھ جاتا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ صرف عروج کو پہنچی ہوئی تہذیب کے علم برداروں کے ہاں ہی تشکیک ابھرتی اور پروان چڑھتی ہے ـــــ قدیم مصریوں کے ہاں "تشکیک" اور "نظریۂ لذتیت" کی منزل کم از کم ایک ہزار برس کے ذہنی ارتقاء کے بعد آئی تھی جس کا اظہار وہاں کے ادیبوں اور دانشوروں نے اپنی تخلیقات میں کیا ـــــ زندگی کا المیہ اور موت کے اسرار عالمگیر نوعیت کے دو ایسے سوال ہیں جن پر دنیا بھر میں لوگ قدیم زمانوں سے ہی غور کرتے آئے ہیں، اور اب بھی کرتے رہتے ہیں ـــــ مصریوں کے 'قنوطی ادب' اور ان کی دوسری تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم "پہلے دورِ زوال" (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق م) یعنی کوئی سوا چار ہزار برس پہلے کے مصری دانشوروں اور ادیبوں کے ذہن میں بھی یہ سوال ابھرے اور ان کے جواب بھی انہوں نے خود ہی "تلاش کئے اور کوئی شبہ نہیں کہ اپنے زمانے کی حد تک حیات و موت کے ان مسائل اور ان کے نظریاتی حل کے سلسلے میں مصری دانشور اپنی روحانی اور فلسفیانہ ترقی کے نقطۂ عروج" تک جا پہنچے تھے ـــــ فکر انسانی کی تاریخ کا ایک دور ابتدائے تاریخ سے لے کر بنی اسرائیل کے پیغمبران کرام سے پہلے "تک ہزاروں برس پر محیط ہے۔ لیکن فکر انسانی کے اس طویل دور میں صرف اور صرف مصری دانشور ادیبوں کو ہی یہ اعزاز حاصل ہے کہ دنیا میں انہوں نے سب سے پہلے (کوئی سوا چار ہزار برس قبل) ذہن انسانی میں ابھرنے والے مختلف مسائل کو اتنے واضح اور فصیح انداز میں بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے پیغمبران کرام سے پہلے" تک تاریخ انسانی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

ملکی حالات کی وجہ سے مصریوں کے ذہن میں شکوک و شبہات بھی زیادہ شدید ہو گئے تھے۔ ادیبوں اور دانشوروں کے ذہنوں پر "تشکیک" اور "تلخی" کا اثر بہت ہی گہرا رہا اور حساس

اور زیرک مصری موت وحیات اور موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں تشکیک کا شکار خاص طور پر رہے۔ اس طرح لوگوں اور ادیبوں و دانشوروں کی زبانوں پر اور سوچ میں جو تلخی اور تشکیک رچ بس گئی تھی تو وہی اس زمانے کے بیشتر ادب پاروں میں نظر آتی ہے۔" بربط نواز کے گیت" اور" خودکشی" جیسے المیہ ادب پارے اس کی عمدہ مثال ہیں ـــــ تشکیک کے عالم میں رہنے ' نظریۂ لذتیت' پر عمل پیرا ہونے کا درس دینے اور ' کلبیت' یعنی دنیا اور اسباب عیش سے نفرت کرنے کے ساتھ مصری ادیب دانشوروں نے یہ تعلیم بھی دی کہ جو اقدار ناکافی اور کمزور ثابت ہوں ان کی جگہ ایسی اقدار اپنائی جائیں جو غیر مرئی اور غیر محسوس ہوں اور جن کے بارے میں اُن کا خیال تھا کہ یہ زوال آشنا نہ ہوں گی ـــــ گیارھویں خاندان ($\frac{۲۱۳۳}{۱۹۹۱}$ ق م) کے زمانے کی نظموں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے لوگوں یا کم از کم ادیبوں نے راضی برضا ہو کر اس پُر آشوب دور کے واقعات اور ان کے نتیجے میں پیدا شدہ تند و تلخ شکوک و شبہات (تشکیک) سے سمجھوتہ کر لیا تھا اور وہ بھی اپنائیت کے ساتھ ـــــ فراعنہ کے گیارھویں خاندان کے زمانے میں تشکیک اور ردِ عمل کے طور پر جو گیت تخلیق ہوئے وہ بعد کے زمانوں میں بننے والے مقبروں کی دیواروں پر کندہ کرنے کے علاوہ پپیرسوں پہ لکھے جاتے رہے اسی طرح 'شہر آشوب' اور 'نوحے' وغیرہ بھی پپیرسوں پر رقم ہوتے رہے۔

اہمیت

تاریخ عالم میں ایسا بھی ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے کہ جب ادیبوں، شاعروں اور دوسرے اہلِ قلم لوگوں کے ذہنوں پر، قلم پر خارجی اور داخلی دباؤ اور تناؤ ہو، حالات ناساز گار ہوں، اہلِ قلم سمیت پورا معاشرہ ذہنی و قلبی کرب اور انتشار، شکست و ریخت اور انقلاب کے سے حالات کی کسوٹی پر چڑھا ہوا تو لکھنے والوں کے اذہان، قلوب اور قلم کو تحریک ملتی ہے، جلا ملتی ہے اور ان کی فکری توانائیاں نکھرتی ہیں۔ حالات انہیں غور و فکر پر اکساتے ہیں اور پھر جو کچھ ان کا ذہن کہتا ہے دیانتداری اور قرینے سے سپردِ قلم کرتے چلے جاتے ہیں مگر یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہے جب اہلِ قلم یہ ٹھان لیں کہ وہ بہر حال

لکھیں گے، محنت، خلوص اور سلیقے سے لکھیں گے ـــــــ اور میرے نزدیک مصر کا قدیم
قنوطی ادب تخلیق کرنے والے ادیبوں اور مصنفوں نے چار ہزار اور تقریباً سوا چار ہزار برس پیشتر
یقیناً ایسا ہی کیا، اور یہ ثابت کر گئے کہ حالات خواہ کتنے بھی دلفگار ہوں ادیب و مصنف چاہیں
تو ادب ایسے میں بھی پھولتا پھلتا ہے اور بہترین ادب پارے تخلیق کئے سکتے ہیں ایسے ادب پارے
کہ چار ہزار برس گذرنے کے باوجود عالمی ادب میں آج بھی ان کا مقام ہے، جو آج بھی قلب و
ذہن کو کھولتے ہیں، سوچ و فکر کی راہیں سجھاتے ہیں، چار اور سوا چار ہزار برس پیشتر قدیم مصری
تاریخ کے "پہلے دورِ زوال" (۲۱۸۱ / ۲۰۴۰ ق م) اور اس کے فوراً بعد ادیبوں اور اہل قلم نے قنوطیت
و یاسیت لیکن قدرے رجائیت پر مبنی اپنی تخلیقات کے ذریعے کھل کر یہ بتایا کہ ذہنی و
روحانی کرب، تلخی، انتہائی ناسازگار، اخلاقی انحطاط اور خون خرابے والے دور میں فکر انگیز اور
اعلیٰ معیاری ادب تخلیق کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے ثابت کر دیا کہ ناسازگار ماحول اور ان کے
انقلاب کے سے حالات و واقعات نے ان کی ذہنی فکری اور قلمی خلوص و توانائیوں کے سوتوں
کو خشک کر کے نہیں رکھ دیا تھا۔ بلکہ انہیں مہمیز کر دیا تھا، جلا بخش دی تھی، اتنی کہ ان کی تخلیقات
انتہائی ادبی بلندیوں سے جا چھوتی تھیں۔ ان میں ایسی ادبی تخلیقات بھی ہیں جن سے معلوم
ہوتا ہے کہ جو کچھ کہا جارہا ہے وہ ان مصری ادیبوں کا ذاتی تجربہ اور مشاہدہ تھا یہ سب کچھ ان پر
گذری تھی۔ مصنف نے نہ تو حقائق سے صرفِ نظر کیا ہے اور نہ ہی جانبداری کو پاس پھٹکنے
دیا ہے۔ واقعات پر اس کی جو بھی نظر تھی وہ خلوص اور سچائی میں رسی بسی تھی۔ اس نے ضمیر و
ایمان کی بات کی ہے، اچھے اور برے کی تمیز کی ہے اور کھری بات کی ہے۔ ان مصری
ادیبوں اور دانشوروں نے صرف اسی پر بس نہیں کی کہ ایک خاص قسم کے کردار کو اپنانے کی
تلقین کی ہو بلکہ انہوں نے اس وقت رونما ہونے والی بڑی بڑی تبدیلیوں کا بھی خوب گہرا
جائزہ لیا ـــ ان تصانیف میں سماجی انصاف اور دیانت دار حکومت کے وجود و قیام پر بھی
زور دیا گیا ہے ـــــ قنوطی ادب میں شامل تخلیقات کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ یہ ایک لحاظ

سے حکیمانہ ادب یا تخلیقات سے قریب تر بھی ہیں۔ ایسے ادب پاروں میں اِپُوَر کا نوحہ، نُفَرتی (نُفرِرُدحو) کی پیشین گوئی،"خوش بیان دہقان"، اور"خاخپ ارراسونب کی فریاد وغیرہ شامل کیے جا سکتے ہیں ـــــــ پہلے دورِ زوال (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق۔م) سے پیشتر یعنی قدیم بادشاہت (۲۶۸۶/۲۱۸۱ ق۔م) کا عہد قدیم مصری تاریخ کا درخشندہ اور تابندہ دور تھا اسی نسبت سے اس عہد کی رُوح اور انسانی افکار بھی اُجلے اُجلے اور روشن روشن تھے۔ قنوطی ادب کی رُوح اور خیالات کا موازنہ اگر قدیم بادشاہت کے خیالات اور رُوح سے کیا جائے تو یہ (قنوطی ادب) اس کے مقابلے میں اجنبی اجنبی اور غیر مانوس لگتا ہے۔ ـــــــ

دردِ آشوب، قنوطیت، یاسیت، اور فلسفیانہ سے نظریات پر مبنی بیشتر ادب پاروں کی نقول صدیوں بعد تک تیار کی جاتی رہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ادب پارے بعد کے زمانوں میں بھی خوب مقبول تھے اس مقبولیت کا پتہ نہ صرف ان کی نقول سے چلتا ہے بلکہ بعد میں تخلیق ہونے والے مختلف ادب پارے بھی اس حقیقت کے شاہد ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بعد کے مصری کہانی نویسوں اور دانشوروں نے اپنی تصانیف تخلیق کرتے وقت "دردِ آشوب (قنوطیت ویاسیت) پر مبنی ادب" کے گہرا اثر قبول کیا تھا ـــــــ

اہمیت و ذاتی حقوق

قنوطی ادب اور اس وقت کے بعض اور ادب پاروں کی ایک بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ آج سے چار ہزار برس پہلے مصریوں کو اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ انسان کے ذاتی حقوق بھی ہوتے ہیں اور اس سلسلے میں لوگوں کے ساتھ انصاف ہونا چاہیے۔ یہ ٹھیک ہے کہ مصری تاریخ کا پہلا دورِ زوال (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق م) اور اس کے زیرِ اثر تخلیق ہونے والا ادب تشکیک، اور نظریۂ لذتیت، کے ساتھ ساتھ دل شکستگی، یاسیت، قنوطیت اور کلبیت کا بھی مظہر تھا، تاہم اس پہلے دورِ زوال، اور وسطی بادشاہت، (۲۱۳۳/۱۷۸۶ ق۔م) کے ابتدائی زمانے کی ایک خصوصیت انسانی جذبہ وجہد

کی تاریخ میں زرّیں باب کا درجہ رکھتی ہے۔ اس وقت کی ادبی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ڈیڑھ دو سو برس کے عرصے میں تباہ شدہ مادی اقدار کی جگہ اعلےٰ تر اخلاقی قدریں دریافت کی گئیں اور چار ہزار برس پہلے مصری اس حقیقت کو تقریباً پا ہی چکے تھے کہ فرد کے بھی ذاتی حقوق ہوا کرتے تھے جن کے ساتھ انصاف کیا جانا چاہیئے۔ یہ بات خصوصی اہمیت کی حامل ہے کہ فرد کے ذاتی حقوق اور ان کی حقیقت کا احساس اہلِ مصر کو اس زمانے میں ہو چکا تھا جب اسرائیلی زعماء کو آنے میں ایک دو برس نہیں، صدیاں پڑی تھیں۔

معیاری بہترین غنائیہ شاعری

مصری دور کے "پہلے دورِ زوال" (۲۱۸۱ – ۲۰۴۰ ق م) اور اس کے فوراً بعد اُس پُر آشوب زمانے کے زیرِ اثر ایک ادب تو ضرور تخلیق ہوا جس پر قنوطیت اور یاسیت کی گہری چھاپ ہے لیکن اسلوب اور ہیئت کے لحاظ سے یہ ادب بلاشبہ معیاری، دلآویز اور دل کش ہے اس میں اتنی صلاحیت اور کشش یقیناً ہے کہ قاری کی توجہ اس کی طرف مبذول ہو جائے۔ یہ پڑھنے والے کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے ـــــ قنوطی ادب میں شامل متعدد ادب پارے بہت اعلیٰ ادبی معیار کی کسوٹی پر پورے اُترتے ہیں بلکہ ان کی اتنی قدامت (چار ہزار برس) کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ ان کا ادبی معیار حیران کن حد تک اعلیٰ و ارفع ہے، یہ اپنی اہمیت اور معیار کے لحاظ سے پورے قدیم مصری ادب میں بے حد ممتاز اور لاثانی حیثیت کے مالک ہیں۔ اپنی نوعیت، فکر اور موضوع کی بنا پر قنوطی ادب میں شامل کئی ادب پارے دنیا بھر میں اوّلین ادبی تخلیقات ہیں عالمی ادب کی تاریخ میں مخصوص اہمیت کے حامل ہیں اور ادبی معیار، خوبصورتی اور دلکشی کے لحاظ سے بھی دنیا کے قدیم ادب میں ان کا معیار بہت اُونچا ہے۔ ان میں "خودکشی" "اپوور کا نوحہ" "خاخیپ ارراسونب کی فریاد" "بربط نواز کا گیت" اور "خوش بیان دہقان" جیسی اعلیٰ ادبی تخلیقات شامل ہیں۔

قنوطی ادب میں شامل کچھ نظمیں قدیم مصری غنائیہ شاعری کا بہت ہی اعلیٰ نمونہ

ہیں۔ میرے نزدیک ان کا مقام نہ صرف مصری شاعری بلکہ عراق، فلسطین (اسرائیلی شاعری) برصغیر پاکستان، بنگلہ دیش، بھارت، یونان اور رُوم وغیرہ کی قدیم شاعری میں بھی اُونچا ہے۔ ہرین نے انہیں عالمی ادب کی شاعری میں بہت ارفع اور مثالی نمونہ قرار دیا ہے قنوطی ادب کے لاثانی قدیم مصری ادب پارے "خودکشی" میں شامل موت کی تعریف میں نظم مصر کی قدیم غنائیہ شاعری کا بہترین نمونہ مانی گئی ہے اور موت کی تعریف میں دُنیا بھر میں آج تک جتنی نظمیں لکھی گئیں ہیں "خودکشی" میں شامل اس نظم کو ان میں خصوصی درجہ دیا گیا ہے۔ ٹی۔ ایرک پیٹ کے مطابق "اے کیمبرج ٹیو اسٹڈی آف دی لٹریچرز ...... صفحہ نمبر ۱۱) تو نٹلے سمیت آج تک کسی بھی شاعر نے موت کے بارے میں اس سے زیادہ خوبصورت سادگی کے ساتھ اظہار نہیں کیا ہے اور ہسٹری آف مین کائنڈ کے باب 'میوزک اینڈ لٹریچر' کے مصنف کے مطابق (صفحہ نمبر ۲۰) موت کی تعریف میں اٹھارہ مصرعوں کی اس نظم کے اشعار میں سادگی ہے، متانت ہے، ہیں جس کی وجہ سے یہ نظم دنیا بھر کی شاعری میں یقیناً بہت اونچا مقام رکھتی ہے ان اشعار میں کوئی ایسا آدمی نہیں بول رہا ہے جو مایوسی کا شکار ہو اور مایوسی کے عالم میں پھوٹ پڑا ہو بلکہ ان باتوں کا سر چشمہ تو وہ صحیح عقائد ہیں جنکو مصری مخفی تو رکھ سکتے تھے مگر انہیں بھلا نہیں سکتے تھے۔ یہ نظم زیر نظر باب "قنوطی ادب" میں شامل ادبی تخلیق "خودکشی" کا حصہ ہے اور اسی باب میں شامل کی جا رہی ہے اس نظم کو میں یہاں بھی دینا چاہتا ہوں، مگر حواشی کے ساتھ ___

موت آج میرے لئے ایسی ہے، [ط۱]

جیسے کوئی بیمار اچھا ہو جائے، [ط۲]

ط۱ اس نظم کے چھ بند اور اٹھارہ مصرعے ہیں اور ہر بند کا پہلا مصرعہ یہی ہے یعنی "موت آج میرے لئے ایسی ہے"۔ اس مصرعے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے۔

"موت آج میری نظروں میں اس طرح ہے"۔

ط۲: اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ "جیسے کوئی دوبارہ تندرست ہو جائے"۔

جیسے بیماری کے بعد کوئی باغ میں چلا جائے[3]:

موت آج میرے لئے ایسی ہے،
جیسے مُر کی خوشبو،[4]
جیسے خوشگوار ہوا کے دِن کوئی کشتی کے بادبان تلے بیٹھا ہو۔[5]

---

[3] :۔ اس مصرعے کے مختلف تراجم :۔

"جیسے بیماری کے بعد کوئی باہر جاتا ہے"؛
"جیسے بیماری کے بعد کوئی دوبارہ اُٹھ کھڑا ہو"
"جیسے بیماری کے بعد کوئی کھُلی ہوا میں جاتا ہے"
"جیسے بیماری کے بعد کوئی تازہ ہوا میں باہر جاتا ہے"
"جیسے بیماری کے بعد باغ میں چلا جانا"
"جیسے قید کے بعد کوئی کھلی جگہ جائے"
"اور دُکھ کے بعد بستر سے اُٹھ کر باغ کو دیکھے" یعنی باغ کی سیر کو چلا جائے۔

[4] مُر :۔ لوبان کی طرح کا خوشبودار گوند۔ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ :۔
"جیسے مہکتے ہوئے مُر کی موہ لینے والی خوشبو"۔

[5] ارمن کے نزدیک اس مصرعے کا مفہوم یہ ہے کہ جیسے کسی کو کشتی کے چپو چلانے کی مشقت سے نجات مل جائے اس مصرعے کے مزید تراجم :۔
"جیسے تازہ ہوا کے دن کوئی کشتی کے بادبان تلے بیٹھتا ہے"،
"جیسے کوئی فرحت بخش ہوا کے دن سائے تلے بیٹھ جائے"،
"جیسے خوشگوار ہوا کے دن کشتی کے بادبان تلے بیٹھنا"،
جیسے خوشگوار ہوا کے دن کوئی شامیانے تلے بیٹھا ہو"،
"جیسے کوئی سازگار ہوا میں پھیلے ہوئے بادبان تلے بیٹھا ہو"،
"جیسے خوشگوار ہوا کے دن سایہ دار جگہ بیٹھنا"،

موت آج میرے لئے ایسی ہے،

جیسے کنول کے پھولوں کی مہک،

جیسے کوئی زمینِ سرخوشی کے ساحل پر بیٹھا ہو۔

ح کنول کے پھول: کنول کے شگوفے اور "آبی سوسن" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ح اس مصرعے کے مزید تراجم:-

"جیسے شراب کے پیالے میں تیرتے ہوئے کنول کی خوشبو"

"جیسے پانی کی گود میں (کھلے ہوئے) کنول کی مہک"

ح دریا کے کنارے ضیافت اور محفل ناؤ نوش سے مراد ہے۔ "سرمستی کے ساحل پر بیٹھنے" سے دریا کے کنارے بنے ہوئے شراب خانے میں نشست پر بیٹھنے سے مراد لی جا سکتی ہے۔ یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ یہاں شاہراہ یا کسی پشتے پر شراب خانے میں عیش و عشرت کی بات کی گئی ہے۔ آج کل کی زبان میں اس مصرعے کا مفہوم یوں ادا کیا جا سکتا ہے —— "جیسے کوئی پکنک کے لئے ساحل پر چلا جائے" اور قدیم مصریوں کی زبان میں یوں کہیں گے کہ جیسے پکنک منانے دریائے نیل پر چلے جائیں —— اس مصرعے کے مزید تراجم:-

"جیسے کوئی سرمستی کے ساحل پر بیٹھا ہو"

"جیسے کوئی کنارِ سرمستی بیٹھتا ہے"

"جیسے کوئی سرمستی کے ساحل پر بیٹھ جائے"

"جیسے سرمستی کے ساحل پر بیٹھنا"

"جیسے کوئی نیم جاں مسافر آخر کار جی بھر کر پانی پی لے"

"جیسے شراب سے لبریز پیالے"

"جیسے کوئی شراب پی کر دریا کے کنارے مدہوش ہو جائے" —— قدیم مصری شراب پی کر مدہوش ہو جانے کو سب سے بڑا عیش اور عشرت و انبساط سمجھتے تھے۔

موت آج میرے لئے ایسی ہے،
جیسے بارش کا طوفان ختم[9] جائے،
جیسے کوئی محاذ سے اپنے گھر لوٹ آئے،[10]
موت آج میرے لئے ایسی ہے،
جیسے صاف کھلا آسمان،[11]

---

[9] اس مصرعے کے مزید تراجم ہیں:
"جیسے بارش برس کر گذر جائے"،
"جیسے بارش کے پانی سے بھری ہوئی ندی"
"جیسے خوب پامال شدہ راستہ"
"جیسے دریائی سیلاب کا راستہ"

بریسٹڈ (BREASTED) کے مطابق "دریائی سیلاب کا راستہ" کہہ کر یہاں غالباً ایسی خشک آبی گذرگاہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کا موازنہ زندگی سے کیا جائے، یعنی زندگی "خشک آبی گذرگاہ" کی مانند ہے۔ جب کہ اس خشک گذرگاہ میں اچانک پانی بھر جانے کے نتیجے میں پیدا ہونے والی فرحت و تازگی کو موت سے مطابقت یا تشبیہ دی گئی ہے گویا موت شاعر کے نزدیک ایسی ہے جیسے خشک گذرگاہ میں اچانک پانی آجانے سے فرحت پیدا ہو جائے

[10] اس مصرعے کے مزید تراجم
"جیسے کوئی جنگی جہاز پر سے اپنے گھر لوٹتا ہے"
"جیسے کوئی کسی مہم سے گھر لوٹ آئے"
"جیسے لوگ مہم سے گھر لوٹ آئیں"
"جیسے جنگ سے اپنے گھر لوٹ آنا"

[11] اس مصرعے کے مزید تراجم
"جیسے طوفان کے بعد شفاف آسمان"
"جیسے آسمان سے پردہ ہٹ جائے"

جیسے کوئی اَن جانی بات جان لے۔[۱۲]

موت آج میرے لئے ایسی ہے

جیسے کوئی برسوں قید میں رہنے کے بعد،

اپنے گھر لوٹنے کی تمنا کرے۔[۱۳]

ادب برائے ادب

"پہلے دورِ زوال" (۲۱۸۱–۲۰۴۰ ق م) کے دوران اور اس کے ذرا ہی بعد مصر میں چار ہزار پیشتر ایسے معیاری ادب پارے بھی تخلیق ہوئے جن کی فصاحت و بلاغت کا قدیم مصری ادب کی پوری تاریخ میں کوئی جواب نہیں ہے۔ ان میں تخیل و تمثال آفرینی کی بھرپور، دلنشیں اور قابلِ توجہ کارفرمائی نظر آتی ہے۔ اس سلسلے میں "خودکشی" خصوصاً "خوش بیان دہقان" کی کہانی کا نام لیا جا سکتا ہے۔

"قنوطی ادب میں شامل "خوش بیان دہقان" کی کہانی یوں بھی انتہائی اہم ہے کہ اس سے

ص۱۲ یہ مصرعہ خاصا مبہم ہے۔ ولسن بیج نے تو اس کا ترجمہ کیا ہی نہیں، تاہم ولسن اور بعض دوسرے اسکالرز کے نزدیک اس مصرعے کا امکانی مفہوم یہ ہے کہ غیر متوقع طور پر موسم اچھا ہو جائے اور لوگ پرندوں کے شکار کو جا سکیں۔ بعض محققین کے خیال میں اس مصرعے کا مفہوم غالباً یہ ہے کہ کوئی شکاری غیر مانوس علاقوں میں شکار کھیلنے چلا جائے۔ اس مصرعے کے تراجم یوں بھی کئے گئے ہیں:-

"جیسے کوئی پرندوں کا شکار کرے جس کے بارے میں اسے کچھ علم نہیں تھا"

"جیسے وہ آدمی کچھ .... جو نہیں جانتا"

"جیسے کوئی وہ کچھ معلوم کر لے جسے اس نے نظر انداز کر دیا تھا"

"جیسے کوئی وہ کچھ پالیتا ہے جس کے بارے میں اسے پتہ نہیں تھا"

"جیسے کوئی وہ سمجھ لے جو وہ نہیں جانتا تھا"

ص۱۳ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:-

"دوبارہ اپنا گھر دیکھنے کی تمنا کرتا ہے"

پوری طرح یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے ادب برائے ادب یونہی مصریوں نے تخلیق کیا۔ ادب برائے ادب کی مثال یوں تو اور بھی مصری ادب پارے ہیں مثلاً "غرقاب سفینہ"، "مصر در سردار کی کہانی"، "دخاخیب اُرراسونب کی فریاد"، "ون آمون اجنبی دیسوں میں" اور رومانی یا عشقیہ شاعری وغیرہ۔ لیکن میں یہاں "خوش بیان دہقان" کی کہانی کی بات خاص طور پر اس لئے کر رہا ہوں کہ یہ عالمی ادب میں "ادب برائے ادب" کی اولین نمایاں بہترین اور اہم ترین مثال ہے۔ ایسی اوّلین نمایاں اور اہم ترین اوّلین مثال جو نہ تو اساطیر کی ذیل میں آتی ہے اور نہ خود نوشت سوانح، مذہبی حکیمانہ اور پروپیگنڈہ وغیرہ ادب کے زمرے میں، اور جو دنیا کی قدیم ترین تحریری مصری کہانی "غرقاب سفینہ" کی نسبت فنی لحاظ سے بدرجہا بہتر اور ارتقا یافتہ ہے ــــــــــ بہرحال مصری ادیبوں نے چار ہزار برس بلکہ شاید اس بھی زیادہ پہلے اظہار کے لئے اسلوب کو ادب کا مقصود بنایا کیونکہ "خوش بیان دہقان" کی کہانی کی نوعیت ایک ایسے مخصوص ڈھانچے کی ہے جو شعوری طور پر معینہ تخاطب یا تقریروں کے لئے خاص طور پر وضع کیا گیا تھا۔ ان (تقریروں) کا موضوع انصاف ہے (اس کہانی میں دہقان کی نو تقریریں ہیں) اس طرح یہ کہانی "خوش بیان دہقان" دنیا بھر کے ادب میں فصاحت و بلاغت کی وہ اولین مثال ہے جو شعوری طور پر تخلیق کی گئی تھی گویا کم از کم چار ہزار برس پہلے مصری ادیب اس منزل پر پہنچ چکے تھے جہاں ادبی اظہار کے لئے شعوری طور پر کوئی اسلوب وضع کیا جاتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ قنوطی ادب کی بعض ادبی تخلیقات میں استعاروں کنایوں کی بھرمار بھی ہے اور ان کی زبان میں دیدہ دانستہ شستگی اور ذوقِ لطیف یا نازک مذاقی خوب سموئی گئی ہے ــــــ جب کوئی معاشرہ زوال آشنا ہو جائے، جب لوگ خصوصاً اہل قلم ذہنی کرب میں مبتلا ہوں اور جب ان کے قلوب سکون نا آشنا بننے لگیں تو ایسے میں تخلیق ہونے والے ادب پاروں کی ایک خصوصیت، میں سمجھتا ہوں، یہ بھی ہوتی ہے کہ ادیب اپنے ان

ــ یہ کہانی میں نے کہانیوں کے باب میں شامل کی ہے۔

فن پاروں میں مصنوعی نفاست، نازک خیالی اور شستگی بھی سمو دیتے ہیں اور استعاروں و علامات کی زبان میں بھی بات کی جاتی ہے۔ چنانچہ قنوطی ادب میں شامل کچھ تخلیقات خصوصاً "خوش بیان دہقان" کی کہانی استعاروں اور کنایوں سے بھری پڑی ہے۔ اس میں تلمیحات سے بھی خوب کام لیا ہے۔ یہ کہانی لفاظی اور پُرتصنع عبارت آرائی سے بھرپور نظر آتی ہے۔ اس کہانی کو پڑھتے ہوئے یہ بات واضح ہوتی رہتی ہے کہ اس کے خالق قدیم مصری ادیب نے جان بوجھ کر عبارت آرائی اور لفاظی کے جوہر دکھلانے کی کوشش کی ہے۔ یہ تصنع زوال آشنا معاشرے میں تخلیق ہونے والے ادب کا غالباً لازمی حصہ ہوا کرتا ہے۔ تاہم زبان کا یہ تصنع قنوطی ادب کے سارے ہی ادب پاروں کا خاصہ نہیں ہے بلکہ ان کی زبان تصنع سے عموماً مبرا ہے۔

میسحا
نجات دہندہ

قدیم مصری قنوطی ادب کی ایک انتہائی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے بعض ادب پاروں میں مسیحا یا نجات دہندہ کے آنے کا واضح تصور ملتا ہے۔ اور مسیحا کے تصور کی دنیا بھر کے لٹریچر میں یہ پہلی مثال ہے۔ قنوطی ادب کے اس باب میں شامل دو اہم ادب پاروں "اپوور کا نوحہ" اور "نفرتی کی پیشین گوئی" میں پہلے دورِ زوال (۲۱۸۱ / ۲۰۴۰ ق۔م) کی زبوں حالی، انتشار، بدامنی، خونریزی اور معاشرتی برائیاں بیان کی گئی ہیں۔ ان دونوں دانشوروں نفرتی اور اپوور خصوصاً نفرتی (نفرروحم) نے ایک ہی حل بتایا ہے اور وہ ہے کسی مسیحا (نجات دہندہ) کی آمد۔ اپوور نے کھل کر کسی آنے والے (مسیحا۔ نجات دہندہ) کی بات نہیں کی کہ وہ آکر صورتِ حال درست کرے گا مگر اس قسم کے اشارے اس تصنیف (اپوور کا نوحہ) میں ملتے ضرور ہیں جن سے بریسٹڈ اور دوسرے محققین اور ان کی تقلید میں خود مجھے بھی یہ گمان گذرتا ہے کہ اپوور کے ذہن میں نجات دہندہ (مسیحا) کے آنے کی خواہش تھی ضرور۔ ادھر نفرتی کی تخلیق یعنی "نفرتی کی پیشین گوئی" کو خواہ ہم پروپیگنڈہ ادب میں ہی کیوں نہ شامل کر دیں لیکن اس میں مسیحا کے آنے کا تصور واضح طور پر موجود ہے۔ یہ مسیحا (نجات دہندہ) با طاقت فرمانروا

بادشاہ آکر مصر میں تمام برائیاں دور کر کے امن و امان اور خوشحالی کا دور لانے والا تھا۔

مسیحا یا نجات دہندہ کی آمد کے تصور کے بارے میں جہاں تک اِپُوور کے نوحے کی بات ہے بریسٹڈ کے مطابق سب سے پہلے لینگ (LANGE) نے یہ بات کی کہ اِپُوور کی تخلیق ــ "اِپُوور کا نوحہ" کے انتہائی اہم ٹکڑے میں نجات دہندہ کی آمد کا تصور یا نظریہ موجود ہے۔ ("ڈویلپمنٹ آف ریلیجن اینڈ تھاٹ ان اینشینٹ ایجپٹ" صفحہ نمبر ۲۱۲)۔ لینگ نے کہا کہ اس اہم ٹکڑے میں "مسیحا بادشاہ" (نجات دہندہ حکمران ــ MESSIANIC KING) کے آنے کی پیشین گوئی یقینی طور پر کی گئی ہے۔ لیکن جہاں تک اس پیشین گوئی کا تعلق ہے، بریسٹڈ (BREASTED) کے خیال میں سر ایلن گارڈنر نے بہت ہی مؤثر انداز میں اور کامیابی کے ساتھ لینگ کے نظریے اور توضیحات کو رد کیا ہے۔ سر گارڈنر کے نزدیک اِپُوور کی اس تصنیف میں پیشین گوئی کا کہیں بھی کوئی شائبہ نہیں ہے ــــ اِپُوور کی اس تخلیق کا وہ انتہائی اہم ٹکڑا ــــ جس سے لینگ نے مسیحا کی آمد کا نظریہ اخذ کیا ــــ یہ ہے

"وہ آگ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ سب لوگوں کا چرواہا ہے۔ اس کے دل میں کوئی بدی نہیں۔ گو اس کے گلّے کم ہیں وہ انہیں اکٹھا کرنے میں دن گذارتا ہے۔ ان کے دل تپ اٹھتے ہیں۔[۱] کاش وہ پہلی نسل ہی میں ان کا کردار جان لیتا تب وہ بدی کو ختم کر دیتا۔ وہ اپنا بازو اس (بدی) کے خلاف پھیلا دیتا۔ وہ ان کا (تخم) تباہ کر ڈالتا اور ان کا ورثہ......... آج کل وہ کہاں ہے؟ کیا وہ سویا ہوا ہے؟ دیکھو اس کی طاقت ظاہر نہیں ہوئی ہے"

ممتاز فرانسیسی اسکالر جی۔ ماسپرو (G-MASPERO) نے اپنی کتاب "ڈیو لائٹ آن اینشینٹ ایجپٹ" (انگریزی ترجمہ ۱۹۰۸ء) میں کوئی اسّی برس پہلے اِپُوور کے اس ادب پارے میں زیر بحث نکتے کے بارے میں لکھا ــــ "یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس

---

[۱] تپ اٹھتے ہیں :۔ غالباً پیاس لگنے سے مراد ہے۔

ادبی تخلیق کا اہم اور مرکزی نکتہ ایک اچھے چرواہے (کامیاب حکمران) کی آمد ہے۔ اپُوور نے اس "آنے والے" کو مثالی کردار کا حامل قرار دیا ہے اور اسے بڑی فراخدلی کے ساتھ ان خوبیوں اور محاسن سے آراستہ کیا ہے جن سے مصریوں کے نزدیک ایک مثالی فرعون متصف ہو سکتا ہے "آنے والا" ایک اعلیٰ پائے کا جرنیل اور منتظم و مدبر ہو گا۔ اس طرح وہ اپنی رعایا کو فنونِ حرب میں طاق کرنے اور امن و سکون سے سرفراز کرنے کے لیئے دونوں خصوصیات یعنی عسکری قیادت اور انتظامی اہلیت کا حامل ہو گا ____ مصریوں کے نزدیک مُسرّت و انبساط کا راز محنت کرنے یا کم از کم ممکنہ حد تک ہی تھوڑا سا بھی کام کرنے میں مضمر نہیں تھا۔ قدیم مصری ان مادی آسائشوں سے مطمئن اور لطف اندوز نہیں ہو سکتا تھا۔ جو مقدر نے بطور جائز حق اسے تفویض کی ہوں۔ اس کی خوشی کا راز تو نفیس خوراک، عمدہ ملبوسات، بے بہا جڑاؤ زیورات، گرمیوں میں سرد اور سردیوں میں گرم مکان، مصنوعی جھیلوں والے باغ، شمال کی فرحت زا ہوا، رقص و سرود اور حرم سرا جیسی چیزوں میں مضمر تھا۔ چنانچہ اپُوور جس آنے والے کی پیشین گوئی کر رہا ہے جو اپنی رعایا کو بھی پُر آسائش، تن آسان اور نفسانی خواہشات سے بھرپور زندگی یقینی طور پر اس وقت تک فراہم کرتا ہے گا تا آنکہ موت لوگوں کو عالمِ آخرت کے دیوتا اُسر (اوزیریس) کی قلمرو (دوسری دنیا) میں نہ پہنچا دے۔ جن چیزوں کے حصول کی خاطر مصریوں کو محنت کرنی پڑتی تھی "آنے والا" وہ چیزیں جنگیں لڑ کر اُن کے لیے مہیا کرے گا۔ یعنی وہ "نجات دہندہ" اپنی رعایا کے لیے سونا چاندی، خوشبوئیں، اشیائے خورد و نوش اور اُن سب سے بڑھ کر عورتیں بھی مہیا کرے گا اور غلام بھی جو مصریوں کے لیے کھیتوں میں کام کریں گے، ان کا دربار چلائیں گے، فوج میں بھرتی ہوں گے اور اپنے مصری آقاؤں کے لئے عیش و آرام، مسرت و انبساط اور تکلفاتِ زندگی فراہم کریں گے" ____

بہرحال اپُوور کی تقریر کا سب سے اہم حصہ یہی ہے جہاں اس نے ملک کی صورتِ حال کے حسبِ سابق سنور جانے، بحال ہو جانے کی توقع ظاہر کی ہے۔ یہ حصہ نہ صرف اپُوور کی تقریر کا

ہی سب سے اہم حصہ ہے بلکہ پورے قدیم مصری ادب کے چند اہم ترین ٹکڑوں میں سے ہے اس حصے میں اپُوور نے اس امید اور توقع کا اظہار کیا ہے کہ بالآخر ملک کے معاملات و حالات سُدھر جائیں گے اور یہ حالات اپُوور کے ان اصلاحی مشوروں اور نصیحتوں کے سبب سنوریں گے. جو اس نے اپنی تقریر کے آخر میں ہم وطنوں کو کی ہیں۔ اپُوور نے ایک مثالی حکمران کا ذکر کرتے ہوئے اس کے آنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ یہ مثالی فرمانروا کسی وقت سورج دیوتا را کی حیثیت سے مصر پر حکمران تھا اس مثالی دور کو یاد کرتے وقت اپُوور اس زمانے کا موازنہ اپنے ظالمانہ اور بد اعمالیوں سے بھرپور عہد سے کرتا ہے ـــــ بریسٹڈ کے خیال میں (ڈویلپمنٹ آف ریلیجن..... صفحہ نمبر ۲۱۱) اس اہم ٹکڑے میں کسی قسم کی پیش گوئی کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ اپُوور نے تو یہاں ایک مثالی حکمران کی تصویر پیش کی ہے. ایسا مثالی حکمران جو نیکوکار اور استباز ہے "اس کے دل میں کوئی بدی نہیں" جو ایک چرواہے کی طرح اپنے گم ہو جانے والے اور بپھرے گلوں کو جمع کرتا ہے. اپُوور کے نزدیک عادلانہ اور پارسائی پر مبنی دور حکومت پہلے بھی آچکا تھا اور ممکن ہے کہ پھر آجائے. امید کا یہ عنصر کہ مثالی اور نیک حکمران آئے گا، اپُوور کی تقریر کے آخر میں ان الفاظ میں نظر آتا ہے ـــــ

"وہ آج کہاں ہے؟ کیا وہ سویا ہوا ہے؟ دیکھو اس کی طاقت ظاہر نہیں ہوئی ہے"

اب یہ مرحلہ ایسا ہے کہ اس آخری فقرے میں بلا ارادہ "ابھی" کا لفظ شامل کر دینے کو چاہتے مگنتے ہے اس صورت میں یہ فقرہ یوں بن جائے گا.

"دیکھو اس کی طاقت ـــــ ابھی ـــــ ظاہر نہیں ہوئی ہے"

اتنے قدیم زمانے میں اس صورتحال کی نادر اور غیر معمولی اہمیت اس حقیقت میں مضمر ہے کہ سوا چار اور چار ہزار برس پہلے کے مصری دانشور اور مفکر اگر کسی معاشرتی پروگرام یا لائحہ عمل کا نہیں تو کم از کم معاشرے کے مثالی تصورات کا سنہری خواب ضرور دیکھ رہے تھے اور ان کے اس سنہری خواب اور مثالی تصورات میں بے داغ کردار والے ایک آنیوالے

مثالی حکمران کی تصویر بھی شامل تھی جو کریم النفس اور فیض رساں ہو، ایسا آنے والا حکمران جو لوگوں کی خبر گیری کرے گا، ان کی حفاظت کرے گا، اپنی حفاظت کرے گا، اور بدقماشوں کی سرکوبی کریگا

اپُوور کی ان تعلیمات (نوحہ، شہر آشوب) میں "مثالی حکمران" کے آنے کی حتمی پیش گوئی کی گئی ہے یا نہیں، اس سے قطع نظر اپُوور نے اس مثالی حکمران کے کردار اور عمل کا تصور یقیناً دیا ہے اور مثالی حکمران کے بارے میں یہ خیال، یہ تصوّر اس نے اپنے دور کے زندہ فرعون اور اس کے درباریوں کے سامنے پیش کیا ہے، سراہا ہے، اس لئے پیش کیا ہے، سراہا ہے اور مثال دی ہے کہ شاید وہ زندہ فرعون اور درباری مثالی حکمران کی کچھ اعلےٰ خصوصیات اپنا لیں ——— یہی تو آنے والے "نجات دہندہ یا مسیحا" کا تصوّر ہے اور خاص بات یہ ہے کہ "مسیحا" یا نجات دہندہ" کا تصوّر اپُوور نے اسرائیلیوں کے اسی قسم کے تصورسے کم از کم ڈیڑھ ہزار برس پہلے دیا تھا۔ اسرائیلیوں کے ہاں یہ تصور تھا کہ ان کا نجات دہندہ یعنی مسیحا (MESSIAH) ضرور آئے گا۔

اپُوور کی اس تصنیف اور عبرانی (اسرائیلی) لٹریچر میں ایک بات مشترک ہے اور وہ ہے موضوع۔ اپُوور کی تصنیف میں اصل اور خصوصی مسئلہ معاشرتی صورت حال اور سیاسی بہتری کا ہے۔ یہ اس کا موضوع بھی بنتا ہے اِدھر عبرانیوں (اسرائیلیوں) کے ہاں پیشین گوئی پر مبنی اسرائیلی تخلیقات میں معاشرتی اور سیاسی برائیوں پر غور و فکر بھی شامل ہے اور یہ اسرائیلی تخلیقات ایسی فہمائشوں پر بھی مبنی ہیں جن میں فلاح کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یہی تمام باتیں یعنی معاشرتی اور سیاسی صورت حال پر غور و فکر اور فلاح آمیز فہمائشیں اپُوور کی اس تصنیف میں موجود ہیں۔ چنانچہ اب اگر اسرائیلیوں کا اس قسم کا ادب پیشین گوئی پر مبنی قرار دیا جا سکتا ہے تو اپُوور کی باتیں یا "یہ نوحہ" بھی پیشین گوئی کہلا سکتا ہے۔

جہاں تک اپُوور کی اس تصنیف کے اس ٹکڑے یعنی ——— "آج وہ کہاں ہے؟ کیا وہ سویا ہوا ہے؟ دیکھو اس کی طاقت ظاہر نہیں ہوئی ہے" ——— کا سوال ہے

نجات دہندہ کے آنے کی خبر دینے کی نوعیت کا انحصار اس کی پیشین گویانہ نوعیت پر ذرا بھی نہیں ہے۔ اپوور نے اپنی اس تخلیق میں جو طویل الزام تراشی کی ہے وہ پیشین گوئی نہیں بلکہ درحقیقت موجود صورت حال کی تصویر کشی ہے۔ اس طویل تصویر کشی کے بعد اپنی نہائتوں میں اپوور مستقبل پر نظر رکھے ہوتے ہے اور یہاں اسے یہ توقع ہے کہ لوگ ان ہدایات پر عمل پیرا ہوں گے۔

بہرحال مذکورہ بالا ٹکڑے میں اپوور نے کسی نجات دہندہ کے آنے کی پیشین گوئی تو یقیناً نہیں کی۔ البتہ ان تین فقروں کی رُو سے اسے نجات دہندہ کے آنے کی توقع ضرور ہے، اس کے آنے کا اسے انتظار ضرور ہے ـــــــ بریسٹڈ وغیرہ کے نزدیک بھی یہ طے ہے کہ اپوور کی اس تخلیق میں مسیحا یا نجات دہندہ کے آنے کی امید ضرور موجود ہے۔ اس صورتحال کے پیش نظر میرے نزدیک تو یہ یقینی ہے کہ مصر میں اپوور سے پہلے بھی "نجات دہندہ مسیحا یا مثالی حکمران" کے آنے کا تصور یا نظریہ موجود تھا۔ تب ہی تو اپوور کو اس کے آنے کی توقع اور امید تھی، خواہش تھی ـــــــ یہی تصور یا عقیدہ یعنی مسیحا کی آمد تصور، اپوور سے ڈیڑھ ہزار برس بعد اسرائیلیوں کے ہاں موجود ہے۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ اب تک کی معلومات کے مطابق "نجات دہندہ یا مسیحا" کے آنے کا تصور سب سے پہلے مصریوں نے پیش کیا، اور یہ بعد میں اسرائیلیوں کے ہاں بہت ارفع صورت میں اُبھر کر سامنے آیا ـــــــ اب سوال یہ ہے کہ کیا "مسیحا (نجات دہندہ)" اور راست باز حکمران کا یہ تصور اسرائیلیوں نے مصریوں سے لیا تھا؟ ـــــــ جیمز ہنری بریسٹڈ کے خیال میں زیادہ امکان یہی ہے کہ اسرائیلیوں نے مصری دانشوروں سے یہ تصور یا عقیدہ مستعار لیا تھا (ڈویلپمنٹ آف ریلیجن..... صفحہ نمبر ۲۱۴)

مس لشٹ ہائیم نے مسیحا یا نجات دہندہ کی آمد اور اس کے ہاتھوں صورت حال ٹھیک ہو جانے کو ایک روائتی حل قرار دیا ہے (اینشینٹ ایجپشن لٹریچر، جلد اول صفحہ نمبر ۱۵۰) لیکن میری سمجھ میں تو یہ بات آتی نہیں کہ مسیحا کی آمد کا یہ نظریہ روائتی کیسے ہوا،

خصوصاً آج سے چار ہزار برس پہلے؟۔ روایتی تو یہ نظریہ میرے خیال میں اس وقت ہوتا جب یہ نظریہ اپُوور اور ایک اور مصری دانشور نفرتی (نفر رہو) کی آمد (۲۰۰۰ ق م) یعنی اب سے چار ہزار برس سے بھی کہیں پہلے سے چلا آرہا ہوتا اور دونوں مذکورہ مصری دانشور ادیبوں سے پہلے کی تحریروں میں یہ نظریہ مصر اور باقی دنیا میں بار ہا پیش کیا جا چکا ہوتا۔ اس کے برعکس نفرتی اور اپُوور ایسے مصری دانشور ادیب ہیں، جنہوں نے کسی مسیحا (نجات دہندہ) یا مثالی حکمران کی آمد تصور دنیا میں سب سے چار ہزار برس قبل پیش کیا۔ تو پھر یہ تصور روایتی کیسے ہوا؟ دنیا میں تو یہ تصور پہلے اہل مصر میں اب پیش کیا جانے لگا ہی تھا۔

فرضی؟ اپُوور اور نفرتی (نفر رہو) نے اپنی تخلیقات "اپُوور کا نوحہ"، "نفرتی کی پیشین گوئی" میں جس سیاسی اور سماجی انتشار، زبوں حالی اور "معاشرتی" انقلاب کا ذکر کیا ہے وِس لِشت ہائیم نے اسے بھی بیشتر یا بڑی حد تک فرضی اور خیالی قرار دیا ہے (اینشینٹ ایجپشن لٹریچر جلد اول صفحہ نمبر ۱) اور خصوصاً اپُوور نے اپنی تخلیق ــــ "اپُوور کا نوحہ" ــــ میں معاشرتی اکھاڑ پچھاڑ یا کسی حد تک انقلاب کو بیان کرتے ہوئے جو یہ کہا ہے "بڑے چھوٹے ہو گئے ہیں" اونچے طبقے کے لوگ نچلے طبقے میں آ گئے ہیں غلام آقا بن گئے ہیں اور آقا غلام ــــ" وغیرہ۔ مِس لِشت ہائیم نے اِن جملوں کو بھی محض خیال آرائی پر مبنی پامال اور فرسودہ فقرے (کلیشے CLICHES ــــ) قرار دے ڈالا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ اسی قسم کے فقرے مصر کے علاوہ دنیا کی دوسری ادبیات میں بھی ملتے ہیں۔ مِس لِشت ہائیم کو یہ بھی اعتراض ہے کہ اکثر و بیشتر محققین اور مصنفین نے اپُوور اور نفرتی (نفر رہو) کے اس قسم کے فقروں سے غلط طور پر یہ نتیجہ نکال لیا ہے کہ مصر اس طرح کے معاشرتی انقلاب یا نلیٹ سے آشنا ہوا تھا؛ اسی ضمن میں مِس لِشت ہائیم کہتی ہیں کہ فرعون یا بادشاہِ وقت کی موت کے بعد لڑائی بھڑائی تو مصر قدیم میں عام سی بات تھی لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ معاشرے کے طبقاتی نظام کو خطرہ لاحق ہوا ہو، طبقاتی توڑ پھوڑ ہو گیا ہوا ــــ لیکن میرا سوال یہ ہے کہ کیا مِس لِشت ہائیم کے اس یک طرفہ

فیصلے سے، مذکورہ بالا قسم کے جملوں کو محض "کلیشے" محض روایتی یا فرسودہ قرار دینے کے آنکھ بند کرکے قائل ہو جائیں، ان کے ہم خیال بن جائیں؟ خصوصاً اس صورت میں بھی کہ وہ یہ بھی تو نہیں بتاتیں کہ آخر اپُوور اور نفرتی نے پھر یہ سب کچھ کیوں لکھا؟ کوئی وجہ تحریک؟ اگر یہ کہا جائے کہ سب کچھ بارھویں خاندان کے فراعنہ نے اپنی پوزیشن مضبوط و مستحکم کرانے کے لئے محض پروپیگنڈے کے طور پر لکھوایا، تب بھی یہ تو میرے نزدیک یقینی ہے کہ بارھویں خاندان سے بیشتر پہلے دورِ زوال (۲۱۸۱-۲۰۴۰ ق م) میں وہ سب کچھ "تو یقیناً" ہو چکا تھا جس کا نقشہ اپُوور اور نفرتی نے اپنی تحریروں میں کھینچا ہے۔

جہاں تک اپُوور اور نفرتی کے جملوں کو فرسودہ اور پامال (کلیشے) قرار دینے اور دنیا کے دوسری ادبیات میں بھی اسی قسم کے فقرے ملنے کی بات ہے، تو ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ کیا اپُوور اور نفرتی (نفرروحو) سے پہلے بھی مصر اور عراق کی ادبی تخلیقات میں ایسے جملے ملتے ہیں؟ بالکل نہیں، بلکہ اپُوور اور نفرتی کی تخلیقات سے قبل یعنی چار ہزار برس سے پہلے مصر و عراق سے اب تک اس نوع کے ایسے ادب پارے ملے ہی نہیں ہیں جن میں ایسے فقرے آئے ہوں، جو اپُوور کے نوحے میں خاص طور پر آئے ہیں۔ میرے تا حال علم کے مطابق عراق سے لاگاش شہر، نپور شہر، سرزمین سومیر (عراق) اور اُر شہر، اُر شہر اور اکاد شہر کی تباہی و بربادی کے نوحے مل چکے ہیں۔ جن میں بعض تو تحریری لحاظ سے اپُوور اور نفرتی کے مصری نوحوں سے بھی زیادہ قدیم ہیں۔ عراق کے قدیم سومیری شہروں لاگاش اور نپور کی تباہی کے نوحے (شہر آشوب) تو میری نظر سے گذرے نہیں ہیں البتہ سومیر اور اُر، اُر شہر اور اکاد شہر کی تباہی کے تین طویل نوحے میں نے اپنی کتاب "دنیا کا قدیم ترین ادب" میں شامل کئے ہیں۔ ان سب نوحوں میں اپُوور کے نوحے جیسے فقرے موجود نہیں ہیں۔ جب یہ بات ہے تو پھر اپُوور اور نفرتی کے طرزِ بیان پر فرسودگی یا "کلیشے پن" کا لیبل چسپاں کرنا کیسے درست مان لیا جائے؟ کم از کم میں تو نہیں مان سکتا۔ رہی یہ بات کہ اپُوور اور نفرتی کی تصانیف جیسے بندھے ٹکے جملے دنیا کی اسی

نوع کی دوسری تخلیقات میں بھی ملتے ہیں، بے شک ملتے ہیں مگر وہ تصانیف اِپُوور کے نوحے اور "نفرتی کی پیشین گوئی" سے پہلے کی تو نہیں بعد ہی کی تو ہیں چنانچہ اگر فرسودگی اور پامالی کی بات کرنا ہی ہے تو ان ادب پاروں کے بارے میں کہی جاسکتی ہے جو بعد کی ہیں اِپُوور اور نفرتی کی تحریروں کے بارے میں یہ کہہ دینا کیسے واجب ہے جو پہلے کی ہیں۔

اب رہ گیا بس یہ نکتہ کہ محققین نے اِپُوور اور نفرتی (نفر رو حو) کے جملوں سے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ مصری معاشرہ یا طبقاتی نظام کبھی انقلاب کے ہاتھوں زیر و زبر ہوا تھا اور یہ کہ مصرِ قدیم میں بادشاہِ وقت کے مرنے پر لڑائی اور خونریزی تو ہوتی رہی مگر طبقاتی نظام کبھی انقلاب کی زد میں نہیں آیا ——— اس ضمن میں پہلی بات تو یہ کہ جس دور میں اِپُوور اور نفرتی سانس لے رہے تھے ہمیں اسے سختی سے پیش نظر رکھنا ہوگا۔ اور حقائق کو بھی۔ اس وقت یعنی سوا چار اور چار ہزار برس پیشتر انسانی دسترس نے اتنے پاؤں نہیں پھیلائے تھے کہ منٹوں میں یہاں کی بات وہاں تک جا پہنچے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہاں کے حالات وہاں تک اثر انداز ہو جائیں۔ یہ طے ہے کہ فراعنہ کے چھٹے خاندان (۲۳۴۵/۲۱۸۱ ق م) کے بعد سے لے کر گیارھویں خاندان (۲۱۳۳/۱۹۹۱ ق م) کے آغاز تک مصر کا مضبوط مرکز اور مضبوط حکمرانی بری طرح ناکام و پامال ہو چکی تھی۔ زیر نظر کتاب کے باب "حکیمانہ ادب" میں شامل "مری کارا کے لئے تعلیمات" سے بخوبی ثابت ہے کہ مندروں اور مقبروں کی کھلے عام بے حرمتی ہوئی۔ یہ مقبرے آخر کیوں لوٹے گئے اور لوٹنے والے کون تھے؟ کیا اونچے طبقے کے لوگ؟ نہیں، یہ تو عام لوگ تھے، غریب تھے جنہوں نے موقع ملتے ہی امراء سے ان کی زیادتیوں اور استحصال کا حساب دیکھتی آنکھوں یوں بھی چکایا۔ اِپُوور مصر کے ڈیلٹائی علاقے یعنی شمالی (زیریں) مصر کا رہنے والا تھا اور قدیم بادشاہت (۲۶۸۶/۲۱۸۱ ق م) کا جب خاتمہ ہوا تو اس وقت دارالحکومت بھی شمالی مصر ہی میں تھا، جنوبی یعنی بالائی مصر میں نہیں۔ غیر ملکی حملہ آوروں کا نشانہ اکثر و بیشتر شمالی مصر ہی بنا رہتا تھا۔ پہلے دورِ انتشار (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق م) میں بھی ایسا ہی ہوا۔ جب مرکز ٹوٹ جائے،

بالکل کمزور ہو جائے، امراء کی قوت اور اثر جاتا رہے، باہر سے حملے ہوتے رہیں (جیسا کہ مری کارا کی تعلیمات سے بھی ظاہر ہے) فوج بے کار ہو جائے، طوائف الملوکی کا بازار گرم ہے، بھوک کے مارے گھبرائے ہوتے چلے جائیں تو پھر عام لوگ ہلچل مچائیں گے یا نہیں؟ اگر انہوں نے موقعہ لگتے دیکھ کر اونچے طبقوں والوں پر ہاتھ صاف کر لیا ہو تو تعجب کیوں؟ خصوصاً جب مصری امراء غیر ملکیوں کے ہاتھوں لٹ رہے ہوں۔ تو پھر یہ سب کچھ انہونی بات کیسے ہوئی؟ پھر میں سمجھتا ہوں کہ اس معاشرتی انقلاب کی زیادہ زد شمالی مصر پر پڑی تھی جنوبی پر نہیں۔ ایسے میں اگر اپوور یہ کہہ رہے کہ ملک میں یہ کچھ ہو رہا ہے تو اس میں غلطی کیا ہے؟ جنوبی مصر کے دور بیٹھا ہوا وہ تو یہی سمجھا ہو گا کہ پورے کا پورا مصر اس انقلاب سے دوچار ہے اور یہ انقلاب بھی تو بس مصر کے دوبارہ متحد ہونے تک ہی تھا زیادہ طویل نہیں۔

"خودکشی"

تخلیقی قدامت ۴۱۵۰ برس
تحریری قدامت ۴۰۰۰ برس

نہ صرف قدیم مصری ادب بلکہ پورے عالمی لٹریچر کی تاریخ کے اس اہم اور منفرد ادب پارے کو محققین نے مختلف عنوان دیئے ہیں مثلاً "زندگی سے بیزار مصری کا اپنی روح سے مکالمہ"، "خودکشی کے حق میں دلائل"، "زندگی سے اکتائے ہوئے شخص اور اس کی روح کے درمیان مناظرہ"، "خودکشی کے بارے میں مناظرہ"، زیر نظر ادب پارے کا ابتدائی حصہ ضائع ہونے کے سبب نہیں کہا جا سکتا کہ نامعلوم قدیم مصری ادیب نے اپنی اس تخلیق کا عنوان کیا رکھا تھا۔ ——— یہ تحریر صرف ایک ہی پیپرس پر لکھی ہوئی دستیاب ہوئی ہے اور اب یہ برلن میوزیم میں موجود ہے جہاں اسے ۳۰۲۴ نمبر دیا گیا ہے۔ کچھ محققین کا خیال ہے کہ ادب پارہ فراعنہ کے نویں خاندان (۲۱۹۰/۲۱۳۰ ق۔م) یا دسویں خاندان (۲۱۳۰/۲۰۴۰ ق۔م) کے زمانے میں تخلیق و تصنیف ہوا تھا۔ ان خاندانوں کا دارالحکومت ختن آن نسُوت (ہراکلیو پولس) تھا۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ تحریر مذکورہ بالا خاندانوں کے دور ہی میں تخلیق ہوئی اور پہلی مرتبہ لکھی بھی اسی وقت گئی تو پھر اس کی تخلیقی قدامت چار ہزار ایک سو برس اور اولین

تحریری قدامت بھی چار ہزار ایک سو برس ہی قرار پائے گی ——— ماہرین کے مطابق مذکورہ پیپرس پر یہ تحریر فراعنۂ مصر کے بارھویں خاندان (۱۹۹۱ / ۱۷۸۶ ق.م) کے دور میں کسی وقت نقل کی گئی تھی۔ اس طرح تحریری لحاظ سے یہ تخلیق اپنی موجودہ شکل میں کم از کم پونے چار ہزار برس اور زیادہ سے زیادہ تقریباً چار ہزار برس پرانی ہے۔ تاہم کچھ علمائے تحقیق کا خیال ہے کہ مذکورہ پیپرس پر یہ تخلیق مصری تاریخ کے پہلے دورِ زوال (۲۱۸۰ / ۲۰۴۰ ق.م) کے آخری حصے یعنی تیسری ہزاری قبل مسیح کے اختتام پر گویا اب سے چار ہزار برس پہلے موجودہ صورت میں رقم کی گئی تھی اور یہ وہ زمانہ تھا جب مصری معاشرہ انتشار اور ٹوٹ پھوٹ کے سنگین عمل سے گذر رہا تھا؛ انسانی اقدار پامال ہو گئی تھیں اور نئی اقدار بن رہی تھیں۔ ان حالات میں اس ادب پارے کا بدبختیوں اور مصیبتوں سے کچلا ہوا ہیرو، دنیا اور اس کی ہر چیز سے عاجز آچکا تھا یہاں تک کہ وہ خود کو ہلاک کرنے پر تلا ہوا تھا۔ بہر حال اس ادب پارے میں جو خیالات پیش کئے گئے ہیں عین ممکن ہے کہ وہ پہلے 'دورِ زوال' کے اثرات کا براہِ راست نتیجہ ہوں۔

بائبل سے اگر اس کی قدامت کا موازنہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ عمدہ اور معیاری مصری ادب پارہ 'عہد نامۂ قدیم' (بائبل) میں شامل کتابوں "مزامیر" اور "واعظ" (جامع) سے کم از کم ایک ہزار برس پہلے تخلیق کیا گیا تھا ——— اسے پہلی مرتبہ لیپسیس نے ۱۸۶۲ء میں شائع کیا مگر اس کے مندرجات اس قدر مشکل ہیں کہ لیپسیس کی کوشش باوجود یہ کوئی چونتیس پینتیس برس تک ناقابلِ فہم رہا۔ ۱۸۶۷ء میں ماسپرو (MASPERO) نے اس کا مفہوم پانے میں کامیابی حاصل کر لی پھر ۱۸۹۶ء میں عظیم جرمن اسکالر ارمن نے اسے دوبارہ شائع کیا ارمن کی اس کاوش سے اسے سمجھنے میں بہت مدد ملی۔

ابتدائی حصہ

اس ادب پارے کے متن کا ابتدائی حصہ ضائع ہو چکا ہے اور یہ یقیناً اہم حصہ تھا۔ ابتدائی حصہ کے علاوہ بھی بعض جگہ گو عبارت ناقابلِ فہم ہے مگر اس کی دلچسپی شروع سے آخر تک بڑھتی ہی جاتی ہے۔ کاسٹر کے خیال میں (دی لٹریچر

اینڈ تائیھالوجی آف اینشینٹ ایجپٹ صفحہ نمبر ۲۱) ضائع شدہ ابتدائی حصّے کے آخر میں خودکشی پر آمادہ شخص کو اس کی رُوح نے قطعی جواب دے دیا تھا۔ اور اس سلسلے میں مزید بات کرنے سے اس انداز میں انکار کر دیا تھا گویا کہہ رہی ہو کہ وہ شخص اگر چاہتا ہی ہے تو بھرے تسک خودکشی کر لے، مگر اسے رُوح سے اس بات کی امید نہیں رکھنی چاہیئے کہ وہ اس کے ساتھ رہے گی ـــــ پیپرس پر جس طرح ادھوری عبارت شروع ہوتی ہے ارمن کے خیال میں (دی اینشینٹ ایجپشینز..... صفحہ نمبر ۲) اس سے پتہ چلتا ہے کہ خودکشی پر آمادہ شخص اور اس کی رُوح دونوں بعض منصفین (ججوں) کے سامنے بحث میں مصروف ہیں اور رُوح اپنے مالک یعنی خودکشی پر تل جانے والے شخص کا جواب دینے کی بجائے اب ججوں سے مخاطب ہے مگر یہاں عبارت نامکمل ہے اور اس سے پہلے کا متن تو بالکل ضائع ہو چکا ہے۔ ضائع شدہ ابتدائی حصے کے بعد پوری عبارت بحیثیت مجموعی بہت اچھی حالت میں ہے موجودہ صورت میں یہ ۱۵۵ عمودی کالموں میں لکھا ہوا ہے۔ ـــــ پیپرس پر عبارت جہاں سے شروع ہوئی وہاں اس شخص اور اس کی رُوح میں شدید اختلاف اور تنازعہ دلخیال عروج پر پہنچ چکا ہے۔ پیپرس پر عبارت کا صحیح معنوں میں آغاز خودکشی پر آمادہ شخص کی اپنی رُوح کی سابقہ دلیل سے ہوتا ہے۔

اس ادب کے ضائع شدہ حصے کی ابتدا میں غالباً یہ بیان کیا گیا ہو گا کہ کس طرح ایک غیر شخص غریب ہو گیا، اس پر الزام تراشیاں ہوئیں، بہتان باندھے گئے۔ اپنوں اور دوسرے ملنے والوں نے اس سے منہ موڑ لیا۔ ان حالات میں وہ اس قدر رذیل اور مایوس ہو گیا کہ خود کو آگ میں جلا کر اپنی زندگی ہی ختم کرنے پر تل گیا۔ شاید خود اس کی رُوح نے اس پر یہ زور دیا تھا کہ وہ خودکشی کرے لیکن جب اس مایوس اور دل گرفتہ شخص نے واقعی مرنے کی ٹھان لی اور یوں موت سامنے کھڑی نظر آئی تو اس کی رُوح نے اس کے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا۔ یعنی یہ کہ وہ موت کے بعد اس کے ساتھ نہیں رہے گی۔ رُوح کو اندیشہ تھا کہ اس قدر مفلس و قلاش شخص کے مرنے کے بعد اس کی لاش کے ساتھ سلوک کچھ اچھا نہیں ہو گا۔ مفلسی کے سبب اس کے لئے عالیشان مقبرہ

نہیں بن سکے گا اس کے جسم کی حفاظت ہو سکے اور نہ ہی اس کا کوئی وارث اس کے لئے بطور نذر نیاز اشیاء خورد و نوش چڑھائے گا، خاتمے، سردی اور گرمی کا سامنا کرنا پڑے گا ـــــــ چنانچہ وہ بدقسمت آدمی اپنی روح کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا ہا کہ وہ مرنے کے بعد اس کے بدن کا ساتھ نہ چھوڑے۔

عالمی ادب کا دلکش نمونہ

علامتی زبان

یہ ادب پارہ پورے مصری لٹریچر میں اس قدر اہم سمجھا گیا ہے کہ ماہرین کی اس میں دلچسپی اب تک برقرار ہے اور یہ مصر کی ان چند ادبی تخلیقات میں سے ہے جن پر علمار تحقیق نے سب سے زیادہ عالمانہ توجہ دی ہے۔ اتنی کہ اس کا اب بھی ہر پہلو سے مطالعہ اور توضیحات برابر جاری ہیں۔ اس ادب پارے یعنی 'خودکشی' کے بارے میں (غالباً) ایلیا شارپلے نے بڑی پُرلطف رائے دی ہے کہ زندگی سے اکتائے ہوئے (اس مصری) شخص کا گیت اتنا ہی قدیم ہے جتنا ہبوطِ آدم کے بعد پہلا انسان اور اتنا ہی جدید ہے جتنا کہ موجودہ زمانے کا حزنیہ خواب۔

مصر کے قنوطی ادب کی سب سے دلچسپ و اہم مثال اور ادبی معیار کے لحاظ سے نہ صرف مصر کے قدیم ادب کے بلکہ دنیا بھر کے ادب میں ایک مخصوص و ممتاز مقام کی حامل یہ ادبی تخلیق انہی تین بڑے اسالیب کا نمونہ ہے جو قدیم مصری ادب میں برتے جاتے تھے اور وہ تین بڑے اسالیب ہیں نثر، مسجع گفتگو اور غنائیہ شاعری۔ پوری قدیم مصری غنائیہ شاعری میں قنوطی ادب کی غنائیہ شاعری خصوصاً "خودکشی" میں شامل نظمیں بحیثیت مجموعی سب سے نمایاں اور خوبصورت مثال قرار دی گئی ہیں۔ یہ نظمیں کسی ایسے آدمی کے محض ابلتے ہوئے جذبات پر مبنی نہیں جو مایوس ہو کر بے حِسی پر اتر آیا تھا، جو قنوطی تھا؛ بلکہ ان تین نظموں کی شاعری تو مصریوں کے حقیقی اعتقادات سے پھوٹی تھی۔ "خودکشی" میں شامل پہلی تین نظمیں فنی خوبی، جذبات نگاری اور رفعِ تخیل کے لحاظ سے مصر کی چند بہترین نظموں میں سے ہیں۔ ناقدین نے ان نظموں کو دنیا بھر کی شاعری میں بہت ممتاز

مقام دیا ہے ہسٹری آف مین کائنڈ" (والیوم I پارٹ II صفحہ نمبر ۴۰۰) کے مطابق ان نظموں میں سادگی ہے، قناعت اور رکھ رکھاؤ ہے اسی لئے انہیں دنیا بھر کی شاعری میں یقیناً بہت اونچا مقام حاصل ہے۔" ان نظموں میں موت کی مدح میں وہ نظم بھی شامل ہے جو اس ادب پارے (خودکشی) کا حصہ ہے۔ موت کی ستائش میں چھ بند اور اٹھارہ مصرعوں کی یہ مختصر سی نظم مصری غنائیہ شاعری بلاشبہ بہترین نمونہ ہے ماہرین نے اس نظم کو نہ صرف قدیم مصری غنائیہ شاعری کی سب سے اعلیٰ اور ممتاز مثال بلکہ عالمی شاعری میں لے خاص طور پر بہت ہی اونچا مقام دیا ہے۔ بلکہ ایرک پیٹ کے نزدیک تو موت کی تعریف میں یہ مصری نظم اپنی سادگی اور سادہ حسن وجاذبیت کی بنا پر اس موضوع کی دنیا بھر کے ادب میں ایک طرح سب سے دلنشیں نظم ہے ـــــ ایرک پیٹ ہی نے موت کی مدح میں اس نظم کو پورے مصری لٹریچر میں سب سے زیادہ شاعرانہ قرار دیا ہے ـــــ اس نظم میں بلاشبہ بہت اعلیٰ تصورات پر مبنی تشبیہات آئی ہیں اور یہ نظم بہت اعلیٰ جمالیاتی خوبیوں کی حامل ہے۔

اس تخلیق یعنی "خودکشی" میں چار نظمیں آئی ہیں۔ ہر نظم کے بند مختلف تعداد میں ہیں۔ پہلی نظم میں آٹھ، دوسری نظم میں سولہ اور تیسری نظم میں چھ اور چوتھی نظم میں تین بند ہیں۔ ہر بند تین تین مصرعوں پر مشتمل ہے۔ اس طرح پہلی نظم میں چوبیس، دوسری میں اڑتالیس، تیسری میں اٹھارہ اور چوتھی نظم میں نو مصرعے ہیں، یوں ان تمام مصرعوں کی تعداد ننانوے بنتی ہے ان نظموں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہر نظم کے بند ایک ہی جیسے مصرعوں سے شروع ہوتے ہیں اور یہ سب نظمیں خصوصاً موت کی تعریف میں سولہ مصرعوں پر مبنی نظم تو شاعری کا بہت ہی خوبصورت نمونہ ہے۔ ـــــ مذکورہ چار میں سے تین نظمیں میں یہاں وضاحتی حواشی (طویل فٹ نوٹس) کے بغیر دینا چاہتا ہوں تاکہ انہیں بغیر کسی رکاوٹ اور توقف کے تسلسل کے ساتھ ایک نظر میں پڑھا جا سکے اس صورت میں ان کی اہمیت اور دلکشی پوری طرح واضح ہو جائے گی۔ حواشی کی وجہ سے توجہ بار بار بٹتی رہتی ہے اور اس طرح کسی بھی تحریر کا

تسلسل کے ساتھ تاثر صحیح معنوں میں بنتا نہیں ہے آگے چل کر ادب پارے کے مکمل ترجمے میں ان تینوں نظموں کا ترجمہ حواشی کے ساتھ شامل کیا جائے گا۔

پہلی نظم

دیکھ، میرا نام قابلِ نفرت ہے،
گرم آسمان کے دنوں میں،
پرندوں کے فضلے کی بدبو سے (بھی) زیادہ۔

دیکھ، میرا نام قابلِ نفرت ہے،
گرم آسمان کے دن مچھلیاں پکڑتے وقت،
ماہی گیری کی بدبو سے (بھی) زیادہ۔

دیکھ، میرا نام قابلِ نفرت ہے،
مرغابیوں کی بدبو سے زیادہ،
آبی شکار سے معمور سرکنڈوں کے جنگل سے (بھی) زیادہ۔

دیکھ، میرا نام قابلِ نفرت ہے
دلدلی ساحلوں پر مچھلیاں پکڑنے والے،
مچھیروں کی بدبو سے (بھی) زیادہ۔

دیکھ، میرا نام قابلِ نفرت ہے،
مگرمچھوں کی بدبو سے زیادہ،
مگرمچھوں سے معمور ساحلی کناروں سے (بھی) زیادہ۔

دیکھ، میرا نام قابلِ نفرت ہے،
اس عورت سے (بھی) زیادہ
جس کے بارے میں شوہر سے جھوٹ بولا جائے۔

دیکھ، میرا نام قابلِ نفرت ہے،
اس توانا لڑکے سے زیادہ،
جس کے متعلق کہا جاتا ہے" وہ اس کے حریف کا ہے"!

دیکھ، میرا نام قابلِ نفرت ہے،
بادشاہ کے اس شہر سے زیادہ،
جو اس کے پس پشت باغیانہ باتیں کرتا ہے۔

دوسری نظم

آج میں کس سے بات کروں؟
بھائی کمینے بن گئے ہیں،
اور آج کے دوستوں میں محبت نہیں رہی۔

آج میں کس سے بات کروں؟
دل لالچی ہو گئے ہیں،
ہر شخص اپنے ساتھی کا سامان ہتھیا لیتا ہے۔

آج میں کس سے بات کروں؟
شرافت ختم ہو گئی ہے،
اور تشدد آدمی ہر شخص پر پل پڑا ہے۔

آج میں کس سے بات کروں؟
لوگ برائی پر آمادہ ہیں،
اور پارسائی ہر سو ٹھکرائی جاتی ہے

آج میں کس سے بات کروں ؟
جس شخص کے جرائم پر لوگوں کو غصہ آنا چاہیے،
اس کی بدکرداری کے سبب ہر شخص ہنستا ہے۔

آج میں کس سے بات کروں ؟
لوگ لوٹ رہے ہیں،
ہر شخص اپنے پڑوسی کو لوٹ لیتا ہے۔

آج میں کس سے بات کروں ؟
بداعمال سے گہری دوستی کی جاتی ہے،
مگر ساتھ کام کرنے والا بھائی دشمن بن گیا ہے۔

آج میں کس سے بات کروں ؟
کوئی گذرے وقت کو یاد نہیں کرتا،
جس نے مدد کی تھی اب اس کی مدد کوئی نہیں کرتا۔

آج میں کس سے بات کروں ؟
بھائی بدکردار ہو گئے ہیں؛
اور محبت پانے کی خاطر اجنبیوں کا سہارا لینا پڑتا۔

آج میں کس سے بات کروں ؟
لوگ منہ پھیر لیتے ہیں،
اور ہر شخص اپنے بھائی کو مشکوک نظروں سے دیکھتا ہے۔

آج میں کس سے بات کروں ؟
دل حریص ہو گئے ہیں۔
کسی شخص کے دل پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

آج میں کس سے بات کروں ؟
راست باز لوگ باقی نہیں ہے ،
اور ملک بد کرداروں پر چھوڑ دیا گیا ہے .

آج میں کس سے بات کروں ؟
قابلِ اعتماد دوستوں کا کال پڑ گیا ہے ،
آدمی کو انجانے شخص کے پاس شکایت لے کر جانا پڑتا ہے .

آج میں کس سے بات کروں ؟
کوئی بھی مطمئن نہیں ہے ،
ساتھ دینے والے باقی نہیں ہے .

آج میں کس سے بات کروں ؟
میں دکھ کا مارا ہوں ،
کہ کوئی جگری دوست نہیں ملتا .

آج میں کس سے بات کروں ؟
دھرتی پر بُرائی کا دور دورہ ہے ،
اس (بُرائی) کی کوئی انتہا نہیں ہے .

تیسری نظم

موت آج میرے لئے ایسی ہے ،
جیسے کوئی بیمار صحت یاب ہو جائے ،
جیسے بیماری کے بعد کوئی باغ میں چلا جائے ،

موت آج میرے لئے ایسی ہے،
جیسے مُر کی خوشبو،
جیسے خوشگوار ہوا کے دن کوئی کشتی کے بادبان تلے بیٹھا ہو۔

موت آج میرے لئے ایسی ہے،
جیسے کنول کے پھولوں کی مہک،
جیسے کوئی زمینِ سرخوشی کے ساحل پر بیٹھا ہو۔

موت آج میرے لئے ایسی ہے،
جیسے بارش کا طوفان تھم جائے،
جیسے کوئی لڑائی سے اپنے گھر لوٹ آئے۔

موت آج میرے لئے ایسی ہے،
جیسے صاف کھلا آسمان،
جیسے کوئی انجانی بات جان لے۔

موت آج میرے لئے ایسی ہے،
جیسے کئی برس قید میں رہنے کے بعد کوئی،
اپنے گھر جانے کی تمنا کرے۔

اس فکر انگیز، دلچسپ اور اہم تخلیق کے اس کے نامعلوم خالق مصری ادیب نے استعارات و علامات کثرت سے استعمال کی ہیں، چنانچہ زیرِ نظر ادب پارے کی زبان علامتی و استعاراتی ہو کر خاصی مشکل ہو گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس تخلیق (خودکشی) اور اس کی زبان کو پوری طرح سمجھ لینا اور اس کے مضمون کی توضیح کرنا کچھ ایسا آسان کام نہیں ہے، سمجھنے میں بہت دقت پیش آتی ہے اسی لئے ماہرین کے مختلف تراجم میں متعدد مقامات پر خاصا اختلاف بھی ہے۔ البتہ وہ حصہ واضح ہے جس میں تجہیز و تکفین کے انتظامات کو فضول اور بے اثر بتایا گیا ہے۔

فلسفیانہ تخلیق

مصریوں نے ہزاروں برس پہلے بھی زندگی اور اس کے مختلف مسائل پر فلسفیانہ انداز میں بھی سوچا۔ اور اس فلسفیانہ غور و فکر کے دوران ان کے ذہن میں مختلف سوالات بھی اُبھرے۔ مثلاً ایک سوال یہ بھی تھا کہ زندگی پُرلطف طریقے پر اور مسرت اور شادمانی کے ساتھ کیسے بسر کیجائے؟ مصری دانشوروں اور ادیبوں نے اپنے فلسفیانہ افکار کو تحریری جامہ بھی پہنایا، جس کے نتیجے میں متعدد اہم، دلکش اور قابل توجہ ادب پارے وجود میں آئے۔

"قدیم مصری لٹریچر کے تین ادب پارے ایسے ہیں جنہیں ماہرین نے اہم فلسفیانہ تخلیقات قرار دیا ہے ویسے تو نہ معلوم انہوں نے اس قسم کی فلسفیانہ تحریریں کتنی تخلیق کی ہوں گی تاہم حال ملی تین ہیں، جنہیں دستیاب شدہ اسی نوع کی دوسری تحریروں سے زیادہ ممتاز اور اہم قرار دیا جاسکتا ہے ـــــ بہرحال مذکورہ تین اہم فلسفیانہ ادبی تحریریں یہ ہیں "خودکشی"، "بربط نواز کا گیت" اور "خیتی کی تعلیمات" (علم کی فضیلت، پیشوں کی تضحیک) ـــــ خیتی کی تعلیمات (علم کی فضیلت) تو اس کتاب کے باب حکیمانہ ادب میں شامل ہے "خودکشی" اور "بربط نواز کا گیت" اسی باب یعنی قنوطی ادب میں شامل کیا جارہا ہے۔

"فلسفیانہ افکار کے لحاظ سے تینوں مذکورہ بالا ادب پاروں میں "خودکشی" کو خصوصی اور انتہائی اہمیت کا حامل قرار دیا گیا ہے اور اس میں شامل نظموں کو غیر مذہبی لیکن فلسفیانہ شاعری کی ذیل میں رکھا گیا ہے۔ ہنری فرینکفرٹ کے مطابق کوئی سوا چار ہزار برس پہلے کی اس مصری ادبی تخلیق "خودکشی" میں حیران کن حد تک نفسیاتی اور فلسفیانہ گہرائی پائی جاتی ہے
(اینشینٹ ایجپشین ریلیجن صفحہ نمبر)

یہ ادب پارہ ایک فرد کے تجربات کا آئینہ دار ہے اس نے جو کچھ بیان کیا وہ اس کے ذاتی تجربات کا نتیجہ تھا، تاہم ساتھ ہی اس تحریر میں معاشرے کی سوچ شامل ہے مصنف کا انفرادی تجربہ بڑی حد تک معاشرے کی خرابیوں پر مبنی تھا ـــــ

• فلسفیانہ نوعیت کی اس ادبی تخلیق "خودکشی" خصوصاً اس میں شامل موت کی مدح میں نظم کو پڑھ کر یہ اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ مصری دانشور سوا چار اور چار ہزار برس پہلے بھی —— اتنے قدیم زمانے میں بھی —— کن فکری بلندیوں کو چھو رہے تھے، وہ کس نہج پر سوچ رہے تھے. اس نظم میں اس نامعلوم قدیم مصری دانشور شاعر نے موت کو خوشگوار اور خوش آئند بتایا ہے، نہایت سادگی اور خوبصورتی سے اس کی تعریف کی ہے. وہ موت سے خائف نہیں بلکہ اس کا خیر مقدم کرتا نظر آتا ہے اس کے نزدیک موت دنیاوی دکھوں اور مصائب کا خوشگوار اور خوش کن انجام ہے. زندگی اس کے لئے قید و بند، دکھوں اور بیماریوں کا گھر ہے، مگر موت اس کے لئے آزادی، خوشی، طمانیت، سرمستی، خوشبو اور تندرستی کا درجہ رکھتی —— زندگی اسیری ہے موت دلکش رہائی، زندگی امراض کا مجموعہ ہے، موت شفایابی. اس کے خیال میں موت، جو خوشگوار ہوتی ہے، انسان کو اذیت ناک زندگی سے چھٹکارا دلا دیتی ہے —— بہر حال اس پوری تخلیق (خودکشی) کو پڑھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس ادب پارے میں جہاں خودکشی، زیادہ صحیح الفاظ میں موت کو مسائل کا حل اور مرنے کے بعد کی خوشگوار زندگی کا ضامن بتایا گیا ہے؟ گویا اس ادب پارے سے صاف ظاہر ہے کہ چار سوا چار ہزار برس پہلے کے مصری دانشور ادیب یہ سوچ رہے تھے، ان کے ذہنوں میں یہ شکوک واضح طور پر ابھر رہے تھے کہ کیا موت واقعی خوش آئند اور اچھی ہے؟ کیا موت بھی اذیت ناک اور بے فائدہ ہے، مرنے سے بھی دوسری دنیا میں انسان کا بھلا نہ ہوگا ——

اس ادب پارے میں قدیم نامعلوم مصری دانشور ادیب نے "ہونے یا نہ ہونے" (موجود یا غیر موجود) کے دائمی سوال پر بحث کی ہے، عقلیت پر اظہار افسوس کیا گیا ہے اور ابدیت کے لئے تیاری کرنے پر زور دیا گیا ہے. ساتھ ہی ابدیت کے حصول کی خاطر مرنے والے کی آخری رسوم کا شان و شوکت سے اہتمام کرنے پر سخت نکتہ چینی اور مخالفت کی گئی ہے اور یہ نکتہ چینی روح کی زبانی کرائی گئی ہے. عیش و عشرت اور دنیا پرستی کے اخلاق سوز اثرات پر افسوس کیا گیا

ہے۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ بربطِ نواز کے گیت کی طرح اس تخلیق (خودکشی) میں بھی نظریۂ لذتیت کی تعلیم ملتی ہے۔ ایک جگہ روح خودکشی پر آمادہ اس شخص سے کہتی ہے کہ وہ شکوہ و شکائیت بند کرے۔ اور زندگی سے لطف اندوز ہو۔ روح اسے تمثیلیں بھی سناتی ہیں جن میں نکتہ یہ ہے کہ زندگی اس قابل ہے کہ زندہ رہا جائے ____ مختصر یہ کہ گو اس زیرِ نظر تحریر میں انتہائی مایوسانہ اور اندوہناک نظریہ ملتا ہے اور اس کا مرکزی کردار اسی نظریۂ یعنی المیہ اور قنوطیت، ویاسیت کا شکار ہے تاہم وہ نامعلوم ادیب ساتھ ہی نظریۂ لذتیت کا بھی قائل تھا یعنی یہ کہ انسان کو رنج والم فراموش کر کے مسرور زندگی بسر کرنی چاہیئے اور اس نے اپنی (زیرِ نظر تصنیف میں) اس بات کی تلقین بھی ہے۔

آر۔ جے۔ ولیمز (R. J. WILLIAMS) نے "جرنل آف ایجپشن آرکیالوجی" (شمارہ نمبر ۴۲ صفحہ نمبر ۴۹ تا نمبر ۵۶ بسنہ ۱۹۵۶ء) میں شائع شدہ اپنے مضمون میں اس ادب پارے پر مختلف ماہرین کی آراء کا جائزہ لیتے ہوئے اپنا نکتہ نظر بھی بیان کیا ہے۔ ولیمز کے نزدیک اس میں مرنے کے بعد لاش کو اگلی زندگی کے لئے حنوط کرنے پر بھاری اخراجات اور اس کے دفنانے کے سلسلے میں بے پناہ تیاریوں پر تیز و تند نکتہ چینی کی گئی ہے۔ خودکشی پر آمادہ شخص تدفینی و عزائی رسوم کی افادیت اور اثر انگیزی کے حق میں دلائل دیتا ہے، اس طرح وہ تجہیز و تکفین کی رسوم کے بارے میں روائتی عقائد و نظریات کی حمایت کرتا ہے۔ مگر اس کی روح آخری رسوم کے خلاف ہے اور ہنسی خوشی عیش میں زندگی گذارنے کی قائل ہے۔ ____

ای۔ اوٹو (E. OTTO) نے اس ضمن میں مصری 'با' (روح) کے متعلق اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ خن ان انسوت (ہراکلیوپولس) شہر کے حکمران فراعنہ کے نویں (۲۱۶۰ / ۲۱۳۰ ق۔م) اور دسویں (۲۱۳۰ / ۲۰۴۰ ق۔م) خاندانوں کے دورِ حکومت میں تابوتوں پر کندہ کی جانے والی مذہبی عبارتوں کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس دور میں "آکر" 'با' (روح) کو سابقہ زمانوں کی طرح ایسا وجود نہیں سمجھا جاتا تھا جو انسان کے مرنے کے بعد ظاہر ہوتی تھی بلکہ

اس عہد میں تو مصریوں کا خیال یہ تھا کہ "با" (روح) زندہ انسانوں میں موجود ہوتی تھی اور انسان کی موت کے بعد اس سے الگ ہوتی تھی۔

اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ مصریوں کے خیال میں جس طرح کوئی شخص اپنے "کا" سے باتیں بھی کر سکتا تھا اور تحفے تحائف کا تبادلہ بھی، اسی طرح کوئی مصری اپنی روح (با) سے اختلافی بحث وتمحیص بھی کر سکتا تھا اور مباحثے اور افہام وتفہیم کے کسی سمجھوتے یا نتیجے پر بھی پہنچ سکتا تھا۔ "کا" اور "با" کے بارے میں مفصل معلومات زیر نظر کتاب کے باب "حمد" کے ابتدائیے میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

مکالمہ

قدیم مصریوں کے ہاں فلسفیانہ قسم کی تحریروں پر مبنی "رسائل" وغیرہ لکھنے کا رواج بھی تھا، گو کم ہی مگر تھا ضرور۔ ان تحریروں میں مصری دانشور، مفکر اور اہلِ علم مکالموں کی صورت میں بھی زندگی کے مختلف مسائل پیش کرتے، ان پر اپنی ذہنی استعداد کے مطابق بحث کرتے، غور کرتے اور انہیں حل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ فلسفیانہ مسائل کو مکالمات کے ذریعے پیش کرنے کا انداز اور رجحان صرف قدیم مصریوں سے مخصوص نہیں تھا بلکہ ایسے ہی مسائل ومقاصد مصریوں کے بعد دوسری اقوام نے بھی اپنے ادب میں پیش کرنے کے لئے مکالموں کا سہارا لیا؛ حتیٰ کہ تیکھے اور چبھتے ہوئے اسلوب کے ماہر یونانی مفکر، دانشور، ادیب اور استاد افلاطون ($\frac{427}{347}$ ق م) نے اپنے اظہار کے لئے مکالماتی انداز بھی اپنایا۔

فلسفیانہ مسائل مکالموں کی صورت میں پیش کر کے ان کا حل نکالنے کے لئے ایک دوسرے سے سوال در سوال کئے جاتے۔ اس مباحثے یا مناظرے کے وقت بعض اوقات بہت سے حاضرین بھی ہوتے، مثلاً قدیم مصری تحریر "بیٹ اور سر" کے مناظرے میں مصنف کی حیثیت سے عظیم دیوتاؤں کی مجلس موجود تھی۔ فریقین میں بحث اس وقت تک رہتی تاوقتیکہ فریق کسی متنازعہ مسئلے کے بارے میں اپنے حریف کے دلائل سے مائل نہ ہو جاتا۔ زیر نظر ادب

پائے (خودکشی) سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں علمی و فکری مناظروں کا آغاز کم از کم چار سوا چار ہزار برس پہلے ہی سے شروع ہو گیا۔

بہرحال مصر کے دانشوروں اور ادیبوں نے اپنی تحریروں میں مکالماتی انداز بھی اپنایا اور مصری ادبی تخلیق "خودکشی دنیا بھر کے لٹریچر اپنی نوعیت کا سب سے قدیم تحریری مکالمہ ہے۔ اس میں" زندگی سے عاجز" آیا ہوا ایک مصری خودکشی کے حق میں اپنی روح سے طویل بحث کرتا ہے۔ یہ عقلیت و جذباتیت پر مبنی ——— "معقول جذباتی" انداز کا مناظرہ ہے۔ وہ شخص حالات سے تنگ آ کر خودکشی کر لینے کے بارے میں سوچتا ہے۔ اور حق میں دلائل دیتا ہے مگر روح مخالفت کرتی ہے بالآخر طویل بحث مباحثے کے بعد روح اس شخص کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔

مکالمات پر مبنی ایک مثال "تخلیق" "خودکشی" تو ہے ہی، اسی قسم کا ایک مباحثہ اور بھی تحریری طور پر دریافت ہوا ہے یہ مباحثہ ایک عظیم الجثہ بلی اور گیدڑ کے درمیان ہے۔ بلی 'بست' دیوی کی نمائندہ ہے اس میں کچھ تفریحی عناصر بھی شامل ہیں جو خودکشی میں نہیں۔ اس مباحثے یا مناظرے میں گیدڑ کے دلائل پڑھ کر ڈارون کا یہ خیال ذہن میں آ جاتا ہے کہ قدرت یکہ و تنہا زندگی کی پرواہ نہیں کیا کرتی بعض محققین کا خیال ہے کہ بلی اور گیدڑ کے اس مناظرے میں یونانی نظریات کی بھی ہلکی سی آمیزش ہے ——— ؟۔ بلی اور گیدڑ کا یہ مناظرہ قنوطیت اور رجائیت کے مابین کبھی ختم نہ ہونے والی چپقلش کی ایک قدیم اور دلچسپ مثال ہے۔ جس پیپرس پر بلی اور گیدڑ کا مناظرہ دیماطیقی زبان میں لکھا ملا ہے، وہ بہت بعد کا ہے۔ بدقسمتی سے یہ اہم پیپرس اب بہت ہی خستہ حالت میں ہے اور اس کے متعدد پیرے بہت حد تک ناقابلِ فہم ہیں۔

جیسا کہ کہہ چکا ہوں اس مناظرے میں حصہ لینے والی ایک عظیم الجثہ بلی اور گیدڑ ہے۔ بلی کے نظریات کٹر قسم کی تقلید پسندی کے حامل ہیں۔ بلی دلیل دیتی ہے کہ دنیا کا نظام دیوتا چلا رہے ہیں اور بالآخر دیوتا ہی بدی کو ختم کر دیں گے اور نیکی کامران و مظفر نکلے گی اگر کوئی چھوٹے

سے مبینے کو بھی ضرر پہنچائے گا تو خود بھی آزار میں مبتلا ہو جائے گا اور اپنی زیادتی کا نتیجہ بھگتیگا۔

سورج کو خواہ بادل ایک موسم کے لیے چھپالیں، ابر و باد کے طوفان آئیں یا طلوع ہوتا ہوا آفتاب صبح کے دھندلکوں میں چھپ جائے لیکن سورج تو آخر نمودار ہو گا، ہر رکاوٹ کے باوجود نکلے گا اور پھر مسرت و شادمانی کا دور دورہ ہو گا ـــــ مگر گیدڑ حقیقت بیں اور حقیقت پسند ہے۔ وہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے نظریے کا قائل ہے، وہ کہتا ہے کہ چھپکلی کیڑے کو نگل جاتی ہے، مگر خود چمگادڑ کی خوراک بنتی ہے، چمگادڑ کو سانپ کھا جاتا ہے اور سانپ کو باز نہیں چھوڑتا، فطرت ہمہ وقت جدال میں مصروف ہے۔ گناہ گار کو سزا کیسے ملے گی اور کونسی دُعا ہے؟ وہ دُعا خواہ کتنی بھی موثر ہو، کیا وہ (گناہ گار) باز رہ سکے گا؟ ـــــ دونوں کے درمیان مناظرہ زور پکڑ جاتا ہے۔ اس مسئلے پر متعدد دلائل فریقین دیتے ہیں، بطور مثال یا ثبوت متعدد ضرب الامثال اور کہانیاں پیش کرتے ہیں اور خود دیوتاؤں کے خلاف مخصوص شکایات کی جاتی ہیں۔ گیدڑ کے نکتہ رس دلائل سن کر کبھی کبھی بلی غیظ آلود بھی ہو جاتی ہے۔ اس ادب پارے کے خالق کا رجحان گیدڑ کی طرف ہے۔

مصنف

"خودکشی" کا خالق اپنے پیشرو اور ہم عصر مشیہ ور ادیبوں سے الگ نظر آتا ہے۔ چار سوا چار ہزار برس پہلے نہ صرف مصر ہی بلکہ دنیا بھر کے لٹریچر میں کسی شخص کا اپنی روح سے باتیں کرنے کا تخیل بالکل نیا اور بڑا ہی دلچسپ ہے۔ مصری قوم انتہا حد تک روایت پرست تھی اور اپنی روایت پرستی پر جان دیتی تھی یہی حال بہت حد تک لٹریچر اور آرٹ کے شعبے میں تھا اس حقیقت کے پس منظر میں یہ بات بہت ہی خوش آئند اور خوش گوار ہے کہ مصری تاریخ میں جب کہ روایت پرستی کمال کو پہنچی ہوئی تھی، کوئی ایک باغی ادیب تھا اور اس نے تقلید سے بالکل آزاد ہو کر مروجہ اور عام ڈگر سے ہٹ زیر نظر ادب پارہ تخلیق کرنے کا عزم کیا تو یہی ارادہ اور خواہش تو ظاہر کی۔ وہ اس عزم میں کس حد تک کامیاب ہوا یہ الگ بات ہے۔

اس ادب پارے میں مصنف نے اپنے نظریات اور خیالات کو بڑے ٹھوس، اثر آفرین اور واضح طور پر پیش کیا ہے۔ اس ادب پارے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خالق تجربے اور مشاہدے کی بھٹی سے گذرا تھا۔ میں شاعر نہیں اس لئے تجربے سے ناآشنا ہونے کی بنا پر یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ کیا اتنا خوبصورت اور ذاتی واردات پر مبنی ادب پارہ سازگار اور پُر آسائش دور میں کوئی شاعر و ادیب تخلیق کر سکتا ہے: تاوقتیکہ اس کا تجربہ اور مشاہدہ نہ ہو ...؟ تاہم میرا خیال ہے کہ جب تک ادیب و شاعر ایسے ماحول سے گذر نہیں لیتا، جیسا کہ زیر نظر ادب پارے کو پڑھتے وقت ذہن میں ابھرتا ہے، ایسا مؤثر اور ذاتی واردات و تجربے سے بھرپور ادب پارہ تخلیق نہیں کیا جا سکتا۔ یقیناً اس کے خالق کو المناک صورت حال سے گذرنا پڑا ہوگا۔

ہیئت کے اعتبار سے یہ ادب پارہ منثور بھی ہے اور منظوم بھی۔ مرکزی کردار یعنی خودکشی پر آمادہ شخص اور اس کی روح کے مابین اصل موضوع یعنی خودکشی کرنے یا نہ کرنے پر بحث نثر میں ہے اور یہ نثر دونوں کی گفتگو اور دلائل پر مبنی ہے۔ روح کے دوسرے نثری جواب کے بعد وہ شخص چار نظمیں پڑھتا ہے جو سب کی سب تین تین مصرعوں کے بندوں (STANZAS) پر مشتمل ہیں۔ اور ہر نظم کے بند مختلف تعداد میں ہیں اس کے علاوہ ہر نظم کے سارے بند ایک ہی طرح کے مصرعوں سے شروع ہوتے ہیں مثلاً پہلی نظم کے ہر بند کا پہلا مصرعہ یوں ہے ــــ

"دیکھو، میرا نام قابلِ نفرت ہے"

دوسری نظم کے ہر بند کا پہلا مصرعہ اس طرح ہے۔

"آج میں کس سے بات کروں؟"

تیسری نظم کا ہر بند اس مصرعے سے شروع ہوتا ہے۔

"موت آج میرے لئے ایسی ہے"

اور چوتھی نظم کے ہر بند کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

"وہ جو اُدھر ہے"

نظموں کا یہ سلسلہ ہے تو بحث مباحثے یا استدلال پر مبنی مگر ہر نظم اپنی جگہ بجائے خود اس استدلال کے الگ الگ عنصر کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان نظموں کے علاوہ نثر بھی ہے اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ قدیم مصری ادیب اپنی اس تخلیق میں شروع سے لے کر آخر تک کارفرما مباحثے یا دلیل کا تسلسل کے ساتھ اظہار شعری ہیئت میں نہیں کر سکتا تھا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ چاروں نظمیں ایک دوسرے کے بعد اس طرح آئی ہیں کہ ان میں باہمی ربط یا تعلق نہیں ہے اس کے باوجود یہ چاروں مل کر ایک منطقی سوچ کا اظہار ضرور کرتی ہیں ـــــ یوں دیکھئے کہ پہلی نظم اس طرح شروع ہوتی ہے۔ "دیکھئے میرا نام قابلِ نفرت ہے" ـــــ دوسری نظم "آج میں کس سے بات کروں؟" تیسری نظم "موت آج میرے لئے ایسی ہے" ـــــ اور چوتھی نظم کی ابتدا یوں ہے ـــــ "وہ جو اُدھر ہے" ـــــ گویا پہلی دو نظموں میں جس ذاتی دکھ اور المیے کا اظہار کیا گیا ہے تیسری نظم میں جا کر کہا گیا ہے کہ اس دکھ اور کرب سے موت ہی نجات دلا سکتی ہے اور پھر اس موت کے نتیجے میں (چوتھی نظم کے مطابق) خود کشی پر آمادہ وہ مصری دوسری دُنیا میں اچھی طرح گذر بسر کرے گا۔ ـــــ

ماحول اور زندگی سے اکتائے ہوئے اس مایوس شخص اور اس کی رُوح کے درمیان اس مناظرے کا موضوع یہ بھی بنتا ہے کہ اس المناک اور ناسازگار حالات میں انسان کے زندہ رہنے کا فائدہ ہی کیا ہے ایسے میں جینا بے کار ہے چنانچہ یہ ادب پارہ ایک ایسے قنوطی شخص کی پکار ہے جو ساری چیزوں کو محض سراب سمجھتا ہے اور سراب سمجھ کر انتہائی یاسیت کے عالم میں چیخ پڑتا ہے ـــــ وہ شخص اپنے ارد گرد پھیلی ہوئی بد قماشیوں اور بداعمالیوں سے عزیز و اقارب کی بے اعتنائیوں اور حالات سے اتنا بددل اور دلگیر تھا، زندگی سے اس قدر بیزار ہو گیا تھا کہ اپنی زندگی کا خود ہی خاتمہ کر لینا چاہتا تھا۔ اس کے خیال میں دنیاوی دکھوں اور پریشانیوں سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ تھا اور وہ تھا موت کا راستہ۔ اس تخلیق میں شامل نظموں سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ اس شخص کو یقین کامل تھا کہ مرنے کے بعد اس

کی دوسری زندگی زیادہ خوشگوار گذرے گی"۔ دوسری دنیا میں بے راہروی راست بازی میں بدل جائے گی اور جس نے اس دھرتی پر مصیبتیں جھیلی ہوں گی اسے وہاں اس کا بدلہ انعام واکرام اور آرام و آسائش کی صورت میں ملے گا۔ وہاں انصاف اور حق کا بول بالا تھا، وہاں حکمران سُورج دیوتا "را" تھا۔ وہ شخص اس دوسری دنیا کو "آسمان" نہیں کہتا بلکہ اس کے لئے اس نے "وہاں" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

وہ شخص مرنے کے بعد اپنے انجام سے خوفزدہ تھا اسے اندیشہ تھا کہ اس کی تجہیز و تکفین کرنے اور شایانِ شان طریقے پر آخری رسوم بجالانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اس کی لاش کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔ اس صورت حال کی وجہ سے وہ موت کا متمنی تھا۔ اس کے شکووں شکایتوں سے خفا ہو کر اس کی رُوح (با) نے اس چھوڑ جانے کی دھمکی دی۔ وہ اس دھمکی سے خوف زدہ ہو گیا کیونکہ مصری عقیدوں کے مطابق اگر کسی کو اس کی رُوح چھوڑ جاتی تو وہ موت کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا تھا، بلکہ اس کا جسم مکمل طور پر تباہ ہو کر رہ جاتا تھا اس طرح وہ دوسری زندگی کی لافانی مسرتوں اور برکتوں سے محروم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی رُوح سے التجا کی کہ وہ اس کے ساتھ رہے اور خواہش مرگ میں اس مخالفت نہ کرے۔ وہ اس موت کو خودکشی نہیں بلکہ "قدرتی یا فطری" خیال کرتا تھا۔ اپنی پریشانی خیالی اور خوف کی وجہ سے اس شخص نے اپنی رُوح سے کہا کہ اس کے مرنے پر وہ (رُوح) وہی رسوم انجام دے جو مرنے والے کے رشتے دار ادا کیا کرتے تھے۔ وہ خود تو مرنے پر تیار ہے مگر اس رُوح یہ دلیل دے کر اس کے اس اقدام سے باز رکھتی ہے کہ اسے نہ تو مناسب اور شایانِ شان طریقے پر کوئی دفنانے والا ہے اور نہ ہی اس بات کا خیال رکھنے والا کہ اس کی عزائی رسوم صحیح طریقے پر انجام دی جا رہی ہیں یا نہیں؟ رُوح کی اس بات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص دنیا میں تن تنہا تھا اور اس کے تمام رشتے دار اور احباب یا تو خود اسے چھوڑ گئے تھے یا پھر اس نے خود ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ اس کے بعد اس کی رُوح اسے یہ مشورہ دیتی ہے کہ وہ غالباً آگ سے جلا

کہ خود کو ختم کر لے کیونکہ جب لاش راکھ بن جائے گی تو اسے مزید دیکھ بھال یا عزا ئی رسموں کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس نے اپنی رُوح کا یہ مشورہ مان لیا اور خودکشی کرنے والا ہی تھا۔ کہ رُوح نے اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ رُوح کو اندیشہ یہ تھا کہ وہ شخص اس طرح مر گیا تو اس (رُوح) کو مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد اس شخص نے رُوح سے کہا کہ وہ اس کے مرنے کے بعد اس کے لئے آخری رسوم ادا کرے مگر رُوح نے ایسا کرنے سے قطعی طور پر انکار کر دیا اور کہا کہ اس شخص کی موت کسی طرح بھی ہو اس (رُوح) کے لئے قابلِ قبول نہیں ہو گی اور یہ کہ اس (رُوح) کا مُردوں کی سرزمین پر جانے کا بالکل کوئی ارادہ نہیں ہے۔ رُوح نے اپنے اس اعتراض کے حق میں دلیل یہ دیتی ہے کہ تدفین کو محض یاد رکھنے کا مطلب تو یہ ہے کہ انسان بس ماتم کرے، آنسو بہائے اور رنجیدہ رہے۔ یوں مر جانے کا مطلب تو یہ ہے کہ مرنے والے کو اس کے گھر سے لے جا کر پہاڑی پر پھینک دیا جاتا ہے اور اس طرح پھینک دیئے جانے والے شخص کو اوپر جا کر دوبارہ سورج دیکھنا نصیب نہیں ہو گا (یعنی وہ شخص دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر سورج دیوتا کے پاس نہیں جا سکے گا)۔ رُوح نے دلیل دی کہ موت ایک المیہ ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شان و شوکت کے ساتھ تدفین میں بہتری ہی کیا ہے۔ رُوح نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ جن لوگوں کے مقبرے خوبصورت اور شاندار ہیں وہ ان لوگوں سے کسی طرح بہتر نہیں ہیں جنہیں کوئی مقبرہ نصیب نہیں، اور یہ کہ مرنے کے بعد انسان کی یاد لوگوں سے بہت جلد محو ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ پتھروں کی یادگاریں اور مقبرے بنانے والوں کو بھی فراموش کر دیا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے اپنے لئے پتھر کے مقبرے اور یادگار کے طور پر اہرام بنوائے اور ان کے اندر بڑے پُروقار اور شاہانہ انداز میں دفن ہوئے ان کے مقبروں میں پتھر کی ان سلوں کو دیکھا جائے جو مرنے والوں کے رشتے داروں اور دوستوں کی طرف سے نذرانے رکھنے کے لئے وہاں نصب کی گئی تھیں تو وہ بیگار بھگتنے والوں کی قبروں پر نصب قربانی کی یادگاری سلوں کی طرح نظر آئیں گی۔ ان غریبوں کی تدفینی سلوں پر کوئی نذرانے

نہیں چڑھاتا۔ ان بیگار بھگتنے والوں میں سے کچھ تو دریائی کناروں پر اس حال میں مر جاتے ہیں کہ ان کی لاشوں کا ایک حصہ تو پانی میں اور باقی خشکی پر پڑا ہوتا ہے ان میں سے کچھ پانی میں گر کر مر جاتے ہیں اور ان کی لاشیں مچھلیاں کھا جاتی ہیں اور بیگار بھگتنے والے کچھ لوگ دھوپ کی جھلسا دینے والی گرمی میں مر جاتے ہیں۔ شاندار طریقے پر تجہیز و تکفین اس بات کی ضمانت نہیں ہے کہ مرنے کے بعد ان کی زندگی کی مستقل بقا کے لئے ان کے عزیز و اقارب خورد و نوش کا سامان ان کے مقبروں میں برابر چڑھاتے رہیں گے ——— اور پھر آخر میں روح اپنے دلائل اس نصیحت پر ختم کرتی ہے کہ انسان کے لئے دانشمندانہ طرزِ عمل یہی ہے کہ وہ فکر و تردد کو نظر انداز کر دے۔ شکوہ شکایت چھوڑ دے اور زندگی سے لطف اندوز ہو ہنسی خوشی زندگی گذارے اور ایک غریب آدمی کو بھی اپنے تمام تر شدائد اور رنج و الم کے باوجود زندہ رہنا چاہیئے، مطلب یہ کہ انسان کو ہر وقت خوش رہنے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرنا چاہیئے اور کسی بات پر بھی زمانۂ موجود یا مستقبل میں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔

مسرور زندگی گذارنے کے بارے میں یہ وہ نظریہ ہے جس پر قدیم زمانوں میں عام مصری برابر کاربند رہتے تھے۔ یہ وہی تعلیم ہے جو انجیل میں مالدار شخص نے اپنی روح (جان) کو دی :۔

"...... اور میں اپنا سارا اناج اور مال بھر رکھوں گا اور اپنی جان سے کہوں گا، اے جان! تیرے پاس بہت برسوں کے لئے بہت سا مال جمع ہے، چین کر، کھا پی، خوش رہ ———"

(لوقا ۱۲ — ۱۹)

چار ہزار برس پہلے اس مصری ادب پارے کے خالق کی دی ہوئی یہ وہی تعلیم ہے جو دنیا کی قدیم ترین بابلی (عراقی) داستان — گلگامش کی داستان — میں سیتم سدوری

نامی دیوی گلگامش کو دیتی ہے. پُرمسرت زندگی بسر کرنے کی تلقین بعد کے بھی ہر دور میں گئی ہے یہ عمر خیام کے ہاں ملتی ہے یہ مغل شہنشاہ ظہیر الدین محمد بابر کے ہاں ملتی ہے کہ "بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" ـــــ بہر حال رُح لے دو مثلیں بھی سناتی ہے جن کا مقصد اس شخص کے ذہن نشین یہ بات کرانا تھا یا پھر یہ نکتہ بیان کرنا تھا کہ زندگی اس قابل ہے کہ زندہ رہا جائے.

مگر رُح کی اس تعلیم یا نصیحت کو وہ مایوس وا اس شخص قبول نہیں کرتا اور رُح کے دوسرے ترکی بترکی جواب کے بعد وہ چار بڑی دلکش و خوبصورت نظمیں گویا آخری اور قطعی جواب کے طور پر پڑھتا ہے وہ ان میں حالات اور معاشرے کے چلن اور زمانے کی ستم رانیوں کا رونا رتا ہے حال یہ ہوگیا ہے کہ اس (مایوس شخص) کا نام لینا بھی لوگوں کے لئے مکروہ اور قابل نفرت بن چکا ہے اس کے بھائیوں اور دوستوں نے اس سے قطع تعلق کر لیا ہے. ظلم، بددیانتی، گستاخی اور بدتمیزی کا دور دورہ ہے، انصاف کہیں باقی نہیں رہا. کوئی بھی قانع اور مطمئن نہیں مختصر یہ کہ مذکورہ نظموں میں اس نے واضح طور پر کہہ دیا ہے کہ جہاں تک اس کا اپنا سوال ہے وہ زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہے اور موت ہی کو سب سے دلکش، حسین اور خوش آئند چیز سمجھتا ہے.

اس نے موت کے حق میں جو دلائل دیئے وہ زندگی کے حق میں رُح کی دلیلوں سے زیادہ وزنی ہیں، بہر حال اس شخص کے طویل دلائل کے آگے رُح نے بالآخر ہتھیار ڈال دیئے اور وعدہ کیا کہ بلا شک و شبہ وہ شخص مغرب یعنی مرنے والوں کی اقلیم کا سفر کرے گا اس کا جسم زمین میں دفنایا جائے گا اور پھر جب وہ قبر میں آرام کر رہا ہو گا تو رُح اس کے پاس اُتر آئے گی اور پھر وہ دونوں مل کر اپنے لئے رہنے کی جگہ بنائیں گے.

خودکشی

تخلیقی قدامت :۔ ۴۱۵۰ برس

تحریری قدامت :۔ ۴۰۰۰ برس

...... تمہاری .... کہنے کے لئے ...... ان کی زبان جانبدار نہیں ہے

...... ادائیگیاں .... ان کی زبان جانبدار نہیں ہے[1]۔

جو کچھ میری رُوح[2] نے کہا تھا اس کا جواب دینے کے لئے میں نے اپنا منہ کھولا :۔

آج میرے لئے یہ بات انتہائی تکلیف دہ ہے کہ میری رُوح مجھ سے (اب مزید) بات

---

[1] اس ادھوری اور مسخ شدہ عبارت کا ایک اور ترجمہ :۔"...... تم کہنے کے لئے ...... ان کی (زبانیں سوال) نہیں کر سکتیں، کیونکہ یہ ...... ہو گا ...... ادائیگیاں ...... ان کی (زبانیں سوال) نہیں کر سکتیں"۔ یہ پیپرس کا یہ حصہ جا بجا ادھورا رہ گیا ہے چنانچہ ادھورے اور نامکمل فقروں اور اس سے پہلے کا حصہ ضائع ہونے سے عبارت کا یہ باقیماندہ ٹکڑا سمجھنا اور بھی دشوار ہو گیا ہے۔ [2] رُوح :۔ اصل مصری عبارت میں رُوح کے لئے قدیم مصری زبان کا لفظ "با" آیا ہے۔ میں اس کتاب کے باب "مصر" کے ابتدائیے میں "با" کے بارے میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔

نہیں کرتی[۳] اور یہ اتنی بڑی زیادتی ہے کہ بیان سے باہر ہے (یوں لگتا ہے) جیسے کسی نے مجھے نظر انداز کر دیا ہو[۴]؛ میری رُوح کو مجھ سے الگ نہیں ہونا چاہیئے[۵] تاکہ میرے لئے اس میں موجود ہو[۶]۔ .... میرے جسم میں دھاگوں کے جال کی طرح ...... لیکن یہ مصیبت کے دن سے بچنے میں کامیاب نہیں ہوگی[۷]۔ دیکھو میری رُوح مجھے گمراہ کرتی ہے لیکن میں اس کی (بات) نہیں سنتا[۸]، اس تک پہنچنے[۹] سے قبل خود کو موت کی طرف دھکیلتا ہوں، خود کو جلا ڈالنے کے لئے اپنے آپ کو آگ میں جھونک دینا چاہتا ہوں[۱۰] .... (کاش) بدبختی کے یہ دن

۳؎ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب خودکشی پر آمادہ اس شخص کی رُوح نے مزید دلائل و براہین دینے سے انکار کر دیا تھا۔ ۴؎ اس فقرے کے مزید تراجم: "یہ مجھے چھوڑ دینے کے مترادف ہے" ـــ "یوں لگتا ہے جیسے (میری رُوح) میرا ساتھ چھوڑ رہی ہے"۔ ۵؎، ۶؎ ان دو فقروں کے مزید تراجم ـــ "میری رُوح نہیں جائے گی، یہ اس (معاملے میں) میرے ساتھ رہے گی" ـــ "اس (میری رُوح) کو مجھے چھوڑ کر نہیں جانا چاہیئے ...... کی وجہ سے اسے میرا انتظار کرنا چاہیئے" ـــ بہرحال ان دونوں فقروں میں اس شخص نے غالباً کہا یہ ہے کہ رُوح کو اس کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہیئے بلکہ خودکشی اور موت کے بعد اس کا ساتھ دینا چاہیئے۔ ۷؎ اس فقرے کے مزید تراجم ـــ "یہ دکھ کے دن بھاگ جانے میں کامیاب نہیں ہوگی" ـــ "یہ بدبختی کے دن بھاگ جاتی ہے" ـــ "کوئی معقول شخص مصیبت کے دن (کسی کا) ساتھ نہیں چھوڑتا" ـــ ۸؎ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ـــ "دیکھو میری رُوح میرا حکم نہیں مانتی کیونکہ میں نے اس کی بات نہیں مانی" ـــ ۹؎ "اس تک پہنچنے سے قبل" ـــ موت کا معین وقت آنے سے مراد ہے۔ اس فقرے میں اس نے کہا یہ ہے کہ ابھی میری موت کا وقت نہیں آیا ہے مگر میری رُوح مجھے موت کے گھاٹ اتارنے پر تلی ہوئی ہے ۱۰؎ حالات سے تنگ آیا ہوا وہ شخص آگ میں جل مرنا چاہتا تھا مگر اس کی رُوح اس اقدام سے اس کا ساتھ دینے پر آمادہ نہیں ہوتی ـــ "اور اس تک پہنچنے سے قبل ..... جھونک دینا چاہتا ہوں" ـــ ان دو فقروں کا ترجمہ اس طرح بھی کیا گیا ہے ـــ "(میری رُوح) مجھے موت کی طرف دھکیلتی ہے قبل اس کے میں اس (موت) تک پہنچوں" ـــ "(میری رُوح) مجھے جلا کر مار ڈالنے کے لئے (مجھے) آگ میں پھینکتی ہے" ـــ پہلے فقرے کا مطلب یہی ہے کہ گو اس کی موت کا معین وقت ابھی نہیں آیا ہے مگر اس کی رُوح اسے موت کے منہ میں دھکیلنا چاہتی ہے۔

یہ (روح) میرے قریب ہے[11] اور پرے[12] میرا انتظار کرے جیسا کہ ......[13] کرتی ہے[14]۔ وہ ایسا ہے جو پرے جاتا ہے تاکہ وہ خود کو اس کے لئے لے آئے[15]۔ میری روح اس قدر بے وقوف ہے کہ زندگی کی مصیبتوں کو (کم) نہیں کرتی، اس کے باوجود مجھے مرنے سے روکتی ہے[16]۔ میرے لئے مغرب[17] کو خوشگوار بنا دے! کیا یہ (بہت) مشکل[18] ہے! زندگی عارضی[19] ہے۔ درخت بھی گر جاتے

ص۱۱، ص۱۲۔ ان دونوں فقروں کے مزید تراجم: "یہ مصیبت کے دن میرے پاس آتی ہے، یہ پرے ...... کی مانند کھڑی ہے"۔ "یہ مصیبت کے دن میرے پاس کھڑی ہوگی، یہ پرے ...... کی مانند کھڑی رہے گی۔ ص۱۲ پرے: یعنی مغرب میں۔ مصریوں کو مرنے کے بعد مغرب میں دفن کرتے تھے۔ ص۱۳ "......": اصل مصری عبارت میں یہاں کوئی ایسا لفظ آیا ہے جس کے معنی معلوم نہیں، تاہم ارمن نے اپنے ترجمے میں یہاں "ماتم کرنے والا" "سوگ منانے والا" ترجمہ کیا ہے اس فقرے کا مطلب ارمن کے نزدیک یہ ہے کہ چونکہ خودکشی پر آمادہ اس شخص کا کوئی وارث نہیں تھا جو اس (شخص) کے بارے میں متفکر ہوتا چنانچہ کم از کم روح تو اس کی لاش کے پاس رہے۔ بقول ارمن آگے عبارت میں اس خواہش کا نسبتاً زیادہ واضح طور پر اظہار کیا گیا ہے۔ ص۱۵ یہ فقرہ سمجھنا بہت ہی مشکل ہے۔ قدیم مصری اپنی تحریروں میں اسمائے ضمیر بہت ہی استعمال کرتے تھے اسی طرح یہاں بھی کئے گئے ہیں جن کی وجہ سے یہ فقرہ ناقابلِ فہم ہو کر رہ گیا ہے۔ غالباً اس کا مفہوم یوں بھی ادا کیا جا سکتا ہے: "روح ایسی ہوتی ہے جو آگے جاتی ہے تاکہ انسان کو فائدہ پہنچانے کے لئے خود آئے"۔ اس کے باوجود فقرہ واضح نہیں ہے اور ناقابلِ فہم رہتا ہے۔ ص۱۶ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "میری روح بے وقوف ہے جو زندگی میں ایک مصیبت زدہ کو روکتی ہے اور مجھے مرنے سے باز رکھتی ہے"۔ ص۱۷ مغرب: اہلِ مصر عالمِ آخرت اور قبرستان کو عام طور پر "مغرب" کہتے تھے۔ وہ عالمِ آخرت (دوسری دنیا) کو "آگے" یا "پرے" بھی کہتے تھے۔ "عالمِ آخرت" کا نام ان کے ہاں "دوات" (توآت) تھا۔ ان کے نزدیک مُردوں کی یہ دنیا "مغرب" میں تھی۔ "مغرب کو خوشگوار بنا دے" کا مفہوم ہے: "موت کو آسان بنا دے"۔ ص۱۸ مشکل: "برا" اور "تکلیف دہ" بھی ترجمہ کیا گیا ہے ---- "کیا یہ بہت مشکل ہے" کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے "کیا پھر (اس طرح) مزید قسمتی ہے"؟ ص۱۹ عارضی: "گذرگاہ"، "محدود"، "امین" اور "سفر" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

ہیں۔ بدی کو ختم کر دے[20]، میری مصیبت ختم کر دے[21]، دیوتاؤں کو مطمئن کرنے والا تحوت دیوتا[22] میرا انصاف کرے[23]، سچ لکھنے والا خنسو دیوتا[24] میری وکالت کرے، آفتابی کشتی[25] کا رہنما (دیوتا) میری فریاد سنے، مقدس ایوان[26] میں اِسدِس[27] میری حمایت کرے کیونکہ میرے مصائب میرے لئے ناقابلِ برداشت حد تک شدید ہیں۔ یہ خوش آئند بات ہے[28] کہ دیوتا میرے بدن کے مخفی (خیالات) کو دور کر دے[29]۔

---

[20] خودکشی پر آمادہ شخص کہہ رہا ہے کہ روح اپنا یہ ارادہ بدل دے کہ وہ اسے چھوڑ جائے گی، اس کا ساتھ نہیں دے گی۔ [21] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ہے "اداس (شخص) باقی رہے گا" یعنی اس شخص کے مرنے کے بعد دن ختم نہیں ہوگا۔ "بدی کو ختم کر دے، میری مصیبت ختم کر دے" کی جگہ یوں بھی ترجمہ کیا گیا ہے "(چنانچہ) میرے گناہوں سے درگذر کر اور ناخوش آدمی کو سکون بخش"۔ [22] تحوت (دجیھوتی۔ زیہوتی) دیوتا: عقل و دانش اور علم کا دیوتا جس نے حورس دیوتا اور اس کے حریف سیت دیوتا کے درمیان تخت نشینی کے لئے جھگڑے کا انصاف کرنے میں شرکت کی تھی۔ [23] اب خودکشی پر آمادہ شخص تحوت دیوتا، خنسو دیوتا، را (سورج دیوتا) اور اِسدِس دیوتا جیسے نیک اور مہربان دیوتاؤں پر تکیہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ دیوتا اس کے موقف کی حمایت کریں گے۔ [24] خنسو (خنس) دیوتا: چاند دیوتا۔ [25] آفتابی کشتی (سفینۂ آفتاب): سورج دیوتا "را" کی آسمانی کشتی جس میں وہ دوسرے دیوی دیوتاؤں اور ارواح کے ساتھ اپنا دن کا سفر آسمان میں طے کرتا تھا۔ "آفتابی کشتی" کے بارے باب حمد کے ابتدائیہ میں تفصیل آ چکی ہے۔ [26] مقدس ایوان: آسمان پر واقع ایوان انصاف۔ یہاں خودکشی پر آمادہ شخص نے غالباً یہ فرض کر لیا ہے کہ وہ مر کر دوسری دنیا میں آسر دیوتا (اوزیرس) کی عدالت میں پہنچ چکا ہے اور وہاں دیوتاؤں کی مجلس کے سامنے اپنے اعمال کی صفائی پیش کر رہا ہے۔ [27] اِسدِس: ایک دیوتا، جس کا تحوت دیوتا سے قریبی تعلق تھا۔ [28] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ——— "میری مصیبت بہت شدید ہے اور وہ اسے میرے لئے برداشت کرتا ہے"۔ [29] سیاق و سباق سے یہاں صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کے خیالات یقیناً ناخوشگوار تھے، ایسے تکلیف دہ اور پریشان کن خیالات جن کا اس نے اظہار نہیں کیا ہے۔

میری روح نے جواب میں مجھ سے جو کچھ کہا وہ یہ ہے:
کیا تُو معمولی آدمی نہیں ہے؟ بے شک تو زندہ ہے، لیکن
تیرے پاس کیا ہے؟ اس کے باوجود تو مالدار آدمی
کی طرح زندگی گذارنے کا آرزومند ہے"[۳۰]

---

[۳۰] ان فقروں کا ایک اور ترجمہ: ــــ "تو کوئی بلند مرتبہ آدمی نہیں ہے ...... (اور پھر بھی) تو عمدہ چیزوں کی فکر اس شخص کی طرح کرتا ہے جس کے پاس مال و دولت ہو ــــ" یہ ترجمہ ارمن کا ہے اور ارمن نے اس کا امکانی مفہوم یہ لیا ہے کہ دیوتا خودکشی پر آمادہ شخص کی طرح مصیبت زدہ اور حقیر و شکستہ حال شخص کی پرواہ نہیں کریں گے ــــ لنت ہائیم نے انہی فقروں کا ترجمہ اس طرح کیا ہے ــــ کیا تو آدمی نہیں ہے؟ کیا تو زندہ نہیں ہے؟ دولت مند آدمی کی طرح زندگی کا شکوہ کر کے تجھے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟ ــــ اور کاسٹر کا ترجمہ یہ ہے ــــ "کیا تو معمولی آدمی نہیں ہے؟ اس کے باوجود تو یوں پریشان ہے جیسے تو مالدار ہو" اور کاسٹر کے خیال میں روح نے اس شخص سے کہا یہ ہے کہ وہ شخص عجلت میں دولت کو اپنے ساتھ دوسری دنیا میں لے جانا چاہتا ہے جہاں یہ ہمیشہ اس کے پاس رہے گی۔ کاسٹر کے مطابق جس پُر خطر اور ناسازگار دور میں یہ ادب پارہ تخلیق ہوا تھا اس وقت اگر کوئی دولتمند آدمی زندہ رہ جاتا تو زندگی میں اسکی دولت چھن جانے کا پورا پورا امکان تھا لیکن وہ جلد مر جاتا تو اس صورت میں وہ طلسمی منتروں اور اس مرنے والے کے لئے ادا کی جانے والی عزائی رسوم کی مدد سے اپنی دولت کو ابد تک کے لئے محفوظ رکھ سکتا تھا ــــ انہی فقروں کا ایک اور ترجمہ ــــ "کیا تو آدمی نہیں ہے؟ کیا تو ...... جب کہ تو زندہ ہے؟ تیرا مطمح نظر کیا ہے؟ تُو تو دولت مند شخص کی طرح (اپنی تجہیز و تکفین کے لئے) پریشان ہے" ــــ اس ترجمے کے مطابق روح نے اس شخص کو یہ گہرا طعنہ دیا ہے کہ اسے تو مرنے کے بعد عزائی رسوم کی بجائے آدمی کی فکریں پڑی ہیں جیسے وہ کوئی بہت مالدار اور صاحب وسائل شخص ہو حالانکہ وہ خود تو مفلس ہے۔ در اصل مصر کے صاحب حیثیت لوگ جب مرتے تھے تو انہیں بڑی شان و شوکت سے دفنایا جاتا تھا، بے اندازہ مال و دولت اور قیمتی اشیاء ان کے ساتھ دفن کی جاتی تھیں اور اس کے لئے وسیع پیمانے پر عزائی رسوم ادا کی جاتی تھیں۔

میں نے کہا ـــــ میں چلا نہیں گیا ہوں (گو) وہ زمین پر ہے۔ اگر تو بھاگ جائے گی تو یقیناً تیری پرواہ نہیں کی جائے گی ـــــ بر مجرم کہت

۳۱ اس فقرے میں اس مایوس و دل گیر شخص نے روح سے غالباً یہ کہا ہے کہ گو اس کا سب مال، سب دولت جاتی رہی اس کے باوجود اسے موت نہیں آئی ہے ـــــ میں چلا نہیں گیا ہوں" کا مطلب ہے ـــــ "میں مر نہیں گیا ہوں" ـــــ اور "(گو) وہ زمین پر ہے" کا مفہوم ہے کہ اس شخص کے پاس مال و دولت نہیں ہے ـــــ فاکنر کے خیال میں یہاں وہ شخص دراصل روح کے اس الزام کو مسترد کر رہا ہے کہ وہ دولت مند کی طرح زندگی سے چمٹا ہوا ہے ـــــ اس فقرے یعنی "میں چلا نہیں گیا ہوں (گو) وہ زمین پر ہے" کا ایک اور ترجمہ ـــــ "میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک وہ زمین پر رہے گی" ـــــ "وہ" روح کی طرف اشارہ ہے۔ اس فقرے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک روح اس شخص کو یہ یقین نہ دلائے کہ مرنے کے بعد وہ اس کے ساتھ ہی رہے گی وہ نہیں مرے گا خودکشی نہیں کرے گا ـــــ اسی فقرے کا ایک اور ترجمہ ـــــ "میں نے کہا جب تک یہ باتیں نظر انداز کی جائیں گی میں نہیں جاؤں گا" ـــــ اس ترجمے کی صورت میں اس فقرے کا مطلب ہے کہ وہ مایوس شخص اس وقت تک خودکشی نہیں کرے گا جب تک اسے یہ یقین نہیں ہو جاتا کہ اس کے مرنے پر اسے شاندار طریقے سے عالی شان مقبرے میں دفن کیا جائے گا، اس کے لئے وسیع پیمانے پر عزاداری اور آخری رسوم شایانِ شان طریقے پر ادا کی جائیں گی، اس کے لئے باقاعدگی کے ساتھ رسوماتی طور پر نذرانے چڑھائے جائیں گے "وہ دوسری دنیا میں نہیں جائے گا۔ ۳۲ تُو :۔ روح سے مراد ہے۔ ۳۳ "اگر تو بھاگ جائے گی ..... پرواہ نہیں کی جائے گی" ـــــ اس فقرے کا مطلب یہ ہے کہ اگر روح مرنے میں اس کا ساتھ نہیں دے گی، مرنے کے بعد اس کے ساتھ نہیں رہے گی اور اس سے الگ ہو کر بھاگ جائے گی تو لوگ روح کے لئے آخری رسوم کی ادائیگی کے سلسلے میں کوئی تردد نہیں کریں گے، روح بے شک اس شخص کو چھوڑ کر بھاگ جائے مگر ایسا کر کے روح کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا ـــــ ۳۴ مجرم :۔ "قیدی" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

کہتا ہے: "میں تجھے پکڑ لوں گا[۳۵]" گو تو مر گیا ہے مگر تیرا نام زندہ ہے[۳۶]۔ دلکش[۳۷] آرام گاہ پرے ہے[۳۸]۔ مغرب[۳۹] گھر ہے۔ ایک بحری سفر...... اگر میری رُوح مجھ جیسے بے گناہ[۴۰] کی بات مُونے گی اس کا دل مجھ سے متفق ہو گا تو یہ اس کی خوش قسمتی[۴۱] ہو گی[۴۲] کیونکہ میں اسے اس شخص کی مانند مغرب میں پہنچا دوں گا جو اپنے مقبرے میں ہو، جس کی تجہیز و تکفین کا بندوبست اس کا وارث

م۳۵، م۳۶، م۳۸ "ہر مجرم...... پرے ہے" ــــ ان فقروں کا ترجمہ اس طرح بھی کیا گیا ہے ــــ "میں تجھے لے جاؤں گا۔ موت تیرا مقدر ہے، مگر تیرا نام زندہ رہے گا اور پرے وہ جگہ ہے جہاں انسان خوش ہوتا ہے"۔ "ہر مجرم کہتا ہے میں تجھے پکڑ لوں گا۔ گو تو مر گیا ہے مگر تیرا نام زندہ ہے۔" فاکنر کے نزدیک ان دو فقروں میں نظام رُوح کی وہ الگ ہو جانے والی یا آوارگی کی حالت بیان کی گئی ہے جس میں وہ اپنے مالک کا ساتھ نہیں دیتی ایسی صورت میں ہر قیدی (یا مجرم) اسے پکڑنا چاہے گا مگر وہ (رُوح) تو مُردے کی مانند ہو چکی ہے ــــ "ہر مجرم کہتا ہے...... تیرا نام زندہ ہے"۔ ان فقروں کا ایک اور ترجمہ ــــ "جو (لوگوں) کو زبردستی لے جاتا ہے (وہ) تیری پرواہ کئے بغیر کسی مجرم کی طرح یہ کہتے ہوئے جائے گا (کہ) میں تجھے لے جاؤں گا کیونکہ موت اب بھی تیرا (مقدر) ہے (گو) تیرا نام زندہ ہے"۔ جو سے مراد موت ہے۔ ان فقروں کا مطلب یہ ہے۔ کہ موت ہر شخص کو لے جاتی ہے خواہ وہ مرنے کے لئے تیار ہو یا نہ ہو ــــ "نام زندہ رہنے سے مراد یہ ہے کہ مرنے والے کے لئے شاندار مقبرہ بنا ہو، اسے ٹھاٹھ دار طریقے پر دفن کیا گیا ہو اور اس کے مقبرے میں نذرانے پیش کئے جاتے رہیں اور یوں مرنے کے بعد بھی اس کا نام زندہ رہے۔ م۳۷ دلکش:۔ "دل کی منزل" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ یعنی مغرب (دوسری دنیا) میں آرام گاہ دل کی منزل ہے۔ م۳۹ مغرب:ــــ قبرستان اور عالم آخرت کو وہ "مغرب" بھی کہتے تھے۔ م۴۰ "مجھ جیسے بے گناہ":۔ "بے گناہ رُوح" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس ترجمے کے مطابق وہ شخص اپنے آپ کو نہیں اپنی رُوح کو بے گناہ کہہ رہا ہے۔ م۴۱ خوش قسمتی:ــــ "اس کی خوش قسمتی ہو گی" بجائے "وہ خوش ہو گی" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ م۴۲ یعنی اگر رُوح اس شخص کی بات مان لے کہ وہ مرنے کے بعد اس کے ساتھ رہے گی اور اس بارے میں وہ اس سے متفق ہو جائے تو یہ رُوح کی خوش قسمتی ہو گی یا رُوح اس طرح خوش رہے گی۔

کرتا ہے۔[۴۲] میں تیری میت پر (پناہ گاہ) بنواؤں گا تاکہ تھکی ماندی دوسری روح تجھ پر رشک[۴۳] کرے۔ میں تیرے لئے ایک پناہ گاہ[۴۴] بنواؤں گا، یہ ضرورت سے زیادہ ٹھنڈی ہوگی تب تجھے سردی نہیں لگے گی اور دوسری بہت گرم روح تجھ پر رشک کرے گی۔ میں اس جگہ سے[۴۵] پانی پیوں گا جہاں سے پانی پیا جاتا ہے، اس طرح وہ دوسری بھوکی روح تجھ پر رشک کرے[۴۶] گی۔ لیکن اگر تو مجھے اس طرح مرنے سے باز رکھے گی تو تجھے مغرب[۴۷] میں آرام کے لئے کوئی جگہ نہیں ملے گی۔[۴۸] چنانچہ اے میری روح! اے میرے بھائی! میرے

ح۴۲: یعنی اگر روح صرف اس بات پر متفق ہو جائے کہ وہ مرنے کے بعد اس شخص کا ساتھ دے گی تو موت معمول کے مطابق ہوگی اور مرنے والے کے لئے موثر طور پر آخری رسوم ادا کی جائیں گی۔ علاوہ ازیں یہاں ایسی روح کو حاصل ہونے والے فوائد اور مراعات کا ذکر ہے جو مرنے والے کا ساتھ نہیں چھوڑتی، اور مراعات فوائد اور نذرانے چڑھاوے اور آخری مذہبی رسوم وہی ہیں جو مرنے والوں کے لئے چڑھائے جاتے تھے اور ادا کی جاتی تھیں۔ ح۴۳ رشک: حسد اور ذلیل یا حقیر بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ح۴۴ پناہ گاہ: یہاں ایک ایسا اصل مصری لفظ آیا ہے جس کے معنی نامعلوم ہیں تاہم لنٹ ہائیم اور ولسن نے اس لفظ کا امکانی ترجمہ "پناہ گاہ" کیا ہے۔ ح۴۵ اس جگہ سے: یعنی دریا کی وہ جگہ جہاں سے لوگ استعمال کے لئے پانی کھینچتے تھے۔ "اس جگہ" کی بجائے گرداب اور تالاب بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ح۴۶ ولسن کے نزدیک اب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خودکشی پر آمادہ شخص اپنی روح کو "ذلیل" بنا رہا ہے کہ غریب لوگ اپنے کفن دفن کا خاصا باعزت اور یادگار انتظام کر سکتے ہیں اس لئے روح کو اس بات سے ڈرنا نہیں چاہیئے کہ اس کے مرنے کے بعد دوسری ارواح کے درمیان اس کی اپنی روح کا مرتبہ کیا ہوگا۔ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ــــ "میں دریا کا پانی پیوں گا جس کا پانی کھینچا جاتا ہے اور ناآسودہ (غیر مطمئن) ارواح کو حقارت سے دیکھوں گا" ــــ وہ شخص دوسری ارواح کو نفرت سے غالباً اس لئے دیکھے گا کہ وہ بداطوار تھیں۔ ح۴۷ مغرب: عالم آخرت، قبرستان۔ ح۴۸ لنٹ ہائیم نے اس فقرے کا ترجمہ یوں کیا ہے: "لیکن اگر تو (روح) موت کی طرف میری رہنمائی اس طرح کرے گی تو تجھے مغرب میں ایسی کوئی جگہ نہیں ملے گی جہاں تو آرام کر سکے۔"

جانشین[م۴۹] آنے کے لئے صبر و سکون سے کام لے[م۵۰]۔ وہ (جانشین) جو نذر و نیاز چڑھائے گا، جو تجہیز و تکفین کے دن مقبرے میں موجود ہوگا تاکہ وہ قبرستان کے لئے[م۵۱] "تابوت تیار کرے[م۵۲]"۔

میں نے جو کچھ کہا تھا اس کا جواب دینے کے لئے میری روح نے میرے سامنے اپنا منہ کھولا۔ — "اگر تو تجہیز و تکفین کے بارے میں سوچ رہا ہے[م۵۳] تو پھر یہ افسوس ناک (بات) ہے۔ اس طرح آنسو آجاتے ہیں، انسان افسردہ ہو جاتا ہے[م۵۴]۔ اس (تجہیز و تکفین) کا مطلب یہ ہوتا

م۴۹ "جانشین"۔ فاکنر نے ترجمہ یوں کیا ہے جیسے خودکشی کرنے والے اس شخص کی موت پر اس کا کوئی جانشین یا وارث نہیں آئے گا بلکہ اس کی روح ہی جانشین یا وارث کے فرائض انجام دے گی۔ م۵۰ "صبر و سکون سے کام لے" کی جگہ "مہربانی کر" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ م۵۱ صاحب استطاعت مصری اپنی زندگی میں ہی اپنے لئے مقبرے بنوا لیا کرتے تھے۔ م۵۲ "تجہیز و تکفین کے دن ... "تابوت تیار کرے"۔ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ یوں کیا گیا ہے — "اور تجہیز و تکفین کے دن قبر پر کھڑا ہوگا کہ وہ قبر کا فرش تیار کرائے"۔ بہر حال ان آخری جملوں میں وہ شخص اپنی روح کو دلاسا دے رہا ہے کہ وہ فکر نہ کرے ایسا نہیں ہے کہ خودکشی کے بعد اس کی آخری رسوم ادا کرنے کے بعد میں قبر پہ نذرانے نیاز گذارتے رہنے کے لئے دنیا میں اس کا کوئی عزیز و اقارب ہی نہیں ہے۔ یہ سب رسوم اور فرائض انجام دینے کو اس کے رشتے دار موجود ہیں اس لئے روح کو خودکشی کے وقت اس کا ساتھ دیتے وقت کوئی فکر نہیں ہونی چاہئے۔ م۵۳ یہاں سے آگے کی عبارت میں پوشیدہ مفہوم کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے یہ حقیقت ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ اس قدیم زمانے کے ہر اصل اور معقول مصری کا سب سے اہم فرض یہ مانا جاتا تھا کہ وہ اپنے مرنے والوں اور ان کے قبروں کی دیکھ بھال کرے۔ مرنے کے بعد کئے جانے والے اسی آخری رسوماتی اہتمام کو یہاں بڑی تلخی، حقارت اور تضحیک کے ساتھ بے فائدہ حماقت اور برے درجے کی بدعت قرار دیا گیا ہے یہ نظریہ کہ مرنے والے کی تدفین کے سلسلے میں تزک و احتشام اور مقبرے وغیرہ بنانا لاحاصل ہے، "بربط نواز کا گیت" (نغمۂ ضیافت) میں بھی پیش کیا گیا۔ یہ خوبصورت گیت اسی باب میں شامل کر رہا ہوں۔ م۵۴ مطلب یہ کہ انسان کی موت اور اس کی تجہیز و تکفین کے وقت لوگ روتے ہیں، اداس ہو جاتے ہیں۔

ہے کہ کسی بھی شخص کو اس کے گھر سے نکال کر پہاڑی[55] پر پھینک دیا جائے[56]، تو سورج دیکھنے اوپر کبھی نہیں جائے گا[57]۔ جن لوگوں نے سنگِ سرخ عمارتیں بنوائیں، خوبصورتی کے ساتھ تعمیر شدہ دلکش اہرام ہیں...... جب (عمارتیں اور اہرام) بنانے والے دیوتا بن جاتے ہیں[58] ان کی قربان گاہیں[59] خالی ہوتی ہیں[60] گویا وہ ایسے مُردے تھے جو کسی وارث[61] کے نہ ہونے کے سبب دریائی

---

۵۵ پہاڑی: پہاڑی کی جگہ اونچا میدان بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ قدیم زمانے میں مصری اپنے مقبرے صحرائی کنارے پر واقع اونچے میدان میں بناتے تھے۔ ۵۶ اس فقرے کا مفہوم یہ بھی لیا گیا ہے کہ مصر میں موت کے بعد انسان کو اس کے گھر سے لے جا کر صحرائی مرتفع میں دفن کر دیا جاتا تھا، جہاں قبرستان واقع تھا۔

۵۷ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ــــ "تو پھر کبھی دیوتاؤں کے سورج دیوتا را، کو دیکھنے کے لئے آسمان کی جانب نہیں اٹھے گا۔" ــــ غالباً یہاں روح نے اس شخص سے کہا یہ ہے کہ اگر اس نے خودکشی کی تو پھر اسے مقبرے میں دوبارہ زندہ ہو کر سورج دیوتا را، کو دیکھنا نصیب نہ ہوگا اور وہ آسمان پر سورج دیوتا کی کشتی میں اس کے سوار نہیں ہو سکے گا۔ 'سورج دیوتا کی کشتی' (سفینۂ آفتاب) اور اس کے آسمانی سفر کے بارے میں اس کتاب کے باب 'حمد' کے ابتدائیے میں تفصیل آ چکی ہے۔ ۵۸ دیوتا بن جاتے ہیں ــــ مرجانے والے فراعنہ سے مراد ہے۔ مصریوں کا عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد فرعون دیوتا بن جاتے ہیں۔ ۵۹ قربان گاہیں: ــــ وہ جگہیں جہاں قربانیاں اور نذر نیاز کی چیزیں چڑھا کر رکھی جاتی تھیں۔ قربان گاہوں کی جگہ 'یادگاری ستون' یا پتھر بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ۶۰ قربان گاہیں اُجڑ جاتی ہیں کسی جگہ یادگاری پتھر تباہ ہو جاتے ہیں۔ یہاں تباہ ہو جانے کا اشارہ اس تباہی کی طرف ہے۔ جب قدیم بادشاہت (۲۶۸۶ / ۲۱۸۱) کے ختم ہونے کے بعد مصری تاریخ کے پہلے دورِ زوال (۲۱۸۱ / ۲۰۴۰ ق م) کے دوران اہرام پر تباہی نازل ہوئی تھی ــــ مطلب کہ مرنے کے بعد ایک وقت آتا ہے کہ فراعنہ کے مقبروں میں چڑھاوے نہیں چڑھائے جاتے، بالکل ان عام لوگوں کی قبروں کی طرح جن کا کوئی والی وارث ایسا نہیں ہوتا جو ان مُرنے والوں کی خبر گیری کرے اور رسوم کی پابندی کر کے ان کی قبروں پر اشیائے خورد و نوش اور دوسری اشیاء بطور نذر چڑھاتا رہے۔ ۶۱ وارث: آخری رسوم ادا کرنے والے رشتے داروں سے مراد ہے۔

کنارے پر گر کر مر گئے تھے۔ [۶۲] سیلاب نے اپنا خراج وصول کر لیا ہے اور اسی طرح دھوپ نے بھی۔ پانی کے کنارے والی مچھلیاں ان سے باتیں کرتی ہیں۔ [۶۳] [۶۴] میری بات سُن، [۶۵] دیکھ! لوگوں کے لئے بات سننا اچھا ہوتا ہے۔ مسرت بھرا دن گذار اور رنج و الم پریشانی کو بھلا دے۔ [۶۶]

ایک کسان نے اپنے کھیت میں ہل چلایا۔ [۶۷] اس نے اپنی فصل کشتی پر بار کی۔ جب اس کے تہوار کا دن قریب آیا۔ اس نے کشتی کو کھیتے ہوئے سفر شروع کر دیا۔ [۶۸] اس نے شمالی ہوا کی اٹھتی ہوئی تاریکی دیکھی [۶۹] اور جب سورج غروب ہوا وہ چوکس ہو گیا۔ وہ اپنی اور بچوں کے

---

[۶۲] تا [۶۳] "گویا وہ ایسے مُردے ۔۔۔۔۔ اسی طرح دھوپ نے بھی"؛ ۔۔۔ ان دونوں فقروں کا مطلب ہے کہ اہرام اور مقبرے بنانے والے فراعنہ اور امراء کا انجام موت کے بعد ان لوگوں سے بہتر نہیں ہوتا جو گھسٹتے گھسٹتے دریا کے کنارے مر گئے ہوں اور ان کی آدھی لاش دھوپ میں خشکی پر اور آدھی پانی میں پڑی ہو۔ ان لاشوں کو دریائی موجیں اور دھوپ کی حدت ختم کر ڈالے وہ دھوپ میں سوکھ جائیں، مرجھا جائیں اور پانی میں گل سڑ جائیں۔ [۶۴] مچھلیوں کے باتیں کرنے سے مراد یہ ہے کہ مچھلیاں ان لاشوں کا گوشت کتر کتر کر کھا جاتی ہیں۔ [۶۵] بات سننے سے مراد بات پر عمل کرنے سے ہے۔ [۶۶] اس دور کی ایک خوبصورت اور اہم تخلیق "بربط نواز کا گیت" میں بھی یہی تعلیم دی گئی ہے اور اس گیت میں بھی اسی بات پر زور دیا گیا ہے کہ موت کی غیر یقینی صورت حال اور نا معلوم انجام کے پیش نظر انسان پر لازم ہے کہ وہ دکھ اور رنج بھلا کر ہنسی خوشی اور عیش و عشرت میں زندگی بسر کرے۔ یہاں روح نے خودکشی پر آمادہ اس شخص کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ زندگی کو مزید آزمائشوں میں مبتلا نہ کرے، فکر و تردد سے گریز کرے۔ اور خوش و خرم زندگی بسر کرے۔ [۶۷] اب روح خودکشی پر آمادہ شخص کو دو حکایتیں سناتی ہے۔ پہلی حکایت یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ پہلی نظر میں پڑھنے سے یوں لگتا ہے جیسے ان کا اس ادب پارے سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔ غالباً ان کہانیوں کے یہاں بیان کرنے کا مقصد خودکشی پر آمادہ شخص کو یہ سمجھانا تھا کہ جن مصائب اور بدبختیوں کا وہ شاکی ہے دنیا میں اس سے بھی بڑھ کر مصائب اور بدبختیاں ہیں جن کا لوگ سامنا کرتے رہتے ہیں۔ [۶۸] تہوار کی وجہ سے اُسے گھر پہنچنے کی جلدی تھی اس لئے وہ اپنی کشتی کو تیزی سے کھینے لگا۔
[۶۹] مطلب یہ کہ شمال کی جانب سے طوفان آتے دیکھا۔ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "اس نے شام کو سیلاب آتے دیکھا۔" "اس نے سیلاب کی رات دیکھی۔"

ساتھ سلامتی سے بچ نکلا مگر اس کے بچے اس جھیل میں مرگئے جو رات کو مگرمچھوں کی وجہ سے خطرناک ہو جاتی تھی بالآخر وہ بیٹھ گیا اور جب وہ بولنے کے قابل ہوا تو کہنے لگا ؎ ——
"میں اس ماں کے لئے نہیں روتا جو دھرتی پر کسی دوسرے کے لئے مغرب سے نہیں آتی میں تو اس کے ان بچوں کو روتا ہوں جو انڈوں ہی میں ٹوٹ گئے جنہوں نے اپنی

؎ "وہ اپنی بیوی اور بچوں ...... خطرناک ہو جاتی تھی": ان فقروں کے مزید تراجم ——
"وہ اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ بچ نکلا مگر اس جھیل پر اسے صدمے سے دوچار ہونا پڑا جو رات کو مگرمچھوں سے بھر جاتی تھی" —— "وہ اپنی بیوی کیساتھ سلامتی سے بچ نکلا (لیکن) اس کے بچے جھیل میں گم ہو گئے جو رات کو مگرمچھوں کی وجہ سے بھڑوسے کے قابل نہیں رہتی تھی" ——
بہرحال اس شام ہوا یہ کہ گھر پہنچنے سے پہلے ہی اسے طوفان نے آلیا، اس کے بچے ڈوب گئے اور مگرمچھوں کا شکار بن گئے۔ ؎ یعنی صدمے سے سنبھلا تو کہنے لگا۔ ؎ "ماں": — ڈوب کر مگرمچھوں کا شکار ہو جانے والی اس کی اپنی بیٹی سے مراد ہے جو مستقبل میں ماں بننے والی تھی!
؎ "انڈے": عورت کے رحم (بچہ دانی) سے مراد ہے۔ ؎ "(بچے) انڈوں میں ٹوٹ گئے": — مراد یہ کہ بچے پیدا ہونے سے قبل رحم مادر ہی میں مرگئے، وہ بچے جنہیں شادی کے بعد کسی وقت اس شخص کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہونا تھا۔ چونکہ اس کی بیٹی ڈوب کر مری تھی اور اسے مگرمچھ کھا گئے تھے اس لئے اس کی لاش کو حنوط نہیں کیا جا سکا چنانچہ وہ اب ابدی زندگی حاصل نہیں کر سکتی۔ یہاں اس کسان نے اپنی ڈوب کر ہلاک ہو جانے والی نوخیز وکنواری بیٹی سے زیادہ ان بچوں کا رنج کیا ہے جو آئندہ، شادی کے بعد اس سے جنم لیتے۔ "انڈوں میں ٹوٹ گئے" سے مراد بھی ان بچوں کے پیدا نہ ہو سکنے سے ہے جو شادی کے بعد اس کی بیٹی کے ہاں پیدا ہوتے، اس طرح وہ گویا پیدا ہونے سے قبل ہی مرگئے (ٹوٹ گئے)۔

زندگی سے پہلے ہی مگرمچھ کا منہ دیکھ لیا![5]

ایک کسان نے کھانا جلدی ہی مانگ لیا۔[6] اس کی بیوی نے کہا "یہ رات کو کھانے کیلئے ہے۔[7]" وہ تھوڑی دیر کے لئے ...... باہر گیا۔[8] جب وہ گھر واپس آیا تو وہ کسی دوسرے (شخص) کی مانند تھا۔[9] اس کی بیوی نے اس کی منت سماجت کی مگر اس نے اس (بیوی)

حہ[5] "میں اس ماں کے لئے نہیں روتا ...... مگرمچھ کا منہ دیکھ لیا"۔ ان فقروں کا ایک اور ترجمہ ___ "میں پرے رہنے والی ماں کے لئے نہیں روتا جو دھرتی پر دوبارہ زندگی گذارنے کے لئے مغرب سے نہیں آئے گی"۔ "یہاں پرے رہنے والی" سے مراد ہے "قبرستان۔ عالم آخرت میں رہنے والی۔ مرجانے والی" ___ "میں اس دوشیزہ کے لئے نہیں روتا جو زمین پر دوسری عورت کے لئے مغرب سے نہیں آسکتی ___ (بلکہ) میں تو اس کے پیدا نہ ہونے والے بچوں کے لئے متفکر ہوں ......" مصریوں کا عقیدہ تھا کہ حادثاتی موت کا شکار ہونے والے ارضی زندگی سے لطف اندوز ہونے اور اس سے رابطہ پیدا کرنے کے لئے عالم آخرت سے اس دنیا میں نہیں آسکتے تھے جیسے کہ وہ لوگ آجاتے تھے جو معمول کے مطابق مرتے تھے اور ان کی عزائی رسوم ادا کی جاتی تھیں ___ بہرحال چونکہ اس غریب آدمی کی بیٹی اس طرح ڈوب کر مرگئی تھی اس لئے قدیم مصری عقیدے کے مطابق: وہ مزید اور مسلسل رابطہ رکھ کر ارضی زندگی سے اب اس طرح لطف اندوز نہیں ہو سکتی تھی جیسے کہ وہ لوگ ہوتے تھے جو معمول کے مطابق مرتے تھے۔ اور معمول کے مطابق ہی ان کے لئے تدفینی رسوم بجا لائی جاتی تھیں ___ اس کسان کی اس تمثیل جس کے بیوی بچے اچانک اتفاقاً ڈوب کر مرگئے تھے کا مقصد خودکشی پر آمادہ شخص کو غالباً یہ بتانا مقصود تھا کہ درحقیقت معمول کے مطابق یا فطری موت ہی صحیح معنوں میں مناسب موت ہے ___ مگرمچھوں کا منہ دیکھ لینے کا مطلب ہے اس کسان کے ڈوب جانے والے بچوں کو مگرمچھ کھا گئے۔ حہ[6] یہاں سے روح اس شخص کو دوسری کہانی سنا رہی ہے ___ "ایک کسان ...... مانگ لیا"۔ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "ایک غریب آدمی نے سہ پہر کا کھانا مانگا مگر اس کی بیوی نے کہا یہ رات کیلئے ہے"۔ حہ[7] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ "اُسکی بیوی نے کہا یہ وقت تو رات کے کھانے کا ہے"۔ حہ[8] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ___ "اور کچھ دیر غصے میں بڑبڑاتا ہے"۔ حہ[9] "جب وہ گھر ...... مانند تھا" اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "اور اپنے گھر اس طرح (غضبناک) حالت میں آیا جیسے وہ بوزنہ ہو"۔

کی کچھ نہ سنی۔ وہ ...... افرادِ خانہ سے بے پرواہ تھا۔[۱۵۸]

تب میں نے اپنا منہ اپنی روح کی طرف کھولا تاکہ اس کی کہی ہوئی باتوں کا جواب دوں[۱۵۹]:۔

پہلی نظم

دیکھ[۱۶۰/۱]، میرا نام قابلِ نفرت ہے[۱۶۰/۲]،

---

[۱۵۸] "اس کی بیوی نے ..... بے پرواہ تھا" اس فقرے کے مزید تراجم :۔ "اس کی بیوی نے اس کے ساتھ (حجت بازی) کی مگر اس نے اس (بیوی) کی کچھ نہ سنی۔ وہ ...... اور تماشائی (بے بس) تھے"۔۔۔ "اس کی بیوی اب بھی یہ دیکھتی ہے کہ وہ اس (بیوی) کی بات نہیں سنتا (بلکہ) بڑبڑائے جاتا ہے باتوں کا جواب نہیں دیتا"۔۔۔ اس دوسری حکایت یا تمثیل کا مفہوم واضح نہیں تاہم اس میں غالباً کہا یہ گیا ہے کہ کوئی غریب آدمی یہ توقع نہیں کرسکتا کہ وہ شام کو بھی کھانا کھائے گا اور پھر رات کو بھی اسے کھانا مل جائے گا۔ چنانچہ یہاں روح نے دراصل کہا یہ ہے کہ غریب آدمی زندگی سے غیر معمولی فراست کے تحت عیش و عشرت کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔۔۔ یہاں دوسری تمثیل یا حکایت بھی ختم ہوئی۔ [۱۵۹] یہاں سے وہ شخص اپنی روح کو چار مسلسل نظموں کی صورت میں جواب دیتا ہے۔ [۱۶۰/۱] یہی نظم اس ادب پارے "خودکشی کے ابتدائیے" میں بغیر حواشی کے بھی شامل کر دی گئی ہے اس ادب پارے کے ابتدائیے میں بھی تینوں نظمیں شامل ہیں اس لئے کی ہیں کہ بغیر حواشی کے پڑھتے وقت ان نظموں کا تاثر بغیر کسی رکاوٹ کے پوری طرح قائم ہو سکے۔ [۱۶۰/۲] "قابلِ نفرت نام" قدیم مصری زبانی یا تحریری طور پر جب کسی کے نام کو بدبودار کہتے یا لکھتے تو اس کا مطلب "قابلِ نفرت یا کریہہ ہوتا تھا۔ "قابلِ نفرت" کیلئے جو اصل مصری لفظ آیا ہے اس کا ترجمہ "بدبودار" یا "متعفن" بھی کیا گیا ہے چنانچہ اس مصرعے کا ترجمہ یوں بھی کیا جا سکتا ہے۔۔۔ "دیکھ، میرا نام متعفن ہے"۔۔۔ چونکہ یہاں "متعفن" "قابلِ نفرت" کے معنوں میں بھی آیا ہے اس لئے "متعفن" کی جگہ "قابلِ نفرت" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس پہلی نظم کے آٹھ "بندوں" (STANZAS) میں خودکشی پر آمادہ شخص نے اپنے نام کا بدبودار چیزوں سے موازنہ یا تشبیہہ دیکر اس (نام) کو قابلِ نفرت یا کریہہ قرار دیا ہے اور یہ "تشبیہات" مصری ماحول کے عین مطابق ہیں خصوصاً وہ "تشبیہات" یا "استعارے" جو ماہی گیری، دلدلوں اور پرندوں کے شکار سے متعلق ہیں:۔

گرم آسمان کے دنوں میں[۴۳]
پرندوں کے فضلے[۴۴] بدبو سے (بھی) زیادہ۔

دیکھ، میرا نام قابلِ نفرت ہے،
گرم آسمان کے دن مچھلیاں پکڑتے وقت[۴۵]
ماہی گیری کی بدبو سے[۴۶] (بھی) زیادہ۔

دیکھ، میرا نام قابلِ نفرت ہے،
مرغابیوں[۴۷] کی بدبو سے زیادہ،
آبی شکار سے معمور سرکنڈوں کے جنگل سے (بھی) زیادہ[۴۸الف]

دیکھ، میرا نام قابلِ نفرت ہے،
دلدلی ساحلوں پر مچھلیاں پکڑنے والے
مچھیروں کی بدبو سے (بھی) زیادہ۔[۴۸ب]

---

[۴۳] یعنی موسم گرما میں۔ [۴۴] "پرندوں کا فضلہ"، گدھ (کرگس) بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۴۵] یعنی گرمیوں میں ماہی گیری کے وقت۔ [۴۶] ماہی گیری کی بدبو، یعنی وہ بدبو جو موسم گرما میں مچھلیاں پکڑتے وقت آتی ہے [۴۷] مرغابیاں محض "پرندے" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۴۸الف] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "ہنسوں سے معمور بید کی پہاڑی پر" اس ترجمے کی روشنی میں مصرعوں کی ترتیب یوں ہوگی: "دیکھ، میرا نام قابلِ نفرت ہے، ہنسوں سے معمور پہاڑی پر، شکار کے پرندوں کی بو سے (بھی) زیادہ۔ [۴۸ب] اس بند کا ایک اور ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے ـــــ

"دیکھ میرا نام متعفن ہے،

مچھیروں کی بو سے زیادہ

دلدلی جوہڑوں سے (بھی) زیادہ جہاں وہ مچھلیاں پکڑتے ہیں"

اس بند کے آخری مصرعے میں "دلدلی جوہڑوں" کی جگہ "دلدلی کھاڑیاں" اور "دلدلوں کے ساحل" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

دیکھ، میرا نام قابلِ نفرت ہے،
مگر مچھوں کی بدبو سے زیادہ،
مگر مچھوں سے اٹے ہوئے ساحلی کناروں سے[۸۸] (بھی) زیادہ

دیکھ، میرا نام قابلِ نفرت ہے
اس عورت سے (بھی) زیادہ
جس کے بارے میں شوہر سے جھوٹ بولا جائے[۸۹]۔

دیکھ، میرا نام قابلِ نفرت ہے،
اس توانا لڑکے سے (بھی) زیادہ،
جس کے بارے میں کہا جاتا ہے "وہ اس کے حریف کا ہے"[۹۰]۔

دیکھ، میرا نام قابلِ نفرت ہے،
بادشاہ کے اس شہر سے (بھی) زیادہ
جو[۹۱] اس کے پسِ پشت[۹۲] باغیانہ باتیں کرتا ہے[۹۳]۔

ھ۸۸ اس مصرعے کا ترجمہ اس طرح بھی کیا گیا ہے ——— "مگر مچھوں سے بھرے ہوئے ریتیلے کنارے کے پاس بیٹھنے سے زیادہ" ——— "مگر مچھوں کے درمیان بیٹھنے سے زیادہ" ——— "یعنی کسی شادی شدہ عورت پر اس کے شوہر کے سامنے بدچلنی کی تہمت لگائی جائے۔ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "جس کے خلاف اس کا شوہر جھوٹ بولے"۔ ھ۹۰ "وہ اس کے حریف کا ہے": یعنی وہ لڑکا ناجائز اولاد ہے اور اپنے باپ کے دشمن کے ساتھ اپنی ماں کے ناشائستہ تعلقات کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے۔ ھ۹۱ جو: شہر کی طرف اشارہ ہے یعنی شہر کے لوگ۔ ھ۹۲ اس کے پسِ پشت: بادشاہ کی غیر موجودگی میں۔ ھ۹۳ اس بند کے مزید تراجم ———

"دیکھ، میرا نام قابلِ نفرت ہے،
بغاوت کی سازش کرنے والے اس غدار شہر سے (بھی) زیادہ،
جس کا صرف ظاہر دیکھا جا سکتا ہے"؛

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

دوسری نظم

متن ۹۳

آج میں کس سے بات کروں؟ [۹۴]

بھائی کمینے [۹۵] بن گئے ہیں، [۹۶]

اور آج کے دوستوں میں محبت نہیں رہی۔ [۹۷]

آج میں کس سے بات کروں؟

دل لالچی [۹۸] ہو گئے ہیں،

ہر شخص اپنے ساتھی [۹۹] کا سامان ہتھیا لیتا ہے۔

ولسن نے یہ ترجمہ دیتے ہوئے اسے غیر یقینی بھی قرار دیا ہے اور یہ امکانی خیال ظاہر کیا ہے کہ کسی شہر کے باغی بظاہر تو پُرامن دکھائی دیتے ہیں مگر باطن میں وہ سازش کر رہے ہوتے ہیں۔ بہرحال اسی بند کا ایک اور ترجمہ ہے — "دیکھ میرا نام قابلِ نفرت ہے،

باغی شہر سے (بھی) زیادہ

اس غدار سے (بھی) زیادہ جو اپنی پشت پھیر لیتا ہے۔"

کاسٹر کے خیال میں اس ترجمے میں بند کے تیسرے شہر میں کسی خاص تلمیح کی طرف اشارہ ہے۔ ایک اور ترجمہ۔

"دیکھو، میرا نام قابلِ تعفن ہے،

اس ..... شہر سے بھی زیادہ،

اس باغی سے (بھی) زیادہ جس کی پشت دکھائی دیتی ہے۔"

تیسرے مصرعے میں باغی کی پشت دکھائی دینے سے مراد اس کے فرار ہو جانے سے ہے۔ متن ۹۳ یہی نظم اس ادب پارے "خودکشی" کے اینڈ لیٹے میں پہلی اور تیسری نظم کے ساتھ حواشی کے بغیر شامل کر دی گئی ہے۔ متن ۹۴ اس مصرعے کا یہ ترجمہ بھی کیا گیا ہے "آج میں کس سے بات کر سکتا ہوں؟" مطلب یہ کہ اب زمانہ ایسا آ گیا ہے کہ کسی سے دوستانہ اور تسلی بخش روابط نہیں رکھے جا سکتے۔ متن ۹۵ کمینے: بدکردار بھی ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ متن ۹۶ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "(انسان) کے ساتھی بدکردار ہو گئے ہیں۔" متن ۹۷ اسی مصرعے کا ایک اور ترجمہ — "اور آجکل کے دوست محبت کے قابل نہیں" — متن ۹۸ لالچی کی جگہ "بے حیا" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ متن ۹۹ ساتھی: پڑوسی بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

آج میں کس سے بات کروں؟[۹۹]

شرافت ختم ہوگئی ہے،[۱۰۰]

اور متشدد آدمی ہر شخص پر پل پڑا ہے۔[۱۰۱]

آج میں کس سے بات کروں؟

لوگ بدی پر آمادہ ہیں،[۱۰۲]

اور پارسائی ہر سو ٹھکرائی جاتی ہے۔[۱۰۳]

آج میں کس سے بات کروں؟

جس شخص کے جرائم پر لوگوں کو غصہ آنا چاہیے،

اس کی بدکرداری کے سبب ہر شخص ہنستا ہے۔[۱۰۴]

ص۹۹ پیپرس پر اس مصرعے کی جگہ بالکل خالی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منشی نے جس قدیم تر پیپرس سے اپنی یہ نقل تیار کی تھی وہاں بھی جگہ خالی تھی۔ بہرحال طے یہ ہے کہ اس خالی جگہ بھی یہی مصرعہ آنا چاہیے یعنی "آج میں کس سے بات کروں؟" ص۱۰۰ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ "شریف آدمی ختم ہوگیا ہے" ص۱۰۱ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ یہ ہے "ہر شخص کی بے عزتی کی جاتی ہے"۔ ص۱۰۲ اس مصرعے کے مزید تراجم: "لوگ بدی پر آسودہ خاطر ہیں"۔ "(مطمئن چہرے والا (بھی) بدقماش ہے"۔ ص۱۰۳ اس مصرعے کا یوں بھی ترجمہ کیا گیا ہے: "نیکی ہر جگہ دھرتی پر پھینکی جا رہی ہے"۔ ص۱۰۴ یعنی کسی شخص کی حرکتوں اور چالبازیوں پر اس سے خفا ہونے کی بجائے لوگ لطف اندوز ہو کر ہنستے ہیں۔ اس بند کے آخری دو مصرعوں کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

"وہ نیک آدمی جس شخص کی بدکرداری پر غصے میں آجاتا ہے،

جب اس کی بداعمالیاں سنگین ہوجاتی ہیں تو لوگ اسی (نیک آدمی) پر ہنستے ہیں"

ان دو مصرعوں کے اس ترجمے کا مطلب ہے کہ جب نیک آدمی کسی بدقماش کی بداعمالیوں پر خفا ہوتا ہے لوگ اس نیک شخص کا ہی مذاق اڑاتے۔ انہی دونوں مصرعوں کا ایک اور ترجمہ:- "(گو) بدکردار کے شیطانی چلن پر لوگوں کو غصہ آنا چاہیے۔ اس کے گناہ اس قدر سنگین ہیں کہ ہر شخص (محض) ہنس دیتا ہے"۔ اسی بند کے آخری مصرعے کا ایک اور ترجمہ:-

"گو اس کی بداعمالی سنگین ہے مگر سارے لوگ ہنستے ہیں"

اسی بند کے آخری دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ: — "جب کوئی شخص اپنی بدکرداری سے تمہیں مشتعل کرتا ہے۔ اس کے شیطانی کاموں پر سب لوگ ہنستے ہیں"۔

آج میں کس سے بات کروں ؟
لوگ لوٹ رہے ہیں،
ہر شخص اپنے پڑوسی[105] کو لوٹ لیتا ہے۔

آج میں کس سے بات کروں ؟
بد اعمال سے گہری دوستی کی جاتی ہے[106]
مگر ساتھ کام کرنے والا بھائی دشمن بن گیا ہے[107]

آج میں کس سے بات کروں ؟
کوئی گذرے وقت کو یاد نہیں کرتا،
جو مدد کرتا تھا، اب اس کی کوئی مدد نہیں کرتا۔[108]

آج میں کس سے بات کروں ؟
بھائی بد کردار ہو گئے ہیں،
اور محبت پانے کیخاطر اجنبیوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔[109]

ف ۱۰۵ پڑوسی، ''ساتھی'' بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ف۱۰۶، ف۱۰۷ ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ ''بیمار آدمی قابلِ اعتماد دوست ہے؛

(مگر) اس کے ساتھ رہنے والا بھائی دشمن بن گیا ہے'' ـــــ ان تراجم کی رو سے ان دونوں مصرعوں کا امکانی مفہوم یہ ہے کہ چونکہ خود کشی پر آمادہ اس غریب شخص کو اس کے رشتے داروں نے چھوڑ دیا ہے اب اس کا کوئی دوست نہیں سوائے اس شخص کے جو اسی کی طرح بری حالت میں ہے۔ ف۱۰۸ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ''کوئی بھی اب اس کے لئے عمل نہیں کرتا جو عمل کر چکا ہے'' اس بند کے آخری دو مصرعوں کا مفہوم یہ بھی لیا گیا ہے کہ لوگ ماضی سے سبق نہیں لیتے حتیٰ کہ لوگوں نے یہ بھی بھلا دیا کہ اچھے سلوک کا تشکر آمیز جواب دینا چاہئیے۔ ف۱۰۹ اس مصرعے کے مزید تراجم ''اور آدمی کو دل کی راست بازی کیلئے اجنبیوں کا سہارا لینا پڑتا ہے'' ـــــ ''صحیح خواہش کے باوجود آدمی کو دشمن سمجھا جاتا ہے''؛ ''دیانتداری کی وجہ سے آدمی کو دشمن سمجھا جاتا ہے'' ـــــ

آج میں کس سے بات کروں ؟
لوگ منہ پھیر لیتے ہیں،[111]
اور ہر شخص اپنے بھائی کو مشکوک نظروں سے دیکھتا ہے۔[112]

آج میں کس سے بات کروں؟
دل حریص ہو گئے ہیں،
کسی شخص کے دل پہ بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

آج میں کس سے بات کروں؟
راست باز لوگ باقی نہیں رہے،
اور ملک بدکرداروں پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

آج میں کس سے بات کروں؟
قابلِ اعتماد دوستوں کا کال پڑ گیا ہے،
آدمی کو اَن جانے شخص کے پاس شکایت لیکر جانا پڑتا ہے۔[113]

آج میں کس سے بات کروں؟
کوئی بھی مطمئن نہیں ہے،[114]
ساتھ دینے والے باقی نہیں ہیں۔[115]

---

[111]۔[112] ان دو مصرعوں کے مزید تراجم : "چہرے کوڑے ہو گئے ہیں ــــ ہر شخص اپنے بھائیوں کی طرف سے منہ موڑ لیتا ہے"۔ ــــ "چہرے غائب ہو گئے ہیں ــــ ہر شخص کا منہ اپنے بھائیوں کے سامنے جھکا ہوا ہے۔" مطلب یہ کہ کوئی شخص اب دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہیں کرتا۔ [113] یعنی بھروسے کے دوست نہیں ملتے چنانچہ آدمی کو شکایت یا فریاد لیکر اجنبی شخص سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ــــ "آدمی کیا تھا اَن جانے کا سا ترا دیکھا جاتا ہے البتہ وہ اپنا تعارف کرائے [114] مطمئن، مسرور یا خوش و خرم بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [115] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ "اور جو شخص کسی کے ساتھ چلتا ہے اب باقی نہیں" یعنی نیک اور قابلِ اعتماد لوگ سب مر کھپ گئے۔

آج میں کس بات کروں؟
میں دکھ کا مارا ہوں،
کہ کوئی جگری دوست نہیں ملتا۔

آج میں کس بات کروں؟
دھرتی پر بُرائی کا دور دورہ ہے،
اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

تیسری نظم[115 ا]

موت آج میرے لئے ایسی ہے،
جیسے کوئی بیمار صحت یاب ہو جائے،
جیسے بیماری کے بعد کوئی باغ میں چلا جائے۔

موت آج میرے لئے ایسی ہے،
جیسے مُر کی خوشبو،
جیسے خوشگوار ہوا کے دن کوئی کشتی کے بادبان تلے بیٹھا ہو۔

موت آج میرے لئے ایسی ہے،
جیسے کنول کے پھولوں کی مہک،
جیسے کوئی سرزمین سرخوشی کے ساحل پر بیٹھا ہو۔

موت آج میرے لئے ایسی ہے
جیسے بارش کا طوفان تھم جائے،
جیسے کوئی لڑائی سے گھر لوٹ آئے۔[115 ب]

[115 ا] یہی نظم اس باب "قنوطی ادب" کے ابتدائیے میں مفصل حواشی کے ساتھ شامل کر دی گئی ہے۔ [115 ب] اس بند کا ایک اور ترجمہ ــــــ "موت آج میرے لئے ایسی ہے
جیسے بارش کے پانی سے بھرا ہوا چشمہ؛
جیسے کوئی جنگی جہاز پہ سے اپنے گھر لوٹ آئے۔

موت آج میرے لئے ایسی ہے!
جیسے صاف کھلا آسمان۔[116]
جیسے کوئی انجانی بات جان لے۔

موت آج میرے لئے ایسی ہے،
جیسے کئی برس قید میں رہنے کے بعد کوئی،
اپنے گھر جانے کی تمنا کرے۔

چوتھی نظم

وہ جو اُدھر ہے[117] بے شک،
زندہ دیوتا بن جائے گا،[118]
بدکردار کو سزا دے گا۔[119]

---

[116] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ــــــ "جیسے طوفان کے بعد روشن آسمان" [117] یہ جملہ قدیم اہل مصر بڑے تسلسل اور باقاعدگی کے ساتھ مرنے کے لئے استعمال کرتے تھے۔ اس طرح وہ موت یا مرنے کو نرم سے نرم الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کرتے تھے ــــــ 'وہ' سے مراد ہے وفات پانے والا اور 'اُدھر' سے مراد ہے 'دوسری دنیا'، 'مُردوں کی سرزمین' ــــــ چوتھی نظم کے یہ تین بند مرنے والوں کی تعریف میں ہیں جو موت کے بعد فیض پاتے تھے۔ یہ مرنے والے سورج دیوتا کے رفقاء کی طرح بھلائی اور نیکی کو فروغ دیتے تھے۔
[118] یعنی مرنے کے بعد آدمی زندہ دیوتا کی حیثیت اختیار کرے گا۔ [119] اس بند کا مطلب یہ ہے کہ دوسری دنیا میں رہنے والے ان مراعات میں شریک ہوں گے جو دیوتاؤں کو حاصل ہوں گی۔ اور وہ دیوتاؤں کی طرح ہی گناہ گاروں کو سزا دے سکیں گے ــــــ بہر حال یہاں خودکشی پر آمادہ اس شخص نے اشاروں کنایوں میں مرنے کے بعد اپنے انجام کا حوالہ دیا ہے کہ اسے موت کے بعد دیوتا کی سی حیثیت حاصل ہوگی!

وہ جو اُدھر ہے، بے شک،
سفینۂ آفتاب میں کھڑا ہوگا،[۱۲۰]
مندروں کے لئے بہترین اشیاء فراہم کریگا

وہ جو اُدھر ہے، بے شک،
دانا بن جائے گا۔
جب وہ بولے گا تو اسے رادیوتا سے التجا کرنے سے، روکا نہیں جاسکے گا۔

میری روح نے جو کچھ مجھ سے کہا یہ ہے :- میرے ساتھی، میرے بھائی! رونا دھونا چھوڑ! خواہ تجھے انگاروں کے طباق پر قربانی پیش کی جائے، اس کے باوجود جیسا کہ تو کہتا ہے، زندگی سے تو پھر بھی چمٹا ہے گا۔ خواہ[۱۲۱] یہ پسندیدہ ہو کہ (چونکہ) تونے مغرب کو مسترد کر دیا ہے[۱۲۲]، یا یہ پسندیدہ ہو کہ تو مغرب میں پہنچ جائے اور تیرا بدن دھرتی سے مِل جائے ـــــ جب تُو مر کر آرام پائے گا، میں آرام کرنے آؤں گا اس طرح ایک جگہ اکٹھے رہیں گے۔[۱۲۳] ـــــ

ف[۱۲۰]۔ "سفینۂ آفتاب میں کھڑا ہوگا" کا مطلب یہ ہے کہ مرنے والا سورج دیوتا را کی آسمانی کشتی، سفینۂ آفتاب میں جگہ پانے کا اعزاز اور برکت حاصل کرے گا اور سورج دیوتا کے ساتھ اس کی عظیم کشتی میں آسمان کا سفر طے کرتا ہے گا۔ ف[۱۲۲]۔ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ :- "اگر تو مغرب کو مسترد کرے تو میں یہاں رہنے لگوں گا۔ مطلب کہ اگر وہ شخص خودکشی کا خیال ترک کرے تو روح اس کے ساتھ رہنے لگے گی۔ ف[۱۲۱]، ف[۱۲۳]:- ان فقروں کے مزید تراجم :- "اگر تو مغرب کو مسترد کرے تو خواہ میں موجود رہوں، یا خواہ تو مغرب پہنچ جائے اور تیرا بدن دھرتی سے مِل جائے، جب تو آرام کرنے چلا جائے گا، میں نیچے آجاؤں گا، اس طرح ہم دونوں اکٹھے ایک مسکن بنائیں گے۔" ـــــ "مگر جب تو مغرب میں پہنچے گا اور تیرا بدن زمین سے مل جائے گا تو پھر میں اس وقت نیچے آؤں گا۔ جب تو آرام کرے گا۔ ہمارا گھر ایک ہی ہوگا ـــــ بہرحال روح آخر میں یہی کہتی ہے کہ اس شخص کا انجام کچھ بھی ہو وہ اس کا ساتھ بہرصورت دے گی ـــــ

یہ اپنی ابتدا سے اختتام تک پہنچی جیسے کہ یہ لکھی ہوئی ملی تھی۔[۱۲۳]

اس آخری پیراگراف کا مختلف ماہرین کا ملا جلا ایک اور ترجمہ اس طرح ہے:۔

میری روح نے مجھ سے کہا ــــ میرے ساتھی میرے بھائی، شکوے شکائتیں (میخ) پر ڈال دے۔[۱۲۴] دھکتے ہوئے انگاروں کے طباق پر نذرانے پیش کر اور جیسا کہ میں نے کہا ہے زندگی سے چمٹ جا۔[۱۲۵] یہاں میری تمنا کر۔ مغرب کو ایک طرف ڈال دے۔[۱۲۶] تاہم اس بات کی آرزو کر کہ جب تیرا بدن دھرتی پر جائے تو مغرب پہنچ جائے۔[۱۲۷] تا کہ جب تو افسردہ ہو تو میں تیرے پیچھے (دھرتی پر)

---

[۱۲۳] عام طور پر ایسے قدیم مصری ادب پاروں کے آخر میں یہ اختتامی جملہ بھی لکھا ملتا ہے جو کسی سابقہ پیپرس سے نقل کئے جانے تھے اس فقرے کا مطلب ہے کہ کوئی بھی زیر نظر تحریر مکمل ہوئی اسے کسی سابقہ پیپرس سے نقل کر کے موجودہ نسخہ تیار کیا گیا۔ [۱۲۴] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ:۔ "میرے ساتھی میرے بھائی، شکوے شکایتیں میخ پر ڈال دے" مطلب ہے کہ شکوے شکائتیں ختم کر دے۔ اس فقرے میں روح خودکشی سے تنگ آئے ہوئے شخص پر زور دے رہی ہے کہ وہ پریشانی اور دکھوں سے دکھڑا اسی طرح دور کر دے جیسے یہ ایسی ناپسندیدہ پوشاک ہو جو ایک طرف میخ پر ڈال دی جاتی ہے۔ [۱۲۵] دھکتے ہوئے انگاروں ...... چمٹ جا" ان فقروں کا ایک اور ترجمہ:۔ "گو دھکتے ہوئے انگاروں پر نذر پیش کی جائے اس کے باوجود تو زندگی سے چمٹا رہے گا۔ گو دھکتے ہوئے طباق پر نذر پیش کی جائے:" کا مفہوم یہ بھی لیا گیا ہے کہ چونکہ وہ شخص خود کو جلا کر مرنا چاہتا ہے اس لئے وہ سوختہ قربانی کی مانند ہو گا۔ [۱۲۶] "زندگی سے چمٹ جا" یعنی ہر حال میں زندہ رہ۔ [۱۲۷] "یہاں میری تمنا کر مغرب کو ایک طرف ڈال دے" مطلب یہ کہ وہ شخص اپنی روح کی رفاقت کا خواستگار ہو لیکن شرط یہ کہ مر جانے کا خیال ترک کر دے۔ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ــــ جب تو مغرب (موت۔ عالم آخرت) کو نظر انداز کر دے تو (پھر) مجھ سے محبت کر"۔ [۱۲۸] "تاہم اس بات ...... مغرب پہنچ جائے" مطلب کہ وہ شخص موت کی خواہش صرف اس صورت میں کرے جب موت فطری طور پر آئے۔ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ــــ "لیکن جب یہ خواہش کی جائے کہ تو مغرب کو حاصل کرے کہ تیرا بدن دھرتی سے مل جائے" یعنی جب دیوتاؤں کی مرضی سے اسے موت آئے گی اور اسے سپرد خاک کر دیا جائے گا۔

"اُتر آؤں[۱۲۹] اِس طرح ہم دونوں اکٹھے اپنا مسکن بنائیں گے[۱۳۰]۔"

ص۱۲۹، ص۱۳۰ یعنی جب وہ شخص طبعی موت مرے گا۔ تو پھر روح زمین پہ اُس کی لاش کے پاس آجائے گی اور وہ دونوں اکٹھے رہیں گے۔ ان آخری دو فقروں سے قدیم مصریوں کا یہ عقیدہ ذہن میں آجاتا ہے کہ روح (با) پرندے کی شکل میں ہوتی تھی اور یہ اُس وقت دوبارہ بدن میں آتی تھی جب انسان قدرتی یا فطری موت مرتا تھا، اور اس کے لئے ضروری عزائی رسوم ادا کی جاتی تھیں۔ اِس طرح روح جسم میں آجاتی اور اُس کے ساتھ رہنے لگتی تھی۔

اپُوور کا نوحہ

شہر آشوب

تخلیقی قدامت...۴۰۰۰ برس

تحریری قدامت...۳۲۰۰ برس

چار ہزار برس پیشتر اور متعدد ماہرین کے مطابق اس سے بھی کچھ پہلے مصر میں اپُوور نامی ایک ادیب و دانشور پیدا ہوا جس نے اپنے موضوع کے لحاظ سے دنیا کا سب سے پہلا اور شدّت تاثر و اظہار کے لحاظ سے ایک انتہائی اہم ادب پارہ تخلیق کیا۔ اپُوور کی اس طویل تصنیف کو ادبی نقطۂ نظر سے کوئی بہت اعلیٰ مقام نہ بھی دیا جائے تب بھی متعدد خصوصیات کی بنا پر یہ نہ صرف قدیم مصری بلکہ عالمی ادب میں بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے عالمی لٹریچر کی تاریخ میں یہ اپنا حال سب سے قدیم ایسی تخلیق ہے جو اتنی طویل بھی ہے اور جس میں معاشرتی و طبقاتی انقلاب اور اس کی زد میں آئے ہوئے لوگوں خصوصاً اونچے طبقات کی تقدیریں اور ان کے حالات المناک انداز میں اتھل پتھل ہو جانے کو موضوع بنایا گیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ بہت پر درد، موثر اور عبرت انگیز طریقے پر بیان ہوا ہے۔

عنوان

اپُوور کی اس تصنیف کو ماہرین نے مختلف عنوان دیئے ہیں مثلاً "ایک مصری دانشور کی نہمائش"، "اپُوور کی فہمائشیں"، "اپُوور کی پیشین گوئی" وغیرہ۔ ممتاز برطانوی ماہر مصریات سر ایلن گارڈنر آنجہانی کی رُو سے چونکہ کئی صفحات پر مبنی وطن کی حالت زار کا دردناک انداز میں ذکر کرنے کے بعد اپُوور نے خدا اور مذہب پرستی کی ہدایت کی اس لئے اس تخلیق کو "ایک مصری دانشور کی فہمائشیں" کا عنوان دینا بجا ہے اور بیشتر محققین نے یہی عنوان لکھا ہے۔ بہر حال میں اس ادب پارے کو اس کتاب میں "اپُوور کا نوحہ" کے عنوان سے شامل کر رہا ہوں کیونکہ اس کا بیشتر حصہ اپُوور کی المناک منظر کشی پر مبنی ہے۔ اسے "شہر آشوب" کا عنوان بھی دیا جا سکتا ہے۔

اپُوور کون تھا؟

شروع شروع میں بعض ماہرین مصریات نے اپُوور کا نام اپُوئی بھی پڑھا اور لکھا لیکن اس اہم ادب پارے کے مصری خالق

اِپُوور کے بارے میں کسی بھی اور قدیم مصری تحریر سے کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ کون تھا؛ چنانچہ اس کی شخصیت تاحال قطعی طور پر اَن بوجھی اور انجانی ہے۔ اگر اس کے متعلق کوئی بھی بات معلوم ہو سکتی ہے تو اس کی صرف اسی تصنیف (اِپُوور کا نوحہ) سے معلوم ہو سکتی ہے۔ چونکہ اس نوحے میں گوداموں، ذخیروں اور خزانوں کا ذکر بار بار آتا ہے اس لئے جرمن اسکالر ارمن کے خیال میں یہ فرض کر لینا قدرتی بات ہے کہ اِپُوور افسرانِ خزانہ میں سے تھا۔ اور نیری نظم اور اس کے ضمیمے سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ خزانہ ختم ہو جانے کی وجہ سے مصر کے ڈیلٹائی علاقے سے سفر کر کے دارالحکومت میں پہنچا تھا۔ اور اسے خود غالباً اس لئے آنا پڑا کہ قاصدوں نے سفر کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اِپُوور کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے زمانے میں پیغامبر اخلاق تھا۔

متعلقہ پیپرس

اِپُوور کی یہ تخلیق صرف ایک ہی پیپرس پر لکھی ہوئی دستیاب ہوئی ہے جو آجکل لیڈن (LEIDEN) میوزیم میں محفوظ ہے۔ اور اسی نسبت سے لیڈن پیپرس" کہلاتا ہے۔ اسے ۳۴۴ نمبر دیا گیا ہے۔ اناستاسی (ANASTASI) نے لیڈن کے عجائب گھر کے ہاتھوں کئی پیپرس فروخت کئے تھے اِپُوور کے نوحے پر مبنی یہ پیپرس بھی ان میں شامل تھا۔ یہ پیپرس ۰، ۳۷۸ سنٹی میٹر لمبا اور ۱۸ سنٹی میٹر اونچا ہے اور اس کے سترہ صفحات ہیں۔ ہر صفحے کی چودہ سطریں ہیں۔ البتہ دسویں اور گیارہویں صفحے پر تیرہ تیرہ سطریں رقم ہیں۔ پہلے صفحے پر ہر سطر کا صرف ایک تہائی حصہ باقی بچ سکا ہے۔ موجودہ حالت میں عبارت آٹھویں صفحے سے شروع ہوتی ہے مگر ہر صفحہ کی عبارت جگہ جگہ سے ضائع ہو چکی ہے۔ اس ادب پارے کا متن پیپرس کے سیدھے رُخ پر لکھا ہے۔ جب کہ پشت پر ایک دیوتا کی شان میں حمدیں رقم ہیں۔ ان حمدوں کا طرز تحریر اِپُوور کے ادب پارے کے انداز تحریر سے جُدا ہے گویا اِپُوور کی تخلیق اور حمدیں دو مختلف کاتبوں نے لکھی تھیں، فرانسیسی محقق و ماہر مصریات ماسپرو نے اپنی کتاب "دی نیولائٹ آن اینشینٹ ایجپٹ" صفحہ

نمبر ۲ (انگریزی ترجمہ مطبوعہ ۱۹۰۸) میں بتایا کہ تیس بتیس برس پہلے گویا ۱۸۷۶ء کے لگ بھگ لوتھ (LAUTH) نے اس پیپرس کے مندرجات کی جرمن زبان میں وضاحت کی تھی۔ برلیسٹڈ کے مطابق (ڈویلپمنٹ آف ریلیجن اینڈ تھاٹ ان اینشیئنٹ ایجپٹ صفحہ نمبر ۲۰۴)

اس پیپرس کو غالباً سب سے پہلے لیمانز (LEEMANS) نے شائع کیا۔ تاہم چونکہ یہ پیپرس بہت ہی خستہ حالت میں تھا، اس کی زبان اور متن اتنا مغلق، غیر واضح اور مشکل ثابت ہوا کہ سنہ ۱۹۰۳ء تک تو ماہرین کوشش کے باوجود اس کے مندرجات کو سمجھنے سے قاصر ہی رہے۔ سنہ ۱۹۰۳ء میں ایچ۔ او۔ لینگ (H.O.LANGE) نے اس کے مندرجات کی نشان دہی کی، اور اس نوشتے کی عبارت کا خاکہ اور کچھ حصوں کا ترجمہ شائع کیا۔ لینگ نے یہ بھی کہا کہ اپُوور کی یہ تخلیق اپنی نوعیت کے لحاظ سے مُعاشرتی ہے اور پیشین گوئی کے زمرے میں آتی ہے۔ ماسپرو نے بھی توضیح کی لیکن ان سب کوششوں کے باوجود محققین کی قرار واقعی توجہ اس ادب پارے کی طرف مبذول نہیں ہو سکی ——— لینگ نے ان حصوں کا ترجمہ کر کے دوبارہ صراحت کی جو ان کے نزدیک پیپرس پر نسبتاً زیادہ بہتر طریقے پر پڑھے جا سکتے تھے اور زیادہ واضح تھے اور جو حصے زیادہ مسخ ہو گئے تھے، ضائع ہو گئے تھے ان کے امکانی معانی دیئے۔

اپُوور کی اس اہم تخلیق و تصنیف کو تفصیل کے ساتھ سب سے پہلے ممتاز برطانوی ماہر مصریات سر الین گارڈنر نے "THE ADMONITIONS OF AN EGYPTIAN SAGE" کے نام سے مرتب کر کے سنہ ۱۹۰۹ء میں لیپزگ سے شائع کیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ گارڈنر کا یہ کام انتہائی قابل قدر ثابت ہوا۔ گارڈنر نے اس پیپرس پر پوری طرح اظہار خیال کیا۔ اور اس تصنیف کی صحیح نوعیت اور موضوع زیادہ بہتر طریقے پر اجاگر کی۔ پون صدی گذر جانے کے باوجود گارڈنر کی یہ کاوش سند کا درجہ رکھتی ہے۔ کوشش کے باوجود ان کی یہ اہم کتاب مجھے اب تک مل نہیں سکی ہے اس طرح میں عظیم محقق کی محنت سے استفادہ اد

اور حصول علم سے محروم رہ گیا تاہم دوسری کتابوں میں اس کے حوالے اور کچھ اقتباسات ضرور مل جاتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ بریسٹیڈ نے اپنی لاجواب تصنیف "ڈویلپمنٹ آف ریلیجن اینڈ تھاٹ ان اینشینٹ ایجپٹ" میں اپُووَر کی اس تصنیف پر بڑی خوبی اور دقت نظر سے روشنی ڈالی ہے

قدامت

جہاں تک اس ادبی تخلیق کی قدامت کا سوال ہے حتمی ثبوت نہ ہونے کے باوجود بیشتر محققین اس بات پر متفق ہیں کہ اپُووَر نے فراعنہ کے بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کا ابتدائی زمانہ دیکھا تھا، اس طرح گویا یہ ادب پارہ فراعنہ کے بارھویں خاندان کے آغاز یعنی اب سے چار ہزار برس پہلے تخلیق ہوا اور پہلی مرتبہ اسی وقت ضبط تحریر میں بھی لایا گیا۔ ان ماہرین نے سر ایلن گارڈنر اور فاکنر وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اس مکتب خیال کے ماہرین کے نزدیک اس تصنیف میں جس ہولناک زبوں حالی، طوائف الملوکی، مار دھاڑ، طبقاتی و معاشرتی انقلاب اور سیاسی انتشار کو موضوع بنایا گیا وہ مصری تاریخ کے "پہلے دورِ زوال" (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق م) سے متعلق ہے اس وقت طاقتور مرکزی حکومت ختم ہو کر رہ گئی تھی اور اپُووَر کے زمانے میں "دورِ زوال" کے دوران رونما ہونے والے خونریز سماجی انقلاب، خانہ جنگیوں اور ناسازگار صورت حال کی تلخ یادیں ابھی مصریوں کے ذہنوں میں تازہ تھیں۔

ادھر کچھ علماء ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اپُووَر کی اس تخلیق پر مبنی سب سے پہلا پیپرس "قدیم بادشاہت" (۲۶۸۶/۲۱۸۱ ق م) اور وسطی بادشاہت (۲۱۳۳/۱۷۸۶ ق م) کے درمیانی عرصے میں کسی وقت لکھا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان محققین کی رائے میں اپُووَر کی یہ تخلیق بارھویں خاندان سے پہلے کی ہے۔ ولیمس بج کے مطابق اس تصنیف کا خالق اپُووَر غالباً بارھویں خاندان کے فراعنہ سے کچھ پہلے ہو گذرا ہے اگر ایسا ہے تو پھر یہ ادب پارہ بارھویں خاندان سے پیشتر "پہلے دورِ زوال" (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق م) کے دوران تخلیق بھی ہوا اور سب سے پہلی مرتبہ اُسی وقت قلم روشنائی سے لکھا بھی گیا۔

الیگزینڈر موٹ کے نزدیک اپوور نے اپنی اس تصنیف میں جس ہولناک اور تکلیف دہ صورتحال کا تفصیل سے ذکر کیا ہے وہ ختن ان نسوت نامی شہر (یونانی نام ہراکلیو پولس) کے فراعنہ یعنی نویں (۲۱۶۰-۲۱۳۰ ق م) اور دسویں خاندان (۲۱۳۰-۲۰۴۰ ق م) کے ادوار میں پیش آئی تھی گویا پہلے دورِ زوال کے آخری حصے میں اس طرح یہ تصنیف انہی دو خاندانوں کے دور یا پھر گیارھویں (۲۱۳۳-۱۹۹۱ ق م) یا بارھویں خاندان (۱۹۹۱-۱۷۸۶ ق م) کے زمانے میں تخلیق کی گئی اور پہلی مرتبہ اسے تحریری جامہ بھی اسی وقت پہنایا گیا۔

نامور اور ممتاز امریکی اسکالر جان۔ اے۔ ولسن نے اس تصنیف کے بارھویں خاندان کے عہد سے متعلق ہونے کے سلسلے میں ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ اس ادب پارے کی زبان اور املا وسطی بادشاہت (۲۱۳۳-۱۷۸۶ ق م) کے زمانے کی ہے۔ لیکن یہاں میرے نزدیک ایک بات قابلِ غور بھی ہے اور ولسن کے نقطۂ نگاہ سے اختلاف کی گنجائش بھی نکلتی ہے اور وہ یہ کہ اگر بارھویں خاندان (۱۹۹۱-۱۷۸۶ ق م) کے عہد کی زبان اور املا پہلے دورِ زوال (۲۱۸۱-۲۰۴۰ ق م) کے اواخر کی زبان اور املا سے الگ تھی تو میرے خیال میں وہ بارھویں خاندان کے وسطی دور یا اس کے لگ بھگ سے ہی نمایاں طور پر الگ ہوئی ہوگی، ابتدائی دور سے نہیں کیونکہ پہلے دورِ زوال کے ختم ہونے کے فوراً بعد ہی یعنی بارھویں خاندان کے بانی فرعون آمن ام حت اول کے عہد تک (۱۹۹۱-۱۹۶۲ ق م) تو آکر اتنی جلدی زبان اور املا اتنی نمایاں حد تک تو نہیں بدلی ہوگی کہ پہلے دورِ زوال (۲۱۸۱-۲۰۴۰ ق م) اور وسطی بادشاہت (۲۱۳۳-۱۷۸۶ ق م) کی زبان اور املا میں واضح طور پر فرق کیا جاسکے۔ چنانچہ میرے اس خیال کے پیشِ نظر زبان اور املا کے سلسلے میں جان اے ولسن کی یہ رائے صحیح تسلیم کرلی جائے تو پھر یہ تصنیف بارھویں خاندان کے آغاز میں نہیں بلکہ وسط میں جاکر تخلیق ہوئی ہوگی۔

لیکن فرانسیسی اسکالر پوسنر کے نزدیک یہ بات یقینی نہیں کہ اس تصنیف میں پہلے دورِ زوال کی المناک صورتحال ہی کو موضوع بنایا گیا تھا جرمن محقق اڈولف ارمن (A. ERMAN

کی کتاب (دی اینشیئنٹ ایجپشنز: اے سورس بک آف دیئر رائٹنگ صفحہ XIX XX سابقہ نام دی لٹریچر آف اینشیئنٹ ایجپشنز) کے حوالے سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ جرنل آف ایجپشن آرکیالوجی نمبر ۵۰ (لندن ۱۹۶۴) میں (صفحہ ۱۳ تا ۲۳) جے۔ وان اسٹرز (J. VAN STERS) نے اپُوور کے بیان کردہ واقعات و صورت حال کو تیرھویں خاندان (۱۷۸۶/۱۶۳۳ ق م) کے دور سے متعلق قرار دیا۔ گویا اسٹرز کے خیال میں اپُوور کے لکھے ہوئے المناک واقعات وسطی بادشاہت (۲۱۳۳/۱۷۸۶ ق م) کے خاتمے کے بعد مصر پر غیر ملکی فاتحین ہائیکسوس کے حملے اور شمالی مصر پر ان کی حکومت کے دوران (۱۶۷۴/۱۵۶۷ ق م) رونما ہوئے تھے۔ دوسرے لفظوں میں اسٹرز کے نزدیک یہ ادب پارہ تیرھویں خاندان (۱۷۸۶/۱۶۳۳ ق م) یا چودھویں خاندان (۱۷۸۶/۱۶۰۳ ق م) کے عہد میں کسی وقت تخلیق ہوا اور اسی وقت رقم بھی کیا گیا۔

مس میریم لخت ہائیم (MIRIAM LICHTHEIM) کے خیال میں (انیشیئنٹ ایجپشن لٹریچر، جلد اول صفحہ نمبر ۱۴۹) کے نزدیک یہ ادب پارہ بارھویں خاندان کے عہد کے ہی دو اور ممتاز مصری دانشوروں اور ادیبوں خاخیپ ار را سونب اور نفرتی کی تخلیقات کے بعد تخلیق ہوا۔ (خاخیپ ار را سونب اور نفرتی کی تخلیقات میں اس کتاب میں شامل کر رہا ہوں) مس ہائیم لخت کے نزدیک یہ ادب پارہ وسطی بادشاہت (۲۱۳۳/۱۷۸۶ ق م) کے اواخر میں تخلیق ہوا تھا۔ اپنے اس نظریئے کی تائید میں مس لخت ہائیم نے دلیل یہ دی ہے کہ اپُوور کا ادب پارہ ان دونوں سے کہیں زیادہ طویل بھی ہے اور اس میں تکرار بھی ہے۔ لیکن میرے نزدیک مس لخت ہائیم کی یہ بات کوئی وزن نہیں رکھتی کہ چونکہ اپُوور کی تصنیف نسبتاً بہت زیادہ طویل بھی ہے اور اس کی طرزِ تحریر میں تکرار بھی بہت ہے اس لئے یہ خاخیپ ار را سونب اور نفرتی کی تصانیف کے بعد ہی تخلیق ہوئی تھی (انیشیئنٹ ایجپشن لٹریچر، جلد اول صفحہ نمبر ۱۴۹) میں سمجھتا ہوں کہ ہر ادیب کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ کسی وقت، کسی دور میں طویل تحریر لکھے یا مختصر ——— کوئی بھی قدیم مصری ادیب کسی بھی زمانے میں طویل ادب پارہ بھی تخلیق کر سکتا تھا اور مختصر بھی، اس کا اسے حق حاصل تھا۔

یہ اس کی اپنی مرضی تھی۔ ضروری تو نہیں کہ بعد میں آنے والے ادیب ہی طویل ادب پارے تخلیق کریں۔ اسی طرح یہ بات بھی ادیب کی اپنی مرضی، اہلیت اور پسند پر منحصر ہے کہ وہ اپنی تخلیقات کے لئے کون سا اسلوب یا طرزِ تحریر اپنائے۔ وہ اپنی تصنیف میں تکرار (REPITITION) کم سموئے یا زیادہ یا پھر سرے سے ہی اس سے پہلو تہی کر جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں بھی تقدم و تاخیر کی کوئی پابندی نہیں لگائی جا سکتی۔

بہر حال بیشتر محققین کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ ادب پارہ بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کے آغاز میں تخلیق بھی کیا گیا اور پہلی مرتبہ رقم بھی اسی وقت ہوا۔ اس طرح اس کی تخلیقی اور اولین تحریری قدامت کم از کم چار ہزار برس تو بنتی ہے گو ابھی تک اس کا کوئی ہم عصر نوشتہ یعنی چار ہزار برس پرانا نسخہ ملا نہیں ہے۔

اور اب بات اس ادب پارے کی تحریری قدامت کی ہے، جس موجودہ پیپرس پر اپوور کا یہ نوحہ لکھا ہوا ملا ہے۔ بیشتر ماہرین کے خیال میں یہ پیپرس فراعنہ کے انیسویں خاندان (۱۳۰۸/۱۱۹۴ ق م) کے زمانے میں رقم کیا گیا اور کچھ محققین نے اسے بیسویں خاندان (۱۱۹۴/۱۰۸۶ ق م) کے عہد کا لکھا ہوا قرار دیا ہے۔ الیگزینڈر مورٹ کے نزدیک یہ پیپرس اٹھارھویں خاندان (۱۵۷۵/۱۳۰۸ ق م) کے دورِ حکومت میں سپردِ قلم کیا گیا۔ گویا ماہرین کے اس اختلاف رائے کی روشنی میں اس پیپرس کی تحریری قدامت ۱۵۷۵ ق م سے لے کر ۱۱۹۴ ق م تک یعنی اب سے ساڑھے تین ہزار برس سے لے کر کوئی سوا تین ہزار برس پہلے کے بین بین متعین ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے تقریباً درمیانی راہ اپناتے ہوئے اسے تین ہزار تین سو برس پہلے کا لکھا ہوا قرار دیا ہے ـــــــ اس ادب پارے کی تخلیقی و تحریری قدامت کے تعین میں تمام تر اختلاف کے باوجود ـــــــ اور یہ پیپرس ساڑھے تین ہزار برس پیشتر لکھا گیا ہو یا سوا تین ہزار برس پہلے ـــــــ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اپوور کے نوحے پر مبنی موجودہ پیپرس کسی قدیم تر پیپرس سے نقل کر کے لکھا گیا تھا۔ ـــــــ

کون سا فرعون؟

محققین نے یہ سوال اکثر اٹھایا ہے کہ جس فرعون کا ذکر اپوور نے اپنی تصنیف کیا ہے۔ جس کے دربار میں طلب کئے جانے پر یا از خود جا کر اپوور نے خطاب کیا۔ اور جسے اپوور نے اندوہناک حالات کا ذمہ دار قرار دیکر اس کی کمزوریوں، کاہلی اور آرام طلبی پر ملامت کی "وہ کونسا فرعون تھا" فرعون کا نام اگر معلوم ہو جائے تو پھر اعتماد کے ساتھ کم از کم یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ اپوور کس خاندان کے دور میں ہو گذرا ہے لیکن اس سلسلے میں حتمی طور پر کہنا کچھ ممکن نہیں ہے کیونکہ اپنی پوری تحریر میں اپوور نے فرعون کا نام کہیں نہیں لیا ہے۔ عین ممکن ہے کہ اس پیپرس کے شروع میں جو عبارت ضائع ہو گئی ہے۔ اس میں کہیں اس فرعون کا نام لکھا گیا ہو ——

کچھ ماہرین کا تو یہ خیال ہے کہ اس فرعون کا تعلق نویں ($\frac{2160}{2130}$ق م) یا دسویں ($\frac{2130}{2040}$ق م) خاندان سے تھا۔ سر گارڈنر کا خیال ہے کہ وہ قدیم دارالحکومت من نوفر (یونانی نام ممفس) کے آخری حکمرانوں (چھٹے خاندان) میں سے کوئی تھا۔ ممتاز جرمن محقق اور دوسرے ماہرین کی رائے یہ ہے کہ وہ فرعون چھٹے خاندان ($\frac{2345}{2181}$ق م) کا پانچواں فرعون پیپی (پائیوپی) دوئم تھا۔ چھٹے خاندان کے بعد مصر اچانک ہی گویا نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ جیسے مصر پر زبردست مصیبت کے غمناک سائے پڑ گئے تھے اور چھٹے خاندان کے بعد آنے والی کوئی دو صدیوں کے دوران مصری معاشرہ انتشار، زوال، خونریز انقلاب سے آشنا رہا۔ اسی طرح جیسے کہ اپوور نے بیان کیا ہے۔ اپوور جس فرعون سے مخاطب تھا۔ وہ بہت بوڑھا تھا۔ ارمن کے نزدیک مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ وہ چھٹے خاندان کا فرعون پیپی (پائیوپی) دوم تھا۔ جو محض چھ برس کی عمر میں تخت نشین ہوا اور نوے اور چورانوے برس کی حکومت کے بعد چھیانوے یا سو برس کا ہو کر مرا۔ اس کا عرصہ حکومت دنیا بھر میں آج تک کے حکمرانوں میں سب سے زیادہ ہے۔ پیپی دوم کے آخری دنوں میں مصر انتشار اور طوائف الملوکی کی گرفت میں آ گیا تھا —— بعض ماہرین کی سوچ یہ بھی ہے کہ وہ پیپی دوم نہیں بلکہ چھٹے ہی خاندان کے آخری فراعنہ میں سے کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ پہلا دورِ انتشار ($\frac{2181}{2040}$ق م) چونکہ چھٹے خاندان

کے اواخر سے لے کر گیارھویں (۲۱۳۳/۱۹۹۱ ق م) کے نصف آغاز تک رہا بلکہ اس کے خاصے گہرے اثرات تو گیارھویں خاندان کے اواخر تک ہے اس لئے اپُوور کا مخاطب ان چھٹے (۲۳۴۵/۲۰۴۰ ق م) ساتویں (۲۱۸۱/۲۱۷۳ ق م) آٹھویں (۲۱۷۳/۲۱۶۰ ق م) نویں (۲۱۶۰/۲۱۳۰ ق م) اور دسویں (۲۱۳۰/۲۰۴۰ ق م) خاندانوں میں سے کسی بھی خاندان کا کوئی فرعون ہو سکتا ہے۔ مگر وہ اگر چھٹے خاندان سے تعلق رکھتا تھا تو وہ کوئی آخری فرعون تھا ـــ

شروع شروع میں کچھ ماہرین مصریات نے اس نوحے کا ترجمہ "مستقبل" کے صیغے میں کیا چنانچہ اپُوور نے اپنی اس تخلیق میں تباہی بربادی اور جس پر تشدد و خونریز سماجی پلیٹ کا ذکر کیا اس کی صورت یوں بن گئی گویا یہ سب واقعات آئندہ رونما ہوں گے اور اپُوور آنے والے پرآشوب دور کی پیشین گوئی کر رہا ہے۔ جب کہ بیشتر ماہرین نے ابتداء میں بھی زمانہ حال کے صیغے میں ترجمہ کیا اور اب تو سب ہی حال کا صیغہ استعمال کرتے ہیں اور یہی درست بھی ہے۔ یوں دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اپُوور اس المناک صورت حال کا عینی شاہد تھا اور دوسری زیادہ سے زیادہ یہ کہ اپُوور اس پرآشوب دور کے بعد گیارھویں خاندان (۲۱۳۳/۱۹۹۱ ق م) یا بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کے زمانے میں پیدا ہوا جب خصوصاً بارھویں خاندان کی ابتداء ہی میں مصر مستحکم ہو گیا تھا اور اس کے بُرے دن گزرے تھے۔ اس نے یہ واقعات بزرگوں سے سنے اور انہیں بیان کیا۔ اس صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ اپُوور کو حال کا نہیں ماضی کا صیغہ استعمال کرنا چاہیئے تھا اس سلسلے میں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ مصری ادیب و مصنف گذرے ہوئے زمانے کے واقعات بیان کرنے کے لئے اکثر حال کا صیغہ بھی استعمال کرتے تھے۔

منظوم و منثور

اپُوور کی یہ تخلیق بیک وقت منظوم بھی ہے اور منثور بھی ـــ پیپرس کی اس تحریر کے مطابق وہ فرعون اور غالباً درباریوں سے بھی مخاطب ہے اور یہ خطاب اتنا طویل ہے کہ دو تہائی سے بھی زیادہ جگہ گھیرے ہوئے ہے یعنی پیپرس کے کل چودہ صفحوں میں سے دس صفحات پر مشتمل ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسے ڈرا-

محنت سے نثر اور نظم کی صورت میں ترتیب دیا گیا تھا۔

اس تصنیف میں نثری پیراگرافس کے ساتھ ساتھ چھ نظمیں بھی آئی ہیں۔ ٹی۔ ایرک پیٹ (سے کیمبیرے لو اسٹڈی آف دی لٹریچرز آف ایجپٹ، پیلسٹائن اینڈ میسوپوٹامیہ صفحہ نمبر ۱۱۹ اس کتاب کا انگریزی میں نام کتابیات میں ملاحظہ کیجئے) اور دوسرے محققین کے نزدیک اپُوور کی اس ادبی تخلیق کے متعدد منظوم حصے خصوصاً پہلی نظم عمدہ تخیلی شعری نمونہ ہیں۔ چونکہ اس ادب پارے کی عبارت جگہ جگہ سے ضائع ہو چکی ہے جس کے سبب اس تمام تر ادب پارے کے معنی پوری طرح واضح نہیں ہیں چنانچہ اس کے شعری اور دوسرے ادبی محاسن کو پوری طرح اُجاگر نہیں کیا جا سکتا۔ ظاہر ہے کہ اگر اس تخلیق کے حصے جا بجا ضائع نہ ہو گئے ہوتے تو یقیناً اپُوور کی اس شاعری کا ادبی لحاظ سے یقیناً کہیں اونچا مقام متعین کیا جاتا۔

گو عبارت میں اپُوور کی تقریر کو بندوں (STANZAS) کی صورت میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر اس کی تلخ باتوں پر مبنی مواد کو منطقی التزام یا ترتیب کے ساتھ پیش نہیں کیا گیا۔ اظہار بیان ایسا ہے کہ درمیان میں نثری ٹکڑے بھی آتے رہتے ہیں ـــــ قدیم مصری ادیب اپنی تخلیقات میں مخصوص ادبی ہئیت برتتے تھے۔ اپُوور نے بھی یہ ہئیت اپنائی اور نثر کے ساتھ ساتھ اپنی اس تخلیق میں منظوم پیرے (بند) تشکیل دئے۔ میں نے اسی باب میں ایک انتہائی اہم ادب پارہ "خود کشی" شامل کیا ہے اس میں نظم و نثر کی ملی جلی یہی تکنیک اپنائی گئی ہے۔

جیسا کہ کہہ چکا ہوں کہ اس ادب پارے میں نثری ٹکڑوں کے علاوہ چھ نظمیں آئی ہیں ہر نظم کے اشعار مخصوص الفاظ سے شروع ہوتے ہیں مثلاً دیکھو اب دیکھو، تباہ ہو گیا (تباہ کر دیا گیا ہے) "تباہ کرو"، "یاد کرو"، اور "بے شک یہ اچھا ہے" (تاہم یہ اچھا ہے) ـــــ پہلی نظم میں زیادہ تر ملک کی بدحالی، طوائف الملوکی، مصائب، خونریزی، اندوہناک سماجی تلپٹ لوٹ مار، قتل و غارت گری اور بھوک وغیرہ کا ذکر دردناک انداز میں کیا گیا ہے۔ اس نظم کی رو سے سرکاری ملازمین اور حکام بے اثر اور بے دخل ہو چکے تھے نظم و نسق نام کو نہیں رہا تھا۔

بیرونی تجارت ختم ہو کر رہ گئی تھی، صرف مضافاتی علاقوں اور نخلستانوں سے کچھ اشیائے ضرورت شہروں میں آیا کرتی تھیں، غیر ملکی صحرا نشین جنگجو شمالی مصر پر خصوصاً چھا گئے تھے، غریب امیر بن گئے تھے اور امیر بھڑکتے اور تن ڈھانپنے کے لئے اچھے کپڑوں سے محروم ——— دوسری نظم میں تباہی و بربادی کے جو واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ پہلے سے بھی زیادہ ولدوز تھے یا اس میں اظہار بیان پہلے کی نسبت زیادہ دردناک ہے، حتیٰ کہ بادشاہت یا حکومت بھی تباہ حال اور قطعاً بے اثر ہو کر رہ گئی تھی۔ اس نظم میں بار بار یہ کہا گیا ہے کہ عام لوگ دولت میں کھیلنے لگے ہیں جبکہ اونچے طبقوں والے سخت ادبِ ہوشربا مصائب و شدائد کا شکار ہیں ——— تیسری نظم کے کچھ حصے ضائع ہو چکے ہیں اس کے مصرعے تباہ ہو گیا (تباہ کر دیا گیا) سے شروع ہوتے ہیں ——— چوتھی نظم کے کچھ ادھورے حصے ہی باقی بچے ہیں۔ اس کے مصرعے تباہ کر دو (تباہ کر ڈالو) سے شروع ہوتے ہیں ——— پانچویں نظم کے کم و بیش آٹھ مصرعے 'یاد کرو' سے شروع ہوتے ہیں۔ یہ دیوی دیوتاؤں سے متعلق ہیں اور ان میں بتایا گیا ہے کہ گذرے زمانوں میں معبودوں کی عبادت اور مذہبی رسوم کیسے ادا کی جاتی تھیں اور آئندہ کیسے کی جاتی چاہئیں ——— چھٹی نظم میں آنے والے پُرمسرت واقعات کا ذکر ہے۔

عالمی ادب میں اہمیت

اپوور کا یہ نوحہ (شہر آشوب) اپنے بعض مخصوص مندرجات اور موضوع کی وجہ سے عالمی ادب کا سب سے پہلا تخلیقی و تحریری نوحہ ہے۔ یہ یقیناً اس لحاظ سے دنیا کی سب سے پہلی ادبی تخلیق ہے کہ اس میں سماجی طبقاتی کشمکش، آویزش اور خونریز "انقلاب" کا ذکر ہے، ایسا "انقلاب" جس میں صدیوں سے استحصال اور غربت کے مارے ہوئے لوگوں کو اونچے طبقوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا موقعہ مل گیا تھا۔ یہ طبقاتی ٹکراؤ اور یہ ہولناک اور اندوہناک "انقلاب" کوئی سوا چار ہزار برس پہلے مصر میں رونما ہوا تھا۔ اس میں خونریزی بھی ہوئی۔ دولت مندوں کو لوٹا گیا، ان کے بچے تک ہلاک کر ڈالے گئے، ان کی بیگمات کس مپرسی کا شکار ہوئیں، ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو گئیں، امراء کے

مقبرے تک لوٹ لئے گئے، غریب امیروں کو لوٹ کر پیسے میں کھیلنے لگے، ان کے لئے کھانے پینے کی کمی نہیں رہی، امیر دانے دانے کو ترس گئے۔ سر چھپانے کی جگہ ملنی محال ہوگئی، جان کے لالے پڑ گئے اور ان سب کے ساتھ سرکاری قانون کی مٹی پلید ہوئی۔ لاقانونیت کے مہیب سائے چھا گئے۔ ـــــ میں یہ تو نہیں کہتا کہ یہ سب کچھ کسی باقاعدہ منصوبہ بندی اور منظم قیادت و رہنمائی کے نتیجے میں ہوا تاہم جب مرکزی حکومت غیر موثر ہوجانے کی وجہ سے ملک میں شدید افراتفری، انتشار اور عسکری کمزوری رونما ہوئی اور غیر ملکیوں کو بھی مصر میں گھس آنے کا موقع مل گیا تو ان سب باتوں کے نتیجہ میں پسماندہ طبقوں کو بھی امیروں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے، تشدد آمیز کاروائیاں کرنے کا موقع مل گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اپُوور کی اس ادبی تخلیق کی عبارت جگہ جگہ سے ضائع ہو چکی ہے پیپرس پر اس ادب پارے کا ابتدائی اور آخری حصہ بالکل نہیں بچا، ادبی نقطۂ نظر سے بھی اس میں اسقام تلاش کئے جاسکتے ہیں، اسلوب میں ضرورت سے زیادہ تکرار یا اعادے کا الزام بھی آپ چاہیں تو عائد کر سکتے ہیں، ان سب کے باوجود متعدد پہلوؤں کے لحاظ سے یہ نہ صرف مصری بلکہ پورے عالمی ادب میں بے حد اہمیت اور مخصوص و ممتاز مقام کا حامل ہے ـــــ چار ہزار برس کی قدامت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں تو یہ بات بلا تامل کہہ سکتا ہوں کہ اپُوور کا یہ نوحہ (شہر آشوب) انتہائی اثر آفریں ہے اور یہ 'یاسیت' اور شہر آشوب کی انتہائی اعلیٰ، کامیاب، اہم اور قابلِ فکر و توجہ تخلیقی قنوطی ادب کی نادر مثال ہے۔

مس لختت ہائیم کے برعکس میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس موضوع پر اتنی قدیم اور ایک اولین تخلیق ہونے کی حیثیت سے اس میں قومی ابتلا (شہر آشوب) کے موضوع کو بہت تفصیل کے ساتھ بڑی کامیابی سے پیش کیا گیا ہے۔

بعض مندرجات و موضوعات کے لحاظ سے تو بلا شبہ اپُوور کی تصنیف دنیا بھر کے آج تک کے ادب میں سب سے پہلی ہے ویسے بھی مجموعی طور پر یہ نوحے یا شہر آشوب کے

لحاظ سے دنیا کے چند قدیم ترین نوحوں میں سے ہے۔ تخلیقی اور تحریری قدامت کے لحاظ سے فی الحال بس عراق کے سومیریوں کے نوحے (شہر آشوب) ہی اس کے ہم عصر ہیں (سومیریوں کے مفصل نوحے راقم کی کتاب 'دنیا کا قدیم ترین ادب' میں دیکھے جا سکتے ہیں) ـــــ ایپوور کی اس تخلیق کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ موضوع کی وسعت، اثر آفرینی، طبقاتی، معاشرتی انقلاب کی جزئیات نگاری اور مصریوں کی زندگی کے مختلف گوشوں کی اتنی تفصیلی معلومات کے سبب یہ اپنی اسی نوع کی تمام ادبی نوشتوں میں سب سے زیادہ اہم، قابلِ قدر اور ممتاز ہے۔

میں اس 'نوحے' کو یوں بھی بہت زیادہ اہم اور منفرد سمجھتا ہوں کہ پورے عالمی ادب کی تاریخ میں اولین ادبی تخلیق ہے جس میں سماجی طبقاتی تصادم اور متمول اور اونچے طبقوں کے خلاف نچلے طبقوں کی خونریز اور خوفناک کارروائیاں بیان کی گئی ہیں اور تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ ایپوور کی اس تصنیف میں زیادہ تر اونچے طبقوں کے مصائب اور دکھوں کا ذکر ہے۔ معاشرتی اتھل پتھل کی حشر سامانیوں کا وہی خصوصی نشانہ بنے تھے ـــــ اس ادب پارے میں جمہوری روح جھلکتی ہے۔ جرأت، بے باکی اور فرعونِ وقت کے منہ پر حق گوئی اور تلخ کلامی کا مظاہرہ ملتا ہے۔ ایپوور کتنے بھی اعلیٰ پائے کا دانشور اور ادیب رہا ہو۔ کسی بھی سرکاری عہدے پر فائز رہا ہو، یہ حقیقت ہے کہ اب سے سوا چار اور ساڑھے چار ہزار برس پیشتر "قدیم بادشاہت" (۲۶۸۶ / ۲۱۸۱ ق م) کے دور کے مصر میں کوئی بھی شخص فرعون سے تنازعہ، اختلاف یا الجھاؤ مول لینے کے بارے میں یوں برملا منہ پر جرأت تو کیا سوچ بھی نہیں سکتا تھا، لیکن ایپوور نے انتہائی دلیری سے کام لیتے ہوئے لگی لپٹی رکھے بغیر کھرے انداز میں فرعون کو نہ صرف مصر کی روح فرسا اور افسوسناک صورتحال سے آگاہ کیا بلکہ خود فرعون کو بھی سخت سست کہا ـــــ

اگر ہم اس ادب پارے کو "وسطی بادشاہت" (۲۱۳۳ / ۱۷۸۶ ق م) سے پہلے کی تخلیق مان لیں تو پھر کہا جا سکتا ہے کہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ قدیم مصری ادب میں مایوسی یا قنوطیت کا سراغ

ملتا ہے اور اگر اسے 'وسطی بادشاہت' سے پہلے کا تخلیق شدہ تسلیم نہ بھی کریں تب بھی یہ ان چند اولین ادب پاروں میں سے ہے جو مصریوں کے 'قنوطی ادب' کی ذیل میں آتے ہیں مصری ادب میں 'قنوطیت' وہ خصوصیت ہے جو اِپُوور کے بعد آنے والی صدیوں کے دوران بھی مصری ادیبوں کے ہاں ملتی ہے۔ حتیٰ کہ اس وقت بھی جب ملک کی صورتحال بالکل ٹھیک تھی، سازگار اور خوشگوار حالات میں قنوطیت پر مبنی ادب پاروں کی تخلیق کا بظاہر کوئی جواز تو نہیں بنتا، لیکن اِپُوور کے عہد کے بعد آنے والے ادیبوں نے اِپُوور وغیرہ کی تخلیقات سے متاثر ہو کر کسی حد تک قنوطیت کو شاید اپنے اظہار کا قرینہ بنا لیا تھا یا پھر بعد کے ان ادیبوں کو کسی وجہ سے شاید ذاتی کرب یا المیہ کا ذائقہ چکھنا پڑا ہو ———— بعض محققین نے اِپُوور کی تصنیف کو پروپیگنڈے پر مبنی ادبی صنف سے متعلق قرار دیا ہے اور اس لحاظ سے اسے اِپُوور ہی کے تقریباً ہم عصر ایک اور مصری دانشور ادیب نفرتی (نفر رُوحُو) کی تخلیق "نفرتی کی پیشین گوئیاں" اور "فرعون آمن اَم حت کی تعلیمات" وغیرہ کی صف میں رکھا ہے (یہ دونوں تخلیقات میں نے اس کتاب میں شامل کی ہیں) ان ماہرین کے نزدیک فرق صرف یہ ہے کہ اِپُوور کی تخلیق نفرتی کے ادب پارے کی نسبت زیادہ طویل ہے (جو درست ہے) اس میں اعادہ یا تکرار اور مبالغہ آرائی زیادہ ہے۔ اعادہ یا تکرار کی بات بھی صحیح ہے مگر مبالغہ آرائی کی بات کا جہاں تک تعلق ہے وہ قابلِ بحث ہے۔ بہرحال اِپُوور کی تصنیف خواہ پروپیگنڈے کی ذیل میں ہی لے آئی جائے، اس کی چند اہم ترین اور منفرد خصوصیات پر اس سے ہرگز کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کی جن اہم ترین اور منفرد خصوصیات کا میں ذکر کر رہا ہوں، اور ان میں سے بعض کے پیشِ نظر یہ دُنیا کا سب سے پہلا نوحہ (شہر آشوب) ہے اور بعض کی بنا پر یہ دنیا کے چند ایک اولین نوحوں میں سے ہے، اس میں جن حالات و واقعات کا ذکر ہے وہ حقیقی ہیں فرضی نہیں، خواہ اِپُوور نے یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوں یا اس نے بزرگوں سے سُنے ہوں، اس کا شاعرانہ پیرایۂ اظہار پرکشش اور خوبصورت بھی ہے۔

اس میں مسیحا (نجات دہندہ) کے آنے کے بارے میں پیشین گوئی بھی ملتی ہے۔ قنوطی ادب کی ایک بہترین مثال ہوتے ہوئے بھی اس میں امید اور رجائیت کی کرن بھی ملتی ہے۔

اپُوور کی اس انتہائی اہم تصنیف کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اس کا ابتدائی اور آخری حصہ مکمل طور پر ضائع ہو چکا ہے۔ شروع کے حصے میں اپُوور نے یقینی طور پر وہ حالات بیان کئے ہوں گے۔ جن کی بناء پر اسے اپنے خیالات کا پوری تفصیل سے اظہار کرنے پر مجبور ہونا پڑا اس کے علاوہ متعلقہ پیپرس پر اس ادب پارے کی عبارت جگہ جگہ سے اس حد تک ضائع ہو چکی ہے کہ پڑھی نہیں جا سکتی۔ عبارت میں اغلاط بھی ہیں اور کاتب نے لاپرواہی برتتے ہوئے متعدد مقامات پر الفاظ بھی چھوڑ دیئے ہیں۔ پھر اس تخلیق کی ادبی زبان بھی بہت ادق ہے۔ ان سب وجوہات کی بناء پر اس تصنیف کا متن خاصا مشکل اور مبہم ہے۔ اس طرح اس ادب پارے کا پورے تسلسل کے ساتھ ترجمہ کرنا خاصا مشکل کام ہے ——— تاہم اس تصنیف کو کافی نقصان پہنچ جانے کے باوجود یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس کا اسلوب اس کمال اور رفعت کو پہنچا ہوا ہے اور اس میں شوکتِ الفاظ اس درجے کہ اسے پڑھتے یا سنتے ہوئے آج کے زمانے کے لحاظ سے تحریر کی جو عمومیت اور خامیاں کھٹکتی ہیں اس پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ بعض ماہرین کے نزدیک نہ صرف نفرتی کی تخلیق بلکہ اپُوور کی اس تصنیف کی زبان اور ڈھانچہ تصنع آمیز ہے ——— اپُوور کے ہاں سر حرفیت (ALLITERATION) پائی جاتی ہے۔ اور ہر مصرعے کے بعد خاصی باقاعدگی سے موزونیت (RHYTHM) بھی ملتی ہے۔ متعدد مقامات پر ہم آہنگی اور کسی قدر مماثلت بھی ہے۔ اس طویل ادب پارے کی ایک خصوصیت اور خامی یہ ہے کہ اس میں تکرار یا اعادہ (REPITITION) خاصا ہے اسے پڑھتے ہوئے گویہ احساس ابھرتا رہتا ہے کہ اپُوور کی نظر ہر چیز کے کمزور یا تاریک پہلو پر رہتی تھی لیکن اس نے مستقبل کے بارے میں مایوسی کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ اس سلسلے میں اس کے ہاں رجائی اور حوصلہ افزا انداز ملتا ہے۔ ———

اس ادب پارے کے موضوعات آج شاید بعض پڑھنے والوں کو کوئی بہت اعلیٰ و ارفع مقام کے حامل نظر نہ آئیں، اور اس کا تخلیقی تحرک بھی شاید معمولی اور پیش پا افتادہ محسوس ہو۔ بظاہر اس پیش پا افتادہ تخلیقی تحرک کی تلافی اپُوور کے لئے ایک صورت میں ممکن بھی تھی کہ وہ اپنے موضوعات اس طرح پیش کرنے سے گریز کرتا جس صورت میں یہ آج ہمارے سامنے ہیں بلکہ اس سے ہٹ کر ایسی راہ اختیار کرتا جو آج کے قاری کے خیال میں مؤثر ہوتی ——— بہرحال آج کے نقطۂ نظر سے اپُوور کے موضوعات خواہ اعلیٰ و ارفع نہ ہوں، تخلیقی تحرک معمولی اور گھسا پٹا ہو، ہمیں دیکھنا دراصل یہ چاہیئے کہ اپُوور نے یہ ادب پارہ تخلیق کب اور کتنا عرصہ پہلے کیا تھا؟ اس ادبی تخلیق کا تجزیہ کرتے اور اسے نقد و نظر کی سان پر چڑھاتے وقت اگر ہم یہ حقیقت سامنے رکھے رہیں کہ اسے تخلیق ہوئے کم از کم چار ہزار برس ہو چکے ہیں، یہ اپنی نوعیت کا اولین ادب پارہ بھی ہے اور اسی قسم کی چند اولین تخلیقات میں سے بھی ہے اور یہ کہ اپُوور کے ہزاروں برس بعد آج تک دنیا بھر میں اسی قسم کے تخلیق ہونے والے ان گنت ادب پاروں کے مقررہ معیار کی روشنی میں اسے پرکھنے کی غلطی نہ کی جائے تو پھر اس پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے اپُوور کو شاید کچھ مراعات دینے پر نقاد آمادہ ہو جائیں۔ اور اس کی کاوش کا قرار واقعی ادبی مقام متعین کیا جا سکے۔

پیشین گوئی ——— مسیحا کی آمد کا تصور

کہا جا سکتا ہے کہ اپُوور اپنے دور میں اخلاقیات کا پیغامبر تھا۔ اس کی اس تخلیق کا ماحول ڈرامائی سا ہے۔ اس نے جذبات سے بھرپور انداز میں اپنے ناسازگار اور اخلاقیات سے عاری دور اور معاشرے کو مطعون کیا ہے، تاہم خاص بات یہ ہے کہ ایسا کرتے وقت اس نے تعمیری انداز میں معاشرے اور ملکی حالات کے سدھر جانے اور بہتر زمانہ پلٹ آنے کی توقع بھی ظاہر کی ہے اور وہ یوں کہ اس نے پیشین گوئی کرتے ہوئے مسیحا یا نجات دہندہ کے آنے کی نوید دی ہے ——— گو اپُوور اپنی اس تخلیق میں ملک کے حد درجہ

تکلیف دہ حالات اور مصائب سے بہت مایوس بھی نظر آتا ہے مگر اتنا نہیں جتنا خودکشی کے عنوان والی ادبی تخلیق کا مرکزی کردار یا پھر اپنی تصنیف میں مصر کا ایک قدیم اور اپوور کا تقریباً ہم عصر دانشور اور ادیب خاخیپ ارراسونب۔ اپوور کو یہ پوری پوری امید تھی اور یقین تھا کہ وہ وقت آئے گا جب اس ملک (مصر) کے حالات ٹھیک ہو جائیں گے معاشرہ پھر سے سنور جائے گا اور ملک پر ایک انصاف پرور بادشاہ حکمران ہوگا۔ پیپرس کی ناقص عبارت کی وجہ سے یقین سے کہنا تو مشکل ہے مگر بظاہر ایسا لگتا ہے کہ اپوور کے خیال میں یہ حکمران ایسا ہوگا جو مصر پر اتنی ہی زیادہ سے حکومت کرے گا جیسے کہ اولین زمانوں میں شو سوج دیوتا (را) نے حکومت کی تھی اور یہ کہ اس حکمران مسیحا یا نجات دہندہ کی آمد میں بہت زیادہ دن نہیں ہیں۔ (قنوطی ادب خصوصاً اپوور کی تخلیق میں "مسیحا" کے آنے کے تصور کے سلسلے میں زیر نظر باب کے ابتدائیے میں بھی تفصیل سے اظہار خیال کر چکا ہوں)

دراصل عالمی ادب میں ہی ایک اہم تصور ملتا ہے اور وہ ہے کسی قوم ملک کو ناگفتہ بہ اور زوال و بدحالی سے چھٹکارا دلانے والے مسیحا یا نجات دہندہ کی آمد کا تصور ــــــ بہت سارے محققین اس بات کے قائل ہیں کہ اپوور نے اپنے اس ادب پارے میں ایک مسیحا یا نجات دہندہ کی آمد کی پیشین گوئی کی ہے۔ اب اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ اپوور نے اس تصنیف میں مسیحا یا نجات دہندہ کے آنے کی واقعی بشارت دی ہے تو پھر اپوور اور اس کی تخلیق کی اہمیت اس وجہ سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ میرے مطالعے کی حد تک اپوور تا حال دنیا کا وہ سب سے پہلا معلوم ادیب و مصنف ہے جس نے "مسیحا" کے آنے کا تصور عالمی ادب میں سب سے پہلے دیا، اور جس نے پیشین گوئی کی صورت میں اپنی یہ تخلیق ہم تک پہنچا کر یہ ثابت کیا کہ اس قسم کی تخلیقات تصانیف اسرائیلیوں کی تحریروں سے بھی کم از کم ڈیڑھ ہزار برس پہلے مصری ادب کا حصہ تھیں اور قدیم مصر میں باقاعدہ پیش گوئیاں کرنے اور انہیں ضبط تحریر میں لانے کا رواج تھا ــــــ اپوور اور اس کے تقریباً ہم عصر ایک مصری دانشور نفرتی

کی بدولت ہی ہم یہ جان پائے ہیں کہ قدیم مصر میں پیشین گوئی کو (بعد کے سامیوں کی طرح) ادب کی ایک باقاعدہ صنف کا درجہ بھی حاصل رہا ہے، خواہ مصریوں کی اس صنف کو خصوصاً "نفرتی (نفر رُوحو) کی پیشین گوئیاں" پر مشتمل تخلیق کو پروپیگنڈہ ہی کیوں نہ قرار دیا جائے ـــ

یہ تو خیر ثابت ہے کہ بارھویں خاندان (۱۹۹۱ / ۱۷۸۶ ق م) سے پہلے بھی "قدیم بادشاہت" (۲۶۸۶ / ۲۱۸۱ ق م) کے دوران اگر نہیں تو "پہلے دورِ زوال" (۲۱۸۱ / ۲۰۴۰ ق م) میں پیشین گوئیاں مصری ادب کا باقاعدہ جزو بن گئی تھیں اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن مصر کے کھنڈروں سے پیش گوئیوں پر مشتمل ایسی ادبی تخلیقات مل جائیں گی جو اِپُوور اور نفرتی سے بھی پہلے لکھی گئی ہوں گی۔ یہ حقیقت ہے کہ "قدیم بادشاہت" اور "پہلے دورِ زوال" یعنی آج سے ساڑھے چار اور سوا چار ہزار برس پیشتر مصر میں بہت اعلیٰ پائے کا ادب تخلیق ہوا تھا۔ چنانچہ اس حقیقت کے پیشِ نظر بجا طور پر توقع کی جا سکتی ہے کہ "پہلے دورِ زوال" کے دوران پیشین گوئیوں پر مبنی تخلیقات کا ادبی معیار نفرتی (نفر رُوحو) تو کیا خود اِپُوور کے اس نوحے سے بھی زیادہ ارفع رہا ہوگا اور یہ جب مل جائیں گی تو مجھے یقین ہے کہ اسی موضوع پر مبنی عظیم اور اعلیٰ معیار کی اسرائیلی تخلیقات کے ہم پلّہ ثابت ہوں گی۔

بائبل (عہد نامہ قدیم) میں بنی اسرائیل کے کئی زعماء کی پیشین گوئیوں پر مبنی تخلیقات شامل ہیں۔ ان اسرائیلی زعماء سے قبل مصر میں بھی ایسی شخصیتیں آتی رہی ہیں جن کی پیشین گوئیاں زبان زدِ عام بھی ہوئیں اور انہیں ضبطِ تحریر میں بھی لایا جاتا رہا؛ یوں جب بار بار ان مصری تخلیقات کی نقل و کتابت ہوئی تو قدرتاً ان کی اصل ہیئت میں تغیر و تبدل بھی ہوا۔ اور بالآخر ان پیشین گوئیوں کی حیثیت کلاسیکی ادب کی ہو گئی، تعلیمی اداروں میں پڑھائی جاتیں، تنقیدیں ان پر ہوتیں اور شرحیں ان کی لکھی جاتیں۔ امتدادِ زمانہ کے سبب دلچسپ اور اہم تحریری ورثہ برائے نام ہی بچ رہا ہے جو اِپُوور اور نفرتی (نفر رُوحو) کی پیشین گوئی پر مبنی ادبی تخلیقات کی موجودہ صورت میں آج ہمارے سامنے ہے ـــــ عہد نامہ

قدیم میں شامل پیشین گوئیوں پر مبنی اسرائیلی تخلیقات کا اگر اپُوور کی تصنیف سے موازنہ کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ موخر الذکر تخلیق اول الذکر تخلیقات سے اعلیٰ تر نظر آئے لیکن اس سے عجلت میں ہمیں یہ نتیجہ نہیں نکال لینا چاہیئے کہ مصریوں کا اس قسم کا ادب جذبات و ادا کی اور خوبی و تاثر آفرینی کے اعتبار سے ہمیشہ ہی عہد نامہ قدیم کی تحریروں سے کم تر ہوتا تھا۔ ضروری نہیں ان سب اسرائیلی تخلیقات کے خالق غیر معمولی ذہانت و اہلیت سے متصف رہے ہوں ہر چند ایک اسرائیلی تصنیفات کے خالقوں سے قطع نظر ان کے ہاں کم تر درجے کے خطیبوں اور مصنفوں کی کمی تو نہیں رہی پھر یہ موازنہ کرتے ہوئے بعد زمانی ضرور ذہن میں رکھنا چاہیئے۔ بائبل (عہد نامہ قدیم) میں شامل ایسی تحریریں جن کا لب و لہجہ اور انداز مصری دانشوروں اپُوور اور نفرتی کا سا ہے، ان دونوں مصری تخلیقات سے کوئی ڈیڑھ ہزار برس بعد تخلیق ہوئی تھیں۔ چنانچہ ان مصری اور اسرائیلی تصانیف کا معیار پرکھنے کے سلسلے میں ڈیڑھ ہزار برس کی مدت کی تقدیم یا تاخیر کچھ کم تو نہیں ہے۔ اس صورت میں اگر اپُوور کی تخلیق کا معیار بیشتر اسرائیلی تخلیقات سے کم تر ہے اور کچھ کے ہم پلہ یا ان سے برتر بھی ہے تو کیا یہ کم بات ہے ______ ٹی۔ ای۔ پیٹ (T.E.PEET) کے نزدیک اپُوور کے اس ادب پارے کی انتہائی حیران کن بات یہ ہے کہ اس کی عہد نامہ قدیم میں شامل ان کتابوں کے کچھ حصوں سے گہری مشابہت ہے جن میں پیشین گوئیاں کی گئی ہیں تاہم یہ بات بہت زیادہ اصرار کے ساتھ نہیں کی جا سکتی کہ یہ مشابہت خالصتاً خارجی ہے (اے کمپیریٹو اسٹڈی آف دی لٹریچرز آف ایجپٹ پیلسٹائن اینڈ میسوپوٹامیہ صفحہ نمبر ۱۵۔ انگریزی میں اس کتاب کا نام کتابیات میں دیکھئے) ____ مصری دانشور اپُوور، اسرائیلی رہنما کی مانند خدا کے غیض و غضب کی پیشین گوئی نہیں کرتا بلکہ اس نے تو فصاحت و بلاغت پر مبنی طرز اظہار اپناتے ہوئے پیش آنے والے حالات بتا دیئے ہیں اور بہتر مستقبل کی امید دلائی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اپُوور ربط و استدلال کے تمام اصولوں سے بخوبی آگاہ تھا اور اپنی اس

خطیبانہ تخلیق میں اس نے ربط و استدلال سے پوری طرح کام لیا ہوگا لیکن جس پیپرس پر اس کا یہ نوحہ (شہر آشوب) لکھا ہوا ہے وہ اپُوور اور اس کے اوّلین نوشتے سے سات سو سے لے کر نو سو برس بعد تک کا ہے۔ موجودہ پیپرس اس نوحے کے کسی قدیم تر نسخے سے نقل کیا گیا تھا گویا ان سات یا نو سو برسوں کے دوران یہ برابر نقل ہوتا چلا آیا۔ ایسے میں کچھ نہ کچھ تغیر و تبدل لازمی تھا چنانچہ اسی رد و بدل اور بار بار نقل ہونے کی وجہ سے ہی اپُوور کی اس تخلیق میں ربط، استدلال اور زبان کے علاوہ بعض دوسرے فنی نقائص بھی نظر آتے ہیں۔

فرضی یا تحقیقی

ماہرین نے اس بات پر خاصی بحث کی ہے کہ اپُوور نے اپنی اس تصنیف میں جو واقعات بیان کئے ہیں جس صورت حال کا نقشہ کھینچا ہے وہ فرضی ہے یا تحقیقی۔ بیشتر ماہرین نے اس یقین کا اظہار کیا ہے کہ یہ ادبی تخلیق سچے واقعات اور تحقیقی صورت حال پر مبنی ہے جبکہ بعض محققین کے خیال میں اپُوور کی اس تخلیق سمیت نفرتی (نفر رحو) وغیرہ کی اسی نوع کی تمام تخلیقات فرضی ہیں اور ان میں مسیحا (نجات دہندہ) کے آنے کا جو تصور دیا گیا ہے اس کی نوعیت بھی محض اساطیری اور فرضی ہے ——— مس لخت ہائم کے نزدیک (اینشینٹ ایجپشن لٹریچر جلد اوّل صفحہ نمبر ۱۵۰) اپُوور کی یہ تخلیق محض خیال آرائی پر مبنی ہے خالصتاً ادبی تخیل کی پیداوار ہے اس میں جن واقعات اور صورت حال کا ذکر ہے وہ فرضی ہے اور مصنف نے خود یہ واقعات نہیں دیکھے تھے اور یہ بھی کہ اپُوور کی اس تصنیف پر بہت پہلے گذرے ہوئے مصری تاریخ کے پہلے دور انتشار (۲۱۸۱ / ۲۰۴۰ ق م) کا نہ کوئی اثر ہے اور نہ ہی اس میں کسی دوسری تاریخی یا تحقیقی صورت حال سے اخذ کر کے کچھ لکھا گیا ہے۔ مس لخت ہائم کے مطابق یہ امن و امان نظم و ضبط کی زبوں حالی اور طوائف الملوکی کے موضوع پر اس سلسلے کی آخری مگر سب سے طویل اور انتہائی مبالغہ آمیز تصنیف ہے چنانچہ یہ اس موضوع پر مصریوں کی سب سے کمزور تصنیف ہے۔ مس لخت ہائم نے اپنے اس خیال کو تقویت پہنچانے کے لئے میں اپنی مذکورہ کتاب (جلد اول صفحہ نمبر ۱۴۹، ۱۵۰) میں بڑی تفصیل سے الیس۔ لوریا

(S. Louria) کے ایک مضمون کا حوالہ بھی دیا ہے جو انہوں نے مس لختہائم کی تصنیف کی اشاعت سے کوئی چوالیس برس پیشتر ۱۹۲۹ء میں لکھا تھا۔ لوریا نے اپنے اس مضمون میں اس صنفِ ادب یعنی شہر آشوب (قنوطی ادب، دردآشوب) کی غیر تاریخی یا غیر حقیقی (فرضی) نوعیت پر کھل کر اظہار کیا اور مس لختہائم کے مطابق محققین نے اس مضمون کی طرف قرارِ واقعی توجہ نہیں دی۔

لختہائم کے اختلاف کے سلسلے میں — کہ اپوور کی بیان کردہ صورتِ حال فرضی اور محض خیال آرائی ہے — یہ کہنا چاہوں گا کہ اپوور اگر گیارھویں خاندان (۲۱۳۳/۱۹۹۱ ق م) کے کسی فرعون کے زمانے میں نہیں تو بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کے پہلے فرعون آمن ام حت اول (۱۹۹۱/۱۹۶۲ ق م) کے ہی دور میں گذرا ہو اور اس کی عمر اس ادب پارے کی تخلیق کے وقت کم از کم پچاس پچپن برس کی بھی رہی ہو، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اپوور پہلے دورِ زوال (۲۱۸۰/۲۰۴۰ ق م) کے اختتام یعنی ۲۰۴۰ ق م کے لگ بھگ پیدا ہوا تھا۔ اس طرح گویا ہوش سنبھالنے پر اس نے اپنے نوحے میں مذکورہ واقعات کے بارے میں سنا ضرور تھا، یہی نہیں بلکہ ان کے بچے کھچے اثرات اپنی آنکھوں سے بھی دیکھے۔ لیکن چلیے ہم یہ فرض کیے لیتے ہیں کہ اپوور پہلے دورِ زوال کے اختتام پر (۲۰۴۰ ق م) پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کے پچاس برس بعد بارھویں خاندان کے آغاز میں پیدا ہوا تھا، تب بھی یہ سو فیصد ممکن ہے کہ اس نے اس دور کی انتہائی سیاسی بدحالی اور تشدد آمیز سماجی طبقاتی انقلاب کے رہے سہے المناک اور تباہ کن اثرات خود نہ بھی دیکھے ہوں تو سنے ضرور تھے۔ قاعدے کی بات ہے کہ غیر معمولی واقعات اور خوفناک صورتِ حال کے اثرات بھی خاصے دیرپا ہوتے ہیں اور بزرگ تو یہ واقعات نسل در نسل سناتے چلے جاتے ہیں۔ بہر صورت مجھے پختہ یقین ہے کہ اگر اپوور پہلے دورِ انتشار کی خوفناک صورتِ حال کا عینی شاہد نہیں بھی تھا تب بھی اس نے طوائف الملوکی کے آخری عہد یا کم از کم بچی کھچی صورتِ حال کو دیکھا ضرور تھا اور اپنے بزرگوں سے بھی یہ واقعات سنے تھے اور اپنے بچپن میں یہ باتیں سنانے والے بہت سے معمر لوگ بھی ہوں گے۔ ایسے معمر لوگ جو پہلے دورِ انتشار کے خونچکاں واقعات خود دیکھ چکے تھے۔ اپوور اگر آمن ام حت اول (۱۹۹۱/۱۹۶۲

ق م) کے زمانے یعنی ساٹھ برس کا ہو تو اس سے چالیس، پینتالیس برس قبل وہ پندرہ بیس برس قبل عمر میں فراعنہ کے گیارھویں خاندان (۲۱۳۳/۱۹۹۱ ق م) کے فراعنہ کا تم عصر تھا جب کہ "دورِ زوال" کے اثرات کسی حد تک باقی ضرور تھے۔ پندرہ بیس برس کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ انسان کو تمام مشاہدات یاد رہتے ہیں۔ اس صورت میں معلوم مس لخنت ہائیم کو یہ گمان کیسے ہوا کہ اِپُوور پہلے دورِ زوال کے برے بھلے اثرات و نتائج کا عینی شاہد نہیں تھا اور نہ ہی اس نے اس پُرآشوب دور کے واقعات سنے تھے، کم از کم میں تو مس لخنتِ ہائیم اور لوریا کے نظریے سے اتفاق کر نہیں سکتا ——— پھر مس لخنت ہائیم نے اِپُوور کی اس تصنیف کو اسی ادبی صنف کی دوسری تخلیقات میں سب سے کم کامیاب اور حد درجہ مبالغہ آمیز بھی قرار دیا ہے۔ لیکن میرے خیال میں "کچھ مبالغہ" تو شاید کہا جا سکے "حد درجہ مبالغہ" کہنا کسی طرح بھی موزوں نہیں ہو سکتا۔ جب کسی ملک کا مرکز خصوصاً مطلق العنان شہنشاہیت ٹوٹ کر بکھر کر بالکل غیر موثر ہو جائے، جس کا جہاں داؤ چلے اپنی ریاست قائم کرنے لگے ملک کے کسی حصے پر غیر ملکی چڑھ دوڑیں، عام غریب لوگ صدیوں کی اپنی بے کسی، مظلومیت، استحصال و جبر کا بدلہ چکانے کے لئے امرا، حکمران طبقے اور سرکاری حکام کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں، انہیں تہ تیغ کر دیں، ان کی دولت لوٹ لیں، ان کے گھر بار پر قبضہ کر لیں، یہاں تک کہ فراعنہ کے مدفن و مقبروں میں بے پناہ مال و زر دفن ہے تو پھر کیا نتائج نکلنے چاہئیں؟ کیا وہی نہیں جو اِپُوور نے صاف گوئی کے ساتھ تلخ و تند لہجے میں بیان کر دیئے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر اس میں مس لخنت ہائیم کو انتہائی مبالغہ آرائی کی بات کون سی نظر آتی ہے؟ اس ادب پارے میں جس اندوہناک اور معاشرتی انقلابی صورت حال کا ذکر ہے وہ فرضی تو ہرگز نہیں ہو سکتی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اِپُوور ان واقعات کے بعد پیدا ہوا، اس نے یہ واقعات بزرگوں سے سُنے اور صحیح سُنے، نہ صرف یہ بلکہ اس کی کم از کم ابتدائی زندگی میں ان کا اثر مصر میں نظر آ رہا تھا۔ چنانچہ اس نے گذرے ہوئے حالات صحیح صحیح بیان کر دیئے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے شاعری کو اظہار کا وسیلہ بنائے ہوئے ذرا سے شاعرانہ مبالغے سے کام لے لیا ہو وہ بھی یقینی نہیں شاید والی بات ہے۔

بہی مس لخت ہاٹم کی یہ تنقید کہ اسی نوع کے دوسرے اہم عصر معصری ادب پاروں میں یہ سب سے کم معیاری ہے لیکن اس معاملے میں بھی میرا خیال اُن سے مختلف ہے۔ چونکہ میں اسے انتہائی مبالغہ آمیز، فرضی اور محض خیالی آرائی پر مبنی ادب پارہ تصور نہیں کرتا اس لئے کہہ سکتا ہوں کہ میرے نزدیک تو یہ سب سے زیادہ معیاری ہے یا پھر میں کم از کم یہ کہوں کہ اگر سب سے زیادہ معیاری نہیں تو اپنی ہم عصر اسی موضوع پر مبنی دوسری تخلیقات یعنی "خودکشی" ——— "خاخپ اور اسونب کی فریاد" اور "نفرتی (نفر روحو) کی پیشین گوئیاں" سے کسی طرح بھی کم معیاری نہیں ہے۔ یہ تینوں ادب پارے میں اسی باب میں شامل کر رہا ہوں ان سب کو پڑھ کر موازنہ کیا جا سکتا ہے ——— لخت ہاٹم کے مطابق "دُوریا" نے دوسری اقوام کے ہاں بھی ایسی تخلیقات مثالیں پیش کیں جو اپُوور کی تصنیف سے بہت ہی مشابہ و مماثل ہیں۔ دُوریا، نے یہ بتایا کہ اپُوور کی اس تخلیق سمیت دوسرے ممالک کی یہ سب تحریریں فرضی ہیں اور ان میں مسیحا (نجات دہندہ) کی آمد کا ذکر دراصل اساطیری نوعیت کا ہے۔
علاوہ ازیں دُوریا، نے "ایسے فرسودہ اور پامال فقروں" کی نشان دہی بھی کی جن کے ذریعے "معاشرتی انتشار" یا "شہر آشوب" کو مختلف تہذیبوں میں موضوع بنایا گیا۔ دُوریا نے ایک گیت کے کچھ ایسے اشعار بھی پیش کئے جنہیں پڑھ کر یوں لگتا ہے جیسے اپُوور کے نوحے سے لئے گئے ہوں، گویا بجنسہٖ مشابہت ہے۔ دُوریا نے یہ نکتہ بھی اٹھایا کہ اپُوور نے اپنی اس تصنیف میں طوائف الملوکی، انتشار، معاشرتی انقلاب کی جو زبوں حالی بیان کی ہے اسمیں قطعی تضاد ہے۔ چنانچہ اپُوور کا بیان تاریخی لحاظ سے صحیح نہیں ہے اور وہ یوں کہ ایک طرف تو اپُوور یہ کہتا ہے کہ ملک مکمل طور پر افلاس و احتیاج کی گرفت میں ہے اور دوسری طرف غریبوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ دولت مند ہو گئے ہیں، عمدہ اور نفیس کپڑے پہن رہے ہیں اور عام طور پر ہر اس چیز کے مالک بن بیٹھے ہیں جو ان کے آقاؤں کی تھی ——— مس لخت ہاٹم اور ایس۔ دُوریا کے مندرجہ بالا نظریات و اعتراضات کتنے ہی وقیع کیوں نہ ہوں، کم از کم میرے لیے تو انہیں من و عن قبول کرنا ممکن نہیں ہے۔ ان دونوں محققین کے برعکس مجھے تو اپُوور کے اس ادب پارے میں جو گہرا مشاہدہ، تجربہ اور ذاتی

واردات نظر آتی ہے کیا وہ کوئی ادیب ایسے انداز میں پیش کر سکتا ہے کہ اس کی وہ تخلیق آج بھی ہمیں متاثر کر جائے؟ اور پھر اس میں فرضی ہونے کی بات بھی کون سی ہے۔ جب کہ یہ حقیقت ہے کہ مصر اپنے پہلے دورِ زوال کے دوران اس قسم کے واقعات سے لازماً گذرا تھا۔ پھر اس ادب پارے کے مندرجات کو فرضی اور متضاد قرار دینے کے سلسلے میں مس لخت ہائیم اور لوئیا کی یہ دلیل اور اعتراض بھی میرے جی کو تو لگتا نہیں کہ ایک طرف تو اپوور اپنی اس تخلیق میں ملک میں مکمل افلاس اور بھوک کا ذکر کرتا ہے اور دوسری طرف یہ بھی کہ غریب اور غلام امیر ہو گئے۔ میرے نزدیک تو اس میں تضاد کی کوئی بات نہیں ہے۔ شاعری اور تاریخ نویسی میں کسی نہ کسی حد تک غلو تو ہوتا ہی رہا ہے۔ ایسا بھی ہوا ہی کرتا ہے کہ جب طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو، حکومت برائے نام رہ کر بالکل ہی کمزور پڑ جائے اور جب ایک طبقہ لٹ پٹ کر بھوکوں مرنے لگے تو اس طبقے کا ترجمان ادیب بھوک، افلاس اور ساتھ ہی غریبوں اور غلاموں کے امیر بن جانے کا رونا تو روئے گا ہی، اسے ہر طرف بھوک اور شدائد ہی تو نظر آئیں گے۔

—— مجھے معلوم نہیں کہ لوئیا نے اپوور کی تصنیف کے موضوع نے بہت ہی مشابہ "مثالیں" دوسرے کن ملکوں یا قوموں کی دی ہیں اور کس دور کی ہیں، کیونکہ مس لخت ہائیم نے ان کا ذکر اپنی کتاب میں نہیں کیا ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے اپوور کی اس تصنیف کی تخلیقی قدامت کے اعتبار سے اس نوع کی جو دوسری ہم عصر تخلیقات پیش کی جا سکتی ہیں وہ عراق کے سومیریوں کے "اُر شہر کی تباہی" اور "سومیر اور اُر کی تباہی" کے نوحے ہیں جنہیں مکمل طور پر راقم کی کتاب "دنیا کا قدیم ترین ادب" میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ان کے علاوہ اپوور کی تصنیف کی ہم عصر اسی نوع کی تحریریں میرے علم کے مطابق دنیا میں فی الحال اور کہیں نہیں ملی ہیں۔ اب اگر ہم اس نوع کی سب تحریروں کو فرضی قرار دے دیں یا یہ کہہ دیں کہ سب ایک دوسرے پر اثر انداز ہوئی تھیں تو میرے نزدیک یہ دونوں باتیں سومیری شہروں کی تباہی کے نوحوں کے خالقوں اور ادھر مصر میں اپوور پر تو صادق نہیں آ سکتیں۔ یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ اپوور کی تصنیف بعد کے زمانوں میں اسی قسم کی دوسری تحریروں پر اثر انداز ہوتی تھی، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اپوور نے کسی بیرونی تحریر سے اثر لیا تھا —— رہی فرسودہ د

پامال یا یک رنگی و یکسانیت لئے ہوئے فقروں کی بات، سو یہ اعتراض بھی اسی نوع کی بعد میں ہونے والی تخلیقات کے بارے میں تو کیا جا سکتا ہے اپُوور کی تخلیق کے لئے نہیں کیونکہ ہم عصر سومیری نوحوں (شہر آشوب) کو چھوڑ کر اپُوور کی تصنیف اسی قسم کے باقی تمام تر عالمی ادب سے زیادہ پرانی ہے۔ اپُوور کی اس تخلیق کے طرزِ اظہار کے سلسلے میں یک رنگی یا یکسانیت کی بات البتہ کی جا سکتی ہے کہ وہ اس میں موجود ہے۔

لُویا اور مس لخت ہائیم کے برعکس سر ایلین گارڈنر کہتے ہیں (ایجپیٹ آف دی فراوز صفحہ نمبر ۱۰۹) کہ اپُوور نے اس تصنیف میں مصر کی طوائف الملوکی اور اندوہناک حالات کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ محض تخیلی اور فرضی ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا اور یہ بھی کہ اپُوور کی بیان کردہ صورتحال صرف اور صرف قدیم بادشاہت ($\frac{۲۶۸۶}{۲۱۸۱}$ ق-م) کے حالات اور زمانے پر ہی منطبق ہو سکتی ہے۔ مس لخت ہائیم کی ہی کتاب کے حوالے سے گارڈنر کے الفاظ (ADMONITIONS....P.III) میں[1] اپُوور کی یاسیت دراصل قومی آفات کا براہِ راست اور قدرتی نتیجہ ہے ــــــ گارڈنر نے یہ بھی کہا کہ تاریخی قصے کہانیاں مصرِ قدیم میں ہمیشہ مقبول رہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ اپُوور کی یہ نہاتشیں بارھویں خاندان ($\frac{۱۹۹۱}{۱۷۸۶}$ ق-م) کے زمانے میں نہ لکھی جا سکتیں خواہ ان میں (مصری تاریخ کے پہلے دورِ زوال کے دوران) دسویں خاندان ($\frac{۲۱۳۰}{۲۰۴۰}$ ق-م) کے دورِ حکومت کی صورتحال پیش کی گئی ہو ــــــ اس سلسلے میں مس لختِ ہائیم کا خیال گارڈنر کے برعکس ہے (جلد اوّل صفحہ نمبر ۱۴۹) ان کا کہنا ہے کہ اگر یہ تخلیق حقیقی آفات کا نتیجہ تھی تو پھر یہ تاریخی قصہ نہیں ہو سکتی۔ میرا خیال ہے کہ مس لختِ ہائیم اس معاملے میں ٹھیک کہتی ہیں حقیقت نگاری یا یوں کہئے کہ حقیقی واقعات پر مبنی ادبی تخلیق اور فرضی واقعات پر مبنی تخلیق دو مختلف چیزیں ہیں اور

---

[1]۔ مجھے گارڈنر کی یہ قابلِ قدر تصنیف "ADMONITIONS OF AN EGYPTIAN SAGE" نہیں مل سکی چنانچہ میں اس کا مطالعہ کر کے استفادہ کرنے کے فخر سے محروم رہا۔ یہ کتاب ۱۹ ء میں لندن سے شائع ہوئی تھی۔ بہرحال میں یہاں گارڈنر کی اس تصنیف کے حوالے دوسرے محققین کی تصانیف سے دے رہا ہوں۔

میں سمجھتا ہوں کہ جب گارڈنر اس ادبی تخلیق کو سچی صورت حال کا عکاس مانتے ہیں تو پھر اسے "تاریخی قصہ" غالباً نہیں کہنا چاہیئے ——— بار برا مرٹز (ٹمپلز، ٹومبز اینڈ ہیروگلفس صفحہ ۱۱۵) کے نزدیک یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ اپُوور اور نفرتی (نفرروحو) نے اپنی تصانیف میں جو حالات بیان کئے ہیں انہی (حالات) کے پیدا کردہ دباؤ اور کرب عالم میں یہ نوشتے تخلیق کئے گئے تھے تاہم انتشار اور بدحالی کی جو کیفیت اپُوور نے بیان کی ہے وہ مصر پر نازل ضرور ہوئی تھی۔ گویا بار برا یہ تو تسلیم نہیں کرتیں کہ اپُوور اور نفرتی (نفرروحو) نے المناک اور کربناک دور اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا تاہم مس لخت ہائیم کے برعکس انہیں یہ ماننے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ زوال و انتشار اور سماجی انقلاب کا واقعہ مصریوں نے چکھا ضرور تھا۔

بہرحال بیشتر محققین ایسے ہیں جو اس تخلیق کو فرضی یعنی فرضی واقعات پر نہیں بلکہ حقیقی واقعات پر مبنی مانتے ہیں۔ سر ایلین گارڈنر نے اپُوور کی اس تخلیق کو مصری ادب کا ایک انتہائی انوکھا اور اہم ادب پارہ قرار دیتے ہوئے کہا ہے (EGYPT OF THE PHARAOHS P. 109-110)

کہ اس میں (فرضی نہیں بلکہ) ایک حقیقی انقلاب کی تصویر کشی کی گئی ہے اور یہ مصر کی جس صورتحال کا عکاس ہے اسے کسی افسانہ طراز کی خیال آرائی ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اپُوور کے ادب پارے کا اطلاق "قدیم بادشاہت" کے بعد کے عہد یعنی پہلے دورِ زوال کے علاوہ مصری تاریخ کے کسی بھی دور پر نہیں کیا جاسکتا۔ بہرحال سر گارڈنر نے اس بات کو غیر متنازعہ قرار دے کر اس ادب پارے کو حقیقت نگاری یا سچی صورت حال کا آئینہ دار کہا ہے کہ اس میں مصر کے پہلے دورِ زوال کی صورت حال پیش کی گئی ہے۔

ایپوور کا نوحہ

شہر آشوب

تخلیق قدامت۔۔۔۴۰۰۰ برس

تحریری قدامت۔۔۳۲۰۰ برس

۔۔۔۔۔۔ دروازے کا نگہبان کہتا ہے "آؤ چل کر لوٹ لیں"۔ نابنائی[1] ۔۔۔۔۔۔ دھوبی اپنا وزن لے جانے سے انکار کرتا ہے ۔۔۔۔۔ پرندوں کے (شکاری) لڑنے کے لئے صف آرا ہو گئے ہیں ۔۔۔۔۔ ڈیلٹائی دلدلوں[2] کے باشندے ڈھالیں لے کر چلتے ہیں[3] ۔۔۔۔۔ شراب کشید کرنے والے اداس ۔۔۔۔۔ آدمی اپنے بیٹے کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ لڑائی[4] ۔۔۔۔۔ دوسرے

۱۔ نابنائی کے لئے اصل مصری نوشتے میں جمع کا صیغہ آیا ہے۔ ۲۔ ڈیلٹائی دلدلیں: ڈیلٹا کے دلدلوں سے مراد شمالی مصر میں دریائے نیل کے ڈیلٹائی علاقے سے مراد ہے۔ ۳۔ یعنی جو لوگ پہلے پُرامن تھے اب وہ تشدد پر اُتر آئے ہیں۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ مار دھاڑ اتنی ہو رہی ہے کہ لوگ حفاظت کی خاطر ڈھالیں ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ ۴۔ لڑائی: فاکنر نے امکانی ترجمہ ہنگامہ کیا ہے۔

آتے ہیں اور فتح کر لیتے ہیں منصف ..... حور کے زمانے میں[۵] لپسد حبت کے[۶] زمانے میں جو کچھ تمہارے لئے مقرر کیا گیا تھا ..... [۷] نیک چلن آدمی ملک کی صورتحال پر سوگ مناتا چلتا ہے ... چلتا ہے۔
صحرائی[۸] قبائل ہر جگہ مصری[۹] بن گئے ہیں۔

پہلی نظم

دیکھو[۱] ..... چہرہ زرد ہے،

---

[۵] حور کے زمانے میں :۔ آسر (اوزیرس) دیوتا اور ائست (آئسس) دیوی کے بیٹے حور دیوتا کے عہد حکومت میں مصری عقیدے کے مطابق انسانوں سے پہلے زمین پر دیوتاؤں کی حکومت تھی [۶] لپسد حبت :۔ تو دیوی یا دیوتاؤں پر مشتمل عظیم مجلس۔ باب حمد کے ابتدائیے میں لپسد حبت کے بارے میں تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔ [۷] اس پیراگراف اور آگے بھی جہاں جہاں نقطے دیئے گئے ہیں وہاں سے پیپرس پر عبارت ضائع ہو چکی ہے۔ [۸] صحرائی قبائل :۔ غیر ملکی بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۹] مصری :۔ اصل مصری زبان میں یہاں جو لفظ آیا ہے اس کے لفظی معنی "لوگ" (یعنی اصل لوگ، اصل باشندے) کے ہیں۔ اہل مصر خود کو ہمسایہ غیر ملکیوں سے الگ ظاہر کرنے کو اپنے لئے "لوگ" آدمی، انسان (جمع) کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ مصری ان ہمسایہ غیر ملکیوں کو اصل "لوگ" تصور نہیں کرتے تھے اپنے وطن اور اپنے ہم وطنی ہونے کا اس قسم کا تصور دوسری اقوام اور ملکوں کے ہاں بھی تھا۔ مثلاً قدیم یونانی غیر یونانیوں کو بربری (BARBAROI) یعنی پیٹ کا ہلکا (بکی جھکی) کہتے تھے کیونکہ غیر یونانی ایسی زبان نہیں بولتے تھے جو "لوگ" (یونانی) بولتے تھے ______ بہر حال یہاں "مصری بن گئے ہیں" سے مراد یہ ہے کہ اس وقت مصر میں جو غیر ملکی گھس آئے تھے وہ ان ناسازگار حالات میں مصر میں ہم جوئی کرتے تھے اور خود کو یوں ظاہر کرتے تھے جیسے وہ مصری ہی ہوں۔ مصر پر ان کا حق ہو۔ [۱] دیکھو :۔ اس ادب پارے کی اس پہلی نظم میں مصرعے "دیکھو" سے شروع ہوتے ہیں۔ دراصل یہ مصرعے ایسے اصل مصری لفظ سے شروع ہوتے ہیں جسے استعجابیہ بھی سمجھا گیا ہے اور بطور احتجاج استعمال ہونے والا لفظ بھی۔ پہلی نظم کے مصرعے جس قدیم مصری لفظ سے شروع ہوتے ہیں، اس کا ترجمہ محققین نے "دیکھو" "درحقیقت" "آہ" "افسوس" "ہائے" "نہیں" بلکہ وغیرہ بھی کیا ہے۔

اجداد نے جو کچھ کہا تھا رونما ہو گیا ہے[11]۔

....

دیکھو ....

ملک ٹولیوں[12] سے بھر گیا ہے،

اور آدمی ڈھال لے کر ہل چلانے جاتا ہے[13]۔

دیکھو مسکین کہتا ہے ......؛

(سچ) ...... جیسے (بالا ہے) وہ مال و دولت والا[14] ہے۔

دیکھو چہرہ زرد ہے لیکن تیر انداز تیار ہے،

ہر جگہ لوٹ مار مچی ہے[15] اور کل کا کوئی آدمی[16] نہیں ہے۔

دیکھو ہر جگہ لٹیرا ....

خادم کو جو کچھ ملتا ہے ہتھیا لیتا ہے۔

---

[11] جیسا کہ اس ادب پارے کے ابتدائی نثری ٹکڑے میں ایپوور کہہ چکا ہے کہ ملک میں اب جو المناک صورتحال ہے، تو عظیم ویوی دیوتاؤں کی مجلس پیپد جت نے وہ انتہائی قدیم زمانے میں خور دیوتا کی زمین پر بادشاہت کے وقت مصریوں کے لئے مقدر کر دی تھی۔ [12] ٹولیوں:- لوٹ مار کرنے والے گروہوں سے مراد ہے۔ [13] مطلب یہ کہ اس پر آشوب اور بدنظمی اور غارت گری کی وجہ سے کسان بھی خود کو اتنا غیر محفوظ سمجھنے لگے اپنی حفاظت کے لئے ڈھالیں لے کر ہل چلانے جاتے تھے۔ [14] مال و دولت والا، "بڑے گھر میں پیدا ہونے والا آدمی" آدمی بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [15] لوٹ مار، جرائم اور بدکرداری بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ "ہر جگہ لوٹ مار مچی ہے" کا ایک اور ترجمہ "ہر جگہ بدمعاش لوگ پھیلے ہوئے ہیں" بھی کیا گیا ہے۔ [16] "کل کا کوئی آدمی"، یعنی پچھلے وقتوں کے سے بھلے لوگ نہیں رہے۔ جب تمام حالات ٹھیک تھے ایسے لوگ موجود نہیں جو گذشتہ زمانوں میں معزز و محترم تھے۔ اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ایسا کوئی باقی نہیں رہا جو نظم و ضبط برقرار رکھے جو مصریوں کے نزدیک ماضی اچھا تھا اور دیوتاؤں کا عنایت کردہ تھا۔

دیکھو نیل[17] میں سیلاب آیا ہوا ہے پھر بھی اپنے لئے کوئی ہل نہیں[18] چلاتا،

ہر ایک کہتا ہے "ہمیں کیا پتہ سارے ملک میں کیا ہو جائے"[19]

دیکھو عورتیں بانجھ ہو گئی ہیں، کسی کو حمل نہیں ٹھیرتا،

ملک کے حالات کی وجہ سے خنُم اب انسان نہیں[20] بناتا،

دیکھو غریب دولت مند ہو گئے ہیں،

اور جو اپنے لئے جوتے (بھی) نہیں بنوا سکتا تھا اب مال و دولت کا مالک ہے۔

دیکھو لوگوں[21] کے غلاموں[22] کے دل رنجیدہ[23] ہیں،

اور بڑے[24] لوگ اپنے لوگوں (کی خوشیوں) میں شریک نہیں ہوتے[25]۔

دیکھو دل متشدد ہو گئے ہیں، سارے ملک میں وبا[26] پھیل گئی ہے،

ص[17] نیل:۔ دریائے نیل کے لئے اصل عبارت میں لفظ "ہاپی" آیا ہے۔ قدیم مصری نیل کو بھی ہاپی کہتے تھے اور نیل کے دیوتا کو بھی۔ ص[18] مصریوں کی زراعت کا تمام تر انحصار دریائے نیل کی سالانہ طغیانی پر تھا اور اب بھی ہے جب سیلابی پانی دُور دُور کی زمینوں کو سیراب کر چکتا تو پھر مصری بوائی کے لئے ہل چلاتے تھے۔ اس مصرعے کا مطلب ہے کہ ملک میں اس قدر لاقانونیت، دہشت گردی اور غیر یقینی صورتحال ہے کہ کسان اپنی روزی کمانے کیلئے ہل چلانا بھی چھوڑ بیٹھے۔ ص[19] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "ہمیں معلوم نہیں کہ ملک میں کیا ہو گیا ہے" مطلب یہی غیر یقینی اور خوف کی فضا سے ہے کہ کسان بھی ڈرے ہوئے ہیں، اس حد تک ڈرے ہوئے کہ انہیں فکر بھی نہیں ہے کہ ہل نہ چلایا تو کھانے کو اناج کہاں سے آئے گا۔ ص[20] حالات اب اتنے ناگفتہ بہ ہو گئے ہیں کہ عورتیں حاملہ نہیں ہوتیں اس لئے بھی نہیں ہوتیں کہ خنُم دیوتا اب انسانوں کی تخلیق نہیں کرتا، اس نے اب انسانوں کی تخلیق کا کام بیکار محض سمجھ کر چھوڑ دیا ہے: "انسان نہیں بناتا" سے مراد یہ ہے کہ مصریوں کے نزدیک خنُم دیوتا (کوزہ گر کے) چاک پر انسانوں کو بناتا تھا، اسی طرح جیسے کمہار چاک پر مٹی کے برتن بناتا ہے۔ ص[21] لوگوں:۔ عام لوگوں سے مراد ہے۔ ص[22] غلاموں:۔ نو دولتیوں کے غلاموں سے مراد ہے۔ ص[23] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:۔ "دیکھو لوگوں کے غلاموں کے دل حریص ہو گئے ہیں"۔ ص[24] بڑے لوگ:۔ سرکاری افسر، حاکم بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص[25] مطلب کہ بڑے لوگ یا افسر عام لوگوں کے ساتھ خوشیاں نہیں مناتے۔ ص[26] وبا:۔ طوفان بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

ہر جگہ خون ہی خون ہے، مرنے والوں کی کمی نہیں،
کسی کے قریب آنے سے پہلے ہی تابوت[۲۷] بول اٹھتا ہے۔
دیکھو بہت سے مُردے دریا میں دفنا دیئے جاتے ہیں[۲۸]،
ندی قبر بن گئی ہے، مقبرہ[۲۹] ندی بن گیا ہے[۳۰]۔
دیکھو امرا، آہ و بکا کرتے ہیں، غریب خوشیاں مناتے ہیں،
ہر شہر[۳۱] کہتا ہے "آؤ ہم اپنے حکمرانوں کو نکال باہر کریں[۳۲]"۔
دیکھو لوگ لقلقوں[۳۳] کی طرح ہو گئے ہیں، ہر طرف گندگی ہے،
اب کسی کے پاس سفید پوشاک نہیں ہے
دیکھو ملک[۳۴] کمہار کے چاک طرح گھومتا ہے[۳۵]،

---

۲۷ تابوت: حنوط شدہ لاش لپیٹنے والا کپڑا بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ۲۸ مطلب کہ انسان اتنی بڑی تعداد میں مرتے جا رہے ہیں کہ ان سب کو دفنانا بس میں نہیں رہا، چنانچہ انسانی لاشیں مُردہ جانوروں کی طرح دریا میں پھینک دی جاتی ہیں ۲۹ مقبرہ: "انسانی لاشوں کو حنوط کرنے کی جگہ" اور مقدس جگہ بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ویسے مقدس جگہ بھی لاشیں حنوط کرنے کی جگہ سے ہی مراد ہے۔ ۳۰ اس مصرعے کا مطلب ہے کہ لاشیں چونکہ دریا میں پھینکی جاتی ہیں اس لئے دریا گویا قبر یا حنوط کرنے کی جگہ بن کر رہ گیا ہے۔ گویا دریا کو قبر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور بہت ساری لاشیں پہلے سے بنے ہوئے مقبروں اور حنوط سازی کی جگہوں پر ڈھیر کر دی جاتی ہیں۔ ۳۱ شہر: شہریوں سے مراد ہے ۳۲ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "ہم میں سے جو طاقتور ہے آؤ اسے کچل ڈالیں"۔ ۳۳ لقلق: لقلق کی جگہ "گم" پرندہ بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ مصری ایک طرح کے بگلے کو "گم" کہتے تھے۔ شاید یہ خاص قسم کا بگلہ گندہ اور کریہہ لگتا ہو اسی لئے گندے لوگوں کو "گم" (ایک قسم کے بگلے) سے تشبیہ دی گئی ہے اور جہاں تک لقلق کا سوال ہے تو نہیں کہا جا سکتا کہ لوگ لقلق پرندے جیسے کس طرح لگتے ہوں گے، تاہم سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ لقلق پرندوں اور انسان میں اب (مصر میں) گندگی قدر مشترک ہو گئی تھی۔ ۳۴ ملک: ملک کی جگہ زمین بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ۳۵ یعنی ایسا یہ جگہ چلا ہے انقلاب آیا ہے کہ (اگلے مصرعے کے مطابق) لٹیرا دولت مند اور دولت مند ڈاکو بن گیا ہے۔

لیٹرے کے پاس مال و دولت ہے اور (امیر آدمی) ڈاکو بن گیا ہے۔

دیکھو با اعتماد نوکر ...... ہیں،

آدمی[٣٦] کہتا ہے: "افسوس! میں کیا کروں؟"[٣٧]

دیکھو دریا میں خون ہے،

اسے پینے والا انسان کی حیثیت سے قے کر دیتا ہے[٣٨]

اور پانی کا پیاسا رہتا ہے[٣٩]۔

دیکھو دروازے، ستون، چھت کے تختے جل گئے ہیں،[٤٠]

جبکہ قصرِ شاہی کا ایوان مضبوطی سے قائم ہے[٤١]۔

دیکھو (جنوب کے بسنے والوں) کا جہاز تباہ ہو گیا ہے[٤٢]،

شہر تباہ کر دیئے گئے ہیں، بالائی مصر ویران ہو گیا ہے[٤٣]۔

---

[٣٦] آدمی: غریب آدمی بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [٣٧] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "کیسی وحشت ہے! میں کیا کروں"

[٣٨]۔ [٣٩] ان دونوں مصرعوں کے مزید تراجم "اس کے باوجود لوگ اسے پیتے ہیں ـــــ لوگ انسانوں سے جھجکتے ہیں اور پانی کے پیاسے رہتے ہیں" ـــــ "جب کوئی اسے پیتا ہے، لوگوں سے جھجکتا ہے اور پانی کے لئے ترستا ہے" ـــــ بہرحال مطلب کہ دریا کا پانی چونکہ خون آلود ہو گیا ہے اس لئے پینے کے قابل نہیں رہا۔ [٤٠] بالترتیب چوبی صندوق (لکڑی کی) دیواریں اور فرش کے چوبی تختے بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ مطلب کہ لگائی ہوئی آگ کی وجہ سے عام لوگوں کے گھروں کے وہ حصے جل گئے ہیں جو لکڑی کے بنے ہوئے تھے۔ [٤١] اس مصرعے اور اس سے پہلے مصرعے میں عام لوگوں کے گھروں کی تباہی تو بتا دی گئی ہے مگر فرعون کے محل کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا، وہ قائم و دائم ہے۔ یہ بات یا تو فرعون کے احترام میں کہی ہے یا پھر طنزیہ کہ عام لوگوں پر تو قیامت ٹوٹ پڑی ہے مگر فرعون لاتعلق ہو کر اپنے محل میں آرام سے بیٹھا ہے اس طرح ایپوور نے بڑے ناگوار انداز میں لوگوں کی بدنصیبی اور فرعون کی رعایا سے غفلت کا تضاد ظاہر کیا ہے۔ [٤٢] جہاز: جنوب یعنی بالائی مصر کے بسنے والوں کا جہاز ـــــ دراصل جہاز کو بالائی مصر کی حکومت کے لئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ [٤٣] مطلب کہ جنوبی مصر میں بادشاہی اقتدار ختم ہو کر رہ گیا ہے۔

دیکھو! مگر مچھ اپنے شکار کو نگل لیتے ہیں،[۴۴]
لوگ اپنی مرضی سے ان کے پاس جاتے ہیں۔[۴۵]

ملک تباہ حال ہے،
لوگ کہتے ہیں "یہاں مت چلو! یہاں پھندا ہے"،[۴۶]
لوگ مچھلیوں کی طرح (پانی) پر چلتے ہیں،[۴۷]
دہشت زدہ آدمی خوف کی وجہ سے اس میں امتیاز نہیں کرتا۔[۴۸]

دیکھو! تھوڑے لوگ باقی رہ گئے ہیں،
اور اپنے بھائی کو دھرتی کے اندر رکھنے والا ہر جگہ ہے،[۴۹]
عقلمند بات کرتے ہی فوراً بھاگ جاتا ہے۔[۵۰]

ف۴۴ اس مصرعے کے مزید تراجم: "دیکھو مگر مچھ کے پیٹ اپنی پکڑی ہوئی مچھلیوں سے خوب بھر گئے ہیں"۔ "مگر مچھوں کو جو کچھ مل گیا ہے اس کی وجہ سے وہ پانی میں بیٹھ جاتے ہیں ــــ" میرے خیال میں اس مصرعے میں شکار کی جگہ مچھلیاں ترجمہ صحیح نہیں ہے بلکہ شکار یا جو کچھ مل جانے سے مراد ان لوگوں سے ہے جو خودکشی کرنے کے لئے دریا میں جا کر چھلانگ لگا دیتے تھے اور مگر مچھ انہیں پکڑ کر نگل لیتے۔ ف۴۵ یعنی لوگ اپنی مرضی سے دریا میں ڈوب کر خودکشی کر لیتے ہیں اور مگر مچھ انہیں کھا لیتے ہیں۔ ان کے پاس جانے سے مراد ہے دریا میں چھلانگ لگا کر مگر مچھوں کے شکنجے میں جا پھنستے۔ ف۴۶، ف۴۷، ف۴۸ ان تینوں کے مزید تراجم: "لوگ کہتے ہیں یہاں مت چلو ــــ مگر وہ ضرور چلتے ہیں گویا وہ مچھلیاں ہیں دہشت کے مارے ڈرپوک آدمی اتنا بزدل ہو جاتا ہے"۔ آخری مصرعے کا مفہوم یہ ہے کہ مارے خوف کے لوگوں کو جال یا پھندا نظر نہیں آتا۔ ف۴۹ دھرتی کے اندر رکھنے والا۔ گورکن سے مراد ہے۔ مطلب کہ لوگ اس کثرت سے مر رہے ہیں کہ انہیں دفنانے کے لئے گورکن ہی گورکن نظر آتے ہیں۔ ف۵۰ یعنی دانا انسان اپنی بات کرتے یا نصیحت کرتے ہی اس خوف سے روپوش ہو جاتا ہے کہ شرپسند کہیں ان کی پٹائی نہ کر دیں، قتل نہ کر ڈالیں وہ اپنی نصیحت کا اثر دیکھنے کے لئے ذرا بھی نہیں رکتا۔ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ــــ "عقلمند کی باتیں فوراً بھاگ جاتی ہیں"۔ اس ترجمے کا مطلب پھر یہ ہوگا کہ "عقلمندی کی باتیں ذرا بھی اثر نہیں کرتیں۔"

دیکھو بڑے آدمی کے بیٹے کو اب کوئی نہیں پہچانتا،[۵۱]

اس کی بیگم کا بچہ اس کی کنیز کا بیٹا بن گیا ہے۔[۵۲]

دیکھو سارے ملک میں صحرا پھیل گیا ہے،[۵۳]

صوبے[۵۴] تباہ کر دیئے گئے ہیں،

غیر ملکی تیر انداز[۵۵] مصر میں گھس آئے ہیں۔[۵۶]

دیکھو...... لوگ آگئے ہیں،

اور بے شک مصری کہیں بھی نہیں ہیں۔[۵۷]

دیکھو سونا، لاجورد، چاندی اور فیروزہ،

---

۵۱ حالات ایسے پلٹے ہیں کہ اب امیر آدمی کے بیٹے کو کوئی نہیں پہچانتا۔ ۵۲ یعنی امیر آدمی کی سب سے بڑی بیگم کے بچے اور اس کی کنیز کے بچے میں کوئی فرق باقی نہیں رہ گیا ہے۔ ۵۳ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ــــ "پورے ملک میں سُرخ دھرتی پھیل گئی ہے۔" "سُرخ دھرتی" سے مراد صحرا ہے۔ مصری اپنے ملک کو "کِمَت" (بمعنی سیاہ دھرتی، سیاہ ملک) بھی کہتے تھے کیونکہ مصری مٹی کا رنگ سیاہی مائل تھا اور اب بھی ہے۔ دوسرے ملکوں کو مصری صحرا کی نسبت سے "سُرخ ملک، سُرخ دھرتی" کہا کرتے تھے۔ یہاں پورے ملک میں صحرا پھیل جانے سے مراد یہ ہے کہ سارے مصر میں غیر ملکی صحرا نشین چھا گئے ہیں ــــ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ــــ "دیکھو صحرا ملک (مصر) پر حق جتاتا ہے۔ ۵۴ صوبے، صوبوں کی جگہ "گھر" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ۵۵ غیر ملکی تیر انداز: "بیرون ملک کے وحشی" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ۵۶ مرکزی حکومت کے زوال اور خاتمے کے نتیجے میں غیر ملکی بیرونی صحرا نشین وحشی مصر کی زرخیز سرزمین میں در آئے۔ ان کے نزدیک یہاں اِپُوور کا انداز بیان ایسا ہے جس سے یہ صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ غیر ملکی وحشی حملہ آور ہوئے تھے بلکہ یوں لگتا ہے کہ مصری حکومت کے کمزور پڑ جانے پر وہ بھوکے ننگے وحشی خوراک کی خاطر ملک (مصر) میں آ گئے تھے۔ ۵۷ مطلب یہ کہ ہر جگہ صرف غیر ملکی نظر آتے ہیں۔

عقیق، یاقوت جمری[۵۸]، سنگِ اب ہُبت[۵۹] اور . . . . .

کنیزوں کی گردنوں میں آویزاں ہیں[۶۰]،

لیکن امیرزادیاں[۶۱] ملک میں دربدر پھیرتی ہیں،

اور گھروں کی بیگمات کہتی ہیں "کاش، ہمارے پاس کھانے کو کچھ ہوتا"[۶۲]

دیکھو معزز بیگمات . . . . .

ان کے بدن چیتھڑوں سے بے حال ہیں[۶۳]،

ان کے دِل (ایک دوسری) کو سلام کرنے سے (جھجکتے) ہیں[۶۴]۔

دیکھو آبنوسی صندوقچیاں توڑ ڈالی گئیں،

ص۵۸ یاقوت جمری :- ارغوانی یا بنفشی رنگ کا قیمتی پتھر جمشت۔ یاقوت جمری کی جگہ کانسی بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص۵۹ سنگِ اب ہُبت:- معلوم نہیں مصری کس پتھر کو اب ہُبت کہتے تھے ارمن نے سنگِ مرمر ترجمہ کیا ہے۔ ص۶۰ کچھ ایسا معاشرتی انقلاب ہوا کہ جو قیمتی زیورات بیگمات اور اونچے گھرانوں کی زادیاں پہنا کرتی تھیں۔ اب لوٹ مار کے نتیجے میں ان سے محروم ہو گئی ہیں اور باندیاں پہنے پھرتی ہیں۔ ص۶۱ امیرزادیاں فاکنر نے امیرزادیوں کی جگہ "اچھی چیزیں" ترجمہ کیا ہے جو میرے نزدیک درست نہیں۔ مجھے ارمن، مس لخت ہائیم اور کاسٹر وغیرہ کا ترجمہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ فاکنر کا ترجمہ یوں ہے ——— "اچھی چیزیں ملک بھر میں موجود ہیں ——— (پھر بھی) گھریلو بیگمات کہتی ہیں کاش ہمارے پاس کھانے کو کچھ ہوتا"۔ ص۶۲ مطلب یہ کہ افلاس اور بُرے دن آجانے کے سبب اونچے گھرانے کی خواتین بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئی ہیں۔ ص۶۳ متمول گھرانوں کی خواتین اب اس حال کو پہنچ گئی ہیں کہ پہننے کو اعلیٰ تو کجا موزوں اور ضروری کپڑے انہیں نصیب نہیں۔ چیتھڑے پہنتی ہیں اور ان میں ان کے نازپروردہ بدن دکھ اٹھاتے ہیں۔ ص۶۴ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ :- "جب انہیں سلام کیا جاتا ہے ان کے دِل لرز جاتے ہیں" مطلب یہ کہ جب انہیں پھٹے حالوں اور مصیبت میں گرفتار کوئی پہچان لیتا ہے تو وہ شرمندہ ہو جاتی ہیں۔

قیمتی "سس نم" لکڑی[۶۵] چار پائیوں کے لئے کاٹ ڈالی گئی۔

دیکھو (مقبروں) کے معمار کھیت مزدور[۶۶] بن گئے ہیں،

جو دیوتا کے بجرے[۶۷] میں بیٹھتے تھے اب (اس) میں جوت[۶۸] دئے گئے ہیں۔

[۶۹] "بے شک آج کوئی جہاز میں شمالی جانب بائبلس[۷۰] نہیں جاتا، ہم اپنی ممیوں کے لئے صنوبر (کی لکڑی) کیسے حاصل کریں گے۔ پجاری[۷۱] اس کی پیداوار[۷۲] کے ساتھ دفنائے جاتے ہیں اور جس کا تیل[۷۳] کفیتو[۷۴] تک کے امرا کو حنوط کرنے کے لئے ملا جاتا ہے۔ اب یہ (چیزیں) نہیں لائی جاتیں[۷۵] سونے کی قلت ہوگئی ہے اور ہر صنعت کے لئے مال ختم ہوگیا ہے۔ محل کی اشیا ضائع کردی

---

[۶۵] "سس نم" لکڑی:۔ معلوم نہیں کہ کس درخت کی قیمتی لکڑی تھی جسے مصری سس نم یا سس ندم کہتے تھے ارمن نے "سس نم" اور فاکنر اور لخت ہائیم نے سس ندم پڑھا ہے۔ [۶۶] کھیت مزدور:۔ کاشتکار بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۶۷] دیوتا کا بجرا:۔ مقدس کشتی جس میں دیوتا کا مجسمہ مذہبی رسوم کی ادائیگی کے وقت نکالا جاتا تھا۔ [۶۸] یعنی دیوتا کے مقدس بجرے میں بیٹھنے والوں سے مشقت کا کام لیا جاتا ہے۔ [۶۹] یہاں سے نثری عبارت شروع ہوتی ہے۔ [۷۰] فینیقیہ (موجودہ لبنان) کی مشہور و اہم بندرگاہ۔ مصری اس بندرگاہ سے صنوبر کی لکڑی اور صنوبر کی رال لایا کرتے تھے۔ اہلِ مصر بائبلس کو کپنو یا کبنی کہتے تھے بابلی اسے گوبلو اور یونانی بائبلس کہتے تھے اسے گبلے اور گبائیل بھی کہا گیا۔ [۷۱] پجاری:۔ مس لخت ہائیم نے "پجاری" کی جگہ "آزاد شہری" ترجمہ کیا ہے۔ [۷۲] پیداوار:۔ مطلب ہے کہ فینیقیہ کی بندرگاہ سے صنوبر کی لکڑی کے ساتھ ساتھ ایسی مصنوعات مصر درآمد کی جاتیں جو پجاریوں یا آزاد شہریوں کی لاشوں کے ساتھ مقبروں میں دفنائی جاتی تھیں مگر اپوور کے مطابق اب تجارت کا سلسلہ منقطع ہوجانے کے سبب یہ چیزیں اور تیل آنا بند ہوگیا۔ [۷۳] تیل:۔ لاشوں کو حنوط کرنے کے لئے تیل بھی بائبلس سے درآمد کیا جاتا تھا۔ [۷۴] کفیتو:۔ جزیرہ کریٹ۔ از منۂ قدیم میں کریٹ پر بھی مصر کی بالادستی تھی۔ اس فقرے کا مطلب ہے کہ اب بائبلس سے بیرونی تیل بھی آنا بند ہوگیا جو مصر سے لے کر کریٹ تک کے امرا کی لاشوں پر ملا جاتا تھا [۷۵] یعنی اب ایسا زمانہ آگیا کہ بیرونی تجارت بھی بند ہوگئی۔

گئیں۔ نخلستانوں کے کسان تہوار کے لئے نذرانے[۳۶] پٹائیاں اور (کھالیں)، تازہ رَرمُت[۳۷] پودے پرندوں کی (چربی) لے کر آتے تو (بہر حال) کتنی اہم بات لگتی ہے[۳۸]۔

اُبو[۳۹] تنی[۴۰] اور بالائی مصر کے......سے محاصل وصول نہیں ہوتے (اناج، (لکڑی کے) کوئلے، اِرتیو پھل......لکڑی، تَوت لکڑی اور گھنی جھاڑی کی لکڑی کی قلت ہو گئی ہے[۴۱]۔

ہنر مندوں کی مصنوعات کی کمی ہے[۴۲]۔ خزانے میں قِم نہ ہو تو اس (خزانے) کا مقصد ہی (پھر) کیا ہے جب تحائف[۴۳] بادشاہ کے پاس لائے تو اس کا دل خوش ہوتا ہے۔ اور ہر بیرونی ملک

---

[۳۶] نذرانے:۔ مسالے بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۳۷] رَرمُت پودے:۔ معلوم نہیں کہ رَرمُت کون سا پودا تھا [۳۸] مطلب یہ کہ وسیع پیمانے پر اور بیرونی تجارت ختم ہو جانے کے بعد مصری کسانوں کا اپنی زرعی زمینوں اور نخلستانوں سے معمولی قسم کی تجارتی اشیاء شہروں میں لے کر آنا بھی غنیمت لگتا ہے [۳۹] اُبو (ابیو):۔ موجودہ نام ایلیفنٹائن۔ [۴۰] تنی:۔ مصر کا ایک علاقہ۔ اس نام کا ایک شہر بھی تھا جسے تھِن بھی کہا جاتا تھا۔ [۴۱] یعنی اب محاصل وصول نہیں ہوتے۔ اناج، کوئلے اور مختلف قسم کی لکڑیوں اور پھلوں کی قلت ہو گئی تھی۔ [۴۲] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:۔ "ہنر مند اور (......) صنعتیں محل کے لئے (سودمند) ہیں"۔ [۴۳] تحائف:۔ ارمن، فاکنر اور ولسن وغیرہ نے تحائف کی جگہ "حقیقت" ترجمہ کیا گیا ہے اگر حقیقت یا سچائی ہی ٹھیک ہے تو پھر اس فقرے کا مفہوم یہ ہو گا، جو غالباً طنزیہ ہے، کہ اپو ور (وہ) پہلا شخص ہے جس نے ملک کی بدترین افسوس ناک صورت حال سے فرعون کو آگاہ کیا اور اس سے فرعون اس پر خوش ہوا لیکن میں مس لخت ہائیم کے ترجمے یعنی "تحائف" کو زیادہ صحیح اور موزوں سمجھتا ہوں کیونکہ اصل مصری عبارت میں تحائف یا خراج کے لئے جو علامت استعمال کی گئی ہے اس کی تائید مصری تاریخ کے دورِ متاخر ($\frac{1090}{663}$ ق م) کی تحریروں سے بھی ہوتی ہے کہ اس علامت کو مصری تحائف یا اخراج کے لئے استعمال کرتے تھے۔ پھر اگر یہاں تحائف معنی لئے جائیں تو موقعہ محل کی مناسبت سے یہ فقرہ شدید طنزیہ بن جاتا ہے کہ ایک طرف تو ملک تباہی اور المناک صورتحال سے دوچار ہے، لوگ مصیبتوں کا شکار ہیں اور دوسری طرف فرعون تحائف وغیرہ وصول کر کے خوشی مناتا ہے

آتا ہے۔[84] یہ ہماری کامیابی ہے،[85] یہ ہمارا مقدر ہے۔[86]

دیکھو، خوشی ختم ہو گئی اور اب نہیں منائی جاتی،

سارے ملک میں آہ و زاری ہے معمور حزن و ملال (چھایا ہوا) ہے۔

دیکھو، ہر مُردہ پیدائشی خوش نصیب کی مانند ہے،[87]

مصری غیر ملکی ہو کر رہ گئے ہیں اور ایک طرف دھکیل دیئے جاتے ہیں،[88]

دیکھو، ہر شخص کے بال (سر سے) نیچے کو لہرا رہے ہیں،[89]

عالی مرتبت کے بیٹے اور معمولی آدمی کے بیٹے میں اب امتیاز باقی نہیں رہا۔

دیکھو، شور سے (آدمی کے ہوش اُڑ جاتے ہیں)[90]

برسوں کے شور میں شور ...... نہیں ہے،[91]

اور شور ختم ہونے میں نہیں آتا۔[92]

دیکھو، (ہر) چھوٹا بڑا کہتا ہے "کاش میں مرجاتا"،

---

[84] ہر بیرونی ملک آتا ہے، یہ مطلب یہ کہ اب مصر میں باہر کے لوگ گھسے چلے آتے ہیں۔ [85]۔[86] "یہ ہماری کامیابی ہے۔ یہ ہمارا مقدر ہے" ـــــ طنزیہ کہا گیا ہے۔ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ "یہ ہمارا پانی ہے، یہ ہماری بھلائی ہے" ـــــ "یہ ہمارا پانی ہے" سے مراد یہاں "ہماری بدقسمتی ہے" ہے۔ اور "یہ ہماری بھلائی ہے" طنزیہ کہا گیا ہے ـــــ ایک اور ترجمہ "یہ ہماری تقدیر ہے۔ یہ ہماری مسرت ہے" بھی طنزیہ کیا گیا ہے۔ [87] مطلب یہ کہ اب تو موت ہی اچھی ہے۔ مرجانا ہی بہتر ہے۔ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ـــــ "دیکھو ہر تہی دامن کے پاس سب کچھ ہے" یعنی قلاش مالدار بن گیا ہے۔ [88] اب یہ حال ہے کہ اہل مصر اپنے ہی وطن میں اجنبی اور غیر ملکی بن کر رہنے پر مجبور کر دیئے گئے ہیں اور انہیں جگہ پیچھے رکھا جاتا ہے۔ [89] اونچے گھرانوں کے لڑکوں کے بال ایک خاص انداز میں سنوارے جاتے تھے اور انہیں غالباً سر کے ایک طرف ڈال دیا جاتا تھا اور نیچے شانوں کی طرف سے آیا جاتا تھا۔ یہ گویا شرفا کی پہچان تھی۔ بعد کے زمانوں میں بالوں کا یہ انداز صرف بادشاہ زادوں سے مخصوص ہو گیا تھا۔ [90]، [91]، [92] ان تین مصرعوں میں لفظ "شور" تجنیس (لفظی) کے طور پر آیا ہے۔

اسے[۹۳] مجھے کبھی زندہ نہیں رکھنا چاہیے تھا"!

دیکھو معززین کے بچے دیواروں سے مارے جاتے ہیں،

گردن کے نیچے[۹۴] اونچے میدان[۹۵] پر چھوڑ دیے جاتے ہیں۔

دیکھو جو مقبروں میں دفنائے گئے تھے اونچے میدان میں پھینک دیے گئے ہیں[۹۶]،

حنوط ساز کے بھید ظاہر ہو گئے ہیں[۹۷]۔

دیکھو کل جو کچھ نظر آتا تھا وہ تباہ ہو گیا ہے،

ملک اس طرح کمزور کر دیا گیا ہے جیسے سن کاٹ دی جائے[۹۸]

دیکھو (اب) ساری ڈیلٹائی سرزمین پوشیدہ نہیں رہے گی[۹۹]،

شمالی ملک[۱۰۰] کا زعم اب پامال رستے کی مانند (ہو گیا) ہے[۱۰۱]۔

کوئی کیا کر سکتا ہے؟ لوگ کہتے ہیں "کہیں بھی ...... میں۔

---

[۹۳] اسے :۔ دیوتا یا معبود سے مراد ہے۔ [۹۴] گردن کے نیچے :۔ ایسے بچوں سے مراد ہے جو باپ کے کاندھے پر بیٹھے اس کی گردن سے چمٹے رہتے ہوں۔ مطلب چھوٹے بچوں سے ہے۔ مس لٹ ہائیم نے گردن کے نیچے کی جگہ آجکل کے لحاظ سے "ران اور موزوں ترجمہ شیر خوار بچے" کیا ہے۔ [۹۵] اونچے میدان :۔ اونچی صحرائی جگہ۔ [۹۶] یعنی مقبروں میں دفنائے جانے والے صاحب ثروت لوگوں کی لاشوں کو نکال کر لوٹ مار کرنے والوں کو باہر کھلے میدان میں پھینک دیا ہے۔ [۹۷] حنوط ساز کے بھید ظاہر ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ مقبروں میں دفن لاشوں سے قیمتی اشیاء زیور وغیرہ کو نوچنے کھسوٹنے کے لیے انہیں ننگا کر دیا گیا ہے۔ [۹۸] یعنی ملک اس طرح تاراج کر دیا گیا ہے جیسے کھیت میں سے سن کی فصل کاٹنے کے بعد سن کے باقی ماندہ ٹھنٹھ بھی دھرتی سے اکھاڑ پھینکے جائیں۔ [۹۹]، [۱۰۰] مطلب کہ مصری سرحدوں کی حفاظت نہ ہونے کے سبب غیر ملکی حملہ آور ڈیلٹا (شمالی مصر) پر چڑھ دوڑے اور اسے روند ڈالا۔ قدیم بادشاہی دور ($\frac{۲۶۸۶}{۲۱۸۱}$ ق م) اور وسطی بادشاہت ($\frac{۲۱۳۳}{۱۷۸۶}$ ق م) کے ادوار میں شمالی (زیریں مصر) صنعت اور برآمدات کا مرکز تھا۔ یہی صورت حال اس دور میں ہو گی جس کا نقشہ اپوور نے یہاں کھینچا ہے یعنی پہلے دور زوال کے دوران مگر اب یہ ہوا کہ وہاں کی صنعت غیر ملکیوں نے آ کر اپنے ہاتھ میں لے لی۔ [۱۰۱] شمالی ملک :۔ شمالی مصر۔

ناقابلِ رسائی جگہ کے مالک اب وہ بن بیٹھے ہیں،[ف۱۰۲]

جو اس سے ان لوگوں کی طرح واقف نہیں تھے جو اس سے واقف ہیں؛

اور صحرا نشیں زیریں مصر کی صنعتوں کے ماہر بن گئے ہیں۔

دیکھو، شہریوں[ف۱۰۳] کو اناج پیسنے کے پتھروں پر کام پر لگا دیا گیا ہے،

اور نفیس کتان زیبِ تن کرنے والوں کو لاٹھیوں سے پیٹا جاتا ہے۔

جنہوں نے کبھی دن کی روشنی نہیں دیکھی تھی وہ باہر نکل گئی ہیں،[ف۱۰۴]

جو اپنے شوہروں کے بستروں پر لیٹتی تھیں،

وہ (چوبی) تختوں[ف۱۰۵] پر لیٹتی ہیں۔

اگر کوئی کہتا ہے "لوبان سے لدے ہوئے بیڑے میرے لئے بہت زیادہ بھاری ہیں"،[ف۱۰۶]

ف۱۰۲ ایک اور ترجمہ: "لوگ کہتے ہیں اسرار کی جگہ تباہ ہو جائے ـــــ جو اس سے ناواقف تھے۔ وہ اس کے مالک بن بیٹھے ہیں جیسے وہ اسے جانتے ہوں۔ ف۱۰۳ شہری، کھاتے پیتے مصریوں سے مراد ہے۔ ف۱۰۴ اونچے گھرانوں کی بیگمات جو عام طور پر گھروں میں وقت گذارتی تھیں، دھوپ میں نہیں نکلتی تھیں، اب باہر گرمی میں محنت مشقت کرنے پر مجبور ہو گئی ہیں۔ ف۱۰۵ چوبی تختے: فاکنر نے چوبی تختے کی بجائے 'بیڑے' ترجمہ کیا ہے ایسے بیڑے جو لٹھوں کے ٹھاٹھ ہوتے تھے۔ فاکنر نے یہاں تجزیہ کیا کہ عود و عنبر جیسی خوشبوئیں لانے والی کشتیاں اب دریا میں سفر نہیں کرتیں۔ فاکنر کا مطلب شاید یہ ہے کہ کشتیاں دریا کی کناروں پر کھڑی رہتی ہیں اونچے گھرانوں کی بیگمات اور دوسری خواتین اپنے آرام دہ بستروں کی بجائے ان پر سونے پر مجبور ہو گئی ہیں۔ اصل میں یہاں جو مصری لفظ آیا ہے اس کے معنی ایک ایسی چیز کے ہیں جس پر کوئی لیٹ بھی سکتا ہے اور جس پر مال بھی لاد کر دریا میں ادھر ادھر لے جایا جا سکتا ہے۔ ف۱۰۶ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ "لوبان لانے والے بیڑوں کے بارے میں کہتا ہوں ـــــ یہ میرے لئے بہت بھاری ہے" یعنی میں اس کے بارے میں بات کرنا برداشت نہیں کر سکتا"۔ مطلب یہ کہ لوبان وغیرہ لانے والے آبی بیڑے اب دریا میں رواں نہیں رہتے۔

ان پر ...... سے بھرے ہوئے مرتبان لادے جاتے ہیں؛ [ص۱۰۷]

(اب) وہ پالکی آشنا نہیں، [ص۱۰۸]

اور رکاب دار موجود نہیں؛ [ص۱۰۹]

اس کا کوئی چارہ نہیں؛

بیگمات باندیوں کی طرح مصیبت جھیلتی ہیں؛

مغنیائیں بافندگی کے کمروں میں کھڈیوں پر (کام کر رہی) ہیں؛ [ص۱۱۰]

وہ مغنیہ دیوی کے لیے جو کچھ گاتی ہیں (وہ مرثیے) ہوتے ہیں؛

[ص۱۱۱] ...... سنانے والیاں اناج پیسنے کے پتھروں پر کام کرتی ہیں [ص۱۱۲]

دیکھو، ساری کنیزوں کی زبانیں بے لگام ہو گئی ہیں؛

اور جب ان کی مالکن بات کرتی ہیں تو باندیاں بُرا مناتی ہیں۔

دیکھو، درخت کاٹ ڈالے جاتے ہیں، شاخیں الگ کر دی جاتی ہیں؛

میں نے اسے اور اس کے گھریلو ملازموں کو الگ کر دیا ہے، [۱۱۳]

ص۱۰۷، ص۱۰۸، ص۱۰۹ ان مصرعوں کا مطلب یہ ہے کہ اب بیگمات سے اشیاء سے بھرے ہوئے مرتبان اٹھوائے جاتے ہیں وہ دن گئے جب اونچے گھرانوں کی بیگمات پالکیوں میں سوار ہوتی تھیں اور کہار ان کی پالکیاں اٹھا کر لے جاتے تھے۔ اب بیگمات کی خدمت اور کام کرنے کو ان کے نوکر چاکر موجود نہیں بلکہ اب تو الٹا ان سے بیگار لی جاتی ہے اور انہیں بار برداروں کی طرح چیزیں کاندھوں پر اٹھا کر چلنا پڑتا ہے۔ ص۱۱۰، ص۱۱۱، ص۱۱۲ حالت اب یہ آن پہنچی ہے کہ جو گانے والیاں اور کہانیاں سنانے والیاں (؟) کبھی بیگمات کا دل کہانیوں اور نغموں سے بہلایا کرتی تھیں وہ (گانے اور کہانیاں سنانے والیاں) اب جولاہوں کے ہاں کپڑا بننے اور آٹا پیسنے کی چکیوں پر کام کرنے پر مجبور ہو گئی ہیں۔ ص۱۱۳ یہاں آ کر موضوع اچانک ہی بدل گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ کسی قدیم ترنسخے سے نقل کرتے ہوئے کاتب نے غیر دانستہ یا دانستہ یہاں کچھ حصہ چھوڑ دیا ہے، لکھا نہیں۔

یہ سُن کر لوگ کہیں گے،

بیشتر بچوں کو روٹیاں نہیں ملتیں

کھانے پینے کی قلت ہے......،

آج اس کا ذائقہ کیسا ہے؟[۱۱۴]

دیکھو! اونچے لوگ بھوکے اور مصیبت زدہ ہیں،

فریاد کی وجہ سے.......[۱۱۵]

نوکروں کی خدمت کی جاتی ہے۔[۱۱۶]

دیکھو تند مزاج (شخص) کہتا ہے،

"مجھے پتہ ہوتا کہ خدا کہاں ہے تو میں اسے نذرانے پیش کرتا"،[۱۱۷]

دیکھو! ملک میں (راست بازی) نام کو رہ گئی ہے،[۱۱۸]

لوگ اس کے نام پر بُرے کام کرتے ہیں

دیکھو! (کسی کے) سامان کی خاطر لوگ بھاگ کر لوٹتے ہیں،

اسے لوٹ لیا جاتا ہے، اس کی ساری چیزیں چھین لی جاتی ہیں۔[۱۱۹]

---

[۱۱۴] مطلب یہ کہ خوراک کی اس قدر قلت ہے کہ مسلسل فاقوں اور قلت خوراک کا شکار رہتے ہوتے اب خوراک کا ذائقہ تک یاد نہیں رہا۔ [۱۱۵]، [۱۱۶] ایک اور ترجمہ: "آہ و زاری...... نوکروں کی خدمت کی جاتی ہے"

[۱۱۷] ارمن نے اعتراف کیا ہے کہ وہ اس مصرعے کا مطلب نہیں سمجھ سکے۔ دیگر ماہرین نے بھی اس مصرعے کی وضاحت نہیں کی۔ کہیں اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ شر پسندوں نے دیوی دیوتاؤں کے مجسمے توڑ پھوڑ کر پھینک دئے ہیں اور اب اُن کی عبادت نہیں کی جا سکتی۔ نذرانے پیش نہیں جا سکتے؟ لیکن میری حتمی رائے یہ ہے کہ یہاں وخدا کی ہستی اور قدرت پر شک کا اظہار کیا گیا ہے کیونکہ مصر میں نظم و ضبط، امن امان، خوشحالی مسرت باقی نہیں رہے بہر حال میرے نزدیک اس مصرعے سے اپو ور کے "نظریۂ تشکیک" کا اظہار ہوتا ہے۔ [۱۱۸] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ "ملک میں سچائی جھوٹ بن کر رہ گئی ہے۔" [۱۱۹] ایک اور ترجمہ: "کسان کی ساری چیزیں چھین لی جاتی ہیں۔"

دیکھو، سب جانوروں کے دل روتے ہیں،

مویشی ملک کی حالت پر آہ و زاری کرتے ہیں۔

دیکھو، معززین کے بچوں کو دیواروں پر دے مارا جاتا ہے،

اور گردن کے بچوں کو اونچے میدان پر ڈال دیا جاتا ہے[ف ۱۲۰]۔

خنم (دیوتا) دکھ سے کراہتا ہے[۱۲۱]۔

دیکھو، (لوگ) دہشت سے ہلاک ہوتے ہیں[ف ۱۲۲]،

خوفزدہ آدمی تمہارے دشمنوں کے خلاف کاروائی کی مخالفت کرتا ہے،

چند لوگ ہی خوش ہیں،

جب کہ (باقی) ...... ہیں،

کیا یہ (مگرمچھ) کا پیچھا کر کے اسے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کا نتیجہ ہے[ف ۱۲۳]؟

کیا یہ شیر ببر کو ہلاک کر کے آگ پر بھوننے کا نتیجہ ہے[ف ۱۲۴]؟

کیا یہ تپاح (دیوتا) کے لئے چھڑکنے اور ...... لینے کا نتیجہ ہے[ف ۱۲۵]؟

تم اسے کیوں دیتے ہو[ف ۱۲۶]؟

اس کے پاس کوئی نہیں جاتا[ف ۱۲۷]،

تم اسے صرف دکھ ہی دیتے ہو[ف ۱۲۸]۔

دیکھو، (غلام) سارے ملک میں ......،

ف ۱۲۰ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "دعاؤں سے پیدا ہونے والے بچوں کو اونچے میدان میں ڈال دیا جاتا ہے"۔

ف ۱۲۱ مطلب یہ کہ خنم دیوتا بچوں کی تخلیق کرتے ہوئے جو تکلیف اٹھاتا ہے، لگتا ہے وہ تکلیف رائیگاں گئی، کیوں کہ اس کے تخلیق کردہ بچے ہلاک کئے جاتے ہیں جس کا خنم دیوتا کو افسوس ہوتا ہے۔ ف ۱۲۲ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصل متن میں یہاں کچھ عبارت منشی لکھنا بھول گیا۔ ف ۱۲۳ تا ف ۱۲۸ ان چھ مصرعوں کے مفہوم کا کچھ پتہ نہیں چل رہا۔

اور طاقت ور آدمی ہر ایک کو بھینچتا ہے[۱۲۹]،

آدمی ماں جائے بھائی کو قتل کر ڈالتا ہے،

یہ کیا ہو رہا ہے؟

(میں) ایک تباہ حال آدمی سے بات کرتا ہوں۔

دیکھو راستے (بند) کر دیئے گئے ہیں، سڑکوں کی نگرانی کی جاتی ہے[۱۳۰]۔ لوگ رات چلنے والے راہ گیر کا سامان لوٹنے کی خاطر جھاڑیوں میں (چھپ کر بیٹھ جاتے ہیں جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے چھین لیا جاتا ہے۔ اسے لاٹھیوں سے پیٹا جاتا ہے ـــــ اسے مجرمانہ طور پر ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

دیکھو کل تک جو کچھ نظر آتا تھا وہ تباہ ہو چکا ہے،

ملک اس طرح کمزور کر دیا گیا ہے جیسے سن کاٹ دی جائے۔

شہری[۱۳۱] بے کسی کے ساتھ آتے اور جاتے ہیں۔

. . . .

کاش لوگوں کا خاتمہ ہو جاتا[۱۳۲]!

نہ مزید حمل ٹھہرتے اور نہ کوئی پیدا ہوتا!

تب ملک میں شور نہ ہوتا،

اور غوغہ آرائی باقی نہ رہتی۔

---

[۱۲۹] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "تمام لوگوں کے ساتھ بدتمیزی ہو رہی ہے"۔ [۱۳۰] "سڑکوں کی نگرانی کی جاتی ہے"، مطلب یہ کہ ڈاکو لوٹنے کی خاطر آنے جانے والوں پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ [۱۳۱] شہری: آزاد شہریوں یا اشراف سے مراد ہے۔ اب حال یہ ہو گیا ہے کہ آزاد شہری یا اشراف کسمپرسی کے عالم میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ [۱۳۲] اپوور حالات سے دکھی ہو کر تمنا کرتا ہے کہ نسل انسانی بالکل ختم ہو جاتی۔

دیکھو لوگ جھاڑیاں پانی سے دھو کر کھاتے ہیں،[134]

پرندوں کو اب پھل اور پودے میسر نہیں،[135]

اور خنزیر کے منہ سے ...... چھین لیا جاتا ہے،[136]

کوئی روشن چہرہ نہیں ہے جسے تم نے (میرے) لئے بھوک (سے) ......[137]

دیکھو ہر جگہ اناج کی قلت ہے،

اور لوگوں کے کپڑے،

تیل اور خوشبوئیں چھین لی جاتی ہیں،

ہر کوئی کہتا ہے "اب مزید کچھ باقی نہیں ہے":

اناج گودام خالی کر ڈالا گیا ہے![138]

اس کا نگران زمین پر لمبا پڑا ہے،[139]

خوشگوار صورت حال ......

کاش کہ میں اس وقت اپنی آواز بلند کرتا،

اس طرح میں اپنے موجودہ کرب سے شاید بچ جاتا؛[140]

دیکھو عالی شان ایوانِ انصاف سے نوشتے لوٹ لئے گئے ہیں،[141]

ص۱۳۴، ص۱۳۵، ص۱۳۶: یعنی اب خوراک کی کمی اور فاقہ کشی کا یہ عالم ہو گیا ہے کہ لوگ جھاڑیوں کے پتے وغیرہ پانی میں دھو کر کھاتے ہیں۔ پالتو پرندوں اور پالتو خنزیروں کو جو کچھ کھلایا کرتے تھے وہ خود کھانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ص۱۳۷: اصل متن میں یہاں کچھ لفظ چھوٹ گئے ہیں۔ ص۱۳۸: یعنی اناج گودام لوٹ لئے گئے ہیں۔ ص۱۳۹: اناج گودام لوٹنے والوں نے محافظ کو ہلاک کر ڈالا ہے اور اس کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ ص۱۴۰: شاید اپوور خود کو ملامت کر رہا ہے کہ اسے لوٹ مار اور انتشار کے خلاف آواز پہلے ہی اٹھانی چاہیئے تھی اور ناسازگار صورتحال کی ابتدا ہی میں آ کر فرعون کو صورتحال سے آگاہ کرنا چاہیئے تھا۔ اس طرح وہ اس دکھ اور رنج والم سے بچ جاتا جس میں وہ اب مبتلا ہے۔ ص۱۴۱: اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "عالی شان احاطے کے نوشتے پڑھ لئے گئے ہیں"۔

اس کے اندر کے اسرار ظاہر ہو گئے ہیں۔[۱۴۲]

دیکھو، جادو منتر ظاہر ہو گئے ہیں؛

"شمو" منتر اور "شنو" منتر اب بے اثر ہو گئے ہیں؛[۱۴۳]

کیونکہ اب عام لوگوں نے بھی انہیں یاد کر لیا ہے۔[۱۴۴]

دیکھو، سرکاری دفتر کھول ڈالے گئے ہیں،

اور ان کی تحریریں چوری کر لی گئی ہیں۔[۱۴۵]

غلام غلاموں کا مالک بن گیا ہے۔[۱۴۶]

دیکھو، (منشیوں) کو ہلاک کر دیا جاتا ہے؛

اور ان کے نوشتے لوٹ لئے گئے ہیں۔

افسوس اس زمانے کے مصائب پر!

دیکھو، منشیوں کے (مالگزاری) کے[۱۴۷]

ف ۱۴۲ اس مصرعے اور اس سے پہلے مصرعے کا پس منظر یہ ہے کہ سرکاری انتظامیہ کی عمارت وغیرہ میں ہر کس و ناکس کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ وہاں سول انتظامیہ کا ریکارڈ اور مذہبی نوشتے محفوظ کیے جاتے تھے اور عام لوگ انہیں دیکھ یا پڑھ نہیں سکتے تھے انہیں راز میں رکھا جاتا تھا مگر اب لوٹ مار کی وجہ سے یہ نوشتے عام لوگوں کی نظروں میں آ گئے ہیں اور انہیں پڑھ لیا گیا ہے۔ ف ۱۴۳، ف ۱۴۴ معلوم نہیں یہ "شمو" منتر اور "شنو" منتر کس قسم کے منتر تھے۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ دو طرح کے منتر تھے ایک تو وہ جو لفظ "حما" سے شروع ہوتے تھے، اور دوسرے وہ جو لفظ "پیٹ" (پیٹا) سے شروع ہوتے تھے۔ بہر حال ان مصرعوں کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ ہر کوئی منتروں سے آگاہ ہو گیا ہے اس لئے یہ بے اثر اور ناپاک ہو گئے ہیں۔ یہاں منتروں کو حکومت کی قیمتی اور ناگزیر چیز ظاہر کیا گیا ہے۔ ف ۱۴۵ سرکاری دفتروں سے دستاویزات اور ریکارڈ نکال لیے جانا مصریوں کے نزدیک انتہائی قابلِ نفرت جرم تھا۔ ف ۱۴۶ چونکہ سرکاری کاغذات اور تحریریں ضائع ہو چکی ہیں اس لئے کسی کو معلوم نہیں کون آزاد شہری اور کون غلام تھا۔ ف ۱۴۷ ایک اور ترجمہ: "چٹائی کے منشیوں کی تحریریں لوٹ لی گئی ہیں"۔ چٹائیوں پر بیٹھ کر منشی مصر کی اناج کی پیداوار کا اندراج پیپرس پر لکھتے تھے۔

نوشتے تباہ کر دیئے جاتے ہیں،

اور مصر کا اناج سب کی ملکیت بن کر رہ گیا ہے۔[148]

دیکھو! ایوانِ انصاف کے قوانین باہر پھینک دئے گئے ہیں۔[149]

لوگ انہیں[150] سڑکوں پر روندتے پھرتے ہیں،

اور غریب لوگ انہیں گلیوں میں پھاڑتے ہیں۔

دیکھو! غریب[151] لوگ نو معبودوں[152] کی مانند بن بیٹھے ہیں،

تیس[153] کے ایوان کا ضابطہ فاش ہو گیا ہے۔

دیکھو! عظیم ایوانِ انصاف میں عام لوگ گھس جاتے ہیں،[154]

---

[148] اناج لوگوں کو حکومت کی طرف سے مہیا کیا جاتا تھا۔ چونکہ اناج کی تقسیم سے متعلق سرکاری ریکارڈ تباہ کر دیا گیا۔ اس لئے اب اناج کی سپلائی کسی بھی شخص کے رحم و کرم پر ہو کر رہ گئی۔ جس کا جی چاہے اناج لے جاتا ہے۔

[149] مطلب یہ کہ قوانین پر مبنی نوشتوں کی اس قدر بے حرمتی کی گئی ہے کہ انہیں عدالتوں سے باہر سڑکوں اور گلیوں میں پھینک دیا گیا ہے۔ جہاں لوگ انہیں پامال کرتے ہیں اور غریب لوگ یا بھکاری انہیں پھاڑتے پھرتے ہیں۔ [150] انہیں: تحریری قوانین کو۔ [151] غریب لوگ: بھکاری بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [152] نو معبود: نو عظیم دیوی دیوتاؤں کی مجلس (پسد جت) تفصیل "حمد" کے باب میں آچکی ہے۔ اس مصرعے کا مفہوم یہ ہے کہ عام لوگوں نے اب انصاف کے نو عظیم دیوی دیوتاؤں کا کام یعنی انصاف اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ یہ گویا بد نظمی لاقانونیت اور انصاف کی پلید ہونے کی انتہا تھی۔ [153] تیس کا ایوان: سپریم کورٹ۔ یا تیس سب سے بڑے جج یا حکام۔ مطلب یہ کہ چونکہ اب لوگ دیوتاؤں کی طرح منصف بن بیٹھے ہیں۔ اس لئے ان تیس برترین حکام یا سپریم کورٹ کے ججوں کا لوگوں پر کوئی اثر نہیں رہا ہے۔ [154] مطلب یہ کہ ایوانِ عظیم (سپریم کورٹ) میں اب ہر کوئی بے روک ٹوک دندناتا چلا جاتا ہے۔ جس کا جی جب چاہے منہ اٹھائے گھس جاتا ہے۔ عدالت کا کوئی خوف یا کوئی احترام باقی نہیں رہا۔

غریب لوگ ایوان ہائے عظیم[۱۵۵] میں چلے جاتے ہیں۔
دیکھو گلیوں میں شدید نفرت[۱۵۶] کا راج ہے،
عقلمند کہتا ہے "ہاں"[۱۵۷] بے وقوف کہتا ہے "نہیں"[۱۵۸]
اور جو اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اس کے نزدیک یہ خوش آئند ہے۔[۱۵۹]
دیکھو جو مقبروں میں دفن تھے، انہیں اونچے میدان میں پھینک دیا گیا ہے،
حنوط سازوں کے بھید ظاہر ہو گئے ہیں۔

دوسری نظم

اب دیکھو، آگ اوپر لپک گئی ہے،
اس کے شعلے ملک کے دشمن پر حملہ آور ہوں گے۔
اب دیکھو، ایسے کام ہوتے ہیں جو پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے،[۱۶۰]

ف۱۵۵ ایوان ہائے عظیم کی تعداد چھ تھی اور یہ اس زمانے کی ہائی کورٹس تھیں۔ ان عدالتوں میں عام لوگ، بھکاری تک، بغیر کسی خوف کے داخل ہونے لگے۔ ف۱۵۶ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "دیکھو معززین کے بچے گلیوں میں پھینک دئے جاتے ہیں۔" ف۱۵۷، ف۱۵۸ لفظ 'ہاں' کے بعد جان۔ اے ولسن نے امکانی اضافہ 'ایسا ہی' اور 'نہیں' کے بعد 'ایسا نہیں ہے' ــــ کیا ہے۔ گویا اس طرح یوں پڑھا جائے گا: "ہاں ایسا ہی ہے"، "نہیں ایسا نہیں ہے۔" ف۱۵۹ مطلب یہ کہ جو لوگ ملک میں گڑبڑ اور افراتفری سے آگاہ نہیں وہ بے وقوف ہیں۔ شاید یہاں اپوور نے بالواسطہ طور پر فرعون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس پر چوٹ کی ہے اس مصرعے اور اس سے پہلے کے دو مصرعوں کا ایک مفہوم یہ بھی لیا گیا ہے کہ بطاہر یہاں یہ کہا گیا ہے کہ جب کوئی عقلمند انسان لائحہ عمل تیار کرتا ہے تو بے وقوف مخالفت کرتا ہے اور لاعلم یا انجان شخص ان کی رو و کد دیکھ کر لطف اندوز ہوتا ہے۔ ف۱۶۰ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ــــ "ایسے کام کئے گئے ہیں جو عرصہ دراز سے نہیں ہوئے تھے۔"

بادشاہ کو بھک منگوں[161] نے لوٹ لیا ہے[162]۔

اب دیکھو جسے شاہین[163] کی حیثیت سے دفنایا گیا تھا وہ اب تابوت (سے محروم) ہے[164]،

جو کچھ ہرم میں پوشیدہ تھا اب خالی پڑا ہے[165]۔

اب دیکھو کہ چند قانون شکن[166] آدمیوں نے،

ملک کو بادشاہت سے محروم کر دیا ہے[167]۔

اب دیکھو لوگوں نے شاہی ناگ[168] کے خلاف بغاوت کر دی ہے،

دونوں ملکوں میں امن قائم کرنے والے را کا تاج چرا لیا گیا ہے۔

ص ۱۶۱ بھک منگے:۔ لوٹ مار کرنے والے عام لوگوں سے مراد ہے۔ بعض ماہرین نے بھک منگے کی بجائے غریب آدمی بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص ۱۶۲ اس مصرعے کے مزید تراجم ——— "غریب لوگ بادشاہ کو لے گئے ہیں"، "بادشاہ کو غریب آدمیوں نے الگ کر دیا ہے"۔ بہرحال اس مصرعے کا مفہوم یہ ہے کہ لوٹ مار کرنے والوں نے شاہی مقبروں میں دفن ہونے والے فراعنہ کو نہیں بخشا اور مقبروں میں گھس کر دولت لوٹ لی۔ تابوت کھول کر ان میں سے فرعون کی لاش باہر نکال پھینکی۔ ولسن کے خیال میں یہاں اپوور نے دراصل اس فرعون پر چوٹ کی ہے جو امن و امان قائم کرنے میں اپنی ناکامی کے بارے میں اپوور کی باتیں سن رہا تھا۔ ص ۱۶۳، ۱۶۴ شاہین:۔ شاہین حور دیوتا کی علامت تھا اور حور دیوتا کی تجسیم بھی۔ یہاں شاہین سے مراد فرعون ہے۔ یہاں مطلب یہ کہ فرعون کو دیوتا کی طرح شان و شوکت دفنایا گیا تھا مگر اس کا مقبرہ لوٹ کر اس کی لاش کو تابوت سے باہر نکال پھینکی ہے۔ ص ۱۶۵ اس مصرعے میں "جو کچھ" اور "خالی پڑا ہے" سے مراد "تابوت" سے ہے مطلب وہی کہ تابوت میں سے فرعون کی لاش نکال کر باہر پھینک دی گئی ہے۔ ص ۱۶۶ قانون شکن:۔ غیر ذمہ دار آدمی بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص ۱۶۷ یعنی چند فسادیوں اور شر پسندوں نے فرعونِ وقت کا اثر، اقتدار اور انتظام والصرام سب کچھ ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ ص ۱۶۸ فراعنہ کی پیشانی پر پہنائے جانے والی ناگ جو بادشاہت کی علامت تھا۔ یہ نشان (ناگ) سورج دیوتا را بھی پہنتا تھا۔ شاہی ناگ تفصیل باب حصہ "شاہی ناگ" کی حصہ میں آ چکی ہے۔

دیکھو، ملک کا راز جس کی حدود نامعلوم تھیں کھل گیا ہے۔ ص[۱۶۹]

اور دارالحکومت ایک لمحے میں ڈھا دیا گیا ہے۔ ص[۱۷۰]

دیکھو، مصر پانی انڈیلنے کے لئے گر پڑا ہے۔ ص[۱۷۱]

جو زمین پر پانی گراتا ہے، طاقت کو مصیبت میں پھانس لیتا ہے ص[۱۷۲]

دیکھو خرخت[۱۷۳] سانپ کو اس کے بل سے نکال دیا گیا ہے

بالائی اور زیریں مصر کے بادشاہ کے بھید ظاہر ہو گئے ہیں۔

دیکھو، دارالحکومت محتاجی سے خوف زدہ ہے۔[۱۷۴]

لوگ بے روک ٹوک ہنگامہ کرتے ہیں۔

دیکھو، ملک جتھوں کی گرفت میں ہے۔ ص[۱۷۵]

لوگ زبردستی اپنی چیزیں تھیا لیتے ہیں۔ ص[۱۷۶]

ص[۱۶۹]، ص[۱۷۰] ان مصرعوں کا ایک اور ترجمہ: "دیکھو، ملک کے راز کی حدود نامعلوم ہیں ——— اگر دارالحکومت کو بے نقاب کیا گیا تو یہ ایک لمحے میں تباہ ہو جائیگا"۔ اکثر ماہرین نے ان مصرعوں کا وہی ترجمہ دیا ہے جو میں نے اُوپر دیا ہے اور بعض کا یہ ترجمہ ہے جو میں نے حاشیے (فٹ نوٹ) میں دیدیا ہے۔ اگر ہم مان لیں کہ اپُوور کی ان نظموں کے وقت تک دارالحکومت کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوا تھا تو پھر یہ حاشیہ والا ترجمہ درست معلوم ہوتا ہے۔ ان دونوں مصرعوں میں پہلے مصرعے میں ملکی راز کی حدود معلوم نہ ہونے سے مراد وہ خفیہ امور یا معاملات ہیں جن کا پورا علم سوائے فرعون کے کسی اور کو نہیں ہوتا تھا۔ "فرعون دیوتا" کے دہشت ناک بھید سے بھی مراد لی جا سکتی ہے۔ ص[۱۷۱]، ص[۱۷۲] ان دونوں مصرعوں کا مفہوم ناقابلِ فہم ہے۔ ص[۱۷۳] خرخت سانپ: شاہی خاندان کی محافظ روح۔ جس سانپ کو محافظ روح مانا جاتا تھا اس (سانپ) کو مخصوص نوعیت کی مذہبی جگہ پر رکھا جاتا تھا۔ اس سانپ کو دیوتا کا درجہ حاصل تھا۔ جان اے ولسن کے مطابق اس سانپ کو مندر یا قصر شاہی کا محافظ تسلیم کیا جاتا تھا۔ ص[۱۷۴] یعنی دارالحکومت کے لوگ اشیا کی شدید قلت یا پھر اپنے عدم تحفظ کے سبب خوفزدہ ہے۔ ص[۱۷۵] یعنی ملک میں لوٹ مار کرنیوالے گروہوں کا راج ہے ص[۱۷۶] یعنی لوگ اپنی ضرورت کی چیزیں لوٹ کر حاصل کرتے ہیں۔ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "جتھے بہادر آدمی کی (بھی) چیزیں لوٹ لیتے ہیں"۔

دیکھو، خرحت سانپ ...... افسردہ لوگ[97] ......

جو اپنا تابوت تک نہیں بنوا سکتا تھا اب مقبرے کا مالک[98] ہے۔

دیکھو مقدس[99] جگہ کے مالکوں کو اونچے میدان میں پھینک دیا گیا ہے،

جو اپنے لئے قبر نہیں بنوا سکتا تھا اب خزانے کا مالک ہے۔

اب دیکھو، لوگوں میں تبدیلیاں آگئی ہیں،

جو اپنے لئے جھونپڑا نہیں بنوا سکتا تھا اب خزانے کا مالک ہے[100]

اب دیکھو ملک کے افسروں[101] کو ملک سے بھگا دیا گیا ہے،

(امراء) کو محلوں سے نکال دیا گیا ہے۔

دیکھو معزز[102] خواتین اب تختوں پر لیٹتی ہیں،

رؤسا[103] گوداموں میں ہیں[104]

جسے سونے کیلئے تختے[105] بھی نصیب نہیں تھے وہ اب بستر کا مالک ہے

---

[97] افسردہ لوگ:۔ مرجانے والے لوگوں سے مراد ہے، وہ مُردے جنہیں قبروں میں دفنانے کی بجائے اب بیابان کُن دوہ میں پھینک دیا جاتا ہے۔ [98] اب یہ انقلاب آگیا ہے کہ جو عام لوگ اپنے لئے مقبرے تو کیا ایک تابوت بھی نہیں بنا سکتے تھے دوسروں کے بنے ہوئے مقبروں کے مالک بن بیٹھے ہیں یا یہ کہ وہ اب اتنے دولت مند ہو گئے ہیں کہ اپنے لئے مقبرے بنوا لیتے ہیں مصر میں صاحب استطاعت لوگ اپنی زندگی ہی میں اپنے مقبرے بنوایا کرتے تھے [99] مقدس جگہیں:۔ مقبرے۔ مقدس جگہوں کے لوگوں سے مراد ان میں مقبروں میں مدفون لوگوں سے ہے [100] اس مصرعے کے مزید تراجم:۔ "جو اپنے لئے ایک کمرہ (بھی) نہیں بنوا سکتا تھا۔ اب دیواروں والے احاطوں کا مالک ہے"۔ ——— "جو اپنے لئے کمرہ نہیں بنوا سکتا تھا، اب دیواروں کا مالک ہے"۔ یعنی بہت سارے کمروں والے گھر کا مالک۔ [101] افسر:۔ منصب بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [102] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:۔ معزز خواتین اب بالیں چنتی ہیں"۔ رؤسا:۔ شہزادے اور حکام بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [104] یعنی رؤسا وغیرہ گوداموں میں پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ گودام کی جگہ محنت خانہ یا کارخانہ بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [105] تختے:۔ دیواریں اور صندوقے بھی ترجمہ ہوا ہے۔

دیکھو دولت منداب پیاسا سوتا ہے،

جو تلچھٹ کے لئے ہاتھ پھیلاتا تھا،

اب اس کے پاس لبریز پیالے ہیں۔[۱۸۶]

دیکھو جن کے پاس پوشاکیں تھیں اب وہ چیتھڑے پہنتے ہیں،

جو اپنے لئے کپڑے نہیں بنوا سکتا تھا اب اسکے پاس عمدہ کتان (کا کپڑا) ہے۔

دیکھو جو اپنے لئے کشتی نہیں بنوا سکتا تھا اب وہ جہازوں کا مالک ہے۔

ان کا سابقہ مالک انہیں دیکھتا ہے مگر (اب) وہ اس کے نہیں ہیں۔

دیکھو جس کے پاس پناہ گاہ نہیں تھی اب پناہ گاہ کا مالک ہے،

جس کے پاس پناہ گاہ تھی اب وہ شدید طوفان کی زد میں ہے[۱۸۷]

دیکھو جس کے پاس چنگ نہیں تھا اب وہ بربط کا مالک ہے،

جس نے کبھی اپنے لئے (کبھی) نہیں گایا تھا اب وہ نغموں کی دیوی کیلئے گاتا ہے[۱۸۸]

دیکھو جس کے پاس برتن رکھنے کیلئے تانبے کی تپائیاں تھیں،[۱۸۹]

ان کے ایک بھی برتن پر ہار نہیں سجائے جاتے۔[۱۹۰]

دیکھو جو بیوی کے بغیر سوتا تھا اب اسے معزز خاتون مل گئی ہے،[۱۹۱]

جو (دیکھا نہیں جاتا تھا) ..... کھڑا ہوتا ہے۔

دیکھو جس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ اب دولت مند ہے،

ف۱۸۶ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:- اب اس کے پاس تند شراب ہے"۔ ف۱۸۷ یعنی ان کے پاس سر چھپانے کو بھی جگہ نہیں تھی وہ کھلی دھوپ اور طوفان کی زد میں تپتے ہیں۔ ف۱۸۸ نغموں کی دیوی:- مصری نغموں یا گیتوں کی دیوی کو "مرت" کہتے تھے۔ ف۱۸۹ تانبے کی تپائیوں کی جگہ کانسی کی میزیں بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ف۱۹۰ مصریوں کے ہاں شراب کے پیمانوں کو پھولوں کے ہاروں سے سجانے کا دستور تھا۔ ف۱۹۱ مطلب ہے کہ مفلسی کی وجہ سے جو شخص شادی بھی نہیں کر سکتا تھا اب اعلیٰ گھرانے کی خاتون اس کے قبضے میں آ گئی ہے۔ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "دیکھو جو غریبی کی وجہ سے بغیر بیوی کے سوتا تھا اب اس کے پاس دولت ہے"۔

معزز شخص[192] اس کی توصیف کے گیت گاتا ہے۔

دیکھو ملک کے غریب امیر بن گئے ہیں،

مالدار کنگال ہو گیا ہے۔

دیکھو باورچی رکاب داروں کے آقا بن گئے ہیں،[193]

جو ایلچی تھا اب (خود) کسی کو بھیجتا ہے۔

دیکھو جس کے پاس روٹی نہیں تھی اب اناج کے کوٹھے کا مالک ہے،

اس کا گودام دوسرے کی چیزوں[195] سے بھرا پڑا ہے۔

دیکھو گنجا، جس کے پاس تیل نہیں تھا،

اب (اسکے پاس) خوشگوار خوشبو سے بھرے ہوئے برتن ہیں۔

دیکھو جس عورت کے پاس صندوق (بھی) نہیں تھا اب اسکے پاس فرنیچر ہے[196]

جو اپنا منہ پانی میں دیکھتی تھی اب اس کے پاس آئینہ ہے۔

اب دیکھو.........

دیکھو کوئی آدمی کھانا کھاتے ہوئے خوش ہوتا ہے۔ اپنی چیزیں خوشی سے استعمال کر جبکہ کوئی تجھے روکنے والا نہیں ہے۔ آدمی کے لئے اپنا کھانا کھانا اچھی بات ہے خدا جس پر مہربانی[197]

---

۱۹۲ معزز شخص: بڑا آدمی یعنی اعلیٰ افسر بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ۱۹۳ اس مصرعے کے مزید تراجم: "دیکھو خدمتگار رکاب داروں کے مالک ہو گئے ہیں"۔ "دیکھو......کے پاس نوکروں کا عملہ ہے ــــ"۔ ۱۹۵ دوسرے کی چیزیں ــــ لوٹ مار کے ذریعے دوسرے کی ہتھیائی ہوئی چیزیں۔ ۱۹۶ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ــــ "جس عورت کے پاس صندوق نہیں تھا اب وہ خزانہ بھرے صندوق کی مالک ہے۔" ۱۹۷ "اپنی چیزیں......مہربانی کرتا ہے"۔ بظاہر اپوور نے یہ حوالہ کسی قدیم تصنیف سے دیا ہے مگر یہاں اس کا قرینہ اور مفہوم واضح نہیں ہے۔

کرتا ہے یا اس کے لئے مقدر کر دیتا ہے......[198]

اب دیکھو جس نے اپنے دیوتا کو نظر انداز کیا تھا،

(اپنے) دیوتا کو دوسرے (دیوتا) کے مسالے پیش کرتا ہے جسے وہ نہیں جانتا۔[199]

....

دیکھو گندے وقت کی مالدار خواتین بستروں کے بدلے اپنے کپڑے ڈالتی ہیں۔[200]

دیکھو جس آدمی کو معزز خاتون بیوی کے طور پر مل جاتی ہے،

اس (خاتون) کا باپ اس (آدمی) کی حفاظت کرتا ہے۔

اور جو...... نہیں......

دیکھو افسروں کے بیچے چیتھڑے پہنتے ہیں۔

لیبرٹے ان کے گھروں کے بچھڑوں کے مالک بن گئے ہیں[201]

دیکھو غلام گائے کا گوشت کھاتے ہیں،[202]

کنگال......

---

[198] پیپرس پر اس کے بعد کافی جگہ خالی ہے جس قدیم تر پیپرس سے یہ موجودہ پیپرس نقل کیا گیا تھا، غالباً اس پر اتنی جگہ ضائع ہو چکی تھی اس لئے زیر نظر پیپرس منشی نے نقل کرتے وقت جگہ خالی چھوڑ دی۔ [199] غالباً مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے دیوتا کے لئے نذرانے پیش کرنے کے قابل نہیں تھا۔ وہ لوٹ مار کے اس دور میں کسی دوسرے دیوتا کے نذرانے لوٹ کر اپنے دیوتا کے حضور چڑھا دیتا ہے۔ [200] ارمن نے اس فقرے کا ترجمہ ذرا مختلف انداز میں کر کے اس کا مفہوم سوالیہ انداز میں یہ دیا ہے کہ معزز خواتین اب طوائفیں بن جانے پر مجبور ہو گئی ہیں؟ [201] افسروں کے مویشیوں کے گلے۔ [202] اس مصرعے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے ——— "دیکھو پجاری غریبوں کے مویشیوں کے سلسلے میں جرم کرتے ہیں"۔ یعنی دیوتاؤں کے حضور دوسروں کے نذر رکھے ہوئے مویشی پجاری اپنے استعمال کے لئے ہتھیا لیتے ہیں۔ مگر مس لخت ہائیم کا دعویٰ ہے کہ سوائے خود ان کے باقی تمام ماہرین مصریات نے اس مصرعے کا ترجمہ غلط کیا ہے۔

دیکھو جو اپنے لئے جانور نہیں کاٹ سکتا تھا اب بیل کاٹتا ہے[۲۰۳]،

اور جو کھاتے وقت گوشت کاٹتا نہیں جانتا تھا اب ہر طرح کے (گوشت کے تیلے) دیکھتا ہے۔

دیکھو غلام، دیوتاؤں کے لئے، مرتیوں کی جگہ نذر کئے جانے والے[۲۰۴]؛

ہنس کھاتے ہیں[۲۰۵]۔

دیکھو کنیزیں ...... مرغابیاں پیش کرتی ہیں،

معزز بیگمات[۲۰۶] ....

دیکھو، معزز خواتین .... بھاگ جاتی ہیں،

...... کے بحران ......

اور موت کے ڈر سے ان کے بچے پھینک دیئے جاتے ہیں۔

دیکھو ملک کے سردار فرار ہو جاتے ہیں،

افلاس کی وجہ سے ان کے سامنے کوئی مقصد نہیں ......

(دیکھو) جن کے پاس بستر تھے اب (وہ) زمین پر سوتے ہیں،

جو مٹی پر سوتا تھا اب اپنے لئے نمدا بچھاتا ہے۔

دیکھو، بیگمات بھوکی پھرتی ہیں،

اور غلام[۲۰۷] ان (خواتین) کے لئے بنائے جانے والی (خوراک) سے سیر ہوتے ہیں،

دیکھو، کوئی بھی دفتر اپنی صحیح جگہ نہیں ہے (ان کی حالت یہی ہے)

ف۲۰۳ یعنی جو شخص مفلسی کے سبب جانور نہیں کاٹ سکتا تھا کہ گوشت کھائے یا دیوی دیوتاؤں کے حضور نذر گذارے اب وہ بیل ذبح کر لیتا ہے لوٹ مار کر کے۔ ف۲۰۴، ف۲۰۵ ایک اور ترجمہ "دیکھو بیچاری دیوتاؤں کے حضور بیلوں کی جگہ پیش کئے جانے والے ہنسوں کے سلسلے میں جرم کرتے ہیں"؛ ف۲۰۶ یہاں پیپرس پر پھر خالی جگہ ہے۔ ف۲۰۷ غلام یہ غلام کی جگہ "بیچاری" اور "قصاب" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ ہس لحنت ہایم کا ترجمہ غلام درست ہے۔

جیسے کوئی گلہ گڈریئے کے بغیر گھوم پھر رہا ہو۔

دیکھو مویشی آوارہ پھرتے ہیں اور کوئی انہیں جمع کرنے والا نہیں،

ہر کوئی اپنے لئے (مویشی) پکڑ لیتا ہے اور اس پر اپنا نام گود دیتا ہے۔

دیکھو آدمی کو اس کے بھائی کے پاس قتل کر دیا جاتا ہے،

جو (بھائی) خود کو بچانے کے لئے اسے چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔

دیکھو جس کے پاس بیلوں کی جوڑی نہیں تھی اب گلوں کا مالک ہے،

جسے ہل چلانے والے بیل نصیب نہیں تھے اب مویشیوں کا مالک ہے۔

دیکھو جس کے پاس اناج نہیں تھا، اب اناج کے گوداموں کا مالک ہے،

جو اناج ادھار لیتا تھا اب اناج تقسیم کرتا ہے۔

دیکھو جس کے پاس ملازم نہیں تھے اب وہ غلاموں کا مالک ہے،

اور جو رئیس تھا اب اپنا سفر خود طے کرتا ہے۔[حاشیہ ۲۰۱]

دیکھو ملک کے سرکردہ لوگوں کو عوام کی حالت سے مطلع نہیں کیا جاتا،

سب کچھ برباد ہو گیا ہے۔

دیکھو کوئی ہنرمند کام نہیں کرتا،

ملک کے دشمنوں نے اس کے ہنرمندوں کو برباد کر دیا ہے۔

دیکھو جو فصل کا (اندراج کرتا تھا) اب اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا،

جب کہ جس نے (اپنے لئے) کبھی ہل نہیں چلایا (اب اناج کا مالک ہے)

حاشیہ ۲۰۱ یعنی رئیس جب باہر نکلتا ہے تو اس جلو میں ملازم اور غلام نہیں ہوتے؛ وہ اب پالکی میں بیٹھ کر نہیں جاتا کہ اس کی پالکی اٹھانے والے غلام یا ملازم اس کے پاس نہیں؛ علاوہ ازیں اس مصرعے کا زیادہ قرین قیاس مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ رؤسا کا حال اب یہ ہو کر رہ گیا ہے کہ کوئی بھی ملازم یا قاصد نہ ہونے کی وجہ سے اب انہیں دوسروں کو اپنے پیغام خود ہی پہنچانا پڑتے ہیں۔ حاشیہ ۲۰۱ یعنی اسے پالکی میں لے جانے کے لئے کوئی ملازم نہیں ہے۔

اناج کاٹا جاتا ہے مگر اس کی اطلاع نہیں دی جاتی ہے[۲۰۹]

منشی (اپنے دفتر میں) بیٹھتا ہے،

مگر اس کے ہاتھ (اس بارے میں) بے کار ہیں۔

تیسری نظم

تباہ ہوگیا ہے ...... اس[۲۱۰] وقت،

اور آدمی (اپنے دوست کو مخالف کی طرح) دیکھتا ہے۔

کمزور آدمی (گرم ...... کو) ٹھنڈا کرتا ہے،

...... خوف ......

...... غریب لوگ (...... ملک) اس کی وجہ سے روشن نہیں ہے۔

تباہ ہوگیا ہے ...... ان کی خوراک اس خوف (سے ان سے) چھین لی گئی ہے ......

عام شہری التجا کرتا ہے ...... پیغامبر ...... لیکن ...... وقت ...... نہیں ...... اسے اپنے مال سمیت پکڑ لیا جاتا ہے اور اس کا سارا سامان چھین لیا جاتا ہے ...... لوگ اس کے دروازے کے پاس سے گذر جاتے ہیں ...... (دیوار کے باہر ایک سائبان) ...... اور شاہینوں[۲۱۱] سے بھرے ہوئے کمرے ...... عام آدمی ہی چوکس ہوگا۔ وہ طلوع ہوتے ہوئے دن"

---

[۲۰۹] یعنی اب کسان بھی فصل کٹنے اور اس کی مقدار وغیرہ کے بارے میں سرکاری عمال کو اطلاع نہیں دیتے جیسا کہ ان پر فرض تھا۔ [۲۱۰] اس تیسری نظم کے بیشتر اشعار ضائع ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں نظم کے بعد نثری حصہ بھی بُری طرح ضائع ہو چکا ہے۔ چنانچہ تیسری نظم اور آگے نثر کا مکمل اور مربوط ترجمہ بھی نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی مفہوم مکمل طور پر اجاگر کیا جا سکتا ہے۔ اس تیسری نظم میں بھی زبوں حالی کا مزید تذکرہ ہے۔ تیسری نظم کے اشعار "تباہ ہوگیا ہے" سے ہوتے ہیں۔ [۲۱۱] شاہین = غالباً مقدس پرندے شاہین کی مورتیوں سے مراد ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس ضائع شدہ عبارت میں ایڈوور کسی مندر کا ذکر کر رہا ہو۔

سے خائف نہیں ہوگا[۲۱۲]...... کی وجہ سے لوگ بھاگ گئے ہیں۔ وہ غیر ملکیوں کی طرح خیمے بناتے ہیں۔
تباہ ہوگیا ہے اس کام پر عمل درآمد جس کے لئے نوکر اپنے مالکوں کے حکم پر جاتے تھے۔[۲۱۳]
وہ آمادہ نہیں ہوتے۔[۲۱۴] وہ پانچ مرد ہیں[۲۱۵] اور وہ کہتے ہیں" تو خود اس سڑک پر چلا جا جس سے تو
واقف ہے ہم تو ابھی آتے ہیں۔[۲۱۶]

زیریں مصر روتا ہے، بادشاہ کا گودام ہر ایک کی مشترکہ ملکیت ہو کر رہ گیا ہے۔ اور سارا محل[۲۱۷] اپنے محاصل سے محروم ہو گیا ہے۔ اس (محل) کے لئے گندم، جو، پرندے اور مچھلیاں ہونی چاہئیں، اس کے لئے سفید پوشاکیں، نفیس کتان (کا کپڑا) تانبا اور تیل ہونا چاہئے۔ اس کے لئے قالین، پائدانہ...... (پھول)، پالکی، تمام بنی ہوئی اچھی مصنوعات...... اگر......
محل میں...... لوگ...... محروم......

---

[۲۱۲] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ہے "دن نکلنے پر عام آدمی جاگ جاتا ہے، مگر وہ تباہ نہیں ہوتا"۔

[۲۱۳] تا [۲۱۶] ان فقروں کا مفہوم یہ ہے کہ اب نوکر مالک کا حکم نہیں مانتے اور وہ اس کے حکم پر کسی کام کے لئے سفر پر نہیں جاتے، بلکہ نوکروں کی نیت تو اب یہ ہوگئی ہے کہ مالک خود اپنے کام کے لئے سفر کریں۔ اور اس حکم عدولی کی وجہ یہ تھی کہ راستے پُرخطر ہو چکے تھے۔ وہ جواب میں مالکوں کو کہتے کہ وہ خود چلے جائیں (راستے سے تو وہ (مالک) واقف ہیں ہی، اور یہ کہ وہ (نوکر) تو ابھی سفر سے لوٹے ہیں" وہ آمادہ نہیں ہوتے" اس فقرے کا ایک اور ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے "انہیں (حکم عدولی) کا کوئی ڈر نہیں"۔ "وہ پانچ مرد ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ مزدوروں یا محنت کشوں کے جتھے پانچ پانچ افراد پر مشتمل ہوتے ہیں یہاں "وہ پانچ مرد ہیں" سے مراد غالباً یہی ہے، اور اس کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پانچ ملازم ہوتے ہوئے بھی وہ مل کر ڈر کے مارے کام پر جانے کی ہمت نہیں کرتے۔ [۲۱۷] محل سے خود فرعون بھی مراد لی جاسکتی ہے۔

چوتھی نظم

تباہ کر دو[218] عالیشان[219] محل[220] کے دشمنوں کو، درباریوں سے منور[221]، جبکہ اس میں ..... کاغذ کی مانند
ناظم[222] شہر کے ساتھ محافظ دستہ نہیں ہوتا۔

تباہ کر دو عالیشان محل کے دشمنوں کو، شاندار .....

تباہ کر دو عالیشان محل کے دشمنوں کو، توانین سے معمور،

تباہ کر دو اس عالیشان محل کے دشمنوں کو ....

تباہ کر دو اس عالیشان محل کے دشمنوں کو ....

...... کوئی کھڑا نہیں رہ سکتا ....

تباہ کر دو اس عالیشان محل کے دشمنوں کو، بہت سارے محکموں والا، دیکھو،

....

پانچویں نظم

یاد کرو ...... اے تبسمہ دنیا ....

جسے بیماری کی وجہ سے درد ہو،

...... تکریم کرو اس دیوتا کی وجہ سے،

تاکہ وہ اس کے بچوں کی ...... بات کی حفاظت کرے۔

---

[218] اصل پیپرس خراب ہو جانے کی وجہ سے اس چوتھی نظم کے مندرجات بہت حد تک ضائع ہو کر نامکمل رہ گئے ہیں۔ نظم مصرعہ "تباہ کر دو" سے شروع ہوتے ہیں۔ اس نظم میں لوگوں سے کہا گیا ہے کہ وہ محل یعنی دارالحکومت کی حفاظت کریں۔ علاوہ ازیں اس نظم میں دارالحکومت کے لئے "درباریوں سے منور"، "عالی مرتبت حکام"، "توانین سے معمور"، "بہت سارے محکموں والا"، جیسے وضعی الفاظ بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ [219] عالی شان: "محترم"، "قابلِ احترام" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [220] محل: دارالحکومت سے مراد ہے۔ [221] "درباریوں سے منور"، مطلب کہ درباری قصرِ شاہی یا دارالحکومت کی شان ہیں۔ "درباریوں سے منور" کی جگہ "عالی مرتبت حکام" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [222] ناظم شہر: "رئیس بلدیہ" (میئر) بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

(جو) سیلابی موجوں (کے شاہد ہیں)[۲۲۳]

یاد کرو[۲۲۴] خوشبوؤں کی دھونی کیسے دی جاتی ہے، صبح سویرے برتن سے پانی کیسے نذر کیا جاتا ہے
یاد کرو موٹے تازے رِنہس[۲۲۵]، تُرپ نہس[۲۲۶]، ست نہس[۲۲۷] لانا، دیوتاؤں کے حضور مقدس نذرانے کیسے چڑھائے جاتے ہیں[۲۲۸]
یاد کرو خام شورہ کیسے چبایا جاتا ہے[۲۲۹] اور سر گیلا کرنے کے[۲۳۰] دن سفید روٹی کیسے پکائی جاتی ہے[۲۳۱]

ص ۲۲۳ یہ نظم بھی جگہ جگہ سے ضائع ہو چکی ہے۔ اگلے مصرعے "یاد کرو" سے شروع ہوتے ہیں۔ پہلی پانچ سطور میں تو غالباً بیمار شخص کو اچھا کرنے کے طریق کار کا ذکر ہے۔ باقی تینوں مصرعوں اور ...... حتی کو معترب ......؟ یکم کی نثری عبارت میں گذشتہ زمانوں میں دیوتاؤں کے لیے ادا کی جانے والی مذہبی رسوم یاد دلاتے ہوئے کہ یہ سب کیسے ادا کی جاتی تھیں، آئندہ بھی انہیں لازمی طور پر ادا کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ اس پانچویں نظم جن مذہبی رسوم کی یاد دہانی کراتی ہے اور آئندہ بھی انہیں ادا کرنے کو کہا گیا ہے۔ فاکنر کے مطابق وہ فرعون خود ادا کرتا تھا اور ملک کی فلاح و بہبود کے لیے ان رسوم کی ادائیگی ضروری خیال کی جاتی تھی۔ یہاں صبح کے وقت معبود کے مجسمے کو خوشبوؤں کی دھونی دے کر اسے پانی سے دھونے یا پاک کرنے کی رسم کی طرف اشارہ ہے۔ ص ۲۲۵، ص ۲۲۶، ص ۲۲۷ رِنہس تُرپ نہس، ست نہس، مختلف قسم کے نہس۔ معلوم نہیں یہ کس قسم کے نہس تھے۔ ست نہس کا ترجمہ مرغابیاں یا بطخیں بھی کیا گیا ہے۔ ص ۲۲۸ اس مصرعے میں ایک خاص مذہبی رسم کا ذکر کیا گیا ہے جس کے مطابق نہس وغیرہ آگ پر بھون کر دیوتاؤں کے لیے بطور نذرانے چڑھائے جاتے تھے۔ یہ نہس اور بطخیں وغیرہ اسی مقصد کے لیے خوب کھلا پلا کر موٹے تازے کیے جاتے تھے۔ ص ۲۲۹ خام شورہ پانی میں ملا کر اس سے منہ پاک صاف کرنے کی رسم۔ ص ۲۳۰ شورے کے پانی سے منہ پاک کرنے کی طرح سر کو گیلا کر کے یا دھو کر پاک کرنے کی مذہبی رسم تھی۔ پجاری شورے کے پانی سے اپنا منہ پاک کرتے تھے اور پاک صاف ہونے کی مذہبی رسم کے طور پر اپنے سر دھوتے تھے۔ ص ۲۳۱ اس لائن میں یہ یاد کرنے کے لیے کہا گیا ہے کہ گذشتہ زمانوں میں مذہبی رسوم کی ادائیگی کے سلسلے میں شورے سے منہ کیسے پاک کیا جاتا تھا؟ سر کیسے دھویا جاتا تھا۔ سفید روٹی کیسے پکائی جاتی تھی ——— اور یہ سب کچھ سر دھونے کی رسم ادا کرنے کے دن کرنا چاہیے۔

یاد کرو، جھنڈا[231] لگانے کے بانس کیسے لگائے جاتے ہیں اور نذرانوں کے پتھر کس طرح کندہ کئے جاتے ہیں، پجاری مندروں کو پاک کیسے کرتے ہیں اور خانۂ معبود[232] میں دودھ کی مانند سفیدی کیسے کی جاتی ہے، افق[233] کی مہک کیسے خوشگوار بنائی جاتی ہے اور نذر کی روٹی کیسے مہیا کی جاتی ہے

یاد کرو، ضوابط[234] پر عمل کیسے کیا جاتا ہے، تاریخیں[235] صحیح کیسے متعین کی جاتی ہیں۔ اسے الگ کیسے کیا جاتا ہے جو ناپاکی کی حالت میں مذہبی رسوم کی ادائیگی میں شامل ہو جاتا ہے[236] اور جو (یہ) غلط طریقے پر ادا کر رہا ہو۔ یہ دل کی تباہی ہے[237] ...... ابدیت (سے پہلے) آنے والا ...... بیٹے۔

یاد کرو بیل کیسے قربان کئے جاتے ہیں.....

یاد کرو..... باہر جانا..... جو تمہیں بلاتا ہے، دہن کو آگ پر کیسے رکھا جاتا ہے۔ ..... برتن (کیسے کھولا جاتا ہے) پانیوں کا ساحل...... عورتوں کا..... کپڑے ...... (ستائش) کیسے کی جاتی ہے..... تمہاری ڈھارس بندھانے کے لئے..... آدمیوں کی کمی.. ..... را جو (حکم دیتا ہے)...... اس کی عبادت..... حتیٰ کہ مغرب......

دیکھو وہ انسانوں کی تخلیق کیوں کرتا ہے، جب کہ ڈرپوک آدمی اور تشدد کرنے والے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ایسا ہو گا کہ وہ دل کو ٹھنڈا کرے گا، لوگ کہیں گے "وہ سب لوگوں کا چرواہا ہے" اس کے دل میں بدی نہیں ہے اگو اس کے گلّے تھوڑے ہوں، مگر اس نے

---

[231] مندر کے پھاٹک کے سامنے جھنڈے لگانے کے لئے۔ [232] خانۂ معبود: مندر سے مراد ہے۔ مصری مندر کو دیوتا کا گھر۔ "خانۂ صنم" بھی کہتے تھے۔ [233] افق: دیوتا کی قربان گاہ۔

[234] ضوابط: مذہبی رسوماتی ضوابط۔ [235] مذہبی تہواروں یا تقاریب کی باقاعدہ تاریخیں۔ [236] ایسا پروہت جو ناپاک حالت میں مذہبی رسوم ادا کرنے لگے۔ [237] دل: یہاں دل کو خیال (سوچ) کا مسکن قرار دیا گیا ہے۔ "یہ دل کی تباہی ہے" سے مراد غالباً یہ ہے کہ ناپاک حالت میں مذہبی رسمیں ادا کرنا احمقانہ یا لاپرواہی پر مبنی اقدام ہے۔

انکی رکھوالی میں دن گذارا ہے۔۔۔۔[ف۲۳۸] "کاش وہ اوّلین نسل انسانی کے وقت سے ہی لوگوں کے کردار کو جان لے! [ف۲۳۹] تب وہ بدی کا خاتمہ کر دیے! وہ اپنا بازو اس (بدی) کے خلاف پھیلا دے؛ وہ ان کا تخم اور اُن کے وارثوں کو ختم کر ڈالے۔۔۔۔ (مگر) ان کی گھڑی میں کوئی رہبر نہیں ہے۔ وہ آج کہاں ہے؟ [ف۲۴۰] تب کیا وہ سویا ہوا ہے؟ [ف۲۴۱] دیکھو شان نہیں دیکھی جا سکتی۔۔۔۔۔

(اور جو موجودہ محققین مندرجہ بالا پیراگراف کو 'نجات دہندہ' یا مسیحا سے متعلق نہیں مانتے انہوں نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے ـــــــ "دیکھو' وہ [ف۲۴۲] انسانوں کی تخلیق کیوں کرتا ہے [ف۲۴۳] جب کہ بزدل اور ظالم آدمی میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا۔ اگر وہ حدّت کو ٹھنڈا کر دے گا (تو) لوگ کہیں گے: [ف۲۴۴] "وہ سب کا چرواہا ہے اس کے دل میں کوئی بدی نہیں ہے۔ اس کے ریوڑ تھوڑے ہیں' مگر وہ ان کی رکھوالی میں سارا دن گذار دیتا ہے"۔ [ف۲۴۵] ان کے دل میں آگ بھری ہے

ف۲۳۸ اس پیراگراف سے پہلے کا حصہ بہت حد تک ضائع ہو چکا ہے اور عبارت میں ایک نیا موضوع چھیڑ دیا گیا ہے۔ ولسن وغیرہ کے خیال میں اپوور یقینی طور پر ایک مثالی حکمران کا ذکر رہا ہے۔ یہاں محققین نے دو مختلف آراء کا اظہار کیا ہے ایک تو یہ کہ یہاں ماضی کے مثالی حکمران کا ذکر ہے، غالباً سورج دیوتا کا ذکر ہے جب وہ روئے زمین پر حکمران تھا اور دوسری رائے یہ ہے کہ یہ پیراگراف واقعی ایک مسیحا یا نجات دہندہ کی آمد سے متعلق ہے اور اپوور یہ کہہ رہا ہے کہ نجات دہندہ آئے گا اور مصر کو اس کے مصائب سے چھٹکارا دلائے گا۔ ف۲۳۹ مطلب کہ مثالی حکمران کو انسان کی مستقل فطرت سے آگاہ ہونا چاہیئے یعنی یہ کہ مثالی حکمران کو اولین نسل انسانی سے ہی لے کر اب تک انسان کی فطرت سے آگاہ ہونا چاہیئے۔ ف۲۴۰، ف۲۴۱ جو محققین اس پیراگراف کے اس حصے کو 'نجات دہندہ' (مسیحا) کی آمد سے متعلق مانتے ہیں ان کے نزدیک ان دونوں فقروں میں آنے والے 'مسیحا' کا ذکر ہے۔ ف۲۴۲ وہ یہ سورج دیوتا۔ فاکنر کے الفاظ میں برترین معبود۔ ف۲۴۳ یہ حصہ اس لحاظ سے دلچسپ ہے کہ اس میں دیوتاؤں اور انسانوں کے خالق "را" دیوتا پر نکتہ چینی کی گئی ہے کہ وہ مداخلت کرنے کی بجائے انسانوں کو ایک دوسرے کو ہلاک کر ڈالنے کی اجازت دے رہا ہے۔ اس حصے میں اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ انسانوں کی فطرت میں بدی' خالق معبود نے پیدا نہیں کی تھی۔ ف۲۴۴ وہ یہ سورج دیوتا۔ برترین معبود۔ ف۲۴۵ ان کے یہ لوگوں کے۔

کاش وہ ان کی فطرت پہلی نسل کے دوران (ہی) سمجھ لیتا[۲۴۶]۔ تب وہ اس بدی کا خاتمہ کر ڈالتا اس (بدی) کے خلاف اپنا ہاتھ پھیلا دیتا۔ وہ ان کا تخم اور ان کی اولاد ختم کر ڈالتا۔ لیکن چونکہ لوگ بچے پیدا کرنے کے خواہشمند ہیں، آلام نازل ہو گئے ہیں اور ہر جگہ مصائب ہیں چنانچہ ایسا ہی ہے اور یہ ختم نہیں ہوں گے، جب تک "دیوتا" جو اس کے درمیان ہیں، موجود ہیں۔ خانی عورتوں کے اندر تخم داخل ہوتا ہے[۲۴۷]۔ مگر سڑک پر کوئی نظر نہیں آتا[۲۴۸]۔ ہر طرف لڑائی کا بازار گرم ہے اور جسے شیطنت کو ختم کرنا چاہیئے، وہی (بدی) کا مرتکب ہوتا ہے ان کی ادائیگی فرض کے وقت کوئی رہبر نہیں ہے۔ آج وہ کہاں ہے[۲۴۹]؟ کیا وہ سویا ہوا ہے[۲۵۰]؟

"دیکھو! اس کی قوت (کا مظاہرہ) دکھائی نہیں دیتا" ———)

اگر ہمیں کھانے کو ملتا تو میں تیرے پاس نہ آتا[۲۵۱]، مجھے (یونہی بے فائدہ) نہ بلایا جاتا۔ ہر شخص کی زبان پر یہ کہاوت ہے" اس کے خلاف[۲۵۲] حملے کا مطلب ہے دل کو آزار پہنچانا"۔ آج وہ خوف زدہ ہے ...... بے شمار لوگ ...... نہیں دیکھا ...... کے دشمنوں کے خلاف ......

---

[۲۴۶] "وہ" :- سورج دیوتا را ——— فاکنر کے الفاظ میں "برترین معبود"۔ [۲۴۷] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ——— "خانی عورتوں سے تخم باہر آتا ہے"۔ [۲۴۸] غالباً مطلب یہ کہ عورتوں کے حمل قرار پانے کے باوجود بچے پیدا نہیں ہوتے تھے۔ [۲۴۹] "وہ" :- فاکنر کے نزدیک برترین دیوتا سے مراد ہے۔ [۲۵۰] اوہن کے نزدیک سوئے ہوئے "وہ" سے مراد خود فرعون ہے۔ مگر دوسرے محققین کے خیال میں لفظ "وہ" سے مراد آنے والا مسیحا (نجات دہندہ) ہے۔ [۲۵۱] یہ پیرا گراف بھی بہت حد تک ضائع ہو چکا ہے۔ یہاں ایپور سورج دیوتا سے نہیں بلکہ فرعون سے مخاطب ہے۔ بڑی جرأت کے ساتھ فرعون کو فہمائش کر رہا ہے کہ اگر ملک کی حالت ایسی بدترین اور المناک نہ ہوتی، لوگ بھوکوں نہ مر رہے ہوتے، تو وہ فرعون یہ باتیں نہ کہنے آتا۔ بہرے کانوں کو اپنی باتیں سنانے نہ آتا۔ اس مسخ شدہ پیرا گراف میں مصر کی اس افسوسناک اور ہیبت ناک صورت حال کی ذمہ داری فرعون پر ڈالی ہے۔ [۲۵۲] اس کے خلاف :- زبوں حالی اور مصائب کے خلاف۔

اس کے بیرونی کمرے میں، جو مندر میں داخل ہوتے ہیں۔۔۔۔۔اس کے لئے روتے ہوئے۔۔۔۔۔
وہ جو اپنے کیے پر شرمندہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ملک۔۔۔۔۔نہیں گرا ہے۔۔۔۔۔مجسمے جلا دیے گئے
اور ان کے مقبرے تباہ کر دیئے گئے ہیں۔۔۔۔۔وہ۔۔۔۔۔کا دن دیکھتا ہے۔۔۔۔۔وہ جو
اپنے لئے نہیں بنا سکا۔۔۔۔۔آسمان اور زمین کے درمیان ہر شخص سے خوفزدہ ہے۔
۔۔۔۔۔اگر وہ یہ کرتا ہے۔۔۔۔۔جو لینا تجھے ناپسند ہے۔ اقتدار، علم اور سچائی تیرے ساتھ[۲۵۳]
ہے، مگر تو نے ملک میں انتشار اور ہلچل کا شور پھیلنے دیا ہے۔ دیکھ ایک شخص دوسرے
کو نقصان پہنچاتا ہے، اور لوگ تیرے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اگر تین آدمی
سڑک پر سفر کرتے ہیں تو صرف دو ملیں گے، کیونکہ زیادہ لوگ کم لوگوں کو ہلاک کر ڈالتے ہیں
کیا کوئی چرواہا موت کی خواہش کرتا ہے[۲۵۴]؟ تب تو حکم دے گا کہ جواب دیا جائے[۲۵۵]: یہ (سب)
اس لئے ہے کہ کوئی محبت کرتا ہے، کوئی نفرت کرتا ہے۔ یہ اس لئے کہ ان کی تعداد[۲۵۶]

---

۲۵۳ مطلب یہ کہ فرعون کے پاس وہ سب خصوصیات اور اختیارات ہیں جو کسی حکمران میں ہونے چاہئیں مگر اس نے ان سے کام نہیں لیا، چنانچہ سارا ملک افراتفری اور ہنگاموں کی آگ میں جھلس رہا ہے۔ اقتدار، علم اور سچائی کے لئے اصل مصری زبان کے الفاظ آئے ہیں ــــــ "ہو" (اقتدار)، "سیا" (علم) اور مات (معات۔ سچائی)۔ مات کا ترجمہ سچائی کی جگہ انصاف بھی کیا گیا ہے۔ ۲۵۴ چرواہا: فرعون کو چرواہا (گڈریا) کہا گیا ہے یعنی جو حیثیت، رتبہ اور اہمیت مویشیوں کے لئے چرواہے کی ہے۔ وہی رعایا کے لئے حکمران کی ہے۔ حکمران کے لئے چرواہے (گڈریے) کا تصور اس فقرے سے ظاہر ہے کہ بائبل سے ڈیڑھ دو ہزار برس پرانا ہے۔ اس فقرے میں کہا یہ گیا ہے کہ جس طرح چرواہا اپنے مویشیوں کی موت گوارا نہیں کر سکتا اسی طرح حکمران کو اپنی رعایا کی موت گوارا نہیں کرنا چاہیے۔
۲۵۵ مطلب یہ کہ فرعون اپُوور کی باتوں کا جواب دے اور اس کی الزام تراشیوں کو مسترد کر دے۔
۲۵۶ ان کی تعداد، لوگوں کی تعداد۔

ہر جگہ گم ہو۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ تیرا طرزِ عمل ایسا رہا ہے کہ یہ صورت حال رونما ہو۔ کیا تو جھوٹ بولتا ہے۔؟[۲۵۷][۲۵۸]

ملک خس و خاشاک ہے جو آدمی کو ہلاک کر دیتا ہے۔ کسی کو اپنے زندہ رہنے کی توقع نہیں۔

ان تمام برسوں میں گڑبڑ رہی ہے۔ آدمی کو اس کی چھت پر ہلاک کر دیا جاتا ہے، اسے اپنے گھر کے پھاٹک میں نگرانی کرنی چاہیئے[۲۵۹] اگر وہ دلیر ہوا تو خود کو بچا لے گا۔ یوں وہ زندہ رہے گا۔

جب کسی (ملازم) کو شہریوں کے پاس بھیجا جاتا ہے۔[۲۶۰] وہ سڑک پر جاتا ہے، حتیٰ کہ اسے سیلاب نظر آنے لگتا ہے۔ اگر (پانی) سڑک بہا لے گیا ہے تو وہ (ملازم) پریشانی میں کھڑا رہ جاتا ہے، جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے لوٹ لیا جاتا ہے۔ اسے لکڑی سے پیٹا جاتا ہے اور مجرمانہ طریقے پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ کاش تو بھی ان مصیبتوں کا ذرا مزہ چکھتا، تب تو کہتا......[۲۶۱]

چھٹی نظم

بے شک یہ خوش آئند ہے کہ جہاز اوپر کی طرف[۲۶۲] رواں رہتے ہیں،[۲۶۳]

ص ۲۵۷ یہاں اپوور نے اپنے الزامات کا جواب فرعون سے منسوب کیا ہے اور اس کا جو جواز پیش کیا گیا ہے اسے سمجھنا تقریباً ناممکن سا ہے۔ یہاں یہ کہا گیا ہے کہ کسی بات کے ایک سے زیادہ پہلو ہوتے ہیں۔ ص ۲۵۸ کیا تو جھوٹ بولتا ہے؟ ایک اور ترجمہ یوں کیا گیا ہے "تجھے جھوٹی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ ص ۲۵۹ ایک اور ترجمہ "خواہ وہ اپنے گھر کے پھاٹک میں چوکس (ہی) تھا۔ ص ۲۶۰ یعنی ملازم کو کسی کام سے بھیجا جاتا ہے مگر غیر محفوظ راستے میں ڈاکو اسے لوٹ کر ہلاک کر ڈالتے ہیں۔ ص ۲۶۱ فرعون کے ضائع شدہ جواب میں اپوور بڑی دلیری کے ساتھ فرعون سے مخاطب ہو کر ملک میں ناگار صورتحال ایک بار پھر بیان کرنے لگتا ہے کہتا ہے کہ ان مصائب کا تجربہ فرعون کو بھی ہوتا تو پھر اس (فرعون) کی بات چیت کا انداز کچھ اور ہوتا۔ اس سے آگے کا اہم حصہ پیپرس پر ضائع ہو چکا ہے۔ ص ۲۶۲ اوپر کی طرف، دریائی بہاؤ کے مخالف سمت میں۔ ص ۲۶۳ یہاں سے ایسے بند شروع ہوتے ہیں جن کے (شروع میں) "بیشک یہ خوش آئند ہے" کی تکرار ملتی ہے ان بندوں (STANZAS) میں ماضی کے اچھے دنوں کو یاد کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ مستقبل میں اچھے دن لوٹ کر آنے والے ہیں اور یہ کچھ ہوگا۔ اپوور یہاں گویا اچھے مستقبل کی نوید دے رہا ہے۔

.... انہیں لوٹ ......

بے شک یہ خوش آئند ہے ......

بے شک یہ خوش آئند ہے جب جال اندر کو کھینچ لیا جاتا ہے،

اور پرندوں کو جکڑ لیا جاتا ہے ......

بے شک یہ خوش آئند ہے ......

چلنے کے لئے سڑکیں بنائی جاتی ہیں۔

بے شک یہ خوش آئند ہے جب ہاتھ مقبرے تعمیر کرتے ہیں،

جب جوہڑ کھودے جاتے ہیں اور دیوتاؤں کے لئے ثمردار باغ لگائے جاتے ہیں۔

بے شک یہ خوش آئند ہے جب لوگ مخمور ہو جاتے ہیں،

جب وہ 'می یت'[۲۶۴] پیتے ہیں اور ان کے دل مسرور ہو جاتے ہیں۔

بے شک یہ خوش آئند ہے جب لوگوں کے منہ خوشی سے پکار اٹھتے ہیں،

جب اضلاع کے سردار اپنے گھروں سے خوشی کا نظارہ کرتے ہیں،[۲۶۵]

صاف ستھری بہترین پوشاکوں میں ملبوس، اور خوب فراوانی[۲۶۶] ......

بے شک یہ خوش آئند ہے جب بستر بچھائے جاتے ہیں،

اور بڑے لوگوں[۲۶۷] کے تکیے[۲۶۸] تعویز کے ذریعے محفوظ ہوتے ہیں،

---

[۲۶۴] می یت (می یَت)، کوئی خاص قسم کا مشروب (یا شراب)۔ [۲۶۵] یعنی علاقائی سردار اپنے گھروں میں کھڑے ہو کر باہر لوگوں کو خوشیاں مناتے دیکھیں۔ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ، جب اضلاع کے سردار اپنے گھروں میں خوشیاں دیکھتے ہیں۔ [۲۶۶] یعنی سردار اور امراء، لوگوں کو صاف ستھری پوشاکوں میں ملبوس خوب کھاتے پیتے اپنے گھر سے باہر یا اپنے گھروں کے اندر خوشیاں مناتے دیکھتے ہیں۔ [۲۶۷] بڑے لوگ، مالک اور حکام بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۲۶۸] تکیے، سوتے میں سر رکھنے کے لئے لکڑی کے تکیے بنائے جاتے تھے۔ ان چوبی تختوں پر مصری بھوتوں اور عفریتوں وغیرہ کی تصاویر بھی بنوا لیا کرتے تھے اس طرح ان کا خیال تھا کہ وہ (بھوت وغیرہ) سوتے میں ان کی حفاظت کریں گے، تعویز کے ذریعے محفوظ ہونے سے بھی یہی مراد ہے۔

جب سائے میں بستر[269] کے لئے ہر شخص کی ضرورت[270] پوری ہو جاتی ہے،[271]

اور جو کبھی جھاڑیوں میں سویا کرتے تھے ان کے لئے اب دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

بے شک یہ خوش آئند ہے جب سال نو کے دن نفیس کتان بچھائی جاتی ہے ...... کنارے پر،

عمدہ کتان بچھائی جاتی ہے، پوشاکیں رکھی جاتی ہیں ——

[271 الف] ....

...... کے درختوں کا نگران، غریب ...... ایشیائیوں کی طرح ان کے درمیان[272]

لوگ ...... حالت ...... وہ اپنے آپ ہی انجام کو پہنچتے ہیں ...... کوئی ایسا

نہیں بل سکتا جو ان کی حفاظت کے لئے اٹھ کھڑا ہو گا ......[273] ہر شخص اپنی بہن کے لئے لڑتا

---

[269] بستر: چارپائی یا سونے کی چٹائی۔ [270] ضرورت: خواہش بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [271] مطلب یہ کہ یہ شخص کو سلانے اور محفوظ جگہ پر چارپائی میسر ہو اور وہ آرام سے بے خطر سوئے۔ [271 الف] کچھ ضائع ہو جانے والے عبارت کے بعد ایک حصے میں فرعون کا جواب تھا۔ فرعون کو پھر اپوور جواب دیتا ہے اس ضائع شدہ حصے میں سے جو عبارت بچی ہے اس میں بظاہر زنگرودوں اور نوجوانوں کی بغاوت اور غیر ملکیوں کی مانند اپنے ہی ملک مصر پر حملہ آور ہونے کا ذکر ہے؛ بہر حال جنوب کے لوگ مصر کی اس آڑے وقت امداد کرنا چاہتے ہیں، مصر یعنی مصری ان جنوب والوں کے لئے بھائی اور بہن کی مانند ہیں۔ [272] یہاں اب فرعون بول رہا ہے۔ فرعون کی گفتگو کا جتنا بھی قابلِ فہم حصہ یہاں باقی رہ گیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اپوور کی بیان کردہ صورت حال کے ذمہ دار خود لوگ ہیں اور یہ کہ غیر ملکیوں سے مصریوں کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر فرعون کا جواب پیپرس پر کافی حد تک ضائع ہو چکا ہے۔ [273] اس سطر کا ایک اور ترجمہ: "کوئی ایسا نہیں ملتا جو ان کی جگہوں میں کھڑا ہو گا؛" مطلب وہی لوگوں کی حفاظت کرنے والے سے ہے۔

اور صرف اپنی حفاظت کرتا ہے۔ کیا یہ تو یہ دالے ہیں؟ تب ہم خود اپنی حفاظت کریں گے۔ کمان[۲۷۴]
برداروں کو مار بھگانے کے لئے بہت سارے جنگجو موجود ہیں۔ کیا یہ لیبیا والے ہیں؟ تب ہم انہیں[۲۷۵]
پسپا کردیں گے۔ خوش قسمتی سے مدجوئی مصر کے ساتھ ہیں ———[۲۷۶]

پھر ہر شخص اپنے بھائی کو قتل کیوں کرتا ہے؟ جو فوجی دستے ہم نے اپنی خاطر بھرتی کئے
تھے وہ غیر ملکی اور غارت گر بن گئے ہیں۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ایشیائیوں کو ملک[۲۷۷]
کی صورت حال سے واقفیت ہو گئی ہے۔ اس کے باوجود ہر غیر ملکی اس سے ڈرتا ہے....[۲۷۸][۲۷۹]

---

[۲۷۴] اس سطر کا ایک اور ترجمہ :۔ "ہر شخص اپنی بہن کے لئے لڑتا ہے اور اپنی چمڑی بچاتا ہے۔" بہر حال اس فقرے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کی بہنوں کی بے عزتی و بے آبروئی کی جا رہی تھی اور لوگ صرف اپنی بہنوں بیویوں بیٹیوں اور صرف اپنی حفاظت کرتے تھے دوسروں کی نہیں۔ ویسے ایک بات اور بھی ہے "اہل مصر محبوبہ کو بھی 'بہن' کہتے تھے" مگر محدود معنی میں مراد لیں تو پھر 'بہن' سے مراد صرف محبوبہ ہی نہیں لینا چاہیئے [۲۷۵] کمان بردار :۔ غیر ملکی۔ وحشی صحرا نشین۔ [۲۷۶] مدجوئی (متوئی) :۔ مصر کے جنوبی علاقوں کے لوگ۔ نوبہ (نوبیا) کا ایک قبیلہ۔ ان لوگوں کو مصری پولیس اور فوج میں بھرتی کیا جاتا تھا۔ [۲۷۷] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مصری فوجی دستے بھی فرعون اور اپنے ملک کے وفادار نہیں رہے تھے اور انہوں نے اپنے ہی ملک میں یوں لوٹ مار اور غارت گری شروع کر دی تھی جیسے وہ مصری نہیں کسی دوسرے ملک کے فوجی ہوں۔ غیر ملکی بن جانے سے مراد ہے کہ مصری فوجی اپنے ہی ملک میں غیر ملکیوں کی طرح تباہی پھیلا رہے تھے۔ [۲۷۸] یعنی مصر کے اپنے ہی فوجیوں کی غیر وفاداری اور مار دھاڑ کی وجہ سے ایشیائی حملہ آور مصر کی اندرونی صورت حال سے واقف ہو گئے تھے۔ [۲۷۹] اس سے :۔ "اس سے" کی بجائے "ان سے" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ وان اسٹرز کے خیال میں اس ٹکڑے میں ڈیلٹائی (شمالی) مصر میں ایک نئی آزاد طاقت یعنی غیر حملہ آور ہائیکوس لوگوں کا ذکر ہے مگر اسٹرز کے اس خیال کی تائید میں کوئی ٹھوس شواہد تو ہیں نہیں۔ [۲۸۰] ڈرتا ہے (ڈرتے ہیں) غیر ملکی کسی وقت کی عظیم طاقت ملک مصر سے اب بھی خائف ہیں؟۔ یہاں فرعون نے کوشش کی ہے کہ مصر کی طاقت کو غیر ملکیوں کی ٹکر کا بنایا جائے۔

لوگ اپنے تجربے کی بنا پر کہتے ہیں کہ "مصر کو ذ یت" کے سپرد نہیں کیا جائے گا۔ یہ طاقتور ہے .....
برسوں بعد تیرے متعلق بات ...... اپنے آپ کو تباہ کرتا ہے ...... یہ اناج گاہنے کا فرش
(ہی) ہے جو ان کو خوراک مہیا کرتا ہے ...... اپنے بچوں کو غذا دینے کے لئے ...... نوجیوں
نے کہا ...... مچھلیاں ...... گوند ...... کنول کے پتے ...... زیادہ خوراک
....

اِپُو وَر نے جب "ہمہ کل"، سب کلوں کے بادشاہ سلامت کو جواب دیا تو کہا اس کا مطلب ہے کہ اس سے لاعلمی دلخوش کن ہے۔[۲۸۰] تو نے وہی کچھ کیا ہے[۲۸۱] جس سے ان کا دِل[۲۸۲] خوش ہوتا ہے، کیونکہ تو نے لوگوں کو زندہ رکھا ہے (لیکن اب بھی) کل کے خوف سے وہ[۲۸۳] اپنے چہرے ڈھانپ لیتے ہیں۔[۲۸۴]

ایک بوڑھا آدمی تھا جو قریب المرگ[۲۸۵] تھا، جب کہ اس کا بیٹا ابھی بچہ ہی تھا اسے کچھ پتہ نہیں تھا ....

ف ۲۸۰ اُس سے۔ اِپُو وَر کی بیان کردہ الم ناک صورتحال سے۔ ف ۲۸۱ اس سطر کا ایک اور ترجمہ: "اور تو نے اسے لوگوں کو پالا ہے (غذا دی ہے)" ف ۲۸۲ ان کا دِل: درباریوں کا دِل ف ۲۸۳ وہ: فرعون کے پسندیدہ درباری ف ۲۸۴ اس پیراگراف میں اِپُو وَر نے فرعون سے کہا ہے کہ ملک کی الم ناک صورتحال سے آنکھیں بند کر لینے اور اپنے پسندیدہ درباریوں کا دِل خوش کرنے سے فرعون کا اپنا دِل تو یقیناً مسرور رہے گا لیکن اس کے باوجود درباری آنے والی کل سے خوفزدہ ہیں۔ ف ۲۸۵ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک بوڑھا آدمی تھا جو اپنی نجات کے سامنے تھا" "نجات" کا مفہوم یہاں موت ہے اور "اپنی نجات کے سامنے تھا" کا مطلب ہے کہ قریب المرگ تھا۔ اس آخری حصے کا آغاز اصل متن میں کہانی کہنے کے انداز میں ہوا ہے۔ یہ کہانی جو پیپرس میں بالکل ضائع ہو چکی ہے اِپُو وَر نے یا تو تمثیلی (اخلاقی) انداز میں سنائی تھی یا پھر اس کہانی کا اِپُو وَر کے اس نوحے سے قطعی تعلق نہیں تھا اور یوں اِپُو وَر کا یہ نوحہ اس فقرے "...... اپنے چہرے ڈھانپ لیتے ہیں" پر آکر ختم ہو جاتا ہے ــــ گاسٹر کا خیال یہ بھی ہے کہ یہاں اگر اِپُو وَر نے اگر کوئی کہانی نہیں سنائی تو پھر فرعون کی کسی ناانصافی کا ذکر کیا ہو گا۔

(آخری پیراگراف، جو بہت حد تک ضائع ہو چکا ہے، کا ترجمہ آر۔ او۔ فاکنر نے اس طرح کیا ہے ——— "(اس طرح) ایک آدمی مرنے سے پہلے بوڑھا ہو جاتا ہے، جب کہ اس کا بیٹا ابھی ناسمجھ بچہ ہوتا ہے۔ وہ ...... شروع کرتا ہے۔ وہ تجھ سے بات کرنے کے لئے اپنا منہ نہیں کھولتا۔ لیکن تو اسے موت کے انجام میں جکڑ لیتا ہے ...... روتا ہے ...... جلتے ہیں ...... تیرے بعد ...... کہ ہر طرف ...... ہو جائے۔ اگر لوگ ...... روتے ہیں ...... انہیں ...... جو مقبروں کو توڑ کر ان میں گھس جاتے ہیں اور مومیاں جلا ڈالتے ہیں ...... معززین کی لاشیں ......")

نفرتی کی پیشین گوئی

تخلیقی قدامت ...... ۴۰۰۰ برس
تحریری قدامت ...... ۳۴۰۰ برس

وسطی بادشاہت "($\frac{۱۹۹۱}{۱۷۸۶}$ ق۔م) کے عہد میں ایک ایسی تصنیف وجود میں آئی جسے نفرتی کی پیشین گوئی کا عنوان دیا گیا ہے۔ فرانسیسی محقق پوسنر نے ۱۹۵۱ء میں پہلی مرتبہ بڑے دعوے سے یہ کہا کہ اس ادب پارے کے مطابق اس کے خالق ادیب کا نام نَفَرتی تھا، نفرروحو نہیں۔ اس سے قبل عام ماہرین اسے نفرروحو ہی لکھتے چلے آ رہے تھے۔ سب سے پہلے سرالین گارڈنر نے اس کا مطالعہ کر کے ۱۹۱۴ء میں ترجمہ شائع کیا۔ عام خیال کے مطابق یہ ادب پارہ فراعنہ کے بارھویں خاندان ($\frac{۱۹۹۱}{۱۷۸۶}$ ق۔م) کے دورِ حکومت میں تخلیق و تحریر کیا گیا تھا۔ اور یہ وہ وقت تھا جب قدیم مصری تاریخ کے پہلے دورِ زوال ($\frac{۲۱۸۱}{۲۰۴۰}$ ق۔م) کے بعد مصر میں ایک بار پھر امن و امان قائم ہو گیا تھا۔ گویا اس تصنیف کے خالق ادیب نفرتی نامی نے آمن اُم حت اول کا زمانہ دیکھا تھا۔ اس طرح تخلیقی طور پر یہ فن پارہ کوئی چار ہزار برس پرانا ہے۔

نفرتی کی پیشین گوئی ایک پیپرس پر لکھی ہوئی ملی ہے جو آج کل لینن گراڈ (روس) کے عجائب گھر میں محفوظ ہے، علاوہ ازیں یہ پتھر کے ٹکڑوں پر بھی لکھی پائی گئی

ہے۔ ارمن نے آج سے کوئی ساٹھ برس پہلے جب اپنی کتاب جرمن زبان میں (انگریزی ترجمہ "دی لٹریچر آف دی اینشینٹ ایجپشینز") لکھی تو اس وقت انھوں نے ان ٹکڑوں کی تعداد تین بتائی تھی مگر مزید دریافتوں کی بنا پر اب یہ تعداد بیس تک پہنچ چکی ہے۔ طالب علموں کی دو الواح پر بھی اس کے کچھ حصے لکھے ہوئے دستیاب ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک تختی پر محض چند الفاظ باقی رہ گئے ہیں کیونکہ کسی نامعلوم قدیم مصری طالب علم نے اپنی اس تختی پر رقم تقریباً ساری کی ساری عبارت مٹا ڈالی تھی۔ یہ تختی آجکل برٹش میوزیم لندن میں موجود ہے نفرتی کی اس تصنیف کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس نوعیت کی جتنی بھی اور تخلیقات مل چکی ہیں ان میں یہ سب سے زیادہ محفوظ اور بہتر حالت میں ہے۔

قدامت یقینی بات ہے کہ یہ ادب پارہ بارھویں خاندان کے بانی فرعون آمن اَم حت اول (۱۹۹۱/۱۹۶۲ ق م) کے زمانے میں نہ صرف تخلیق کیا گیا بلکہ اسی وقت پہلی مرتبہ سپردِ قلم کیا گیا تھا؛ لیکن اس کی اب تک جتنی بھی نقول ملی ہیں وہ سب بعد کے زمانے کی ہیں ان میں سب سے قدیم لینن گراڈ پیپرس اور طلباء کی زیر نظر مذکورہ دو الواح ہیں۔ یہ تینوں نقول فراعنۂ مصر کے اٹھارھویں خاندان (۱۵۷۵/۱۳۰۸ ق م) کے زمانے میں لکھی گئی تھیں؛ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ پیپرس اور یہ الواح اس ادب پارے کی تخلیق اور اولین نسخے سے کوئی پانچ سو برس بعد کی ہیں، مگر اس کا اولین یا ہم عصر نسخہ اب تک ملا نہیں ہے۔ پتھروں پر رقم جو بیس نقول پائی گئی ہیں وہ "رعمیس دور" (۱۱۹۴/۱۰۸۷ ق۔م RAMESSIDE PERIOD) کی ہیں۔

اب اگر لینن گراڈ پیپرس اور دو الواح اٹھارھویں خاندان (۱۵۷۵/۱۳۰۸) کے ابتدائی یا آخری دور کا نہیں بلکہ وسطی دور کی لکھی ہوئی مان لی جائیں تو یہ نقول تقریباً ۳۴۰ برس قدیم قرار پائیں گی۔ بعض ماہرین کے مطابق "لینن گراڈ پیپرس" اٹھارھویں خاندان کے فرعون تحوت مس سوم (۱۴۶۸/۱۴۳۶ ق م) کے عہد میں لکھا گیا تھا، اس طرح بھی یہ کم و بیش ۳۴۴ برس پرانا ہی قرار پاتا ہے۔

گو بعض ماہرین کا خیال یہ بھی ہے کہ ادب پارہ مصری تاریخ کے "پہلے دورِ زوال" (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق.م) کے دوران تخلیق کیا گیا تھا، لیکن میں ان علماء کی تحقیق کا ہم نوا ہوں جو اسے فراعنہ کے بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق.م) کے بانی فرعون آمن اَم حت اوّل (۱۹۹۱/۱۹۶۲ ق.م) کے زمانے کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ ویسے ارمن کے نزدیک یہ آمن اَم حت اول کے بالکل بعد کے کسی جانشین کے عہد کی تخلیق بھی ہو سکتی ہے۔

نفرتی

اس تصنیف کے خالق نُفرتی کا نام اس اہم عبارت میں بھی آیا ہے جو چیسٹر بیٹی پیپرس پر لکھی ہوتی ہے اور جس میں مصر کے متعدد قدیم دانشوروں اور ادیبوں و عالموں کے نام لکھے ہیں ـــــ نفرتی اونو شہر (اون۔ ہیلیو پولس) میں پیدا ہوا تھا اور لیست (یونانی نام بوباتس) نامی شہر میں رہتا تھا۔ وہ پجاریوں کے اس طبقے سے تعلق رکھتا تھا جو خری حب کہلاتا تھا۔ اونو (اون، ہیلیو پولس) مصر میں آفتاب پرستی کا سب سے بڑا مرکز تھا اور سورج دیوتا کو اس شہر سے خاص نسبت تھی گویا یہ سورج دیوتا 'را' کا شہر تھا۔ نفرتی کے زمانے سے ذرا ہی پہلے حالات ایسے المناک، تباہ کن ناخوشگوار اور غیر معمولی ہو گئے کہ اونو جیسے مذہبی مرکز کے وقار اور وہاں شمس پرستی سے متعلقہ عقائد کو زبردست اور افسوسناک ٹھیس پہنچی اور زوال آیا۔ چنانچہ ان حالات میں نفرتی اور اونو شہر میں رہنے والے دوسرے آفتاب پرستوں کو جتنا بھی رنج پہنچا ہو کم ہے

نجات دہندہ
فرعون آمنی

قدیم بادشاہت (۲۶۸۶/۲۱۸۱ ق.م) اور وسطی بادشاہت (۲۱۳۳/۱۷۸۶ ق.م) کے درمیانی عرصے یعنی پہلے دورِ زوال (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق.م) کے دوران مصر طوائف الملوکی کی خوفناک صورت حال میں گرفتار تھا۔ اسی زمانے میں یہ نظریہ پوری طرح راسخ ہو چکا تھا کہ کوئی "نجات دہندہ" آئے گا اور مصریوں کو تمام مصائب و تکالیف سے چھٹکارا دلائے گا۔ چنانچہ کسی "نجات دہندہ" کی آمد کے بارے میں پیشین گوئیوں پر مبنی اس قسم کے ادب کی تخلیق مصر میں

وسطی بادشاہت (۲۱۳۳/۱۷۸۶ ق.م) سے پیشتر "پہلے دورِ زوال" (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق.م) کے دوران فروغ پا رہی تھی اور ظاہر ہے کہ ایسے ادب میں امید اور رجائیت کا عنصر ضرور ہوتا ہے خواہ کسی نجات دہندہ کی آمد اور اس کی طرف سے حالات بہتر بنانے کی توقع کی صورت میں ہی سہی۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ "پہلے دورِ زوال" (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق.م) کے دوران امید افزا عنصر لئے ہوئے ادب تخلیق ہوا کیونکہ وہ دور ہی ایسا تھا کہ لوگ اس آس اس امید میں رہنا چاہتے تھے کہ بہتری کی صورت بالآخر پیدا ہو ہی جائے گی۔ بہر حال قنوطی ادب میں شامل نفرتی کا تخلیق کردہ یہ ایسا ادب پارہ ہے جس میں اچھے مستقبل کی امید ظاہر کی گئی ہے۔ تاہم اس میں "پہلے دورِ زوال" (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق.م) کے دوران رونما ہونے والی ابتری، ناانصافی اور تمام مصائب کا خوب ذکر ہے۔

چار ہزار برس پہلے ادب میں سیاسی پروپیگنڈہ

ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ اس تخلیق کی نوعیت دراصل سیاسی پروپیگنڈہ کی ہے۔ پروپیگنڈہ ہی اس کا مقصد تھا۔ یہ پروپیگنڈہ بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق.م) کے بانی فرعون آمن اَم اَحت اول (۱۹۹۱/۱۹۶۲ ق.م) کے حق میں کیا گیا ہے کہ وہ تخت کا جائز حقدار تھا۔ میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ اس تصنیف کی غرض و غایت یقیناً سیاسی تھی اور اس میں سیاسی میلان و رجحان پوری طرح جھلکتا ہے۔ یہ تحریر پروپیگنڈے کے ذیل میں آ گئی ہے

اس ادب پارے میں "آمنی" نامی "نجات دہندہ" کی آمد کی پیشین گوئی کی گئی ہے جو آ کر ناسازگار اور پُر آشوب حالات کو اچھے حالات میں تبدیل کر دے گا۔ آمنی دراصل بارھویں خاندان کے بانی فرعون آمن اَم حت اوّل (۱۹۹۱/۱۹۶۲ ق.م) کا ہی نام ہے اور یہ آمن اَم حت اول ہی تھا جس نے مصر کی خانہ جنگی اور انتشار ختم کر کے ایک مضبوط مرکزی حکومت قائم کی۔ اس زمانے میں مصر کی خوشحالی اور سالمیت کے لئے دو خطرے سب سے فوری تھے۔ یعنی دریائے نیل کے پانی کی مقدار میں کمی بیشی اور ایشیائی وحشی قبائل کی یلغاریں۔ آمن اَم حت نے نہ صرف ملک میں امن و امان قائم کیا بلکہ اس کی حفاظت کے

لئے قلعوں کا ایک سلسلہ تعمیر کیا جسے "بادشاہ کی دیوار" کہا جاتا تھا۔ اس دیوار کی وجہ سے مشرقی سمت سے حملہ آور قبیلوں کی پیش قدمیاں روک دی گئیں۔

"نجات دہندہ کی آمد کا مصری تصوّر بارھویں خاندان کے فرعونوں کے لئے بہت مفید اور ان کے مطلب کا تھا چنانچہ اس خاندان کے ابتدائی فراعنہ نے اس تصوّر کی خوب خوب آبیاری کی کیونکہ اس طرح ان کے اپنے قدم مضبوط ہوتے تھے۔ دراصل بارھویں خاندان کے فرعونوں نے اپنی حکومت کی بالکل ابتدا سے ہی ملک میں اپنی حکومت مستحکم کرنے کے لئے ادب کو بھی وسیلہ بنانا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ اس تصنیف کی تخلیق اور اسے لوگوں تک پہنچانے کا اصل مقصد تخت و تاج کے غاصب فرعون آمن اَم حَت اوّل کے مؤقف اور تخت شاہی پر اس کے حق کو تقویت پہنچانا اور برحق ثابت کرنا تھا۔ مرکز کمزور ہو چکا تھا اسی لئے آمن اَم حَت اوّل کو تخت پر قبضہ کر کے مصر کا حکمران بن جانے کا موقعہ مل گیا۔ وہ کسی بادشاہ کا بیٹا نہیں تھا بلکہ اس کا باپ سِن اُسرت ایک عام سا شخص تھا مصری دستور کے مطابق آمن اَم حَت کا تخت شاہی پر کوئی حق نہیں بنتا تھا کیونکہ آمن اَم حَت کسی بادشاہ کا بیٹا نہیں تھا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اس کی ماں شاہی خاندان سے نہیں تھی جو تخت نشینی کے لئے ضروری تھا۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ فرعون آمن اَم حَت اوّل کے اشارے پر ہی نُفرتی نے یہ ادب پارہ تخلیق کیا تھا۔

نجات دہندہ

نُفرتی کی اس تصنیف میں پیشین گوئی کی صورت میں "نجات دہندہ" کی آمد کا تصوّر واضح طور پر ملتا ہے اور یہ ادب پارہ اس انداز میں تخلیق اور لکھا گیا ہے جیسے یہ چوتھے خاندان ($\frac{۲۶۱۳}{۲۴۹۴}$ ق۔م) کے فرعون سُنفرُو (سُنوفرو) کے عہد میں تخلیق کیا گیا تھا لیکن مجھے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ یہ بارھویں خاندان کے بانی فرعون آمن اَم حَت اوّل ہی کے زمانے میں پروپیگنڈے کے طور پر تخلیق کیا گیا مگر اس انداز سے کہ جیسے اس میں ملک میں ناسازگار حالات رونما ہونے اور پھر

آمن ام حت (آمنمی) کی آمد اور اس کے ہاتھوں حالات سنور جانے کے کوئی چھ سو برس پہلے پیشین گوئی کی جا رہی ہے. تاہم اس پر تصنع اور مصلحت آمیز غلط پروپیگنڈے سے مصریوں کے ہاں نجات دہندہ کی آمد کے تصور یا عقیدے کی واقعی موجودگی پر کوئی منفی اثر نہیں پڑتا بلکہ ان کے اس نظریئے کو نفرتی کی اس پیشین گوئی سے اور بھی تقویت ملتی ہے۔

اس خاص مقصد یعنی فرعون آمن ام حت اول کے حق میں پروپیگنڈہ کرنے اور اسی فرعون کی نجات دہندہ کے طور پر آمد کی پیشین گوئی کرنے کے لئے اس تصنیف کا تعلق چوتھے خاندان (۲۶۱۳/۲۴۹۴ ق م) کے بانی فرعون سنفرو (سنوفرو) کے عہد سے ظاہر کیا گیا ہے فرعون سنفرو، فرعون آمن ام حت سے کوئی ساڑھے چھ سو برس پہلے ہو گذرا ہے. نفرتی کی "پیشین گوئی" کو فرعون سنفرو کے عہد کی تخلیق ظاہر کرنے کی اس عمدہ ترکیب کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ فرعون آمن ام حت کے ہم عصر ادیب نفرتی کو یہ سہولت حاصل ہو گئی کہ وہ "پیشین گوئی" کر سکتا، ایسی باتوں کی پیشین گوئی جن کا تعلق، اس تصنیف کی تحریر کے وقت، دراصل ماضی اور حال سے تھا مستقبل سے نہیں گویا اس "پیشین گوئی" کی کچھ باتیں ماضی یعنی پہلے دور زوال (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق م) کی پر آشوب اور ہنگامہ خیز صورت حال اور کچھ باتوں کا تعلق نفرتی کے اپنے زمانے یعنی فرعون آمن ام حت اول کے عہد حکومت سے تھا ——— بہر حال "نجات دہندہ" کی آمد کے بارے میں پیشین گوئی پر مبنی یہ تصنیف اس لحاظ سے غیر معتبر اور وضعی یا نقلی ہے کہ دراصل اسے بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کے بانی فرعون آمن ام حت کے عہد میں تخلیق کیا گیا تھا حالانکہ اس ادب پارے کے شروع ہی میں تحریری طور پر یہ واضح ہے کہ واقعات کے رونما ہونے اور نجات دہندہ کی آمد کی پیشین گوئی نفرتی نے چوتھے خاندان کے فرعون سنفرو کے دربار میں کی تھی ———

نفرتی کی اس تصنیف کے مطابق چوتھے خاندان (۲۶۱۳/۲۴۹۴ ق م) کے بانی فرعون سنفرو (سنوفرو) نے اپنے درباریوں کو حکم دیا کہ کسی ایسے زیرک آدمی کو لائیں جو اپنی

اچھی اچھی باتوں سے اس (سنفرو) کی تفریح طبع کا سامان پیدا کرے۔ مستقبل کے بارے میں باتیں سنائے۔ چنانچہ لبست (پرلبست۔ بوباسٹس) نامی شہر سے نفرتی نام کے ایک دانشور ادیب اور پجاری کو دربار میں بلایا گیا۔ سنفرو نے اسے ماضی کی بجائے مستقبل کے بارے میں باتیں سنانے کے لئے کہا۔ —— نفرتی نے زبردست قوت متخیلہ سے کام لیتے ہوئے نفرتی نے ملک کی تباہی کی پیشین گوئی کی کہ قدیم بادشاہت کا زوال ہو گا۔ ملک بری حالت کو پہنچ جائے گا۔ اور آمنی (بارھویں خاندان کا بانی فرعون آمن ام حت اول) نجات دہندہ بن کر آئے گا۔ اور ملک و قوم کو اس تباہ کن صورت حال سے نجات دلائے گا۔

پر اثر انداز اس تحریر کے دو حصے کئے جا سکتے ہیں ایک تو وہ جس میں دکھوں، برائیوں اور مار دھاڑ وغیرہ کا ذکر ہے اور دوسرا وہ جس میں نفرتی نے یہ پیشین گوئی کی ہے کہ ایک نجات دہندہ آئے گا جو ان مصائب و آلام اور برائیوں کا خاتمہ کر دے گا۔ —— اسی پیشین گوئی سے کہ آمنی نامی نجات دہندہ آئے گا۔ اس ادب پارے کو سمجھنے میں بنیادی مدد بھی ملتی ہے۔ اسی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس "پیشین گوئی" کو ادبی جامہ پہنایا گیا ہے اور اس میں اس بات پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ ادب پارہ دراصل اسی فرعون آمن ام حت اول کے زمانے میں تخلیق کیا گیا تھا جسے نفرتی نے آنے والا نجات دہندہ کہا ہے اور اسے "آمنی" کا نام دیا ہے اور یہ کہ اس ادب پارے یا "پیشین گوئی" کا اصل مقصد فرعون آمن ام حت اول کی بڑائی کرنا تھا۔ چونکہ نفرتی کی اس تحریر کے کچھ حصے طالب علموں کی تختیوں پر بھی لکھے ملے ہیں اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ اس کا شمار ایسے ادب یا ادبی تخلیقات میں تھا جنہیں اسکولوں کے نصاب میں داخل کر لیا گیا تھا اور صدیوں تک ان کی یہ نصابی حیثیت برقرار رہی۔

بعض محققین کے خیال میں اس تصنیف کو "تاریخی افسانہ" قرار دیا جا سکتا ہے جس میں پیشین گوئی کی فرضی ہیئت اختیار کی گئی ہے۔ نفرتی نے اپنی اس تخلیق کی عبارت کا

تانا بانا بڑی ہی مہارت سے بُنا ہے اور قومی آفات و آلام (شہر آشوب) کے موضوع کو بڑی محنت سے شاعرانہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ شاعر (نفرتی) نے مختلف چیزوں کی صورتحال کے بارے میں جس طرح غور کیا، اسے اس نے اپنے اس ادب پارے کے مختلف حصوں میں، بہت ہی خوبصورتی اور مؤثر پیرائے میں بیان کیا ہے، اس نے صورت حال کا نقشہ بہت ہی عمدگی اور اثر آفرین انداز میں کھینچا ہے اور نقطۂ عروج وہ مقام ہے جہاں سورج کے انسانوں سے الگ ہو جانے کی بات کی گئی ہے۔ یہاں شاعرانہ تخیل بہت ہی دلکش اور اثر انگیز ہو گیا ہے ——

اسی باب (قنوطی ادب) میں شامل "اپُور کا نوحہ" کی طرح زیر نظر ادب پارے کے خالق نُفرتی نے بھی اپنی اس تخلیق میں برائی یا بدی کو سماجی صورت حال کی حیثیت سے لیا ہے اور اپُور نامی دانشور ادیب کی طرح نفرتی نے بھی اس صورت حال کا حل بھی پیش کیا، یعنی کہ کوئی مضبوط و مقتدر فرمانروا آئے گا اور ملک میں امن و امان قائم کرے گا، اچھائی کو فروغ دے گا۔ تقریباً چار ہزار برس پیشتر کے ان مصری اہلِ قلم اپُور اور نفرتی کو یہ فخر یقیناً حاصل ہے کہ انہوں نے بُرائی کے مسئلے کو اٹھایا، اسے اپنی تحریروں میں پیش کیا، پوری طرح نہ بھی بُرائی کا کم از کم ایک پہلو ضرور پیش کیا۔ اپنی تصانیف میں اس مسئلے کو پیش کرتے ہوئے وہ جس طرح محدود ہے وہ صاف عیاں ہے۔ انہوں نے اپنا پورا پورا زورِ بیاں صرف کر کے اس مسئلے کو سمیٹ کر دو پہلو سے پیش کیا یعنی نظم و ضبط اور اس کی ضد انتشار یا طوائف الملوکی انہوں نے دو دو متضاد صورتیں بیان کیں۔ ان کا اہم طرز بیان یہ رہا کہ ایک صورت حال کو اس کی متضاد صورت میں پیش کیا جائے مثلاً یہ کہ جو بڑا تھا وہ چھوٹا ہو گیا ہے، سر برآوردہ کو کم تر بنا دیا گیا ہے، غلام مالک بن گئے ہیں، مالک غلام ہو گئے ہیں، دریائی گذرگاہ سوکھ گئی ہے، خشک زمین زیر آب آ گئی ہے وغیرہ۔

یقینی بات ہے کہ نُفرتی قنوطی ادب کے زمرے میں آنے والی وہ تخلیقات اور تصانیف

پڑھ چکا تھا جو اس سے پہلے تخلیق کی گئی تھیں۔ اس نے ان سے اثر قبول کیا، استفادہ کیا۔ اور پھر ابتلاء، ان مصائب کا اپنی تصنیف میں ذکر کیا جو نفرتی سے پیشتر پہلے دورِ زوال (۲۱۸۱-۲۰۴۰ ق م) کے دوران نازل ہو چکے تھے۔ نہ صرف یہ کہ بلکہ اس نے پیشین گوئی کے طور پر اپنی اس تصنیف میں یہ اعلان بھی کر دیا کہ آنے والا نجات دہندہ "آمنی" (آمن۔ ام حت اول) آئے گا اور ملک میں سنہری دور شروع ہو جائے گا۔

نفرتی کی پیشین گوئی

تخلیقی قدامت:۔ ۴۰۰۰ برس

تحریری قدامت:۔ ۳۴۵۰ برس

اب ایسا ہوا کہ بالائی اور زیریں مصر کا راست باز[1] اور کریم النفس[2] بادشاہ سنفرو اس پورے ملک پر حکمران تھا۔ ان دنوں ایک دن یوں ہوا کہ دارالحکومت کے

---

[1] راست باز:۔ مصریوں کے ہاں دستور تھا کہ وہ مرنے والوں کا نام لکھتے تو نام کے فوراً بعد ہی ایک ایسی اصطلاح لکھتے جس کا لفظی مفہوم یوں بنتا ہے: "آواز کا سچا، بات کا سچا، سچی آواز" اصل میں عالم آخرت میں اُسر (اوزیرس) دیوتا کے حضور اعمال کی جانچ کے بعد بخشے جانے والوں کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ عالم آخرت میں اسر دیوتا کے سامنے مرنے والے کا دل میزانِ عدل کے ایک پلڑے اور سچائی (حق) یا انصاف کی دیوی کی علامت پر دوسرے پلڑے میں رکھا جاتا ـــــ اگر مرنے والا اس آزمائش میں پورا ہوتا تو "اسر کی جنت" میں چلا جاتا۔ علاوہ ازیں انصاف کے دوران مرنے والا اوزیرس کے حضور اپنی برّیت میں یہ بھی کہتا جاتا کہ میں نے فلاں فلاں برے کام نہیں کئے بہرحال راست باز کی اصطلاح ہماری آجکل کی زبان میں "جنتی" یا "فردوس مکانی" "خلد آشیانی" وغیرہ کے معنوں میں استعمال ہوتی تھی۔ [2] کریم النفس:۔ قوی طاقتور بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

(ارکین) مجلس[3] قصرِ عظیم[4] زندگی، خوشحالی، صحت[5] میں آداب بجا لانے[6] بادشاہ کے حضور حاضر ہوئے۔ اپنے روزمرہ کے معمول کے مطابق وہ تسلیمات بجا لا کر باہر چلے گئے[7] تب بادشاہ سلامت نے پاس کھڑے ہوئے اپنے مہر بردار سے کہا —— "جا اور (ارکین) مجلس کو میرے سامنے بلا لا جو آج تسلیمات بجا کر یہاں سے چلے گئے ہیں" ——

انہیں فوراً اس کے حضور پیش کیا گیا اور وہ دوبارہ بادشاہ سلامت کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے[8]۔ بادشاہ سلامت نے ان سے کہا —— "ساتھیو[9] میں نے تمہیں اس لئے طلب کیا ہے کہ تم میرے سامنے اپنا کوئی ایسا دوست لاؤ، جس نے کوئی اچھا کارنامہ انجام دیا

ف۳ ارکین مجلس :۔ سرکاری مشیر اور سرکاری عہدے دار بھی ترجمہ ہوا ہے۔ ف۴ قصرِ عظیم :۔ شاہی محل کو قدیم مصری زبان میں "پرآ" کہا جاتا تھا۔ "پرآ" کے معنی ہیں "قصرِ عظیم — بڑا محل"۔ لفظ فرعون اسی قدیم مصری لفظ "پرآ" سے نکلا ہے۔ فراعنہ کے اٹھارھویں خاندان کے زمانے میں ($\frac{1575}{1308}$ ق م) یہ لفظ یعنی "پرآ"، خود بادشاہ کے لئے استعمال ہونے لگا جیسا کہ آج کل بعض اوقات امریکی صدر کے لئے "وہائٹ ہاؤس" کہہ دیا جاتا ہے۔ ف۵ "زندگی، خوشحالی، صحت"؛ قدیم مصری جب بھی کسی فرعون کا نام، شاہی محل اور اس کے صدر دروازے وغیرہ کا تحریری طور پر ذکر کرتے تو اس کے فوراً بعد یہ الفاظ "زندگی، خوشحالی، صحت" ضرور لکھتے تھے۔ یہ دعائیہ الفاظ تھے جن کا مفہوم تھا فرعون زندہ سلامت اور صحت مند رہے اور پھلے پھولے۔ ف۶ فرعون سنفرو (سنوفرو) کے حضور آداب بجا لانے اور اسے اور اس کے معاونین کو روزمرہ کی رپورٹیں پیش کرنے آتے۔ ف۷ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "تب وہ باہر چلے گئے تاکہ اپنے روزمرہ کے معمول کے مطابق (کہیں اور) یہ تسلیمات پیش کریں"۔ ف۸ "دوبارہ سجدہ ریز ہو گئے"۔ لفظی ترجمہ یوں ہو گا "دوبارہ اپنے پیٹ کے بل لیٹ گئے"۔ ف۹ ساتھیو :۔ مصری تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ سنفرو لوگوں سے بڑا گھل مل جانے والا بادشاہ تھا۔ اور اس تک رسائی مشکل نہیں تھی۔ اسی لئے یہاں بھی مشیروں کے لئے اس کی زبان سے "ساتھیو" اور آگے چل کر "میرے دوست" کے الفاظ کہلوائے گئے ہیں۔ ویسے "ساتھیو" کی جگہ "میرے لوگ" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

دیا ہو کہ وہ مجھے کچھ دلکش باتیں سنائے، پسندیدہ گفتگو جسے سُن کر بادولت محظوظ ہوں۔"
وہ بادشاہ سلامت کے حضور ایک بار پھر (پیٹ کے بل) زمین بوس ہو گئے۔
پھر انہوں نے بادشاہ سلامت سے کہا ـــــ "بادشاہ سلامت! ہمارے آقا! بَستت[۹] دیوی کا ایک عظیم پجاری[۱۰] ہے۔ اس کا نام نَفَرتی ہے، وہ دلیر بازو والا شہری[۱۱] ہے۔ وہ ماہر انگلیوں والا منشی ہے وہ شریف (اور) مالدار آدمی ہے اتنا کہ اس کے کسی بھی ہم سر کے پاس اتنی دولت نہیں ہے۔ اسے حضور بادشاہ سلامت کے سامنے طلب کیا جائے۔" بادشاہ سلامت نے کہا ـــــ "جاؤ اور اسے میرے سامنے لاؤ" اور اسے فی الفور اس کے حضور پیش کیا گیا اور وہ بادشاہ سلامت کے حضور پیٹ کے بل ہو گیا۔ بادشاہ سلامت نے کہا ـــــ "میرے دوست، نَفَرتی! آ، مجھے کچھ دلنشیں باتیں سُنا، پسندیدہ باتیں جنہیں سُن کر بادولت محظوظ

---

۹ بَستت (بَستت دیوی): گربہ دیوی، بلیوں کی دیوی۔ وہ مشرقی ڈیلٹا (مصر) کے شہر پَرَبستت (بَستت یونانی نام بوباسٹس) کی "بلیوں کی دیوی تھی"۔ بَستت شہر کو "پَرَبَستت" بھی کہا جاتا تھا۔ "پَرَبَستت" کے معنی ہیں "دیوی کا گھر"۔ ۱۰ عظیم پجاری: "عظیم پجاری" کے لئے یہاں قدیم مصری لفظ "خَرحَب" استعمال کرتے تھے اس کے لفظی معنی ہیں "وہ جو رسم ادا کر سکتا ہے" یا "وہ جو رسوماتی نوشتے رکھتا ہے"۔ مصر میں پجاریوں کے کئی طبقے تھے اس طبقے یعنی خَرحَب کے پجاریوں کا شمار مصر کے سب سے زیادہ پڑھے لکھے اور عالم پجاریوں میں ہوتا تھا۔ اس مخصوص طبقے (خَرحَب) کے پجاریوں کا تعلق مقدس تحریروں سے تھا۔ چنانچہ یہ پجاری (خَرحَب) بھی تھے اور غیب داں اور ساحر بھی۔ وہ مقدس تحریروں اور جادو منتر سے پوری طرح آگاہ ہوتے تھے اور مذہبی رسمیں بھی ادا کرتے تھے۔ ۱۱ شہری: یہاں جو اصل مصری لفظ آیا ہے اس کے معنی ہیں "عام آدمی"۔ یہ لفظ معززین اور امراء کے لئے استعمال نہیں ہوتا تھا۔ تاہم یہ ضروری نہیں تھا کہ یہ مصری لفظ (عام آدمی) صرف مزدور، کسان اور کسی دوسرے غریب طبقے کے افراد کے لئے مخصوص ہو۔ کوئی بھی عام اور معمولی حیثیت کا مصری اپنی اہلیت کی بناء پر اعلیٰ ترین مرتبہ و منصب حاصل کر سکتا تھا۔

ہوں"۔ پجاری نفرتی نے کہا:" بادشاہ سلامت، میرے آقا! جو کچھ (پہلے) وقوع پذیر ہو چکا ہے (اس سے متعلق باتیں) یا جو (آئندہ) وقوع پذیر ہوگا (اس سے متعلق باتیں) سناؤں"۔ بادشاہ سلامت نے کہا: جو کچھ آئندہ رونما ہوگا اس کی (باتیں)، جو آج تک وقوع پذیر ہو چکا ہے اسے نظر انداز کر دے"۔[13] اس[14] نے لکھنے کے سامان والی صندوقچی کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک پیپرس اور قلم دان لیا۔ اور مشرق کے دانا،[15] مشرق میں بُبَست (دیوی) کے خادم اور صوبہ اُدنو کے باشندے[16] پجاری کی باتیں لکھنا شروع کر دیں۔[17]

اس[18] نے ملک میں (آئندہ) رونما ہونے کے واقعات پر اظہارِ افسوس کیا اور مشرق[19] کی (اس) صورت حال کو اپنے ذہن میں لایا جب ایشیائی وہاں حملہ آور[19الف] ہوں گے اور فصل کاٹنے والوں کو خوفزدہ کریں گے اور ہل چلاتے ہوئے ان کے مویشیوں کے جوڑے چھین لیں گے اس نے کہا:۔[20]

---

[13] اگر یہ آج تک ...... اسے چھوڑ دے:۔ گو یہ فقرہ مبہم ہے لیکن اس کا عمومی مفہوم یہی کچھ ہوگا۔ یہاں ماضی کی بجائے مستقبل سے دلچسپی ظاہر کی گئی ہے تاہم مصریوں کی ماضی کی بجائے مستقبل سے یہ دلچسپی معمول کے مطابق نہیں تھی — اگر یہ پیشین گوئی کی جاتی کہ مستقبل میں ماضی کی سی اچھی صورتحال بحال ہو جائے گی تو یہ مصریوں کے نزدیک قابلِ قبول تھی۔ [14] اس نے:۔ فرعون سُنَفرُو (سنوفرو) نے۔ [15] مشرق کا دانا یعنی مشرقی ڈیلٹائی علاقے کا زیرک و دانا۔ [16] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو نفرتی بُبَست (بُربَست۔ یونانی نام بوباستس) نامی شہر میں خدمات بجا لا رہا تھا مگر اصل میں وہ اُدنو (اون۔ ہیلیوپولس) صوبے کا رہنے والا تھا اور اسی ڈیلٹائی خطے میں پیدا ہوا تھا۔ [17] نفرتی کی باتیں اور پیشین گوئی کسی منشی سے رقم کرانے کی بجائے فرعون سُنَفرُو نے خود لکھنا شروع کر دیں۔ فراعنہ اور امراء خوب پڑھے لکھے بھی ہوتے تھے اور انہیں بچپن میں مندروں سے منسلک اسکولوں میں لکھنے کی بھی خوب مشق کرائی جاتی تھی۔ [19] مشرق ڈیلٹائی علاقہ [19الف] حملہ آور:۔ یہاں جو اصل مصری لفظ آیا ہے اس کے لفظی معنے ہیں:"اپنی قوت میں سرشار گھومتے ہیں"۔ [20] اس نے کہا:۔ نفرتی نے کہا۔

میرے دل جنبش کر[21]۔ اس ملک کا ماتم کر[22] جہاں تو پیدا ہوا ہے، کیونکہ (ایسے میں) خاموش رہنے
والا غلط کار ہے[23]۔ دیکھ کچھ ایسی صورت حال ہے جسے لوگ خوفناک بتاتے ہیں[24]۔ دیکھ سربرآوردہ
شخص اس ملک میں مغلوب ہو گیا ہے جہاں تو پیدا ہوا تھا[25]۔ سُست[26] مت پڑ۔ وہ[27] تیری آنکھوں
کے سامنے ہیں۔ جو کچھ تیری آنکھوں کے سامنے ہے اس کے مقابلے میں اُٹھ کھڑا ہو۔ دیکھ،
سرکردہ لوگ ملک کے نگران ہیں[28]۔ جو کچھ بنایا گیا تھا وہ ایسا ہو گیا ہے جیسے کبھی نہیں بنایا گیا تھا[29]
را (دیوتا) کو دوبارہ تخلیق کرنا چاہیئے[30]۔ ملک بالکل تباہ ہو گیا ہے، کچھ باقی نہیں رہا۔ حتیٰ کہ ناخن
کے کالے حصے جتنا بھی اپنے مقدر کے ہاتھوں نہیں (بچ سکا)[31] یہ ملک برباد ہو چکا ہے (اس
کے باوجود) کوئی اب اس کی پرواہ کرنے والا، کوئی بولنے والا نہیں کوئی رونے والی آنکھ نہیں

---

[21] "میرے دل جنبش کر": "اُٹھ میرے دل" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [22] اس ملک: (اس سرزمین)
ارمن کا خیال ہے کہ اپنی اس تمام تر تصنیف میں نفرتی نے جہاں جہاں بھی 'ملک' (سرزمین) کا ذکر کیا ہے
اس سے مراد صرف اس علاقے سے ہے جہاں وہ پیدا ہوا تھا، یعنی مصر کے ڈیلٹائی خطے سے۔ اسی قسم کی
دوسری تصانیف مثلاً اپوور کا نوحہ، خاخیپ ار اسونب کی فریاد وغیرہ میں تو پورے مصر کا المیہ بیان کیا گیا ہے
مگر نفرتی نے صرف اپنے علاقے کے المناک واقعات بیان کئے ہیں۔ [23]، [24]، [25] ان فقروں کے مزید تراجم
"(ایسے میں) چپ رہنا (جذبات) پر جبر کرنا ہے دیکھ اب ایسی (صورت حال) ہے جسے خوفناک بتایا گیا ہے
جس ملک میں تو پیدا ہوا تھا (وہاں) عظیم آدمی قصہ پارینہ بن چکا ہے"۔ —— "جب بدی کے سامنے چپ
سادھ لی جائے اور جس بات پر سرزنش کی جانی چاہیئے اس (بات) سے خوف آنے لگے تو تیری جنم
بھومی میں سرکردہ شخص کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے"۔ —— [26] سُست: غافل، بے پرواہ وغیرہ بھی ترجمہ کیا گیا ہے
[27] وہ: واقعات، صورت حال۔ [28] اس فقرے کا مزید ترجمہ: "دیکھ! عظیم لوگ اب ملک کے حکمران
نہیں ہیں"۔ [29] یعنی جو کچھ تخلیق ہوا تھا وہ سب کچھ اس طرح تباہ و برباد ہو گیا جیسے تخلیق ہی نہیں کیا گیا
تھا۔ [30] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ —— "را دیوتا کو (دھرتی کی بنیادیں) دوبارہ قائم کرنی چاہئیں"۔ [31]
یعنی ملک کا ذرا سا حصہ بھی تباہی سے نہیں بچا۔

"اس ملک پر کیا بیت رہی ہے"۔ سورج کی ٹکیہ ڈھانپ لی گئی ہے[۳۲]۔ اب نہیں چمکے گی کہ لوگ (کچھ) دیکھ سکیں۔ جب (سورج کو) بادل[۳۳] ڈھانپ لیں تو کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس کے نہ[۳۴] ہونے سے سب بہرے ہو جاتے ہیں[۳۵]۔

میں وہی کچھ بیان کروں گا جو میرے سامنے ہے۔ میں اس بات کی پیشین گوئی کبھی نہیں کروں گا جو رونما نہیں ہو گی۔ مصر کا دریا سوکھا پڑا ہے[۳۶] اور لوگ پانی کو پیدل عبور کر لیتے ہیں[۳۷]۔ لوگ کشتیوں کے لئے پانی کی تلاش میں رہتے ہیں[۳۸] تاکہ اس میں کشتیاں چلا سکیں، کیونکہ ان (جہازوں) کی گذرگاہ ریتلا[۳۹] کنارہ بن گئی ہے[۴۰]۔ کنارہ پانی

---

[۳۲] یہاں کسی سورج گرہن سے مراد نہیں جس نے سورج کو ڈھانپ لیا ہو بلکہ گرد و غبار کے بے پناہ طوفانوں سے مراد ہے۔ آگے چل کر جس خشک سالی کا ذکر ہے اس سے بھی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ گرد و غبار کے طوفانوں کا ہی مذکور ہے؛ [۳۳] بادل: بادل کی جگہ گرد و غبار کا طوفان بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۳۴] اس کے نہ ہونے سے: سورج کے نہ ہونے سے، روشنی نہ ہونے سے۔ [۳۵] بہرہ: دیکھا جائے تو اصل عبارت میں سورج یا روشنی نہ ہونے کے حوالے سے "اندھا" یا "نظر نہ آنا" استعمال ہونا چاہیئے تھا۔ بہرحال یہاں "بہرہ" روشنی کے عدم وجود کی وجہ سے بے حس و حرکت یا ہوش اڑ جانے کے معنی میں آیا ہے ویسے بعض ماہرین نے "بہرہ" کی بجائے "بے حس و حرکت" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۳۶] دریائے نیل میں طغیانی کا نہ آنا یا پانی کی قلت، باربرداری، آمد و رفت اور ملکی معیشت کی تباہی کے مترادف تھی۔ نہ صرف کاشت کاری بلکہ سامان کی نقل و حرکت اور آمد و رفت کا ایک بہت بڑا ذریعہ دریائے نیل میں کشتی اور جہاز رانی تھی۔ [۳۷] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ — "مصر کا دریا (نیل) خالی پڑا ہے اسے عبور کرنیوالوں کے جوتے سوکھے (ہی) رہتے ہیں"؛ [۳۸] اس میں: دریائے نیل میں [۳۹] ریتلا کنارہ: "ساحلی اور دریائی کنارہ" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۴۰] اس سے پہلے نفرتی نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ زمانۂ حال کی بات کریگا، بلکہ مستقبل کے واقعات کے بارے میں پیش گوئی کریگا لیکن یہاں وہ زمانۂ حال ہی میں بات کر رہا ہے گویا واقعات اس کے سامنے رونما ہو رہے ہیں اصل میں اس پورے ادب پارے میں زمانے یا افعال میں تبدیلی نظر آتی ہے جو بڑی اہم ہے مثلاً کہیں وہ ماضی کے صیغے میں بات کرتا ہے اور کہیں حال و مستقبل میں۔

میں تبدیل ہوگیا ہے۔[۲۱] اس کی گذر گاہ کنارہ بن گئی ہے اور کنارہ گذر گاہ بن گیا ہے۔[۲۲] جنوب کی
ہوا شمالی ہوا[۲۳] سے لڑے گی۔ آسمان پر (اب) ایک (ہی) ہوا نہیں ہوگی ——
شمالی سرزمین[۲۴] کی دلدل میں ایک عجیب پرندہ[۲۵] پیدا ہوگا اور لوگوں کے پاس اپنا گھونسلہ
بنالے گا۔[۲۶] لوگوں نے اسے (اپنی) غفلت سے آنے دیا ہے۔[۲۷] پہلے کی اچھی چیزیں تباہ ہوگئی۔

ف۲۱، ف۲۲ یعنی چیزیں اتھل پتھل ہوگئی ہیں۔ ان فقروں کے مزید تراجم: "ریتیلا کنارہ سیلاب کے خلاف ہے" "آبی گذرگاہ اور ریتیلا کنارہ دونوں ......" غالباً ان دونوں فقروں کا یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے تاہم بعض ماہرین کے نزدیک اس ترجمے میں یہ خیال پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اب نہ تو دریا کے کناروں پر اور نہ ہی دریائی گذرگاہ میں حیات بخش سیلاب آئے گا۔ ف۲۳ شمالی ہوا: مصر میں شمالی ہوا یعنی نیل کے ڈیلٹا اور سمندر کی جانب سے آنے والی ہوا ہی عام طور پر خوشگوار ہوتی ہے۔ یہ ہوا خنکی اور نمی لے کر آتی ہے۔ ف۲۴ شمالی سرزمین: مصر کا ڈیلٹائی علاقہ۔ ف۲۵ "عجیب پرندہ": ماہرین نے "عجیب پرندہ" سے مراد ایشیائی حملہ آور بھی لی ہے جو مصر کی طرف سے مزاحمت نہ ہونے کے سبب مشرقی ڈیلٹائی علاقے میں مصریوں کے ساتھ آباد ہوگئے تھے۔ کچھ ماہرین کے نزدیک "عجیب پرندہ" سے مراد ہے اس پُرآشوب دور میں رونما ہونے والے ان عجیب و غریب واقعات۔ ف۲۶ لوگ: یہاں لوگوں سے مراد مصر کے باشندوں سے ہے۔ ف۲۷ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "اس نے لوگوں کے پاس اپنا گھونسلہ بنالیا ہے۔" ف۲۵، ف۲۶، ف۲۷ یہ تینوں فقرے کچھ انوکھے سے ہیں۔ ان کا مفہوم پوری طرح واضح نہیں ہے بہرحال یا تو ان میں شمالی (ڈیلٹائی) علاقے میں غیر ملکی ایشیائی حملہ آوروں کے گھس آنے اور وہاں رہ پڑنے کا ذکر ہے —— یا پھر اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ دورِ ابتلا میں غیر فطری نوعیت کے واقعات رونما ہوئے تھے تاہم ارمن نے ان فقروں کا امکانی ترجمہ یوں کیا ہے "پرندے اب ڈیلٹائی دلدلوں میں انڈے نہیں دیتے مگر پرندے نے لوگوں کے قریب اپنا گھونسلہ بنالیا ہے اور وہ لوگ اس (پرندے) کی ضرورت کے وقت اس (پرندے) کے پاس پہنچ جاتے ہیں" —— ارمن نے اس سے یہ مفہوم لیا ہے کہ پرندے خشک ہو جانے والی دلدلوں سے نقل مکانی کرکے ایسے آباد علاقوں میں چلے گئے جہاں پانی اب بھی موجود تھا۔

ہیں۔ ماہی خوروں[ح۴۹] سے درخشاں[ح۵۰] اور مچھلیوں اور شکار کے پرندوں سے معمور تالاب تباہ ہو گئے ہیں۔ ساری خوشی ختم ہو کر رہ گئی ہے[ح۵۱]۔ ملک ان بسیار خور ایشیائیوں کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہے[ح۵۲] جو ملک کو روندتے پھرتے ہیں۔ مشرق میں دشمن اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور ایشیائی مصر میں گھس آئے[ح۵۳] کیونکہ ایک قلعے کے پاس کوئی دوسرا (قلعہ) نہیں[ح۵۴] ہے اور کوئی محافظ (آواز) نہیں سنے گا۔ لوگوں کو روک دیا جائے گا۔ رات ...... قلعے میں داخل ہو جائیں گے اور میری آنکھوں سے نیند اُڑ جائے گی۔ میری رات جاگتے گذرے گی۔[ح۵۵]

ح۴۹۔ ماہی خور: مچھلیاں کھانے والے پرندے۔ ویسے ماہی خوروں کی جگہ "مچھلیاں چاک کرنے والے لوگ" بھی ترجمہ کیا گیا ہے لیکن میرے خیال میں یہاں ماہی خور پرندے ہی زیادہ صحیح لگتا ہے۔ ح۵۰ درخشاں یا چمکتے ہونے کی جگہ "بھرے ہوئے" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ "ماہی خور (پرندوں) سے درخشاں تالاب" کا مفہوم یہ ہے کہ ان خوبصورت اور چمکیلے پرندوں کی وجہ سے ہوئے تالاب روشن و درخشاں لگتے ہیں۔ ح۵۱ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "ہر اچھی بات ختم ہو گئی ہے"۔ ح۵۲ اس فقرے کے مزید تراجم: "ملک ان ایشیائیوں کی خوراک کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہے جو ملک میں گھس آئے ہیں"۔ —— "ملک اس خوراک، ایشیائیوں کے پیدا کردہ مصائب کی وجہ سے مغلوب ہو گیا ہے جو (ایشیائی) پورے ملک میں چھا گئے ہیں"۔ بعض ماہرین کے نزدیک اس فقرے میں "خوراک" سے استعارتاً مراد ایشیائی لئے گئے یعنی اس فقرے میں کہا یہ گیا کہ ایشیائی مصریوں کیلئے کڑوی خوراک کی مانند ناگوار ہیں مگر بعض ماہرین نے خوراک کی بجائے "کھانے والا" ترجمہ کیا ہے یعنی بسیار خور ایشیائی ترجمہ کیا گیا ہے۔ انکی اسی بسیار خوری کی وجہ سے مصری مصیبت میں پھنس گئے تھے کیونکہ وہ غیر ملکی تالابوں وغیرہ سے مچھلیاں اور پرندے اپنے لئے پکڑ لیتے تھے۔ ح۵۳۔ ح۵۵ یہ متعدد فقرے بہت مبہم ہیں۔ پوسنر کے نزدیک انکا مفہوم یہ ہے کہ ایشیائیوں کی یلغار کے سبب مصری بھاگ بھاگ کر قلعوں میں جمع ہو گئے تھے اور ان قلعوں میں پناہ کیلئے بعد میں بھاگ کر آنیوالوں کو انتظار کرنا پڑا۔ ہیلک نے یہ مفہوم لیا ہے ایشیائی مصری سرحدی قلعہ بندیوں کو توڑ کر ڈیلٹائی علاقے میں داخل ہو گئے —— رات کو...... قلعے میں داخل ہو جائیں۔ اور میری آنکھوں سے...... جاگتے گذرے گی" ان فقروں کا ترجمہ ارمن نے اس طرح کیا ہے: "رات کو اچانک آدمی پر حملہ ہو گا (؟) لوگ زبردستی گھروں میں گھس جائیں گے؟ میری آنکھوں سے نیند اُڑ جائے گی اور میں لیٹوں گا اور کہوں گا میں جاگتا ہوں"۔ ارمن کے ترجمے میں آخری فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی کو نیند نہیں آتی بلکہ وہ سہما سہما حملہ آور کا انتظار کرتا ہے۔ ح۵۴ "کیونکہ ایک قلعے کے پاس...... کوئی دوسرا (قلعہ) نہیں ہے" یعنی کسی ایک قلعے کے پاس دوسرا قلعہ موجود نہیں کہ وہ ایشیائیوں کو مار بھگانے کیلئے موجود قلعے کا ہاتھ بٹائے

صحرائی درندے[56] مصر کے دریاؤں سے پانی پئیں گے۔ وہ دریائی کناروں پر ستائیں گے، کیونکہ انہیں مار بھگانے والا[57] کوئی نہیں ہوگا۔ ملک میں شورش بپا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ نتیجہ کیا ہوگا۔ یہ[58] (نتیجہ) اوجھل ہے اور کوئی اس کے بارے میں کچھ کہہ، دیکھ یا سُن نہیں سکتا۔[59] منہ گونگا ہوگیا ہے۔ کیونکہ چُپ کا سامنا ہے۔[60]

میں تجھے دکھاتا ہوں کہ ملک آہ زاری اور آفت میں مبتلا ہے، کیونکہ جو کچھ پہلے کبھی وقوع پذیر نہیں ہوا تھا وہ (اب) رونما ہوگیا ہے۔[61] لوگ جنگی ہتھیار اٹھالیں گے اور ملک ہنگامے میں پھنس جائے گا۔ لوگ تانبے[62] کے تیر بنائیں گے تاکہ خون کے بدلے روٹی طلب کریں۔[63] لوگ مصیبت پر قہقہے لگائیں گے۔[64] کوئی موت پر نہیں روئے گا۔ کوئی موت پر بھوکا

---

[56] صحرائی درندے: صحرائی بدوؤں سے مراد ہے؟ [57] مار بھگانے والا: ڈرانے والا۔ یعنی اب انسان نہیں ہے کہ جن سے خوف زدہ ہو کر صحرائی درندے اور جانور دریا کے کناروں پر آکر پانی پینے اور وہاں سستانے سے باز رہیں۔ یہ درندے اور جانور تو اب دریائی کناروں کی ایسی جگہوں پر بھی آجاتے ہیں۔ جہاں انسانوں کی رسائی تھی اور جن کے آس پاس لوگ آباد تھے۔ [58] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "مغلوب ہو گیا ہے: قبضہ کر لیا گیا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ نتیجہ کیا ہوگا۔ [59]، [60] ان فقروں کا ایک اور ترجمہ — کیا ہوگا (یہ) پوشیدہ ہے" جیسا کہ کسی کا کہنا ہے کہ "بصارت (آنکھ) اور سماعت (کان) ناکام ہو جائیں تو گونگا پن آگے آجاتا ہے۔" یہاں اصل میں ایک قدیم مصری ضرب المثل آئی ہے جس کا مفہوم ہماری اس کہاوت کا سا ہی ہے کہ "اندھوں میں کانا راجہ"۔ [61] یعنی ملک میں درپیش ناساز گار اور پُرآشوب حالات میں لوگ لوٹ مار کرکے گذارہ کریں گے۔ [62] تانبہ: کانسی اور دھات بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ایک خیال کے مطابق دھات کے بنے ہوئے تیر مصر میں پہلی مرتبہ گیارھویں خاندان ($\frac{2133}{1991}$ ق م) کے زمانے میں استعمال ہوئے تھے اور یہ ادب پارہ بارھویں خاندان ($\frac{1991}{1786}$ ق م) کے زمانے کی تخلیق ہے۔ [63] یعنی لوگ خونریزی یا قتل کی دھمکی دے کر روٹی کا مطالبہ کریں گے؟ [64] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "لوگ مریضانہ ہنسی ہنسیں گے" اس ترجمے کی روشنی میں مریضانہ ہنسی سے مراد ہذیانی ہنسی ہو سکتی ہے۔

نہیں لیٹے گا۔[۶۵] ہر شخص کا دل صرف اپنے بارے میں ہی سوچے گا۔[۶۶] آج (بال بکھیر کر) ماتم نہیں کیا جاتا[۶۷] (کیونکہ) دل اس (ماتم) سے مکمل طور پر الگ ہو گیا ہے۔[۶۸] جب کوئی کسی کو قتل کرتا ہے تو دوسرا آدمی پیٹھ پھیر کر بیٹھ جاتا ہے، صرف اپنے بارے میں ہی سوچتا ہے۔

میں تجھے دکھاتا ہوں (کہ) بیٹا دشمن ہو گیا ہے، بھائی مخالف بن گیا ہے، آدمی اپنے باپ کو قتل کرتا ہے۔ ہر ایک کی زبان پر ہے "مجھ سے محبت کرو۔"[۶۹] ہر اچھی چیز تباہ ہو گئی ہے[۷۰] ملک کی بربادی کا حکم جاری کر دیا گیا ہے۔[۷۱] جو کچھ بنایا گیا ہے وہ ایسا ہو گیا ہے جیسے یہ کبھی نہیں بنایا گیا تھا۔ لوگ نیک آدمی کا مال چھین کر غیر ملکی کو دے ڈالتے ہیں۔

---

[۶۵] یعنی کوئی آدمی کسی کی موت کے سوگ میں روزہ نہیں رکھے گا۔ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ــــ "کوئی نہیں جو (کسی کے) مرنے پر رات کو روزہ رکھے گا۔" ویسے ماتمی صدمے کے رات کو بھوکا سونے کا بھی مراد لی جا سکتی ہے۔ پہلے مفہوم کی صورت میں مصریوں کے ہاں گویا کسی کے مرنے پر باقاعدہ روزہ رکھنے کا دستور تھا۔ [۶۶] یعنی ہر شخص صرف اپنی ذات ہی میں گم رہے گا۔ اس فقرے اور اس سے پہلے کے چند فقروں کا مفہوم غالباً یہ ہے کہ مصائب کی وجہ سے لوگ اس قدر بدحواس ہو جائیں گے، اپنی ہی مصیبتوں سے اس قدر پریشان ہوں گے کہ وہ دوسروں کے مرنے پر خاموش رہیں گے کسی دکھ کا اظہار نہیں کر پائیں گے موتیں اس کثرت ہوں گی کہ لوگ ادھر بہت کم توجہ دیں گے حتیٰ کہ مرنے والوں کا سوگ بھی نہیں منایا جائے گا۔ [۶۷]، [۶۸] ان دونوں فقروں کا ایک اور ترجمہ: "آج کوئی اپنے بال نہیں سنوارے گا کیونکہ دل اس سے پوری طرح (غافل) ہو چکے ہیں۔"
[۶۹] اس فقرے کا لفظی ترجمہ یوں ہے "ہر ایک منہ میں بھرا ہے" مجھ سے محبت کرو۔" تاہم "محبت کرو" کی جگہ بعض ماہرین نے "اے کاش" بھی ترجمہ کیا ہے۔ یعنی "کاش میرے پاس (کچھ) ہوتا" ــــ بہر حال اس صورت میں پورے فقرے کا ترجمہ یوں ہوگا ــــ "ہر ایک کی زبان پر ہے "اے کاش!"۔ ارمن نے "مجھ سے محبت کرو" کا مفہوم سوالیہ انداز میں یہ لیا ہے کہ یہ بات یعنی "مجھ سے محبت کرو" فقیر یا بھک منگوں کی زبان سے ادا ہوتی تھی۔ [۷۰] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ــــ "تمام خوشیاں کافور ہو گئی ہیں۔" [۷۱] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ــــ "ملک تباہ ہو گیا ہے (گویا) اس کا مقدر طے کر دیا گیا۔"

ہیں تجھے دکھانا کہ مالک حاجت مند ہے اور غیر ملکی شکم سیر ہے۔[1] بست (آدمی) اپنا پیٹ بھر لیتا ہے (جبکہ) چاق و چوبند (آدمی) ضرورت مند ہے۔[2] بولنے والے منہ کو خاموش کرنے کے لئے لوگ محض تنفر کے ساتھ ہی (کچھ) دیتے ہیں۔[3] اگر (کوئی کسی) بات[4] کا جواب دیتا ہے تو بازو لاٹھی پھینک مارتا ہے اور لوگ بول اٹھتے ہیں "اسے قتل کر ڈال"۔ کہی ہوئی بات دل پر آگ کی مانند گرتی ہے،[5] کوئی منہ کی بات برداشت نہیں کرتا۔ ملک

ص۱: شکم سیر کی جگہ مطمئن بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص۲: اس فقرے کے مزید تراجم: "وہ جس کے لئے اناج گودام بھرا ہوا تھا اب محروم ہے" ۔۔ "وہ جو کبھی اپنے لئے بھرتا نہیں تھا، (اب) خالی کر دیتا ہے"۔ ولسن نے یہ ترجمہ دیتے ہوئے اس کا مفہوم یہ لیا ہے کہ جو شخص کبھی اس بات پر زور نہیں دیتا تھا کہ اس کے لئے پیمائش کا پیمانہ لبالب بھر جائے اب اتنا غریب ہو گیا ہے کہ پیمانے کا پیندا تک خالی کرا لیتا ہے۔ "وہ کبھی ایسا نہیں تھا جو اپنے لئے خود بھرتا" یعنی کوئی اتنا مالدار تھا کہ اس کے اناج گوداموں کو معمور کرنے کے لئے اس کے پاس نوکر چاکر تھے۔ ص۳: اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ۔۔ "بولتے ہوئے منہ کو چپ کرانے کے لئے لوگ (اپنے) ساتھی شہریوں کے ساتھ نفرت سے پیش آتے ہیں" ۔۔ اسی فقرے کا ایک اور ترجمہ ۔۔ "شہریوں میں باہم نفرت ہے، بولنے والے کو چپ کرا دیا جاتا ہے"۔ کاسٹر نے اس فقرے کا مفہوم یہ لیا ہے کہ اگر کوئی مصری غیر ملکی آقاؤں کے تشدد کے خلاف احتجاج کرتا ہے تو اسے بے رحمی سے پیٹا جاتا ہے۔ ص۴: یعنی اس بات کا جواب دینے والے کو لاٹھی سے پیٹا جاتا ہے اور لوگ کہنے لگتے ہیں کہ اسے ہلاک کر ڈالا جائے۔ فاکنر نے اس فقرے کا ترجمہ یوں کیا ہے: "ایک جملے کا جواب دیا جاتا ہے اور ہاتھ لاٹھی کے ساتھ لپکتا ہے۔ (لوگوں کو کہنا پڑتا ہے:) "اسے قتل مت کر"۔ ص۵: اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ۔۔ "لوگوں کے دلوں میں بات آگ کی مانند ہے"۔ یعنی لوگ دل کی بات کہہ ڈالنے کے لئے بے تاب ہیں، وہ بات کرنے کی شدید آرزو میں بھنکے جا رہے ہیں مگر کوئی ان کی بات سن کر برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں اس لئے وہ اندر ہی اندر گھٹ رہے ہیں۔ ابل رہے ہیں۔

کم ہوگیا ہے ، گو اس کے حکمران کئی ہیں۔[86] یہ (ملک) کنگال (ہوگیا) ہے[87] (مگر) اس کے محصولات بہت زیادہ ہیں۔[88] اناج کی قلت ہے مگر اناج کا پیمانہ بڑا ہے[89] (پیمانہ) لبالب بھر کر پایا جاتا ہے۔[90] (سورج دیوتا) ر الوگوں سے الگ ہوگیا ہے۔[91] گو وہ اپنے وقت پر طلوع[92] ہوتا ہے مگر کوئی نہیں جانتا کہ دوپہر کب ہوتی ہے ، کیونکہ کوئی اس کا سایہ نہیں پہچانتا۔[93] اس (سورج) کو دیکھ کر کسی کا چہرہ چندھیاتا نہیں ، کسی کی آنکھوں میں پانی نہیں آتا کیونکہ وہ (سورج تو) آسمان میں چاند کی مانند ہے ،[94] گو اس کے معینہ اوقات غلط نہیں ہوتے اور اس کی کرنیں حسب سابق چہروں پر پڑتی ہیں۔[95]

---

[86] حکمران :- حکمران کی جگہ مترجمین منتظمین بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ ملک تو تھوڑا رہ گیا ہے مگر سرکاری افسروں کی بہتات ہے۔ یا یہ کہ انتشار کیوجہ سے ملک پر چھوٹے چھوٹے حکمران حکومت کر رہے ہیں جو ٹکڑیوں کی شکل میں لوگوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں حالانکہ کھیتوں میں پیداوار بہت کم رہ گئی ہے۔ [87] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ "کھیت خالی ہے مگر محصول بہت زیادہ ہے" فاکنر نے اس کے بعد یہ ترجمہ دیا ہے: "جن کے پاس بہت سارے نوکر تھے (اب) وہ مفلس ہوگیا ہے۔ [89] "اناج کا پیمانہ" ٹیکس وصول کرنے والے سرکاری کارندے کے اناج کے پیمانے سے مراد ہے۔ اس پیمانے کو بھر بھر کر اناج کی کل پیداوار کا اندازہ کر کے ٹیکس عائد اور وصول کیا جاتا ہے۔ [90] یعنی اناج کم پیدا ہونے کے باوجود ٹیکس وصول کرنے والا پیمانے کو اناج سے لبالب بھر کر (اناج ہی کی شکل میں) ٹیکس لے لیتا تھا اور کسان بھوکوں مرتا تھا۔ [91] ارمن کے خیال میں یہاں نفرتی ایک بار پھر خشک سالی اور تیلے طوفانوں کا ذکر کر رہا ہے۔ آگے چل کر آنکھ میں پانی آنے سے مراد ہے کہ سورج چاند کی طرح اتنا پیلا پڑ گیا ہے کہ اس کی روشنی چاند کی چاندنی سے زیادہ نہیں رہ گئی چنانچہ اب اس (سورج) کی خیرہ کن چمک سے آنکھ میں پانی نہیں آتا۔ اس پورے ٹکڑے کا مفہوم غالباً یہ ہے کہ سورج دیوتا نے لوگوں کی بدکرداریوں سے خفا ہو کر اپنی روشنی کو اتنا مدھم کر لیا ہے کہ وہ چاند کی طرح پیلا پڑ گیا ہے مگر ایسا کرتے ہوئے اس نے اپنا مقررہ اور متعین راستہ تبدیل نہیں کیا ہے۔ [92] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "وہ چمکتا ہے (مگر) ایک گھنٹے کیلئے"۔ [93] یعنی سورج اتنا ماند پڑ چکا ہے کہ دوپہر کی گھڑی یا گھنٹہ (یعنی وقت) تبلانے والی دھوپ گھڑی پر اس کی اتنی روشنی نہیں پڑتی کہ وقت کا تعین کیا جا سکے۔ [94] روشن نہیں ہوتا بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [95-96] ان فقروں

(باقی اگلے صفحے پر)

میں تجھے دکھاتا ہوں ملک میں مصیبت اور آہ وزاری۔ کمزور بازو والے پاس اب ہتھیار[۸۸] ہے اور لوگ (اب) اسے سلام کرتے ہیں جو پہلے دوسروں کو سلام کرتا تھا۔

میں تجھے دکھاتا ہوں کہ سب سے پست (آدمی) سب سے برتر ہو گیا ہے[۸۹]۔ جو بھاگتا ہے لوگ اس کا پیچھا کرتے ہیں[۹۰]۔ لوگ قبرستان میں رہتے ہیں۔ بھکاری کو دولت مل جائے گی[۹۰] جبکہ عظیم المرتبت خاتون زندہ رہنے کے لئے بھیک مانگے گی[۹۱]۔ مفلس روٹی کھائے گا، غلام بلند مرتبہ حاصل کرلیں گے۔ ہر دیوتا کی جائے پیدائش صوبہ اونو (اب) دھرتی پر باقی نہیں رہے گا[۹۲]

کا ایک اور ترجمہ ـــــ "وہ (سورج) آسمان پر چاند کی طرح ہوگا، رات کو اس کا راستہ تبدیل نہیں ہوگا اس کی کرنیں پہلے کی طرح چہرے پر پڑیں گی" ـــــ ایک اور ترجمہ ـــــ "گو وہ اپنی سابقہ گذرگاہ سے الگ نہیں ہوتا"۔ ۸۸ـ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ـــــ "کمزور بازو والا اب طاقتور ہو گیا ہے"۔ ۸۹ـ یعنی جو آسانی سے مغلوب ہو جاتا تھا اب وہ دوسروں کو مغلوب کر لیتا ہے۔ ۹۰ـ اس فقرے کا لفظی ترجمہ یوں ہے ـــــ "لوگ اس کے پیچھے مڑ کر بھاگتے ہیں جو اپنے بدن کو موڑتا ہے" ـــــ تاکہ بھاگ جائے۔ ۹۰ـ بھکاری :- "غریب آدمی بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ۹۱ـ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ـــــ "عظیم المرتبت شخص زندہ رہنے کے لئے (لوٹ) رہے گا"۔ ـــــ ۹۲ـ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ـــــ "اونو کا خطہ اب ہر دیوتا کی جائے پیدائش کی سرزمین رہے گی" ـــــ پہلے اور میرے نزدیک صحیح ترجمے کی روشنی میں مطلب یہ ہے کہ آخری سب سے بڑی تباہی یا المیہ یہ ہوگا کہ مصر کا سب سے قدیم اور سب سے اہم مذہبی مرکز اونو (اون۔ ہیلیو پولس) کا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔ یہ ایسی جگہ تھی جہاں سورج دیوتا کا اولین ظہور ہوا تھا، جہاں مصر کے تمام بڑے بڑے دیوی دیوتا پیدا ہوئے تھے۔ مصر ہر لحاظ سے زوال و پستیوں کی عمیق ترین گہرائیوں میں اُتر چکا تھا اور اب ضرورت اس بات کی تھی کہ "نجات دہندہ" پیدا ہو۔

تب جنوب سے ایک بادشاہ آئے گا، اس کا نام آمنی [93] فردوس مکانی [94] (ہوگا) سرزمین [95] زتی کی ایک عورت کا بیٹا، بالائی مصر [96] کا ایک بچہ۔ وہ سفید تاج [97] پہنے گا، وہ سرخ تاج [98]

ص۹۳ یہاں سے نفرتی کے اس ادب پارے کی تخلیق کا اصل مقصد ظاہر ہونے لگتا ہے یعنی یہ کہ اسے بارھویں خاندان کے بانی فرعون آمن اَم حت اول (۱۹۹۱/۱۹۶۲ ق.م) کے پروپیگنڈے کے لئے تخلیق کیا گیا تھا۔ آمن اَم حت اول واقعی مصر کا نجات دہندہ تھا اور اس نے اپنے ملک کو پہلے دورِ زوال (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق.م) کے مصائب، انتشار اور طوائف الملوکی سے نجات دلائی تھی۔ اس نے ملک میں امن و امان قائم کیا تھا۔ "آمنی" دراصل آمن اَم حت ہی کا مخفف ہے۔ ص۹۴ فردوس مکانی:۔ ہر مرنے والے کے نام کے بعد "فردوس مکانی" لکھا جاتا تھا۔ چونکہ نفرتی کا یہ ادب پارہ آمن اَم حت اول ہی کی زندگی میں تخلیق کیا گیا تھا اس لئے اس وقت تو اس کے نام کے بعد "فردوس مکانی" نہیں لکھا گیا تھا۔ مگر موجودہ نقل چونکہ فراعنہ کے اٹھارھویں خاندان (۱۵۷۵/۱۳۰۸ ق.م) کے عہد کی ہے اور اس وقت آمن اَم حت اول کو فوت ہوئے صدیاں گذر چکی تھیں۔ اس لئے منشی نے اس نقل میں آمن اَم حت اول کے نام کے ساتھ "فردوس مکانی" کا اضافہ کر دیا۔ ص۹۵ سرزمین زتی:۔۔۔ "زتی" کی جگہ "تاستی" (ستی) بھی لکھا گیا ہے۔ "تا" کے معنی ہیں سرزمین یا ملک۔ یہاں معلوم ہوتا ہے کہ فرعون آمن اَم حت کی ماں سرزمین ستی یا "زتی" کی رہنے والی تھی۔ تاہم اس خاتون کی نسل کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے۔ یہ جغرافیائی اصطلاح یعنی "سرزمین ستی (زتی)" اصل میں دریائے نیل کی پہلی آبشار کے شمالی اور جنوبی علاقے کے لئے استعمال ہوئی تھی۔ یہاں غالباً بالائی مصر کے شمالی حصے یعنی پہلے صوبے سے مراد ہے۔ ارمن اور ولسن نے سرزمین زتی یا ستی سے مراد نوبہ (نوبیا) لیا ہے۔ ص۹۶ بالائی مصر۔۔۔ بالائی یعنی جنوبی مصر کا از منۂ قدیم میں ایک نام "خن خن" بھی تھا اور اصل مصری عبارت میں "خن خن" ہی آیا ہے۔ ص۹۷، ص۹۸ سفید تاج، سرخ تاج:۔۔۔ سفید تاج جنوبی مصر اور سرخ تاج شمالی مصر والوں کا تھا۔

پہنے گا۔ وہ دو عظیم ہستیوں[۹۹] کو متحد کرے گا۔ وہ دو آقاؤں[۱۰۰] کو ان کی خواہش کے مطابق خوش کریگا۔ میدانوں کے گرد دائرہ کھینچنے[۱۰۱] والی چیز اور چپو[۱۰۲] اس کی مٹھی میں ہو گا۔ اس کے عہد کے لوگ خوشیاں منائیں گے۔ اچھے گھرانے میں پیدا ہونے والا[۱۰۳] اپنا نام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مشہور کر جائے گا۔ بدکردار اور بغاوت کا منصوبہ بنانے والے اس کے خوف سے چپ ہو گئے ہیں۔ وہ اپنی تلوار سے ایشیائیوں کو مغلوب کرلے گا۔ لیبیا والوں کو اس کا شعلہ زیر کر لے گا۔ باغی[۱۰۴] اس کے غیظ و غضب کا شکار ہوں گے اس کی دہشت سے غداروں کا

ح۹۹۔ دو عظیم ہستیوں ـــــ بالائی (جنوبی) مصر کی سرپرست کرگس دیوی نخبت اور زیریں (شمالی) مصر کی سرپرست ناگ دیوی یُوزِت (وُزت۔ وَدجت) کو دو عظیم ہستیاں کہا گیا ہے یہ دونوں دیویاں حورُ (حر) دیوتا ست دیوتا کی طرح مل کر متحدہ مصر کی نمائندگی کرتی تھیں دونوں دیویوں کو شمالی اور جنوبی مصر کے دوہرے تاج کی حیثیت میں اکٹھا کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ بعض محققین نے یہاں "دو عظیم ہستیاں" کی بجائے دوہرا تاج بھی ترجمہ کیا ہے۔ دوہرے تاج سے مراد شمالی اور جنوبی مصر کے سرخ اور سفید تاج ہیں گویا مطلب یہ ہوا کہ نفرتی کی پیشین گوئی کے مطابق آنے والا بادشاہ آمنی (آمن ام حت اول) جنوبی اور شمالی مصر کو ایک جھنڈے تلے متحد کرے گا ـــــ "دو عظیم ہستیاں" کی جگہ "دو طاقتور ہستیاں" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ح۱۰۰ "دو آقا" ـــــ (دو بادشاہ) حورُ (حر) دیوتا اور شیطان صفت ست دیوتا۔ اساطیری روایات کے مطابق یہ دونوں مصر کے بادشاہ بنے تھے۔ ح۱۰۱

ح۱۰۲ "دائرہ کھینچنے والا" "چپو" ـــــ فراعنہ یہ چیزیں ہاتھ میں لے کر دیوتاؤں کے سامنے رسوماتی رقص کرتے تھے۔ ہو سکتا ہے یہاں تاجپوشی کی اس رسم کی طرف اشارہ کیا گیا ہو جس کے مطابق فرعون ایک ہاتھ میں چپو اور دوسرے ہاتھ میں کوئی مذہبی رسوماتی چیز پکڑ کر مقدس احاطے کے گرد دوڑتے ہوئے چار مرتبہ چکر لگاتا تھا اور پھر یہ میدان یا احاطہ وقف کر دیا جاتا تھا۔ ح۱۰۳ "اچھے گھرانے میں پیدا ہونے والا" ـ لفظی ترجمہ "آدمی کا بیٹا" ـــــ ح۱۰۴ دشمن بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

استیصال ہو جائے گا۔ اس کی پیشانی کا ناگ[۱۰۵] اس کے لئے باغیوں کی سرکوبی کرے گا۔ لوگ "دیوارِ شاہ"[۱۰۶] تعمیر کریں گے، اور ایشیائیوں کو مصر میں گھسنے نہیں دیا جائے گا کہ وہ حسب سابق اپنے مویشیوں کو پانی پلانے کی درخواست کریں۔ نیکی[۱۰۷ الف] کا دور دورہ ہو جائے گا، بدی[۱۰۷ ب] کو نکال باہر کیا جائے گا۔ جو (یہ)[۱۰۸] دیکھے گا اور جو بادشاہ کی خدمت بجا لائے گا وہ خوش ہوگا۔ عالم آدمی جب میری لکھی ہوئی باتوں کو پورا ہوتا دیکھے گا تو میرے لئے شراب چڑھائے گا۔[۱۰۹]

یہ (تحریر) خوشگوار طریقے پر انجام کو پہنچی۔

حاشیہ ۱۰۵ - "پیشانی کا ناگ": شاہی ناگ سے مراد ہے جو ناگ دیوی یُوزٹ کی علامت کے طور پر فراعنہ اپنے تاج پر پہنا کرتے تھے۔ اس "شاہی ناگ" یا "پیشانی کا ناگ" کے بارے میں مکمل تفصیل زیر نظر کتاب کے باب "عقائد" میں دی جا چکی ہے۔ حاشیہ ۱۰۶ - "دیوارِ شاہ": شاہی دیوار۔ سرحدی قلعوں کا وہ سلسلہ جو ایشیائیوں کو مصر میں گھس آنے سے روکنے کے لئے آمن ام حت اول نے شمالی مصر کے علاقے مشرقی ڈیلٹا میں تعمیر کرایا تھا۔ متعدد سرحدی قلعوں کی جگہ صرف ایک اس عظیم الشان سرحدی قلعے سے بھی مراد لی گئی ہے جو آمن ام حت اول نے تعمیر کرایا تھا۔ حاشیہ ۱۰۷ الف و ب - "نیکی اور بدی": اصل عبارت میں "نیکی" کے لئے لفظ "مآت" اور "بدی" کے لئے لفظ "اس فت" آیا ہے اور دونوں کے لفظی معنی ہیں "راستی" اور "بدی"۔ مگر محققین نے یہاں "مآت" کے معنی نظم و ضبط (امن و امان) اور "اس فت" کے معنی بدامنی اور انتشار بھی کئے ہیں۔ یہ درست ہے کہ وسیع تر معنوں میں بعض اوقات "مآت" اور "اس فت" نظم و ضبط اور بدامنی کے بھی دیتے تھے۔ حاشیہ ۱۰۸ - "یہ": ملک کی خوشگوار صورت حال۔ حاشیہ ۱۰۹ - نفرتی نے چونکہ ظاہر یہاں یہ کیا ہے کہ وہ یہ پیشین گوئی فرعون آمن ام حت اول سے صدیوں پہلے فرعون سنوفرو (سنفرو) کے عہد میں کر رہا ہے۔ اسی لئے اس نے یہاں یہ کہا ہے کہ جب آمن ام حت کا شاہی دور آئے گا تو وہ خود تو ظاہر ہے کہ مر چکا ہو گا، لیکن جو پڑھا لکھا آدمی اس منظر پر آئے تو مذہبی رسم کے طور پر اس کے لئے شراب ضرور چڑھائے۔ بہرحال مفہوم یہی ہے کہ ملک کی صورت حال بالآخر از سر نو سازگار اور خوشگوار ہو جانے کے سلسلے میں پیشین گوئی کو پوری ہوتے دیکھ کر عالم اور پڑھے لکھے لوگ اس کے مقبرے میں شراب چڑھائیں گے۔ مصر قدیم میں مرنے والوں کے مقبروں میں شراب وغیرہ بطور نذر چڑھا کر مرنے والوں کو خوش کیا جاتا تھا۔

خاخیپ اررا سونب کی فریاد

تخلیقی قدامت: ۴۱۰۰ یا ۳۹۰۰ برس
تحریری قدامت: ۳۵۰۰ برس

چار ہزار برس قدیم یہ وہ ادبی تخلیق ہے جس کا خالق تنقیدی شعور کی صفت سے بہرہ ور تھا اور ادب میں تقلید اور فرسودگی اسے پسند نہیں تھی۔ اپنی تحریر میں اس سے گریزاں رہنے کا متمنی اور کوشاں تھا۔ یہ وہ ادب پارہ ہے جس سے دنیا بھر کے ادب میں تنقیدی شعور کی پہلی مرتبہ نشاندہی ہوتی ہے۔

اس تحریر کو "خاخیپ اررا سونب کی فریاد"، "خاخیپ اررا کا شکوہ"، "خاخیپ اررا سونب کا نوحہ" کوئی بھی عنوان دیا جا سکتا ہے۔ بیشتر ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ تحریر — "خاخیپ اررا سونب کی فریاد" — فراعنۂ مصر کے بارھویں خاندان (۱۹۹۱ / ۱۷۸۶ ق۔م) کے زمانے میں تخلیق کی گئی تھی۔ بعض محققین نے اپنے اس خیال کی تائید میں ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ خاخیپ اررا سونب کا نام بھی ایسا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بارھویں خاندان کے دورِ حکومت میں زندہ تھا۔ ان ماہرین کے خیال میں یہ تصنیف زیرِ نظر باب (قنوطی ادب) میں شامل اسی نوعیت کی دوسری تصانیف مثلاً "اپوور کا نوحہ" اور "نفرتی کی پیشین گوئی" سے یقیناً بعد کی ہے۔ ان ماہرین کے نزدیک اس کا پتہ یوں لگتا ہے کہ خاخیپ اررا سونب جس صورتِ حال کا شاکی ہے وہ کسی حد تک غیر واضح ہے اور عمومیت لئے ہوئے ہے — فالکنر نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ یہ ادب پارہ بارھویں خاندان سے قبل "غالباً مصری تاریخ کے پہلے دورِ زوال (۲۱۸۱ / ۲۰۴۰ ق۔م) کے دوران تخلیق ہوا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ فالکنر کی رائے زیادہ صحیح ہے۔ کچھ محققین کا کہنا یہ ہے کہ "خاخیپ اررا سونب" نامی یہ دانشور ادیب بارھویں خاندان کے فرعون سن اسرت دوئم (۱۸۹۷ / ۱۸۴۴ ق۔م) کے زمانے میں ہو گذرا ہے اور یہ وہ وقت تھا جب مصر کو پہلے دورِ زوال میں پھیلی ہوئی طوائف الملوکی کے چنگل سے نکلے خاصی مدت یعنی کوئی ڈیڑھ سو برس گذر چکے تھے اور یہ ملک اپنی

خوش حالی اور قوت کے مثالی عروج کو بس پہنچنے والا تھا ـــــ اب اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ پہلے دورِ زوال کے وسط یعنی ۲۱۰۰ ق۔م کے لگ بھگ تخلیق ہوا تھا تو پھر تخلیقی لحاظ سے یہ آج سے چار ہزار ایک سو برس پہلے کا ہے اور اگر اکثر و بیشتر ماہرین سے متفق ہو کر یہ کہا جائے کہ یہ بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق۔م) کے دور میں تخلیق کیا گیا تھا اور یوں فرض کر لیا جائے کہ اس خاندان کے وسط میں یہ تخلیق ہوا تو لگ بھگ فرعون سن اُسرت دوئم (۱۸۹۷/۱۸۷۸ ق۔م) کا زمانہ آجاتا ہے اس طرح گویا یہ آج سے کوئی تین ہزار نو سو برس قبل تخلیق ہوا تھا ـــــ

موجودہ صورت میں یہ ادب پارہ کسی قدیم مصری طالب علم کی تختی کے دونوں جانب لکھا ہوا ملا ہے۔ آجکل یہ لوح برٹش میوزیم میں ہے۔ یہ تختی فراعنہ کے اٹھارھویں خاندان (۱۵۷۵/۱۳۰۸ ق۔م) کے دور میں لکھی گئی تھی اس طرح تحریری لحاظ سے یہ تحریر موجودہ صورت میں کوئی ساڑھے تین ہزار برس پرانی ہے۔ مذکورہ لوح پر دونوں طرف کوئی بیس سطریں لکھی ہوئی ہیں، سیدھی طرف چودہ اور دوسری جانب چھ۔ یہ بیس سطریں چار حصوں میں منقسم ہیں۔ طالب علم کی اس تختی کے علاوہ خاخپر اراسونب کی یہ تصنیف چونے کے پتھر کے ایک ٹکڑے پر بھی رقم ملی ہے جو آب قاہرہ کے عجائب گھر میں ہے۔

خاخپر اراسونب کی اس تصنیف کا جو متن کسی طالب علم کی تختی پر رقم دستیاب ہوا ہے یوں لگتا ہے جیسے وہ اس ادب پارے کا ابتدائی حصہ ہے، تاہم یہ جتنی بھی عبارت ہے وہ اس تختی کی حد تک تو اپنی جگہ مکمل ہے اور گو اس کی آخری سطر اپنی جگہ پوری ہے اس کے باوجود یہ ہرگز ظاہر نہیں ہوتا کہ یہاں آکر پورا ادب پارہ مکمل ہو گیا ہے عین ممکن ہے کہ یہ تخلیق زیادہ طویل رہی ہو اور تختی پر لکھی ہوئی عبارت اس ادب پارے کا صرف پہلا حصہ ہو۔ شاید اس کا باقیماندہ حصہ کسی دوسری تختی پر لکھا گیا تھا۔

خاخیپ اَرّاسونب کا نام خاخیپ ارّاسونبُو بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کی عرفیت اُن خُو تھی، چنانچہ کچھ ماہرین نے اسے خاخیپ ارّاسونب کی بجائے محض اُن خُو بھی لکھا ہے۔ خاخیپ اَرّاسونب کے معنی ہیں "خاخیپ ارّا صحت مند ہے"۔ وہ مصر کے عظیم ترین قدیم مذہبی مرکز۔ اُونُو (ہیلیو پولس) کا رہنے والا تھا اور وہاں مندر سے وابستہ تھا۔ اس کا تعلق پجاریوں کے اس طبقے سے تھا جو 'وَب' پجاری کہلاتے تھے ـــــ چیسٹر بیٹی پیپرس IV، پر متعدد قدیم مصری مصنفوں، ادیبوں اور دانشوروں کے نام لکھے ملے ہیں۔ اِن میں خاخیپ اَرّاسونب کا نام بھی شامل ہے۔ مصر کے یہ عظیم دانشور ادیب اس پیپرس کے رقم کیے جانے سے مُدتوں پہلے ہو گزرے تھے۔ مذکورہ پیپرس کی یہ اہم اور خیال آفریں عبارت بھی میں نے اس کتاب میں شامل کی ہے۔ مصر کے قدیم مقام سقارہ پر بنے ہوئے جدید شہنشاہی دور (۱۵۷۰ / ۱۰۸۵ ق م) کے ایک مقبرے کی دیوار پر قطار میں حنوط شدہ حالت میں مصری دانشوروں کی تصویریں بنائی گئی ہیں اس قطار میں خاخیپ ارّاسونب کو بھی دکھایا گیا ہے۔

ارسطو سے ڈیڑھ ہزار برس پیشتر تنقیدی شعور

دُنیا کا پہلا نقاد

خاخیپ اَرّاسونب کی یہ تخلیق اسی دور کی دوسری تخلیقات 'اِپُو وَر کا نوحہ' اور 'نفرتی کی پیشین گوئی' کی طرح پیشین گوئیوں کے زمرے میں ہرگز نہیں آتی بلکہ یہ تو خالصتاً ادبی تخلیق ہے۔ اس نے اپنی تحریر کے آغاز میں اپنی خواہش کے اظہار کے لئے جو جملے لکھے ہیں ان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ پیشین گوئی قسم کی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ سرتاسر ادبی کاوش ہے۔

میرے نزدیک یہ ادب پارہ نہ صرف قدیم مصری ادب بلکہ دنیا بھر کے ادب میں اپنی ایک خصوصیت کی بنا پر انتہائی اہمیت اور منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ اسی خصوصیت اور نوعیت کے لحاظ سے یہ عالمی لٹریچر کی اولین ادبی تخلیق بھی ہے۔ اس کی یہ منفرد خصوصیت

ہے اس کے خالق ادیب خاخیپ اراسونب کا تنقیدی شعور۔ ادب میں اس واضح اور ممیز تنقیدی شعور کی مثال نہ تو اس ادب پارے سے پیشتر دنیا میں کہیں ملتی ہے۔ (خود مصر اور عراق میں بھی نہیں) اور نہ ہی اس تخلیق کے مدتوں بعد تک ساری دنیا کے لٹریچر میں کہیں نظر آتی ہے۔ اس قابلِ رشک انفرادیت اور تنقیدی شعور کی بنا پر خاخیپ اراسونب میرے نزدیک بھرپور خراجِ تحسین کا مستحق ہے اور بلاشبہ وہ ادبی دنیا کا سب سے پہلا معلوم نقاد ہے۔ چار ہزار برس پہلے کا نقاد۔

خاخیپ اراسونب نے اپنی تصنیف کے ابتدا ہی میں اس خواہش کا برملا اظہار کر دیا ہے کہ وہ اپنے ذہن اور دل کو ہلکا کرنے اور اپنی اخلاقی بیزاری اور آزردگی کو دور کرنے کے لئے جو کہنا چاہتا تھا وہ سب ایسے الفاظ میں اس انداز میں کہنے کا خواہاں تھا جو اس سے پہلے کبھی نہیں برتا گیا تھا۔ اس نے کھل کر اپنی یہ آرزو بیان کر دی ہے کہ وہ اپنے محسوسات و خیالات کا اظہار نئی زبان میں کرے، ایسے نئے الفاظ دریافت کرے اور ان سے اپنی تحریر مزین کرے جو اس سے پہلے کسی نے سنے ہوں کسی نے نہ برتے ہوں اور وہ اپنے تجربات بیان کرنے کے لئے ایسا اسلوب اپنائے جو فرسودہ اور پامال نہ ہو بلکہ اسے نیا پیرایۂ اظہار نصیب ہو۔

یہ ادب پارہ اس لحاظ سے بھی بہت اہم، قابلِ غور اور دلچسپ ہے کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ چار ہزار برس پہلے جاگیردارانہ نظام کے دور میں کم از کم ایک مصری دانشور ادیب تو ایسا تھا جسے شعوری طور پر یہ مکمل احساس تھا کہ وہ نئے خطوط پہ سوچ رہا ہے اور یہ کہ وہ اپنے اجداد کی سوجھ بوجھ سے بہت دور ہٹ چکا ہے، بہت مختلف سوچ کا حامل ہے۔ ویسے میرے نزدیک یہ بالکل ممکن ہے کہ خاخیپ اراسونب کے سے تنقیدی شعور کے مالک اس کے ہم عصر اور بھی ادیب مصر میں موجود رہے ہوں اب یہ دوسری بات ہے کہ تاحال ان میں سے کسی کی ادبی تخلیق ملی نہیں ہے۔ تاہم اگر خاخیپ اراسونب کی

یہ تصنیف زیر نظر باب ہی میں شامل ایک اور تصنیف 'خودکشی' کی ہم عصر مان لی جائے، جیسا کہ میرا خیال ہے، تو پھر یہ دونوں تصانیف اور ان کے خالق ہم عصر تھے۔

خاخپ ارراسونب شعوری اور نظریاتی طور پر اس قدر جدّت طراز ادیب تھا کہ گذرے ہوئے ادیبوں کی نقالی کو، سابقہ ادبی تخلیقات کے اسلوب اور طرز بیان کو جائز اور موزوں خیال نہیں کرتا۔ اس روش کو مسترد کرتا ہے اس نے تو یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ اس کا اسلوب یا طرز بیان گذشتہ ادیبوں سے مختلف ہے، وہ ان کی نقالی نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی تحریر ایسی ہے جس کی کوئی نقل کر سکے۔ اس کے نزدیک نقل یا اعادہ محض تصنع ہے لاحاصل ہے ایسا کرنے والے ادیب کا نام عزت سے نہیں لیا جا سکے گا۔ اس ضمن میں اس ادب پارے کا یہ ٹکڑا خصوصی دلچسپی اور اہمیت کا حامل ہے جس میں خاخپ ارراسونب نے کہا ہے:۔

"کاش میرے پاس ایسے الفاظ ہوتے جو اَن جانے ہوں، اقوال جو اَن کہے ہوں، تکرار سے پاک نئی زبان جو استعمال نہ کی گئی ہو، ایسی بات جو فرسودہ نہ ہو، جو گذرے وقتوں کے لوگوں نے نہ کہی ہو ...... کیونکہ جو کچھ کہا گیا تھا درحقیقت وہ دہرایا جا چکا ہے ...... جو کچھ میں کہتا ہوں وہ پہلے نہیں کہا گیا ....
(میں) وہ بات نہیں کہتا جو کہی جا سکے گی (کہی ہوئی بات کہنے) کی کوشش بے فائدہ ہے۔ (ایسا کرنا) تصنع ہوتا ہے ...... کاش میں وہ کچھ جانتا جو دوسرے نہیں جانتے، ایسی باتیں جو اعادہ نہ ہوں ...... ایک نسل کے لوگ دوسروں جیسے ہوتے ہیں اور وہ ایک جیسی باتیں کہہ چکے ہیں —"

اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہ صرف مصر بلکہ عالمی ادب کی تاریخ میں پہلا موقعہ ہے کہ کسی ادیب نے روایت کی تقلید سے دامن یکسر چھڑانے کی اس طرح خواہش کی ہو۔ اس سے پوری طرح منحرف رہنے کا آرزومند رہا ہو، وہ قابل فخر ادیب تھا، چار ہزار

برس پیشتر خاخپ ارراسونب. مذکورہ بالا اقتباس سے بخوبی عیاں ہے کہ خاخپ ارراسونب تنقیدی شعور سے پوری طرح متصف تھا۔ اسے پورا پورا احساس تھا کہ ادب میں فرسودگی، روایت کی لکیر کا فقیر ہونا سابقہ باتوں کی تکرار، گھسی پٹی پرانی ادبی زبان، برتا برتایا اسلوب یا اظہار بیان کیا ہوتا ہے۔ ادب میں نئے انداز سے نئی بات کہنے کی اہمیت کیا بنتی ہے، تکرار خیالات یکسانیت اور اسلوب کے تنوع پر اس کی پوری پوری نظر تھی، وہ ان چیزوں کو پرکھ سکتا تھا، ان کا تنقیدی جائزہ لے سکتا تھا تبھی تو اس نے یہ خواہش کی کہ وہ نئے اسالیب، نئے الفاظ نئے فقروں، نئی تراکیب اور نئے خیالات سے متصف ہو ــــ ادب کی پوری عالمی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو تہہ کے تنقیدی شعور کے لحاظ سے خاخپ ارراسونب سرفہرست لیکا وتنہا کھڑا نظر آتا ہے ــــ

خاخپ ارراسونب اپنی تحریر میں گویا اس بات کا شاکی ہے کہ اسے کوئی بات کہنے کے لئے دقت پیش آرہی ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ خاخپ سے پہلے مصری ادیب ہر موضوع پر اتنا لکھ چکے تھے کہ بعد کے مصنفین اور ادیبوں کو اس سلسلے میں کوئی نئی بات یا موضوع تلاش کرنے میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ دراصل خاخپ ارراسونب کے زمانے سے پہلے ہی دنیاوی مصائب پر نوحہ کناں ہونا ادیبوں کے ہاں معمول بن چکا تھا اور مصری تاریخ کے پہلے دور زوال (۲۱۸۱ / ۲۰۴۰ ق م) میں مصر جس ابتلا اور ناگفتہ بہ صورت حال کا شکار رہا اسے موضوع بنانا، اس پر لکھنا، وسطی بادشاہت (۱۹۹۱ / ۱۷۸۶ ق م) کے ادیبوں کا محبوب و من پسند مشغلہ تھا۔ چنانچہ میرے نزدیک بہت ممکن ہے کہ خاخپ ارراسونب کے علاوہ اور بھی ادیب ایسے رہے ہوں جن کے پیش نظر یہ مقصد رہتا ہو کہ وہ سابقہ زمانوں کے ادیبوں، دانشوروں کی روایت و روش سے ہٹ کر اسلوب بنائیں، اپنا اظہار کریں، ایسی باتیں کریں جو گذرے ادیبوں، دانشوروں نے نہ کی ہوں، وہ خاخپ ارراسونب جیسے تنقیدی شعور کے مالک ہوں۔ اب اور نہ بھی تو کم از کم خاخپ اررا

سونب حضور ماضی کی ڈگر سے ہٹ کر اپنے اسلوب میں جدت پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اسی لئے اس نے کوشش کی اور اس کی خواہش بھی یہ تھی کہ وہ اپنے پیشرو ادیبوں پر اپنے اسلوب بیان یا الفاظ کی خوش ترتیبی اور نئے خیالات و الفاظ کے لحاظ سے سبقت لے جائے نئی بات کہنے میں مشکل کا جو اظہار خاخپ ار راسونب نے کیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود سے پہلے گذرنے والے مصری ادیبوں، دانشوروں ان کی تحریروں اور مصری ادب سے اچھی طرح واقف تھا۔

خاخپ ار راسونب نے اس خواہش کا بھی اظہار کیا ہے کہ وہ اپنے ملک میں رونما ہونے والے واقعات کے بارے میں اپنے دل کے ساتھ باتیں کرے۔ اس نے اپنی اس تخلیق میں معاشرے کے حالات پر غور و فکر اور ان کا ذکر افسردہ لہجے میں کیا ہے اور اپنے دل کو مخاطب کر کے اپنے دور کے ناسازگار حالات، مصائب اور مشکلات بیان کی ہیں اور اس نے اپنی اس تحریر میں "قومی ابتلا یعنی شہر آشوب" کو موضوع بنایا۔ بعض محققین کے نزدیک اس کا انداز خطیبانہ اور مبالغہ آمیز ہے۔

مختصر یہ کہ موجودہ معلومات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ مصری لٹریچر کی ہزاروں برس کی تاریخ بلکہ عالمی ادب میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ کسی ادیب و دانشور نے ادب میں روایت کی تقلید سے فائدہ نہ اٹھانے کی ٹھانی ہو۔ حالانکہ لگے بندھے اصول کی رو سے اور پہلے سے موجود مثالوں کی روشنی میں روائیت کی تقلید کرنا یا اس پر عمل پیرا ہونا خاخپ ار راسونب کے لئے بھی معمول کے مطابق ہونا چاہیئے تھا لیکن ایسا ہوا نہیں۔ بلکہ اس ادب پارے کی خاص بات یہ ہے کہ اس تخلیق کار نے ماضی کی تقلید کو مسترد کر دیا ہے حالانکہ اس تقلید پرستی پر قدیم مصری تحریری حکیمانہ تعلیمات میں خاص طور پر زور دیا گیا ہے۔ اب خاخپ ار راسونب نے روائیت کی تقلید سے انحراف کی خواہش و کوشش کر کے اس روائیت کی تقلید سے استفادہ کرنے کا موقعہ تو گنوا دیا تاہم اس کی کوشش

یہ رہی ہے کہ یہ استفادہ اپنے ذاتی غور و فکر کو بروئے کار لا کر حاصل کرے ـــــ کہا جا سکتا ہے اس نے ان واقعات کو بیان کرنے کی توسعی کی جو اس کے لئے پریشانی کا باعث بنے، مگر اس نے ان واقعات کو سمجھنے کی شاید کوئی نمایاں کوشش نہیں کی۔ شاید میں اس لئے کہا کہ اگر یہ تصنیف نامکمل ہے تو ہو سکتا ہے باقیماندہ فی الحال نامعلوم حصے میں اس نے واقعات کو خود سمجھنے پر زور دیا ہو ویسے اس نے ایک جگہ کہا ہے کہ ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس کا دل یہ واقعات سمجھا سکتے تھے

استعاراتی

زیر نظر باب میں شامل ایک اور ادب پارے نفرتی کی پیشین گوئی کے برعکس خاخیپ ارراسونب کی اس تخلیق میں سیاسی مقاصد کا کوئی شائبہ نظر نہیں آتا، بلکہ اس نے "قومی ابتلا" کا موضوع خالصتاً ادبی نقطۂ نظر سے پیش کیا ہے۔ اگر کسی طرح کی سیاسی رائے یا تنقید خاخیپ ارراسونب کے پیش نظر تھی بھی تو پھر یہ ان عمومی استعاروں میں پوشیدہ ہو گی جو اس نے طوائف الملوکی اور ابتلا کا موضوع اپناتے ہوئے برتے ہیں اس سلسلے میں وہ کھل کر سامنے نہیں آیا۔ اگر ہم یہ مان لیں کہ وہ فرعون سن اسرت دوم کے زمانے (١٨٩٧/١٨٧٨ ق م) میں تھا تو پھر کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اس کا اپنا زمانہ تو امن و خوش حالی کا زمانہ تھا اس لئے ملک پر نازل شدہ آفات کے سلسلے میں اس نے جو آہ و زاری کی ہے وہ استعاراتی ہے اور استعاروں کی زبان ہی میں ملک کے مصائب اور پُر آشوب حالات بیان کئے ہیں۔ یہ استعارے یا تو خالصتاً ادبی ہیں جن کی مدد سے اس موضوع کے ادبی امکانات میں وسعت پیدا کرنا مقصود تھا، یا پھر ان کی مدد سے سیاسی اظہار اور تبصرے کا مخفی ابلاغ منظور تھا، ایسا سیاسی ادبی تبصرہ جو تحریری شکل میں کھلم کھلا نہیں کیا جا سکتا تھا بلکہ اسے استعاروں کا لبادہ اڑھایا گیا تھا۔

خاخیپ ارراسونب کی یہ تصنیف فراعنہ کے اٹھارھویں خاندان (١٥٧٥/١٣٠٨ ق م) کے زمانے کے ایک طالب علم کی تختی پر لکھی ہوئی دستیاب ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ درس گاہوں کے نصاب میں شامل تھی اور طلباء اسے مشق کے طور پر تختیوں پر لکھا بھی

کرتے تھے اور زبانی یاد بھی کرتے تھے۔ اٹھارھویں خاندان سے یہ ادب پارہ کم از کم چار پانچ سو برس پہلے تخلیق ہو چکا تھا۔ اس طرح یہ حقیقت واضح ہے کہ دوسری اور بھی متعدد ادبی تخلیقات کی طرح خاخپ ار راسونب کی اس تخلیق سے مصری صدیوں تک بخوبی واقف ہے، وہ خود لوگوں میں بہت مقبول و معروف تھا اور یہ کہ اس کی یہ تصنیف کلاسیکی درجہ اختیار کر چکی تھی۔

اسلوب

اس ادب پارے کو پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ مندرجات اور اسلوب کے لحاظ سے یہ "اپوور کا نوحہ" اور نفرتی کی پیشین گوئی سے قریب ہے۔ اپوور کے نوحے اور نفرتی کی پیشین گوئی کی طرح خاخپ ار راسونب کی اس تخلیق میں اسی انتشار اور نظم و ضبط کے فقدان کا ذکر ہے۔ جس کے گرداب میں مصر پہلے دورِ زوال کے دوران پھنسا ہوا تھا ــــــ

ایک اسلوب خاخپ ار راسونب کی اس تصنیف میں خود کلامی (؟) کا ملتا ہے۔ کہ کوئی شخص محض اپنے دل کو ہی اپنا سچا دوست سمجھتا ہے اور اسی احساس کے تحت وہ اپنے دل سے باتیں کر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ انداز وہی ہے جو عالمی ادب کی ایک اور اہم مصری ادبی تخلیق "خود کشی" کے مصنف نے اپنی روح سے باتیں کر کے اپنایا ــــ اب اگر ہم یہ مان لیں کہ خاخپ ار راسونب نے اپنی یہ تحریر پہلے "دورِ زوال" یا اس کے فوراً ہی بعد تخلیق کی تھی تو وہ اور "خود کشی" کا خالق دونوں ہم عصر قرار پاتے ہیں۔ اپنی اس تخلیق میں خاخپ ار راسونب اپنے ہمزاد سے مخاطب ہے اور اگر ان دونوں ادب پاروں سے یہ ظاہر ہو کہ خاخپ ار راسونب کا مکالمہ اپنے "دل" سے اور "خود کشی" کے ہیرو کا مکالمہ اس کی "روح" کے ساتھ ہے تو کہا جا سکتا ہے یا گمان گذر سکتا ہے کہ خاخپ ار راسونب کی فریاد دراصل "خود کشی" کا ضائع شدہ ابتدائی حصہ ہے جسے از سرِ نو تصنیف کیا گیا تھا ــــ "خود کشی" زیرِ نظر باب "قنوطی ادب" میں سب سے پہلے شامل کر دیا گیا ہے۔ اس کے مرکزی کردار کی بھی وجہ

ساتھی اس کی رُوح ہی رہ گئی تھی۔

مُعاشرہ اور مصری ادیب

"اپُودر کا نوحہ"، "خودکشی" اور "خاخیپ ارراسونب کی اس تخلیق سے معلوم ہوتا ہے کہ موخرالذکر دو تصانیف کے مرکزی کردار اپُودر کی نسبت زیادہ مایوس تھے۔ اِن دونوں کے برعکس اپُودر کے ہاں رجائیت کا پہلو بھی موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ اپُودر کو پُوری پُوری امید تھی کہ وہ وقت ضرور آئے گا جب مُعاشرہ سُدھر جائے گا۔ حالات اچھے ہو جائیں گے اور ایک انصاف پسند حکمران حکومت کرے گا ـــــ لیکن خاخیپ ارراسونب کی تصنیف سے کہیں یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس نے جو افسوس ناک صورتِ حال بیان کی اس کا کوئی علاج، کوئی چارہ کار بھی اس کے ذہن میں تھا یا نہیں؟

اس ادب پارے کو پڑھ کر اس کے خالق ادیب (خاخیپ ارراسونب) کی ذہن میں جو تصویر بنتی ہے وہ ایک ایسے ادیب کی ہے جس نے ساتھیوں کی بداعمالیوں کا بہت زیادہ اثر لیا تھا، اس کے جذبات و محسوسات پُوری طرح اُبل پڑے تھے۔ اس نے مُعاشرہ کی صورتِ حال پر مجموعی حیثیت سے غور و فکر کیا، سوچا۔ گو وہ تسلسل کے ساتھ اپنے دکھ کا اظہار کرتا ہے اس کے باوجود یہ اس کا ذاتی دکھ نہیں تھا جو اس کے یوں اظہار کا ایک اہم سبب بنا تھا، اس نے تو پورے معاشرے کو ذہن میں رکھ کر اپنے رنج والم اور دکھ کا اظہار کیا۔ اس کی تشویش مُعاشرے کے لئے تھی، اس کے اظہار کا تعلق معاشرے سے تھا ـــــ

خاخیپ ارراسونب کی بہت سی باتیں یقیناً ایسی ہیں جو ہمارے آج کے معاشرے کا ایسا ادیب یا مُبصر بھی کہہ سکتا ہے جو اخلاقیات کے بارے میں حساس ہو جسے اخلاقیات اور مُعاشرے کا احساس ہو۔ خاخیپ ارراسونب اور اسی کے تقریباً ہم عصر دوسرے مصری ادیبوں کی تخلیقات کو پڑھ کر یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ طویل مصری قدیم تاریخ کا سوا چار ہزار برس پہلے کا یہ وہ دور تھا جب تاریخ عالم میں پہلی مرتبہ ادیب، دانشور گھرے

شعور کی اس منزل کو پہنچ گئے تھے کہ معاشرے کی اخلاقی باختگی اور انحطاط کے بارے میں غور و فکر کرنے لگے تھے اس طرف پوری توجہ دینے لگے تھے ـــــ خاخیپ ارراسونب ملکی معاشرے کے ہر طبقے میں وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی خرابیوں اور اخلاقی انحطاط سے سخت غیر مطمئن اور شاکی تھا۔ اس نے معاشرے میں جو کچھ دیکھا اس کی عکاسی کرنے کی کوشش کی۔

لیکن پہلے "دورِ زوال" (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق م) کے دوران کے رونما ہونے والے المناک واقعات اور صورت حال کے نتیجے میں اس وقت اور اس کے بعد بھی بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کے آغاز میں صرف خاخیپ ارراسونب ہی واحد حساس مفکر اور ادیب نہیں تھا جس نے ان کربناک حالات و واقعات سے متاثر ہو کر ان کے اسباب و علل اور وجوہات کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہو اور مقدس ضمیر اور برے بھلے کی تمیز کے بارے میں سوالات اٹھائے ہوں، بات کی ہو، بلکہ مصری تاریخ کے اس افسوس ناک عہد یعنی "پہلے دورِ زوال" میں خاخیپ ارراسونب جیسی اور بھی ہستیاں گذری ہیں مثلاً اسی باب (قنوطی ادب) میں شامل تخلیقی "خودکشی" کا مصنف اور ایپوور وغیرہ۔

تخلیقی کرب

خاخیپ ارراسونب نے واضح طور پر اپنے تخلیقی کرب کا اظہار کیا ہے۔ وہ اپنی سوچ، اپنے تصورات کی وجہ سے اضطراب اور اذیت میں مبتلا تھا۔ شاید ان اور تصورات کا بوجھ اس کے پورے وجود پر طاری تھا۔ ان تکلیف دہ تصورات کا اظہار کر کے اپنے کرب کو ہلکا کرنا چاہتا تھا، اس سے نجات پانے کا متمنی تھا، ان تصورات کو قلمی جامہ پہنا کر اپنے ذہن، اپنے جسم کو ہلکا کرنا چاہتا تھا۔ اس کی یہ سوچ، یہ ادبی اظہار، یہ اضطراب و کیفیت کس قدر نئی اور جدید لگتی ہے مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے ان الفاظ اور اظہار کے پردے میں چار ہزار برس پہلے کا کوئی مصری ادیب نہیں، آج کا مضطرب، سکون ناآشنا اور حساس ادیب بول رہا ہے ـــــ کوئی شبہ نہیں اس نے اس انداز سے اپنی بات کہی ہے، تخلیقی کرب کا اظہار کیا ہے جس کی مثال پورے مصری ادب میں نہیں ملتی۔

خاخیپ ارراسونب کی فریاد

تخلیقی قدامت :۔ ۴۰۰۰ یا ۴۹۰۰ برس

تحریری قدامت :۔ ۳۵۰۰ برس

الفاظ کا ایک جا انتخاب، اقوال کا انتخاب، متجسس[1] ذہن[2] کے ساتھ جملوں کی تلاش

—— جو اونو[3] کے وب پجاری[4] سنی کے بیٹے خاخیپ ارراسونب نے، جو ان خو[5] کہلاتا ہے

لکھے۔ —— وہ کہتا ہے :۔

کاش میرے پاس ایسے الفاظ ہوتے جو ان جانے[6] ہوں، ایسی باتیں جو انوکھی ہوں،

نئی زبان جو استعمال نہ کی گئی ہو تکرار سے آزاد —— ایسی بات جو فرسودہ نہ ہو، جو گذرے

وقتوں کے لوگوں نے نہ کہی ہو۔

اس اہم ٹکڑے کے اور تراجم یوں ہیں۔

ص۱ :۔ متجسس :۔ تحقیق پسند بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ص۲ ذہن :۔ اصل مصری عبارت میں ذہن کی جگہ دل آیا ہے۔ قدیم اہلِ مصر دل کو ذہن کے معنوں میں بھی استعمال کرتے تھے۔ ص۳ اونو :۔ مصر کا سب سے اہم قدیم مذہبی مرکز۔ بائبل میں اس کا نام "اون" آیا ہے اور یونانیوں نے اسے ہیلیو پولس کہا۔ ص۴ وب پجاری :۔ پجاریوں کا ایک طبقہ۔ ص۵ ان خو :۔ یعنی خاخیپ ارراسونب کی عرفیت ان خو تھی۔ ص۶ ان جانے :۔ غیر معروف، نئی زبان کے نئے جملے۔

د ''کاش میرے پاس ایسے الفاظ ہوتے جو اَن جانے ہوں'' اقوال جو اَن کہے ہوں، تکرار سے پاک، نئی زبان جو استعمال نہ کی گئی ہو۔ گذرے زمانے کی زبان نہیں جو ہمارے اجداد[۸] بولتے تھے۔''

ب ''کاش میرے پاس نئے جملے ہوتے، ان جانے اقوال، نئے اور غیر استعمال شدہ تکرار سے آزاد الفاظ۔ ایسے غیر منتقل شدہ اقوال[۸] جو ہمارے بزرگوں نے نہیں کہے۔''

ج ''کاش میرے پاس اَن جانے الفاظ ہوتے۔ نئی زبان میں عالمانہ جملے جواب تک استعمال نہیں کئے گئے، تکرار سے آزاد ـــــ ماضی کی گفتگو کے جملے نہیں جو ہمارے اجداد نے برتے تھے۔''

جو کچھ[۹] میرے بدن میں ہے (وہ اور) اپنے تمام الفاظ کو باہر نکالنے[۱۰] کے لئے اپنے بدن کو بھینچتا[۱۱] ہوں، کیوں کہ جو کچھ کہا گیا تھا، درحقیقت وہ دہرایا جاچکا[۱۲] ہے، جب کہ جو کچھ کہا گیا تھا کہا جا چکا ہے۔ بزرگوں کی تصانیف پر اترانے کی کوئی بات نہیں بعد میں

---

۸ بولتے تھے: لکھنے سے مراد ہے۔ ۸ غیر منتقل شدہ اقوال: ایسے اقوال: ایسی باتیں جو اجداد نے پہلے نہیں لکھیں۔ ۹ جو کچھ بدن میں ہے: تصورات و خیالات، باتیں۔ ۱۰ باہر نکالنے کے لئے: ''آزاد کرنے کے لئے'' بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ جو کچھ بھی اس کے ذہن میں ہے سب کچھ ڈالنے کے لئے۔ ۱۱ بھینچتا ہوں: ''نچوڑتا ہوں''، ''اذیت دیتا ہوں'' بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہاں جسم کے بارے میں یہ تصور دیا گیا ہے کہ وہ تصورات و تاثرات کی آماجگاہ ہے۔ ۱۲ یعنی پرانے وقتوں کے ادیب اپنی تحریروں میں جو کچھ لکھ گئے ہیں، جو جملے، الفاظ اور زبان استعمال کر لئے گئے ہیں آنے والے ادیب انہیں دہراتے ہیں، کوئی نئی بات نہیں کہی گئی، نئی زبان اور اسلوب نہیں برتا گیا۔

آنے والوں نے انہیں پالیا تھا۔[ف۱۳]

(تاہم) جو کچھ میں کہتا ہوں (وہ) پہلے نہیں کہا گیا۔[ف۱۴] وہ بیان کرتا ہے جو بیان کرے گا[ف۱۵] وہ جو کچھ بیان کرے گا، دوسرا (کوئی) اسے پالے۔[ف۱۶] (وہ) ایسی کہانیاں نہیں کہتا جو (پہلے) کہی جا چکی ہوں، ایسا پہلے کیا جا چکا ہے۔[ف۱۷] نہ ہی (وہ) ایسی بات کہتا ہے جو کہی جا سکے گی اس قسم[ف۱۸]

ف۱۳ مطلب یہ کہ نئے وقتوں کے ادیبوں نے جو کچھ لکھا تھا وہی کچھ بعد میں آنے والوں نے تحریر کیا اس لئے بزرگوں کی تخلیقات پر فخر کی کوئی بات نہیں ہے ـــــ "پالیا تھا" اسے مراد ہے کہ بزرگوں کی تصانیف یا تحریریں بعد میں آنے والوں نے اپنا لیں۔ یہاں خاخیپ ارراسونب کی صاف گوئی بلکہ بڑی حد تک بے باکی کی داد دینی چاہیئے کہ وہ بزرگوں کی تصانیف کو قابلِ فخر نہیں سمجھتا بلکہ کھلم کھلا اپنے اس خیال کا اظہار بھی کر رہا ہے حالانکہ مصری تحریروں میں گذشتہ زمانے کی تصانیف کو عظیم، قابلِ تقلید اور قابلِ احترام ماننے کی جابجا تلقین کی گئی ہے ـــــ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ یوں کیا گیا ہے "گذشتہ وقتوں کے لوگوں کے الفاظ یا ان کے جانشینوں نے جو کچھ دریافت کر لیا اس پر اترانا نہیں چاہیئے" ـــــ ف۱۴ یہاں خاخیپ ارراسونب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ گذشتہ ہوئے ادیبوں کی تحریروں سے مختلف انداز میں اپنا ادب پارہ تخلیق کر رہا ہے جو باتیں جس انداز میں وہ لکھ رہا ہے اس طرح اس سے پہلے سپردِ قلم نہیں کی گئیں۔ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ ـــــ "جو (پہلے) بول چکے، وہ (اس طرح) نہیں بولتا" ـــــ مطلب یہ کہ غالباً خاخیپ ارراسونب اپنی تخلیق میں گذشتہ ہوئے کسی ادیب کی نقالی نہیں کر رہا ہے، وہ اپنی تصنیف میں کسی گذشتہ ادیب کی سی باتیں نہیں کر رہا، اس کا سا طرزِ اظہار یا اسلوب اختیار نہیں کر رہا۔ اسی فقرے کا ایک اور ترجمہ: "جو کچھ کہا جا چکا ہے، کہا جا چکا ہے" ـــــ ف۱۵ وہ، خاخیپ ارراسونب کی خودی سے مراد ہے۔ ف۱۶ مطلب غالباً یہ کہ خاخیپ ارراسونب کا اسلوب، اس کے الفاظ، فقرے دوسرے ادیب بھی اپنا لیں۔ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "جو کچھ دوسرا لے لے گا، کہا جائے گا" ف۱۷ خاخیپ ارراسونب اپنی تخلیق میں ایسی باتیں بیان نہیں کرتا جو پہلے لکھی جا چکی ہیں، دہرائی جا چکی ہیں، اس قسم کی تقلید گذشتہ ادیب کر چکے ہیں۔ ف۱۸ خاخیپ ارراسونب کے الفاظ، طرزِ بیاں کی نقل نہیں کی جا سکے گی۔

کی کوشش بے فائدہ ہوگی[ف ١٩]، یہ تصنع ہوتا ہے[ف ٢٠] اور کوئی ایسا نہیں جو اس قسم کے آدمی کا نام لوگوں کے سامنے لے گا[ف ٢١]۔

میں بالکل وہی کچھ بیان کرتا ہوں جو میں نے دیکھا ہے[ف ٢٢]۔ مگر پہلی نسل سے لے کر بعد تک آنے والے ماضی کا اعادہ کرتے ہیں[ف ٢٣]۔

کاش میں وہ کچھ جانتا جو دوسرے نہیں جانتے[ف ٢٤]، ایسی باتیں جو اعادہ نہ ہوں، کہ میں یہ (باتیں) کہوں اور میرا دل مجھے جواب دے! کہ میں اپنا دکھ اس دل پر واضح کردوں! کہ میں اپنا وہ بار[ف ٢٥] الگ پھینک دوں جو میری کمر پر ہے اور ان خیالات (کا اظہار کردوں) جو مجھے اذیت پہنچاتے ہیں[ف ٢٦]! کہ میں اس (دل) پر وہ ظاہر کردوں جو میں جھیلتا ہوں اور سکھ کا سانس لوں[ف ٢٧]!

ف ١٩، ف ٢٠ خاخیپر ارا سونب کے اسلوب کی تقلید کی کوشش لاحاصل ہوگی اور ایسی کوشش یقیناً تصنع یا بناوٹ ہوگی۔ ف ٢١ مطلب یہ کہ خاخیپر ارا سونب کے اسلوب کی نقالی کر کے تصنع یا بناوٹ کے مرتکب ادیب کا نام کوئی بھی شخص لوگوں کے سامنے عزت سے نہیں لے گا، اسے یاد نہیں کیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ خاخیپر ارا سونب ادبی تصنع اور بناوٹ کو اچھا نہیں سمجھتا۔ ف ٢٢ مطلب یہ کہ خاخیپر ارا سونب اپنا ذاتی مشاہدہ بیان کرتا ہے، گذرے ہوئے ادیبوں کی نقالی نہیں کرتا، سنی سنائی باتیں نہیں لکھتا۔ ف ٢٣ یعنی خاخیپر ارا سونب کے نزدیک کوئی بھی ادیب جدت پسند اور خلاق نہیں ہے۔ "پہلی نسل سے لے کر بعد تک آنے والوں" سے اس کی مراد اہل قلم اور ان کا انداز بیان ہے جو اس کے خیال میں گھسا پٹا ہے۔ یعنی وہ سب پہلے لکھی جانے والی باتوں کا ہی اعادہ کرتے ہیں، نئی تخلیق نہیں کرتے، نئی بات نہیں کرتے۔ یہاں یہ بات خوش آئند ہے اور اہم و دلچسپ بھی کہ مصریوں کی حکیمانہ تعلیمات پر مبنی تصانیف میں تو عام طور پر ماضی کا اعادہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مگر خاخیپر ارا سونب اتنا جدت پسند ادیب تھا، اس کا تنقیدی شعور اس قدر بیدار تھا کہ وہ اس اعادے یا نقل کو اچھا نہیں سمجھتا، مسترد کر دیتا ہے۔ ف ٢٤ "نہیں جانتے" کا ترجمہ "نظر انداز کر دیتے ہیں" بھی کیا گیا ہے۔ ف ٢٥ "بار" اذیت، کرب، دکھ۔ ف ٢٦ ادیب کی تخلیقی صلاحیت کا کرب۔ ف ٢٧ "اور سکھ کا سانس لوں" یعنی وہ اپنا دکھ کرب دل کے سامنے بیان کر کے ہلکا ہو جائے۔ اس فقرے "اور سکھ کا سانس لوں" کا ایک اور ترجمہ ہے "کہ میں بتاؤں اپنے جذبات کے بارے میں (بتاؤں)"۔

جو کچھ وقوع پذیر ہوا ہے، جو واقعات ملک میں رُونما ہوئے ہیں، میں ان پر غور کرتا ہوں۔ تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ یہ گذشتہ برس کی طرح نہیں ہے[28]۔ ہر سال دوسرے سال سے زیادہ پُر آشوب ہے۔ ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے[29]، تباہ ہو گیا ہے، بنجر ہو گیا ہے۔

انصاف[30] نکال باہر کیا گیا ہے اور معبد[31] میں بدی داخل ہو گئی ہے[32]۔ دیوتاؤں کے منصوبے[33] تباہ ہو گئے ہیں۔ دیوتاؤں کے دستور[34] کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اور ان کے قوانین پامال ہو رہے ہیں[35]۔ ملک مصیبت میں مبتلا ہے[36]۔ ہر جگہ نالہ و شیون بپا ہے۔ شہروں اور دیہات میں آہ و زاری ہے۔ سب ہی یکساں طور پر بداعمالی کے ہاتھوں پریشان ہیں[37]۔ تکریم کی طرف پیٹھ پھیر لی جاتی ہے[38]۔

خاموشی کے مالک[39] پریشان ہیں۔ ہر روز مصائب نازل ہوتے ہیں اور جو کچھ وقوع پذیر

---

[28] یعنی آج کے واقعات گذشتہ برس کے واقعات سے مختلف ہیں۔ [29] اس فقرے میں "ٹکڑے" کی جگہ گڑبڑ یا انتشار بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ایک اور ترجمہ ــــ "پورے ملک میں گڑبڑ ہے"۔ [30] انصاف:- نظم و ضبط، راستی اور اچھائی بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [31] معبد:- ایوان مجلس بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [32] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ:ــــ "ایوان مجلس میں انتشار ہے"۔ [33] منصوبے:- طور طریقے بھی ترجمہ کیا گیا۔ [34] دستور:- احکام بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [35] "دیوتاؤں کے دستور...... پامال ہو رہے ہیں":- ان فقروں کا ایک اور ترجمہ یوں کیا گیا ہے ــــ "انسان دیوتاؤں کی تدبیروں کے خلاف برسرِ پیکار ہیں اور ان کے احکام کی خلاف ورزی کر رہے ہیں"۔ [36] اس فقرے میں لفظ "مصیبت" کی جگہ "ہنگامہ" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "ملک کی حالت وحشت ناک ہے"۔ [37] اس فقرے کے مزید تراجم ــــ "سب ہی یکساں طور پر حزن و الم کا شکار ہیں" ــــ "سب ہی یکساں طور پر خطاکار ہیں" ــــ اس فقرے کے مزید تراجم: ــــ "ہر اچھی بات کی طرف سے پیٹھ پھیر لی جاتی ہے" ــــ "لوگوں کی عزت احترام ختم ہو چکا ہے"۔

[38] خاموشی کا مالک:- خاموش رہنے والا، سنجیدہ، پُرسکون:- اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: ــــ "سکونِ قلب کے مالک بے کلی کا شکار ہیں"۔

ہونے والا ہوتا ہے، منہ اس سے گریز کرتا ہے۔[۳۹]

میں اس (صورت حال) پر چیخ اٹھتا ہوں۔ میرے اعضا پر بھاری بوجھ ہے۔ میرا دل افسردہ ہے۔ اس کے بارے میں اپنے خیالات کو چھپانا تکلیف دہ[۴۰] ہے۔ دوسرا دل تو ٹوٹ سکتا ہے مگر مصیبت میں ثابت قدم رہنے والا دل اپنے مالک کا ساتھ دیتا ہے۔

کاش میرے پاس ایسا دل ہوتا جو دکھ برداشت کرنا جانتا، تب میں اس کا سہارا لیتا اور اس کو الم ناک الفاظ سے لاد دیتا، اس طرح شاید میرا دکھ دور ہو جاتا۔[۴۱]

اس نے اپنے دل سے کہا[۴۲]: — میرے دل! آ میں تجھ سے باتیں کروں اور تو میری باتوں کا جواب دے۔ کہ تو مجھ پر اس صورت حال کی وضاحت کرے جو سارے ملک میں جاری ہے[۴۳]۔ جو درخشاں تھے[۴۴] انہیں کیوں کچل ڈالا گیا ہے[۴۵]۔

میں گذرے واقعات پر غور کر رہا ہوں، جب کہ آج مصیبت نازل ہو گئی ہے۔ ہنگامے

ف۳۹ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ — "جب ہر روز صبح ہوتی ہے چہرہ واقعات سے جھجکتا ہے" یعنی رات کو پیش آنے والے واقعات ذکر کرنے انہیں یاد کرنے سے لوگ گریز کرتے ہیں — اسی فقرے کا مزید ترجمہ: — ہر روز جب دن کا اجالا ہوتا ہے، رات کو پیش آنے والے منظر سے ہر شخص منہ پھیر لیتا ہے۔" —

ف۴۰ تکلیف دہ کی جگہ مشکل بھی ترجمہ کیا گیا ہے چنانچہ اس فقرے کا ایک ترجمہ یوں ہے" اس کے بارے میں چپ رہنا مشکل ہے" — ف۴۱ اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: "اس پر اپنا دکھ رکھ دیتا" ف۴۲ اس نے: خاخپ ارا سونب نے۔ ف۴۳ اس فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا جا سکتا ہے: "تو مجھے بتا کہ پورے ملک میں کیا بیت رہی ہے" ف۴۴ درخشاں: — اعلیٰ، سفید پوشاکیں زیب تن کرنے والے۔ یعنی طبقۂ امراء سے مراد ہے ف۴۵۔ اس فقرے کا "کیوں" کے بغیر بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ارمن نے اس فقرے کا ترجمہ یوں کیا ہے "جو تابندہ ہیں۔ پھیلے ہوئے (نیچے) پڑے ہیں"۔ ارمن نے اس فقرے کا مفہوم یہ لیا ہے کہ سب کو جو کچھ نظر آ رہا ہے وہ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا۔

کل بھی ختم نہیں ہوں گے[۴۶]۔ ہر شخص اس (صورت حال) پر خاموش ہے[۴۷]۔ پورا ملک سخت مصیبت[۴۸] میں پھنسا ہوا ہے[۴۹] اور کوئی شخص بدی سے بچا ہوا نہیں ہے۔ سبھی لوگ یکساں (بداطوار) ہیں دل اداس[۵۰] ہیں۔ جو حکم دیتا تھا (اب) اسے احکام دئے جاتے ہیں[۵۱] اور دونوں کے دل مطمئن ہیں؛ آدمی کو صبح اٹھ کر روزانہ انہی حالات[۵۲] کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دل ان (باتوں) کو ایک طرف نہیں پھینکتے[۵۳]۔ رونما ہونے والی باتوں کی وجہ سے کل صورت حال ایسی ہی تھی جیسی آج ہے[۵۴]۔ چہرہ پریشان ہے۔ کوئی اتنا عقلمند نہیں ہے کہ اسے[۵۵] سمجھ پائے[۵۶]۔ کوئی اتنا غضبناک نہیں جو زبان کھولے[۵۷]۔ آدمی ہر روز مصیبت جھیلنے کے لئے اٹھتا ہے[۵۸]۔

---

[۴۶] اس فقرے کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے مگر یہ زیادہ لفظی ہے ـــــ "صبح تک (بھی) اجنبیوں کا گذر ختم نہیں ہوگا"۔ یہاں "صبح" سے مراد "آنے والی کل" اور "اجنبیوں" سے مراد "عجیب و غریب کام۔ مار دھاڑ۔ لڑائی" سے ہے "میں گذشتہ واقعات پر...... ختم ہوں گے"۔ ان فقروں کا ایک اور ترجمہ: "میں ان باتوں پر غور کرتا ہوں جو وقوع پذیر ہوئی ہیں۔ آج دکھ اور ہنگامے ہیں اور مصیبتیں ہوں گی۔ [۴۷]، [۴۹] ان فقروں کا ایک اور ترجمہ "سارے ملک میں بے چینی اور گڑبڑ ہے مگر کوئی اس کے بارے میں زبان نہیں ہلائے گا"۔ [۴۸] سخت مصیبت کے لئے جو اصل مصری لفظ آیا ہے اس کے معنی ہیں "حالت" یعنی "بری حالت"۔ [۵۰] اداس: "اداس" کی جگہ "حریص" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۵۱] یعنی وہ جو کبھی احکام دیتا تھا اور وہ جو آج اسے حکم دیتا ہے۔ [۵۲] انہی حالات: مصائب وغیرہ [۵۳] "ایک طرف نہیں پھینکتے" ـــــ یعنی اس صورت حال کو رد نہیں کرتے۔ [۵۴] یعنی گذشتہ کل کے واقعات آج جیسے ہی تھے یا آج وہی کچھ ہے جو کل تھا اور دونوں دن بڑی حد تک ایک جیسے ہیں۔ [۵۵] اسے: صورت حال کو۔ [۵۶] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ:۔ "لوگوں کے چہرے احمقانہ ہیں اور کوئی بھی عقل و فہم کا اہل نہیں ہے"۔ [۵۷] یعنی اس صورت حال پر کسی میں بات کرنے کی جرأت نہیں۔ [۵۸] اس فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی جب صبح سو کر اٹھتا ہے تو (اسے) مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

میری مصیبت طویل اور بھاری ہے[۵۹] مصیبت زدہ جس[۶۰] سے مغلوب ہو جاتا ہے اس سے خود کو بچانے کا اس میں یارا نہیں ہوتا[۶۱]۔ جو کچھ کوئی سنتا ہے اس پر چپ رہنا تکلیف دہ ہے اور کم عقل کی بات کا جواب دینا باعث مصیبت[۶۲] ہے۔ بات رد کر دینے سے[۶۳] دشمنی پیدا ہوتی ہے دل حقیقت کو قبول نہیں کرتا[۶۴]۔ سچی بات کوئی برداشت نہیں کر سکتا[۶۵]۔ آدمی صرف اپنی ہی باتوں سے محبت کرتا ہے[۶۶]۔ ہر شخص پُر فریب باتیں کرتا ہے۔ راستگوئی ختم ہوتی جا رہی ہے۔

میرے دل میں تجھ سے ہم کلام ہوں تاکہ تو مجھے جواب دے۔ جس دل سے بات کی جائے اسے چپ نہیں رہنا چاہیئے[۶۷]۔ دیکھ! نوکر اور مالک کی ضروریات ایک سی ہوتی ہیں (اب) بہت ساری باتیں ہیں جن کا بوجھ تجھ پر ہے۔

---

[۵۹] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ "میرا درد شدید اور طویل ہے" [۶۰] جس سے: اپنے سے زیادہ طاقتور سے۔ [۶۱] اس فقرے کے مزید تراجم "غریب آدمی میں اپنے سے زیادہ طاقت ور سے خود کو بچانے کی قوت نہیں ہوتی" — "آفت زدہ میں اتنی سکت نہیں کہ وہ اپنے سے زیادہ طاقت ور سے خود کو بچا سکے" — "ایسا کوئی حمایتی نہیں جو آفت زدہ کو اس سے زیادہ طاقت ور (شخص) سے بچا سکے"۔ [۶۲] باعث مصیبت "لاحاصل بے کار، بے فائدہ بھی ترجمہ کیا گیا ہے" — "جو کچھ کوئی سنتا ہے۔۔۔۔۔ باعث مصیبت ہے" ان دونوں فقروں میں خاخیپر اسونب اپنے دل سے شکوہ کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ یہ بات ٹھیک نہیں کہ اس کا دل اسے کوئی جواب نہ دے، جب وہ (دل) کچھ جاننا چاہتا ہی نہیں تو وہ کس لئے اس سے بات کرے۔ [۶۳] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ — "کہی جانے والی بات کے خلاف احتجاج کا نتیجہ نفرت ہوتا ہے"۔ [۶۴] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ — "کیوں کہ سچی بات سمجھی نہیں جاتی"۔ [۶۵] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ — "بات کا جواب ناقابل برداشت ہے"۔ [۶۶] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ — "اب کوئی بھی شخص جو باتیں سنتا ہے وہ اس کی اپنی ہیں" مطلب یہ کہ ہر شخص محض اپنی باتیں ہی پسند کرتا ہے۔

[۶۷] اس فقرے کا ایک اور ترجمہ: — "اس کے باوجود جس دل سے درخواست کی جائے وہ بول نہیں سکتا" —

بربط نواز کا گیت

تخلیقی قدامت :- ۴۱۰۰ یا ۴۰۰۰ برس

تحریری قدامت :- ۴۰۰۰ برس

"قدیم مصری تاریخ کے پہلے دورِ زوال" ($\frac{۲۱۸۰}{۲۰۴۰}$ ق م) کے دوران اور اس کے دور کے حالات کے زیرِ اثر اس کے کچھ ہی بعد جہاں اور متعدد اعلیٰ، قابلِ ذکر اور قدیم مصری ادب کی بعض بہترین ادبی نگارشات تخلیق ہوئیں وہیں ایک ایسی عمدہ اور خوبصورت نظم بھی کسی نامعلوم فلسفی شاعر نے لکھی جو اپنے موضوع و اولیت کے اعتبار سے نہ صرف مصر بلکہ دنیا بھر کے ادب میں مخصوص و منفرد مقام کی حامل ہے اور اپنی نوعیت و موضوع کی بناء پر عالمی ادب کی پہلی تخلیق ہے۔

اس اہم اور خاص طور پر قابلِ ذکر نظم کو ماہرین نے مختلف عنوان دیئے ہیں مصر قدیم مقبروں کی تصویروں میں اندھے بربط نوازوں کو یہ نظم اور اس کی مختلف نقول کو گاتے دکھایا ہے، گویا اسے بربط نواز عام طور پر گایا کرتے تھے چنانچہ اسے "نابینا بربط نواز کا گیت" اور "بربط نواز کا گیت" کا نام دیا گیا ہے۔ بعض ماہرین نے اسے "نغمۂ الم" "ماتمی گیت"، اور "نوحہ یا مرثیہ" اور کچھ نے "نغمۂ عیش و طرب" کا عنوان دیا ہے۔ ہیروڈوٹس ($\frac{۴۸۰}{۴۲۵}$ ق م) نے "لنوس کا گیت" کے نام سے جس مصری گیت کا ذکر کیا ہے کچھ محققین کے نزدیک وہ غالباً یہی نظم ہے۔

قدامت

ادبی اور فلسفیانہ نقطۂ نظر سے اس انتہائی اہم و دلکش ادب پارے کی متعدد نقول ملی ہیں۔ جن میں تاحال سب سے زیادہ مشہور یہ ہیں، جو ایک پیپرس پر رقم اور دو مقبروں میں کندہ ملی ہیں۔

ہیرس پیپرس نمبر ۵۰۰۔ تقریباً ۱۳۰۰ ق م

نفر حوتپ کا مقبرہ۔ $\frac{۱۳۳۵}{۱۳۰۸}$ ق م

پا آتن ام حب کا مقبرہ۔ $\frac{۱۳۶۷}{۱۳۵۰}$ ق م

ہیرس پیپرس اور پاآتن ام حب کے مقبرے میں لکھی ہوئی اور کندہ دونوں نظموں کو "اَن تف" (اَن یوتف) کا گیت بھی کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ یہ پہلے پہل فراعنہ کے گیارھویں خاندان کے فرعون اَن تف کے مقبرے میں کندہ کیا گیا تھا۔ اس بات کی تصدیق اس گیت یا نظم کے ابتدائی حصے سے بھی ہوتی ہے جو ہیرس پیپرس پر لکھا ہوا ہے۔ ایسی ہیرس پیپرس (HARRIS PAPYRUS) پر متعدد قدیم رومانی یا عشقیہ نظمیں بھی لکھی ہوئی ہیں جنہیں ہم آج کی زبان میں غزلیں کہہ سکتے ہیں۔

ولسن کے خیال میں ہیرس پیپرس ۱۳۰۰ ق۔م کے لگ بھگ رقم کیا گیا تھا۔ گویا آج سے سوا تین ہزار برس قبل سے کچھ پہلے۔ مس لشتت ہائیم کے خیال میں اسے ریمسیس دوئم (۱۱۹۰-۱۱۸۰ ق۔م) میں کسی وقت قلم بند کیا گیا۔ یعنی آج سے تین ہزار ایک سو یا تین ہزار دو سو برس قبل۔ اور بریسٹڈ کا کہنا ہے کہ یہ اٹھارھویں خاندان کے فرعون تحوت مس سوم (۱۴۶۰-۱۴۳۶ ق۔م) کی عہد میں لکھا گیا یعنی آج سے تقریباً ساڑھے تین ہزار برس پیشتر۔

ہیرس پیپرس پر رقم اس نظم سے بہت حد تک مماثل یہی نظم پاآتن ام حب نامی ایک سرکردہ شخصیت کے مقبرے میں کندہ پائی گئی۔ یہ مقبرہ اٹھارھویں خاندان کے مشہور ترین فرعون اخناتون (۱۳۶۷-۱۳۵۰ ق۔م) کے دور میں موجودہ سقارہ کے قریب تعمیر ہوا تھا گویا یہ نقل اب کوئی تین ہزار تین سو ساٹھ یا ستر برس پرانی ہے۔ اس مقبرے میں کندہ اس نظم یا گیت پر مبنی ٹکڑا آجکل لیڈن میوزیم میں ہے۔ گویا یہ مختصر اور نامکمل ہے مگر اسی کی مدد سے ہیرس پیپرس پر رقم اسی نظم کے کچھ مسخ شدہ حصوں کو مکمل کر لیا گیا۔ اس ٹکڑے پر ایک مصوّر منظر بھی ہے جس میں اندھے مغنّی بربط نواز کی سرکردگی میں چار موسیقار دکھائے گئے ہیں اور یہ نظم ان کے سروں پر کندہ ہے۔

نفر حوتپ کا مقبرہ قدیم دارالحکومت تیبے (تھیبس) کے قریب مل چکا ہے۔ نفر حوتپ آمن دیوتا کے مندر کا اہم پروہت تھا اور اس کا تعلق جس زمرے سے تھا۔ اس

زمرے میں شامل پروہتوں کو مصری "مقدس باپ" اور "(فلاں دیوتا) کا باپ" کہتے تھے ــــ نفرحوتپ کا مقبرہ اٹھارھویں خاندان کے آخری فرعون حورم حب (۱۳۳۵/۱۳۰۸ ق م) کے عہد میں تعمیر ہوا تھا۔ اس طرح اس مقبرے میں کندہ اس گیت کی قدامت کوئی سوا تین ہزار برس بنتی ہے۔

لیکن تخلیقی لحاظ سے یہ فن پارہ اپنی مذکورہ بالا نقول سے صدیوں پرانا ہے، قدیم ترین تحریری نقل سے بھی کم از کم سات سو برس پرانا۔ بربط نواز کا یہ گیت بعد کے زمانوں میں بھی اتنا مقبول تھا کہ اس کی تخلیق کے سینکڑوں برس بھی اس کی نقلیں تیار کی جاتی رہیں اسی نظم کو فراعنہ کے گیارھویں خاندان (۲۱۳۳/۱۹۹۱ ق م) کے فراعنہ کے دربار میں گایا جاتا تھا۔ گویا اب سے کم از کم چار ہزار برس قبل۔ گو بعض ماہرین کے نزدیک یہ گیارھویں خاندان سے بھی پہلے تخلیق ہو چکا تھا، تاہم ہیرس پیپرس پر اس کی نقل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرعون اَن تف (اَن یوتف) کے مقبرے میں کندہ تھا۔ ہیرس پیپرس پر اس کی ابتدا میں لکھا ہے:۔

"نغمہ جو فرعون اَن تف کے گھر (مقبرے) میں (لکھا) ہے، جو اس مغنی کے سامنے لکھا ہوا ہے جس نے بربط تھام رکھا ہے"۔

ہیرس پیپرس پر اسے کسی قدیم تر پیپرس سے نقل کیا گیا ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ اسے براہِ راست مقبرے سے ہی نقل کیا گیا ہو۔ جدید شہنشاہی دور (۱۵۷۵/۱۰۸۷ ق م) میں جس منشی نے اسے ہیرس پیپرس پر قلم رنشانی سے لکھا تھا وہ اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ گیارھویں خاندان (۲۱۳۳/۱۹۹۱ ق م) کے ایک فرعون اَن تف (اَن یوتف) نامی کے "گھر" یعنی مقبرے سے نقل در نقل ہوتا اس تک پہنچا ہے، کیونکہ اس منشی نے جس قدیم نامعلوم نقل سے اپنے پیپرس پر یہ نظم رقم کی تھی اس پر یقیناً "اَن تف" کا نام لکھا ہوگا، یا پھر اس منشی نے اَن تف کے مقبرے سے ہی براہِ راست ہیرس پیپرس پر منتقل کی ہو

گی ۔۔۔ بہرحال یہ گیت یا نظم اگر زیادہ پہلے نہیں تو کم از کم "وسطی بادشاہت" (۲۱۳۲/۱۷۸۶ ق م) کے دور کے آغاز یعنی گیارھویں خاندان (۲۱۳۳/۱۹۹۱ ق م) کے کسی اِن یوتف نامی حکمران کے زمانے میں تو یقیناً "تخلیق کی گئی تھی اور یہی نظم آج علمی دنیا میں سب سے زیادہ مشہور ہے اس کے علاوہ اس کے نفسِ مضمون یا موضوع کے پیشِ نظر کہا جا سکتا ہے کہ یہ نظم پہلے دورِ زوال (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق م) کے دوران کسی وقت بھی تخلیق ہو سکتی تھی۔

تاحال ہم وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ کون سا اِن تف (اِن یُوتف) تھا جس کے دور میں یہ تخلیق ہوئی؟ گیارھویں خاندان میں اِن تف نام کے چار فرعون ہوئے ہیں اور چار ہی فرعون منتو حوتپ نام کے تھے گیارھویں خاندان کا دارالحکومت تیبے (تھیبس) تھا اور اس کے ایک فرعون منتو حوتپ اول نے مصر کو بزورِ شمشیر دوبارہ متحد کر کے بارھویں خاندان (۱۹۹۱/۱۷۸۶ ق م) کے لئے راہ ہموار کر دی تھی۔ بہرحال یہ نظم اور اس کے کچھ تبدیل شدہ حصے متعدد مقبروں میں کندہ اور پیپرس پر رقم ملے ہیں بعض جگہ تو اس کا لب لباب ہی لکھا گیا تھا اور کچھ مقبروں میں یہ پوری کی پوری رقم کی گئی۔

ضیافت اور مصنوعی ممی

ہیروڈوٹس (۴۸۰/۴۲۵ ق م) نے اس قسم کے گیتوں یا نوحوں کے سلسلے میں ایک بات لکھی ہے (۲ = ۹) جو دوسرے قدیم مصنفوں نے بھی نقل کی ہے اور بعض محققین کے نزدیک اس بات سے اس گیت کا مقصد بھی پوری طرح واضح ہو جاتا ہے ہیروڈوٹس نے لکھا ہے کہ مصریوں کے ہاں دستور تھا کہ ضیافتوں کے موقعہ پر ایک مصنوعی حنوط شدہ "لاش" یا مجسمہ مہمانوں کے سامنے گھمایا پھرایا جاتا اور ساتھ ہی یہ فہمائش کی جاتی :-

"اس (مصنوعی لاش، یا مجسمے) کو دیکھ اور خوشیاں منا، جب تو مرے گا تو تو بھی اسی کی طرح ہو جائے گا۔"

ایک دوسرے کی ضیافتیں کرنا مصری امراء کا معمول تھا۔ ان دعوتوں میں لوگ بڑے

اہتمام کے ساتھ تیار ہو کر ذوق و شوق سے شریک ہوتے تھے۔ جشن کے مواقع پر پہنی جانے والی پوشاکیں زیب تن کی جاتیں۔ خوشبوئیں ملی جاتیں اور خواتین بالوں میں پھول سجاتیں۔ مہمان ہاتھی دانت جڑے آبنوسی اسٹولوں یا کرسیوں پر فرد کش ہوتے۔ گوشت، پھل اور مٹھائیاں کھاتے اور شہد، شراب ملی ہوئی بیئر سے جی بھر کر لطف اندوز ہوتے۔ میزبان اگر بہت پیسے والا ہوتا تو مہمانوں کو ہار، زیور اور پھولوں کے گجرے پیش کرتا اور خدام وقفے وقفے سے شراب بھرے جام لاتے اور مہمانوں کو پیش کرتے۔ کمرۂ ضیافت میں دھری ہوئی تپائیوں پر پھل اور پھول رکھے ہوتے، فضا خوشبوؤں سے مہک رہی ہوتی۔ ساتھ ساتھ مغنی تانیں اڑاتے رہتے۔ اِن گویوں میں مرد بھی ہوتے اور عورتیں بھی۔ نغمہ سراؤں کی سنگت میں الغوزے، بانسریاں اور بربط نواز اپنے کمال کا مظاہرہ کرنے میں مگن رہتے، یوں ساز و آواز کا جادو چلتا رہتا ـــــ ایسے میں جو گیت گائے جاتے اُن میں زیر بحث نظم یا گیت خاص طور پر شامل ہوتا۔ اس نظم یا نوحے کا مقصد میزبان اور مہمانوں کو یہ یاد دلانا تھا کہ وہ اس ضیافت سے خوب لُطف اندوز ہو لیں کہ پھر وہ وقت تو یقیناً آئے گا ہی جب ہر ایک کو مر جانا ہوگا۔ نہ صرف یہ گیت ہی گایا جاتا بلکہ موت اور فنا کا تصور مہمانوں پر اور گہرا کرنے کے لئے میزبان بعض اوقات یہ بھی کرتے کہ ایک مصنوعی ممی بھی تختے پر رکھ کر طعام کمرے میں مہمانوں کے سامنے لے آئی جاتی۔ ایسے میں جب کمرۂ ضیافت مسرت بھرے قہقہوں سے گونج رہا ہوتا، جام گردش میں ہوتے، کمرے کی کھڑکیوں سے بربط نواز مغنی کی درد بھری آواز اُبھرتی اور یہ گیت (بربط نواز کا گیت) کانوں میں پڑنے لگتا۔ یہ بات پھر کہہ دوں کہ اس سے کہیں یہ مطلب نہ لیا جائے کہ موت کا اس طرح تصور پیش کرکے مقصد افسردگی پھیلانا تھا بلکہ دعوتوں جیسے خوش کُن مواقع پر موت کی یاد دلاتے سے ان کی مُراد یہ تھی کہ لوگ زندگی زیادہ سے زیادہ شادمانیوں میں بسر کریں کہ پھر مرنا تو ہے ہی۔ چنانچہ مصر کے پرانے مقبروں میں یہ مصور منظر عام ملتا ہے۔

کہ جس میں اندھے بربط نواز کو ضیافت میں اپنے گانے سے مہمانوں کا دل بہلاتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اپنے نغمے میں مغنی مہمانوں کو بار بار تلقین کرتا ہے کہ وہ عیش و طرب میں عمر بتائیں کیونکہ اس بات کا تو کوئی یقین نہیں ہے کہ دھرتی پر محنت و مشقت سے انہیں ابدی مسرت حاصل ہو جائے گی ـــــ جب کسی متوفی کے پسماندگان اس کے مقبرے میں ضیافت اہتمام کرتے تو کھانا فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ شراب، پھولوں، خوشبوؤں اور موسیقی کا بھی اہتمام کیا جاتا تا۔ ارمن کا خیال ہے کہ یہ گیت اسی موقعہ پر گایا جاتا تا (اینشینٹ ایجپشیز اے سورس بک آف دیئر رائٹنگ۔ صفحہ نمبر ۱۳۲)

مقبولیت

گویہ نظم قدیم بادشاہت (۲۶۸۶/۲۱۸۱ ق م) کے بعد آنے والے پہلے دورِ زوال (۲۱۸۱/۲۰۴۰ ق م) کے دوران تخلیق ہوئی پہلی مرتبہ اسی عہد میں فرعون اَن تُف کے مقبرے کی دیوار پر کندہ بھی کی گئی اور اسی پہلے دورِ زوال کے واقعات اور ماحول کے زیر اثر شاعر نے اس کا موضوع چنا تھا تاہم یہ نظم اور اس کا موضوع یعنی "نظریۂ لذتیت" مصریوں میں صدیوں بعد تک بھی مقبول اور من پسند رہا اور سینکڑوں برس تک وہاں لوگ اسے لکھتے اور پڑھتے رہے۔ فراعنہ کے اٹھارھویں (۱۵۷۵/۱۳۰۸ ق م) اور انیسویں خاندان (۱۳۰۸/۱۱۹۴ ق م) یعنی اب سے کوئی ساڑھے تین ہزار برس قبل سے لے کر سوا تین ہزار برس پہلے تک کی درمیانی مدت میں اس نظم کی اسی عام مقبولیت کی وجہ سے اس کی متعدد نقول تیار کی گئیں گویا اس طرح کئی صدیوں بعد تک اٹھارھویں اور انیسویں خاندانوں کے عہد میں بھی اس کا موضوع ادبی اظہار کے لئے قابلِ قبول بنا رہا اور فراعنہ مصر کے سب سے نامور اور شاندار اٹھارھویں خاندان کے عہد میں تو یہ نظم اپنی پسندیدگی اور مقبولیت کی انتہا کو پہنچ چکی تھی ـــــ اس نظم کے مطالعے کے بعد جیمز ہنری بریسٹڈ نے شاید یہ نتیجہ ٹھیک نکالا ہے کہ اس کا خالق جو کوئی بھی فلسفی شاعر تھا وہ تخلیقی عمل کے وقت کسی ایسے بلند مقام پر کھڑا تھا جہاں سے قدیم بادشاہت،

(٢٦٨٦/٢١٨١ ق م) کے دور میں بنائے جانے والے تباہ حال مقبرے دور دور تک اس کی نظروں میں تھے (ڈویلپمنٹ آف ریلیجن اینڈ تھاٹ ان اینشینٹ ایجیپٹ (صفحہ نمبر ۱۸۱،۱۸۲) یہ قدیم مقبرے مغربی صحرا کے کنارے کنارے ساٹھ میل تک پھیلتے چلے گئے ہیں، اس وسیع قبرستان پر خاموشی اور ویرانی کا راج ہے اور بہت سے مقبروں کو ریت اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ بھی عین ممکن تو ہے کہ قدیم مصری اپنے قبرستان میں اس نظم کو اکثر پڑھتے رہتے ہوں۔

تشکیک کا اولین ادبی اظہار

یہ حقیقت ہے کہ انسان بہت قدیم زمانوں سے ہی موت کے بعد کی زندگی کا قائل رہا ہے۔ اور ابدیت کا خواہاں اور اس کی تلاش و حصول میں مگن چلا آرہا ہے۔ بعض محققین نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ابدیت کی جستجو تقریباً اتنی ہی قدیم ہے جتنا خود انسان۔ ان محققین کا یہ دعویٰ تو خیر قابلِ اختلاف یقیناً ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ لوزینہ نما لعینی بندر کے سے چہرے والا نیانڈرتھل انسان (NEANDER THAL MAN) بھی موت کے بعد لافانیت یا طویل زندگی کی چاہ اور کھوج میں سرگرداں تھا۔ یہ نیانڈرتھل انسان کم از کم ساٹھ ہزار برس سے لے کر پینتیس چالیس ہزار برس پہلے تک دنیا کے مختلف علاقوں میں موجود تھا۔ وہ اپنے مرنے والوں کے ساتھ آلات بھی دفن کرتا تھا اور سامان خوراک بھی۔ آلات اس لئے کہ یہ دوسری دُنیا میں مُردے کے کام آئیں گے اور خوراک اس لئے کہ مرنے والے کو جو طویل سفر درپیش ہوگا اس میں اس کی ضرورت پڑے گی۔ پھر جیسے جیسے مُعاشرہ ترقی کرتا گیا، پھیلتا گیا۔ اور زندگی زیادہ سے زیادہ خوشگوار اور پُرکشش ہونے لگی انسان نے اپنی مسرتوں کو دائمی اور اٹوٹ بنانے کے لئے اِسی نسبت سے اور زیادہ ذرائع تلاش کرنے اور اپنانے شروع کر دئیے۔ شاندار مقبرے بنائے، خوراک اور آسائشیں بہم پہنچانے کے لئے جادو منتر کا سہارا لیا۔ مصر میں تو لاش کو بس لگتے، تک محفوظ رکھنے کی خاطر طرح طرح کے جتن کئے گئے۔ سونا، قیمتی پتھر، ضروریاتِ زندگی، فرنیچر اور کشتیاں تک ساتھ ہی دفنائی

جانے لگیں۔ مصر والوں نے اس سلسلے میں جو ٹھاٹھ دار اہتمام کئے جو شاندار اہرام اور دوسرے مقبرے بنائے وہ تو اپنا جواب بس آپ ہی ہیں۔ مصر کے پروہت اس تعلیم پر سارا زور صرف کر ڈالتے تھے کہ مرنے کے بعد آدمی دوبارہ ضرور ہی زندہ ہوگا اور اگلے جہان میں مرنے والوں کو نعمتیں بھی حاصل ہوں گی اور جزا و سزا کے عمل سے گذرنا ہوگا، اعمال جانچنے کے لئے ان کے دل ترازو میں تولے جائیں گے اور وزن کرتے وقت ترازو کے ایک پلڑے میں مرنے والے کا دل اور دوسرے میں سچائی کی دیوی مَاٗت (معات) کی علامت 'پر' رکھا جائے گا۔

لیکن ان سب مذہبی تعلیمات اور عقیدوں کے باوجود کم از کم سوا چار ہزار برس پہلے مصر میں کچھ فلسفی اور دانشور ادیب ایسے بھی تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ ادھر انسان مرا اور اُدھر سب کچھ ختم۔ اور کوئی چیز بھی، کسی شخص کو مرنے اور سدا کے لئے قعرِ گمنامی میں گرنے سے بچا نہیں سکتی، حتّٰی کہ دانا لوگ اور بڑے بڑے با جبروت فراعنہ بھی گمنامی کے دھندلکوں میں سمٹ کر گم ہو جاتے ہیں اور کون جانتا ہے کہ اگلے جہان کی زندگی ملے گی بھی یا نہیں مرنے کے بعد دوبارہ جینا ہوگا بھی یا نہیں؟ ان مصری دانشوروں کے نزدیک موت سے کسی کو رستگاری نہیں تھی اور کوئی مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے زندہ رہنے کا جتن بھی کرتا تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ دانا اور فلاسفر برملا کھنے لگے تھے نظموں میں اظہار کرنے لگے تھے کہ مرنے کے بعد اگر کسی دوسری دنیا میں جانا ہوگا بھی تو کوئی نہیں بتا سکتا کہ وہاں کیا کچھ ہے اور مرنے والوں پر کیا بیتے گی اور یہ کہ جو چلے گئے ہیں اُن کے ساتھ کیا گذر رہی ہے۔

ظاہر ہے کہ ان مصری داناؤں کے یہ افکار اور شکوک و شبہات ان پختہ عقیدوں اور نظریوں سے سراسر ہٹے ہوئے تھے جو کلاسیک کے اس دور سے صدیوں پہلے اور صدیوں بعد بلکہ اس دور کے دوران بھی عام لوگوں کے ایمان کا جزو لاینفک بنے رہے۔

چنانچہ انتہائی اہم اور دلکش قدیم مصری ادبی تخلیق "بربط نواز کا گیت" سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر زیادہ پہلے نہیں تو کم از کم سوا چار ہزار برس پہلے کے لگ بھگ مصر میں وہ زمانہ آ گیا تھا جب بہت سارے نہیں تو کچھ مفکر ادیبوں کے ذہنوں میں "تشکیک" بار پا چکی تھی اور وہ سینکڑوں برس سے چلے آنے والے راسخ اور مسلّمہ مذہبی عقائد کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھنے لگے تھے۔ "بربط نواز کا گیت" سے اس بات کا قطعی ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ حیات بعد الموت کے مستحکم اور ٹھوس مصری عقیدے و نظریے کے بارے میں لوگوں خصوصاً دانشوروں کے ذہن میں مختلف سوالات نہ صرف پرورش پا رہے تھے بلکہ باقاعدہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور اس سلسلے میں "تشکیک" کھل کر تحریری طور پر سامنے آ گئی تھی۔

"تاریخ عالم میں یہ پہلا موقعہ تھا اور یہ مصر میں ہوا کہ انسان خود اپنی ذات اور "انجام" پر باقاعدہ غور و فکر سے کام لے رہا تھا اور یہ اب سے کوئی سوا چار ہزار برس پہلے کی بات ہے۔ "بربط نواز کی نظم (گیت") مصر میں جس قدیم ذہنی و فکری دور کی پیداوار ہے وہ وہاں ایک ہزار برس کے ذہنی ارتقاء کے بعد آیا تھا۔ ان دس صدیوں کے ذہنی و فکری ارتقاء کے بعد مصر میں ایسے اذہان پیدا ہوئے جو "(نظریہ) تشکیک" کی اونچی منزلوں تک پہنچ گئے، ایسے ادیب ابھرے جنہوں نے ان تصورات کو خوبصورتی کے ساتھ اپنی تخلیقات میں سمو دیا اور یہ زمانہ تھا قدیم مصری تاریخ کے "پہلے" دورِ زوال ($\frac{۲۱۸۱}{۲۰۴۰}$ ق م) یعنی اب سے چار اور تقریباً سوا چار ہزار برس پہلے کا۔ اس زمانے میں مصریوں اور مصری دانشور ادیبوں کی جو ذہنی کیفیت اور سوچ تھی، جو دیہ تھا وہ بربط نواز کے زیر تجزیہ گیت یا نظم کی صورت میں ظہور پذیر ہوا۔ ان کی یہ ذہنی کیفیت تشکیک اور تلخی میں رچی ہوئی تھی۔

بریسٹڈ (ڈویلپمنٹ آف ریلیجن اینڈ تھاٹ ان اینشینٹ ایجپٹ صفحہ نمبر ۱۸۱)

کی یہ بات میرے نزدیک بالکل صحیح ہے کہ تشکیک کی منزل تو آتی اس وقت ہے جب انسان کو مدتوں تک ورثے میں ملتے چلے جانے والے عقائد کا طویل تجربہ ہو جائے۔ ——— یقیناً "تشکیک" اسی وقت ابھرتی ہے جب انسان ماضی سے مسلسل اور طویل دور تک منتقل ہوتے رہنے والے ایسے عقیدوں پر تجربات کی روشنی میں خوب غور و فکر کرنے لگے جن پر پہلے بے سوچے سمجھے یقین کیا جاتا رہا ہو اور وہ کسی عقیدے کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے، اس پر یقین لانے یا نہ لانے کی ذاتی اہلیت و صلاحیت کو سوچ سمجھ کر تسلیم کرے جب شعور اور غور و فکر کی یہ منزل آجاتی ہے تو پھر انسان ذاتی اہلیت، شعور و فکر اور خود آگہی کے ارتقاء کی طرف واضح طور پر بڑھ جاتا ہے ——— اور بریسٹڈ نے یہ بھی درست کہا ہے (ڈویلپمنٹ ...... صفحہ نمبر ۱۸۱) کہ تشکیک اور غور و فکر صرف عروج یافتہ تہذیب کے علمبرداروں کا خاصہ ہوتی ہے۔ غیر مہذب معاشرے میں اس کا گذر نہیں ہوتا۔

بہر حال برلبط نواز کی نظم "تشکیک" کے آئینہ دار جس پہلے دورِ زوال (۲۱۸۰ — ۲۰۴۰ ق م) کی پیداوار ہے وہ مصر میں صدیوں کے ذہنی ارتقاء کے بعد آیا تھا۔ اب وہ زمانہ لد گیا تھا کہ آباؤ اجداد کے ورثے میں چھوڑے ہوئے روائتی مذہبی و اخلاقی عقائد و نظریات کو بے چون و چرا مان لیا جاتا ——— قبول کر لیا جاتا، بلکہ کچھ مصری اہل دانش و قلم تو اب اخلاقی تقاضوں اور مذہبی عقیدوں و نظریوں کے بارے میں امتیاز روا رکھ رہے تھے ان پر باقاعدہ غور و فکر کر رہے تھے، اسی امتیاز و تمیز کے نتیجے میں داخلی سوچ نے جنم لیا اور قدیم مصری مفکرین اور ادیب ذاتی نقطۂ نظر اور ذاتی رجحانات کے پیش نظر اخلاقیات پر غور و فکر کرنے لگے تھے ——— مصری دیوتاؤں یا مصلحین کی طرف سے عائد کردہ اخلاقی زندگی سے متعلق فرائض اور ان فرائض کی بجا آوری کے ثمر کے طور پر "دوسری دنیا" میں حاصل ہونے والے فوائد کا اس تشکیک آمیز نظریئے میں کوئی گذر نہیں۔

نظریۂ لذتیت | برلبط نواز کی یہ نظم مصر میں مقبروں اور پیپرس پر جہاں جہاں اور جس جس صورت میں بھی دستیاب ہوتی ہے۔ ہر جگہ بنیادی تعلیم اس میں

ایک ہی دی گئی ہے، بنیادی موضوع ایک ہی ہے اور وہ ہے موت اور "نظریۂ لذتیت" یعنی یہ کہ انسان کا مقصدِ حیات تو بس حصولِ مسرت و عیش کوشی ہے۔ دوسرے لفظوں میں نظم کے خالق متفکر ادیب کا مدعا یوں سمجھا جائے کہ زندگانی مختصر ہے، خواب کی طرح۔ اور عقبیٰ یا آخرت غیر یقینی اور غیر واضح ہے۔ چنانچہ انسان کو چاہیئے کہ زندگی عیش و طرب میں بتائے۔ بیوی بچوں میں ہنسی خوشی رہے کہ پھر مرنا تو بہر صورت ہے ہی۔ گویا مصر کا وہ قدیم نامعلوم فلسفی شاعر کوئی سوا چار ہزار برس پہلے اپنی اس نظم کے ذریعے "فلسفۂ زیست" کی تعلیم دیتا یا "فلسفۂ حیات" سمجھانا چاہتا تھا یہی نظریہ تین ہزار چھ سو برس بعد برصغیر پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت کے مغل شہنشاہ ظہیر الدین محمد بابر فردوس مکانی کے اس قول میں موجود ہے۔

"بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست"

مصریوں کے عین مماثل یہی نظریۂ حیات قدیم عراقیوں کے ہاں بھی ملتا ہے گو عراقی نظریہ موجودہ ثبوت اور معلومات کی روشنی میں تحریری طور پر مصریوں سے صدیوں بعد پیش ہوا گلگامش (جلجامش) کی عراقی داستان کی رُو سے جب داستان کا ہیرو گلگامش حیاتِ جاودانی کا سُراغ پانے نکلتا ہے تو اس طویل اور پُرخطر سفر میں اُس کی ملاقات شراب کشید کرنے کی دیوی سُبتُم سِدُوری سے ہوتی ہے، خاتون رزبستم نے گلگامش سے اس کے سفر کا مقصد معلوم کیا تو پتہ چلا کہ یہ بے مثل سورما تو موت سے خائف ہو کر ابدی زندگی کے کھوج میں نکلا ہے، وہ گلگامش کو سمجھانے لگی:۔

"...... جس زندگی کا تو جویا ہے کبھی نہ ملے گی۔ دیوتاؤں نے جب انسان بنایا تو انہوں نے موت کو اس کا شریک ٹھہرایا اور حیات اپنے ہاتھوں میں رکھی۔ اچھی اچھی چیزوں سے پیٹ بھر، دن رات شاد کام رہ، ہر روز

مسرت بخش تقریب منا، کھا، شراب پی اور خوش رہ۔ دن رات رقص و سرود میں مگن ہو، رقص کر اور خوشیاں منا، نئی نئی پوشاکیں پہن۔ دیکھ (اپنے) اس بچے کو جو تیرا ہاتھ تھامے ہو، اس سے پیار کر۔ بیوی کو سینے سے لگا اور اسے خوشیاں دے۔ بیوی کا سر کاندھے سے لگا اور آرام سے سو۔ اس طرح تو اپنے دنوں (مقررہ عمر) تک زندہ رہے گا اور جب موت کا پرندہ تجھ پر پرواز کرے اسے قبول کر۔ مردوں کے لئے یہی باتیں ہیں اور یہی انسانی زندگی کا مقصد ہے، اسی لئے تجھے پیدا کیا گیا ــــ"

ہو سکتا ہے کہ "تشکیک" اور "لذتیت" کی تعلیم ابتداً ایسے گیتوں میں دی جاتی ہو جو غیر مذہبی تقریبات میں گائے جاتے ہوں لیکن جب یہ نظمیں عزائی تحریروں کے لحاظ سے مقبروں میں کندہ کی جانے لگیں اور ان میں مقبرے میں مدفون شخص سے خطاب کیا جانے لگا تو یہ تعلیم مس لشت ہائیم کے الفاظ میں بے محل اور ناگوار سی لگتی ہے (اینشینٹ ایجپشن لٹریچر جلد دوئم۔ صفحہ نمبر ۱۱۵) ــــ لیکن ان نظموں کے بظاہر بے محل ہونے سے مصری دانشوروں نے بالکل ہی صرفِ نظر بھی نہیں کیا مثلاً پروہت نفر حوتپ کے مقبرے میں تین نظمیں یا گیت کندہ ملے ہیں جن بربط نوازوں کو گاتے دکھایا گیا ہے۔ ایک گیت یعنی اس کتاب میں "بربط نواز کا دوسرا گیت" کے عنوان سے شامل کئے جانے والا گیت مقبرے میں اس راستے کی دیوار پر کندہ ہے جو بڑے کمرے سے اندرونی قربان گاہ تک جاتا ہے۔ اس نظم یا گیت کے ساتھ نذرانوں کی میز مصور کی گئی ہے۔ دوسرے اور تیسرے کندہ شدہ گیت کے ساتھ بربط نوازوں کی تصویریں بنائی گئی ہیں اور ان بربط نوازوں کو یہ گیت گاتے دکھایا گیا ہے۔ یہ دونوں نظمیں مقبرے کے بڑے کمرے کی عقبی دیواروں پر کندہ ہیں۔ ان کے ساتھ دعوت کا ایک منظر مصور ہے اور اس میں مغنی بربط نوازوں کی تصویریں بنائی گئی ہیں۔

نُفرخوتَپ کے مقبرے میں کندہ مذکورہ بالا نظموں یا گیتوں میں ایک مخصوص تاثر اور ردِعمل ملتا ہے۔ پہلے گیت یا نظم میں تو تشکیک اور نظریۂ لذتیت کو ہی موضوع بنایا گیا ہے لیکن اس میں روایتی خدا ترسی کے عناصر کا امتزاج بھی ملتا ہے اور ایسا کر کے شاعر نے متضاد نقطہ ہائے نظر کو دھیما اور ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے (یہ نظم "بربط نواز کا دوسرا گیت" کے عنوان سے اگلے صفحات میں دی جا رہی ہے)۔ نُفرخوتَپ کے مقبرے کے بڑے کمرے کی عقبی دیوار پر کندہ دوسری نظم میں نظریۂ تشکیک و لذتیت کو سوچ سمجھ کر یکسر مسترد کر دیا گیا ہے اس میں "دوسری دنیا" (سرزمینِ ممات) کی تعریف کی گئی ہے۔ اس عقبی دیوار پر کندہ تیسری نظم میں روایتی انداز میں موت کے بعد کی زندگی کا بیان ہے اب بات یوں بنی کہ ایک ہی مقبرے میں اِن تینوں کی موجودگی سے موت کی نوعیت کے بارے میں قدیم مصریوں کے اذہان میں پہلے سے اچھے یا برے خیال یا تصور کی موجودگی مختلف اور متضاد و متصادم جوابات اور رویوں کا اظہار ہوتا ہے جو وہاں ایک ہی وقت میں جاری و ساری تھے۔

بربط نواز کا پہلا گیت (نظم)

تخلیقی قدامت: ۴۱۰۰ یا ۴۰۰۰ برس

تحریری قدامت: ۳۵۰۰ برس

اس نظم کی دو اہم نقلیں دریافت ہوئی ہیں ایک وہ جو گیارھویں خاندان (۲۱۳۳/۱۹۹۱ ق م) کے اَن تَف (اَن یو تَف) نامی فرعون اور اس کے مقبرے کے حوالے سے اپنی تخلیق کے کوئی پانچ چھ سو برس بعد ہیریس پیپرس پر رقم کی گئی تھی۔ موجودہ شواہد کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ پہلی بار یہ کوئی چار ہزار ایک سو برس قبل فرعون اَن تَف کے مقبرے میں کندہ کی گئی تھی اور اسی وقت تخلیق بھی ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس کی نقلیں بدستور کی جاتی رہیں۔ دوسری نقل وہ ہے جو نُفرخوتَپ نامی مہا پروہت کے مقبرے میں کندہ ملی ہے۔ گو یہ دوسری نظم پہلی کی ہی نقل ہے تاہم دونوں میں کچھ

فرق بھی ہے۔ میں دونوں نظمیں یہاں شامل کر رہا ہوں اور سہولت کی خاطر انہیں "بربط نواز کا پہلا گیت (نظم)" اور "بربط نواز کا دوسرا گیت (نظم)" کے عنوان دئے جا رہے ہیں۔ ویسے مصریوں کے ترجمے میں ماہرین کے اختلاف کے پیش نظر "بربط نواز کا پہلا گیت (نظم)" بھی دوبارہ شامل کی جا رہی ہے تاہم یہ ذہن نشین رہے کہ یہ نظم ہے وہی جو ہیرس پیپرس پر رقم ہے۔

ہیرس پیپرس پر رقم اور انُفر خوتپ کے مقبرے میں کندہ بربط نواز کی ان دونوں نظموں کا ماہرین مصریات نہ جانے کتنی بار ترجمہ کر چکے ہیں وجہ اس کی یہ کہ مصر کی قدیم تہذیب و تاریخ پر کوئی بھی اچھی کتاب اس کے بغیر مکمل نہیں کہلا سکتی۔ مذکورہ دونوں نظمیں نہ صرف انتہائی اہم قابل توجہ اور دلکش بھی ہیں بلکہ ماہرین نے ان کا فنی معیار بھی خاصا اونچا قرار دیا ہے، ظاہر ہے کہ فنی حسن کے اس معیار تک مصری شعراء شاعری کے بہت کٹھن ارتقائی مراحل سے گذر کر پہنچے ہوں گے۔ دونوں ہی نظموں میں لوگوں کو تعلیم دی گئی ہے۔ کہ وہ ہنسی خوشی عیش و عشرت کی زندگی گذاریں کیونکہ یہ بات یقینی نہیں کہ دنیاوی اعمال کے نتیجے میں کامل ابدی مسرت یقیناً مل ہی جائے گی۔

اس نظم ــــــ "بربط نواز کا گیت" ــــــ کا موضوع موت اور نظریۂ لذتیت ہے چار ہزار برس پہلے کے مفکر شاعر نے اپنی اس تخلیق میں اس بارے میں مکمل شک و شبہ کا اظہار کیا ہے کہ مرنے کے بعد دوسری دنیا میں مسرت و خوشی اور خوش بختی حاصل ہو گی یا نہیں، حتیٰ کہ انسانوں کے لئے دائمی بقاء بھی ہے یا نہیں؟ اپنی اس تشکیک کا خود اس مفکر شاعر کے پاس کوئی جواب نہیں اور یہی اس نظم کی اہم ترین خصوصیت ہے کہ حیات بعد از موت کی حقیقت اور مرنے والوں کے لئے مقبروں کی اثر آفرینی کے بارے میں چالیس صدیوں پہلے کے اس دانشور شاعر کی تشکیک پوری طرح کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ اور اس نظم سے یہ واضح ہے؛ کہ موت کے بعد کی "زندگی" کے بارے میں مروجہ عقائد و نظریات

چار ہزار برس پہلے مصری دانشوروں اور مفکروں کی نظروں میں غیر یقینی اور مشکوک قرار پا چکے تھے اور وہ انہیں صحیح تسلیم نہیں کرتے تھے۔ نظم میں کہا گیا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی واپس نہیں آئے گا۔ کوئی اپنے ساتھ مال و دولت لے کر نہیں جائے گا۔ رشتہ داروں، دوست و احباب اور پیشہ ور ماتم گساروں کی آہ و زاریوں سے آخرت کے دیوتا اُسر (اوزیرس) کا دل پسیج نہیں جاتا۔ اور وہ کسی کو بھی اس جیتی جاگتی دنیا میں واپس نہیں آنے دیتا۔ بچہ، بوڑھا، غریب امیر، بادشاہ، دانا و بینا، مصلح اور مبلغین اخلاق سب کو مرنا ہوتا ہے، کسی کے مقبرے کا نشان بھی نہیں ملتا۔ تعمیرات تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ کوئی مرنے والا دوسری دنیا سے واپس آکر وہاں کی صورت حال، کیفیت نہیں بتا سکتا، چنانچہ کیا معلوم وہاں کیا پیش آتی ہے اور مرنے والوں کا کیا بنتا ہے، وہ وہاں کس حال میں رہتے ہیں اور ان کی کیا کیا ضروریات ہوتی ہیں۔ لوگ مرتے مرجاتے ہیں مگر کوئی مرنے والا "عالم دیگر" سے لوٹ کر، وہاں کے حالات کے بتا کر زندوں کو اطمینان و تسکین نہیں دیتا۔ لیکن ان باتوں سے دل پر ملال نہیں لانا چاہیئے، انسان کا حقیقی مال و دولت تو وہ خوشیاں اور عیش ہیں جو اس نے دھرتی پر کیئے ہوں گے۔

عہد نامہ قدیم (بائبل) کی کتاب "واعظ" کی طرح، لیکن اس سے صدہا برس پہلے کی اس مصری نظم میں بھی بے ثباتی کا ذکر ہے، امیر و غریب کا انجام ایک ہی ہوتا ہے یعنی سب کو قبر میں جانا ہوتا ہے اور مرنے والوں کو دنیا فراموش کر دیتی ہے ———

بہر حال اس تمام صورت حال سے اس قدیم مصری مفکر شاعر کے نزدیک منطقی نتیجہ یہی نکلا کہ مذکورہ بالا سوالات، تشکیک اور ذہنی پریشانیوں سے نجات پانے کا راستہ صرف یہی ہے کہ انسان جب تک دھرتی پر زندہ رہے خوش و خرم رہے، عیش و عشرت اور بیوی بچوں کے پیار میں مگن رہے، اسی طرح انسان اپنے ذہن میں اٹھنے والے سوالات، مشکوک اور حیات بعد الممات کے بارے میں ذہنی خلجان اور اس دوسری زندگی کے لئے ادا

کی جانے والی لامتناہی رسوم کے تفکرات سے نجات پا سکتا ہے۔ پہلے دورِ زوال ($\frac{2180}{2040}$ ق م) کی مار دھاڑ کے دوران شاہی مقبرے جو لوٹے گئے، تو اس کا مصریوں کے ذہنوں پر گہرا اثر پڑا اور اس کے نتیجے میں بہت سے لوگوں نے یہ سوچا کہ آئندہ کی زندگی کے لئے تیاریاں کرنا، مقبرے بنوانا اور ان میں بیش قرار چیزیں رکھنا سب بیکار ہے۔

فرعون اَن تَف کے حوالے سے ہیرس پیپرس پر رقم بربط نواز کے اس پہلے گیت (نظم) میں سننے والوں سے مخاطب ہو کر کہا گیا ہے "جشن منا ـــ خوشی منا" ـــــ یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جو قدیم مصریوں کے نہ صرف روز مرہ کی زندگی کے مواقع کے لئے استعمال ہوتی تھی بلکہ "موت" اور مرنے کے بعد" دوسری زندگی" کے حوالوں سے بھی استعمال کی جاتی تھی ـــــ اس نظم میں مصرِ قدیم کے دو عظیم دانشوروں اِم حُوتَپ اور حُرُدُدَف کا ذکر بطور خاص کیا گیا ہے کہ ان کے مقبرے اس طرح مسمار ہو چکے ہیں گویا کبھی تھے ہی نہیں ـــــ اِم حُوتَپ دنیا کا سب سے پہلا معلوم ماہرِ تعمیرات (انجینئر) تھا جس نے رُوئے زمین پر سب سے پہلے پتھر کی عظیم عمارت تعمیر کی۔ یہ تیسرے خاندان ($\frac{2686}{2613}$ ق م) کے فرعون زوسر (دُجوسر) کا وزیر، ماہرِ تعمیرات اور نہایت اعلیٰ پائے کا طبیب تھا اور حُرُدُدَف مصر کا سب سے بڑا ہرم (ہرمِ کبیر) بنانے والے چوتھے خاندان ($\frac{2613}{2494}$ ق م) کے عظیم الشان فرعون خُوفُو کا بیٹا تھا۔ شاہزادہ حُرُدُدَف اور اِم حُوتَپ کے بارے میں تفصیل زیرِ نظر کتاب کے باب "حکیمانہ ادب" میں متعلقہ مقامات پر دیکھی جا سکتی ہے۔ اِن دونوں عظیم مصری دانشوروں کا ذکر صرف ان کے اقوال یا تعلیمات اور دوسروں کی لکھی ہوئی مختلف تحریروں میں ہی ملتا ہے چنانچہ اس حقیقت سے بھی اس نظم کے خالق مفکر شاعر کی اس سوچ پر مہرِ تصدیق ثبت ہوتی ہے کہ دنیاوی یا مادی یادگاروں سے انسان ابدی نہیں ہو سکتا ـــــ دیکھا جائے تو اس نظم میں تو ایک طرح سے اِم حُوتَپ اور حُرُدُدَف جیسے عظیم قدیم دانشوروں کی عقل و دانش کا یہ کہہ کر تمسخر بھی اڑایا گیا ہے کہ لوگ

ان کے مقبرے بھول گئے ہیں۔

وسطی بادشاہت (۲۱۳۳/۱۷۸۶ ق م) کے دور میں متعدد ایسی نظمیں تخلیق کی گئیں جن میں موت، اور موت کے بعد کی زندگی کی تعریف کی گئی۔ لیکن ہیرس پیپرس پر لکھے ہوئے فرعون ان تف سے متعلق گیت یا نظم سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسی عہد میں مصری دانشور اور شاعر موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار ہونے لگے تھے اور اس کی حقیقت کے سلسلے میں فکر و تشویش میں نہ صرف مبتلا تھے بلکہ اس کا تحریری طور پر بھی اظہار کرنے لگے تھے چنانچہ انہوں نے یہ تعلیم دینی شروع کر دی کہ انسان جب تک جیئے ہنستے کھیلتے اور عیش و عشرت کے ساتھ جیئے، موت کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیئے یا اس کا خیال دل میں نہیں لانا چاہیئے یعنی یہ کہ موت بھی اچھی ہے اور مرنے کے بعد دوسری زندگی خوشگوار گذرے گی۔

ماہرین نے پہلی نظم کے مختلف انداز سے ترجمے کئے ہیں مجھے جو بہت سارے تراجم بہت ساری کتابوں میں ملے ان کو پیش نظر رکھ کر اس پہلی نظم یا گیت کے دو تراجم دے رہا ہوں۔

بربط نواز کا پہلا گیت نظم

تخلیقی قدامت :- ۴۱۰۰ یا ۴۰۰۰ برس

تحریری قدامت :- ۳۵۰۰ برس

نغمہ جو شاہ اَن تَف خوش بخت! کے گھر[۱] میں (لکھا) ہے اور بربط نواز مغنی کے سامنے ہے[۲].

وہ اقبال مند ہے، نیک دل بادشاہ[۳]:
موت ایک خوشگوار انجام ہے[۴]،

---

[۱] گھر: مقبرے سے مراد ہے۔ [۲] یعنی یہ گیت یا نظم بربط نواز مغنی کے سامنے کندہ ہے۔ [۳] بادشاہ:- فرعون اَن تَف سے مراد ہے ــــ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ــــ "بے شک اس اچھے بادشاہ کے ساتھ بھلائی ہے"۔ [۴] اس مصرعے کے مزید تراجم، ــــ

"کیونکہ انجام اچھا ہے اور تباہی مکمل ہے"

"اچھا مقدر پورا ہو گیا ہے"

"اچھے مقدر کو نقصان پہنچا ہے" اس آخری فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ فرعون انتقال کر گیا ہے۔

ہمارے اجداد کے وقتوں سے،
ایک نسل ختم ہو جاتی ہے[5]،
دوسری باقی رہتی ہے[6]،
گذرے وقتوں کے دیوتا[7] اپنے مقبروں میں آرام کر رہے ہیں[8]
خوش بخت معززین بھی اپنے مقبروں میں دفن ہیں[9]

ح[5]، ح[6]:۔ ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ :۔

"جسم مر جاتے ہیں
جب کہ دوسرے باقی رہتے ہیں"
جسم سے مراد لوگوں سے ہے۔

ح[7] دیوتا:۔ یعنی فراعنہ۔ ح[8] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ :۔

"دیوتا اور وہ جو مجھ سے پہلے آئے؛
اپنے مقبروں میں آرام کرتے ہیں۔"
یعنی فراعنہ اور شاعر سے پہلے آنے والے تمام لوگ (گذری نسلیں) مر کھپ چکی ہیں۔

ح[9]:۔ اس مصرعے کے مزید تراجم :۔

"معزز اور ذی شان سب مر جاتے ہیں؛
اپنے مقبروں میں دفن ہیں"
"معزز بھی اور ارواح بھی؛
اپنے مقبروں میں دفن ہیں"
"ذی وقار بھی اور دانا بھی
اپنے مقبروں میں دفن ہیں"

جنھوں نے مقبرے بنائے،[10]
ان کی جگہیں مٹ گئیں،[11]
ان کے ساتھ کیا گذری؟[12]

میں نے امحوتپ[13] اور حردوت[14]،
کے اقوال سُنے ہیں،
جو ضرب الامثال ہیں،[15]
جو کثرت سے بیان کئے جاتے ہیں،[16]

ص۱۰، ص۱۱ ان دو مصرعوں کے مزید تراجم

"وہ جنھوں نے اپنے مقبرے تعمیر کئے،
ان کی جگہ اب باقی نہیں رہی"

"جنھوں نے گھر بنائے،
ان کے مسکن باقی نہیں ہے"

"انہوں نے معبد تعمیر کرائے،
مگر اب مذہبی رسوماتی جگہیں باقی نہیں رہیں؛

ص۱۲ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:-

"تو دیکھتا ہے، ان کا کیا بنا؟"

ص۱۳، ص۱۴:- امحوتپ، حردوت:- تقریباً پونے پانچ ہزار اور ساڑھے چار ہزار برس پیشتر کے مصری دانشور؛ ص۱۵، ص۱۶ ان دو مصرعوں کے مزید تراجم:-

"ان کے اقوال کی بہت تعظیم کی جاتی ہے،
جن کی باتیں لوگ ہر جگہ دہراتے ہیں"

ان کی جگہوں[17] کا کیا بنا[18]؟

ان کی دیواریں ٹوٹ گئیں،

ان کی جگہیں اب باقی نہیں ہیں[19]،

گویا کبھی تھیں ہی نہیں۔

وہاں[20] سے کوئی[21] لوٹ کر نہیں آتا[22]،

اپنا حال بتانے کے لئے[23]،

اپنی ضروریات بتانے کے لئے[24]،

ص۱۷ جگہیں: مقبروں سے مراد ہے۔ ص۱۸ اس مصرعے کے مزید تراجم:-

"ان کی مذہبی رسوماتی جگہیں کہاں ہیں؟"

مذہبی رسوماتی جگہوں سے مراد مقبروں ہیں، رسوم ادا کرنے کی جگہیں ہیں، یعنی معبد وغیرہ۔

"اب ان کے گھر کہاں ہیں؟"

گھر سے مراد مقبرے ہیں۔

ص۱۹ اس مصرعے کا اور ترجمہ:-

"ان کی مذہبی رسوماتی جگہیں اب باقی نہیں رہیں"

یعنی امحوتپ اور حردوف جیسے عظیم دانشوروں اور مصلحین کے مقبرے کیا ہوئے؟ وہ تو ٹوٹ پھوٹ کر ختم ہو چکے۔ ص۲۰ وہاں سے: "دوسری دنیا سے" "عالم ممات" ص۲۱ کوئی: یعنی مرجانے والا کوئی بھی شخص۔ ص۲۲، ص۲۳، ص۲۴ ان مصرعوں کے دیگر تراجم:-

"کوئی ایسا نہیں جو وہاں سے لوٹ کر آسکے،

اپنی حالت بتانے کے لئے،

اپنی موت بتانے کے لئے،

کہ وہ ہماری آرزوؤں کو تسکین دے۔"

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

ہمارے دلوں کو سکون بخشنے کے لئے[25]

حتیٰ کہ ہم بھی وہیں چلے جائیں جہاں وہ گئے ہیں!

چنانچہ اپنی خواہش پوری کر،[26]

اپنے لئے مذہبی رسوم کی بجا آوری دل سے بھلا دے،[27]

"کوئی وہاں سے نہیں آتا،

کہ ہمیں بتائے ان کے ساتھ کیا بیتی،

کہ ہمیں بتائے کہ ان کی ضروریات کیا ہیں۔"

"وہاں سے کوئی نہیں آتا کہ وہ تجھے بتائے،

کہ وہ کس حال میں ہیں،

کہ وہ اپنی برومندی کے بارے میں بتائے"

[25] مطلب یہ کہ مرنے کے بعد "دوسری دنیا" عالم ممات سے لوٹ کر کوئی بھی وہاں کی صورت حال زندہ لوگوں کو نہیں بتاتا جس سے لوگوں کو اطمینان و سکون حاصل ہو۔ [26] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ہے۔

"جب تک تو اس جگہ نہ پہنچ جائے جہاں وہ چلے گئے ہیں۔"

[27]، [26] ان دو مصرعوں میں کہا گیا ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد اپنے لئے ادا کی جانے والی تدفینی رسوم اور مقبرہ بنانے کی تیاریوں کی فکر سے آزاد ہو کر اپنی خواہشات کی تکمیل کرنی چاہیئے۔ قدیم مصری اپنی زندگی ہی میں اپنے لئے مقبرہ تعمیر کرانے لگتے تھے۔ ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ ہے۔

"چنانچہ اب اپنے دل میں خوشی منا،

بھول جانا تیرے لئے فائدہ مند ہے"

"خوش دلی کے ساتھ،

خود کو دوبالا کر نا مت بھول"

"چنانچہ اس موت کو بھلانے کا حوصلہ پیدا کر"

جب تک تو زندہ ہے خواہشات پوری کر کے انہیں خوشگوار بنا،[29]

اپنے سر پر خوشبودار روغن لگا،[30]

نفیس لباس زیب تن کر،

دیوتاؤں کے شایانِ شان تیل لگا،[31]

اپنی دلکشی میں اضافہ کر،[32]

دل کو اداس مت ہونے دے"[33]

---

[29] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:-

"جب تک تو زندہ ہے اپنے دل کے پیچھے چل"

[30] اس مصرعے کے مزید تراجم:-

"اپنے سر پر مُر لگا"

"اپنے سر پر مُر رکھ"

"مُر" ایک طرح کی خوشبو تھی۔ قدیم مصریوں کے ہاں دستور تھا کہ چربی اور خوشبو کے آمیزے کو مخروطی شکل کا بنا کر دعوتوں کے موقعہ پر عورتوں اور مردوں کے سر پر رکھ دیا جاتا۔ یہ رفتہ رفتہ پگھل جاتی اس طرح فضا مہک اٹھتی اور چہرے پر بھی خوشبودار لوشن لگ جاتا۔ [31] اس مصرعے کے مزید تراجم:-

"مقدس خوشبوئیں لگا"

"دیوتا کے اپنے ذخائر سے

واقعی نادر چیزیں بدن پر مَل"

[32] اس مصرعے کے مزید تراجم:-

"ممکنہ حد تک خوبصورتی سے اپنی آرائش کر"

"اپنی خوشیوں میں اضافہ کر"

[33] اس مصرعے کے مزید تراجم:-

"اپنے دل کو بے حوصلہ مت ہونے دے"

"اپنے ذہن کو پریشان نہ ہونے دے"

اپنی خواہش اور اچھی بات کی تکمیل کر،[۳۴]
دھرتی پر اپنا مال اسباب حاصل کر۔

اپنی خواہشات کو مت کچل،[۳۵]
حتیٰ کہ تیرے ماتم کا دن آجائے،[۳۶]
وہ پُرسکون دل والا[۳۷] ان کی آہ وزاری[۳۸] نہیں سنتا،[۳۹]

ف ۳۴ اس مصرعے کے مزید تراجم:۔

"اپنے دل اور اپنی خوشی کے پیچھے چل"

"اپنی خواہش اور خوشی پوری کر"

ف ۳۵ اس مصرعے کے مزید تراجم:۔

"تیرا دل جو حکم دے دھرتی پر وہی کر"

"جس کی تجھے ضرورت ہے دھرتی پر وہی کر"

"جب تک تو دھرتی پر زندہ ہے اپنے دل کی خواہش پوری کر اور عیش منا"

ف ۳۶ یعنی اپنی موت کے دن تک عیش و عشرت اور خوشیاں منا۔ "ماتم کا دن آجائے" سے مراد موت ہے۔

ف ۳۷ "پُرسکون دل ہوا"۔ "افسردہ دل والا" اور "واماندہ دل والا" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ مراد آخرت کے دیوتا اُسر (اوزیرس) کے دوسری دنیا (عالم ظلمات) میں ایک روپ سے ہے۔ ف ۳۸ ان کی آہ وزاری:۔ کسی کے مرنے پر لوگوں کا رونا دھونا۔ اس مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ آخرت اور مرنے والوں کا دیوتا اُسر کسی کے مرنے پر پسماندگان کے نالہ و شیون کی پرواہ نہیں کرتا۔ ف ۳۹ اس مصرعے کے مزید تراجم:۔

"واماندہ دل والا ان کی سسکیاں نہیں سنتا"

"افسردہ دل والا ان کا ماتم نہیں سنتا"

"اس کے باوجود جس کا دل آرام سے ہے ان کی شکایت نہیں سنتا"

سسکیاں آدمی کے دل کو مقبرے سے نہیں بچا سکتیں[۴۰]،

روشن چہرے کے ساتھ بھرپور خوشی سے دن منا[۴۱]،

اس سے اکتا مت[۴۲]،

دیکھ! کوئی اپنا مال ساتھ نہیں لے جاتا[۴۳]،

دیکھ جو وہاں چلا گیا ہے واپس نہیں آسکتا[۴۴]۔

---

[۳۸] اس مصرعے کے مزید تراجم:-

"اور آہ و بکا سے کسی کو عالمِ ظلمات سے نجات نہیں ملتی"

یعنی مرنے کے بعد کوئی بھی شخص رشتے داروں کی آہ و زاری کے باوجود دوسری دنیا سے لوٹ کر نہیں آتا۔

"نالہ و شیون سے کوئی آدمی گڑھے سے نہیں بچتا"، گڑھے سے مراد قبر ہی ہے۔

[۳۹، ۴۰] ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ:-

"کیونکہ جو آرام کرتا ہے تیری شکایت نہیں سن سکتا"،

اور جو مقبرے میں ہے تیرا رونا دھونا نہیں سمجھ سکتا"۔

[۴۱] اس مصرعے کے مزید تراجم:-

"عیش کر"

"جشن منا"

"ہنسی خوشی دن گذار"

[۴۲] یعنی عیش و مسرت سے نہ اکتا۔ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:-

"اور پریشان مت ہو"

[۴۳] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:-

"یاد رکھ! آدمی کو اپنا مال ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں"

یعنی مرنے کے بعد انسان اپنے ساتھ کچھ لے کر نہیں جائے گا۔

[۴۴] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:-

"دیکھ! کوئی جا کر واپس نہیں آتا ہے"

بربط نواز کا پہلا گیت دُوسرا ترجمہ

نغمہ جو آنجہانی منصف مزاج فرعون اَن تف کے گھر[۲] میں ہے اور بربط نواز
کے سامنے ہے :-

وہ نیک دل بادشاہ کتنا خوش بخت[۳] ہے،
خواہ خوش بختی کو نقصان ہی کیوں نہ پہنچ جائے[۴]۔

---

[۱] یہ نظم وہی ہے جس کا ترجمہ آپ پڑھ آئے ہیں یہی نظم دوبارہ یہاں اس لئے دی جا رہی ہے کہ متعدد جگہ ان دونوں میں فرق ہے اور تراجم کا فرق غالباً اس لئے بھی ہوا کہ مختلف ماہرین نے اس کی مختلف نقول پیش نظر رکھیں۔ [۲] گھر یعنی مقبرہ۔ [۳] ایک مصرعے کا ایک اور ترجمہ :-

"تمام تر تحسین نیک دل بادشاہ کے لئے ہے"

[۴] مطلب یہ کہ خواہ مرنے کے بعد انجام خوشگوار نہ ہو۔ فرعون اَن تف کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ تو اقبال مند اور کامران ہی ہے۔

اے رحم دل بادشاہ،[۵]

کریم[۶] النفس بادشاہ کا فیصلہ[۷] ہے،

ایک اچھی مشیت ہے کہ[۸]

نسلیں ختم ہو جائیں، دوسرے لوگ زندہ رہیں[۹]

---

۵ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:-

"قابلِ احترام نیک انسان"

۶ کریم النفس بادشاہ:- عالم آخرت اور مرنے والوں کے حکمران اُسرِ (اوزیرس) سے مراد ہے۔ ۵، ۶،

۸، ۹ ان چاروں مصرعوں کا مزید ترجمہ:-

"اے نیک دل بادشاہ یہ فرمان ہے،

اور جو مقدر کر دیا گیا ہے اچھا ہے،

کہ لوگوں کے بدن مرجائیں گے اور غائب ہو جائیں گے۔

اور ان کی جگہ دوسرے باقی رہیں گے"

ان چاروں مصرعوں میں سے آخری دو مصرعوں کے مزید تراجم:-

"یہ اچھا مقسوم ہے کہ بدن گم ہو جائیں،

جب کہ دوسرے باقی رہتے ہیں"

"بدن کے لئے موت متعین کر دی گئی ہے"

۸ اس سطر کا ایک اور ترجمہ:- "کچھ نسلیں ابھی تک چل رہی ہیں،

دوسری نعلوم زمانوں سے ابدیت حاصل کر چکی ہیں"

انگریزی میں اگر یہاں "ابدیت حاصل کرنا" صحیح ترجمہ کیا گیا ہے تو پھر اس کا مفہوم واقعی حصول ابدیت نہیں بلکہ مر جانا ہے۔ نُفَر خوتپ کے مقبرے میں کندہ "بربط نواز کا دوسرا گیت" میں یہ مصرعہ اس طرح آیا ہے۔

"دیوتاؤں کے زمانے سے نسلیں فنا ہوتی آرہی ہیں

لیکن نوجوان انکی جگہ لے لیتے ہیں"

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

اولین اجداد کے وقت سے (یہی ہوتا آرہا ہے) کہ،

دیوتا[۱۰] جو پرانے زمانوں میں زندہ تھے،

ان کی حنوط شدہ لاشیں اسی طرح پٹیوں میں لپٹی اپنے مقبروں میں پڑی ہیں،

امرا اور دانا اپنے مقبروں میں دفن ہیں[۱۱]،

انہوں نے گھر[۱۲] بنوائے[۱۳]،

ان کے آثار بھی اب باقی نہیں،

جنہوں نے اپنے مقبروں میں مندر بنوائے تھے[۱۴]،

اب ان کی جگہ باقی نہیں رہی،

غور کر ان کے ساتھ کیا بیتی،

میں نے امِ حوتپ اور حرددف[۱۵] کے اقوال سُنے ہیں،

چونکہ یہ انہوں نے کہے تھے اس لئے ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہیں[۱۶]،

ان کے یہ اقوال دوہرائے جاتے ہیں[۱۷]،

اور ہر جگہ باقی ہیں[۱۸]،

بہر حال ان مصرعوں میں کہا یہی گیا ہے کہ موت متعین کر دی گئی ہے اور دیوتاؤں کا یہ فیصلہ یقیناً بہت اچھا ہے کہ ایک دور کے انسان مرجاتے ہیں اور دوسرے انکی جگہ لے لیتے ہیں۔ [۱۰] دیوتا:۔ فراعنہ کو دیوتا کہا گیا ہے۔ [۱۱]، [۱۳] ان دو مصرعوں کا مزید ترجمہ:-

"آقا اور دانا ہستیاں بھی،

انہیں شاندار مقبروں میں دفن کیا گیا تھا"

[۱۲] گھر:- مقبرے۔ [۱۴] اس مصرعے کے مزید تراجم:-

"جنہوں نے اپنے مقبروں میں نذر نیاز کے کمرے بنوائے تھے"

"جنہوں نے گھر بنوائے اور جنہوں نے گھر نہیں بنوائے"

[۱۵] حرددف:- یہ نام حرددتف بھی پڑھا گیا ہے۔ فرعون خوفو کا دانشور بیٹا۔ [۱۶]، [۱۷]، [۱۸] ان مصرعوں کا ایک اور ترجمہ:-

"ان کے اقوال کی دوسروں سے زیادہ مدح سرائی کی جاتی ہے،

ان کے اقوال ہر ایک کے لبوں پر ہیں"

غور کر ان کے مقبرے کیا ہوئے،

ان کی دیواریں گر گئیں،

ان مقبرے اب باقی نہیں رہے،

وہ ایسے ہو گئے ہیں جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔

غور کر کہ جہاں وہ ہیں[19]،

ان دور دراز خطوں سے[20]،

قبر کے اس پار سے[21]،

کوئی پلٹ کر نہیں آتا جو ہمیں بتائے[22]،

وہ کس حال میں ہیں[23]،

وہ رہتے کہاں ہیں[24]،

ان کی ضروریات کیا ہیں[25]،

کوئی دوسری دنیا سے آ کر

ہمارے دلوں کو تسکین نہیں دیتا[26]،

اس دن تک۔

جب ہم بھی وہیں چلے جائیں گے جہاں وہ گئے ہیں[27]۔

ح[19] تا ح[20] ان تمام مصرعوں کا ایک اور ترجمہ :-

"جہاں وہ ہیں (ان میں سے) کوئی نہیں آتا،

جو ہمیں اپنی حالت بتا سکے،

جو اپنا گرد و پیش بتا سکے،

اور ہماری رہنمائی کر سکے،

اس جگہ تک جہاں وہ چلے گئے ہیں"

بہر حال ان مصرعوں میں کہا یہی گیا ہے کہ انسان کو کچھ علم نہیں کہ مرنے کے بعد دوسری دنیا میں اس کیساتھ کیا پیش آتا ہے اگر مرنے والوں کے حالات کا علم ہو جائے تو زندہ لوگ اپنی تو تیمبٔ پُر سکون اور پُر اطمینان رہ سکتے ہیں۔

اپنی خواہشوں کو پھلنے پھولنے دے، [۲۸]

تاکہ تیرا دل تیرے لئے رسومات [۲۹] فراموش کر دے، [۳۰]

جب تک تو زندہ ہے اپنی آرزو پوری کر: [۳۱]

اپنے سر پر خوشبو لگا،

اور کتان کی بہترین پوشاک پہن، [۳۲]

حہ ۲۸ اس مصرعے کے مزید تراجم:۔

"چنانچہ خوش رہ"

"اپنے دل کو تسکین دے"

حہ ۲۹ رسومات:۔ اس اہم تدفینی رسم کی طرف اشارہ ہے جو کسی مرنے والے کو پُر اثر یا مؤثر بنانے کے لئے ادا کی جاتی تھی۔ مطلب بہرحال یہ کہ زندگی میں انسان اپنی خواہشات اور آرزوؤں کو پوری طرح سے بھرپور مسرتیں حاصل کرے؛ اتنی مسرتیں اور عیش و عشرت کہ اس میں کھو کر انسان ان تدفینی رسوم کے ادائیگی کے بارے میں نہ سوچے جو مرنے کے بعد اس کے لئے یا دوسروں کے لئے ادا کی جانے والی ہونگی۔ قدیم مصری اپنی زندگی ہی میں آخری رسومات کی فکر میں غلطاں رہتے تھے۔

حہ ۳۰ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:۔

"اور اپنے دل سے یہ باتیں بھلا دے"

یعنی یہ فکر و تردد کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؛

حہ ۳۱ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:۔

"تیرے لئے سب سے اچھا یہ ہے کہ،

تا زندگی دل کی خواہش پوری کر"

حہ ۳۲ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:۔

"باریک سن کی پوشاک زیب تن کر"

اپنے بدن کو قیمتی خوشبوؤں میں بسا۔ [۳۳]
پہلے سے بھی زیادہ لطف اندوز ہو، [۳۴]
اور عیش و عشرت کی کمی سے اپنے دل کو پژمردہ مت کر۔

اپنے دل کی خواہش، [۳۵]
اور اس پر عمل کر جو تیری آنکھوں کو بھلا لگے [۳۶]
اپنے دل کے حکم کے مطابق دھرتی پر اپنی ضروریات پوری کر، [۳۷]

ح ۳۳ اس مصرعے کے مزید تراجم:۔

"دیوتاؤں کی تخلیق انوکھی چیزیں بدن پر مل"

"قیمتی خوشبوئیں لگا جو درحقیقت دیوتاؤں کی پیداوار ؟ ہیں"۔

"دیوتاؤں کے تحائف سے اپنی عمدہ چیزوں میں اضافہ کر لے"

ح ۳۴ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:۔

"پہلے کے مقابلے میں ایسی بات کر جس سے تجھے زیادہ خوشی ملے"

ح ۳۵، ح ۳۶ ان دو مصرعوں کے مزید تراجم:۔

"اپنے دل کی خواہش اور اپنی خوشی پوری کر"

"اپنی خواہش کے سامنے سر جھکا دے"

ح ۳۷ اس مصرعے کے مزید تراجم:۔

"اپنے دل کی ہدایت پر اچھی چیزوں سے خواہش پوری کر"

"اپنے دل کے حکم کے مطابق اپنے معاملات بنا"

"دھرتی پر اپنے گردوپیش کو اس طرح بنا کہ

اس کی مدد سے تیرے دل کی خوشی پوری ہو"

حتیٰ کہ آہ و بکا[38] دن[39] تجھے آلے گا،

جب تو دوستوں کی آوازیں نہیں سُنے گا[40]،

اور الم بھری چیخیں اس شخص کے دل کو کبھی نہیں دھڑکا سکیں گی[41]،

جو قبر میں ہے[42]۔

چنانچہ ہر روز عیش و عشرت میں مگن رہ[43]،

اور لطف اندوز ہونے سے کبھی دریغ نہ کر[44]،

---

[38] آہ و بکا کا دن: "موت کا دن" —— جب مرنے والے کے لئے لوگ روئیں گے۔

[39]، [40]، [41]، [42]: ان مصرعوں کے مزید تراجم:-

"کیونکہ بالآخر آہ و زاری کا دن آجائے گا

جب ساکت دل والا (مر دیتا) نالہ و شیون نہیں سنے گا،

جو شخص قبر میں پڑا ہے،

ماتم سے اسے زندگی دوبارہ نہیں مل جاتی"

"تجھ پر وہ دن آجائے گا،

جب کوئی شخص آواز نہیں سنتا۔

جب آرام کرنے والا (مرجانے والا کوئی شخص ان۔ ماتم گساروں کی آوازیں نہیں سنتا۔

آہ و زاری سے اس شخص کی نجات نہیں ہوتی جو قبر میں ہے"

مطلب یہی ہے کہ کوئی مرنے کے بعد زندہ نہیں ہو گا۔ ان چار مصرعوں میں سے آخری دو مصرعوں میں یعنی [41]، [42] کا ایک اور ترجمہ: "اور گریہ و زاری کسی شخص کے دل کو دوسری دنیا سے نہیں بچا سکتی"

[43]، [44] ان مصرعوں کے مزید تراجم:-

"جشن منا،

اس سے بیزار مت ہو" ۔ (باقی مصرعے اگلے صفحے پر)

دیکھ! کسی شخص کو اپنا مال ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں،[۴۵]
دیکھ! کوئی ایسا نہیں جو مرنے کے بعد لوٹ آتا ہو۔[۴۶]

بربط نواز کا دوسرا گیت (نظم)

"بربط نواز کا گیت" کی دوسری نقل نَفرحُوتپ نامی "مقدس باپ" (پروہت) کے مقبرے میں کندہ پائی گئی ہے۔ "بربط نواز کا دوسرا گیت یا نظم" دراصل "بربط نواز کا پہلا گیت" ہی کی ایک اور صورت ہے۔ نَفرحُوتپ کا مقبرہ قدیم دارالحکومت تھیے (تھیبس) کے قریب عبدالغرنہ میں تعمیر کیا گیا تھا۔ نَفرحُوتپ اٹھارہویں خاندان (۱۵۷۵ تا ۱۳۰۸ ق.م) کے زمانے میں آمن دیوتا کا پجاری تھا اور چونکہ یہ مقبرہ اس کے لئے تعمیر ہوا تھا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ وہ کوئی معمولی قسم کا پروہت تو ہو نہیں سکتا بلکہ بہت ممکن ہے کہ وہ آمن دیوتا کے مندر کا مہا پروہت رہا ہو۔ وہ پروہتوں کے جس طبقے یا زمرے سے تعلق رکھتا تھا انہیں

"تیرے لئے سب سے اچھی بات یہ ہے کہ خوشی کا دن گذار،
اس سے پریشان مت ہو!"

"تیرے لئے بہترین عمل یہ ہے کہ،
زندگی بھر دل کی خواہش پوری کر"
"چنانچہ اپنے دل کو سکون دے"

[۴۵]، [۴۶]: ان مصرعوں کے مزید تراجم :-

"دیکھ! انسان کو اپنا مال ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں دی گئی"
دیکھ! کوئی ایسا نہیں تھا جو مرنے کے بعد واپس آسکا ہو"

"یہ جان کر خوش ہو کہ کوئی ایسا نہیں جو اپنا مال ساتھ لے جائے،
دیکھ جو کوئی وہاں جاتا ہے پلٹ کر نہیں آتا۔"

اہل مصر "مقدس باپ"؛ "آمن دیوتا کا مقدس باپ"؛ "دونوں دیوتاؤں کا مقدس باپ"؛ "دیوتا کا مقدس باپ" اور اُسِر (اوزیریس) "دیوتا کا مقدس باپ" کہتے تھے۔

گیارھویں خاندان (۲۱۳۳ / ۱۹۹۱ ق م) کے فرعون اُن تِف کے مقبرے میں پہلی مرتبہ کندہ کیے جانے کے صدیوں بعد اس نظم یا گیت کی یہ دوسری نقل نفر حوتپ کے مقبرے میں کندہ کی گئی۔ اس مقبرے میں ایک مصور منظر ہے جس میں نفر حوتپ کو اپنی بیوی "رُنو ام است نہ" کے ساتھ بیٹھا دکھایا گیا ہے۔ ان دونوں کا تپاح مس نامی بیٹا اور تاخت نامی بیٹی ان کے ساتھ کھڑے ہیں اور ان سب کے سامنے ایک بربط نواز نغمہ سرائی میں مصروف ہے۔ وہ یہی گیت گا رہا ہے۔

بربط نواز کی اس دوسری نظم یا گیت کا سب سے پہلی بار ترجمہ سٹرن (STERN) نے ۱۸۷۳ء میں کیا تھا بعد میں ماسپیرو (MASPERO) نے بھی کیا۔ بعض علمائے تحقیق نے اسے تدفینی یا عزائی گیت قرار دیتے ہوئے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اسے مقدس باپ "نفر حوتپ" کی یاد میں منعقدہ تقریب بارسی کے موقعہ پر گایا جاتا تھا۔ نظم کا خالق اپنی اس تخلیق میں زندہ لوگوں کے ساتھ ساتھ مرجانے والوں سے بھی یوں مخاطب ہے گویا وہ اب زندہ ہوں۔

نفر حوتپ کے مقبرے میں "بربط نواز کا گیت" کی جو دوسری نقل ملی ہے وہ پہلی یعنی "ہیرس پیپرس" پر رقم نظم کے مقابلے میں کم اثر آفریں ہے اور بہت ضائع شدہ اور نامکمل حالت میں ہے۔ تاہم اس کے بعض حصے بہت مفید ہیں اور یہ نظم ہیرس پیپرس پر لکھی فرعون اُن تف سے متعلق پہلی نقل (نظم) سے بہت مشابہ ہے، گو اس دوسری نظم کا متن خاصا ضائع ہو چکا ہے پھر بھی اس کے باقیماندہ حصوں سے اس کے عمومی تخیلات و افکار کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

کئی بار یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان پر جب قنوطیت اور یاسیت طاری ہوتی ہے تو اس کے عقب یا تہ میں حصول لذتیت کا رجحان کار فرما ہوتا ہے۔ اب یہ حتمی طور پر کہنا مشکل ہے کہ یاسیت میں حصول لذتیت کا یہ رجحان انسان میں فطری و لاشعوری ہوتا ہے

اور خودکشی کے ارادے کی حد تک پہنچی ہوئی یاسیت کے عالم میں تریاق کے طور پر ابھرتا ہے یا نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن والی درپیش صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے منطق یا استدلال کو بروئے کار لاتے ہوئے شعوری طور پر عملاً اپنایا جاتا ہے اور اس طرح گویا نظریۂ لذتیت کو فلسفۂ عملیت کا جامہ لاشعوری اور فطری طور پر نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر پہنایا جاتا ہے۔ــــــ

مصر کے قدیم ادب میں حصول لذتیت کے نظریئے پر عمل پیرا ہونے کی انتہائی اور خصوصی تعلیم ملتی ہے اور اسی کی جھلک صدیوں بعد جا کر بائبل کے "عہد نامہ قدیم" کی کتاب "واعظ" (جامع) میں بھی پائی جاتی ہے۔ کہ زندگی اور دنیا چونکہ مصائب، دکھوں اور ناانصافیوں کا گھر ہے اس لئے معقول طرز عمل صرف یہ ہوگا کہ انسان کو اپنی ارضی زندگی میں جو باتیں لطف اندوز ہونے اور خوش و خرم رہنے کے مواقع ہاتھ آئیں ان سے عملاً ضرور استفادہ کرنا چاہیئے ــــــ اب تک کے شواہد کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ زندگی سے پوری طرح لطف اندوز ہونے اور مسرور و شادماں رہنے کی یہ تعلیم مصری ادب میں پہلی بار لگ بھگ سوا چار ہزار برس پیشتر دی گئی تھی جیسا کہ "بربط نواز کا پہلا گیت" سے صاف ظاہر ہے۔ ــــــ

اب سے کوئی سوا چار ہزار برس پہلے مصر میں ایسے متفکر شاعر بھی پیدا ہوئے جو اپنے دور میں متقدر اور موت کے بعد انجام کے بارے میں مروج نظریات و عقائد کو غیر معقول اور مہمل خیال کرتے تھے اور دنیا کی ناانصافی کے شاکی تھے چنانچہ انہوں نے موت اور مقدر کے بعد کے انجام سے متعلق ان غیر معقول اور بے معنی تصورات و عقائد اور دنیاوی بے انصافیوں کو اپنی شاعری کا موضوع بنا کر نظریہ "لذتیت" کی تعلیم دیتے ہوئے اس پر عمل کرنے پر زور دیا۔ اس قسم کی متعدد نظمیں یا گیت پیپرس کے علاوہ متمول اور سرکردہ امراء کے مقبروں کی دیواروں پر کندہ ملی ہیں جن میں بیشتر جدید شہنشاہی دور (۱۵۵۰ تا ۱۰۸۰ ق م) کی ہیں مگر ان کا موضوع ادب میں پہلی بار پہلے دور زوال (۲۱۸۱ تا ۲۰۴۰ ق م) کے دوران یعنی اب سے چار ہزار

برس سے بھی پہلے کوئی سوا چار ہزار برس قبل اپنایا گیا تھا اور اس سلسلے کی جو نظمیں دستیاب ہوئی ہیں ان کا اولین نمونہ اسی دور یعنی اب سے تقریباً سوا چار ہزار برس پہلے تخلیق کیا گیا تھا۔ ان نظموں میں زندگی سے بھرپور پیار اور رجائیت کا اظہار بہت دلکشی کے ساتھ کیا گیا ہے۔

آج سے سوا چار ہزار برس پیشتر وہ وقت تھا جب مصری ادیب و دانشوروں کے ذہنوں میں "دوسری زندگی" (حیات بعد الموت) کے بارے میں مختلف شکوک و شبہات اور سوال اٹھ رہے تھے چنانچہ شاعر نے اپنی اس نظم (بربط نواز کا گیت) میں کوئی بیالیس[42] صدیاں پہلے کہا کہ لوگ تو جاننا چاہتے ہیں کہ مرنے کے بعد عالم آخرت میں ہوتا کیا ہے؟ مرنے والوں کے ساتھ کیا گذرتی ہے، مگر اس خواہش کے باوجود کسی کو اس بارے میں کچھ علم نہیں کیونکہ مرنے کے بعد "دوسری دنیا" میں جانے والا دھرتی پر پلٹ کر پھر نہیں آتا، نہ ہی کبھی آئے گا، اگر ایسا ہوتا تو پھر پتہ لگ جاتا کہ "عالم دیگر" میں مرنے والوں کو کن حالات کا سامنا کرنا ہوتا ہے، گذر بسر کیسے ہوتی ہے، وہ بستے کہاں ہیں؟ چونکہ یہ سب کچھ معلوم نہیں اس لئے زیر نظم کے خالق، مفکر شاعر کے نزدیک لوگ مضطرب و پریشان رہتے ہیں لیکن اگر وہ یہ سب جان لیں تو پھر وہ پرسکون ہو جائیں اور ان کی ڈھارس بندھ جائے۔

اہم نکات

پُر ہیبت نفر خوتپ کے مقبرے میں کندہ بربط نواز کی یہ دوسری نظم یا گیت زعوون ان لف کے حوالے سے ہیریس پیپرس پر مرقوم بربط نواز کی دوسری نظم یا گیت سے دو اہم نکات کے لحاظ سے مختلف ہے ایک تو یہ کہ پہلی نظم کے "بے عقیدہ خیالات" کی اس دوسری نظم میں نفی کی گئی ہے؛ دوسری اختلافی بات یا نکتہ یہ ہے کہ اس میں "تشکیک" کو اتنا دھیما کر دیا گیا ہے کہ اس کی کاٹ اور شدت دور ہو گئی ہے۔

اس دوسری نظم میں متصادم نظریات کو ہم آہنگ کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے نظم کی رو سے انسان کا نام اس کے عالی شان مقبرے اور اس کے لیے پیش کیے جانے والے نذرانوں کی وجہ سے ہمیشہ زندہ نہیں رہتا بلکہ اچھے اخلاق اور غریبوں کے ساتھ حسن سلوک

اور ہمدردی سے پیش آنے کی وجہ سے ہی کوئی شخص لوگوں میں پسندیدہ قرار پاتا ہے اور اس کا نام ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ موت سے کوئی توقع باندھنا یا اسے مقصد قرار دینا عبث ہے اس کے برعکس اس میں تو یہ تعلیم دی گئی ہے بہت ہی اچھی بات یہ ہے کہ انسان ایسے کام کرے کہ اس کا نام مرنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہے' اس لئے نہیں کہ اس طرح اگلی دنیا میں اچھے انسان کو لازمی طور پر کوئی فائدہ پہنچے گا بلکہ اس لئے اچھے کام کرے کہ موت کے بعد لوگوں کے ذہنوں میں اس کا نام زندہ رہے۔

پہلی نظم کے ایک مصرعے میں کہا گیا ہے کہ کوئی شخص مرنے کے بعد اپنا مال دولت ساتھ لے کر نہیں جاتا' اس دوسری نظم میں بھی مال و دولت کے ہیچ ہونے کی بات کی گئی ہے گویا اس میں پہلی نظم (گیت) کی ہی اس بات کو پھیلایا گیا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی بھی اپنی دولت اپنا مال ساتھ لے کر نہیں جا سکتا۔ چنانچہ دولت کا کوئی فائدہ نہیں' نظم میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ دولت بھی مرنے سے کسی کو بچا نہیں سکتی ہے۔ کیا امیر کیا غریب' کیا چھوٹے' کیا بڑے سب ہی کو بالآخر مر جانا ہے۔ ملک میں کوئی دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا اور کوئی شخص ایسا نہیں جو دوسری دنیا میں نہیں جائے گا' یعنی موت سب کے لئے ہے، دھرتی پر انسان کے قیام کی مدت محض اتنی ہے جتنا خواب۔ انسانی جسم تو دائمی بکھراؤ یا تسلسل کا محض ایک حصہ ہیں۔ اولین زمانوں سے ہی یہ ہوتا آ رہا ہے کہ لوگ مر جاتے ہیں اور دوسرے ان کی جگہ لے لیتے ہیں جس طرح سورج صبح کو "پیدا" ہوتا ہے اور پھر رات کو "مر" جاتا ہے (غروب ہو جاتا ہے) اسی طرح مرد پیدا کرتے ہیں عورتیں حاملہ ہو کر بچے جنتی ہیں اور پھر انسان مر کر اپنے مقبروں میں چلے جاتے ہیں' چنانچہ انسان کو زندگی مسرتوں اور عیش و عشرت میں بسر کرنی چاہئے' خوشبوؤں سے لطف اندوز ہو۔ کنول کی کلیوں کے ہار اپنی بیوی کے گلے اور بازوؤں میں پہنائے جس سے انسان محبت کرتا ہو اسے اپنے سامنے بٹھائے' موسیقی سے دل بہلائے' فکر اور تردد کو پاس نہ پھٹکنے دے اور صرف عیش و عشرت کا دھیان رکھے یہاں تک کہ مرنے اور شہر خموشاں

جانے کا وقت آجائے ـــــ اس نظم کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ اس میں دلوی دیوتاؤں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے حالانکہ یہ مذہبی رہنما کے مقبرے میں کندہ ملی ہے صرف ایک دیوتا یعنی سورج دیوتا کا ذکر "را" اور "اتم" کے ناموں سے کیا گیا ہے۔

شاعری کا اعلیٰ نمونہ

قدیم مصری شاعری کے لحاظ سے یہ نظم بہت قابل ذکر بلکہ "ایجپشن لٹریچر کمپرائزنگ ایجپشن ٹیلز......" کے نامعلوم مصنف کی رُو سے تو بہت ہی غیر معمولی و ممتاز ہے۔ اور شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہے قدیم اسرائیلوں کی عبرانی شاعری کی طرح ہی متوازیت اور صنعت تضاد کا نفیس نمونہ ہے۔ اسے گایا جاتا تھا اس لئے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ غنائیہ شاعری کی عمدہ مثال ہے۔ مندرجہ بالا انگریزی کتاب کے نامعلوم مصنف کے مطابق اس نظم میں موزونیت اور وزن بھی ہے۔ "بربط نواز کا دوسرا گیت" میں مندرجہ ذیل ٹیپ کا مصرعہ ملتا ہے۔

"آج کا دن عیش و طرب میں گذار"

تین نظمیں

ویسے نفرحوتپ کے مقبرے میں مختلف نوعیت کی بربط نواز کی تین نظمیں ملی ہیں ایک نظم (یعنی "بربط نواز کا دوسرا گیت") میں تو "بربط نواز کے پہلے گیت" کی طرح "دوسری دنیا کی زندگی" کے بارے میں تشکیک کا اظہار ہے اور اس غیر یقینی صورتحال کے بارے میں اس سوچ یا نظریئے کے نتیجے میں عیش و عشرت کی تعلیم دی گئی ہے یعنی نظریۂ لذتیت کا اظہار۔ تاہم اس میں روائیتی خدا ترسی کا اظہار بھی کیا گیا ہے تاکہ اس طرح اسمیں دوسری زندگی کے بارے میں تشکیک آمیز تلخ لہجہ دھیما کیا جاسکے۔ اس کے علاوہ اس طرح متصادم نظریات کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔ دوسری نظم میں تشکیک اور نظریۂ لذتیت کی بھرپور نفی کی گئی ہے اور سرزمین ممات (دوسری دنیا) کی تعریف کی گئی ہے۔ تیسری نظم میں روائیتی رسوماتی انداز میں موت کے بعد کی زندگی کا بیان ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہی شخص کے منقبرے میں مختلف اور متصادم و متضاد موضوعات اور نظریات و عقائد پر مبنی نظموں کے پائے جانے کا جواز آخر کیا ہے ؟ پہلی نظم تشکیک اور نظریۂ لذتیت کی آئینہ دار ہے۔ جب کہ دوسری نظم میں اس کی نفی اور دوسری دنیا کی تعریف کی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ (میرے خیال میں) نُفَر حوتَپ مندر کا اہم پروہت اور مذہبی رہنما ہونے کے باوجود "عالم دیگر" (عالم ممات) اور وہاں کی "زندگی" کے بارے میں تشکیک کا شکار تھا اور "دوسری دنیا" اور "دوسری زندگی" کے بارے میں اس کے تصورات اور افکار عام لوگوں کے مروجہ عقائد و تصورات سے مختلف تھے مگر اسے اپنی مذہبی اہمیت اور ذمہ داریوں کی وجہ سے لوگوں کی مخالفت اور خفگی کا ڈر بھی تھا۔ چنانچہ لوگوں کے اشتعال سے بچنے کے لئے اس نے نہ صرف یہ کیا کہ اپنے ان نظریات سے متصادم دوسری دو نظمیں بھی منقبرے میں کندہ کرا دیں بلکہ "بربط نواز کی پہلی نظم (گیت) میں کچھ ایسے نظریات بھی سمو دیے جن سے اس نظم کی تلخی، طنز اور شدت ماند پڑ گئی۔ اور پھر اسے اپنے منقبرے میں کندہ کرا دیا۔ اس طرح اس نے توازن پیدا کرنے کی کوشش کی۔

بربط نواز کا دوسرا گیت

"بربط پر مغنی کا گایا ہوا گیت جو آمن (دیوتا) کے استقفِ اعظم[1]، بلند اقبال
نُفر حُوتَپ کے (مقبرے کے) کمرے میں (کندہ) ہے۔ وہ کہتا ہے:۔
عظیم ہستی[2] اپنا کام اور اپنی دوڑ ختم کر کے آرام کرنے چلی گئی ہے[3]،

---

[1] استقفِ اعظم:۔ مصری آمن کی پاپائیت کا ایک اہم منصب۔ ممتاز پروہت۔ [2] عظیم ہستی:۔ سورج دیوتا راسے مراد لی گئی ہے مگر میرے خیال میں عظیم ہستی کا اشارہ فرعون آن تَف یا پروہت نُفر حُوتَپ کی طرف بھی ہو سکتا ہے جس کے مقبرے میں یہ نظم کندہ ملی ہے اور اس مصرعے میں یہ کہا گیا ہے کہ عظیم (پروہت) نُفر حُوتَپ اپنی زندگی پوری کر کے مر گیا ہے۔ [3] بریسٹڈ نے اس پہلے مصرعے کا ترجمہ یوں دیا ہے۔ "یہ انصاف پسند بادشاہ کس طرح آرام کرتا ہے" ـــــ اس ترجمے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مصرعہ سورج دیوتا یا نُفر حُوتَپ کے لئے نہیں بلکہ فرعون اَن تَف کے لئے آیا ہے جس کے مقبرے میں یہ گیت سب سے پہلے کندہ کیا گیا تھا۔ اس مصرعے کا ایک ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے ـــــ "یہ راست رو بادشاہ کتنا تھکا ماندہ ہے،
اچھا مقدر گذر جانے کیلئے نازل ہو گیا ہے۔"
اور اگر اس پہلے مصرعے کا مفہوم لفظی ہی لیا جائے تو پھر بات یہ بنی کہ دن بھر کے سفر کے بعد سورج چھپ گیا ہے۔

اچھا مقدر نازل ہوتا ہے[۴]،

دیوتاؤں کے زمانے سے[۵] بدن مرجاتے ہیں[۶]،

اور ان کی جگہ (دوسری) نسلیں لے لیتی ہیں[۷]۔

(جس طرح) را[۸] ہر صبح طلوع ہوتا ہے[۹]،

اور اتم[۱۰] منو[۱۱] پر آرام کرنے چلا جاتا ہے[۱۲]،

ص۴ اس مصرعے سے پہلے کاسٹر اور ارمن نے ایک مصرعہ یوں دیا ہے: "نیکدل بادشاہ کتنا خاموش ہے" بہر حال "اچھا مقدر نازل ہوگیا ہے" یا "اچھا مقدر نازل ہوتا ہے" کا مطلب ہے کہ فرعون اب مرنے کے بعد دوسری دنیا میں آسر (اوزیرس) دیوتا کے پاس ہے۔ ارمن نے ہی اپنی ایک اور کتاب "لائف ان اینشینٹ ایجپٹ" میں اس مصرعے کا ترجمہ یوں کیا ہے: "یہ راستباز بادشاہ کس قدر خوبصورت ہے" ص۵ دیوتاؤں کے زمانے سے۔ بہت قدیم زمانے سے۔ ان زمانوں سے جب مصری عقائد کے مطابق زمین پر دیوتا حکومت کرتے تھے۔

ص۶، ص۷ ان دونوں مصرعوں کے تراجم اس طرح بھی کئے گئے ہیں:۔

"جو کچھ پیدا ہوا ہے وہ پھر ختم ہو جائے گا،

نوجوانوں اور کنواریوں کو اپنی جگہوں پہ جانا ہوگا۔"

"راکے دنوں سے لوگ مرتے چلے آرہے ہیں؛

اور ان کی جگہ نوجوان لے لیتے ہیں۔"

"قدیم ترین زمانوں سے لوگ بچھڑ جاتے ہیں،

اور نوجوان ہمیشہ ان کی جگہ لے لیتے ہیں۔"

ص۸ را:۔ سورج دیوتا کا نام

ص۹ اس مصرعے اور اگلے مصرعے کا ایک اور ترجمہ:۔

"سورج ہر صبح نمودار ہوتا ہے،

اور شام کو مغرب میں چھپ جاتا ہے۔"

ص۱۰ اتم:۔ سورج دیوتا کا نام۔ شام کے سورج کو اتم کہا جاتا تھا۔ یہ اولین دیوتا کا بھی نام تھا۔ ص۱۱ منو (مانو):۔ مغرب میں واقع پہاڑ کا نام۔ مگر ارمن اور کاسٹر کے مطابق منو (مانو) مغرب میں ایک اساطیری ملک تھا۔ کاسٹر نے اسے منون (مانون) لکھا ہے۔ ص۱۲ مصریوں کا خیال تھا کہ سورج شام کو مغرب میں واقع منو (مانو) نامی پہاڑ میں غروب ہوتا تھا۔

(اسی طرح) مرد مسلسل بچے پیدا کرتے ہیں،
عورتیں حاملہ ہوتی ہیں اور بچے جنتی ہیں۔
ہر ننھا[13] اپنی باری پر ہوا میں سانس لیتا ہے[14]،
وہ وقت مقررہ پر کثرت سے بچوں کو جنم دیتے ہیں۔
بچے اپنی مقررہ جگہوں پر چلے جاتے ہیں[15]۔
عورت سے جنم لینے والا ہر انسان مرجاتا ہے۔
سرزمین مصر پر کوئی زندگی طولانی نہیں،
کوئی ایسا نہیں جو دوسری دنیا میں نہیں جائے گا
دھرتی پر قیام کا وقفہ اتنا ہی ہے جتنا خواب۔

---

[13] ننھا، ننھے کی جگہ روح بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ مطلب اس مصرعے کا یہ ہے کہ بچے اپنے وقت پر پیدا ہوتے ہیں۔

[14] اس مصرعے کے مزید تراجم:۔

"ہر ننھا ایک بار صبح کی ہوا میں اندر لے جاتا ہے"

"اور ناک ہوا میں سانس لیتا ہے"

[15] یعنی بچے مرجاتے ہیں اور مرنے کے بعد انہیں قبرستان میں ان کی مقررہ جگہ پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ ارمن نے اس مصرعے اور اگلے مصرعے کا ترجمہ یوں دیا ہے:۔

"لیکن جو وہاں پیدا ہوتے ہیں،
وہ اپنے لئے مقدر کی جانے والی جگہ چلے جاتے ہیں"

مطلب یہی ہے کہ بچے مرجاتے ہیں اور ان جگہوں پر چلے جاتے ہیں جو ان کے لئے مخصوص کر دی گئی ہیں۔
اسی مصرعے کا ایک اور ترجمہ:۔

"دن نکلتا ہے، اور ان کے سب بچے اپنی جگہوں پر چلے جاتے ہیں"

یعنی ایک دن وہ زندہ ہوتے ہیں مگر اگلے دن وہ سب اپنے مقبروں میں ہوتے ہیں، مرجاتے ہیں۔

آج کا دِن عیش و طرب میں گذار، مقدس باپ[۱۶]

بہترین اور فرح بخش خوشبوؤں سے حظ[۱۷] اٹھا،

مُہُو کے پھول[۱۸] اور کنول کے ہار اپنی بیوی[۱۹] کے گلے

اور بازوؤں پر سجا،

تیری بیوی، تیرے دِل کی پیاری[۲۰]،

اسے اپنے پہلو میں بٹھا،[۲۱][۲۲]

ص۱۶ مقدس باپ:۔ پروہت نفر حوتپ کو کہا گیا ہے جس کے مقبرے میں یہ گیت کندہ ملا ہے۔ بٹیپ کے اس مصرعے کے مزید تراجم:۔ "آج کا دِن خوشیوں میں گذار"

"خوش رہ"

ص۱۷ اس مصرعے کے مزید تراجم:۔ "خوشی سے بھرپور ایک دِن گذار"

"خوشبوئیں اور تیل اپنے نتھنے پر رکھ"

"بہترین خوشبوئیں اپنے ناک پر رکھ"

"خوشبو اور عمدہ تیل اپنے نتھنوں پر لگا"

"ہم تیرے لئے خوشبوئیں اور مشکبو تیل لاتے ہیں"

ص۱۸ مہو کے پھول:۔ معلوم نہیں یہ کون سے پھول تھے بہرحال یہ طے ہے کہ بہترین قسم کے پھول ہونگے۔ ص۱۹ بیوی:۔ بعض محققین مثلاً جوزف کاسٹر وغیرہ نے بیوی جگہ "بہن" ترجمہ کیا ہے۔ مشرق وسطیٰ کے بعض علاقوں اور مصر کے قدیم لوگ محبوبہ کو بہن کہتے تھے مصریوں کی عشقیہ شاعری اور بائبل (عہد نامہ قدیم) میں شامل کتاب "غزل الغزلات" (نشید الاناشید) میں محبوبہ کے لئے بہن کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

ص۲۰، ص۲۱، ص۲۲ ان تین مصرعوں کے مزید تراجم:۔

"تیرے دِل میں رہنے والی

تیرے ساتھ بیٹھنے والی"

(باقی مصرعے اگلے صفحے پر)

نغمے سُن، ساز سُن [۲۳]،
آج کا دن مسرت و شادمانی میں بسر کر،
فکر و تردد کو اپنے پاس سے دور بھگا دے [۲۴]،
صرف خوشیوں کا دھیان رکھ،
حتیٰ کہ اس سرزمین پر لنگر انداز ہونے کا دن آ جائے [۲۵]،

اپنی بیوی کے بازوؤں اور سینے پر ہاتھ رکھ۔"

"ہم تیری بیوی کے سینے اور بازوؤں پر کنول کے ہار سجاتے ہیں،
تیری بیوی، تیری محبوبہ،
ہمیشہ تیرے منہ کے سامنے بیٹھنے والی"
"اور ہار اور کنول کے پھول . . . . . .
اپنی بہن کے بدن پر جسے تو چاہتا ہے،
جب وہ تیرے ساتھ بیٹھتی ہے"

مندرجہ بالا تینوں مصرعوں میں سے پہلے مصرعے کا ترجمہ بریسٹڈ اس طرح کیا ہے۔

"اپنے کاندھے پر اپنی گردن میں کنول کے پھول کے ہار ڈال"

[۲۳] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "وہ اپنے چہرے کے سامنے موسیقی اور گانا ہونے دے"

[۲۴] اس مصرعے کے مزید تراجم: "اور تمام شیطانی وسوسوں کو پیچھے چھوڑ دے"،

"تمام برائی کو اپنے پیچھے پھینک دے"

[۲۵] "لنگر انداز ہونے کا دن آ جائے" یعنی موت کا دن آ جائے۔ اس مصرعے کے مزید تراجم:

"حتیٰ کہ تیرا وہ دن آ جائے جب تو سرزمین خموشاں چلا جائے"

"حتیٰ کہ وہ تیرا دن آ جائے،
جب تو نئی زندگی مستعار مانگے گا"

(باقی مصرعے اگلے صفحہ پر)

جو سکوت سے[۲۶] پیار کرتی ہے[۲۷]،

جہاں دل خاموش ہو جاتا ہے،

اس بیٹے کا جس سے وہ[۲۸] پیار کرتا ہے۔

زندگی کی مدت بہت تھوڑی ہے،

اور ہم سکوت اور رات میں مدغم ہو جاتے ہیں۔

آج کا دن عیش و طرب میں گذار، او نُفر حُوتَپ قابلِ احترام، کامل،

منصف، خوش بخت، مقدس[۲۹] باپ!

دانا[۳۰] اور پاک ہاتھوں والے[۳۱]،

جب کہ بے پروا دیوتا نہیں سنتا۔"

"حتیٰ کہ وہ دن آجائے گا جب تو اس سرزمین میں چلا جائے گا،

جسے سکوت سے پیار ہے،"

"تا وقتیکہ موت کا دن آجائے جب ہم سرزمین کے قریب چلے جائیں،

جسے خاموشی پیاری ہے"

"حتیٰ کہ وہ دن آجاتا ہے جب انسان اس زمین میں،

بندرگاہ پر پہنچ جاتا ہے جو سکوت سے پیار کرتی ہے"۔

[۲۷] سکوت سے پیار کرنے والی سرزمین یا ملک "آخرت کے حکمران دیوتا اُسر (اوزیرس) کی مملکت کو کہا گیا ہے یعنی وہ خطہ جہاں انسان مرنے کے بعد چلا جاتا تھا۔

[۲۸] وہ = اُسر (اوزیرس) دیوتا۔

[۲۹]، [۳۰]، [۳۱] مقدس باپ، دانا، پاک ہاتھوں والا = یہ سب الفاظ نُفر حُوتَپ کے لئے آئے ہیں۔ پاک ہاتھوں والے کی جگہ "صاف ہاتھوں والے" بھی ترجمہ کیا گیا ہے اور دانا کی جگہ "افضل" پر بہت بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

تو نے دھرتی پر اپنا سفر پورا کر لیا ہے،[۳۲]

اور اب (تو) اقبال مند لوگوں کے ساتھ ہے۔

میں نے وہ سب سن لیا ہے جو بزرگوں کو پیش آیا[۳۳]

لوگ ساحلِ خموشاں کو چلے جاتے ہیں،

اور ان کا گھر انہیں بھول جاتا ہے،

ان کے گھر تباہ ہو گئے ہیں،[۳۴]

ان کی جگہیں اب باقی نہیں رہیں،

وہ ایسے ہو گئے ہیں جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔[۳۵]

دیوتاؤں کے زمانے سے،[۳۶]

وہ بادشاہ.......،

ف[۳۲] بعض محققین نے ترجمے میں یہ مصرعہ اور اس سے اگلا مصرعہ نہیں دیا ہے۔

ف[۳۳] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ہے: میں نے وہ سب کچھ سنا جو لوگوں کو پیش آتا ہے۔

ف[۳۴] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ہے: ان کی دیواریں گر گئیں۔

ف[۳۵] اس مصرعے کے بعد اوپر متن میں دیئے گئے مصرعوں کی جگہ بعض محققین نے مندرجہ ذیل فقرے دیئے ہیں:

"جب سورج اوپر چلا گیا،

وہ اس ندی کے کنارے پر بیٹھتے ہیں،

جو چپکے چپکے بہتی ہے،

تیری روح ان کے درمیان ہے،

تو مقدس دہانے سے پانی پیتا ہے،

اپنی موت کے وقت تو آرام سے ہے۔"

ف[۳۶] "دیوتاؤں کے زمانے سے" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

اپنے تالاب کے کنارے[۳۷]،

تو اپنے لئے خوشگوار درخت لگائے گا،

تاکہ تیری رُوح ان کے نیچے بیٹھے[۳۸]،

اور وہ[۳۹] ان کا پانی پیئے[۴۰]؟

اپنی خواہش پر پورا پورا عمل کر،

.........[۴۱]

جس کے پاس کھیت نہیں اُسے روٹی دے[۴۲]،

اس طرح تو آئندہ کے لئے ہمیشہ ہمیشہ[۴۳]،

نیک نام رہے گا[۴۴]۔

تو نے (بڑے آدمیوں کے مقبرے) دیکھے ہیں؛

(جہاں پجاری) شیر کی (کھالیں پہن کر نذر گذارتے ہیں)[۴۵]۔

---

[۳۷]، [۳۸]، [۴۰] ان مصرعوں کا ایک اور ترجمہ:۔

"وہ (سائے میں) دریا کے کنارے بیٹھے ہیں

تیری رُوح ان کے درمیان ہے،

اپنا مقدس پانی پیتی ہے"

[۳۹] وہ:۔ رُوح سے مراد ہے۔ [۴۱] یہاں اصل عبارت ضائع ہو چکی ہے۔

[۴۲] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ـــــ "جس کا کھیت بنجر ہے اسے روٹی دے" ـــــ

[۴۳]، [۴۴] ان مصرعوں کا ایک اور ترجمہ:۔ "آنے والی نسلوں میں تیرا نام ہمیشہ سربلند رہے گا"۔ مطلب یہ کہ انسان کے لئے بنائے جانیوالے مقبرے وغیرہ سب بیکار اور بے فائدہ ہیں۔ ان سے انسان کا نام سدا زندہ نہیں رہتا بلکہ اعلیٰ اخلاق اور غریبوں کیساتھ ہمدردی کیساتھ پیش آنے سے ہی نیک نامی ملتی ہے اور اسی طرح انسان کا نام لوگ ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ [۴۵] مصر کے کچھ مخصوص پروہت چیتے کی کھال خاص طور پر پہنتے تھے۔ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:۔

"چیتے کی کھال میں ملبوس پجاری دھرتی پر نذر لنڈھائے گا"۔

ان کے نذرانوں کی شراب کے برتن دھرتی پر دھرے ہیں،
اور چڑھاوے کی روٹی بھی۔
گانے والیاں[۴۶] .... روتی ہیں،
ان کی حنوط شدہ لاشیں را (دیوتا) کے سامنے رکھی ہیں[۴۷]،
ان کے رشتہ دار (مسلسل) آہ و بکا کرتے ہیں۔
.... اپنے موسم میں آتی ہے[۴۸]،
قسمت ان کے دن شمار کرتی ہے،
تو .... اُٹھ گیا ہے[۴۹]،
وہ[۵۰] جہنمی آگ کی حدت میں بے حال بیٹھے گا:

آج کا دن عیش و طرب میں گذار اے مقدس باپ!
نفر خوتپ پاک ہاتھوں والے!
مصر میں عمارتیں کسی کام نہیں آئیں گی،

---

۴۶ گانے والیاں: پیشہ ور گانے والیاں۔ دراصل یہ عورتیں معاوضہ لے کر کسی کے مرنے پر مرثیے وغیرہ گاتی اور ماتم کرتی تھیں۔ ۴۷ اس مصرعے کے بعد ماہرین نے ایک مصرعہ یوں دیا ہے:۔

"وہ ان کے اجسام کی حفاظت کی جاتی ہے"

۴۸ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:۔

"رُتو اپنے وقت پر آئے گی"

رُتو فصلوں کی سرپرست و مربی دیوی تھی۔

۴۹ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:۔

"تو .... اٹھے گا"

۵۰ وہ: بدکردار آدمی سے مراد ہے۔

اس کی آرام گاہ ہی اس کی دولت ہے ....،
واپس آ کر مجھے بتایا جائے کہ اس کا کیا باقی بچا ہے،
(جب وہ) ابدی مملکت میں جائے گا،
اسکی زندگی میں لمحے بھر کا بھی اضافہ نہیں ہو گا۔
جن لوگوں کے پاس اناج کے ذخیرے تھے۔[۵۱]
اور نذر نیاز کے لئے روٹی بھی،
اور جن کے پاس یہ چیزیں نہیں تھیں،
انکو بھی آخری انجام کا سامنا کرنا ہو گا۔[۵۲]
تو وہ دن یاد رکھ۔[۵۳]

ح[۵۱] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ :-

"جن کے پاس خرچ کرنے کے لئے روٹیوں سے بھرے ہوئے گودام ہیں"

ح[۵۲] اس مصرع کا ایک اور ترجمہ :-

"تقدیر ان سب کے دن شمار کرتی ہے"

مطلب بہر صورت یہی ہے کہ مالدار اور غریب لوگ، سب کو ہی مرنا ہے۔

ح[۵۳] یہاں سے نظم کے آخر تک ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے :-

"اس دن کا خیال کر جب تو بھی اس سرزمین کی طرف روانہ ہو گا،

جہاں جانے والا لوٹ کر نہیں آتا،

تب اس وقت تیرے لئے (پاکبازانہ) زندگی اچھی ثابت ہو گی،

چنانچہ انصاف کر اور ظلم سے نفرت کر،

کیونکہ انصاف سے محبت کرنے والے پر (فضل ہو گا)

بزدل اور دلیر کوئی بھی قبر سے بچ نہیں سکتا، (باقی صفحہ اگلے صفحے پر)

جب تجھے ..... کی سرزمین میں گھسیٹ کر لیجایا جائیگا،[54]
اپنی خواہش پوری کر،
کوئی ایسا نہیں جو دوبارہ لوٹ آئے،[55]
دن ہنسی خوشی گذار۔

مصری ادب میں ردِ عمل

ایسی نظمیں بھی تخلیق ہوئیں، جو "بربط نواز" کے پہلے اور دوسرے گیت" کے موضوعات اور ان کے اندازِ فکر کیخلاف فکری و نظری ردِ عمل کا نتیجہ تھیں۔ گذشتہ صفحات میں دیئے جانے والے "بربط نواز کے گیتوں" (نظموں) سے واضح ہے کہ فراعنہ کے گیارھویں خاندان (۲۱۳۴ تا ۱۹۹۱ ق.م) کے زمانے میں یعنی اب سے کوئی سوا چار ہزار برس پیشتر مصر کے دانشور شاعروں نے کچھ ایسی اہم خوبصورت اور قابلِ غور و فکر نظمیں تخلیق کیں جن میں موت کے بعد کی "زندگی" حیات بعد الممات کے بارے میں غیر یقینی صورتِ حال اور شکوک و شبہات کا ذکر کیا گیا، بلکہ پریشان کن اور

.......اور منفرد و یکساں.........
چنانچہ خوب فیاضی کر،
سچائی سے محبت کر،
اُست (آئسس دیوی) نیک آدمی پر فضل کرے گی،
(اور تو مسرت بھری) طویل عمر پائے گا۔"

[54] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:۔
"اس دن کا دھیان رکھ جب تجھے لے جایا جائے گا"
یعنی موت آجائے گی اور مرنے کے بعد انسان کو عالم دیگر، سرزمین ممات جانا ہی ہوگا۔

[55] یعنی مرنے کے بعد کوئی بھی انسان دنیا میں پلٹ کر نہیں آتا۔

مضطربانہ تشکیک کا اظہار کیا گیا، موت کو اچھا نہیں سمجھا گیا، چنانچہ ان نظموں میں مفکر شاعروں نے تعلیم یہ دی کہ انسان کو اپنی زندگی ہنسی خوشی اور عیش و عشرت میں بسر کرنی چاہیئے، موت کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیئے، کہ مرنے کے بعد جانے کیا انجام ہو۔ اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں نظمیں ——— "بربط نواز کے گیت" ——— اپنی تخلیق کے چھ سات سو برس بعد بھی "جدید دورِ شہنشاہیت" (۱۵۷۵ / ۱۰۸۹ ق۔م) میں بہت مقبول رہیں اور لوگ انہیں پسند کرتے رہے، تاہم اسی "دورِ جدید شہنشاہیت ۱۵۷۵ / ۱۰۸۹ ق۔م) میں ان نظموں، یا یوں کہا جائے کہ ان میں دی ہوئی تعلیم اور اندازِ فکر کا ردِ عمل بھی مصری ادب اور مصریوں میں ابھرا اور عملاً وہ یوں ابھرا کہ اس وقت کے مفکر شاعروں نے ایسی نظمیں تخلیق کیں جن میں موت، عالم آخرت (عالم ممات) اور حیاتِ آخرت (حیات بعد الممات) کی مدح سرائی کی گئی، قدیم مصری ادب میں ردِ عمل کے طور پر تخلیق شدہ یہ نظمیں بربط نواز کے مذکورہ پہلے اور دوسرے گیت (نظم) کی طرح یاسیت اور تشکیک کا شکار نہیں، ان میں ارضی زندگی میں لذتیت کی تعلیم نہیں دی گئی، بلکہ ان میں تو موت، موت کے بعد دوسری زندگی اور عالم دیگر (عالم آخرت) کو سراہا گیا ہے، ستائش کی گئی ہے۔

موت کی تعریف میں یہ نظمیں بربط نواز کی مذکورہ نظموں (گیتوں) سے نہ تو کم اہم ہیں اور نہ ہی ان کا معیار ان سے کم تر ہے اور نہ بربط نواز کی نظموں سے کم ممتاز ہیں اور نہ ہی کم قابلِ ذکر ——— کچھ محققین کا خیال ہے کہ موت کی ستائش میں ان نظموں کو "عزائی دعوت کے گیت" بھی کہا جا سکتا ہے یعنی ایسی نظمیں یا گیت جو مرنے والوں کے منفرد دین تدفینی رسوم کی ادائیگی کے سلسلے میں دی جانے والی ضیافتوں کے موقعوں پر گائی جاتی تھیں ——— مس لشت ہائیم کا کہنا ہے کہ موت اور حیات بعد الممات کی ستائش میں نظمیں پہلے پہل وسطی بادشاہت (۲۱۳۴ / ۱۶۷۰ ق م) کے زمانے میں تخلیق کی گئیں

اور یہ کہ فرعون اَنِ تف سے متعلق "بربط نواز کے پہلے گیت" (نظم) میں حیات بعد الموت کی تعریف و توصیف کی بجائے دوسری زندگی اور موت کی حقیقت کے بارے میں تشکیک کا اظہار کیا گیا ہے[1]۔ میں مس لشتت ہائیم کے اس خیال سے متفق ہوں کہ موت کی مدح و ستائش سے متعلق نظمیں وسطی بادشاہی دور کے ادب میں ملتی ہیں بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اس قسم کی نظمیں اس سے بھی پہلے مصری تاریخ کے دورِ زوال (۲۱۸۱ تا ۲۰۴۰ ق م) کے دوران تخلیق ہونے لگی تھیں، جیسا کہ زیرِ باب میں شامل "عظیم ادبی تخلیق" "خودکشی" سے ظاہر ہے۔ اب میں یہ تو نہیں کہتا کہ یہ نظم موت کے بارے میں تشکیک یا "بربط نواز کا پہلا گیت" جیسی نظموں میں دی جانے والی تعلیم کے ردِ عمل کے طور پر تخلیق ہوئی تھی تاہم یہ قنوطیت یا یاسیت کا نتیجہ ضرور تھی ۔۔۔۔ مصر کے دورِ متاخر (۱۰۷۰ تا ۶۶۴ ق م) اور اس کے بعد بھی تخلیق ہونے والے ادب کی کچھ نظمیں اس لحاظ سے بہت ہی اہم اور خصوصی دلچسپی کی حامل ہیں کہ ان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس دورِ متاخر اور اس کے بعد بھی زندگی گذارنے کے بارے میں مصریوں کا نظریہ کیا تھا ۔۔۔۔ عالمِ آخرت، موت، اور طرزِ زندگی کے موضوع کے بارے میں کچھ نظمیں یہاں شامل کی جا رہی ہیں۔

عالمِ آخرت کی مدح میں نظم

تحریری قدامت ۔۔ ۳۲۵۰ برس

موت اور موت کے بعد دوسری زندگی (حیات بعد الممات) کی مدح و ستائش میں ایک نظم مہا پروہت نفر خوتپ کے مقبرے کے ہال میں بائیں دیوار پر کندہ ملی ہے۔ اس نظم کے ساتھ ایک مصور منظر بھی ہے جس میں بربط نواز مغنی دکھائے گئے ہیں، اور اسی نظم کے بالمقابل دیوار پر بربط نواز کا دوسرا گیت (نظم) کندہ ہے۔ جو گذشتہ اوراق میں شامل کیا جا چکا ہے۔ جان۔ اے۔ ولسن کے نزدیک نفر خوتپ کا یہ مقبرہ

---

[1] "ANCIENT EGYPTIAN LITERATURE" VOL-II-PAGE 115

اٹھارھویں خاندان (۱۵۷۵ / ۱۳۰۸ ق.م) کے آخری فرعون حُورَم حَب (۱۳۳۵ / ۱۳۰۸ ق.م) کے عہد گویا اب سے کوئی تین ہزار تین سو پچاس برس پہلے تعمیر کیا گیا تھا۔

اس نظم کا موضوع گذشتہ صفحات میں دیئے جانے والے "بربط نواز کے پہلے اور دوسرے گیت" سے مختلف بنتا ہے، کہ اس میں بربط نواز کے مذکورہ گیتوں (نظموں) میں پیش کردہ نظریۂ تشکیک و لذیت کو سوچ سمجھ کر مسترد کر دیا گیا ہے اور موت اور موت کے بعد دوسری زندگی اور عالمِ آخرت (سرزمینِ ممات) کی ستائش کی گئی ہے۔ اس طرح اس نظم میں موت اور حیات بعد الممات کو "بربط نواز کے پہلے اور دوسرے گیت" کے برعکس دوسرے ہی زاویۂ نظر سے دیکھا گیا ہے۔ زیرِ نظر نظم بربط نواز کے دونوں گیتوں (نظموں) کے خلاف احتجاج تصور کیا جا سکتا ہے۔ اس نظم کی خاص اور نمایاں بات دیکھنے کی یہ ہے کہ وسطی بادشاہت (۲۱۳۳ / ۱۷۸۶ ق.م) کی ابتدا یعنی اب سے کوئی سوا چار ہزار برس پہلے "بربط نواز کے پہلے گیت" (نظم) تخلیق کرنے والے متفکر شاعر کے برعکس جدید شہنشاہیت کے اٹھارھویں خاندان (۱۵۷۵ / ۱۳۰۸ ق.م) کے دور یعنی اب سے کوئی ساڑھے تین ہزار برس قبل آ کر اس نظم کا خالق شاعر "عالمِ آخرت" کی وکالت کس خوبی سے کر رہا ہے۔ وہ عالمِ ممات (عالمِ آخرت) کی منتخب اور پسندیدہ اشیاء خورد و نوش کا ذکر نہیں کرتا، حتیٰ کہ اس نے تو مرنے والوں کے مہربان اور شفیق دیوتا اسر (اوزیرس) کا بھی ذکر نہیں کیا۔ اس نے تو عالمِ ممات کی تعریف کرتے ہوئے کہا یہ ہے کہ یہ وہ دنیا ہے جہاں "پریشان کن خواب" یعنی ارضی زندگی کے بعد مرنے والے با آلاخر سکھ چین پا لیتے ہیں — تاہم ایک بات ضرور ہے کہ جب اس نظم کا خالق ارضی زندگی کو پریشان کن خواب قرار دیتا ہے تو وہ گویا اسی یاسیت یا قنوطیت کا شکار نظر آتا ہے جو بربط نواز کا پہلا گیت (نظم) میں ملتی ہے۔ البتہ مرنے کے بعد کی زندگی کے بارے میں وہ رجائی نقطۂ نظر ضرور رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں اس کا رویہ بربط نواز کے گیت کے خالق کی طرح قنوطیت، یاسیت پر مبنی نہیں — اس گیت کے شروع میں مرنے والوں اور دارالحکومت تِیبے

(تھیبس) کے قبرستان کے دیوتاؤں سے خطاب ہے کیونکہ مصریوں کا خیال تھا کہ مقبرے میں جو کچھ گایا جاتا ہے اسے مرنے والا اور قبرستان کے دیوتا سُن لیتے تھے ——— ارمن کے مطابق تشکیک اور یاسیت کے مظہر اور لذتیت کی تعلیم پر مبنی "بربط نواز کا گیت" جب مغنی گا چکتا تو معذرت کے طور پر یہ گیت بھی گایا جاتا جس میں موت، حیات بعد الممات اور عالم آخرت کی ثناء خوانی کی گئی ہے۔ [حدا-A]

عالم آخرت کی مدح

تحریری قدامت:- ۲۲۵۰ برس

آمن کے مقدس باپ نفر خوتپ، کامران، کا بربط نواز مغنی کہتا ہے:۔

اے سارے ذی شان سردارو اور قبرستان کے دیوتاؤ، [حد۲]

A-1 "THE ANCIENT EGYPTIANS: A SOURCE BOOK OF THEIR WRITINGS" P. 253

حد۱ آمن (دیوتا) کا مقدس باپ:۔ مندر کے مہا پجاری کو قدیم مصری دیوتا کا مقدس باپ بھی کہتے تھے یعنی دیوتا کے مندر کا مقدس باپ۔ یہ مہا پروہت کا لقب تھا۔ چونکہ نفر خوتپ آمن دیوتا کے مندر کا مہا پروہت تھا اس لیے اسے آمن دیوتا کا مقدس باپ کہا گیا یعنی آمن دیوتا کے مندر کا مقدس باپ۔ نظم کے اس ابتدائی فقرے میں مقبرے میں مدفون شخصیت یعنی نفر خوتپ کا نام اور مذہبی لقب (آمن دیوتا کا مقدس باپ) کا ذکر تو کیا گیا مگر مغنی کا نام نہیں دیا گیا۔ حد۲ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ یوں ہے:۔

"تم سب ذی شان معزز (لوگو)
اور خاتون حیات کے دیوتاؤ"

یہاں "خاتون حیات" کو ارمن کے خیال میں "قبرستان" اور کاسٹر کے نزدیک "عالم آخرت" کو کہا گیا ہے۔ مصریوں کا خیال تھا کہ قبرستان یا عالم آخرت میں موت نہیں ہوتی صرف حیات ہی ہوتی ہے وہاں ابدی زندگی ملتی ہے۔ بعض اوقات قدیم مصر عالم آخرت کو دیوی کی حیثیت میں تجسیم دے کر پیش کرتے تھے۔

مقدس باپ کی مدح سنو،[۳]

تکریم یافتہ[۴] معزز کی ارفع روح کی تعظیم۔[۵]

اب جب کہ وہ[۶] زندہ جاوید بن گیا ہے،[۷]

مغرب[۸] میں جلیل القدر بن گیا ہے،

آئندہ آنے والی نسلیں انہیں[۹] یاد کریں[۱۰]،

ان سب کے لئے جو آگے گذر جانے کے لئے آتے ہیں۔[۱۱]

میں نے وہ گیت سنے ہیں[۱۲]،

---

[۳]، [۵] ان مصرعوں کا ایک اور ترجمہ:

"سنو کہ اس فرد بہت نفر خوتپ کی ستائش کیسے کی جاتی ہے!

اور اس معزز (ہستی) کی شاہانہ روح کا احترام کیسے کیا جاتا ہے"

[۴]، [۶] تکریم یافتہ معزز۔ وہ۔ نفر خوتپ سے مراد ہے۔ [۷] یعنی نفر خوتپ نے مرنے کے بعد ابدی زندگی پالی ہے اور دیوتا کا رتبہ پالیا ہے۔ [۸] مغرب: قبرستان۔ عالم آخرت۔ [۹] انہیں: مدح و ستائش سے مراد ہے

[۱۰]، [۱۱] ان دونوں مصرعوں کا مفہوم یہ ہے کہ آنے والی نسلیں اور نفر خوتپ کے مقبرے میں آنے والے مدح و ستائش کو یاد رکھیں اور آنے والی نسلیں اور اس کے مقبرے میں آکر چلے جانے والے یا اس کے مقبرے کے پاس سے گذرنے والے نفر خوتپ کی ثناخوانی ضرور کرتے رہیں، مدح سرائی فراموش نہ کریں۔

ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ:

"چنانچہ آنے والے دنوں میں انہیں یاد رکھا جائے،

اور مقبرے میں آنے والا ہر شخص (انہیں) یاد کرے"

یعنی آنے والی نسلیں اور مقبرے میں آنے والے نفر خوتپ کو یاد رکھیں، دعائیں اور منتر پڑھیں۔

[۱۲] یہاں سے اصل نظم شروع ہوتی ہے۔

جو پرانے نوشتوں کے مقبروں میں (کندہ) ہیں[۱۲]،
ان میں ارضی زندگی کی تعریف کی گئی ہے[۱۴]،
سرزمینِ ممات کی (توقیر) گھٹائی گئی ہے[۱۵]،
سرزمینِ ابدیت کے ساتھ ایسا کیوں کیا گیا ہے[۱۶]؟
جہاں حق ہے، انصاف ہے،
جہاں خوف و دہشت نہیں،
جہاں جھگڑے فساد سے نفرت کی جاتی ہے،
جہاں کوئی اپنے ساتھی سے لڑتا نہیں[۱۷]،

ص۱۲، ص۱۳، ص۱۴، ص۱۵ ان چار مصرعوں میں شاعر نے مقبروں میں کندہ بربط نواز کے پہلے اور دوسرے گیت (جو گذشتہ اوراق میں دیئے جا چکے ہیں) کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں عالم آخرت اور حیات بعد الممات کے بارے میں تشکیک اور یاسیت کا اظہار کیا گیا ہے اور زندگی عیش و عشرت کے ساتھ گذارنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس نظم کے شاعر نے سابقہ شاعروں کے اس رویئے کو سرزمین ممات کی اہمیت اور توقیر کم کرنے کے مترادف قرار دیا ہے۔ ص۱۴ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:-

جب ان میں ارضی زندگی کی ستائش کی جاتی ہے،
تو کیا کہا جاتا ہے؟

ص۱۶ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:-

"سرزمین ابدیت کے بارے میں ان کا یہ رویہ کیوں ہے؟" یعنی اس کی برائی کیوں کی گئی ہے۔

ص۱۷ اس مصرعے کے مزید تراجم:-

"یہاں کوئی اپنے ساتھی پہ آوازہ نہیں کستا"
"یہاں کوئی اپنے ساتھی کے خلاف کمر نہیں کستا"

اس سرزمین میں کوئی (کسی کا) دشمن نہیں،[ف۱۸]

اس میں ہمارے سب اقربا زمانے کے پہلے دن سے،[ف۱۹]

آرام کرتے ہیں،[ف۲۰]

اور وہ جو لکھوکھا برسوں میں پیدا ہوں گے،[ف۲۱]

وہ سب یہاں آئیں گے۔[ف۲۲]

کوئی ایسا نہیں جو یہاں نہ آئے۔[ف۲۴]

دھرتی پر قیام کی مدت،[ف۲۵]

خواب جیسی ہے،[ف۲۶]

ف۱۸ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:- "اس سرزمین کے خلاف کوئی بغاوت نہیں کر سکتا۔

ف۱۹، ف۲۰ مزید ترجمہ ـــــ "اور اس میں ہمارے سب عزیز و اقارب،

زمانے کے پہلے آغاز سے آرام کرتے ہیں۔"

اگر یہاں "زمانے کے پہلے آغاز سے" ترجمہ صحیح ہے تو پھر کیا اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ قدیم مصری مختلف زمانے ادوار کی مختلف ابتدا مانتے تھے؟ ف۲۱ اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:- "لاکھوں (انسانوں) کے بچے وہاں آتے ہیں۔" ف۲۲ یعنی بعد کے زمانوں میں بھی پیدا ہونے والوں کو مر کر عالم آخرت میں جانا ہوگا۔

ف۲۳ یعنی کوئی شخص لافانی نہیں ہے، اسے مرنا ہی ہوگا، اسے دوسری دنیا میں جانا ہی ہوگا۔

ف۲۴ اس مصرعے کے مزید تراجم:- "کوئی ایسا نہیں جو اُدھر نہ جائے"

"کوئی ایسا نہیں جو پرے نہیں جائے گا"

"اُدھر جانے" اور "پرے جانے" سے مراد بھی مر کر دوسری دنیا میں جانا ہے۔ قدیم مصری مرنے کے لئے یہ تین اصطلاحیں بھی استعمال کرتے تھے یعنی "اُدھر جانا"، "پرے جانا"، "آگے جانا"۔

ف۲۵، ف۲۶ ان مصرعوں کا ایک اور ترجمہ:- "دھرتی پر کئے جانے والے کاموں کی مدت"

(باقی مصرعے اگلے صفحے پر)

مغرب میں پہنچنے والے سے، [۲۸]
وہ[۲۹] کہتے ہیں "خوش آمدید، بخیر و عافیت"[۳۰]

خاتون تہائی اِم خوتپ کی نظم

تحریری ندامت: ۲۰۰۰ برس

مصری ادب میں موت، ارضی زندگی بسر کرنے اور "عالم آخرت" کے بارے میں ایک اور قابلِ توجہ اور خوبصورت نظم ہے جواب سے دو ہزار برس پہلے ایک مصری خاتون کے قبر کے یادگاری پتھر پر کندہ کی گئی تھی۔ اس خاتون کا نام تہائی اِم خوتپ (تا اِم خوتپ) تھا۔ پتھر پر کندہ عبارت میں اس خاتون کی زبان سے اس کی زندگی کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ تاہم تہائی اِم خوتپ اس پتھر کی تنصیب سے قبل ہی مر چکی تھی۔ اس کے باپ کا نام حرآنخ تھا۔ چودہ برس کی عمر میں قدیم دارالحکومت مَن نُوفر (ممفس) میں پتاح دیوتا کے مندر کے مہا پروہت سے بیاہی گئی تھی۔ تہائی کے اس شوہر کا نام پاشر اِن پتاح تھا۔ تہائی کے بطن سے چار بچے پیدا ہوئے، تین بیٹیاں اور ایک بیٹا۔ مذکورہ یادگاری پتھر

خواب جتنی ہے"

"خواب دیکھنے کی مانند ہے"

مطلب دونوں صورتوں میں یہی ہے کہ ارضی زندگی چند روزہ ہے اور دنیا کے سب کام عارضی۔

[۲۸] "مغرب" قبرستان۔ عالم آخرت۔ قدیم مصریوں کا خیال تھا کہ ارضی زندگی چند روزہ ہے۔

[۲۸]، [۳۰] ان سطور کا ایک اور ترجمہ:۔

"لیکن اس شخص کو خوش آمدید کہی جاتی ہے،

جو مغرب میں پہنچ چکا ہے"

[۲۹] وہ: سرزمین ممات (عالم آخرت) کے باسی مطلب یہ کہ مرنے کے بعد جو شخص دوسری دنیا میں پہنچتا ہے، وہاں پہلے پہنچنے والے اس کا استقبال کرتے ہیں۔

تہائی کے شوہر ہی نے اپنی مرنے والی بیوی کے لیے نصب کرایا تھا اور اس پر اپنی بیوی کی زبان سے اس کی زندگی کے واقعات کندہ کرا دیئے۔ گویا وہ خود سب کچھ بتا رہی ہو۔ اس تحریر میں تہائی اِم حوتپ کو اپنی کم عمری کی موت پر نوحہ کناں بھی بتایا گیا ہے، وہ صرف تیس برس کی عمر میں چل بسی تھی۔

مِس لِشتِ ہائیم کی رو سے[1] تہائی اِم حوتپ مصر کے یونانی نژاد حکمران خاندان فرزندِ ٹالیمی (PTOLEMY) دوازدہم (۸۰ / ۵۲ ق م) کے زمانے میں پیدا ہوئی اور اسی ٹالیمی دوازدہم کی بیٹی مشہورِ عالم ملکۂ مصر کلیوپیٹرا کے عہد (۵۱ / ۳۰ ق م) میں مر گئی اس لحاظ سے تہائی اِم حوتپ کی قبر کا مذکورہ یادگاری کتبہ کلیوپیٹرا کے زمانے کا ہونا چاہیئے مگر ولیس بج کے خیال میں یہ کتبہ ٹالیمی دوازدہم کے زمانے میں کندہ کیا گیا تھا۔[2]

دکھوں کی سرزمین

اس نظم کے پہلے حصے میں تو زندگی بسر کرنے کی وہی تعلیم دی گئی ہے جو "بربط نواز کے پہلے اور دوسرے گیت (نظم)" کی ہے۔ یعنی یہ کہ انسان کو ہنسی خوشی اور عیش و عشرت میں زندگی گذارنی چاہیئے؛ اداسیوں کو پاس بھی نہیں پھٹکنے دینا چاہیئے، شراب پیئے اور عورتوں سے محبت کرے؛ کسی بھی خواہش کو "تشنہ کام" نہ چھوڑے کہ انسانی زندگانی طولانی نہیں —— اس کے بعد عالمِ آخرت کا ذکر ہے اور اس کا کوئی خوشگوار نقشہ نہیں کھینچا گیا ہے۔ وہاں اندھیرا چھایا رہتا ہے، وہ دکھوں کی سرزمین ہے اور مرنے والے اپنی حنوط شدہ لاشوں کی صورت میں سوئے رہتے ہیں، یا کہ باز سوئے رہتے ہیں، گویا سب پر نیند طاری رہتی ہے کیا یہ مطلب ہے کہ عالم آخرت میں کوئی دوبارہ زندہ نہیں ہونا؟ لیکن اصل متن میں ایک

---

[1] "ANCIENT EGYPTIAN LITERATURE"
VOLUME III P. 59-60

[2] "THE LITERATURE OF ANCIENT EGYPTIANS"
P. 149

مصرعہ یوں ہے "وہاں رہنے والے اپنے حنوط شدہ پیکر میں سوتے ہیں" اس مصرعے کا بعض مترجمین نے ترجمہ یوں بھی کیا ہے "پاکباز وہاں سوتے ہیں" اب اگر یہ ترجمہ صحیح مانا جائے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف "پاکباز" عالم آخرت میں نیند کا لطف اٹھاتے ہیں گناہ گار نہیں اور نیند بہت خوشگوار اور نعمت تھی۔ 'عالم آخرت' کے باسیوں کو نہ بھائیوں کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ ماں باپ کی۔ وہ بیوی بچوں تک کو یاد نہیں کرتے! انہیں فراموش کر دیتے ہیں وہاں رہنے والوں کو پینے کے لئے آبِ رواں نصیب نہیں ہوتا بلکہ ٹھہرا ہوا خراب پانی ان کا مقدر ہوتا ہے وہ شمال کی ٹھنڈی ہوا کو ترستے ہیں ——— اور آخر میں موت کا ذکر ہے کہ سب اس سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں، مرنا سب کو بہر حال ہے، بادشاہوں کو بھی اور غریبوں کو بھی، بچوں کو بھی اور بوڑھوں کو بھی، دیوتاؤں کو بھی اور انسانوں کو بھی۔ موت تو دیوتاؤں اور انسانوں، بادشاہوں اور غریبوں، بچوں اور بوڑھوں کسی کا لحاظ نہیں کرتی۔ کوئی منتیں کرے گڑگڑائے، نذرانے پیش کر کے اسے خوش کرنے کی کوشش کرے، سب بے سود، ہر کسی کو مرنا تو بہر حال ہی ہے ——— اور آخر میں مرنے والے کی قبر پر خوشبوئیں جلانے اور نذرانے چڑھانے کی بات کی گئی ہے گویا رسوم ادا کرنے کی۔ گویا دو ہزار برس پہلے کے مصری مرنے والوں کے لئے مسلسل رسوم کی ادائیگی بھی ضروری اور سُود مند خیال کرتے تھے۔

آبِ رواں کی آرزو

اس نظم میں میرے نزدیک سب سے اہم اور پُر اثر بلکہ پُر درد بھی وہ حصہ ہے جہاں مرنے والی خاتون تہائی اِم حوتپ نے 'آبِ رواں ——— تازہ، خوشگوار اور شیریں پانی سے حسرت ناک محرومی کی بات کی ہے۔ کم از کم مجھے قدیم مصری ادب کی کسی بھی نظم میں عالم آخرت کے حوالے سے یہ پہلو اس وقت تو یاد پڑتا نہیں ——— وہ تو عالم آخرت میں پانی کے لئے اس حد تک تڑپ رہی تھی کہ اپنی اس نظم کے آخر میں بھی اس بات پر خصوصی اصرار کرتی ہے کہ اس کے مقبرے میں پانی بطور نذر چڑھایا جایا کرے، وہ چڑھاوے کے لئے شراب کی بات

نہیں کرتی۔ وہ تو بس بدن کی آگ بجھانے کے لئے پانی کی تمنائی ہے —— گویا عالم
آخرت میں تازہ وصاف پانی نہیں تھا۔ کم از کم تہائی اِم حوتپ اس سے محروم تھی، ترستی تھی
اور پانی تھا کہ کسی طرح مل ہی نہیں پاتا تھا۔ ٹھنڈے اور سکون آور پانی کے لئے وہ اس حد
تک مضطرب اور پیاسی تھی کہ اس کے بدن میں پیاس کی گویا آگ لگی ہوئی تھی، جسے بجھانے
کی آرزو میں وہ ملازم کے ندی سے گھڑا نہ ہٹانے کی بات کرتی ہے۔ سرزمین مصر میں شمال
سے آنے والی جانفزا اور خنک ہوا کی بات کرتی ہے کہ وہ ندی کے کنارے کھڑی ہو، دریا
کے کنارے کھڑی ہو اور اس کا منہ رُخ بروے باد شمال کی طرف ہو۔

خاتون تہاتی کی نظم

تحریری قدامت:- ۲۰۰۰ برس

اے[1] میرے بھائی، میرے شوہر،
دوست، مہاپروبت[2]:
کھانے پینے،
شراب خوب پینے اور عورتوں کی محبت سے حظ اٹھانے سے گریز مت کر۔
اپنے دن مسرت میں بسر کرنا مت چھوڑ،

---

[1] "اے" کی جگہ "خوش آمدید" بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ [2] "مہاپروبت":۔ اصل مصری عبارت میں "مہاپروبت" کے لئے "اُرخراَپ حمَ" کا لفظ آیا ہے۔ "اُرخراَپ حمَ" دراصل تپاح دیوتا کا لقب تھا۔ پہلے دونوں مصرعوں میں بھائی، شوہر اور مہاپروہت اس خاتون تہائی اِم حُوتَپ نے اپنے شوہر پاشراَن تپاخ کو کہا ہے۔ قدیم مصری محبوب کے لئے بھائی اور محبوبہ کے لئے "بہن" کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ یہاں "بھائی" سے مراد "محبوب" ہے اور مہاپروبت تو وہ تھا ہی۔

دن رات اپنی خواہشات پوری کر،[۳]
اپنے دل کو اداس مت ہونے دے،
کیونکہ برسوں کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔[۴]
اَمَن تَت[۵] نیند کی سرزمین ہے،
مسکن پر تاریکی مسلط رہتی ہے[۶]،
وہاں رہنے والوں کے لئے یہ دکھوں کی جگہ ہے[۷]،
وہاں رہنے والے اپنے حنوط شدہ پیکر میں سوتے ہیں[۸]۔
وہ اپنے بھائیوں[۹] کو دیکھنے کے لئے نہیں اٹھتے"۔

---

[۳] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:۔ "دن رات اپنے دل کا کہا مان" مطلب بہرحال یہی ہے کہ انسان کو اپنی خواہشات کی تکمیل کرنی چاہیئے۔ [۴] یعنی زندگی مختصر ہوتی ہے اس مصرعے کے ماہرین نے مختلف ترجمے کئے ہیں

"دھرتی پر گذرنے والے برسوں کی قدر کر"

"کیونکہ دھرتی پر برسوں کی تعداد اتنی ہے،

کہ ہم یہی کرتے ہیں گذار دیں"

مطلب یہی کہ زندگی چند روزہ ہے اس لئے ہمیں اداسیوں میں دن نہیں گذارنے چاہیئں

[۵] اَمن تَت، "اَمن تت کے لفظی معنی "مغرب" کے ہیں۔ ویسے مراد ہے "عالمِ آخرت" قدیم مصریوں کے نزدیک "عالم آخرت" مغرب میں واقع تھا۔ [۶] [۷] ان دو مصرعوں کا ایک اور ترجمہ:۔

"آمن تت ایسی سرزمین ہے جہاں

آنکھ سیاہ اندھیرے کو نہیں چیر سکتی،

پاک باز لوگ وہاں سوتے ہیں"

[۸] یہ مصرعہ صرف والیس بج اور مارگریٹ مرے نے دیا ہے، البتہ ایتم وغیرہ نے نہیں۔

[۹] بھائی اور بھائیوں کی جگہ دوست بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

وہ اپنے باپوں، اپنی ماؤں کو نہیں دیکھتے،[10]

ان کے دل بیویوں، اپنے بچوں کو بھلا دیتے ہیں۔[11]

آبِ رواں جس میں سب کے لئے غذا ہے،[12]

میں[13] اس کیلئے ترستی[14] ہوں،

یہ ان[15] کے لئے آتا ہے جو دھرتی پر رہتے ہیں،[16]

مجھے وہ جگہ معلوم نہیں جہاں (پانی) ہے،[17]

چونکہ (میں) اس وادی میں آ گئی ہوں،[19]

مجھے بہتا ہوا پانی دے![20]

مجھ سے کہو "تو پانی سے دور نہیں ہے"؛[21]

کاش کوئی ندی کنارے میرا منہ شمال کی جانب موڑ دیتا،[22]

پھر شاید میرا جی ٹھنڈا ہو جائے![23]

---

[10] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "وہ اپنے والدین کو دیکھنے کیلئے جاگتے نہیں"

[11] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ: "انہیں اپنی بیویوں اور بچوں کی کوئی تمنا نہیں ہوتی"

[13]، [15] "اس کے لئے" "یہ": پانی سے مراد ہے۔ مطلب یہ کہ بہتا ہوا خوشگوار پانی تو صرف زمین پر زندہ لوگوں کے لئے ہوتا ہے: عالم آخرت میں نہیں ملتا؛ [12] تا [23] ان مصرعوں کا ایک اور ترجمہ:-

"دھرتی کا رواں پانی وہاں رہنے والوں کے لئے ہے،

(اور) ساکن پانی میرے لئے۔

یہ پانی دھرتی پر رہنے والوں کے پاس آتا ہے،

پانی ساکن ہے، جو میرے لئے ہے۔

جہاں میں ہوں اس جگہ کا مجھے کوئی علم نہیں،

(باقی مصرعے اگلے صفحے پر)

وہ جس کا نام اُرنیاؤ ہے[24]، [25]

جن کو وہ بلاتی ہے[26]،

(وہ) اس کے پاس فوراً آجاتے ہیں[27]،

اس کی دہشت سے ان کے دِل کانپ جاتے ہیں[28]،

مرنے والوں کی اس وادی میں جب سے پہنچی ہوں،

بہتے پانی کی آرزومند ہوں۔

میں کہتی ہوں،

میرا ملازم ندی سے گھڑا نہ ہٹائے،

پانی کے کنارے میرا منہ شمال کو موڑ دے،

اور میں اپنے دل کے قرار کی خاطر پکارتی ہوں"

انہی مصرعوں کا ایک اور ترجمہ:-

"دھرتی کا رواں پانی ان لوگوں کے لئے نہیں جو یہاں ہیں،

ساکن پانی میرے لئے ہے،

میں بہتے پانی کی خواہاں ہوں،

میں کہتی ہوں،

میرا ملازم ندی سے گھڑا نہ ہٹائے،

کاش میں دریا کے کنارے اپنا منہ بادِ شمال کی طرف موڑ سکتی،

اور چِلّا کر (بادِ شمال) کو اپنے دِل کا درد ٹھنڈا کرنے کے لئے کہتی"

[24] ارنیاؤ:- موت کے عظیم دیوتا کا نام۔ مراد موت سے ہی ہے۔

[25] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ ـــــ "جہاں تک موت کی بات ہے اس کا نام ہے "آؤ"

[26]، [27]، [28] ان مصرعوں کا ایک اور ترجمہ:-

"موت ہر شخص کو اپنے پاس بلاتی ہے، (باقی مصرعے اگلے صفحے پر)

وہ دیوتاؤں اور انسانوں میں کوئی فرق روا نہیں رکھتی،[29]

بادشاہ اس کے لئے غریبوں کی مانند ہے،[30]

اس سے محبت کرنے والے اس کا ہاتھ نہیں جھٹکتے،[31]

کیونکہ وہ بچے کو ماں سے اسی طرح چھین لیتی ہے جس طرح بوڑھے کو۔[32]

وہ اپنے راستے پر چلتی ہے،

اور سب لوگ اس سے ڈرتے ہیں،

وہ اس کے حضور التجا کرتے ہیں،

(لیکن) وہ ان کی طرف اپنا کان نہیں دھرتی۔[33]

اس سے التجا کرنا بے کار ہے،

کیونکہ وہ ملتجی کی نہیں سُنتی؛

اس کے حضور نذرانے اور تحفے پیش کئے جائیں،

(تو بھی) وہ خاطر میں نہیں لائے گی۔

وہ دہشت زدہ (ہو کر) کانپتے دل کے ساتھ اس کے پاس آتے ہیں،

اور اس کے خوف سے لرزاں ہیں"

مطلب یہ کہ جس کو موت آتی ہے وہ اس کے تصوّر سے خوفزدہ ہو کر مر جاتا ہے۔

[29] تا [32] ان مصرعوں کا ایک اور ترجمہ:-

"دیوتاؤں یا آدمیوں میں سے کوئی اسے نہیں دیکھتا،

پھر بھی عظیم اور چھوٹے بڑے اس کے ہاتھ میں ہیں،

کوئی اس (موت کی انگلیاں) اپنے رشتہ داروں سے باز نہیں رکھتا"۔

[33] اس مصرعے کا ایک اور ترجمہ:-

"لیکن وہ ان کی طرف اپنا منہ نہیں ہٹاتی"

اے تم سب لوگو جو اس قبرستان میں آتے ہو،
میرے لئے شعلوں پر خوشبوئیں جلاؤ،
منعبہ کی ہر تقریب پر پانی پیش کرو![۳۴]

پارسا زندگی

تحریری قدامت ۲۳۵۰ برس

قدیم مصری ادب کی اپنے فکر اور تعلیمات کے اعتبار سے ایک اہم نظم ایک مقبرے میں کندہ ملی ہے اور باتوں کے علاوہ اس نظم میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انسان کو زندگی کس طرح بسر کرنی چاہیئے۔ زندگی گذارنے کا ایک نظریہ اور تصور تو وہ تھا جس کی تعلیم بربط نواز کے پہلے اور دوسرے گیت (نظم) میں دی گئی اور ایک نظریہ وہ تھا جو بربط نواز کے گیت (نظم) کی تخلیق کے کوئی اٹھارہ انیس سو برس بعد پت اسر (پت اوزیرس) نامی مہا پروہت کے مقبرے میں کندہ ایک نظم سے آشکارا ہے۔

یہ نظم دراصل پت اسر (پت اوزیرس) کے بڑے بھائی وجد تحوت اف انخ کی زبان سے ادا ہوئی ہے اور اسی کی طرف سے چھوٹے بھائی کے مقبرے میں کندہ کی گئی تھی۔ دونوں بھائی مصر پر ایرانیوں کی دوسری بالادستی ($\frac{۳۴۱}{۳۳۲}$ ق۔م) یعنی اب سے کوئی دو ہزار تین سو پچاس برس قبل زندہ تھے۔ بڑا بھائی وجد تحوت اف انخ دیوتا کے مندر کا مہا پروہت تھا اور ایرانی بالادستی کے زمانے ہی میں اس کی جگہ چھوٹا بھائی پت اسر اس کی جگہ مہا پروہت بن گیا تھا اور وہ غالباً سکندر اعظم کی فتح مصر کے بعد بھی اسی عہدے پر فائز رہا ــــــ پت اسر (پت اوزیرس) کا انتہائی قابل ذکر مقبرہ مصر کے ایک قدیم شہر بابت (یونانی ہرموپولس) کے قبرستان میں ۱۹۱۹ء میں دریافت

---

[۳۴] اس نظم کے آخری تین مصرعوں میں خاتون تہائی ام حوتپ نے یہ کہا ہے کہ اس مقبرے پر آنے والے لوگ اس کے لئے عزائی رسمیں ادا کرتے رہیں، خوشبوئیں جلائیں اور پانی تو بطور نذر ضرور ہی پیش کریں۔

ہوا تھا۔ اس شہر یا بُت کا ایک اور مصری نام ہِرمَن بُوتی بھی تھا۔ پَت اَسر (پَت اوزیرس) اسی شہر میں تحُوت دیوتا کے مندر کا مہا پجاری تھا۔ اس کے مقبرے کی تعمیر، اس میں اضافے اور تزئین و آرائش چوتھی صدی قبل مسیح کے اواخر اور تیسری صدی قبل مسیح کے اوائل میں کی جاتی رہی۔ ——

اس مقبرے کی دیواروں وغیرہ پر نہ صرف ہِرمی ادب، 'کتاب الاموات' کے ابواب، سورج دیوتا کی حمدیں اور کچھ تو تخلیق شدہ تخلیقات ہی کندہ ہیں، بلکہ پَت اَسر کی خاندانی تاریخ، اس کی اپنی، اس کے باپ سی شُو، اس کے بیٹے تحُوت رخ، اور اس کے بڑے بھائی 'دجید تحُوت اَف اَنخ کی خود نوشت سوانح حیات اور دوسری عبارتیں بھی کندہ ہیں ——

ان تمام عبارتوں میں سب سے اہم اور خصوصی دلچسپی کی حامل وہ نظمیں ہیں جن میں پَت اَسر (پَت اوزیرس) اور اس کے خاندان کے دوسرے افراد نے زندگی بسر کرنے کے بارے میں اپنے فلسفیانہ مذہبی تصورات و نظریات کا اظہار اپنی زبان سے کیا ہے۔ زندگی بسر کرنے کا طریقہ ہی ان نظموں کا مرکزی خیال ہے۔ یعنی یہ کہ انسان کو زندگی کیسے گذارنی چاہیئے؛ اسے ان نظموں میں "زندگی (گذارنے) کا طریقہ" اور "خدا کا راستہ یا طریقہ" کہا گیا ہے۔ ان نظموں میں ذاتی اخلاقیات و کردار اور اس سے متعلقہ فلسفے کا اظہار جس قدر واضح اور مکمل طور پر کیا گیا ہے اس کی مثال دیماطیقی (DEMOTIE) رسم الخط میں لکھی ہوئی حکیمانہ مصری تعلیمات کو چھوڑ کر مصری تاریخ کے "دورِ متاخر" اور اس کے بعد کے زمانے کے باقی پورے قدیم مصری ادب میں اور کہیں نہیں ملتی۔ پَت اَسر (پَت اوزیرس) اور اس کے خاندان کے دوسرے افراد کی نظموں سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک "طرزِ زندگی" یا "خدا کا راستہ (طریقہ)" یہ تھا کہ انسان راست بازی، خدا ترسی، کامرانی اور مسرت و شادمانی کی زندگی گذارے۔

پَت اَسر (پَت اوزیرس) کے مقبرے میں ایک نظم کندہ پائی گئی ہے جس میں

اس کا بڑا بھائی وَجد تحوُت اَف اَنخ لوگوں سے مخاطب ہے گویا یہ نظم وَجد اَف اَنخ کی طرف سے تخلیق کی گئی ہے۔ نظم کا کچھ متن ضائع ہو چکا ہے چنانچہ کئی جگہ اس کی تفہیم مشکل ہو جاتی ہے تاہم چونکہ اس میں خالق شاعر نے متعدد بنیادی موضوع پیش کئے ہیں اس لئے یہ ادب پارہ اہم اور قابلِ غور و توجہ ہے۔ اس "طرزِ زندگی" پر عمل کرنے کے بارے میں زور دیا گیا ہے، زندگی سے لُطف اندوز ہونے اور اپنا مال و دولت خرچ کرنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ دولت کا سانپ بننے کی نفی کی گئی ہے۔ کیونکہ مال و دولت مرنے کے بعد دوسری دنیا میں نہیں لے جایا جا سکتا۔ گویا دولت جمع کرنے کی ترغیب نہیں دی گئی یا پیسے سے پیار کرنے کو نہیں کہا گیا۔ مال و دولت مرنے کے بعد اپنے ساتھ دوسری دنیا میں لے جانے کا تصور وہ ہے جو اس نظم کی تخلیق سے کوئی اٹھارہ انیس سو برس پہلے یعنی اب سے کوئی تقریباً چار ہزار برس پیشتر گیارھویں خاندان ($\frac{2133}{1991}$ ق م) کے فرعون اَن تَف (اَن یُوتَف) سے متعلق بربط نواز کے پہلے گیت" میں بھی ملتا ہے۔ پِتَ اسر (پِتَ اوزیرس) کے بڑے بھائی وَجد تحوُت اَف اَنخ کی زیرِ تذکرہ نظم میں عالم آخرت کو کن تیتہ" اندھیارے کی سرزمین" کہا گیا ہے۔ موت سے متعلق اس نظم میں جو تصور پیش کیا گیا ہے کہ یہ بہر صورت آئے گی، وہ بعد میں مصر کے "یونانی رومی" دور کی قبروں کے کتبوں میں اکثر ملتا ہے۔ موت کے بارے میں اس نظم کے دانشور شاعر کا کہنا ہے کہ اسے کسی صورت ٹالا نہیں جا سکتا، اسے فرض کی ادائیگی سے غافل نہیں کیا جا سکتا حتیٰ کہ رشوت دے کر بھی نہیں۔ موت کب آئے گی یہ کسی کو نہیں معلوم لیکن آئے گی ضرور۔ سب فانی ہیں، دھرتی پر زندگی کا وقفہ خواب کی طرح مختصر ہے ——

نظم میں دولت جوڑنے کی بجائے خرچ کرنے کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی زور دے کر کہا گیا ہے کہ مال و دولت کا حقیقی مالک خدا ہے اور وہی دولت بخشتا ہے ——

اس نظم میں بچوں کی موت پر المناک تاثر و جذبات کا اظہار بڑے ہی خوبصورت پیرائے میں کیا گیا ہے۔ کہ کم سنی کی موت ایسی ہے جیسے نَودمیدہ یا نوخیز کچے پودے کو اکھاڑ

پھینکا جائے اور وہ پھل پھول لانے سے پہلے ہی ختم ہو کر رہ جائے۔ المیہ ناشر کے اس اظہار میں تجربہ بول رہا ہے کہ دُجدُ تحُوتْ اَفْ اَنخ کا ننھا مُنا بھتیجا اور پُتْ اَسْر (پُتْ اوزیرس) کا بیٹا انتقال کر گیا تھا ــــــــ دُجدُ تحُوتْ اَفْ اَنخ کی اس نظم میں جن موضوعات کے بارے میں سوچ و فکر کا اظہار کیا گیا ہے اس سے قدیم مصریوں کی مذہبی سوچ کی حتمی اور قطعی نمائندگی ہوتی ہے اور اس نظم میں زندگی سے لطف لینے کی بات کی گئی ہے وہ "بربط نواز کے پہلے اور دوسرے گیت" کی طرح تشکیک اور یاسیت کا نتیجہ نہیں بلکہ مذہبی پارسائی، خُدا ترسی اور خدا پرستی کی بنیاد پر کی گئی ہے اور اسی کا لازمی جزو قرار دی گئی ہے۔

دولت مندی کی تنقیص

اس نظم کا ایک معنی خیز اور انتہائی قابلِ غور مصرعہ یہ ہے۔
"دولت مند کو سوچ کی روشنی نہیں ملتی"

تو کیا یہاں دولت کی نفی اور اسے بُرا کہا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو بڑی دلچسپ اور اہم بات ہے۔ اس سے دولت اور دولت مند اور ان کی لائی ہوئی برائیوں اور مُعاشرتی ناہمواریوں اور احساس محرومی کی بھی نشاندہی ہوتی ہے۔

پُتْ اَسْرتْ (پُتْ اوزیرس) بڑے بھائی دُجدُ تحُوتْ اَفْ اَنخ کی یہ نظم یوں ہے

پارسا زندگی

تحریری قدامت:۔ ۲۳۵۰ برس

(اے تم جو دھرتی پر زندہ ہو)
اور تم جو بعد میں آؤ گے،
اے ہر وہ آدمی جو تحریر پڑھ سکتا ہے،
آؤ! اس مقبرے کی ان تحریروں کو پڑھو،
میں طرزِ زندگی کی جانب تمہاری رہنمائی کروں گا،

تمہارے چلن کے بارے میں تعلیم دوں گا،
تاکہ تم نسلوں کے مسکن (تک پہنچ جاؤ)!
اگر تم میری باتوں پر عمل کرو،
(تو) تمہیں ان کی اہمیت معلوم ہو گی،
اور ان (باتوں کی وجہ سے) تم میری خاطر دیوتا کی ثنا کرو گے۔

تقریب کے دن سے لطف لیتے ہوئے پی کر مدہوش ہو جاؤ،
دھرتی پر گذرتے لمحے میں اپنے دل کا کہا مانو،

• اپنا مال خرچ کرنا انسان کے لئے سود مند ہے،
آدمی جب جدا ہو جاتا ہے اس کا مال بھی جدا ہو جاتا ہے[1]،
دیتے میں مال پانے والا اپنی باری پر اپنی مرضی کرتا ہے۔
دولت مند کو سورج کی روشنی نہیں ملتی،
موت کا کوئی پیامبر رشوت قبول نہیں کرتا،
کہ یہ بھول جائے (اسے[2]) کس لئے بھیجا گیا ہے۔

. . . .

وہ خواب کی مانند جلد ہی سے چلا جاتا ہے،
کسی کو اس[3] کے آنے کا دن معلوم نہیں[4]،
دیوتا کا کمال یہ کہ دلوں سے اسے بھلا دیتا ہے[5]۔

---

[1] یعنی انسان مرنے کے بعد اپنے ساتھ کچھ نہیں لے جا سکتا۔ [2] اسے: موت کے پیامبر کو۔ مطلب یہ کہ موت کے پیامبر کو رشوت دے کر اس کے فرض سے غافل نہیں کیا جا سکتا۔ [3] اس کے آنے کا دن: موت کے پیامبر کے آنے کا دن۔ [4] کوئی نہیں جانتا کہ موت کب آئے گی۔ [5] یعنی دیوتا انسان کے دل سے موت کو بھلا دیتا ہے۔

مگر نوعمری میں مرنے والا اکھاڑے ہوئے پودے کی مانند ہوتا ہے[۶]:
اس کا ذخیرہ ہر چیز سے ممنوع ہے،
اس کا دل ....[۷]
معبود جس سے نفرت کرتا ہے اس کے دل میں یہ ڈال دیتا ہے،
تاکہ اس کا مال اُسے دیدے جسے وہ محبت کرتا ہے،
وہ[۸] اس کی دولت کا مالک ہے،
وہ[۹] یہ اس کے مالک کو عطا کر دیتا ہے۔
اپنے معبود سے ڈرنے والا خوش نصیب ہے،
ان باتوں کو دل میں جگہ دیتا ہے۔

○○○

ص۶۔ بچپن کی موت کے بارے میں اس مصرعے میں جس کا دکھ کا اظہار ہے وہ دراصل اس وجہ سے ہے۔ کہ پت اسر (پت اوزیرس) کا ایک بیٹا، دُحجدتحوت اُف انخ کا بھتیجا کم سنی میں مر گیا تھا۔ ص۷ یہاں کچھ مصرعے ضائع ہو چکے ہیں اس لئے اگلے دو مصرعوں کا مفہوم بھی پوری طرح واضح نہیں۔ ص۸، ص۹ وہ، معبود۔